مجموعہ

اشتہارات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جلد اوّل

Published by
NAZARAT ISHA'AT RABWAH PAKISTAN

Printed by
ZIA-UL-ISLAM PRESS RABWAH

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

پیش لفظ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۷۸ء سے اپنے وصال ۱۹۰۸ء تک جو بے شمار اشتہارات شائع فرمائے تھے وہ مذہبی دُنیا کی تاریخ کا ایک عظیم سرمایہ ہے۔

اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اثبات میں ان اشتہارات کی بڑی قیمت ہے۔ حضور نے اپنے معاندین کو جتنے چیلنج اتمام حجت کے لئے دیئے اکثر وہ اشتہارات میں ہی درج ہیں۔ اہم پیشگوئیوں کے پس منظر اور تفصیلات کو تبھی سمجھا جا سکتا ہے جب ان اشتہارات کا ترتیب وار مطالعہ کیا جائے۔ حضور کے یہ اشتہارات حجج قاطعہ و براہینِ نیّرہ اور زندہ خدا کے زندہ کلام سے پُر ہیں۔ اور اس روحانی اسلحہ کا ایک اہم حصہ ہیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دشمنانِ اسلام پر غلبہ کے لئے عطا فرمائے تھے۔ حضورؑ نے اپنی کتاب ''فتح اسلام'' میں تائید حق اور اشاعتِ اسلام کے لئے جن پانچ شاخوں کا ذکر بایمائے الٰہی فرمایا ہے۔ ان میں ایک اہم شاخ اشتہارات کی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا" یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور ربّ جلیل کا کلام ہے۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اُن حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اُترے گی .... اور ہر ایک حق پوش دجّال دُنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خُدا کی تجلّی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے رُوبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دُنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا............"

دوسری شاخ اس کارخانہ کی اشتہار جاری کرنے کا سلسلہ ہے جو بحکمِ الٰہی

اتمامِ حجت کی غرض سے جاری ہے۔ اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔'' (فتح اسلام)

مجموعہ اشتہارات کو پہلے حضرت میر قاسم علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع فرمایا تھا۔ اب مزید اشتہارات کی تلاش کر کے مکرم و محترم مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے اس مجموعہ میں اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کی انہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔

والسلام

مظہر باجوہ

مینجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

پیش لفظ

بار دوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ ماموریت سے قبل اور دعویٰ ماموریت کے بعد وقتاً فوقتاً جو اشتہارات شائع فرمائے تھے انہیں حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی کئی اصحاب نے جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کے لئے کام شروع کیا تھا تاہم سب سے پہلے حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر کو ''مجموعہ اشتہارات'' کے نام سے چھ جلدوں میں انہیں شائع کرنے کی توفیق ملی انہوں نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اکثر اشتہارات آپ کو حضرت پیر منظور محمد صاحب سے ملے تھے۔لیکن ان کے مجموعہ میں کوئی ترتیب نہیں تھی صرف اشتہارات کو محفوظ کرنا مقصود تھا۔ان کے بعد حضرت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے انہیں تاریخ وار ترتیب دے کر مزید اشتہارات جو ان کو ملے تھے انہیں شامل کر کے تبلیغ رسالت کے نام سے شائع کیا۔

تقسیم ملک کے بعد حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری نے مزید اشتہارات تلاش کر کے انہیں شامل کیا جنہیں ''مجموعہ اشتہارات'' کے نام سے الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ نے تین جلدوں میں شائع کیا۔اسی ایڈیشن کا **Reprint** جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی 1989ء کے موقع پر انگلستان سے شائع ہوا۔

موجودہ ایڈیشن میں وہ اشتہارات بھی شامل کئے گئے ہیں جو مجموعہ اشتہارات کے پہلے ایڈیشن کی اشاعت تک دستیاب نہیں ہوئے تھے یا جنہیں پہلے کسی وجہ سے اشتہارات میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور وہ اشتہارات بھی شامل کئے گئے ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی میں ترجمہ کروا

کر حکومت ہند کے برطانوی افسروں کو احمدیہ جماعت کے قیام کے مقاصد اور عقاید سے متعارف کرانے کے لئے شائع فرمائے تھے۔ ان میں سے بعض وہ انگریزی اشتہارات بھی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے تو شائع نہیں ہوئے مگر حضور کی نگرانی میں میمورنڈم کے طور پر جماعت کی طرف سے شائع ہوتے رہے۔ چونکہ یہ جماعتی تاریخ کا قیمتی سرمایہ تھا اس لئے ان کو محفوظ کرنے کے لئے انہیں موجودہ ایڈیشن کی تیسری جلد میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح اس مجموعہ میں ایسے اشتہارات بھی شامل کئے گئے ہیں جو اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تو نہیں لیکن جماعت کی تاریخ میں ان کی خاص اہمیت ہے مثلاً حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کا وہ اشتہار جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت سے پہلے حضور کی تصنیف براہین احمدیہ کی تائید میں لکھا تھا اور جس میں وہ فرماتے ہیں۔

سب مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ

تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس ایڈیشن کی تیاری میں مولوی فضل کریم صاحب تبسم سابق مبلغ افریقہ۔ مقصود احمد صاحب قمر۔ مبارک احمد صاحب نجیب اور مولوی سلطان احمد صاحب شاہد نے مختلف خدمات سرانجام دی ہیں اور محترم حبیب الرحمٰن صاحب زیروی نے نایاب اردو اور انگریزی اشتہارات کی تلاش میں بہت مدد دی ہے۔ احباب ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جلد اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

(۱)

پانسو روپیہ کا اشتہار

میں اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کر کے پنڈت دیانند صاحب سورستی ☆ کو خصوصاً اور دیگر پنڈتان اور علمائے مسیحی کو عموماً بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی صاحب متفرق مقاموں کے قول جو وید یا انجیل میں بابت تاکید التزام حق گوئی اور راست روی اور صدق شعاری کے صریح صریح موجود ہوں، بقید تعداد تکرار تاکید کے ایک فہرست میں نمبروار جمع کریں۔ یعنی یہ ظاہر کر کے دکھلا دیں کہ مثلاً تاکید راست گوئی کے بیس مقام وید میں آئے ہیں یا تیس مقام میں آئے ہیں۔ بعد اس کے ایک نقل اس فہرست کی دستخطی اور مہری اپنے ہمارے پاس بھیج دیں۔ اور میں اس جگہ سے ایک فہرست مکمل ان آیات اور اقوال کی جو ہم کو خدا تعالیٰ نے بابت لازم پکڑنے صدق اور راستی کے کل اقوال اور افعال میں ارشاد فرمایا ہے بعد ثبت دستخط اپنے کے بھیج دوں گا۔

بعد ملاحظہ اور پڑتال صحت کے اگر نمبر مقامات وید یا انجیل کے جو مضمون تاکید راست گوئی پر بطور تذکیر یا ترغیب یا تبشیر یا انذار یا مدح یا ذمِ کذب کے دلالت کرتے ہوں ہماری فہرست پیش کردہ سے تعداد میں زیادہ نکلیں اگرچہ ایک نمبر میں زیادتی ہو یا برابر نکلیں یا ثلث کم نکلیں یا نصف کم نکلیں تو میں مبلغ

☆ اصل لفظ سرسوتی ہے۔ کتابت کی غلطی سے سورستی لکھا گیا ہے

پانچ سو روپیہ اس شخص کو دوں گا جو ایسی فہرست پیش کر کے ثابت کرے اور اگر ادا میں توقف ہو تو شخص غالب کو اختیار ہوگا جو بموجب قانون معاہدہ مجریہ حال اور ایکٹ 10۔۱۸۷۷ء کے روپیہ عہد نامہ ہذا کا مدد سرکار سے وصول کرے۔ لیکن بعد اس اشتہار کے کوئی سر نہ اٹھائے تو وہ مغلوب سمجھا جائے گا۔ فقط

المشتہر

مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضٰی مرحوم رئیس قادیان عفی عنہ۔

(اخبار منشور محمدی بنگلور۔ جلد 6 نمبر 33-25 ذیقعدہ 1294ھ روز شنبہ صفحہ 2,1)

[منقول از روزنامہ الفضل قادیان مورخہ 6 اپریل 1941ء صفحہ 3]

یکم دسمبر 1877ء

1877 ؟

(۲)

اعلان نامہ متعلقہ اشتہار

ہر ایک دانا پر جو طالب حق ہے یہ بات واضح ہے جو بعد توحید جناب باری تعالیٰ کے عمدہ تعلیم سچ بولنے اور سچ پر قائم رہنے کی ہے، کیونکہ یہ ایک ایسی بزرگ نیکی ہے کہ انسان اپنے سب قولوں اور فعلوں اور حرکتوں اور سکونوں اور جملہ معاملات اور موارد نیک میں بشرط نیک نیتی اور اتباع امور خیر کے لازم پکڑ لے تو باقی سب نیکیاں بالغرض حاصل ہو جائیں گی۔ اب تمام ارباب صدق و دیانت پر روشن ہو کہ اگرچہ خدا کی سب پاک کتابوں پر ہمارا ایمان ہے۔ وَاٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وردِ دل و زبان ہے۔

لیکن ہم عدالت اور حق کے التزام کی تعلیم محمدیؐ میں جس کا مخزن قرآنِ مجید اور احادیث صحیحہ ہیں اس قدر تاکید شدید پاتے ہیں کہ بلا شائبہ تکلف ہزارم حصہ اس کا بھی دوسری کتاب میں نظر نہیں آتا۔ وجہ یہ معلوم ہوئی جو وہ خاتم الرسل ہے اس کی تعلیم ان کی مکمل اور متمم دوسری کتابوں کے ہے اور یہ میری بست سالہ تحقیقات کا نتیجہ ہے جو آج میں ظاہر کرتا ہوں۔ لہٰذا ایک اشتہار انعامی پانسو روپیہ کا جو ہمراہ اعلان نامہ ہذا ہے مشتہر کر کے بخدمت جملہ صاحبان مسیحی و یہودی و مجوسی و آریہ سماج و عامہ پنڈتان ہنود ملتمس ہوں کہ اگر کوئی صاحب میری رائے سے متفق نہ ہوں تو حسب شرائط مندرجہ اشتہار کے اپنی اپنی کتاب مخصوص الرسول یا کلام الرسول سے جو اس فرقہ میں مشتہر ہو چکی ہوں تعداد مختلف اوقات کے احکام اور مواعظ صدق کا پیش کریں اور ہم بھی انہی شرائط کے پابند رہیں گے اور شخص غالب کو حسب شرائط اشتہار اور اعلان نامہ ہذا کے کل روپیہ یکمشت دیا جائے گا اور درحالت مغلوب ہونے کے ہماری طرف سے کچھ تقاضا نہیں ہوگا۔ فقط

المشتہر و المعلن:۔ مرزا غلام احمد رئیس قادیان

(اخبار منشور محمدی بنگلور۔ ریاست میسور 1294ھ صفحہ 2۔ بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان 6 اپریل 1941ء صفحہ 3)

۱۸۵۷ء

۱۸۷۷ء

(۳)

بخدمت جناب محمد شریف صاحب (ایڈیٹر منشور محمدی) بعد السلام علیکم التماس ہے کہ اس سوال کو مہربانی فرما کر اخبار شریف میں اپنے منطبع فرمائیں۔ وھوھذا

اقرارات سوامی جی پنڈت دیانند سورستی☆

پہلا اقرار۔ سب جیو یعنی روح انادی ہیں کہ قدیم سے خود بخود موجود ہیں۔ خدا نے ان کو پیدا کیا نہیں اور نہ اب کوئی نیا روح پیدا کر سکتا ہے۔

دوسرا اقرار۔ پرمیشر جو سرشتی کو رچتا ہے تو اس کا یہ باعث ہے کہ پہلے سرشتی میں کچھ روح بکٹ (مکت) ہو جاتے ہیں اور کچھ پاپ جو باقی رہتے ہیں ان کے بھوک (بھوگ) کرانے اور پھل دینے کے لئے پرمیشر سرشتی رچتا ہے۔

تیسرا اقرار۔ مکتی چھ سادھن یعنی چھ عمل سے ہوتی ہے۔ جو شخص ان چھ سادھن کو بجالائے ضرور اس کی مکتی ہو جاتی ہے۔

چوتھا اقرار۔ جس کی مکتی ہو جاتی ہے وہ سدا آنند میں رہتا ہے اور پھر جنم مرن وغیرہ دِو (بھو) ساگر میں نہیں گرتا۔

پانچواں اقرار۔ بعد گزرنے چار ارب اُنتیس کروڑ چالیس لاکھ اوناسی ہزار نو سو چھیانویں برس دورہ آمد و رفت کل روحوں کا ختم ہو کر پَھرے آجاتی ہے۔

چھٹا اقرار۔ یہ سب باتیں ویدا اور شاستر میں لکھی ہیں۔

☆اصل لفظ سرسوتی ہے۔ کاتب سے سورستی لکھا گیا ہے

تقریر اعتراض

پنڈت صاحب کی تقریر سے تناسخ باطل ٹھہرتا ہے اور دنیا کا بار بار پیدا ہونا غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ بموجب پہلے اقرار پنڈت صاحب کے پرمیشر کوئی (روح۔ ناقل) بنا نہیں سکتا۔ اور بموجب دوسرے اور تیسرے اقرار پنڈت صاحب کے ہمیشہ روح بکٹ (مکت) ہوتے رہتے ہیں۔ اور بموجب چوتھے اقرار پنڈت صاحب کے جو روح مکت ہو جاتی ہے پھر واپس نہیں آتی۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ جیسے جیسے روحیں بکٹ (مکت) ہو جائیں گی اس طرف سے کمی ہوتی جائے گی یہاں تک کہ ایک دن خزانہ خالی ہو جائے گا۔ پھر آواگون کہاں رہے گا اور سرشتی کا بار بار رچنا کس پرکار سے ٹھیک بیٹھے گا۔ اگر کوئی کہے کہ روح بے انت ہیں تو اول تو یہ وہم بموجب پانچویں اقرار پنڈت صاحب کے باطل ہے کیونکہ اگر روح بے انت ہوتے تو ایک مدت معدود میں جو چار ارب ہے کس طرح ان سب کا دورہ پورا ہو جاتا۔ اور علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ جو چیز فی الحقیقت کسی قدر خارج میں موجود ہے اور دنیا میں آسکتی ہے اور جاسکتی ہے وہ کبھی بے انت نہیں ہوسکتی۔ جب ایک کو ان میں سے نکالیں گے تو ضرور ایک کی کمی ہو جائے گی اور جب دو نکالیں گے تو دو کی کمی ہو جائے گی۔ غرض جیسے نکلتے جائیں گے ویسے کم ہوتے جائیں گے اور ایک دن محکمہ بندوبست کی طرح سرشتہ خدائی کا تخفیف میں آجائے گا کیونکہ بموجب اصول پنڈت صاحب کے زمانہ غیر متناہی ہے اور یہاں ثابت ہو گیا جو روحیں کسی قدر اندازے میں محدود اور متناہی ہیں اور متناہی غیر متناہی سے کبھی نباہ نہیں کرسکتا۔ اس واسطے ضرور کسی دن ٹوٹ (کمی۔ ناقل) آجائے گی۔

بعض لوگ یہ جواب دیتے ہیں کہ روح انادی ہے اور جو چیز انادی ہو وہ گنتی سے باہر ہوتی ہے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ خدا بھی انادی ہے مگر گنتی سے باہر نہیں ایک ہے۔

جو چیز موجود ہوگی وہ کسی نہ کسی گنتی میں ضرور داخل ہوگی اور کسی قدر کم کرنے سے ضرور کم ہو جائے گی۔

دیکھو ہمارے جیو جو ہمارے شریر (جسم۔ ناقل) میں داخل ہیں یہ بھی تو بقول تمہارے انادی ہیں۔ اگر ہم کسی جگہ چار جیو بیٹھے ہوں اور بعد اس کے ہم میں سے ایک جیو اٹھ کر باہر چلا جاوے تو ضرور

ہم باقی تین جیو رہ جائیں گیاور اگر ہم میں سے کوئی نہ اُٹھے گا اور ایک اور جیو آبیٹھے گا تو ہم پانچ جیو ہو جائیں گے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں جو خدا کا حدّ انتہا کچھ نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ روح بے انت ہیں۔ اُن حضرات کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ بحث تو اس امر میں ہے جو کوئی چیز موجود ہو کر شمار سے باہر نہیں رہ سکتی۔ خدا کے طول عرض سے اس بحث کو کیا علاقہ ہے اور خدا بھی تو شمار سے باہر نہیں اور نہ خدا شمار سے مستثنٰی ہے۔ انہیں حضرات کا یہ بھی وسواس (خیال۔ ناقل) ہے کہ خدا بوڑھا نہیں ہوتا، اس کو موت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رُوح بے انت ہیں۔

ہماری طرف سے یہ گزارش ہے (کہ) جو ایسی اوٹ پٹانگ باتیں کرنی عقلمندوں کا کام نہیں۔ بھلا کوئی عاقل خیال کرے کہ موجودات میں کے شمار میں خدا کے بوڑھا جوان ہونے کا کیا دخل ہے۔ ہماری کلام تو صرف شمار میں ہے۔ سو ہم بار بار عرض کرتے ہیں جو خدا بھی شمار سے باہر نہیں۔ ایک ہے اور نہ کوئی اور موجود تعداد سے باہر ہو سکتا ہے۔ جیسا ہم نے ثابت کر دیا۔

مجیب صاحبوں کے ایسے ایسے عجیب جواب ہیں جو حقیقت میں اس لائق ہیں جو ایک ایک نقل ان کی برٹش انڈیا کے کُل عجائب گھروں میں رکھی جائے۔

المعترض۔ مرزا غلام احمد رئیس قادیان

(اخبار منشور محمدی بنگلور (ریاست میسور) جلد 6 نمبر 33–25 ذیقعدہ 1294ھ صفحہ 6'7

بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان ۱۲؍ اپریل ۱۹۴۱ صفحہ ۳)

دسمبر 1877ء

(۴)

اشتہار پانسوؔ روپیہ ۵۰۰

اشتہار ہذا اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ ۷؍ دسمبر ۱۸۷۷ء کے وکیل ہندوستان وغیرہ اخبار میں بعض لائق فائق آریہ سماج والوں نے بابت رُوحوں کے اصول اپنا یہ شائع کیا ہے کہ ارواح موجود بے انت ہیں۔ اور اس کثرت سے ہیں کہ پرمیشر کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں۔ اسی واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہتے ہیں اور پاتے رہیں گے مگر کبھی ختم نہیں ہوویں گے۔ تردید اس کی ہم نے ۹؍ فروری سے ۹؍ مارچ تک سفیرِ ہند کے پرچوں میں بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ اُصول مذکور سراسر غلط ہے۔ اب بطور اتمام حجّت کے یہ اشتہار تعداد پانچسو روپیہ معہ جواب الجواب باوا نرائن سنگھ صاحب سکرٹری آریہ سماج امرت سر کے تحریر کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب آریہ سماج والوں میں سے بپابندیٔ اُصولِ مسلمہ اپنے کے کُل دلائل مندرجہ سفیر ہند و دلائل مرقومہ جواب الجواب مشمولہ اشتہار ہذا کے توڑ کر یہ ثابت کر دے کہ ارواح موجودہ جو سوا چار ارب کی مُدّت میں کُل دورہ اپنا پورا کرتے ہیں۔ بے انت ہیں اور ایشور کو تعداد ان کا نامعلوم رہا ہوا ہے تو میں اُس کو مبلغ پانسو روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔ اور درصورت توقف کے شخص مُثبت کو اختیار ہو گا کہ بمدد عدالت وصول کرے لیکن واضح رہے کہ اگر کوئی صاحب سماج مذکور میں سے اس اُصول سے منکر ہو تو صرف انکار طبع کرانا کافی نہ ہو گا بلکہ اس صورت میں بتصریح لکھنا چاہیئے کہ پھر اُصول کیا ہوا؟ آیا یہ بات ہے کہ ارواح ضرور کسی دن ختم ہو جائیں گے اور تناسخ اور دنیا کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہو گا۔ یا یہ اُصول ہے کہ خدا اور روحوں کو پیدا کر سکتا ہے یا یہ کہ بعد مکتی پانے سب روحوں کے پھر ایشور اُنہیں مکتی یافتہ روحوں کو کیڑے مکوڑے وغیرہ مخلوقات بنا کر دُنیا میں بھیج دیگا۔ یا یہ کہ اگرچہ ارواح بے انت نہیں اور تعداد ان کا کسی حدود معیّن میں ضرور

محصور ہے مگر پھر بھی بعد نکالے جانے کے باقیماندہ رُوح اُتنے کے اُتنے ہی نہیں رہتے ہیں۔ نہ مکتی والوں کی جماعت جن میں یہ تازہ مکتی یافتہ جاملتے ہیں۔ اس بالائی آمدن سے پہلے سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اور نہ یہ جماعت جس سے کسی قدر ارواح نکل گئے بعد اس خرچ کے کچھ کم ہوتے۔ غرض جو اُصول ہو۔ بہ تفصیل مذکورہ مفصّل لکھنا چاہیئے ؎

المشتہر:۔ **مرزا غلام احمد۔ رئیس قادیان** عفی عنہ۔ ۲ مارچ ۱۸۷۸ء

منقول از الحکم نمبر ۱۸ جلد ۹ صا مورخہ ۲۴ رمئی ۱۹۰۵ء کالم ۲ و حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم ص۱۱۸، ص۱۱۹ مطبوعہ ۱۴ ردسمبر ۱۹۱۵ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم و بدر سلسلۃ الجدید جلد ۱ نمبر ۸ صفحہ ۸ کالم ۲ -

---

۵

باوا صاحب کی شرائط مطلوبہ پرچہ سفیر ہند ۲۳ر فروری ۱۸۷۸ء کا ایفاء اور نیز چند اُمور واجب العرض بہ تفصیل ذیل

(۱) اوّل ذکر کرنا اس بات کا قرین مصلحت ہے کہ اشتہار مندرجہ ذیل میں جو حسب درخواست ہمارے معزز دوست باوا نرائن سنگھ صاحب وکیل کے لکھا جاتا ہے۔ لفظ جرمانہ کے جو بجائے لفظ انعام کے ثبت ہوا ہے محض بغرض رضامندی جوئی باوا صاحب موصوف کے درج کیا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ایسا اندراج مطابق منشاء اصول قوانین مجریہ سرکار کے ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ زر موعودہ کسی مجرمانہ فعل کا تاوان نہیں۔ تا اس کا نام جُرمانہ رکھا جائے۔ بلکہ یہ وہ حق ہے جو خود مشتہر نے بطیب نفس و رضائے خاطر بلا اکراہ غیرے کسی مجیب مصیب کو بپاداش اس کے جواب ماصواب کے دینا مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں کچھ پوشیدہ نہیں کہ یہ رقم درحقیقت بصلہ اثبات ایک امر غیر مثبت کے ہے جس کو ہم انعام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جُرمانہ نہیں ہے اور نہ از روئے حکم کسی قانون گورنمنٹ برطانیہ کے کوئی سوال نیک نیتی سے کرنا یا کسی امر میں بصدقِ نیّت کچھ رائے دینا داخل جُرم ہے تا اس نکتہ چینی کی کچھ بنیاد ہو سکے۔ غرض اس موقعہ پر یہ ثبت لفظ جرمانہ کا بالکل غیر معقول اور مُہمل اور بے محل ہے۔ لیکن چونکہ باوا صاحب ممدوح پرچہ مقدم الذکر میں بزمرہ دیگر شرائط کے یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ بجائے لفظ انعام کے لفظ جرمانہ کا لکھا جاوے تب ہم جواب دینگے۔ سو خیر میں وہی لکھ دیتا ہوں۔ کاش ! باوا صاحب کسی طرح جواب اس سوال اشتہاری کا دیں ہرچند میں جانتا ہوں۔ جو باوا صاحب اس جرح قانونی میں بھی غلطی پر ہیں اور کوئی ایسا ایکٹ میری نظر سے نہیں گذرا جو نیک نیتی کے سوال کو جُرم میں داخل کرے۔

۲۔ شرط دوئم :۔ باوا صاحب کی اس طرح پر پوری کر دی گئی ہے جو ایک خط بقلم خود تحریر کر کے باقرار مضمون مشتہرہ کے خدمت مبارک باوا صاحب میں ارسال کیا گیا ہے۔ باوا صاحب خوب جانتے ہیں جو اوّل تو خود

اشتہار کسی مشتہر کا جو باضابطہ کسی اخبار میں شایع کیا جاوے۔ قانوناً تاثیر ایک اقرار نامہ کی رکھتا ہے بلکہ وہ بلحاظ تعدد نقول کے گویا صدہا تمسک ہیں۔ علاوہ ازاں چٹھیات خانگی بھی جو کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں عدالت میں پیش کئے جاویں، ایک قوی دستاویز ہیں اور قوت اقرار نامہ قانونی کے رکھتے ہیں۔ سو چٹھی خاص بھی بھیجی گئی۔ ماسوائے اس کے جبکہ اس معاملہ میں شہادات زبانی ثالثوں کے بھی موجود ہوگی تو پھر باوجود اس قدر انواع واقسام کے ثبوتوں کے حاجت کسی عہد نامہ خاص کی کیا رہی۔ لیکن چونکہ مجھ کو اتمام حجت مطلوب ہے اس لیے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس ثبوت پر کفایت نہ کر کے پھر باوا صاحب اقرار نامہ اشٹام کا مطالبہ کرینگے تو فوراً اقرار نامہ مطلوبہ ان کا معرفت مطبع سفیر ہند کے یا جیسا مناسب ہو خدمت میں اُن کی بھیجا جاوے گا۔ لیکن باوا صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ درصورت مغلوب رہنے کے قیمت اشٹام کی واپس کریں۔

(۳) شرط سوئم میں باوا صاحب روپیہ وصول ہونے کا اطمینان چاہتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اگر باوا صاحب کا اس فکر سے دل دھڑکتا ہے کہ اگر روپیہ وقت پر ادا نہ ہو تو کس جائداد سے وصول ہوگا تو اس میں یہ عرض ہے کہ اگر باوا صاحب کو ہماری املاک موجودہ کا حال معلوم نہیں تو صاحب موصوف کو ایسے قلیل معاملہ میں زیادہ آگاہ کرنا ضروری نہیں۔ صرف اس قدر نشان دہی کافی ہے کہ درصورت تردّد کے ایک معتبر اپنا صرف بٹالہ میں بھیجدیں اور ہمارے مکانات اور اراضی جو قصبہ مذکور میں قیمتی چھ سات ہزار کے موجود اور واقعہ ہیں انکی قیمت تخمینی دریافت کر کے اپنے مضطرب دل کی تسلّی کر لیں اور نیز یہ بھی واضح ہو جو بجرد جواب دینے کے مطالبہ روپیہ کا نہیں ہو سکتا جیسا کہ باوا صاحب کی تحریر سے مفہوم ہوتا ہے۔ بلکہ مطالبہ کا وہ وقت ہوگا کہ جب گُل آرائے تحریری ثالثان اہلِ انصاف کے جن کے اسمائے مبارکہ تنقیح شرط چہارم میں ابھی درج کروں گا۔ سفیر ہند میں بشرائط مشروط پرچہ ہذا کے طبع ہو کر شائع ہو جائیں گی ؞

(۴) شرط چہارم میں باوا صاحب نے صاحبان مندرجہ ذیل کو منصفان تنقید جواب قرار دیا ہے۔ مولوی سیّد احمد خاں صاحب۔ منشی کنہیا لال صاحب۔ منشی اندرمن صاحب۔ مجھ کو منصفان مجوزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں بلکہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے تجویز تقرر ثالثان میں مولوی سیّد احمد خاں صاحب کا نام بھی جو ہم سے اخوت اسلام رکھتے ہیں۔ درج کر دیا۔ اس لیے میں بھی اپنے منصفان مقبولہ میں ایک فاضل آریہ صاحب کو جن کی فضیلت میں باوا صاحب کو بھی کلام نہیں، باعتماد طبیعت صالحانہ اور رائے منصفانہ ان کی کے داخل کرتا ہوں جن کے نام نامی یہ ہیں۔ سوامی پنڈت دیانند سرسوتی۔ حکیم محمد شریف صاحب امرتسری۔ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری۔ لیکن

اتنی عرض اور ہے کہ علاوہ ان صاحبوں کے کہ فریقین کے ہم مذہب ہیں۔ دو صاحب مسیحی مذہب بھی ممبر تنقید جواب کے لیے قرار پانے چاہئیں۔ سو میری دانست میں پادری رجب علی صاحب اور بابو ربیا رام صاحب جو علاوہ فضیلت علمی اور طبیعت منصفانہ کے اس بحث جاری شدہ سے بخوبی واقف ہیں بشرطیکہ صاحبین موصوفین براہ مہربانی اس شوریٰ میں داخل ہونا منظور کریں۔ اور آپ کو بھی اس میں کوئی کلام نہ ہو، بہتر اور انسب ہیں۔ ورنہ بالآخر اس طرح تجویز ہوگی کہ ایک صاحب مسیحی مذہب کو آپ قبول کر کے اطلاع دے دیں اور ایک کے اسم مبارک سے میں مطلع کروں گا۔

اور تصفیہ اس طرح پر ہوگا کہ بعد طبع ہونے جواب آپ کے ان صاحبوں کو جو حسب مرضی فریقین ثالث قرار پائے ہیں بذریعہ خانگی خطوط کے اطلاع دی جائے گی۔ لیکن ہر ایک فریق ہم دونوں میں سے ذمہ دار ہوگا کہ اپنے منصفین مجوزہ کو آپ اطلاع دے۔ تب صاحبان منصفین اوّل ہمارے سوال نمبر ا کو دیکھیں گے اور بعد اس کے تبصرہ مشمولہ شرائط ہذا کو جس میں آپ کے جواب الجواب کا جو ۱۸ر فروری آفتاب پنجاب میں طبع ہوا تھا، ازالہ ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔ پھر آپ کا جواب بتدبّر تمام پڑھ کر جانچیں گے کہ آیا اس جواب سے وجوہات ہمارے ردّ ہوگئے یا نہیں؟ اور یہ بھی دیکھیں گے کہ آپ نے باثبات دونوں امر مندرجہ اشتہار کے کیا کیا وجوہات پیش کئے ہیں۔ لیکن یہ امر کسی منصف کے اختیار میں نہ ہوگا کہ صرف اس قدر رائے ظاہر کرے کہ ہماری دانست میں یہ ہے یا وہ ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسی رائے ظاہر کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ غرض کوئی رائے میں نہیں لیا جائے گا جب تک اس صورت سے تحریر نہ ہو کہ اصل وجوہات متخاصمین کو پورا پورا بیان کر کے بتقریر مدلّل ظاہر کرے کہ کس طور سے یہ وجوہات ٹوٹ گئیں یا بحال رہیں۔ اور علاوہ اس کے یہ سب منصفانہ آراء سے سفیر ہند میں درج ہوں گے نہ کسی اور پرچہ میں بلکہ صاحبان منصفین اپنی اپنی تحریر کو براہ راست مطبع ممدوح الذکر میں ارسال فرمائیں گے باستثناء بابو ربیا رام صاحب کے اگر وہ اس شوریٰ تنقید جواب میں داخل ہوتے تو اُن کو اپنا رائے اپنے پرچہ میں طبع کرنا ہوگا۔ اور جبکہ یہ سب آرائے بقید شرائط متذکرہ بالا کے طبع ہو جائیں گی تو اس وقت کثرت رائے پر فیصلہ ہوگا اور اگر ایک نمبر بھی زیادہ ہو تو باوا صاحب کو ڈگری ملے گی۔ ورنہ آنجناب مغلوب رہیں گے۔

اشتہار مبلغ پانچسو روپیہ

۱۸۷۸ء میں راقم اس سوال کا جو آریہ سماج کی نسبت پرچہ ۹ر فروری اور بعد اس کے سفیر ہند میں بدفعات درج ہو چکا ہے، اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کر کے لکھ دیتا ہوں کہ اگر باوا نرائن سنگھ

صاحب یا کوئی اور صاحب منجملہ آریہ سماج کے جو اُن سے متفق الرائے ہوں۔ ہماری ان وجوہات کا جواب جو سوال مذکورہ میں درج ہے اور نیز ان دلائل کے تردید جو تبصرہ مشمولہ اشتہار ہذا میں مبین ہے پورا پورا ادا کر کے بدلائل حقہ یقینیہ یہ ثابت کر دے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں پانچسو روپیہ نقد اس کو بطور جُرمانہ کے دوں گا اور درصورت نہ ادا ہونے روپیہ کے مجیب مثبت کو اختیار ہو گا کہ امداد عدالت سے وصول کرے۔ تنقید جواب کی اُس طرح عمل میں آوے گی جیسے تنقیح شرائط میں اوپر لکھا گیا ہے۔ اور نیز جواب باوا صاحب کا بعد طبع اور شائع ہونے تبصرہ ہماری کے مطبوع ہو گا۔"

المشتہر:- مرزا غلام احمدؐ۔ رئیس قادیان

(منقول از حیاۃ النبی جلد اوّل نمبر دوم صفحہ ۱۲۰ تا صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۵ء)

(۶)

اعلان

سوامی دیانند سرسوتی صاحب نے بجواب ہماری اس بحث کے جو ہم نے روحوں کا بے انت ہونا باطل کر کے غلط ہونا مسئلہ تناسخ اور قدامت سلسلہ دُنیا کا ثابت کیا تھا۔ معرفت تین کس آریہ سماج والوں کے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگرچہ ارواح حقیقت میں بے انت نہیں ہیں۔ لیکن تناسخ اس طرح پر ہمیشہ بنا رہتا ہے کہ جب سب ارواح مکتی پا جاتے ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی سے باہر نکالی جاتی ہیں۔ اب سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس جواب میں کچھ شک و شبہ ہو تو بالمواجہ بحث کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اسی بارے میں سوامی صاحب کا ایک خط بھی آیا۔ اس خط میں بھی بحث کا شوق ظاہر کرتے ہیں۔ اس واسطے بذریعہ اس اعلان کے عرض کیا جاتا ہے کہ بحث بالمواجہ ہم کو بسر و چشم منظور ہے۔ کاش! سوامی صاحب کسی طرح ہمارے سوالوں کا جواب دیں۔ مناسب ہے کہ سوامی صاحب کوئی مقام ثالث بالخیر کا واسطے انعقاد اس جلسہ کے تجویز کر کے بذریعہ کسی مشہور اخبار کے تاریخ و مقام کو مشتہر کر دیں۔ لیکن اس جلسہ میں شرط یہ ہے کہ یہ جلسہ بحاضری چند منصفان صاحب لیاقت اعلیٰ کہ تین صاحب ان میں سے ممبران برہمو سماج اور تین صاحب مسیحی مذہب ہونگے۔ قرار پائیگا۔ اوّل تقریر کرنے کا ہمارا حق ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔ پھر پنڈت صاحب برعایت شرائط تہذیب جو چاہیں گے جواب دیں گے۔ پھر اس کا جواب الجواب ہماری طرف سے گذارش ہوگا اور بحث ختم ہو جائیگی۔ ہم سوامی صاحب کی اس درخواست سے بہت خوش ہوئے۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ کیوں سوامی صاحب اور اور دھندوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایسے سخت اعتراض کا جواب نہیں دیتے جس نے سب آریہ سماج والوں کا دم بند کر رکھا ہے۔ اب اگر سوامی صاحب نے اس اعلان کا کوئی جواب مشتہر نہ کیا تو بس یہ سمجھو کہ سوامی صاحب صرف باتیں کر کے اپنے توابعین کے آنسو پونچھتے تھے اور مکت یابوں کی واپسی میں جو جو مفاسد ہیں مضمون مشمولہ متعلقہ اس اعلان میں درج ہیں۔ ناظرین پڑھیں اور انصاف فرماویں ؎

المعـــــــــــــــــــــــــلن

میرزا غلام احمد رئیس قادیان۔ ۱۰؍ جون ۱۸۷۸ء

منقول از رسالہ برادر ہند لاہور بابت جولائی ۱۸۷۸ء و حیاۃ النبی جلد اوّل نمبر دوم صفحہ ۱۱۷ و الحکم نمبر ۱۹ جلد ۹ صفحہ ۱ کالم اوّل ۳۱؍ مئی ۱۹۰۵ء و بدر سلسلہ جدید جلد اول نمبر ۱۰ صفحہ ۶ کالم ۲ مورخہ ۸؍ جون ۱۹۰۵ء

(۷)

اعلان متعلقہ مضمون ابطال تناسخ و مقابلہ وید و فرقان مع اشتہار پانسو روپیہ جو پہلے بھی بمباحثہ باوا صاحب مشتہر کیا گیا تھا

ناظرین انصاف آئین کی خدمت بابرکت میں واضح ہو کہ باعث مشتہر کرنے اس اعلان کا یہ ہے کہ عرصہ چند روز کا ہوا ہے کہ پنڈت کھڑک سنگھ صاحب ممبر آریہ سماج امرت سر قادیان میں تشریف لائے اور مستدعی بحث کے ہوئے۔ چنانچہ حسبِ خواہش ان کے درباره تناسخ اور مقابلہ وید اور قرآن کے گفتگو کرنا قرار پایا۔ بر طبق اس کے ہم نے ایک مضمون جو اس اعلان کے بعد میں تحریر ہو گا۔ ابطال تناسخ میں اس التزام سے مرتب کیا کہ تمام دلائل اسکے قرآن مجید سے لئے گئے اور کوئی بھی ایسی دلیل نہ لکھی کہ جس کا ماخذ اور منشاء قرآن مجید نہ ہو۔ اور پھر مضمون جلسہ عام میں پنڈت صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا تا کہ پنڈت صاحب بھی حسبِ قاعدہ ملتزمہ ہمارے کے اثبات تناسخ میں وید کی شُرتیاں پیش کریں اور اس طور سے مسئلہ تناسخ کا فیصلہ پا جائے اور وید اور قرآن کی حقیقت بھی ظاہر ہو جائے کہ ان میں سے کون غالب اور کون مغلوب ہے۔ اس پر پنڈت صاحب نے بعد سماعت تمام مضمون کے دلائل وید کے پیش کرنے سے عجز مطلق ظاہر کیا اور صرف دو[۲] شُرتیاں رگوید سے پیش کیں کہ جن میں ان کے زعم میں تناسخ کا ذکر تھا اور اپنی طاقت سے بھی کوئی دلیل پیش کردہ ہماری کو ردّ نہ کر سکے۔ حالانکہ ان پر واجب تھا کہ بمقابلہ دلائل قرآنی کے اپنے وید کا بھی کچھ فلسفہ ہم کو دکھلاتے۔ اور اس دعوے کو جو پنڈت دیانند صاحب مدت دراز سے کر رہے ہیں کہ وید سر چشمہ تمام علوم فنون کا ہے، ثابت کرتے، لیکن افسوس کہ کچھ بھی نہ بول سکے اور دم بخود رہ گئے اور عاجز اور لاچار ہو کر اپنے گاؤں کی طرف سدھار گئے۔ گاؤں میں جا کر پھر ایک مضمون بھیجا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ابھی بحث کرنے کا شوق باقی ہے اور مسئلہ تناسخ میں مقابلہ وید اور قرآن کا بذریعہ کسی اخبار کے چاہتے ہیں۔ سو بہت خوب ہم پہلے ہی طیار ہیں مضمون ابطال تناسخ جس کو ہم جلسۂ عام میں گوش گذار پنڈت صاحب موصوف کر چکے ہیں وہ تمام مضمون دلائل اور براہین قرآن مجید سے لکھا گیا ہے اور جابجا آیات فرقانی کا حوالہ ہے۔ پنڈت صاحب پر لازم ہے کہ مضمون اپنا جو دلائل بید سے بمقابلہ مضمون ہمارے کے مرتب کیا ہو، پرچہ سفیر ہند یا برادر ہند یا آریہ درپن میں طبع کرا دیں۔ پھر آپ ہی دانا لوگ دیکھ لیں گے اور بہتر ہے کہ ثالث اور منصف اس مباحثہ تنقیح

فضیلت وید اور قرآن میں دو شریف اور فاضل آدمی مسیحی مذہب اور برہمو سماج سے جو فریقین کے مذہب سے بے تعلق ہیں، مقرر کئے جائیں۔ سو میری دانست میں ایک جناب پادری رجب علی صاحب جو خوب محقق مدقق ہیں اور دوسرے جناب پنڈت شونرائن صاحب جو برہمو سماج میں اہلِ علم اور صاحب نظر دقیق ہیں۔ فیصلہ اس امر متنازعہ فیہ میں حَکَم بننے کے لیے بہت اولیٰ اور انسب ہیں۔ اس طور سے بحث کرنے میں حقیقت میں چار فائدے ہیں۔ اوّل:۔ یہ کہ بحث تناسخ کی بہ تحقیق تمام فیصلہ پا جائیگی۔ دوم:۔ اس موازنہ اور مقابلہ سے امتحان وید اور قرآن کا بخوبی ہو جائے گا اور بعد مقابلہ کے جو فرق اہلِ انصاف کی نظر میں ظاہر ہو گا وہی فرق قول فیصل متصور ہو گا۔ سوم:۔ یہ فائدہ کہ اس التزام سے ناواقف لوگوں کو عقائد مندرجۂ وید اور قرآن سے بکلّی اطلاع ہو جائے گی۔ چہارم:۔ یہ فائدہ کہ یہ بحث تناسخ کی کسی ایک شخص کی رائے خیال نہیں کی جائے گی بلکہ محول بکتاب ہو کر اور معتاد طریق سے انجام پکڑ کر قابل تشکیک اور تزئیف نہیں رہے گی اور اس بحث میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ صرف پنڈت کھڑک سنگھ صاحب تحریر جواب کے لیے تن تنہا محنت اُٹھائیں۔ بلکہ میں عام اعلان دیتا ہوں کہ منجملہ صاحبان مندرجہ عنوان مضمون ابطال تناسخ جو ذیل میں تحریر ہو گا کوئی صاحب ارباب فضل و کمال میں سے متصدی جواب ہوں۔ اور اگر کوئی صاحب بھی باوجود اس قدر تاکید مزید کے اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے اور دلائل ثبوت تناسخ کے فلسفہ متدعویہ وید سے پیش نہیں کریں گے یا درصورت عاری ہونے وید کے ان دلائل سے اپنی عقل سے جواب نہیں دیں گے تو ابطال تناسخ کی ہمیشہ کے لیے ان پر ڈگری ہو جائے گی اور نیز دعویٰ وید کا کہ گویا وہ تمام علوم فنون پر متضمن ہے محض بے دلیل اور باطل ٹھہرے گا اور بالآخر بغرض توجہ دہانی یہ بھی گذارش ہے کہ مَیں نے جو قبل اس سے فروری ۱۸۷۸ء میں ایک[1] اشتہار تعدادی پانسو ۵۰۰ روپیہ بابطال مسئلہ تناسخ دیا تھا وہ اشتہار اب اس مضمون سے بھی بعینہٖ متعلق ہے۔ اگر پنڈت کھڑک سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب ہمارے تمام دلائل کو نمبروار جواب دلائل مندرجہ وید سے دیکر اپنی عقل سے توڑ دینگے تو بلاشبہ رقم اشتہار کے مستحق ٹھہریں گے اور بالخصوص بخدمت پنڈت کھڑک سنگھ صاحب کہ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم پانچ منٹ میں جواب دے سکتے ہیں۔ یہ گذارش ہے کہ اب اپنی اس استعداد علمی کو روبروئے فضلائے نامدار ملت مسیحی اور برہمو سماج کے دکھلاویں۔ اور جو کمالات ان کی ذات سامی میں پوشیدہ ہیں۔ منصۂ ظہور میں لاویں ورنہ عوام کالانعام کے سامنے دم زنی کرنا صرف ایک لاف گزاف ہے اس سے زیادہ نہیں۔

الراقم: مرزا غلام احمد۔ رئیس قادیان

(منقول از حضرت اقدس کی پُرانی تحریریں حصہ اول ص۱۔۴ مطبوعہ ۳۰ مئی ۱۸۹۹ء۔ مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

[1] یہ اشتہار سفیر ہند مورخہ ۹ فروری ۱۸۷۸ء کا ہے جو باوجود تلاش کے نہیں ملا۔ (مؤلف)

(٨)

اشتہار بغرض استعانت و استنظہار از انصار دین محمد مختار

صلے اللہ علیہ و علےٰ آلہ الابرار

اخوان دیندار و مومنین غیرت شعار و حامیان دینِ اسلام و متبعین سنت خیر الانام پر روشن ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن و صداقت دینِ اسلام ایسی تالیف کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد طالبِ حق سے بجز قبولیت اسلام اور کچھ بن نہ پڑے۔ اور اس کے جواب میں قلم اُٹھانے کی کسی کو جُرات نہ ہو سکے۔ اس کتاب کے ساتھ اس مضمون کا ایک اشتہار دیا جاوے گا کہ جو شخص اس کتاب کے دلائل کو توڑ دے و مع ذلک اس کے مقابلہ میں اسی قدر دلائل یا ان کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس سے اپنی کتاب کا (جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے) حق ہونا یا اپنے دین کا بہتر ہونا ثابت کر دکھائے اور اس کے کلام یا جواب کو میری شرائط مذکورہ کے موافق تین منصف (جن کو مذہب فریقین سے تعلق نہ ہو) مان لیں تو میں اپنی جائداد تعدادی دس ہزار روپیہ سے (جو میرے قبضہ و تصرف میں ہے) دستبردار ہو جاؤں گا اور سب کچھ اس کے حوالہ کر دوں گا۔ اس باب میں جس طرح کوئی چاہے اپنی اطمینان کر لے۔ مجھ سے تمسک لکھا لے یا رجسٹری کرا لے اور میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو آکر بچشم خود دیکھ لے ؛

باعث تصنیف اس کتاب کے پنڈت دیانند صاحب اور ان کے اتباع ہیں جو اپنی اُمت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے وید کے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذ باللہ توریت۔ زبور۔ انجیل۔ فرقان مجید کو محض افترا سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین کے کلمات بولتے ہیں کہ ہم سُن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار سفیر ہند میں بطلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار بھی جاری کیا ہے۔ اب ہم نے اس کتاب میں انکا اور ان کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے اور صداقت قرآن و نبوت کو بخوبی ثابت کیا۔ پہلے ہم نے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا۔ بغرض تکمیل تمام ضروری امروں کے نو حصے اور زیادہ کر دیئے جن کے سبب سے تعداد کتاب ڈیڑھ سو جزو ہو گئی۔ ہر ایک حصہ اس کا ایک ایک ہزار نسخہ چھپے۔ تو چورانوے

روپیہ صرف ہوتے ہیں۔ پس کل حصص کتاب نوسو چالیس روپے سے کم میں چھپ نہیں سکتے۔

ازانجا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شایع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہٰذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں۔ اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ معہ اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیجدیں۔ جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔

غرض انصار اللہ بن کر اس نہایت ضروری کام کو جلد تر بسر انجام پہونچا دیں اور نام اس کتاب کا "البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ" رکھا گیا ہے۔ خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلادے۔ آمین ؎

المشتہر:۔ **خاکسار غلام احمدؐ از قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ملک پنجاب**

منقول از ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴۔ جلد دوئم صفحہ ۳۔۴ بابت اپریل ۱۸۷۹ء مطبوعہ مئی ۱۸۷۹ء

مصنفہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی

۹

اعلان

کتاب براہین احمدیہ کی قیمت و تاریخ طبع

واضح ہو کہ جو اصل قیمت اس کتاب کی بلحاظ ضخامت اور حسن اور لطافت ذاتی اس کے اور نیز بنظر اس پاکیزگی خط اور تحریر اور عمدگی کاغذ وغیرہ لوازم اور مراتب کے کہ جن کے التزام سے یہ کتاب چھاپی جائے گی۔ بیس روپیہ سے کم نہ تھی۔ مگر ہم نے محض اس امید اور نظر سے جو بعض امراء اسلام جو ذی ہمت اور اولوالعزم ہیں۔ اس کتاب کی اعانت میں توجہ کامل فرماویں گے اور اس طور سے جبر اُس نقصان کا ہو جاوے گا جو کمی قیمت کے باعث سے عاید حال ہوگا۔ صرف پانچ روپیہ قیمت مقرر کی تھی۔ مگر اب تک ایسا ظہور میں نہ آیا اور ہم انتظار کرتے کرتے تھک بھی گئے۔ البتہ کئی ایک صاحبان عالی ہمت یعنی جناب نواب صاحب بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو اور علاوہ انکے جناب خلیفہ سید محمد حسن خاں بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ نے جو ہمیشہ اشاعت علمی اور ہمدردی قومی اور دینی خیر خواہی بندگان الٰہی میں بدل و جان مصروف ہو رہے ہیں۔ اس کام میں بھی کہ جس کی علتِ غائی اشاعت دلائل حقیقت دینی اور اظہار شان اور شوکت اور راستی اور صداقت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے خریداری کتب اور فراہمی خریداروں

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہ والیہ بھوپال
(۲) جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن
(۳) جناب غلام قادر خانصاحب وزیر ریاست نالہ گڈھ پنجاب
(۴) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدر آباد
(۵) جناب نواب نظیر الدولہ بہادر بھوپال
(۶) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر ״
(۷) جناب نواب علی محمد خانصاحب بہادر لودھیانہ پنجاب
(۸) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خانصاحب بہادر رئیس اعظم لاہور
(۹) جناب نواب محمد فیروز الدین خان صاحب بہادر وزیر اعظم ریاست بہاولپور
(۱۰) جناب سردار غلام محمد خان صاحب رئیس واہ
(۱۱) جناب مرزا سعید الدین احمد خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروزپور

ہیں کماحقہ مدد فرمائی کہ جس کی تفصیل انشاءاللہ عنوان کتاب براہین احمدیہ پر درج کی جائے گی اور جناب نواب صاحب بہادر ممدوح نے علاوہ خریداری کتب کے کسی قدر روپیہ بطور اعانت کتاب کے عطا فرمانا بھی وعدہ فرمایا۔

لیکن بباعث اس کے جو قیمت کتاب کی نہایت ہی کم تھی اور جبر نقصان اس کے کا بہت سی اعانتوں پر موقوف تھا جو محض فی سبیل اللہ ہر طرف سے کی جاتیں، طبع کتاب میں بڑی توقف ظہور میں آئی۔ مگر اب کہاں تک توقف کی جائے ناچار بصد اضطرار یہ تجویز سوچی گئی جو قیمت کتاب کی جو بنظر حیثیت کتاب کے بغایت درجہ قلیل اور ناچیز ہے دو چند کی جائے۔ لہٰذا بذریعہ اعلان ہذا کے ظاہر کیا جاتا ہے جو من بعد جملہ صاحبین باستثناء ان صاحبوں کے جو قیمت ادا کر چکے ہیں یا ادا کرنے کا وعدہ ہو چکا ہے قیمت اس کتاب کی بجائے پانچ روپیہ کے دس روپیہ تصور فرماویں۔ مگر واضح رہے کہ اگر بعد معلوم کرنے قدر و منزلت کتاب کے کوئی امیر عالی ہمت محض فی سبیل اللہ اس قدر اعانت فرماویں گے کہ جو کسر کمی قیمت کی ہے اس سے پوری ہو جائے گی تو پھر بہ تجدید اعلان وہی پہلی قیمت کہ جس میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہے قرار پا جائے گی اور ثواب اس کا اس محسن کو ملتا رہے گا اور یہ وہ خیال ہے کہ جس سے ابھی میں نا اُمید نہیں اور اغلب ہے کہ بعد شائع ہونے کتاب اور معلوم ہونے فوائد اس کے کے ایسا ہی ہو اور انشاءاللہ یہ کتاب جنوری ۱۸۸۰ء میں زیر طبع ہو کر اس کی اجراء اسی مہینہ یا فروری میں شائع اور تقسیم ہونی شروع ہو جائیگی۔ مکرر یہ کہ میں اس اعلان میں مندرجہ حاشیہ صاحبان کا بدل مشکور ہوں کہ جنہوں نے سب سے پہلے اس کتاب کی اعانت کے لیے بنیاد ڈالی اور خریداری کتب کا وعدہ فرمایا۔ مورخہ ۳ر دسمبر ۱۸۷۹ء

المعلن

مرزا غلام احمدؐ۔ رئیس قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب

(منقول از اخبار سفیر ہند نمبر ۵۱۔ مطبوعہ ۲۰ر دسمبر ۱۸۷۹ء صفحہ ۸۲۴)

(۱۰)

لالہ جیون داس سیکرٹری آریہ سماج لاہور کا

اعلان

آج مَیں نے اتفاقاً آپ کے اخبار مطبوعہ ۹ رفروری کے ابتدائی صفحہ میں ایک اشتہار[1] منجانب مرزا غلام احمد رئیس قادیان دیکھا۔ لہٰذا اس کی نسبت چند سطور ارسال خدمت ہیں۔ امید کہ درج اخبار فرما کر مشکور فرمائیے گا۔ راقم اشتہار نے لکھا ہے کہ جو صاحب منجملہ توابع سوامی دیانند سرسوتی صاحب سوال ہذا کا جواب دے کر ثابت کرے کہ روح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ لفظ توابع سے صاحب راقم کا کیا مطلب ہے اگر آریہ سماج والوں سے مراد ہے تو معلوم رہے کہ وے لوگ سوامی دیانند کے توابعین سے نہیں ہیں۔ یعنی وے عام طور پر پابند خیالات سوامی دیانند کے نہیں۔ ہاں ان کے خیالات میں سے جو بات جس کو معقول معلوم ہوتی ہے وہ اس کو مانتا ہے۔ اور یہ امر کچھ آریہ سماج والوں سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کوئی امر معقول کو پسند کرتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ روح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں، آریہ سماج اس کو مانتی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہو کہ یہ مسئلہ آریہ سماج کے اُصولوں میں داخل نہیں ہے۔ اگر کوئی ممبر سماج کا اس کا دعویدار ہو تو اس سے سوال کرنا چاہیئے اور اسی کو اس کا جواب دینا لازم ہے۔ چونکہ اس اشتہار سے لوگوں کو یہ مغالطہ پیدا ہوتا تھا کہ آریہ سماج والے سوامی دیانند صاحب کے پیرو اور تابع ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں۔ اس لیے بغرض اشتباہ اور مغالطہ مذکور کے یہ تحریر عمل میں آئی۔

راقم جیونداس سیکرٹری آریہ سماج لاہور

(منقول از حیاۃ النبی جلد اول نمبر دوم صفحہ ۱۱۳۔ مطبوعہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۵ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

---

[1] یہ اشتہار مورخہ ۹ رفروری ۱۸۷۸ء باوجود تلاش کے نہیں ملا۔ اس لیے سکرٹری آریہ سماج لاہور کا اعلان درج کر دیا ہے کیونکہ اس میں اس اشتہار کا خلاصہ مضمون موجود ہے۔ اسی اشتہار کا نوٹ صفحہ ۹ پر لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

(۱۱)

خط [1]

مکرمی جناب پنڈت صاحب!

آپ کا مہربانی نامہ عین اس وقت میں پہونچا کہ جب میں بعض ضروری مقدمات کے لیے امرت سر کی طرف جانے کو تھا۔ چونکہ اس وقت مجھے دو گھنٹہ کی بھی فرصت نہیں۔ اس لیے آپ کا جواب واپس آکر لکھوں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ تین روز بغایت درجہ چار روز کے بعد واپس آجاؤں گا اور پھر آتے ہی جواب لکھ کر خدمت گرامی میں ارسال کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ مضامین برادر ہند میں درج ہوں۔ مگر میری صلاح یہ ہے کہ ان مضامین کے ساتھ دو ثالثوں کی رائے بھی ہو۔ تب اندراج پاویں۔ مگر اب مشکل یہ کہ ثالث کہاں سے لاویں۔ ناچار یہی تجویز خوب ہے کہ آپ ایک فاضل نامی گرامی صاحب تالیف تصنیف کا براہم سماج کے فضلاء میں سے منتخب کر کے مجھے اطلاع دیں جو ایک خدا ترس اور فروتن اور محقق اور بے نفس اور بے تعصب ہو۔ اور ایک انگریز کہ جن کی قوم کی زیرکی بلکہ بے نظیری کے آپ قائل ہیں انتخاب فرما کر اس سے بھی اطلاع بخشیں۔ تو اغلب ہے کہ میں ان دونوں کو منظور کروں گا اور میں نے بطور سرسری سُنا ہے کہ آپ کے برہمو سماج میں ایک صاحب کیشب چندر نام لئیق اور دانا آدمی ہیں۔ اگر یہی سچ ہے تو وہی منظور ہیں۔ ان کے ساتھ ایک انگریز کر دیجئے۔ مگر منصفوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ صرف اتنا ہی لکھیں کہ ہماری رائے میں یہ ہے یا وہ ہے بلکہ ہر ایک فریق کی دلیل کو اپنے بیان سے توڑنا یا بحال رکھنا ہوگا۔ دوسرے یہ مناسب ہے کہ اس مضمون کو رسالہ میں متفرق طور پر درج نہ کیا جائے کہ اس میں منصف کو دوسرے نمبروں کا مدت دراز تک انتظار کرنا پڑتا ہے بلکہ مناسب ہے کہ یہ سارا مضمون ایک ہی دفعہ برادر ہند میں درج ہو یعنی تین تحریریں ہماری طرف سے اور تین ہی آپ کی طرف سے ہوں اور ان پر دونوں منصفوں کی مفصل رائے درج ہو اور اگر آپ کی نظر میں اب کی دفعہ منصفوں کی رائے درج کرنا کچھ وقت طلب ہو تو پھر اس صورت میں یہ بہتر ہے کہ جب میں بفضلہٖ تعالیٰ امرت سر سے واپس آکر تحریر ثالث آپ کے پاس بھیجدوں تو آپ بھی اس پر کچھ مختصر تحریر کر کے

---

[1] یہ خط بمنزلہ اشتہار کے تھا اور نہایت ضروری تھا کیونکہ حضرت اقدسؑ نے بحث الہام کے متعلق پنڈت شیو نارائن اگنی ہوتری کو لکھا تھا۔ اس لیے یہاں درج کر دیا ہے۔ (مؤلف)

تینوں تحریریں یک دفعہ چھاپ دیں اور ان تحریروں کے اخیر میں یہ بھی لکھا جائے کہ فلاں فلاں منصف صاحب اس پر اپنا اپنا موجہ رائے تحریر فرماویں اور پھر ۲ دو جلدیں اس رسالہ کی منصفوں کی خدمت میں مفت بھیجی جائیں ۔ آئندہ جیسے آپ کی مرضی ہو اس سے اطلاع بخشیں اور جلد اطلاع بخشیں ۔ اور میں نے چلتے چلتے جلدی سے یہ خط لکھ ڈالا ہے کمی بیشی الفاظ سے معاف فرماویں ۔

راقم آپ کا نیاز مند غلام احمد عفی عنہ ۔ ۱۷ ؍ جون ۱۸۷۹ء

(منقول از حضرت اقدس کی پُرانی تحریریں صفحہ ۳۰، ۳۱ مطبوعہ ۳۰ ؍ مئی ۱۸۹۹ء مرتبہ ایڈیٹر الحکم)

(۱۲)



اشتہار

تصنیف کتاب براہینِ احمدیہ بجہت اطلاع جمیع عاشقان صدق و انتظام سرمایۂ طبع کتاب

ایک کتاب جامع دلائل معقولہ دربارہ اثبات حقانیت قرآن شریف صدق نبوت حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس میں ثبوت کامل منجانب کلام اللہ ہونے قرآن شریف اور سچا ہونے حضرت خاتم الانبیاء کا اس قطعی فیصلے دیا گیا ہے کہ ساتھ اس کتاب کے ایک اشتہار بھی بوعدۂ انعام دس ہزار روپیہ کے اس مراد سے منسلک ہے کہ اگر کوئی صاحب جو حقانیت اور افضلیت فرقان شریف سے منکر ہے، براہین مندرجہ اس کتاب کو توڑ دے یا اپنی الہامی کتاب میں اسی قدر دلائل یا نصف اس سے یا ثلث اس سے یا ربع اس سے یا خمس اس سے ثابت کر کے دکھلاوے جس کو تین منصف مقبولہ فریقین تسلیم کریں تو مشتہر اس کو بلا عذر اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دیگا۔ بوجہ منکرانہ اصرار پنڈت دیانند صاحب اور ان کے بعض سیکرٹریوں کی تصنیف ہوئی ہے اور نام اس کتاب

البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

کا مندرجہ حاشیہ رکھا گیا ہے۔

لیکن بوجہ ضخامت چھپنا اس کتاب کا خریداروں کی مدد پر موقوف ہے۔ لہٰذا یہ اشتہار بجہت اطلاع جملہ اخوان مومنین و برادران موحدین و طالبان راہ حق ولیقین شائع کیا جاتا ہے کہ بہ نیت معاونت اور نصرت دین متین کے اس کتاب کے چندہ میں بحسب توفیق شریک ہوں یا یوں مدد کریں کہ بہ نیت خریداری اس کتاب کے مبلغ پانچ روپیہ جو اصل قیمت اس کتاب کی قرار پائی ہے بطور پیشگی بھیجدیں تا سرمایہ طبع اس کتاب کا اکٹھا ہو کر بہت جلد چھپنی شروع ہو جائے۔ اور جیسے جیسے چھپتی جائے گی بخدمت جملہ صاحبین جو بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں گے مرسل ہوتی رہے گی، لیکن واضح رہے کہ جو صاحب بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں وہ اپنی درخواست خریداری میں بقلم خوشخط اسم مبارک ومفصل پتہ ونشان مسکن وضلع وغیرہ کا کہ جس سے بلا ہرج اجزاء کتاب کے وقتاً فوقتاً انکی خدمت گرامی میں پہنچتے رہیں ارقام فرماویں؛

المشتہر

مرزا غلام احمدؐ رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مکرر بڑی شکر گذاری سے لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولوی چراغ علی خاں صاحب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن نے بغیر ملاحظہ کسی اشتہار کے خود بخود اپنے کرم ذاتی وہمت اور حمایت وحمیت اسلامیہ سے بوجہ چندہ اس کتاب کے ایک نوٹ دس روپیہ کا بھیجا ہے۔

(مطبوعہ سفیر ہند امرتسر)

(١٣)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد ما وجب گذارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جلشانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی و غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لیے کوشش کرے اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔ اسی غرض سے کتاب براہینِ احمدیہ تالیف پائی ہے۔ جس کی ۳۷ جز چھپ کر شایع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے۔ لیکن چونکہ پوری کتاب کا شایع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لیے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جس کی ۲۴۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے شائع کیا جائے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان و انگلستان بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو) جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں۔ اور بخدمت معزز برہموں صاحبان و آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں۔ ارسال کی جاوے۔

یہ تجویز نہ اپنے فکر و اجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم و لاجواب و مغلوب ہو جائیں گے۔ بنا بر علیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدار ہیں) ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبۃً للہ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجّت تمام ہو گی اور اس کارروائی کی (کہ آپ کو رجسٹری شدہ خط ملا۔ پھر آپ نے اسکی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصّہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جائے گی۔ اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں۔ یہ ہے دینِ حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشین گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ جس کو

طالب صادق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر اُن آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کریں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلّف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا۔ اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دو سو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایانِ شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ طالبان ہرجانہ یا جرمانہ کے لیے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ ہرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذاتِ خود تشریف نہ لا سکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرما دیں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق[1] میں) توقف نہ فرمائیں۔ آپ اپنے شرط اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کر دیں جس کو متعدد اُردو انگریزی اخباروں میں شایع کیا جائے گا۔ ہم سے اپنی شرط دو سو روپیہ ماہوار جرمانہ یا ہرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔ بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جلشانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کے براہین ہم پر ظاہر کئے اور پھر ان کی اشاعت کے لیے ایک آزاد سلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۞

الـــــــــــــــــــراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور

---

[1] یہ ان حضرات نیچریہ یا مولوی صاحبوں کو کہا جاتا ہے جو اسلام کو مانتے ہیں اور پھر وجود خوارق و کرامات سے منکر اور اس عاجز پر بدظن ہیں ۞

(۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صلّ علےٰ محمّدٍ و آل محمّد افضل الرسل وخاتم النبیین

اشتہار

کتاب براھین احمدیہ جسکو خدا یتعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملھم اور مامور ھوکر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیاھے جس کے ساتھ دس ھزار روپیہ کا اشتھار ھے۔ جسکا خلاصہ مطلب یہ ھے کہ دنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذھب جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کو ھریک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اس کی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ھے وہ فقط اسلام ھے جس میں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رھی ھیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاھر ھورھی ھے اور دوسرے تمام مذھب ایسے بدیھی البطلان ھیں کہ نہ عقلی تحقیقات سے اُن کے اُصول صحیح اور درست ثابت ھوتے ھیں اور نہ ان پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت وقبولیت الٰھی مل سکتی ھے بلکہ ان کی پابندی سے انسان نھایت درجہ کا کور باطن اور سیہ دل ھوجاتا ھے جس کی شقاوت پر اسی جھان میں نشانیاں پیدا ھوجاتی ھیں۔ اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دوطرح پر ثابت کیا گیا ہے (۱) اوّل تین سو مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جن کی شان وشوکت وقدر ومنزلت اس سے ظاہر ہے کہ اگر کوئی مخالف اسلام ان دلائل کو توڑ دے تو اس کو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے۔ اگر کوئی چاہے تو اپنی تسلّی کے لیے عدالت میں رجسٹری بھی کرالے (۲) دوم ان آسمانی نشانوں سے کہ جو سچے دین کی کامل سچائی ثابت ہونے کے لیے ازبس ضروری ہیں، اس امر دوئم میں مؤلف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہوجائے۔ تین قسم کے نشان ثابت کرکے دکھائے ہیں۔ اوّل وہ نشان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور آنجناب کی دُعا اور توجہ سے اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے۔ جس کو مؤلف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے مخصوص وممتاز کرکے درج کتاب کیا ہے۔ دوم وہ نشان جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اور ابدی اور بےمثل طور پر پائی جاتی ہیں جن کو راقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر ایک خاص وعام پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا عذر کسی کے لیے باقی نہیں رکھا۔ سوم وہ نشان کہ جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت اور رسول برحق سے کسی شخص

تابع کو بطور وراثت ملتے ہیں۔ جن کے اثبات میں اس بندہ درگاہ نے بفضل خداوند حضرت قادر مطلق یہ بدیہی ثبوت دکھلایا ہے کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبارِ غیبیہ و اسرار لدنیہ و کشوف صادقہ اور دعائیں قبول شدہ کو جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئی ہیں اور جن کی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریوں وغیرہ سے) بشہادت رویت گواہ ہیں۔ کتاب موصوف میں درج کئے ہیں۔ اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّدِ وقت ہے اور رُوحانی طور پر اس کے کمالات مسیح بن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے اور اسکو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بُعد و حرمان ہے۔ یہ سب ثبوت کتاب براہین احمدیہ کے پڑھنے سے کہ جو منجملہ تین سو جزو کے قریب ۳۷ جزو کے چھپ چکی ہے، ظاہر ہوتے ہیں اور طالب حق کے لیے خود مصنف پوری پوری تسلّی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ولا فخر والسلام علٰی من اتبع الھدٰی اور اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے جس کا خدا تعالےٰ کے رُوبرو اس کو جواب دینا پڑے گا۔ بالآخر اس اشتہار کو اس دُعا پر ختم کیا جاتا ہے کہ اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام قرآن شریف پر ایمان لاویں۔ اور اس کے حکموں پر چلیں تا کہ ان تمام برکتوں اور سعادتوں اور حقیقی خوشحالیوں سے متمتع ہو جاویں کہ جو سچے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ملتی ہیں اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں کہ جو نہ صرف عقبیٰ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ سچے راستباز اسی دُنیا میں اس کو پاتے ہیں۔ بالخصوص قوم انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی اور جس کی شایستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاونت سے ممنون کر کے اس بات کیلئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم اُن کے دنیا و دین کے لیے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں تا ان کے گورے و سپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی و منوّر ہوں۔ فنسئل اللہ تعالیٰ خیرھم فی الدنیا والاٰخرۃ اللّٰھم اھدھم وایدھم بروح منک واجعل لھم حظًّا کثیرًا فی دینک واجذبھم بحولک وقوتک لیومنوا بکتابک ورسولک ویدخلوا فی دین اللہ افواجًا اٰمین ثم اٰمین والحمد للہ ربّ العالمین ؏

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(بیس ہزار اشتہار چھاپے گئے)

TRANSLATION OF THE VERNACULAR NOTICE ON REVERSE

Being inspired and commanded by God, I have undertaken the compilation of a book named "Burahin-e-Ahmadia." with the object of reforming and reviewing the religion, and have offered a reward of Rs. 10.000 to any one who would prove the arguments brought forward therein to be false. My object In this Book Is to show that only true and the only revealed religion by means of which one might know God to be free from blemish, and obtain a strong conviction as to the perfection of His attributes Is the religion of Islam, in which the blessings of truth shine forth like the sun, and the Impress of veracity is as vividly bright as the day-light. All other religions are so palpably and manifestly false that neither their principles can stand the test of reasoning nor their followers experience least spiritual edification. On the contrary those religion, so obscure the mind and divest it of discernment that signs of future misery among the followers become apparent even in this world.

That the Muhammadan religion is the only true religion has been shown In this book in two ways (1st), By means of 300 very strong and sound arguments based on mental reasoning (their cogency and sublimity being inferred from the fact that a reward of Rs. 10,000 has been offered by me to any one refuting them, and from my further readiness to have this offer registered for the satisfaction of any one who might ask for it); (2) From these Divine signs which are essential for the complete and satisfactory proof of a true religion~ With *a* view to establish that Muhammadan religion is the only true religion in the world, I have adduced under this latter head *3* kinds of evidences (1) The miracles performed by the Prophet during his life time either by deeds or words which were witnessed by people of other. persuasions and are inserted in this book in a chronological order (based on the best kind of evidences): (2), Th. marks which are inseparably adherent in the Al.Quran itself, and are perpetual and everlasting, the nature of which has been fully expounded for facility of comprehension (3), The signs which by way of inheritances devolve on any believer in the Book of God and the follower of the true Prophet. As an illustration of this, I, the humble creature of God, by His help have clearly evinced myself to be possessed of such virtues by the achieving of many unusual and supernatural deeds by foretelling future events and secrets, and by obtaining from God the objects of my prayers to all of which many persons of different persuasions like the Aryas, & c., have been eye-witness (A full description of these will be found in the said book).

I am also inspired that I am the Reformer of my time, and that as regards spiritual excellence, my virtues bear very close similarity and strict analogy to those of Jesus Christ, and in the same way as the distinguished chief of Prophets were assigned a higher rank than that of other Prophets. I also by virtue of being a follower of the August Person. (the benefactor of mankind, the best of the messengers of God) am favored with a higher rank than, that assigned to many of the Saints and Holy Personages preceding me. To follow my footsteps will be a blessing and the means of salvation whereas any antagonism to me will result in estrangement and disappointment, All these evidences will be found by perusal of. the book which will consist of nearly 4800 pages of which about 592 pages have been published. I am always ready to satisfy and convince any seeker of truth. . "*All this is a Grace of God He gives it to whomsoever. He likes and there is no bragging in this*." "Peace be to all the followers of righteousness!"

If after the publication of this notice any one does not take the trouble of becoming earnest enquirer after the truth and does not come forward with an unbiased mind, to seek it then my challenging (discussion) with him ends here and he shall be answerable to God.

Now I conclude this notice with the following prayer: *Oh Gracious God! guide the pliable hearts of all the nations, so that they may have faith on Thy chosen Prophet (Muhammad) and on Thy holy Al.Quran, and that they may follow the commandments contained therein, so that they may thus be benefited by the peace and the true happiness which are specially enjoyed by the true Muslims in both the worlds, and. may obtain absolution and eternal life which is not only procurable in the next world, but is also enjoyed by the truthful and honest people even in this world. Especially the English nation who have not as yet availed themselves of the sunshine of truth, and whose civilized, prudent and merciful empire has, by obliging us by numerous acts of kindness and friendly, treatment, exceedingly encouraged us to try our utmost for their welfare, so that their fair faces may shine with heavenly effulgence in the next We beseech God for their well being in this world and the next. Oh God! guide them and help them with Thy grace, and instill in their minds the love for Thy religion, and attract them with Thy power, so that they may have faith on Thy Book and Prophet, and embrace Thy religion in groups Amen! Amen!"*

"Praise be to God the supporter of creation!"

(Sd) MIRZA GH1JLAM AHMAD
Chief of Qadian, District Gurdaspur, Punjab, India

Ripon Press, Lahore, Punjab.

صفحہ ۔ البرین

(۱۵)

اعلان

کتاب براھین احمدیّہ کی قیمت

اور دیگر ضروری گذارش

بعالی خدمت تمام معزز اور بزرگ خریداران کتاب براھین احمدیّہ کے گذارش کی جاتی ہے کہ کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے۔ یہاں تک کہ جس کی ضخامت سو جز سے کچھ زیادہ ہوگی۔ اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی۔ اور ایسی عمدگی کاغذ اور پاکیزگی خط اور دیگر لوازم حسن اور لطافت اور موزونیت سے چھپ رہی ہے کہ جس کے مصارف کا حساب جو لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اصل اصل قیمت اسکی یعنے جو اپنا خرچ آتا ہے فی جلد پچیس روپیہ ؎ ہے مگر ابتدا میں پانچ روپیہ قیمت اسکی اس غرض سے مقرر ہوئی تھی اور یہ تجویز اُٹھائی گئی تھی جو کسی طرح سے مسلمانوں میں یہ کتاب عام طور پر پھیل جائے۔ اور اس کا خریدنا کسی مسلمان پر گراں نہ ہو۔ اور یہ اُمید کی گئی تھی کہ امراء اسلام جو ذی ہمت اور اولی العزم ہیں۔ ایسی ضروری کتاب کی اعانت میں دلی ارادت سے مدد کرینگے تب جبر اس نقصان کا ہو جائے گا۔ پر اتفاق ہے کہ اب تک وہ اُمید پوری نہیں ہوئی بلکہ بجز عالیجناب حضرت خلیفہ سیّد محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ پنجاب کہ جنہوں نے مسکین طالب علموں کو تقسیم کرنے کے لیے پچاس جلدیں اس کتاب کی خریدیں اور جو قیمت بذریعہ اشتہار شائع ہو چکی تھی وہ سب بھیجدی۔ اور نیز فراہمی خریداروں میں بڑی مدد فرمائی۔ اور کئی طرح سے اور بھی مدد دینے کا وعدہ فرمایا (خدا ان کو اس فعل خیر کا ثواب دے اور اجر عظیم بخشے) اور اکثر صاحبوں نے ایک یا دو نسخہ سے زیادہ نہیں خریدا۔ اب حال یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بموجب اشتہار مشتہرہ سیوم دسمبر ۱۸۷۹ء بجائے ۵ پانچ روپیہ کے دس روپیہ ؏ قیمت کتاب کی مقرر کر دی مگر تب بھی وہ قیمت اصل قیمت سے ڈیڑھ حصہ کم ہے علاوہ اس کے اس قیمت ثانی سے وہ سب صاحب مستثنیٰ ہیں جو اس اشتہار سے پہلے قیمت ادا کر چکے للہذا بذریعہ اس اعلان کے بخدمت ان عالی مراتب خریداروں کے کہ جن کے نام نامی حاشیہ میں بڑے فخر سے درج ہیں اور دیگر ذی ہمت امراء کے جو حمایت دین اسلام میں مصروف ہو رہے ہیں۔ عرض کی جاتی ہے کہ وہ ایسے کار ثواب میں کہ جس سے اعلائے کلمہ اسلام ہوتا ہے اور جس کا نفع صرف اپنے ہی نفس میں محدود نہیں

(۱) جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بالقابہ فرمان روائے بھوپال
(۲) جناب نواب علاؤالدین احمد خاں بہادر والئے لوہارو
(۳) جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب نائب معتمد مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن
(۴) جناب غلام قادر خان صاحب وزیر ریاست نالہ گڈھ پنجاب
(۵) جناب نواب مکرم الدولہ بہادر حیدر آباد
(۶) جناب نواب نظیر الدولہ بہادر بھوپال
(۷) جناب نواب سلطان الدولہ بہادر بھوپال۔
(۸) جناب نواب علی محمد خاں صاحب بہادر لدھیانہ ۔ پنجاب
(۹) جناب نواب غلام محبوب سبحانی خانصاحب بہادر رئیس اعظم لاہور
(۱۰) جناب سردار غلام محمد خاں صاحب رئیس واہ۔
(۱۱) جناب مرزا سعید الدین احمد خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروزپور

بلکہ ہزارہا بندگان خدا کو ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔ اعانت سے دریغ نہ فرماویں کہ بموجب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے کوئی اور بڑا عمل صالح نہیں کہ انسان اپنی طاقتوں کو ان کاموں میں خرچ کرے کہ جن سے عباد الٰہی کو سعادت اُخروی حاصل ہو۔ اگر حضرات ممدوحین اس طرف متوجہ ہوں گے تو یہ کام کہ جس کا انجام بہت روپیہ کو چاہتا ہے اور جس کی حالت موجودہ پر نظر کر کے کئی طرح کی زیرباریاں نظر آتی ہیں۔ نہایت آسانی سے انجام پذیر ہو جائے گا۔ اور اُمید تو ہے کہ خدا ہمارے اس کام کو جو اشد ضروری ہے ضایع ہونے نہیں دے گا اور جیسا کہ اس دین کے ہمیشہ بطور معجزہ کے کام ہوتے رہے ہیں۔ ایسا ہی کوئی غیب سے مرد کھڑا ہو جائے گا۔ وتوکلنا علی اللہ ھو نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

المشتہر

مرزا غلام احمد رئیس قادیان ۔ ضلع گورداسپور
پنجاب ، مصنف کتاب

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد اوّل ۱۸۸۰ء مطبوعہ سفیر ہند امرتسر

(۱۶)

عُذر

یہ کتاب اب تک قریب نصف کے چھپ چکتی ، مگر بباعث علالت طبع مہتمم صاحب سفیر ہند امرت سر پنجاب کہ جن کے مطبع میں یہ کتاب چھپ رہی ہے اور نیز کئی اور طرح کی مجبوریوں سے جو اتفاقاً ان کو پیش آگئیں - سات آٹھ مہینے کی دیر ہو گئی - اب انشاء اللہ آیندہ کبھی ایسی توقف نہیں ہو گی ؛

غلام احمد

(منقول از براہین احمدیہ حصہ اول - ٹائٹل ص۳)

---

(۱۷)

التماس ضروری از مؤلّفِ کتاب

اس خداوند عالم کا کیا کیا شکر ادا کیا جائے کہ جس نے اوّل مجھ ناچیز کو محض اپنے فضل اور کرم اور عنایت غیبی سے اس کتاب کی تالیف اور تصنیف کی توفیق بخشی۔ اور پھر اس تصنیف کے شائع کرنے اور پھیلانے اور چھپوانے کے لیے اسلام کے عمائد اور بزرگوں اور اکابر اور امیروں اور دیگر بھائیوں اور مومنوں اور مسلمانوں کو شائق اور راغب اور متوجہ کر دیا۔ پس اس جگہ ان تمام حضرات معاونین کا شکر کرنا بھی واجبات سے ہے کہ جن کی کریمانہ توجہات سے میرے مقاصد دینی ضایع ہونے سے سلامت رہے اور میری محنتیں برباد جانے سے بچ رہیں۔ میں ان صاحبوں کی اعانتوں سے ایسا ممنون ہوں کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے میں ان کا شکر ادا کر سکوں۔ بالخصوص جب میں دیکھتا ہوں کہ بعض صاحبوں نے اس کار خیر کی تائید میں بڑھ بڑھ کے قدم رکھے ہیں۔ اور بعض نے زائد اعانتوں کے لیے اور بھی مواعید فرمائے ہیں تو یہ میری ممنونی اور احسان مندی اَور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

مَیں نے اسی تقریر کے ذیل میں اسماء مبارک ان تمام مردانِ اہل ہمت اور اولی العزم کے کہ جنہوں نے خریداری اور اعانت طبع اس کتاب میں کچھ کچھ عنایت فرمایا، معہ رقوم عنایت شدہ ان کی کے زیبِ تحریر کئے ہیں اور ایسا ہی آئندہ بھی تا اختتام طبع کتاب عملدرآمد رہے گا۔ کہ تا جب تک صفحۂ روزگار میں نقش افادہ اور افاضہ اس کتاب کا باقی رہے۔ ہر یک مستفیض کہ جس کا اس کتاب سے وقت خوش ہو۔ مجھ کو اور میرے معاونین کو دُعائے خیر سے یاد کرے۔

اور اس جگہ بطور تذکرۂ خاص کے اس بات کا ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کار خیر میں آج تک سب سے زیادہ حضرت خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ سے اعانت ظہور میں آئی۔ یعنی حضرت ممدوح نے اپنی عالی ہمتی اور کمال محبت دینی سے مبلغ دو سو پچاس روپیہ اپنی جیب خاص سے اور پچھتر روپیہ اپنے اور دوستوں سے فراہم کر کے تین سو پچیس روپیہ بوجہ خریداری کتابوں کے عطا فرمایا۔ عالیجناب سیدنا وزیر صاحب ممدوح الاوصاف نے اپنے والا نامہ میں یہ بھی وعدہ فرمایا ہے کہ تا اختتام کتاب فراہمی چندہ اور بہم رسانی خریداروں میں اَور بھی سعی فرماتے رہیں گے اور نیز اسی طرح حضرت فخر الدولہ نواب مرزا محمد علاؤ الدین احمد خان بہادر فرماں روائے ریاست لوہارو نے مبلغ چالیس روپیہ کہ جن میں سے بیس روپیہ محض بطور اعانت کتاب کے ہیں مرحمت فرمائے اور آئندہ اس بارہ میں مدد کرنے کا اَور بھی وعدہ فرمایا اور علیٰ ہذا القیاس توجہ خاص جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کروان آف انڈیا رئیس دلاور اعظم طبقہ اعلائے ستارہ ہند و رئیسہ بھوپال دام اقبالہا کی بھی قابل

بے انتہا شکر گذاری کے ہے کہ جنہوں نے عادات فاضلہ ہمدردی مخلوق اللہ کے تقاضا سے خریداری کتب کا وعدہ فرمایا اور مجھ کو بہت توقع ہے کہ حضرت مفتخر الیہا تائیداس کام بزرگ میں کہ جس میں صداقت اور شان وشوکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوتی ہے اور دلائل حقیت اسلام کی مثل روز روشن کے جلوہ گر ہوتی ہیں اور بندگان الٰہی کو غایت درجہ کا فائدہ پہنچتا ہے، کامل توجہ فرماویں گی۔

اب میں اس جگہ بخدمت عالی دیگر امرائے اور اکابر کے بھی کہ جن کو اب تک اس کتاب سے کچھ اطلاع نہیں۔ اس قدر گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اگر اشاعت اس کتاب کی غرض سے کچھ مدد فرماویں گے تو ان کی ادنیٰ توجہ سے پھیلنا اور شائع ہونا اس کتاب کا جو دلی مقصد اور قلبی تمنا ہے نہایت آسانی سے ظہور میں آجائے گا۔ اے بزرگان و چراغان اسلام آپ سب صاحب خوب جانتے ہوں گے کہ آجکل اشاعت دلائل حقیتِ اسلام کی نہایت ضرورت ہے اور تعلیم دینا اور سکھلانا براہین ثبوت اس دین متین کا اپنی اولاد اور عزیزوں کو ایسا فرض اور واجب ہوگیا ہے اور ایسا واضح الوجوب ہے کہ جس میں کسی قدر ایماء کی بھی حاجت نہیں جس قدر ان دنوں میں لوگوں کے عقائد میں برہمی درہمی ہورہی ہے۔ اور خیالات اکثر طبائع کے حالت خرابی اور ابتری میں پڑے ہوئے ہیں۔ کسی پر پوشیدہ نہ ہوگا۔ کیا کیا رائیں ہیں جو نکل رہی ہیں۔ کیا کیا ہوائیں ہیں جو چل رہی ہیں۔ کیا کیا بخارات ہیں جو اُٹھ رہے ہیں۔ پس جن جن صاحبوں کو ان اندھیریوں سے جو بڑے بڑے درختوں کو جڑھ سے اُکھیڑتی جاتی ہیں کچھ خبر ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہوں گے جو تالیف اس کتاب کی بلاخاص ضرورت کے نہیں۔ ہر زمانہ کے باطل اعتقادات اور فاسد خیالات الگ رنگوں اور وضعوں میں ظہور پکڑتے ہیں۔ اور خدا نے ان کے ابطال اور ازالہ کے لیے یہی علاج رکھا ہوا ہے جو اسی زمانہ میں ایسی تالیفات مہیا کر دیتا ہے جو اس کی پاک کلام سے روشنی پکڑ کر پوری پوری قوت سے ان خیالات کی مدافعت کے لیے کھڑی ہو جاتی ہیں اور معاندین کو اپنی لاجواب براہین سے ساکت اور ملزم کرتی ہیں۔ پس ایسے انتظام سے پودہ اسلام کا ہمیشہ سرسبز اور تر وتازہ اور شاداب رہتا ہے۔

اے معزز بزرگانِ اسلام!! مجھے اس بات پر یقین کلی ہے کہ آپ سب صاحبان پہلے سے اپنے ذاتی تجربہ اور عام واقفیت سے ان خرابیوں موجودہ زمانہ پر کہ جن کا بیان کرنا ایک دردانگیز قصہ ہے، بخوبی اطلاع رکھتے ہونگے اور جو جو فساد طبائع میں واقعہ ہو رہے ہیں اور جس طرح پر لوگ بباعث اغوا اور اضلال وسوسہ اندازوں کے بگڑتے جاتے ہیں۔ آپ پر پوشیدہ نہ ہوگا۔ پس یہ سارے نتیجے اسی بات کے ہیں کہ اکثر لوگ دلائل حقیت اسلام سے بے خبر ہیں اور اگر کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو ایسے مکاتب اور مدارس میں کہ جہاں علوم دینیہ بالکل سکھاتے نہیں جاتے اور سارا عمدہ زمانہ ان کے فہم اور ادراک اور تفکر اور تدبر کا اَور اَور علوم اور فنون میں کھویا جاتا ہے اور کوچۂ دین سے محض نا آشنا رہتے ہیں۔ پس اگر ان کو دلائل حقیتِ اسلام سے جلد تر باخبر نہ کیا جائے تو آخر کار ایسے لوگ یا تو محض دنیا کے کیڑے ہو جاتے ہیں کہ جن کو دین کی کچھ بھی پروا نہیں رہتی اور یا الحاد اور ارتداد کا لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ

قول میرا محض قیاسی بات نہیں۔ بڑے بڑے شُرفاء کے بیٹے مَیں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں جو بباعث بے خبری دینی کے اصطباغ پائے ہوئے گرجا گھروں میں بیٹھے ہیں۔ اگر فضل عظیم پروردگار کا ناصر اور حامی اسلام کا نہ ہوتا اور وہ بذریعہ پُرزور تقریرات اور تحریرات علماء اور فضلاء کے اپنے اس سچے دین کی نگہداشت نہ کرتا تو تھوڑا زمانہ نہ گذرنا پاتا جو دنیا پرست لوگوں کو اتنی خبر بھی نہ رہتی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس ملک میں پیدا ہوئے تھے۔ بالخصوص اس پُر آشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ اگر محققان دین اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہریک مُنکر اور مُلحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں، اپنی اس خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی ہی مُدّت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے سلام مسنون کے گُڈبائی اور گڈ مارننگ کی آواز سُنی جائے۔ پس ایسے وقت میں دلائل حقیتِ اسلام کی اشاعت میں بدل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اولاد اور اپنی ہی نسل پر رحم کرنا ہے۔ کیونکہ جب وبا کے ایام میں زہرناک ہوا چلتی ہے تو اس کی تاثیر سے ہریک کو خطرہ ہوتا ہے۔

شاید بعض صاحبوں کے دل میں اس کتاب کی نسبت یہ وسوسہ گذرے کہ جواب تک کتابیں مناظرات مذہبی میں تصنیف ہو چکی ہیں کیا وہ الزام اور افحام مخاصمین کے لیے کافی نہیں ہیں کہ اس کی حاجت ہے۔ لہٰذا میں اس بات کو بخوبی منقوش خاطر کر دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور ان کتابوں کے فوائد میں بڑا ہی فرق ہے۔ وہ کتابیں خاص خاص فرقوں کے مقابلہ پر بنائی گئی ہیں اور انِ کی وجوہات اور دلائل وہاں تک ہی محدود ہیں جو اس فرقہ خاص کے ملزم کرنے کے لیے کفایت کرتی ہیں۔ اور گو وہ کتابیں کیسی ہی عمدہ اور لطیف ہوں، مگر ان سے وہی خاص قوم فائدہ اُٹھا سکتی ہے کہ جن کے مقابلہ پر وہ تالیف پائی ہیں، لیکن یہ کتاب تمام فرقوں کے مقابلہ پر حقیتِ اسلام اور سچائی عقائد اسلام کی ثابت کرتی ہے اور عام تحقیقات سے حقانیت فرقان مجید کی بپایۂ ثبوت پہنچاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو جو حقائق اور دقائق عام تحقیقات میں کُھلتے ہیں، خاص مباحثات میں انکشاف اُن کا ہرگز ممکن نہیں کسی خاص قوم کے ساتھ جو شخص مناظرہ کرتا ہے اس کو ایسی حاجتیں کہاں پڑتی ہیں کہ جن امور کو اس قوم نے تسلیم کیا ہوا ہے ان کو بھی اپنی عمیق اور مستحکم تحقیقات سے ثابت کرے، بلکہ خاص مباحثات میں اکثر الزامی جوابات سے کام نکالا جاتا ہے اور دلائل معقولہ کی طرف نہایت ہی کم توجہ ہوتی ہے اور خاص بحثوں کا کچھ مقتضا ہی ایسا ہوتا ہے جو فلسفی طور پر تحقیقات کرنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ اور پوری دلائل کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ بستم حصہ دلائل عقلیہ کا بھی اندراج نہیں پاتا۔ مثلاً جب ہم ایسے شخص سے بحث کرتے ہیں جو وجود صانع عالم کا قائل ہے۔ الہام کا مُقِر ہے۔ خالقیت باری تعالیٰ کو مانتا ہے تو پھر ہم کو کیا ضرور ہوگا۔ جو دلائل عقلیہ سے اس کے روبرو اثبات وجود صانع کریں یا ضرورتِ الہام کی وجوہ دکھلاویں۔ یا خالقیت باری تعالیٰ پر دلائل لکھیں بلکہ بالکل بیہودہ ہوگا کہ جس بات کا کچھ تنازع ہی نہیں اس کا جھگڑا لے بیٹھیں۔ مگر جس شخص کو مختلف عقائد، مختلف عندیات، مختلف عذرات مختلف شبہات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تحقیقاتوں میں کسی قسم کی فروگذاشت باقی نہیں رہتی۔

علاوہ اس کے جو خاص قوم کے مقابلہ پر کچھ لکھا جاتا ہے وہ اکثر اس قسم کی دلائل ہوتی ہیں جو دوسری قوم پر حجت نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً جب ہم بائبل شریف سے چند پیشین گوئی نکال کر صدق نبوت حضرت خاتم انبیا صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ ان کے ثابت کریں تو گو ہم اس ثبوت سے عیسائیوں اور یہودیوں کو ملزم کردیں، مگر جب ہم وہ ثبوت کسی ہندو یا مجوسی یا فلسفی یا برہمو سماجی کے روبرو پیش کریں گے تو وہ یہی کہیگا کہ جس حالت میں مَیں اُن کتابوں کو ہی نہیں مانتا تو پھر ایسا ثبوت جو انہیں سے لیا گیا ہے، کیونکر مان لوں! اسی طرح جو بات مفید مطلب ہم وید سے نکال کر عیسائیوں کے سامنے پیش کرینگے تو وہ بھی یہی جواب دیں گے۔ پس بہرحال ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی کہ جو ہر ایک فرقہ کے مقابلہ پر سچائی اور حقیّت اسلام کی دلائل عقلیہ سے ثابت کرے کہ جن کے ماننے سے کسی انسان کو چارہ نہیں۔ سو الحمد للہ کہ ان تمام مقاصد کے پورا کرنے کے لیے یہ کتاب طیار ہوئی۔ دوسری اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے بے جا عذرات رفع کرنے کے لیے اپنی حجّت ان پر پوری کرنے کے لیے خوب بندوبست کیا گیا ہے۔ یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے کہ تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے اور یہ اشتہار مخالفین پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہوسکتا اور نیز یہ ان کی منکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہوگا۔ غرض یہ کتاب نہایت ہی ضروری اور حق کے طالبوں کے لیے نہایت ہی مبارک ہے کہ جس سے حقیّت اسلام کی مثل آفتاب کے واضح اور نمایاں اور روشن ہوتی ہے اور شان اور شوکت اس مقدس کتاب کی کُھلتی ہے کہ جس کے ساتھ عزّت اور عظمت اور صداقت اسلام کی وابستہ ہے۔

فہرست معاونین کی کہ جنھوں نے ہمدردی دینی سے اشاعت کتاب براہین احمدیہ میں اعانت کی اور خریداری کتابوں سے ممنون اور مشکور فرمایا:۔

نمبر	نام ان معاون صاحب کا کہ جنھوں نے خریداری کتاب سے یا یوں ہی اعانت فرمائی	تعداد زر اعانت		کیفیت
		ازجیب خاص	از دیگر احباب	
(ا)	حضرت خلیفہ سید محمد حسن خانصاحب بہادر وزیر اعظم و دستور معظم ریاست پٹیالہ معرفت جناب ممدوح	لاصہ	صعہ	بابت خریداری کتاب
	الف : مولوی فضل حکیم صاحب	صہ		بابت خریداری کتاب
	ب : خدا بخش خانصاحب ماسٹر	صہ		ایضاً
	ج : سید محمد علی صاحب منصرم تعمیر چھاؤنی	صہ		"
	د : مولوی احمد حسن صاحب خلف مولوی علی احمد صاحب	صہ		"
	ھ : غلام نبی خانصاحب محرر نظامت کرم گڈھ	صہ		"
	و : کاتے خاں صاحب ناظم۔ کرم گڈھ	صہ		"

ز : شیخ کریم اللہ صاحب ڈاکٹر ناظم حفظان صحت		صہ ر	بابت خریداری کتاب
ح : شیخ فخر الدین صاحب سول جج		صہ ر	"
ط : سید عنایت علی صاحب جرنیل		صہ ر	"
ی : بلّو خاں صاحب جمعدار جیلخانہ		صہ ر	"
ک : میر صدر الدین صاحب سررشتہ دار نظامت کرم گڈھ		صہ ر	"
ل : میر ہدایت حسین صاحب ساکن بستی نظامت سرہند		صہ ر	"
م : سید نیاز علی صاحب ناظم نہر		صہ ر	"
ن : سید نثار علی صاحب وکیل کمشنری انبالہ		صہ ر	"
(۲) حضرت فخر الدولہ نواب مرزا محمد علاؤالدین احمد خاں صاحب بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو .. للعہ	عہ بابت خریداری کتاب		عہ محض بطور اعانت
(۳) جناب مولوی محمد چراغ علیخاں صاحب بہادر نائب معتمد مدار المہام - حیدر آباد دکن		عہ	محض بطور اعانت طبع کتاب
(۴) جناب نواب غلام محبوب سبحانی صاحب بہادر - رئیس اعظم لاہور ..		صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۵) محمد عبداللہ صاحب بہاری - رئیس کلکتہ		صہ ر	بشرح صدر
(۶) جناب نواب مکرم الدولہ صاحب بہادر صدر المہام مالگذاری سرکار حیدر آباد		عہ	"
(۷) جناب نواب علی محمد خاں صاحب بہادر سابق رئیس جھجر		صہ ر	"
(۸) وزیر غلام قادر خاں صاحب بہادر ریاست نالہ گڈھ		صہ ر	"
(۹) ملک یار خاں صاحب تھانہ دار بٹالہ		عا ر	بطور اعانت
(۱۰) عظیم اللہ خاں صاحب رسالہ دار ترپ پنجم - رجمنٹ اوّل چھاؤنی مومن آباد - حیدر آباد		صہ ر	بابت خریداری کتاب
(۱۱) مولوی عبد الحمید صاحب قاضی جلال آباد ضلع فیروز پور ..		۱ عا ر	بشرح صدر
(۱۲) میاں جان محمد صاحب قادیان		عہ ر	بطور اعانت
(۱۳) میاں غلام قادر صاحب قادیان	عہ	صہ ر بابت خریداری کتاب	بطور اعانت
(۱۴) جناب نواب احمد علی خاں صاحب بہادر بھوپال		صہ ر	بابت خریداری کتاب

(۱۵) مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تحصیل مظفر گڈھ ..	۵ر	بشرح صدر
(۱۶) میاں کریم بخش صاحب نائب منصرم تحصیل مظفر گڑھ ..	۵ر	״
(۱۷) قاضی محفوظ حسین صاحب نائب منصرم تحصیل مظفر گڑھ ..	۵ر	״
(۱۸) میاں جلال الدین صاحب تاریخ نویس مظفر گڈھ	۵ر	״
(۱۹) شیخ عبدالکریم صاحب محرر جوڈیشنل مظفر گڈھ	۵ر	״
(۲۰) میاں اکبر ساکن بلھووال ۔ ضلع گورداسپور	۲ر	بطور اعانت

(منقول از براہین احمدیہ حصہ اوّل ملحق ٹائیٹل از صفحہ حرف و تا د)

(مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر ۱۸۸۰ء)

(۱۸)

اشتہار[1]

انعامی دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپیہ اُن سب لوگوں کے لیے جو مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھیں ہیں ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی اُن کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہو تو اس عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہماری ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دیں۔

مَیں جو مُصنّف اِس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں۔ یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع اربابِ مذہب و ملّت کے جو حقانیت فُرقانِ مجید اور نبوتِ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مُنکر ہیں اتماماً للحُجّت شایع کر کے اقرارِ صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب مُنکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فُرقانِ مجید سے اُن سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے دربارہ حقیّت فُرقانِ مجید اور صدقِ رسالتِ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتابِ مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں۔ اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے

[1] یہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت جلی قلم سے لکھوایا تھا۔ اس لیے حضور کی پیروی میں خاکسار مرتب نے بھی اس کو جلی لکھوایا ہے تاکہ امتیاز قائم رہے۔ (مرتب)

دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثُلث ان سے یا رُبع اِن سے یا خُمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلّی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے۔ تو اُن سب صورتوں میں بشرطیکہ تین مُنصِف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کردیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیئے تھا ظہور میں آگیا۔ میں مُشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا مگر واضح رہے کہ اگر اپنی کتاب کی دلائلِ معقولہ پیش کرنے سے عاجز اور قاصر رہیں یا برطبق شرط اشتہار کی خمس تک پیش نہ کر سکیں تو اس حالت میں بصراحت تمام تحریر کرنا ہوگا۔ جو بوجہ ناکامل یا غیر معقول ہونے کتاب کے اِس شق کے پورا کرنے سے مجبور اور معذور رہے اور اگر دلائلِ مطلوبہ پیش کریں تو اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو ہم نے خمس دلائل تک پیش کرنے کی اجازت اور رخصت دی ہے۔ اس سے ہماری یہ مُراد نہیں ہے جو اس تمام مجموعہ دلائل کا بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے نصف یا ثلث یا رُبع یا خمس پیش کر دیا جائے بلکہ یہ شرط ہر ایک صنِف کی دلائل سے متعلق

ہے اور ہر صِنف کے بَراہین میں سے نِصف یا ثُلث یا رُبع یا خُمس پیش کرنا ہوگا۔

شاید کسی صاحب کا فہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر رہے جو عبارت مذکورہ میں صنف دلائل سے کیا مراد ہے۔ پس بغرضِ تشریح اس فقرہ کے لکھا جاتا ہے جو دلائل اور براہین فرقانِ مجید کی کہ جن سے حقیّت اس کلامِ پاک کی اور صدق رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے، دو قسم پر ہیں۔ اوّل وہ دلائل جو اس پاک کتاب اور آنحضرتؐ کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں۔ یعنی ایسی دلائل جو اُسی مقدس کتاب کے کمالاتِ ذاتیہ اور خود آنحضرت کی ہی خصالِ قدسیہ اور اخلاقِ مرضیہ اور صفاتِ کاملہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسری وہ دلائل جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرتؐ کی سچائی پر شواہد قاطعہ ہیں۔ یعنی ایسی دلائل جو خارجی واقعات اور حادثاتِ متواترہ مثبتہ سے لی گئی ہیں۔

اور پھر ہر یک ان دونوں قسموں کی دلائل سے دو قسم پر ہے۔

دلیلِ بسیط[۱] اور دلیلِ مرکّب[۲]:۔

دلیلِ بسیط وہ دلیل ہے جو اثباتِ حقیّتِ قرآنِ شریف اور صدقِ رسالت آنحضرتؐ کے لیے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں؛

اور دلیلِ مرکّب وہ دلیل ہے جو اُس کے تحقّقِ دلالت کے لیے ایک ایسے کُل مجموعے کی ضرورت ہے کہ اگر مِنْ حَیْثُ الْاِجْتِمَاع اس پر نظر ڈالی جائے۔ یعنی نظرِ یکجائی سے اُس کے تمام افراد کو دیکھا جائے تو وہ کُل مجموعی ایک ایسی عالی حالت میں ہو جو تحقق اس حالت کا تحقّقِ حقیّتِ فُرقانِ مجید اور صدقِ رسالتِ آنحضرتؐ کو مستلزم ہو۔ اور جب اجزاء اس کی الگ الگ دیکھی جائیں تو یہ مرتبہ بُرہانیت کا جیسا کہ ان کو چاہیئے حاصل نہ ہو۔ اور وجہ اس تفاوت کی یہ ہے جو کُلِ مجمُوعی اور کُلِ واحد ہمیشہ متخالف فی الاحکام ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بوجھ کو دس آدمی اکٹھے ہو کر اُٹھا سکتے ہیں۔ اور اگر وہی دس آدمی ایک ایک ہو کر اُٹھانا چاہیں تو یہ امر محال ہو جاتا ہے۔ اور ہر واحد ان دونوں قسم کی دلائلِ بسیطہ اور مُرکّبہ سے جب اپنی خاص خاص صورتوں اور ہیئتوں اور وضعوں کے لحاظ سے تصوّر کئے جائیں تو ان کا نام اس کتاب میں اصنافِ دلائل ہے، اور یہ وہی اصناف ہیں کہ جن کے التزام کے لیے، ہم نے صدرِ اشتہار ہذا میں یہ قید

لگادی ہے جو ہر صنف کے براہین میں سے شخص متصدی مقابلہ فرقانِ مجید کا نصف یا ثُلث یا رُبع یا خُمس پیش کرے۔ یعنی اس صورت میں کہ جب ان کُل دلائل کے پیش کرنے سے عاجز ہو جو ایک صنف کے تحت میں داخل ہیں۔

اور نیز اس جگہ یہ امر زیادہ تر قابلِ انکشاف ہے کہ جو صاحب کسی دلیلِ مرکّب کا کہ جس کی تعریف ابھی ہم بیان کر چکے ہیں، اپنی کتاب میں سے نمونہ دکھلانا چاہیں تو اُن پر واجب ہو گا کہ اگر وہ دلیل مُرکّب ایسی مجموعۂ اجزاء سے مُرکّب ہو۔ جو ہر یک جزُ اُس کا بجائے خود کسی امر پر دلیل ہو تو ان سب جزُوی دلائل کا بھی کم سے کم ایک ایک نمونہ پیش کرنا ہو گا۔

چونکہ سمجھنا اس شرط کا مُحتاج تمثیل ہے اس لیے ہم بطورِ تمثیل کے اس جگہ اسی قسم کی ایک دلیل دلائلِ مرکبہ مثبتہ حقیّتِ فرقانِ مجید سے تحریر کرتے ہیں! اور وہ یہ ہے جو تعلیمِ اُصولی فرقانِ مجید کی دلائلِ حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے یعنی فرقانِ مجید ہر یک اُصولِ اعتقادی کو جو مدارِ نجات کا ہے مُحقّقانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے بپایۂ صداقت پُہنچاتا ہے۔ جیسے وجُودِ صانع عالم کا ثابت کرنا۔

توحیدؔ کو بپایہ ثبوت پہنچانا۔ ضرورتِ الہام پر دلائلِ قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے قاصر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقانِ مجید کے منجانب اللہ ہونے پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیّت اور افضلیّت اُس کی بوجہِ کمال ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائدِ فاسدہ کو ہر یک نوع اور ہر صِنف کی غلطیوں سے بدلائلِ واضحہ پاک کرنا اور ہر قسم کے شکوک اور شُبہات کو جو لوگوں کے دلوں میں دخل کر گئے ہوں، براہینِ قاطعہ سے مٹا دینا اور ایسا مجموعہ اُصولِ مدلّلہ مُحقّقہ مُثبتہ کا اپنی کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اس سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں درج ہو اور نہ کسی ایسے حکیم اور فیلسوف کا پتا مل سکتا ہو کہ جو کبھی کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور سے اُس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت کرنیوالا ہو چکا ہو۔ اور نہ کبھی کسی بھلے مانس نے ایک ذرّہ اِس بات کا ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے اُن کی صُحبت اور مخالطت رہی تھی کہ جس کے اثر سے اُنہوں نے ہر یک اُصولِ حقّہ پر دلائلِ فلسفہ قائم کر کے تمام عقائد مدارِ نجات کی حقیقی سچائی کو ایسا کھول دیا

کہ جس کی نظیر صفحۂ روزگار میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ یہ ایسا کام ہے کہ بجز تائیدِ الٰہی اور الہامِ ربّانی کے ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ پس ناچار عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے جو قرآنِ شریف اس خدائے واحد لاشریک کی کلام ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی انسان کا علم برابر نہیں۔ یہ دلیل ہے جو ہم نے بطور نمونہ کے ان دلائلِ مُرکبہ میں سے لکھی ہے کہ جن کا مجمُوعۂ اجزا، تمام ایسی جزوں سے مُرکّب ہے کہ وہ سب جزیں دلائل ہی ہیں۔ چنانچہ اس دلیل کے اجزا سب کے سب وہ دلائل ہیں جو عقائدِ حقّہ پر قائم کی گئی ہیں اور چونکہ یہ دلیل بھی اصنافِ دلائل میں سے ایک صِنف ہے اس لیے جیسا کہ مخاصم پر تمام اصنافِ دلائل کا پیش کرنا فرض ہے۔ ایسا ہی اِس دلیل کا بھی پیش کرنا فرض ہے مگر اِس دلیل کو دکھلانے کے لیے ان تمام دلائل کا دکھلانا بھی ضروری ہے کہ جن سے اِس دلیل کی تالیف اور ترکیب ہے اور جن کی ہیئتِ اجتماعی سے اس کا وجود طیار ہوتا ہے۔ جیسی دلیلِ اثباتِ وجودِ صانع۔ دلیلِ اثباتِ توحید دلیلِ اثباتِ خالقیتِ باری تعالیٰ۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہی دلائل اس دلیل کی اجزاء ہیں اور وجود کل کا بغیر وجود اجزاء کے ممکن نہیں اور نہ تحصل کسی ماہیت کا بدوں اس کی

جزوں کے ہو سکتا ہے۔ پس مخاصم پر لازم ہے جو ان تمام جزوی دلائل کو بھی پیش کرے۔

ہاں یہ اختیار ہے کہ جہاں ہم نے مثلاً کسی اُصول کے اِثبات پر پانچ دلیلیں لکھی ہوں مخاصم صاحب اُس کے اثبات پر یا اُس کے ابطال پر یعنی جیسا کہ رائے اور اعتقاد ہو صرف ایک ہی دلیل بپابندی اُنہیں شرائط اور اُنہیں حدود کے جو اشتہار ہٰذا میں ہم ذکر کر چکے ہیں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھلاویں۔

المشـــــــــــــــــــــــــــتہر

خاکسار میرزا **غلام احمدؐ** مقام قادیان

ضلع گورداسپور۔ پنجاب

(منقول از براہین احمدیہ جلد اوّل مطبوعہ ۱۸۸۰ء۔ سفیر ہند پریس امرت سر از صفحہ ۷۲ تا ۸۲)

(۱۹)

سَاُورِیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنِ

سورۃ الانبیاء : ۳۸

براہین احمدیہ

کے مخالفوں کی جلدی

کئی ایک پادری صاحبوں اور ہندو صاحبوں نے جوش میں آکر اخبار سفیر ہند اور نور افشاں اور رسالہ ودیا پرکاشک میں ہمارے نام طرح طرح کے اعلان چھپوائے ہیں جن میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ضرور ہم ردّ اس کتاب کا لکھیں گے اور بعض صاحب ڈوموں کی طرح ایسے ایسے صریح ہجو آمیز الفاظ استعمال میں لائے ہیں کہ جن سے انکی طینت کی پاکی خوب ظاہر ہوتی ہے۔ گویا وہ اپنی اوباشانہ تقریروں سے ہمیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں ہم تو ان کی تہہ سے واقف ہیں اور ان کے جھوٹے اور ذلیل اور پست خیال ہم پر پوشیدہ نہیں۔ سو اُن سے ہم کیا ڈریں گے اور وہ کیا ڈراویں گے۔

کرمک پروانہ را چوں موت می آید فراز
می فتد بر شمع سوزاں از رہ شوخی و ناز

بہر حال ہم ان کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ذرا صبر کریں اور جب کوئی حصہ کتاب کی فصلوں میں سے چھپ چکتا ہے۔ تب جتنا چاہیں زور لگالیں۔ ایک عام مقولہ مشہور ہے کہ سانچ کو آنچ نہیں۔ سو ہم سچ پر ہیں۔ ہمارے سامنے کسی پادری یا پنڈت کی کیا پیش جاسکتی ہے اور کسی کی نری زبان کی فضول گوئی سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے۔ بلکہ ایسی باتوں سے خود پادریوں اور پنڈتوں کی دیانتداری کھلتی جاتی ہے۔ کیونکہ جس کتاب کو ابھی نہ دیکھا اور نہ بھالا اور نہ اسکی براہین سے کچھ اطلاع نہ اس کے پایۂ تحقیقات سے کچھ خبر۔ اس کی نسبت جھٹ پٹ منہ کھول کر ردّ نویسی کا دعویٰ کر دینا کیا یہی ان لوگوں کی ایمانداری اور راستبازی ہے؟ اے حضرات!

جب آپ لوگوں نے ابھی میری دلائل کو ہی نہیں دیکھا تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ان تمام دلائل کا جواب لکھ سکیں گے جب تک کسی کی کوئی حجت نکالی ہوئی یا کوئی بُرہان قائم کی ہوئی یا کوئی دلیل لکھی ہوئی معلوم نہ ہو اور پھر اس کو جانچا نہ جائے کہ یقینی ہے یا ظنی اور مقدمات صحیحہ پر مبنی ہے یا مغالطات پر۔ تب تک اس کی نسبت کوئی مخالفانہ رائے ظاہر کرنا اور خواہ نخواہ اس کے ردّ لکھنے کے لیے دم زنی کرنا اگر تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جب آپ لوگوں نے قبل از دریافت اصل حقیقت ردّ لکھنے کی پہلے ہی ٹھہرا لی تو پھر کب نفسِ امّارہ آپ کا اس بات سے باز آنے کا ہے جو بات بات میں فریب اور تدلیس اور خیانت اور بددیانتی کو کام میں لایا جائے تا کسی طرح یہ فخر حاصل کریں کہ ہم نے جواب لکھ دیا۔

اگر آپ لوگوں کی نیت میں کچھ خلوص اور دل میں کچھ انصاف ہوتا تو آپ لوگ یوں اعلان دیتے کہ اگر دلائل کتاب کی واقع میں صحیح اور سچّی ہوں گی تو ہم بسر و چشم ان کو قبول کریں گے۔ ورنہ اظہار حق کی غرض سے ان کی ردّ لکھیں گے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو بے شک منصفوں کے نزدیک منصف ٹھہرتے اور صاف باطن کہلاتے۔ لیکن خدا نہ کرے کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں انصاف ہو جو خدا کے ساتھ بھی بے انصافی کرتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ اور بعض نے اس کو خالق ہونے سے ہی جواب دے رکھا ہے اور بعض ایک کے تین بناتے بیٹھے ہیں اور کسی نے اس کو ناصرہ میں لا ڈالا ہے اور کوئی اس کو اجودھیا کی طرف کھینچ لایا ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں۔ بیکن کا اوتار دھاریں۔ ارسطو کی نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لیے ہاتھ جوڑیں۔ پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے اِلٰہ باطلہ اور جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیّا اور باقی سب پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفتِ حیا اور شرم سے دُور سمجھیں۔

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟ خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟ حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کبتک رہو گے ضد و تعصّب میں ڈوبتے؟ آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے ردّ جو محقّق ہے ایک بات؟ کچھ ہوش کر کے عُذر سناؤ گے یا نہیں؟
سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب؟ پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

اشتہار ضروری

کتاب براھینِ احمدیہ کی قیمت جو بالفعل دس روپیہ قرار پائی ہے وہ صرف مسلمانوں کے لیے کمال درجہ کی تخفیف اور رعایت ہے کہ جن کو بشرطِ وسعت اور طاقتِ مالی کے اعانت دینِ متین میں کسی نوع کا دریغ نہیں۔ لیکن جو صاحب کسی اور مذہب یا ملّت کے پابند ہو کر اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو چونکہ اعانت کی ان سے کچھ توقع نہیں۔لہٰذا ان سے وہ پوری پوری قیمت لی جائے گی جو حصّہ اولیٰ کے اعلان میں شایع ہو چکی ہے۔

المشـــــــــــتہر

مؤلّف براھین احمدیّہ

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد دوم ۱۸۸۰ء — مطبوعہ سفیر ہند پریس لاہور

(۲۰)

عرضِ ضروری بحالتِ مجبوری

انسان کی کمزوریاں جو ہمیشہ اس کی فطرت کے ساتھ لگی ہوئی ہیں ہمیشہ اس کو تمدن اور تعاون کا محتاج رکھتی ہیں۔ اور یہ حاجت تمدن اور تعاون کی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ جس میں کسی عاقل کو کلام نہیں۔ خود ہمارے وجود کی ہی ترکیب ایسی ہے کہ جو تعاون کی ضرورت پر اوّل ثبوت ہے ہمارے ہاتھ اور پاؤں اور کان اور ناک اور آنکھ وغیرہ اعضاء اور ہماری سب اندرونی اور بیرونی طاقتیں ایسی طرز پر واقع ہیں کہ جب تک وہ باہم مل کر ایک دوسرے کی مدد نہ کریں۔ تب تک افعال ہمارے وجود کے علیٰ مجری الصحت ہرگز جاری نہیں ہو سکتے اور انسانیت کی کل ہی معطل پڑی رہتی ہے۔ جو کام دو ہاتھ کے ملنے سے ہونا چاہیئے وہ محض ایک ہی ہاتھ سے انجام نہیں ہو سکتا اور جس راہ کو دو پاؤں مل کر طے کرتے ہیں وہ فقط ایک ہی پاؤں سے طے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح تمام کامیابی ہماری معاشرت اور آخرت کے تعاون پر ہی موقوف ہو رہی ہے۔ کیا کوئی اکیلا انسان کسی کام دین یا دنیا کو انجام دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کوئی کام دینی ہو یا دنیوی بغیر معاونت باہمی کے چل ہی نہیں سکتا۔ ہر یک گروہ کہ جس کا مدعا اور مقصد ایک ہی مثل اعضائے یک دیگر ہے اور ممکن نہیں جو کوئی فعل جو متعلق غرض مشترک اس گروہ کے ہے، بغیر معاونت باہمی ان کی کے بخوبی وخوش اسلوبی ہو سکے۔ بالخصوص جس قدر جلیل القدر کام ہیں اور جن کی علّت غائی کوئی فائدہ عظیمہ جمہوری ہے وہ تو بجز جمہوری اعانت کے کسی طور پر انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتے۔ اور صرف ایک ہی شخص ان کا متحمل ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا۔ انبیاء علیہم السلام جو توکل اور تفویض اور تحمل اور مجاہدات افعال خیر میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ ان کو بھی بہ رعایتِ اسبابِ ظاہری مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ[1] کہنا پڑا۔ خدا نے بھی اپنے قانون تشریعی میں بہ تصدیق اپنے قانون قدرت کے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی[2] کا حکم فرمایا۔

مگر افسوس جو مسلمانوں میں سے بہتوں نے اس اصول متبرک کو فراموش کر دیا ہے اور ایسی اصل عظیم کو کہ جس پر ترقی اور اقبال دین کا سارا مدار تھا بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسری قومیں کہ جن کی الہامی کتابوں میں اس بارے میں کچھ تاکید بھی نہیں تھی۔ وہ اپنی دلی تدبیر سے اپنے دین کی اشاعت کے شوق سے مضمون تَعَاوَنُوْا پر عمل کرتی جاتی ہیں اور خیالات مذہبی ان کے بباعث قومی تعاون کے روز بروز زیادہ سے زیادہ پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ آجکل عیسائیوں کی قوم کو ہی دیکھو جو اپنے دین کے پھیلانے میں کس قدر دلی جوش رکھتے ہیں اور کیا کچھ محنت اور جانفشانی

---

[1] الصف: ۱۵ [2] المائدۃ: ۳

کررہے ہیں۔ لاکھ ہا روپیہ بلکہ کروڑ ہا ان کا صرف تالیفات جدیدہ کے چھپوانے اور شائع کرنے کی غرض سے جمع رہتا ہے۔ایک متوسط دولت مند یورپ یا امریکہ کا اشاعتِ تعلیم انجیل کے لیے اس قدر روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کردیتا ہے جو اہل اسلام کے اعلیٰ سے اعلیٰ دولت مند من حیث المجموع بھی اس کی برابری نہیں کرسکتے۔ یوں تو مسلمانوں کا اس ملک ہندوستان میں ایک بڑا گروہ ہے اور بعض بعض متمول اور صاحب توفیق بھی ہیں مگر امور خیر کی بجاآوری میں (باستثنائے ایک جماعت قلیل امراء، وزراء اور عہدہ داروں کے) اکثر لوگ نہایت درجہ کے پست ہمت اور منقبض الخاطر اور تنگ دل ہیں کہ جن کے خیالات محض نفسانی خواہشوں میں محدود ہیں اور جن کے دماغ استغنا کے مواد ردیّہ سے متعفن ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ دین اور ضروریاتِ دین کو تو کچھ چیز ہی نہیں سمجھتے۔ ہاں ننگ و نام کے موقعہ پر سارا گھر بار لُٹانے کو بھی حاضر ہیں۔ خالصاً دین کے لیے عالی ہمّت مسلمان (جیسے ایک سیدنا و مخدومنا حضرت خلیفہ سیّد محمد حسن خان صاحب بہادر وزیر اعظم پٹیالہ) اس قدر تھوڑے ہیں کہ جن کو انگلیوں پر بھی شمار کرنے کی حاجت نہیں۔ ماسوا اس کے بعض لوگ اگر کچھ تھوڑا بہت دین کے معاملہ میں خرچ بھی کرتے ہیں تو ایک رسم کے پیرایہ میں نہ واقعی ضرورت کے انجام دینے کی نیّت سے جیسے ایک کو مسجد بنواتے دیکھ کر دوسرا بھی جو اس کا حریف ہے خواہ مخواہ اس کے مقابلہ پر مسجد بنواتا ہے اور خواہ واقعی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ مگر ہزار ہا روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے۔ کسی کو یہ خیال پیدا نہیں ہوتا جو اس زمانہ میں سب سے مقدم اشاعت علم دین ہے اور نہیں سمجھتے کہ اگر لوگ دیندار ہی نہیں رہیں گے تو پھر ان مسجدوں میں کون نماز پڑھے گا۔ صرف پتھروں کے مضبوط اور بلند میناروں سے دین کی مضبوطی اور بلندی چاہتے ہیں۔ اور فقط سنگِ مرمر کے خوبصورت قطعات سے دین کی خوبصورتی کے خواہاں ہیں، لیکن جس رُوحانی مضبوطی اور بلندی اور خوبصورتی کو قرآن شریف پیش کرتا ہے اور جو اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ[1] کا مصداق ہے۔ اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اس شجرۂ طیبہ کے ظلّ ظلیل دکھلانے کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتے اور یہود کی طرح صرف ظواہر پرست بن رہے ہیں نہ دینی فرائض کو اپنے محل پر ادا کرتے ہیں اور نہ ادا کرنا جانتے ہیں اور نہ جاننے کی کچھ پرواہ رکھتے ہیں۔

اگرچہ یہ بات قابلِ تسلیم ہے جو ہر سال میں ہماری قوم کے ہاتھ سے بے شمار روپیہ بنام نہاد خیرات و صدقات کے نکل جاتا ہے مگر افسوس جو اکثر لوگ ان میں سے نہیں جانتے کہ حقیقی نیکی کیا چیز ہے اور بذلِ اموال میں اصلح اور انسب طریقوں کو مدّنظر نہیں رکھتے اور آنکھ بند کرکے بے موقعہ خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر جب سارا شوقِ دلی اسی بے موقعہ خرچ کرنے میں تمام ہو جاتا ہے تو موقعہ پر آکر اصلی فرض کے ادا کرنے سے بالکل قاصر رہ جاتے ہیں اور اپنے پہلے اسراف اور افراط کا تدارک بطور تفریط اور ترک ماوجب کے کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی سیرت ہے کہ جن میں روح کی سچائی سے قوتِ فیاضی اور نفع رسانی کی جوش نہیں مارتی۔ بلکہ صرف اپنی ہی طمعِ

---

[1] ابراھیم : ۲۵

خاص سے مثلاً بوڑھے ہوکر پیرانہ سالی کے وقت میں آخرت کی تن آسانی کا ایک حیلہ سوچ کر مسجد بنوانے اور بہشت میں بنا بنایا گھر لینے کا لالچ پیدا ہوجاتا ہے۔اور حقیقی نیکی پر ان کی ہمدردی کا یہ حال ہے کہ اگر کشتی دین کی انکی نظر کے سامنے ساری کی ساری ڈوب جائے یا تمام دین ایک دفعہ ہی تباہ ہو جائے تب بھی ان کے دل کو ذرہ لرزہ نہیں آتا اور دین کے رہنے یا جانے کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے۔اگر درد ہے تو دُنیا کا اگر فکر ہے تو دُنیا کا۔ اگر عشق ہے تو دنیا کا۔اگر سودا ہے تو دنیا کا اور پھر دنیا بھی جیسا کہ دوسری قوموں کو حاصل ہے، حاصل نہیں۔ ہر یک شخص جو قوم کی اصلاح کے لیے کوشش کر رہا ہے وہ ان لوگوں کی لاپروائی سے نالاں اور گریاں ہی نظر آتا ہے اور ہر یک طرف سے یا حسرةً علی القوم کی ہی آواز آتی ہے اوروں کی کیا کہیں ہم آپ ہی سُناتے ہیں۔

ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مومنین کے دل وجان کی مراد تھی اس لیے اُمراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسا تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کرینگے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آ رہی ہیں ان کے دُور کرنے میں بدل وجان متوجہ ہو جائیں گے، مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں۔ اللہ المستعان واللہ خیرٌ وّابقیٰ!!

بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر و تردد میں ڈال دیا ہے۔ہم نے پہلا حصّہ جو چھپ چکا تھا۔اس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب کی منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے بطور پیشگی بھیجدیں گے۔اور ان کی اس طور کی اعانت سے دینی کام باآسانی پورا ہو جائے گا اور ہزارہا بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچے گا۔اسی اُمید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقت حال سے مطلع کیا، مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی۔نہ خطوط کا جواب آیا نہ کتابیں واپس آئیں۔مصارف ڈاک تو سب ضایع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دِقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

افسوس جو ہم کو اپنے معزز بھائیوں سے بجائے اعانت کے تکلیف پہنچ گئی۔اگر یہی حمایت اسلام ہے تو کار دین تمام ہے۔ہم بکمال غربت عرض کرتے ہیں کہ اگر قیمت پیشگی کتابوں کا بھیجنا منظور نہیں تو کتابوں کو بذریعہ ڈاک واپس بھیجدیں۔ہم اسی کو عطیۂ عظمیٰ سمجھیں گے اور احسان عظیم خیال کریں گے ورنہ ہمارا بڑا حرج ہوگا اور گم شدہ حصوں کو دوبارہ چھپوانا پڑے گا۔کیونکہ یہ پرچۂ اخبار نہیں کہ جس کے ضایع ہونے میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔ہر یک حصہ کتاب کا ایسا ضروری ہے کہ جس کے تلف ہونے سے ساری کتاب ناقص رہ جاتی ہے۔برائے خدا ہمارے

معزز اخوان سرد مہری اور لاپروائی کو کام میں نہ لائیں اور دنیوی استغنا کو دین میں استعمال نہ کریں اور ہماری اس مشکل کو سوچ لیں کہ اگر ہمارے پاس اجزاء کتاب کے ہی نہیں ہوں گے تو ہم خریداروں کو کیا دیں گے اور ان سے پیشگی روپیہ کہ جس پر چھپنا کتاب کا موقوف ہے کیونکر لیں گے۔ کام ابتر پڑ جائے گا۔ اور دین کے امر میں جو سب کا مشترک ہے ناحق کی دقت پیش آجائے گی۔

امیدوار بود آدمی بخیرِ کساں	مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

ایک اَور بڑی تکلیف ہے جو بعض نافہم لوگوں کی زبان سے ہم کو پہنچ رہی ہے اور وہ یہ ہے جو بعض صاحب کہ جن کی رائے بباعث کم توجہی کے دینی معاملات میں صحیح نہیں ہے۔ وہ اس حقیقتِ حال پر اطلاع پاکر جو کتاب براہین احمدیہ کی طیاری پر نو ہزار روپیہ خرچ آتا ہے بجائے اس کے جو دلی غم خواری سے کسی نوع کی اعانت کی طرف متوجہ ہوتے اور جو زیر باریاں بوجہ کمی قیمت کتاب وکثرت مصارف طبع کے عائد حال ہیں انکے جبر نقصان کے لیے کچھ لِلّٰہ فی اللہ ہمت دکھلاتے منافقانہ باتیں کرنے سے ہمارے کام میں خلل انداز ہوئے ہیں اور لوگوں کو یہ وعظ سُناتے ہیں جو گیا پہلی کتابیں کچھ تھوڑی ہیں جو اَب اس کی حاجت ہے۔ اگرچہ ہم کو ان لوگوں کے اعتراضوں پر کچھ نظر اور خیال نہیں اور ہم جانتے ہیں جو دنیا پرستوں کی ہر یک بات میں کوئی خاص غرض ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح شرعی فرائض کو اپنے سر پر سے ٹالتے رہتے ہیں کہ تا کسی دینی کارروائی کی ضرورت کو تسلیم کرکے کوئی کوڑی ہاتھ سے نہ چھوڑنی پڑے۔ لیکن چونکہ وہ ہماری اس جہد بلیغ کی تحقیر کرکے لوگوں کو اس کے فوائد عظیمہ سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور باوصفیکہ ہم نے پہلے حصّہ کے پرچہ منضمّہ میں وجوہ ضرورت کتاب موصوف کی بیان کردی نہیں۔ پھر بھی بمقتضائے فطرتی خاصیّت اپنی کے نیش زنی کر رہے ہیں۔ ناچار اس اندیشہ سے کہ مبادا کوئی شخص ان کی واہیات باتوں سے دھوکا نہ کھاوے۔ پھر کھول کر بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب براہین احمدیہ بغیر اشد ضرورت کے نہیں لکھی گئی۔ جس مقصد اور مطلب کے انجام دینے کے لیے ہم نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے اگر وہ مقصد کسی پہلی کتاب سے حاصل ہوسکتا تو ہم اسی کتاب کو کافی سمجھتے اور اسی کی اشاعت کے لیے بدل وجان مصروف ہو جاتے اور کچھ ضرور نہ تھا جو ہم سالہا سال اپنی جان کو محنت شدید میں ڈال کر اور اپنی عمر عزیز کا ایک حصّہ خرچ کرکے پھر آخر کار ایسا کام کرتے جو محض تحصیل حاصل تھا لیکن جہانتک ہم نے نظر کی ہم کو کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو جامع ان تمام دلائل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے اور جن کا شایع کرنا بغرض اثبات حقیّت دین اسلام کے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے تو ناچار واجب دیکھ کر ہم نے یہ تالیف کی اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شُبہ ہو تو ایسی کتاب کہیں سے نکال کر ہم کو دکھا دے تاہم بھی جانیں۔ ورنہ بیہودہ بکواس کرنا اور ناحق بندگان خدا کو ایک چشمۂ فیض سے روکنا بڑا عیب

ہے، مگر یاد رہے جو اس مقولہ سے کسی نوع کی خود ستائی ہمارا مطلب نہیں جو تحقیقات ہم نے کی اور پہلے عالیشان فضلاء نے نہ کی۔ یا جو دلائل ہم نے لکھیں اور انہوں نے نہ لکھیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو زمانہ کے حالات سے متعلق ہے۔ نہ اس سے ہماری ناچیز حیثیت بڑھتی ہے اور نہ ان کی بلند شان میں کچھ فرق آتا ہے۔ انہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں ابھی خیالات فاسدہ کم پھیلے تھے۔ اور صرف غفلت کے طور پر باپ دادوں کی تقلید کا بازار گرم تھا۔ سو اُن بزرگوں نے اپنی تالیفات میں وہ روش اختیار کی جو اُن کے زمانہ کی اصلاح کے لیے کافی تھی۔ ہم نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں بباعث زور خیالاتِ فاسدہ کے وہ پہلی روش کافی نہ رہی۔ بلکہ ایک پُرزور تحقیقات کی حاجت پڑی جو اس وقت کی شدت فساد کی پوری پوری اصلاح کرے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے جو کیوں ازمنہ مختلفہ میں تالیفات جدیدہ کی حاجت پڑتی ہے۔ اس کا باعث یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی کسی زمانہ میں مفاسد کم اور کسی میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کسی وقت کسی رنگ میں اور کسی وقت کسی رنگ میں پھیلتے ہیں۔ اب مؤلف کسی کتاب کا جو ان خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اس کو ضرور ہوتا ہے جو وہ طبیب حاذق کی طرح مزاج اور طبیعت اور مقدار فساد اور قسم فساد پر نظر کر کے اپنی تدبیر کو علیٰ قدر ما ینبغی وعلیٰ نحو ما ینبغی عمل میں لاوے اور جس قدر یا جس نوع کا بگاڑ ہو گیا ہے اسی طور پر اس کی اصلاح کا بندوبست کرے۔ اور وہی طریق اختیار کرے کہ جس سے احسن اور اسہل طور پر اس مرض کا ازالہ ہوتا ہو۔ کیونکہ اگر کسی تالیف میں مخاطبین کے مناسب حال تدارک نہ کیا جائے تو وہ تالیف نہایت نکمّی اور غیر مفید اور بے سود ہوتی ہے اور ایسی تالیف کے بیانات میں یہ زور ہرگز نہیں ہوتا۔ جو منکر کی طبیعت کے پورے گہراؤ تک غوطہ لگا کر اس کے دلی خلجان کو بکلّی مستاصل کرے پس ہمارے معترضین اگر ذرا غور کر کے سوچیں گے تو ان پر بہ یقین کامل واضح ہو جائے گا کہ جن انواع واقسام کے مفاسد نے آجکل دامن پھیلا رکھا ہے۔ ان کی صورت پہلے فسادوں کی صورت سے بالکل مختلف ہے۔ وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گذر گیا ہے وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم زیارت کر رہے ہیں یہ عقل کی بد استعمالی کا زمانہ ہے۔ پہلے اس سے اکثر لوگوں کو نامعقول تقلید نے خراب کر رکھا تھا اور اب فکر اور نظر کی غلطی نے بہتوں کی مٹی پلید کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دلائل عمیقہ اور براہین قاطعہ لکھنے کی ہمیں ضرورتیں پیش آئیں۔ وہ ان نیک اور بزرگ عالموں کو کہ جنہوں نے صرف جاہلانہ تقلید کا غلبہ دیکھ کر کتابیں لکھی تھیں۔ پیش نہیں آئی تھیں۔ ہمارے زمانہ کی نئی روشنی (کہ خاک برفرق ایں روشنی) نوآموزوں کی رُوحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی ہے۔ ان کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔ اگرچہ آجکل تقریباً تمام نوآموزوں کا قدرتی میلان وجوہاتِ عقلیہ کی طرف ہو گیا ہے، لیکن افسوس کہ یہی میلان بباعث عقل ناتمام اور علم خام کے بجائے رہبر ہونے کے رہزن ہوتا جاتا ہے۔ فکر اور نظر کی کجروی نے لوگوں کے قیاسات میں بڑی بڑی غلطیاں ڈال دی ہیں اور مختلف رایوں اور گوناگوں خیالات کے

شایع ہونے کے باعث سے کم فہم لوگوں کے لیے بڑی بڑی دقتیں پیش آگئی ہیں۔ سوفسطائی تقریروں نے نوآموزوں کی طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ جو امور نہایت معقولیت میں تھے وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔ جو باتیں بغایت درجہ نامعقول ہیں ان کو وہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں سمجھ رہے ہیں۔ وہ حرکات جو نشاء انسانیت سے مغائر ہیں ان کو وہ تہذیب خیال کئے بیٹھے ہیں۔ اور جو حقیقی تہذیب ہے اس کو وہ نظرِ استخفاف و استحقار سے دیکھتے ہیں۔ پس ایسے وقت میں اور ان لوگوں کے علاج کے لیے جو اپنے ہی گھر میں محقق بن بیٹھے ہیں اور اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو کہلاتے ہیں۔ ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین قطعیہ عقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت منہ پھیر رہے ہیں، تالیف کیا ہے۔ کیونکہ یہ بات اجلی بدیہات ہے جو سرگشتہ عقل کو عقل ہی سے تسلی ہو سکتی ہے اور جو عقل کا رہزدہ ہے وہ عقل ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔

اب ہر یک مومن کے لیے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جس کتاب کے ذریعہ سے تین سو دلائل عقلی حقیت قرآن شریف پر شائع ہوگئیں اور تمام مخالفین کے شبہات کو دفع اور دُور کیا جائے گا۔ وہ کتاب کیا کچھ بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچائے گی اور کیسا فروغ اور جاہ و جلال اسلام کا اس کی اشاعت سے چمکے گا۔ ایسے ضروری امر کی اعانت سے وہی لوگ لاپروا رہتے ہیں۔ جو حالت موجودہ زمانہ پر نظر نہیں ڈالتے اور مفاسد منتشرہ کو نہیں دیکھتے اور عواقب امور کو نہیں سوچتے یا وہ لوگ کہ جن کو دین سے کچھ غرض ہی نہیں اور خدا اور رسول سے کچھ محبت ہی نہیں۔ اے عزیزو!! اس پُر آشوب زمانہ میں دین اسی سے برپا رہ سکتا ہے۔ جو بمقابلہ زور طوفان گمراہی کے دین کی سچائی کا زور بھی دکھایا جاوے۔ اور ان بیرونی حملوں کے جو چاروں طرف سے ہو رہے ہیں حقانیت کی قوی طاقت سے مدافعت کی جائے۔ یہ سخت تاریکی جو چہرہ زمانہ پر چھا گئی ہے۔ یہ تب ہی دُور ہوگی کہ جب دین کی حقیت کے براہین دنیا میں بکثرت چمکیں اور اس کی صداقت کی شعاعیں چاروں طرف سے چھوٹتی نظر آویں۔ اس پراگندہ وقت میں وہی مناظرہ کی کتاب روحانی جمعیت بخش سکتی ہے کہ جو بذریعہ تحقیق عمیق کے اصل ماہیت کے باریک دقیقہ کی تہہ کو کھولتی ہو۔ اور اس حقیقت کے اصل قرارگاہ تک پہنچاتی ہو کہ جس کے جاننے پر دلوں کی تشفّی موقوف ہے۔

اے بزرگو!! اب یہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ جو شخص بغیر اعلےٰ درجہ کے عقلی ثبوتوں کے اپنے دین کی خیر منانی چاہے تو یہ خیال محال اور طمع خام ہے۔ تم آپ ہی نظر اُٹھا کر دیکھو جو کیسی طبیعتیں خود رائی اختیار کرتی جاتی ہیں اور کیسے خیالات بگڑتے جاتے ہیں۔ اس زمانہ کی ترقی علوم عقلیہ نے یہی الٹا اثر کیا ہے۔ حال کے تعلیم یافتہ لوگوں کی طبائع میں ایک عجب طرح کی آزاد منشی بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ سعادت جو سادگی اور غربت اور صفا باطنی میں ہے وہ ان کے مغرور دلوں سے بالکل جاتی رہی ہے اور جن جن خیالات کو وہ سیکھتے ہیں۔ وہ اکثر ایسے ہیں کہ جن سے ایک

لامذہبی کے وساوس پیدا کرنے والا ان کے دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور اکثر لوگ قبل اس کے جو ان کو کوئی مرتبہ تحقیق کامل کا حاصل ہو صرف جہل مرکب کے غلبہ سے فلسفی طبیعت کے آدمی بنتے جاتے ہیں۔ اور اپنی اولاد اور اپنی قوم اور اپنے ہموطنوں پر رحم کرو اور قبل اس کے جو وہ باطل کی طرف کھینچے جائیں ان کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لاؤ تا تمہارا اور تمہاری ذرّیت کا بھلا ہو اور تا سب کو معلوم ہو جو بمقابلہ دین اسلام کے اور سب ادیان بے حقیقت محض ہیں دُنیا میں خدا کا قانون قدرت یہی ہے جو کوشش اور سعی اکثر حصول مطلب کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص ہاتھ پاؤں توڑ کر اور غافل ہو کر بیٹھ جاتا ہے وہ اکثر محروم اور بے نصیب رہتا ہے۔ سو آپ لوگ اگر دین اسلام کی حقیّت کے پھیلانے کے لیے جو فی الواقع حق ہے کوشش کریں گے تو خدا اس سعی کو ضایع نہیں کرے گا۔ خدا نے ہم کو صدہا براہین قاطعہ حقیّت اسلام پر عنایت کیں اور ہمارے مخالفین کو ان میں سے ایک بھی نصیب نہیں۔ اور خدا نے ہم کو حق محض عطا فرمایا اور ہمارے مخالفین باطل پر ہیں اور جو راستبازوں کے دلوں میں جلال احدیّت کے ظاہر کرنے کے لیے سچا جوش ہوتا ہے۔ اس کی ہمارے مخالفوں کو بُو بھی نہیں پہنچی لیکن تب بھی دن رات کی کوشش ایک ایسی مؤثر چیز ہے کہ باطل پرست لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں اور چوروں کی طرح کہیں نہ کہیں ان کی نقب بھی لگتی ہی رہتی ہے۔ دیکھو عیسائیوں کا دین کہ جس کا اُصول ہی اوّل الدّن دُرد ہے۔ پادریوں کی ہمیشہ کی کوششوں سے کیسا ترقی پر ہے اور کیسے ہر سال ان کی طرف سے فخریہ تحریریں چھپتی رہتی ہیں کہ اس برس چار ہزار عیسائی ہوا۔ اور اس سال ۸ ہزار پر خداوند مسیح کا فضل ہو گیا۔ ابھی کلکتہ میں جو پادری ہیکر صاحب نے اندازہ کرسٹان شدہ آدمیوں کا بیان کیا ہے اس سے ایک نہایت قابلِ افسوس خبر ظاہر ہوتی ہے۔ پادری صاحب فرماتے ہیں جو پچاس سال سے پہلے تمام ہندوستان میں کرسٹان شدہ لوگوں کی تعداد صرف ستائیس ہزار تھی۔ اس پچاس سال میں یہ کارروائی ہوئی جو ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا پہنچ گیا ہے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون! اے بزرگو! اس سے زیادہ تر اور کونسا وقت انتشار گمراہی کا ہے کہ جس کے آنے کی آپ لوگ راہ دیکھتے ہیں ایک وہ زمانہ تھا جو دین اسلام يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا[۱] کا مصداق تھا۔ اور اب یہ زمانہ!!! کیا آپ لوگوں کا دل اس مصیبت کو سُنکر نہیں جلتا؟ کیا اس وبارِ عظیم کو دیکھ کر آپ کی ہمدردی جوش نہیں مارتی؟ اے صاحبان عقل و فراست اس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے۔ اس کی اصلاح اشاعت علم دین پر ہی موقوف ہے۔ سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کے لیے مَیں نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جاوے گا۔ اس کتاب کی اعانت طبع کے لیے جس قدر ہم نے لکھا ہے وہ محض مسلمانوں کی ہمدردی سے لکھا گیا ہے۔ کیونکہ ایسی کتاب کے مصارف جو ہزارہا روپیہ کا معاملہ ہے اور جس کی قیمت ہی بہ نیت عام فائدہ مسلمانوں کے نصف سے بھی کم کر دی گئی ہے یعنی پچیس ۲۵ روپیہ میں سے صرف دس ۱۰ روپیہ رکھے گئے ہیں۔

---

[۱] النصر : ۳

وہ کیونکر بغیر اعانت عالی ہمت مسلمانوں کے انجام پذیر ہو۔

بعض صاحبوں کی سمجھ پر رونا آتا ہے جو وہ بروقت درخواست اعانت کے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کتاب کو بعد طیاری کتاب کے خرید لیں گے، پہلے نہیں، ان کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کچھ تجارت کا معاملہ نہیں اور مؤلف کو بجز تائید دین کے کسی کے مال سے کچھ غرض نہیں۔ اعانت کا وقت تو یہی ہے کہ جب طبع کتاب میں مشکلات پیش آ رہی ہیں ورنہ بعد چھپ چکنے کے اعانت کرنا ایسا ہے کہ جیسے بعد تندرستی کے دوا دینا۔ پس ایسی لاحاصل اعانت سے کس ثواب کی توقع ہو گی۔ خدا نے لوگوں کے دلوں سے دینی محبت کیسی مٹا دی۔ جو اپنے ننگ و ناموس کے کاموں میں ہزارہا روپیہ آنکھ بند کر کے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں لیکن دینی کاموں کے بارے میں جو اس حیاتِ فانی کا مقصد اصلی ہیں لمبے لمبے تامّلوں میں پڑ جاتے ہیں۔ زبان سے تو کہتے ہیں جو ہم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ پر حقیقت میں ان کو نہ خدا پر ایمان ہے نہ آخرت پر۔ اگر ایک ساعت اپنے بذل اموال کی کیفیت پر نظر کریں جو خداداد نعمتوں کو اپنے نفسِ امّارہ کے فربہ کرنے کے لیے ایک برس میں کس قدر خرچ کر ڈالتے ہیں اور پھر سوچیں جو خلق اللہ کی بھلائی اور بہبودی کے لیے ساری عمر میں خالصاً للہ کتنے کام کئے ہیں۔ تو اپنے خیانت پیشہ ہونے پر آپ ہی رو دیں۔ پر ان باتوں کو کون سوچے اور وہ پردے جو دل پر ہیں کیونکر دُور ہوں۔ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ[1]۔ ان ہی لوگوں کی پست ہمتی اور دنیا پرستی پر خیال کر کے بعض ہمارے معزز دوستوں نے جو دین کی محبت میں مثل عاشقِ زار پائے جاتے ہیں، بمقتضائے بشریت کے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس صورت میں لوگوں کا یہ حال ہے تو اتنی بڑی کتاب تالیف کرنا کہ جس کی چھپوائی پر ہزارہا روپیہ خرچ آتا ہے، بے موقعہ تھا۔ سو ان کی خدمت والا میں یہ عرض ہے کہ اگر ہم ان صدہا دقائق اور حقائق کو نہ لکھتے کہ جو درحقیقت کتاب کے حجم بڑھ جانے کا موجب ہیں تو پھر خود کتاب کی تالیف ہی غیر مفید ہوتی۔ رہا یہ فکر کہ اس قدر روپیہ کیونکر میسر آوے گا سو اس سے تو ہمارے دوست ہم کو مت ڈراویں اور یقین کر کے سمجھیں جو ہم کو اپنے خدائے قادر مطلق اور اپنے مولا کریم پر اس سے زیادہ تر بھروسہ ہے کہ جو ممسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے ان صندوقوں پر بھروسا ہوتا ہے کہ جن کی تالی ہر وقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ سو وہی قادر توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندہ کی حمایت کیلئے آپ مدد کرے گا۔ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ[2]۔

پناہم آں توانائیست ہر آن — ز بخل ناتوانانم مترساں

(اشتہار مندرجہ کتاب براہین احمدیہ جلد دوم صفحہ ب تا ق ۱۸۸۰ء)

(مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر)

---

[1] الرعد: ۳۴ [2] البقرۃ: ۱۰۷

(۲۱)

عُذر

اب کی دفعہ کہ جو حصہ سوم کے نکلنے میں قریب دو برس کے توقف ہوگئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے، لیکن واضح رہے کہ یہ تمام توقف مہتمم صاحب سفیر ہند کی بعض مجبوریوں سے جن کے مطبع میں کتاب چھپتی ہے ظہور میں آئی ہے۔

خاکسار **غلام احمد عفی اللہ عنہ**

(منقول از براہین احمدیہ حصہ دوم ٹائٹل صفحہ ۳ مطبوعہ ۱۸۸۰ء سفیر ہند پریس امرتسر)

۲۲

یا اللہ

مسلمانوں کی حالت اور اسلام کی غربت

اور نیز بعض ضروری اُمور سے اطلاع

آج کل غربت اسلام کی علامتیں اور دین متین محمدی پر مصیبتیں ایسی ظاہر ہو رہی ہیں کہ جہاں تک زمانہ بعث حضرت نبوی کے بعد میں ہم دیکھتے ہیں کسی قرن میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ اس سے زیادہ تر اور کیا مصیبت ہوگی کہ مسلمان لوگ دینی غمخواری میں بغایت درجہ سُست اور مخالف لوگ اپنے اعتقادوں کی ترویج اور اشاعت میں چاروں طرف سے کمربستہ اور چست نظر آتے ہیں جس سے دن بدن ارتداد اور بدعقیدگی کا دروازہ کُھلتا جاتا ہے اور لوگ فوج در فوج مُرتد ہو کر ناپاک عقائد اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مخالف جن کے عقائد فاسدہ بدیہی البطلان ہیں دن رات اپنے اپنے دین کی حمایت میں سرگرم ہیں۔ بحدیکہ یورپ و امریکہ میں عیسائی دین کے پھیلانے کے لیے بیوہ عورتیں بھی چندہ دیتی ہیں اور اکثر لوگ مرتے وقت وصیّت کر جاتے ہیں کہ اس قدر ترکہ ہمارا خالص مسیحی مذہب کے رواج دینے میں خرچ ہو۔ مگر مسلمانوں کا حال کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ ان کی غفلت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ نہ وہ آپ دین کی کچھ غمخواری کرتے ہیں اور نہ کسی غمخوار کو نیک ظنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خیال کرنا چاہیئے کہ غمخواری دینی کا کیسا موقعہ تھا اور خدمت گذاری کا کیا ضروری محل تھا کہ کتاب براہین احمدیہ کہ جس میں تین سو مضبوط دلیل سے حقیقتِ اسلام ثابت کی گئی ہے اور ہر ایک مخالف کے عقائد باطلہ کا ایسا استیصال کیا گیا ہے کہ گویا اس مذہب کو ذبح کیا گیا کہ پھر زندہ نہیں ہوگا۔ اس کتاب کے بارے میں بجز چند عالی ہمت مسلمانوں کے جن کی توجہ سے دو حصے اور کچھ تیسرا حصہ چھپ گیا، جو کچھ اور لوگوں نے اعانت کی وہ ایسی ہے کہ اگر بجائے تصریح کے صرف اسی پر قناعت کریں کہ انا للہ و انا الیہ راجعون تو مناسب ہے۔ ایھا الاخوان المومنون۔ مالکم لا تتوجھون۔ شوقناکم فلم تشتاقوا ونبھناکم فلم تتنبھوا۔ اِسمعوا عباد اللہ اسمعوا انصروا تؤجروا۔ وفی الانصار تبعثوا۔ وفی الدارین ترحموا۔ وفی مقعد صدق تقعدوا۔ رحمنا اللہ وایاکم۔ ھو مولانا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ اور اگر کوئی اب بھی متوجہ نہ ہو تو خیر۔ ہم بھی ارحم الراحمین کہتے ہیں اور اس کے پاک وعدے ہم غریبوں کو تسلّی بخش ہیں اور اس جگہ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے

کہ پہلے یہ کتاب صرف تیس پینتیس جُز تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سو جُز تک بڑھا دی گئی اور دس ؏ روپیہ عام مسلمانوں کے لیے اور پچیس ؏ روپے دوسری قوموں اور خواص کے لیے مقرر ہوئی، مگر اب یہ کتاب بوجہ احاطہ جمیع ضروریات تحقیق و تدقیق اور اتمام حجت کے تین سو جُز تک پہنچ گئی ہے جس کے مصارف پر نظر کرکے یہ واجب معلوم ہوتا تھا کہ آئندہ قیمت کتاب سو روپیہ رکھی جائے مگر بباعث پست ہمتی اکثر لوگوں کے یہی قرینِ مصلحت معلوم ہوا کہ اب وہی قیمت مقررہ سابقہ کہ گویا کچھ بھی نہیں۔ ایک دوامی قیمت قرار پاوے اور لوگوں کو ان کے حوصلہ سے زیادہ تکلیف دے کر پریشان خاطر نہ کیا جائے، لیکن خریداروں کو یہ استحقاق نہیں ہوگا کہ جو بطور حق واجب کے اس قدر اجزاء کا مطالبہ کریں بلکہ جو اجزاء زائد از حق واجب ان کو پہنچیں گی وہ محض لِلّٰہ فی اللہ ہوں گی اور ان کا ثواب ان لوگوں کو پہنچے گا جو خالصاً للّٰہ اس کام کے انجام کے لیے مدد کریں گے اور واضح رہے کہ اب یہ کام صرف ان لوگوں کی ہمت سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا کہ جو مجرد خریدار ہونے کی وجہ سے ایک عارضی جوش رکھتے ہیں۔ بلکہ اس وقت کئی ایک ایسے عالی ہمتوں کی توجہات کی حاجت ہے کہ جن کے دلوں میں ایمانی غیوری کے باعث سے حقیقی اور واقعی جوش ہے اور جن کا بے بہا ایمان صرف خرید و فروخت کے تنگ ظرف میں نہیں سما سکتا بلکہ اپنے مالوں کے عوض میں بہشت جاودانی خریدنا چاہتے ہیں۔ وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

بالآخر ہم اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ اے خداوند کریم تو اپنے خالص بندوں کو اس طرف کامل توجہ بخش۔ اے رحمٰن و رحیم تو آپ ان کو یاد دلا۔ اے قادر توانا۔ تو ان کے دلوں میں آپ الہام کر۔ آمین ثم آمین ؏

ونتوکل علٰی ربنا رب السمٰوات والارض رب العالمین ؏

المشتہر

خاکسار غلام احمد عفی اللہ عنہ

اشتہار ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد سوم ۱۸۸۲ء — مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

(۲۳)

عُذر واطّلاع

اُبؔ کی دفعہ کہ جو حصہ سوم کے نکلنے میں حد سے زیادہ توقف ہوگئی۔ غالباً اس توقف سے اکثر خریدار اور ناظرین بہت ہی حیران ہوں گے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ طرح طرح کے شکوک وشبہات بھی کرتے ہوں۔ مگر واضح رہے کہ یہ توقف ہماری طرف سے ظہور میں نہیں آئی بلکہ اتفاق یہ ہوگیا کہ جب مئی ۱۸۸۱ء کے مہینہ میں کچھ سرمایہ جمع ہونے کے بعد مطبع سفیرِ ہند امرتسر میں اجزاء کتاب کے چھپنے کے لیے دیئے گئے۔ اور اُمید تھی کہ غایت کار دو ماہ میں حصہ سوم چھپ کر شایع ہو جائے گا، لیکن تقدیری اتفاقوں سے جن میں انسان ضعیف البنیان کی کچھ پیش نہیں جاسکتی۔ مہتمم صاحب مطبع سفیر ہند طرح طرح کی ناگہانی آفات اور مجبوریوں میں مبتلا ہوگئے۔ جن مجبوریوں کی وجہ سے ایک مدت دراز تک مطبع بند رہا۔ چونکہ یہ توقف ان کے اختیار سے باہر تھی۔ اس لیے ان کی قائمی جمعیت تک برداشت سے انتظار کرنا مقتضاء انسانیت تھا۔ سو الحمد للہ کہ بعد ایک مدّت کے اُن کے موانع کچھ رو بخفت ہوگئے اور اب کچھ تھوڑے عرصہ سے حصّہ سوم کا چھپنا شروع ہوگیا، لیکن چونکہ اس حصہ کے چھپنے میں بوجہ موانع مذکورہ بالا ایک زمانہ دراز گذر گیا۔ اس لیے ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کو قرینِ مصلحت سمجھا کہ اس حصہ کے مکمل طور پر چھپنے کا انتظار نہ کیا جائے اور جس قدر اب تک چھپ چکا ہے وہی خریداروں کی خدمت میں بھیجا جاوے تا ان کی تسلّی وتشفّی کا موجب ہو اور جو کچھ اس حصّہ میں سے باقی رہ گیا ہے۔ وہ انشاء اللہ القدیر چہارم حصّہ کے ساتھ جو ایک بڑا حصّہ ہے، چھپوا دیا جائے گا۔

شاید ہم بعض دوستوں کی نظر میں اس وجہ سے قابل اعتراض ٹھہریں کہ ایسے مطبع میں جس میں ہر دفعہ لمبی لمبی توقف پڑتی ہے کیوں کتاب کا چھپوانا تجویز کیا گیا۔ سو اس اعتراض کا جواب ابھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ مہتمم مطبع کی طرف سے لاچاری توقف ہے نہ اختیاری۔ اور وہ ہمارے نزدیک ان مجبوریوں کی حالت میں قابلِ رحم ہیں نہ قابلِ الزام۔ ماسوائے اس کے مطبع سفیر ہند کے مہتمم صاحب میں ایک عمدہ خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت صحت اور صفائی اور محنت اور کوشش سے کام کرتے ہیں اور اپنی خدمت کو عرق ریزی اور جانفشانی سے انجام دیتے ہیں۔ یہ پادری صاحب

ؔ۱ طبع اوّل کا ذکر ہے۔

ہیں مگر باوجود اختلاف مذہب کے خدا نے ان کی فطرت میں یہ ڈالا ہوا ہے کہ اپنے کام منصبی میں اخلاص اور دیانت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ ان کو اس بات کا ایک سودا ہے کہ کام کی عمدگی اور خوبی اور صحت میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ انہیں وجوہ کی نظر سے باوجود اس بات کے کہ دوسرے مطابع کی نسبت ہم کو اس مطبع میں بہت زیادہ حق الطبع دینا پڑتا ہے۔ تب بھی انہیں کا مطبع پسند کیا گیا اور آئندہ امید قوی ہے کہ ان کی طرف سے حصہ چہارم کے چھپنے میں کوئی توقف نہ ہو۔ صرف اس قدر توقف ہوگی کہ جب تک کافی سرمایہ اس حصہ کے لیے جمع ہو جائے سو مناسب ہے کہ ہمارے مہربان خریدار اب کی طرح اس حصہ کے انتظار میں مضطرب اور متردّد نہ ہوں۔ جبھی کہ وہ حصہ چھپے گا خواہ جلدی اور خواہ کچھ دیر سے، جیسا خدا چاہے گا فی الفور تمام خریداروں کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ اور اس جگہ ان تمام صاحبوں کی توجہ اور اعانت کا شکر کرتا ہوں جنہوں نے خالصاً للہ حصہ سوم کے چھپنے کے لیے مدد دی۔ اور یہ عاجز خاکسار اب کی دفعہ ان عالی ہمت صاحبوں کے اسماء مبارکہ لکھنے سے اور نیز دوسرے خریداروں کے اندراجِ نام سے بوجہ عدم گنجائش اور بباعث بعض مجبوریوں کے مقصّر ہے۔ لیکن بعد اس کے اگر خدا چاہے گا اور نیت درست ہوگی تو کسی آئندہ حصہ میں بہ تفصیل تمام درج کئے جائیں گے۔

اور نیز اس جگہ یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس حصہ سوم میں تمام وہ تمہیدی اُمور لکھے گئے ہیں جن کا غور سے پڑھنا اور یاد رکھنا کتاب کے آئندہ مطالب سمجھنے کے لیے نہایت ضروری ہے اور اس کے پڑھنے سے یہ بھی واضح ہوگا کہ خدا نے دینِ حق اسلام میں وہ عزّت اور عظمت اور برکت اور صداقت رکھی ہے جس کا مقابلہ کسی زمانہ میں کسی غیر قوم سے کبھی نہیں ہو سکا اور نہ اَب ہو سکتا ہے اور اس امر کو مدلّل طور پر بیان کر کے تمام مخالفین پر اتمامِ حجت کیا گیا ہے اور ہر یک طالبِ حق کے لیے ثبوتِ کامل پانے کا دروازہ کھول دیا گیا ہے تا حق کے طالب اپنے مطلب اور مُراد کو پہنچ جاویں اور تا تمام مخالف سچائی کے کامل نوروں کو دیکھ کر شرمندہ اور لاجواب ہوں اور تا وہ لوگ بھی نادم اور منفعل ہوں جنہوں نے یورپ کی جھوٹی روشنی کو اپنا دیوتا بنا رکھا ہے اور آسمانی برکتوں کے قائلوں کو جاہل اور وحشی اور ناتربیت یافتہ سمجھتے ہیں اور سماوی نشانوں کے ماننے والوں کا نام احمق اور سادہ لوح اور نادان رکھتے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ یورپ کے علم کی نئی روشنی اسلام کی روحانی برکتوں کو مٹا دیگی اور مخلوق کا مکر خالق کے نوروں پر غالب آجائے گا۔ سو اب ہر یک منصف دیکھے گا کہ کون غالب آیا اور کون لاجواب اور عاجز رہا اور کون صادق اور دانشمند ہے اور کون کاذب اور نادان۔ و اللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان۔

خاکسار :۔ غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم بار اوّل صفحہ ۲، ۳ ملحقہ ٹائیٹل)

(مطبوعہ سفیر ہند پریس ۱۸۸۲ء)

(٢٤)

گذارش ضروری

چونکہ کتاب اب تین سو جز تک بڑھ گئی ہے لہٰذا اُن خریداروں کی خدمت میں جنہوں نے اب تک کچھ قیمت نہیں بھیجی یا پوری قیمت نہیں بھیجی۔ التماس ہے کہ اگر کچھ نہیں تو صرف اتنی مہربانی کریں کہ بقیہ قیمت بلاتوقف بھیجدیں۔ کیونکہ جس حالت میں اب اصلی قیمت کتاب کی سو ۱۰۰ روپیہ ہے اور اس کے عوض دس ۱۰ یا پچیس روپیہ قیمت قرار پائی۔ پس اگر یہ ناچیز قیمت بھی مسلمان لوگ بطور پیشگی ادا نہ کریں تو پھر گویا وہ کام کے انجام سے آپ مانع ہوں گے اور اس قدر ہم نے برعایت ظاہر لکھا ہے۔ ورنہ اگر کوئی مدد نہیں کرے گا یا کم توجہی سے پیش آئیگا۔ حقیقت میں وہ آپ ہی ایک سعادت عظمٰی سے محروم رہے گا۔ اور خدا کے کام رُک نہیں سکتے اور نہ کبھی رُکے۔ جن باتوں کو قادر مطلق چاہتا ہے وہ کسی کی کم توجہی سے ملتوی نہیں رہ سکتیں۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی :

خاکسار میرزا غلام احمدؐ

اشتہار مندرجہ ٹائیٹل براہین احمدیہ جلد سوم ۱۸۸۲ء مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر

(٢٥)

اسلامی انجمنوں کی خدمت میں

التماس ضروری

ایک خط انجمن اسلامیہ لاہور کے سکرٹری صاحب کی طرف سے اور ایسا ہی ایک تحریر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی طرف سے کہ جو انجمن ہمدردی اسلامی لاہور کے سکرٹری ہیں، موصول ہوکر اس عاجز کے ملاحظہ سے گذری۔ جس سے یہ مطلب تھا کہ ان عرضداشتوں پر معزز برادران اہلِ اسلام و منصفین اہلِ ہنود کے دستخط کرائے جائیں کہ جو مسلمانوں کی ترقی و تعلیم و ملازمت و نیز مدارس کی تعلیم میں اُردو زبان قائم رکھنے کے لیے گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لیے طیار کی گئی ہیں۔ مگر افسوس کہ مَیں اوّل بوجہ علالت اپنی طبیعت کے اور پھر بوجہ قیام ضروری امرتسر کے اس خدمت کو ادا نہیں کرسکا، لیکن بحکم الدین النصیحۃ اس قدر عرض کرنا اپنے بھائیوں کے دین اور دُنیا کی بہبودی کا موجب سمجھتا ہوں کہ اگرچہ گورنمنٹ کی رحیمانہ نظر میں مسلمانوں کی شکستہ حالت بہرحال قابلِ رحم ٹھہرے گی۔ جس گورنمنٹ نے اپنے قوانین میں مویشی اور چارپایوں سے بھی ہمدردی ظاہر کی ہے وہ کیونکر ایک گروہ کثیر انسانوں کی ہمدردی سے کہ جو اس کی رعیت اور اس کی زیر دست ہیں اور ایک غربت اور مصیبت کی حالت میں پڑے ہیں، غافل رہ سکتی ہے، لیکن ہمارے معزز بھائیوں پر صرف یہی واجب نہیں کہ وہ مسلمانوں کو افلاس اور تنزل اور نا تربیت یافتہ ہونے کی حالت میں دیکھ کر ہمیشہ اسی بات پر زور مارا کریں کہ کوئی میموریل طیار کرکے اور بہت سے دستخط اس پر کرا کر گورنمنٹ میں بھیجا جائے۔ ہر ایک کام دینی ہو یا دنیوی اس میں استمداد سے پہلے اپنی خداداد طاقت اور ہمّت کا خرچ کرنا ضروری ہے اور پھر اس فعل کی تکمیل کے لیے مدد طلب کرنا۔ خدا نے ہم کو ہماری ہر روزہ عبادات میں بھی یہی تعلیم دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ[۱] کہیں۔ نہ یہ کہ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ وَ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ۔ مسلمانوں پر جن امور کا اپنی اصلاح حال کے لیے اپنی ہمّت اور کوشش سے انجام دینا لازم ہے وہ انہیں فکر اور غور کے وقت آپ ہی معلوم ہو جائیں گے، حاجتِ بیان و تشریح نہیں، مگر اس جگہ ان امروں میں سے یہ امر قابلِ تذکرہ ہے جس پر گورنمنٹ انگلشیہ کی عنایات اور توجہات موقوف ہیں کہ گورنمنٹ ممدوحہ کے دل پر اچھی طرح یہ امر مرکوز کرنا چاہیئے کہ مسلمانانِ ہند ایک وفادار رعیت ہے۔ کیونکہ بعض ناواقف

[۱] الفاتحة : ۵

انگریزوں نے خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے کہ جو کمیشن تعلیم کے اب پریسیڈنٹ ہیں، اپنی ایک مشہور تصنیف میں اس دعوے پر بہت اصرار کیا ہے کہ مسلمان لوگ سرکار انگریزی کے دلی خیر خواہ نہیں ہیں اور انگریزوں سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ گو یہ خیال ڈاکٹر صاحب کا شریعت اسلام پر نظر کرنے کے بعد ہر یک شخص پر محض بے اصل اور خلاف واقعہ ثابت ہوگا، لیکن افسوس کہ بعض کوہستانی اور بے تمیز سفہاء کی نالائق حرکتیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں اور شاید انہیں اتفاقی مشاہدات سے ڈاکٹر صاحب موصوف کا وہم بھی مستحکم ہو گیا ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی جاہل لوگوں کی طرف سے اس قسم کی حرکات صادر ہوتی رہتی ہیں، لیکن محقق پر یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے لوگ اسلامی تدین سے دور و مہجور ہیں۔ اور ایسے ہی مسلمان ہیں جیسے مکلین عیسائی تھا۔ پس ظاہر ہے کہ ان کی یہ ذاتی حرکات ہیں۔ نہ شرعی پابندی سے اور ان کے مقابل پر ان ہزارہا مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ جو ہمیشہ جان نثاری سے خیر خواہی دولت انگلشیہ کی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں جو کچھ فساد ہوا۔ اس میں بجز جہلاء اور بدچلن لوگوں کے اور کوئی شائستہ اور نیک بخت مسلمان جو باعلم اور باتمیز تھا۔ ہرگز مفسدہ میں شامل نہیں ہوا۔ بلکہ پنجاب میں بھی غریب غریب مسلمانوں نے سرکار انگریزی کو اپنی طاقت سے زیادہ مدد دی۔ چنانچہ ہمارے والد صاحب مرحوم نے بھی باوصف کم استطاعتی کے اپنے اخلاص اور جوش خیر خواہی سے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس مضبوط اور لائق سپاہی بہم پہنچا کر سرکار میں بطور مدد کے نذر کی۔ اور اپنی غریبانہ حالت سے بڑھ کر خیر خواہی دکھلائی۔ اور جو مسلمان لوگ صاحب دولت و ملک تھے۔ انہوں نے تو بڑے بڑے خدمات نمایاں ادا کئے۔ اب پھر ہم اس تقریر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ گو مسلمانوں کی طرف سے اخلاص اور وفاداری کے بڑے بڑے نمونہ ظاہر ہو چکے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب نے مسلمانوں کی بدنصیبی کی وجہ سے ان تمام وفاداریوں کو نظر انداز کر دیا اور نتیجہ نکالنے کے وقت ان مخلصانہ خدمات کو نہ اپنے قیاس کے صغریٰ میں جگہ دی اور نہ کبریٰ میں۔ بہر حال ہمارے بھائی مسلمانوں پر لازم ہے کہ گورنمنٹ پر اُن کے دھوکوں سے متاثر ہونے سے پہلے مجدّد طور پر اپنی خیر خواہی ظاہر کریں۔ جس حالت میں شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں اور جس کی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کے لیے کامل مددگار ہو، قطعی حرام ہے تو پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ علمائے اسلام اپنے جمہوری اتفاق سے اس مسئلہ کو اچھی طرح شایع نہ کر کے ناواقف لوگوں کی زبان اور قلم سے موردِ اعتراض ہوتے رہیں جن اعتراضوں سے ان کے دین کی سُستی پائی جائے اور ان کی دنیا کو ناحق کا ضرر پہنچے۔ سو اس عاجز کی دانست میں قرین مصلحت یہ ہے کہ انجمن اسلامیہ لاہور و کلکتہ و بمبئی وغیرہ یہ بندوبست کریں کہ چند نامی مولوی صاحبان جن کی فضیلت اور علم اور زہد اور تقویٰ اکثر لوگوں کی نظر میں مسلّم الثبوت ہو اس امر

کے لیے چُن لیے جائیں کہ اطراف اکناف کے اہل علم کہ جو اپنے مسکن کے گرد و نواح میں کسی قدر شہرت رکھتے ہوں اپنی اپنی عالمانہ تحریریں جن میں برطبق شریعت حقہ سلطنت انگلشیہ سے جو مسلمانانِ ہند کی مربّی و محسن ہے۔ جہاد کرنے کی صاف ممانعت ہو۔ ان علماء کی خدمت میں بہ ثبت مواہیر بھیجدیں کہ جو بموجب قرار داد بالا اس خدمت کے لیے منتخب کئے گئے ہیں اور جب سب خطوط جمع ہو جائیں تو یہ مجموعہ خطوط کہ جو مکتوبات علماء ہند سے موسوم ہو سکتا ہے۔ کسی خوشخط مطبع میں بہ صحت تمام چھاپا جائے اور پھر دس بیس نسخہ اس کے گورنمنٹ میں اور باقی نسخہ جات متفرق مواضع پنجاب و ہندوستان خاص کر سرحدی ملکوں میں تقسیم کئے جائیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض غم خوار مسلمانوں نے ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے خیالات کا ردّ لکھا ہے۔ مگر یہ دو چار مسلمانوں کا ردّ جمہوری ردّ کا ہرگز قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ جمہوری ردّ کا اثر ایسا قوی اور پُرزور ہو گا جس سے ڈاکٹر صاحب کی تمام غلط تحریریں خاک سے مل جائیں گی۔ اور بعض ناواقف مسلمان بھی اپنے سچے اور پاک اصول سے بخوبی مطلع ہو جائیں گے اور گورنمنٹ انگلشیہ پر بھی صاف باطنی مسلمانوں کی اور خیر خواہی اس رعیت کی کما حقہٗ کُھل جائیگی اور بعض کوہستانی جہلاء کے خیالات کی اصلاح بھی بذریعہ اسی کتاب کی وعظ اور نصیحت کے ہوتی رہے گی۔ بالآخر یہ بات بھی ظاہر کرنا ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ اگرچہ تمام ہندوستان پر یہ حق واجب ہے کہ بنظر ان احسانات کے کہ جو سلطنت انگلشیہ سے اس کی حکومت اور آرام بخش حکمت کے ذریعہ سے عامۂ خلائق پر وارد ہیں۔ سلطنت ممدوحہ کو خداوند تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھیں اور مثل اَور نعماء الٰہی کے اس کا شکر بھی ادا کریں۔ لیکن پنجاب کے مسلمان بڑے ناشکر گذار ہونگے اگر وہ اس سلطنت کو جو ان کے حق میں خدا کی ایک عظیم الشان رحمت ہے نعمتِ عظمیٰ یقین نہ کریں۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ اس سلطنت سے پہلے وہ کس حالت پُرملالت میں تھے۔ اور پھر کیسے امن و امان میں آگئے۔ پس فی الحقیقت یہ سلطنت ان کے لیے ایک آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ جس کے آنے سے سب تکلیفیں اُن کی دُور ہوئیں اور ہر یک قسم کے ظُلم اور تعدّی سے نجات حاصل ہوئی اور ہر یک ناجائز روک اور مزاحمت سے آزادی میسّر آئی۔ کوئی ایسا مانع نہیں کہ جو ہم کو نیک کام کرتے سے روک سکے یا ہماری آسایش میں خلل ڈال سکے۔ پس حقیقت میں خداوند کریم و رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لیے ایک باران رحمت بھیجا ہے جس سے پودۂ اسلام کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے اور جس کے فوائد کا اقرار حقیقت میں خدا کے احسانوں کا اقرار ہے۔ یہی سلطنت ہے جس کی آزادی ایسی بدیہی اور مسلّم الثبوت ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے مظلوم مسلمان ہجرت کر کے اس ملک میں آنا بدل و جان پسند کرتے ہیں۔ جس صفائی سے اس سلطنت کے ظلّ حمایت میں مسلمانوں کی اصلاح کے لیے اور ان کی بدعات مخلوطہ دُور کرنے کے لیے وعظ ہو سکتا ہے اور جن تقریبات سے علماء اسلام کو ترویجِ دین کے لیے اس گورنمنٹ میں جوش پیدا ہوتے ہیں اور فکر اور نظر سے اعلیٰ درجہ کا کام لینا پڑتا ہے اور عمیق تحقیقاتوں سے تائید دین متین میں تالیفات ہو کر حجّت اسلام مخالفین پر پوری کی جاتی ہے۔

وہ میری دانست میں آجکل کسی اَور ملک میں ممکن نہیں۔ یہی سلطنت ہے جس کی عادلانہ حمایت سے علماء کو مدتوں کے بعد گویا صدہا سال کے بعد یہ موقعہ ملا کہ بے دھڑک بدعات کی آلودگیوں سے اور شرک کی خرابیوں سے اور مخلوق پرستی کے فسادوں سے نادان لوگوں کو مطلع کریں اور اپنے رسول مقبول کا صراط مستقیم کھول کر ان کو بتلادیں کیا ایسی سلطنت کی بدخواہی جس کے زیر سایہ تمام مسلمان امن اور آزادی سے بسر کرتے ہیں اور فرائض دین کو کما حقہٗ بجا لاتے ہیں اور ترویج دین میں سب ملکوں سے زیادہ مشغول ہیں، جائز ہوسکتی ہے حاشا وکلّا ہرگز جائز نہیں اور نہ کوئی نیک اور دیندار آدمی ایسا بدخیال دل میں لا سکتا ہے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ دُنیا میں آج یہی ایک سلطنت ہے جس کے سایۂ عاطفت میں بعض بعض اسلامی مقاصد ایسے حاصل ہوتے ہیں کہ جو دوسرے ممالک میں ہرگز ممکن الحصول نہیں۔شیعوں کے ملک میں جاؤ تو وہ سُنّت جماعت کے وعظوں سے افروختہ ہوتے ہیں۔اور سُنّت جماعت کے ملکوں میں شیعہ اپنی رائے ظاہر کرنے سے خائف ہیں۔ ایسا ہی مقلدین موحدین کے شہروں میں اور موحدین مقلدین کی بلاد میں دم نہیں مار سکتے۔اور گو کسی بدعت کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیں مونھ سے بات نکالنے کا موقعہ نہیں رکھتے۔آخر یہی سلطنت ہے جس کی پناہ میں ہر یک فرقہ امن اور آرام سے اپنی رائے ظاہر کرتا ہے اور یہ بات اہل حق کے لیے نہایت ہی مفید ہے کیونکہ جس ملک میں بات کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ نصیحت دینے کا حوصلہ ہی نہیں۔اس ملک میں کیونکر راستی پھیل سکتی ہے۔راستی پھیلانے کے لیے وہی ملک مناسب ہے۔جس میں آزادی سے اہلِ حق وعظ کر سکتے ہیں۔یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ دینی جہادوں سے اصلی غرض آزادی کا قائم کرنا اور ظلم کا دُور کرنا تھا اور دینی جہاد انہیں ملکوں کے مقابلہ پر ہوئے تھے جن میں واعظین کو اپنے وعظ کے وقت جان کا اندیشہ تھا اور جن میں امن کے ساتھ وعظ ہونا قطعی محال تھا اور کوئی شخص طریقہ حقہ کو اختیار کر کے اپنی قوم کے ظلم سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔لیکن سلطنت انگلشیہ کی آزادی نہ صرف ان خرابیوں سے خالی ہے بلکہ اسلامی ترقی کی بدرجۂ غایت ناصر اور مؤید ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس خداداد نعمت کا قدر کریں۔اور اس کے ذریعہ سے اپنی دینی ترقیات میں قدم بڑھاویں۔اور اس طرف بھی توجہ کریں کہ اس مربّی سلطنت کی شکرگذاری کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ جیسا ان کی دولت ظاہری کی خیر خواہی کی جاتے ایسا ہی اپنے وعظ اور معقول بیان اور عمدہ تالیفات سے یہ کوشش کی جائے کہ کسی طرح دین اسلام کی برکتیں بھی اس قوم کے حصہ میں آجائیں اور یہ امر بجز رفق اور مدارات اور محبت اور حلم کے انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔خدا کے بندوں پر رحم کرنا اور عرب اور انگلستان وغیرہ ممالک کا ایک ہی خالق سمجھنا اور اس کی عاجز مخلوق کی دل وجان سے غم خواری کرنا اصل دین وایمان کا ہے۔پس سب سے اوّل بعض اُن ناواقف انگریزوں کے اس وہم کو دُور کرنا چاہیئے کہ جو بوجہ ناواقفیت یہ سمجھ رہے ہیں کہ گویا قوم مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ جو نیکی کرنے والوں سے بدی کرتی ہے اور اپنے محسنوں سے ایذاء کے ساتھ پیش آتی ہے اور اپنی مربّی گورنمنٹ کی بدخواہ ہے حالانکہ

اپنے محسن کے ساتھ باحسان پیش آنے کی تاکید جس قدر قرآن شریف میں ہے اور کسی کتاب میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبیٰ[1]۔ وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ من اصطنع الیکم معروفاً فجازوہ فان عجزتم عن مجازاتہ فادعوا لہ حتی یعلم انکم قد شکرتم فان اللہ شاکر یحب الشاکرین۔

الملتمس :۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم ملحقہ ٹائٹل صفحہ الف و ب ۔مطبوعہ ۱۸۸۲ء سفیر ہند پریس امرتسر)

---

[1] النحل : ۹۱

(۲۶)

اعلام

اب کی دفعہ ان صاحبوں کے نام جنہوں نے کتاب کو خرید فرما کر قیمت پیشگی بھیجی یا محض للہ اعانت کی بوجہ عدم گنجائش نہیں لکھے گئے اور بعض صاحبوں کی یہ بھی رائے ہے کہ لکھنا کچھ ضرورت نہیں۔ بہرحال حصہ چہارم میں جو کچھ اکثر صاحبوں کی نظر میں قرین مصلحت ہوگا۔ اس پر عمل کیا جائیگا۔

خاکسار : **میرزا غلام احمد**

(منقول از براہین احمدیہ حصہ سوم ٹائٹل صہ۲ حاشیہ)

---

(۲۷)

مسلمانوں کی نازک حالت

اور

انگریزی گورنمنٹ

ترسم کہ بکعبہ پہ چوں روی اے اعرابی
کیں راہ کہ تو مے روی بترکستان است

آج کل ہمارے دینی بھائیوں مسلمانوں نے دینی فرائض کے ادا کرنے اور اخوت اسلامی کے بجالانے اور ہمدردی قومی کے پورا کرنے میں اس قدر سستی اور لاپروائی اور غفلت کر رکھی ہے کہ کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان میں ہمدردی قومی اور دینی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اندرونی فسادوں اور عنادوں اور اختلافوں نے قریب قریب ہلاکت کے اُن کو پہنچا دیا ہے اور افراط تفریط کی بیجا حرکات نے اصل مقصود سے ان کو بہت دور ڈال دیا ہے جس نفسانی طرز سے ان کی باہمی خصومتیں برپا ہو رہی ہیں اس سے نہ صرف یہی اندیشہ ہے کہ ان کا یہ اصل کینہ دن بدن ترقی کرتا جائے گا اور کیڑوں کی طرح بعض کو بعض کھائیں گے اور اپنے ہاتھ سے اپنے استیصال کے موجب ہوں گے۔ بلکہ یہ بھی یقیناً خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی دن ایسا ہی ان کا حال رہا تو اُن کے ہاتھ سے سخت ضرر اسلام کو پہنچے گا۔ اور ان کے ذریعہ سے بیرونی مفسد مخالف بہت سا موقعہ نکتہ چینی اور فساد انگیزی کا پائیں گے۔ آج کل کے بعض علماء پر ایک یہ بھی افسوس ہے کہ وہ اپنے بھائیوں پر اعتراض کرنے میں بڑی عجلت کرتے ہیں۔ اور قبل اس کے جو اپنے پاس علم صحیح قطعی موجود ہو۔ اپنے بھائی پر حملہ کرنے کو طیار ہو جاتے ہیں۔ اور کیونکر تیار نہ ہوں۔ بباعث غلبہ نفسانیت یہ بھی تو مدنظر ہوتا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو کہ جو مقابل پر نظر آ رہا ہے، نابود کیا جائے۔ اور اس کو شکست اور ذلت اور رسوائی پہنچے۔ اور ہماری فتح اور فضیلت ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات میں انکو فضول جھگڑے کرنے پڑتے ہیں۔ خدا نے یکلخت اُن سے عجز اور فروتنی اور حسنِ ظن اور محبت برادرانہ کو اُٹھا لیا۔ اِنّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں سے اس مضمون کی بابت کہ جو حصّہ سوم کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کے شکر کے بارے میں شامل ہے اعتراض کیا اور بعض نے خطوط بھی بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت

لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی۔ لیکن ظاہر ہے کہ جس سلطنت کو اپنی شائستگی اور حُسنِ انتظام کی رُو سے ترجیح ہو۔ اس کو کیونکر چھپا سکتے ہیں۔ خوبی باعتبار اپنی ذاتی کیفیت کے خوبی ہی ہے گو وہ کسی گورنمنٹ میں پائی جائے اَلحِکمَۃُ ضَالّۃُ المُؤمِن۔۔۔الخ اور یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھاوے۔ اس کے ظلِّ حمایت میں بامن و آسایش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے۔ اس کے انعامات متواترہ سے پرورش پاوے۔ پھر اسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے اور اس کے سلوک اور مروت کا ایک ذرہ شکر بجا نہ لاوے۔ بلکہ ہم کو ہمارے خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کے ذریعہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجا لاویں اور جب کبھی ہم کو موقعہ ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدلی صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں اور بہ طیب خاطر معروف اور واجب طور پر اطاعت اُٹھاویں۔ سو اس عاجز نے جس قدر حصہ سوم کے پرچہ مشمولہ میں انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف و احادیث نبوی کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ سو ہمارے بعض ناسمجھ بھائیوں کی یہ افراط ہے جس کو وہ اپنی کوتاہ اندیشی اور بخل فطرتی سے اسلام کا جُز سمجھ بیٹھے ہیں ؎

اے جفاکیش نہ عذر است طریقِ عشّاق ٭ ہرزہ بدنام کنی چند نکونامے را

اور جیسا کہ ہم نے ابھی اپنے بعض بھائیوں کی افراط کا ذکر کیا ہے ایسا ہی بعض ان میں سے تفریط کی مرض میں بھی مبتلا ہیں اور دین سے کچھ غرض واسطہ ان کا نہیں رہا۔ بلکہ ان کے خیالات کا تمام زور دُنیا کی طرف لگ رہا ہے۔ مگر افسوس کہ دنیا بھی ان کو نہیں ملتی۔ خَسِرَ الدُّنیَا وَالعَاقِبَۃ بن رہے ہیں اور کیونکر ملے۔ دین تو ہاتھ سے گیا اور دنیا کمانے کے لیے جو لیاقتیں ہونی چاہئیں وہ حاصل نہیں کیں۔ صرف شیخ چلّی کی طرح دُنیا کے خیالات دل میں بھرے ہیں اور جس لکیر پر چلنے سے دنیا ملتی ہے اس پر قدم نہ رکھا اور اس کے مناسب حال اپنے تئیں نہ بنایا۔ سو اب ان کا یہ حال ہے کہ نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے۔ انگریز جو انہیں نیم وحشی کہتے ہیں یہ بھی ان کا احسان ہی سمجھئے ورنہ اکثر مسلمان وحشیوں سے بھی بدتر نظر آتے ہیں۔ نہ عقل رہی۔ نہ ہمت رہی۔ نہ غیرت رہی نہ محبت رہی۔ فی الحقیقت یہ سچ ہے کہ جس قدر ان کے ہمسائیوں آریوں کی نظر میں ایک ادنیٰ حیوان گائے کی عزت اور توقیر ہے۔ ان کے دلوں میں اپنی قوم اور اپنے بھائیوں اور اپنے سچّے دین کی مہمات کی اس قدر بھی عزت نہیں۔ کیونکہ ہم ہمیشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اولوالعزم قوم آریہ گائے کی عزت قائم رکھنے کے لیے اس قدر کوششیں کر کے لکھوکھہا روپیہ جمع کر لیتے ہیں کہ مسلمان لوگ اللہ اور رسول کی عزت ظاہر کرنے کے لیے اس کا ہزارم حصّہ بھی جمع نہیں کر سکتے۔ بلکہ جہاں کہیں اعانتِ دینی کا ذکر آیا تو وہیں عورتوں کی طرح منہ اپنا چھپا لیتے ہیں۔ اور آریہ قوم کی اولوالعزمی غور کرنے سے اور بھی زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ گائے کی جان بچانے کے لیے کوشش کرنا حقیقت میں ان کے مذہب کی رُو سے

ایک ادنیٰ کام ہے کہ جو مذہبی کُتب سے ثابت نہیں بلکہ ان کے محقق پنڈتوں کو خوب معلوم ہے کہ کسی وید میں گائے کا حرام ہونا نہیں پایا جاتا۔ بلکہ رگوید کے پہلے حصہ سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ وید کے زمانہ میں گائے کا گوشت عام طور پر بازاروں میں بکتا تھا۔ اور آریہ لوگ بخوشی خاطر اس کو کھاتے تھے۔ اور حال میں جو ایک بڑے محقق یعنی آنریبل مونٹ اسٹورٹ الفنسٹن صاحب بہادر سابق گورنر بمبئی نے واقعات آریہ قوم میں ہندوؤں کی مستند پُستکوں کے رو سے ایک کتاب بنائی ہے جس کا نام تاریخ ہندوستان ہے۔ اس کے صفحہ نواسی میں منو کے مجموعہ کی نسبت صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اس میں بڑے بڑے تیوہاروں میں بیل کا گوشت کھانے کے لیے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے۔ یعنے اگر نہ کھاویں تو گنہگار ہوں۔ اور ایسی ہی ایک اور کتاب انہیں دنوں میں ایک پنڈت صاحب نے بمقام کلکتہ چھپوائی ہے جس میں لکھا ہے کہ وید کے زمانہ میں گائے کا کھانا ہندوؤں کے لیے دینی فرائض میں سے تھا۔ اور بڑے بڑے اور عمدہ عمدہ ٹکڑے برہمنوں کو کھانے کے لیے ملتے تھے اور علیٰ ہذا القیاس مہابھارت کے پرب تیرھویں میں بھی صاف تصریح ہے کہ گوشت گائے کا نہ صرف حلال اور طیّب بلکہ اس کا اپنے پتروں کے لیے برہمنوں کا کھلانا تمام جانوروں میں سے اولیٰ اور بہتر ہے اور اس کے کھلانے سے پتر دس ماہ تک سیر رہتے ہیں۔ غرض وید کے تمام رشیوں اور منوجی اور بیاس جی نے گوشت گائے کا استعمال کرنا فرائضِ دینی میں داخل کیا ہے اور موجب ثواب سمجھا ہے اور اس جگہ ہمارا بیان بعض کی نظر میں ناقص رہ جاتا اگر ہم پنڈت دیانند صاحب کو کہ جو ۳۰ اکتوبر ۱۸۸۳ء میں اس جہان کو چھوڑ گئے۔ رائے متفقہ بالا سے باہر رکھ لیتے۔ سو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ پنڈت صاحب موصوف نے بھی کسی اپنی کتاب میں گائے کا حرام اور پلید ہونا نہیں لکھا اور نہ وید کے رو سے اس کی حرمت اور ممانعت ذبح کو ثابت کیا، بلکہ بنظر ارزانی دُودھ اور گھی کے اس رواج کی بنیاد بیان کی۔ اور بعض ضرورت کے موقعوں میں گاؤکشی کو مناسب بھی سمجھا جیسا کہ ان کی ستیارتھ پرکاش اور وید بھاش سے ظاہر ہے۔

اب اس تمام تقریر سے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ آریہ لوگ اپنے وید مقدس اور اپنے بزرگ رشیوں اور بیاس جی اور منوجی کی قابل تعظیم فرمان اور اپنے محقق اور فاضل پنڈتوں کے قول سے کیوں خلاف ورزی اور انحراف کرتے ہیں بلکہ اس جگہ صرف یہ غرض ہے کہ آریہ قوم کیسی اولوالعزم اور باہمت اور اتفاق کرنے والی قوم ہے کہ ایک ادنیٰ بات پر بھی کہ جس کی مذہب کے رو سے کچھ بھی اصلیت نہیں پائی جاتی وہ اتفاق کر لیتے ہیں اور ہزار ہا روپیہ چندہ ہاتھوں ہاتھ جمع ہو جاتا ہے۔ پس جس قوم کا ناکارہ خیالات پر یہ اتفاق اور جوش ہے۔ اس قوم کی عالی ہمتی اور دلی جوش کا مہماتِ عظیمہ پر خود اندازہ کر لینا چاہیئے۔ پست ہمت مسلمانوں کو لازم ہے کہ جیتے ہی مر جائیں اگر محبت خدا اور رسول کی نہیں تو اسلام کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں۔ کیا خیانت کے کاموں میں اور نفسِ امارہ کی پیروی میں اور ناک کے بڑھانے کی نیت سے بے اندازہ مال ضایع کرنا اور اللہ اور رسول کی محبت میں اور ہمدردی کی راہ میں ایک دانہ ہاتھ سے نہ چھوڑنا یہی اسلام ہے؟ نہیں۔ یہ ہرگز اسلام نہیں۔ یہ ایک باطنی جذام ہے۔ یہی ادبار ہے کہ مسلمانوں

پر عاید ہو رہا ہے۔ اکثر مسلمان امیروں نے مذہب کو ایک ایسی چیز سمجھ رکھا ہے کہ جس کی ہمدردی غریبوں پر ہی لازم ہے، اور دولتمند اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جنہیں اس بوجھ کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے۔ اس عاجز کو اس تجربہ کا اسی کتاب کے چھپنے کے اثناء میں خوب موقعہ ملا۔ حالانکہ بخوبی مشتہر کیا گیا تھا کہ اب بباعث بڑھ جانے ضخامت کے اصل قیمت کتاب کی سو روپیہ ہی مناسب ہے کہ ذی مقدرت لوگ اس کی رعایت رکھیں۔ کیونکہ غریبوں کو یہ صرف دس روپیہ میں دی جاتی ہے۔ سو جبر نقصان کا واجبات سے ہے مگر بجز سات آٹھ آدمی کے سب غریبوں میں داخل ہو گئے خوب جبر کیا۔ ہم نے جب کسی منی آرڈر کی تفتیش کی کہ یہ پانچ روپیہ بوجہ قیمت کتاب کس کے آئے ہیں۔ یا یہ دس روپیہ کتاب کے مول میں کس نے بھیجے ہیں۔ تو اکثر یہی معلوم ہوا کہ فلاں نواب صاحب نے یا فلاں رئیس اعظیم نے۔ ہاں! نواب اقبال الدولہ صاحب حیدر آباد نے اور ایک اور رئیس نے ضلع بلند شہر سے جس نے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کیا ہے ایک نسخہ کی قیمت میں سو سو روپیہ بھیجا ہے۔ اور ایک عہدہ دار محمد افضل خاں نام نے ایک سو دس اور نواب صاحب کوٹلہ مالیر نے تین نسخہ کی قیمت میں سو روپیہ بھیجا۔ اور سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم لودھیانہ نے کہ جو ایک ہندو رئیس ہیں۔ اپنی عالی ہمتی اور فیاضی کی وجہ سے بطور اعانت بھیجے ہیں۔ سردار صاحب موصوف نے ہندو ہونے کی حالت میں اسلام سے ہمدردی ظاہر کی۔ بخیل اور ممسک مسلمانوں کو جو بڑے بڑے لقبوں اور ناموں سے بلائے جاتے ہیں اور قارون کی طرح بہت سا روپیہ دبائے بیٹھے ہیں۔ اس جگہ اپنی حالت کو سردار صاحب کے مقابلہ پر دیکھ لینا چاہیئے۔ جس حالت میں آریوں میں ایسے لوگ بھی پائے گئے ہیں کہ جو دوسری قوم کی بھی ہمدردی کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی کم ہیں کہ جو اپنی ہی قوم سے ہمدردی کر سکیں تو پھر کہو کہ اس قوم کی ترقی کیونکر ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[1] دینی ہمدردی بجز مسلمانوں کے ہر ایک قوم کے امراء میں پائی جاتی ہے۔ ہاں اسلامی امیروں میں ایسے لوگ بہت ہی کم پائے جائیں گے کہ جن کو اپنے سچے اور پاک دین کا ایک ذرہ خیال ہو۔ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس خاکسار نے ایک نواب[2] صاحب کی خدمت میں کہ جو بہت پارسا طبع اور متقی اور فضائل علمیہ سے متصف اور قال اللہ اور قال الرسول سے بدرجۂ نہایت خبر رکھتے ہیں۔ کتاب براہین احمدیہ کی اعانت کے لیے لکھا تھا۔ سو اگر نواب صاحب ممدوح اس کے جواب میں یہ لکھتے کہ ہماری رائے میں کتاب ایسی عمدہ نہیں جس کے لیے کچھ مدد کی جائے تو کچھ جائے افسوس نہ تھا۔ مگر صاحب موصوف نے پہلے تو یہ لکھا کہ پندرہ بیس کتابیں ضرور خریدیں گے۔ اور پھر دوبارہ یاددہانی پر یہ جواب آیا کہ دینی مباحثات کی کتابوں کا خریدنا یا ان میں کچھ مدد دینا خلاف منشائے گورنمنٹ انگریزی ہے۔ اس لیے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں۔ سو ہم بھی نواب صاحب کو امید گاہ نہیں بناتے۔ بلکہ امید گاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے (خدا کرے گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر بہت راضی

---

[1] الرعد: ۱۲ — [2] یہ صدیق حسن خاں نواب معزول بھوپالوی کا ذکر ہے (مرتب)

رہے) لیکن ہم بادب تمام عرض کرتے ہیں کہ ایسے ایسے خیالات میں گورنمنٹ کی ہجو ملیح ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا یہ اصول نہیں ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے سے روکے یا دینی کتابوں کی اعانت کرنے سے منع کرے۔ ہاں اگر کوئی مضمون مخل امن یا مخالف انتظام سلطنت ہو تو اس میں گورنمنٹ مداخلت کرے گی۔ ورنہ اپنے اپنے مذہب کی ترقی کے لیے وسائل جائزہ کو استعمال میں لانا ہر ایک قوم کو گورنمنٹ کی طرف سے اجازت ہے۔ پھر جس قوم کا مذہب حقیقت میں سچا ہے اور نہایت کامل اور مضبوط دلائل سے اس کی حقیت ثابت ہے وہ قوم اگر نیک نیتی اور تواضع اور فروتنی سے خلق اللہ کو نفع پہنچانے کے لیے اپنے دلائل حقہ شایع کرے تو عادل گورنمنٹ کیوں اس پر ناراض ہوگی۔ ہمارے اسلامی امراء کو اس بات سے بہت کم خبر ہے کہ گورنمنٹ کی عادلانہ مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ دلی انشراح سے آزادی کو قائم رکھے۔ اور خود ہم نے بچشم خود ایسے لایق اور نیک فطرت انگریز کئی دیکھے ہیں۔ کہ جو مداہنہ اور منافقانہ سیرت کو پسند نہیں کرتے اور تقویٰ اور خدا ترسی اور یک رنگی کو اچھا سمجھتے ہیں اور حقیقت میں تمام برکتیں یک رنگی اور خُدا ترسی میں ہی ہیں جن کا عکس کبھی نہ کبھی خویش اور بیگانہ پر پڑ جاتا ہے اور جس پر خدا راضی ہے آخر اس پر خلق اللہ بھی راضی ہو جاتی ہے۔ غرض نیک نیتی اور صالحانہ قدم سے دینی اور قومی ہمدردی میں مشغول ہونا اور فی الحقیقت دنیا اور دین میں دلی جوش سے خلق اللہ کا خیر خواہ بننا ایک ایسی نیک صفت ہے کہ اس قسم کے لوگ کسی گورنمنٹ میں پائے جانا اس گورنمنٹ کا فخر ہے اور اس زمین پر آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ جس میں ایسے لوگ پائے جائیں لیکن سخت بدنصیب وہ گورنمنٹ ہے جس کے ماتحت سب منافق ہی ہوں کہ جو گھر میں کچھ کہیں اور روبرو کچھ کہیں سو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ لوگوں کا یکرنگی میں ترقی کرتے جانا اور گورنمنٹ کو ایک محسن دوست سمجھ کر بے تکلف اسکے ساتھ پیش آنا یہی خوش قسمتی گورنمنٹ انگریزی کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے مربّی حکام نہ صرف قول سے آزادی کا سبق ہم کو دیتے ہیں بلکہ دینی اُمور میں خود آزادانہ افعال بجا لا کر اپنی فعلی نصیحت سے ہم کو آزادی پر قائم کرنا چاہتے ہیں اور بطور نظیر کے یہی کافی ہے کہ شاید ایک ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ جب ہمارے ملک کے نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر بٹالہ ضلع گورداسپورہ میں تشریف لائے تو انہوں نے گرجا گھر کی بنیاد رکھنے کے وقت نہایت سادگی اور بے تکلّفی سے عیسائی مذہب سے اپنی ہمدردی ظاہر کرکے فرمایا کہ مجھ کو امید تھی کہ چند روز میں یہ ملک دینداری اور راستبازی میں بخوبی ترقی پائے گا، لیکن تجربہ اور مشاھدہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی کم ترقی ہوئی (یعنے ابھی لوگ بکثرت عیسائی نہیں ہوتے اور پاک گروہ کرسچنوں کا ہنوز قلیل المقدار ہے) تو بھی ہم کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پادری صاحبان کا کام بے فائدہ نہیں اور ان کی محنت ہرگز ضائع نہیں بلکہ خمیر کے موافق دلوں میں اثر کرتی ہے اور باطن میں بہت سے لوگوں کے دل طیار ہوتے جاتے ہیں مثلاً ایک مہینے سے کم گذرا ہوگا کہ ایک معزز رئیس میرے پاس آیا اور مجھ سے ایک گھنٹہ تک دینی گفتگو کی معلوم

ہوتا تھا کہ اس کا دل کچھ طیاری چاہتا ہے ۔ اس نے کہا کہ میں نے دینی کتابیں بہت دیکھیں لیکن میرے گناہوں کا بوجھ ٹلا نہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ مَیں نیک کام نہیں کر سکتا ۔ مجھے بہت بے چینی ہے ۔ مَیں نے جواب میں اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو زبان میں اس کو اس لہو کی بابت سمجھایا جو سارے گناہوں سے پاک وصاف کرتا ہے اور اس راستبازی کی بابت سمجھایا کہ جو اعمال سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ مفت ملتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سنسکرت میں انجیل دیکھی ہے اور ایک دو دفعہ یسوع مسیح سے دُعا مانگی ہے اور اب میں خوب انجیل کو دیکھوں گا اور زور زور سے عیسٰی مسیح سے دُعا مانگوں گا (یعنی مجھ کو آپ کے وعظ سے بڑی تاثیر ہوئی اور عیسائی مذہب کی کامل رغبت پیدا ہو گئی) اب دیکھنا چاہیئے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے کس محنت سے ہندو رئیس کو اپنے مذہب کی طرف مائل کیا۔ اور اگرچہ ایسے ایسے رئیس اپنے مطلب نکالنے کے لیے حکام کے روبرو ایسی ایسی منافقانہ باتیں کیا کرتے ہیں ۔ حکام ان پر خوش ہو جائیں اور ان کو اپنا دینی بھائی بھی خیال کر لیں، لیکن اس تقریر سے مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ صاحب موصوف کی اس گفتگو سے گورنمنٹ انگریزی کی آزادی کو سمجھ لینا چاہیئے ۔ کیونکہ جب خود نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اپنے خوش عقیدہ کا ہندوستان میں پھیلانا بدلی رغبت چاہتے ہیں ۔ بلکہ اس کے لیے کبھی کبھی موقعہ پاکر تحریک بھی کرتے ہیں ۔ تو پھر وہ دوسروں پر اپنے اپنے دین کی ہمدردی کرنے میں کیوں ناراض ہوں گے۔ اور حقیقت میں یکرنگی سے ہمدردی بجالانا ایک نیک صفت ہے جس پر نفاق کی سیرت کو قربان کرنا چاہیئے ۔

اسی یک رنگی کے جوش سے بمبئی کے سابق گورنر سر رچرڈ ٹیمپل صاحب نے مسلمانوں کی نسبت ایک مضمون لکھا ہے چنانچہ وہ ولایت کے ایک اخبار "ایوننگ سٹینڈرڈ" نامی میں چھپ کر اُردو اخباروں میں بھی شایع ہو گیا ہے ۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ مسلمان لوگ عیسائی نہیں ہوتے ۔ اور وجہ یہ ہے کہ ان کا مذہب ان نا ممکن باتوں سے لبریز نہیں ہے جن میں ہندو مذہب ڈوبا ہوا ہے ۔ ہندو مذہب اور بدھ مذہب کے قائل کرنے کے لیے ممکن ہے کہ ہنسی ہنسی میں عام دلائل سے قائل کر کے ان کو مذہب سے گرایا جائے ۔ لیکن اسلامی مذہب عقل کا مقابلہ بخوبی کرتا ہے اور دلائل سے نہیں ٹوٹ سکتا ہے ۔ عیسائی لوگ آسانی سے دوسرے مذہبوں کے نا ممکنات ظاہر کر کے انکے پیروؤں کو مذہب سے ہٹا سکتے ہیں ۔ مگر محمدیوں کے ساتھ ایسا کرنا ان کے لیے ٹیڑھی لکیر ہے ۔ سو یہ یک رنگی مسلمان امیروں میں نہیں پائی جاتی چہ جائیکہ وہ اس مضمون پر غور کریں۔

خاکسار غلام احمدؑ

(اشتہار مندرجہ براہین احمدیہ جلد چہارم ۱۸۸۴ء از صفحہ الف تا د)

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(۲۸)

ہم اور ہماری کتاب

ابتدا میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی، اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ پھر بعد اس کے قدرت الٰہیہ کی ناگہانی تجلّی نے اس احقر عباد کو موسیٰ کی طرح ایک ایسے عالم سے خبر دی جس سے پہلے خبر نہ تھی۔ یعنی یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شبِ تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ کی آواز آئی۔ اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولّی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اُس نے جلد چہارم تک انوار حقیّت اسلام کے ظاہر کئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجّت کے لیے کافی ہیں۔ اور اس کے فضل و کرم سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ جب تک شکوک اور شبہات کی ظلمت کو بکلی دُور نہ کرے۔ اپنی تائیدات غیبیہ سے مددگار رہے گا۔ اگرچہ اس عاجز کو اپنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں، لیکن اس سے نہایت خوشی ہے کہ وہ حیّ و قیوم کہ جو فنا اور موت سے پاک ہے ہمیشہ تاقیامت دین اسلام کی نصرت میں ہے۔ اور جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ ایسا اس کا فضل ہے کہ جو اس سے پہلے کسی نبی پر نہیں ہوا۔ اس جگہ ان نیک دل ایمانداروں کا شکر کرنا لازم ہے جنہوں نے اس کتاب کے طبع ہونے کے لیے آج تک مدد دی ہے۔ خدا تعالیٰ ان سب پر رحم کرے اور جیسا انہوں نے اس کے دین کی حمایت میں اپنی دلی محبت سے ہر یک دقیقہ کوشش کے بجالانے میں زور لگایا ہے۔ خداوند کریم ایسا ہی ان پر فضل کرے۔ بعض صاحبوں نے اس کتاب کو محض خرید و فروخت کا ایک معاملہ سمجھا ہے اور بعض کے سینوں کو خدا نے کھول دیا اور صدق اور ارادت کو ان کے دلوں میں قائم کر دیا ہے، لیکن موخر الذکر ہنوز وہی لوگ ہیں کہ جو استطاعت مالی بہت کم رکھتے ہیں اور سنت اللہ اپنے پاک نبیوں سے بھی یہی رہی ہے کہ اوّل اوّل ضعفاء اور مساکین ہی رجوع کرتے رہے ہیں۔ اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لیے کھول دے گا۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

اشتہار ٹائیٹل پیج صفحہ آخری براہین احمدیہ جلد چہارم ۱۸۸۴ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(۲۹)

اشتہار

منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے میرے اس مطبوعہ[1] خط جس کی ایک ایک کاپی غیر مذاہب کے رؤسا اور مقتداؤں کے نام خاکسار نے روانہ کئے تھے جس کے جواب میں پہلے نابھہ سے پھر لاہور سے یہ لکھا تھا کہ تم ہمارے پاس آؤ اور ہم سے مباحثہ کرلو اور زرموعودہ اشتہار پیشگی بنک میں داخل کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں خاکسار نے رقیمہ ذیل معہ دو ہزار چار سو روپیہ نقد ایک جماعت اہل اسلام کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں روانہ لاہور کیا۔ جب وہ جماعت منشی صاحب کے مکان موعود پر پہنچی تو منشی صاحب کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے اون کو معلوم ہوا کہ جس دن منشی صاحب نے خاکسار کے نام وہ خط روانہ کیا تھا اسی دن سے وہ فرید کوٹ تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ باوجودیکہ اس خط میں منشی صاحب نے ایک ہفتہ تک منتظر جواب رہنے کا وعدہ تحریری لکھا تھا۔ یہ امر نہایت تعجب اور تردد کا موجب ہوا۔ لہٰذا یہ قرار پایا کہ اس رقیمہ کو بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاوے اور اس کی ایک کاپی منشی صاحب کے نام حسب نشان مکان موجودہ[2] بذریعہ رجسٹری روانہ کی جاوے۔ وہ یہ ہے:۔

مشفقی اندرمن صاحب!

میرے اس خط کا جواب نہیں دیا۔ ایک نئی بات لکھی ہے جس کی تعمیل مجھ پر اپنے عہد کے رُو سے واجب نہیں ہے۔ میری طرف سے یہ عہد تھا کہ جو شخص میرے پاس آوے اور صدق دل سے ایک سال میرے پاس ٹھہرے اس کو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی آسمانی نشان مشاہدہ کرا دے گا جس سے قرآن اور دین اسلام کی صداقت ثابت ہو۔ آپ اس کے جواب میں اوّل تو مجھے اپنے پاس (نابھہ میں پھر لاہور میں) بُلاتے ہیں اور خود آنے کا ارادہ ظاہر فرماتے ہیں تو مباحثہ کے لیے نہ آسمانی نشان دیکھنے کے لیے۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ روپیہ اشتہار پیشگی طلب فرماتے ہیں جس کا مَیں نے پہلے وعدہ نہیں دیا۔ اب آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میری تحریر سے آپ کا جواب کہاں تک تفاوت رکھتا ہے

؎ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

---

[1] یہ خط جلد ہذا کے صفحہ ۲۱ پر ہے۔ (مرتب)

[2] دراصل "موعودہ" لفظ ہے۔ کاتب کی غلطی سے الحکم میں "موجودہ" لکھا گیا۔ (مرتب)

لہٰذا میں اپنے اسی پہلے اقرار کے رُو سے پھر آپ کو لکھتا ہوں کہ آپ ایک سال رہ کر آسمانی نشانوں کا مشاہدہ فرماویں۔ اگر بالفرض کسی آسمانی نشان کا آپ کو مشاہدہ نہ ہو تو میں آپ کو چوبیس سو روپیہ دے دوں گا۔ اور اگر آپ کو پیشگی لینے پر اصرار ہو تو مجھے اس سے بھی دریغ وعذر نہیں۔ بلکہ آپ کے اطمینان کے لیے سردست چوبیس سو روپیہ نقد ہمراہ رقیمہ ہذا ارسال خدمت ہے۔ مگر چونکہ آپ نے یہ ایک امر زائد چاہا ہے اس لیے مجھے بھی حق پیدا ہو گیا ہے کہ میں اس امر زائد کے مقابلہ میں کچھ شرط ایسی کر دوں جن کا ماننا آپ پر واجبات سے ہے۔ (۱) جب تک آپ کا سال گذر نہ جائے کوئی دوسرا شخص آپ کے گروہ سے زر موعود پیشگی لینے کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ ہر شخص کو زر پیشگی دینا سہل اور آسان نہیں ہے۔ (۲) اگر مشاہدہ نشان آسمانی کے بعد اظہار اسلام میں توقف کریں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں تو پھر حرجانہ یا جُرمانہ دونوں امر سے ایک ضرور ہے (الف) سب لوگ آپ کے گروہ کے جو آپ کو مقتدا جانتے ہیں یا آپ کے حامی و مُربّی ہیں اپنا عجز اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کا بے دلیل ہونا تسلیم کر لیں اور وہ لوگ ابھی سے آپ کو اپنا وکیل مقرر کر کے اس تحریر کا آپ کو اختیار دیں۔ پھر اس پر اپنے دستخط کریں۔ (ب) درصورت تخلّف وعدہ جانب ثانی سے اس کا مالی جرمانہ یا معاوضہ جو آپ کی اور آپ کے مربیوں اور حامیوں اور مقتدیوں کی حیثیت کے مطابق ہو ادا کریں تاکہ وہ اس مال سے اس وعدہ خلافی کی کوئی یادگار قائم کی جائے (ایک اخبار تائید اسلام میں جاری ہو یا کوئی مدرسہ تعلیم نومسلم اہلِ اسلام کے لیے قائم ہو)۔ آپ ان شرائط کو تسلیم نہ کریں تو آپ مجھ سے پیشگی روپیہ نہیں لے سکتے۔ اور اگر آپ آسمانی نشان کے مشاہدہ کے لیے نہیں آنا چاہتے۔ صرف مباحثہ کے لیے آنا چاہتے ہیں تو اس امر کے لیے میری خصوصیت نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس اُمّتِ محمدیہ میں علماء اور فضلاء اور بہت ہیں جو آپ سے مباحثہ کرنے کو طیار ہیں۔ میں جس امر میں مامور ہو چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں کر سکتا اور اگر مباحثہ بھی مجھ سے منظور ہے تو آپ میری کتاب کا جواب دیں۔ یہ مباحثہ کی صورت عمدہ ہے۔ اس میں معاوضہ بھی زیادہ ہے اور بجائے چوبیس سو کے دس ہزار روپیہ۔

۳۰ رمئی ۱۸۸۵ء۔

(مطبوعہ صدیقی پریس لاہور)

(منقول از اخبار الحکم جلد ۵ نمبر ۳۴ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳ کالم ۲)

(۳۰)

اعلان[1]

مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ کے اشتہار مورخہ ۳۰ مئی ۱۸۸۵ء مطبوعہ صدیقی پریس لاہور کے جواب میں منشی اندرمن مراد آبادی نے ایک اشتہار مطبوعہ مفید عام پریس لاہور مشتہر کیا تھا جس کے جواب میں مرزا صاحب نے نامہ ذیل تحریر فرما کر بذریعہ رجسٹری منشی اندرمن کے نام ارسال فرمایا ہے۔ اس کو ہم پبلک سے انصاف چاہنے کی امید پر مشتہر کرتے ہیں۔

الراقم فقیر عبداللہ سنوری

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مشفقی منشی اندرمن صاحب! بعد ماوجب

آپ بُرا نہ مانیں۔ آپ کے اشتہار کے پڑھنے سے عجب طرح کی کارستانی آپ کی معلوم ہوئی۔ آپ اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ پہلے انہوں نے (یعنی اس عاجز نے) مجھ سے بحث کرنے کا وعدہ کیا۔ جب میں اسی نیت سے مشقت سفر اُٹھا کر لاہور میں آیا تو پھر میری طرف اس مضمون کا خط بھیجا کہ ہم بحث کرنا نہیں چاہتے اور مجھ کو ناحق کی تکلیف دی۔ اب دیکھئے کہ آپ نے اپنی عہدشکنی اور کنارہ کشی کے چھپانے کے لیے کس قدر حق پوشی اختیار کی اور بات کو اپنی اصلیت سے بدل کر کچھ کا کچھ بنا دیا۔ آپ خود ہی انصاف فرماویں کہ جس حالت میں آپ ہی سے یہ بے جا حرکت وقوع میں آئی کہ آپ نے اوّل لاہور میں پہنچ کر اس خاکسار کی طرف اس مضمون کا خط[2] لکھا کہ میں آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لیے ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنا منظور کرتا ہوں مگر اس شرط سے کہ پہلے چوبیس سو روپیہ نقد میرے لیے بنک سرکاری میں جمع کرایا جائے اور اب میں لاہور میں مقیم ہوں۔ اور سات دن تک اس خط کے جواب کا انتظار کروں گا۔ پھر جب حسب تحریر آپ کے اندر میعاد سات دن کے وہ روپیہ لاہور میں آپکی خدمت میں بھیجا تو آپ میعاد کے گذرنے سے پہلے ہی فرید کوٹ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو اب وعدہ خلافی اور کنارہ کشی اور عہدشکنی اور رُوپوشی آپ سے ظہور میں آئی یا مجھ سے۔ اور جبکہ میں نے بمجرد طلب کرنے آپ کے اس قدر رقم کثیر

---

[1] یہ اشتہار ایک صفحہ ۲۱ سطر تقطیع کلاں پر ہے۔ (مؤلف)

[2] نوٹ :- منشی صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ (آپ حسب وعدہ اشتہار مشتہرہ بحساب دو سو روپیہ ماہوار۔ چوبیس سو روپیہ بابت ایک سال بنک سرکار میں داخل کر دیں) سو ناظرین پر واضح ہو کہ اشتہار مشتہرہ الخ

جو چوبیس سوؔ روپیہ ہے ۔بنک سرکاری میں جمع کرانے کے لیے پیش کردی ۔ تا بحالت مغلوب ہونے میرے کے وہ سب روپیہ آپ کو مل جائے تو کیا کوئی منصف آدمی گریز کا الزام مجھ کو دے سکتا ہے ۔ لیکن آپ فرماویں کہ آپ کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ جس حالت میں آپ کو رجسٹری شدہ خط بھیجا گیا تھا اور لکھا گیا تھا کہ اگر آپ ایک سال تک قادیان میں ٹھہریں تو ضرور خداوندکریم اثبات حقیقت اسلام میں کوئی آسمانی نشان آپ کو دکھائے گا اور اگر اس عرصہ تک کوئی نشان ظاہر نہ ہو تو چوبیس سوؔ روپیہ نقد بطور جرمانہ یا ہرجانہ آپ کو دیا جائے گا ۔ اور اگر عرصہ مذکورہ میں کوئی نشان دیکھ لیں تو اسی جگہ قادیان میں مسلمان ہو جائیں ۔ چنانچہ ہم نے آپ کی تسلّی کے لیے چوبیس سوؔ روپیہ نقد بھیج دیا ۔ اور جو ہم پر فرض تھا اس کو پورا کر دکھایا ۔ تو آپ نے ہماری اس حجّت کے اُٹھانے کے لیے جو آپ پر وارد ہو چکی تھی کیا کوشش کی ۔ اگر ہم آپ کے خیال میں جھوٹے تھے ۔ تو کیوں آپ نے ہمارے مقابلہ سے منہ پھیر لیا ۔ آپ پر واجب تھا کہ قادیان میں ایک سال تک رہ کر اس خاکسار کا جھوٹ ثابت کرتے کیونکہ اس میں آپ کا کچھ خرچ نہ تھا ۔ آپ کو چوبیس سوؔ روپیہ نقد ملتا تھا ، مگر آپ نے اس طرف تو رُخ بھی نہ کیا ۔ اور یوں ہی لاف وگزاف کے طور پر اپنے اشتہار میں لکھ دیا کہ جو آسمانی نشانوں کا دعوے ہے یہ بے اصل محض ہے ۔ منشی صاحب آپ انصافاً فرماویں کہ آپ کو ایسی تحریر سے کیا فائدہ ہوا ۔ کیا اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم درحقیقت اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں ۔ آپ نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ ایک شخص تو اپنی تائید دعوے میں اس قدر اپنا صدق دکھلا رہا ہے کہ اگر کوئی اس کا جھوٹا ہونا ثابت کرے تو وہ چوبیس سوؔ روپیہ نقد اس کو دیتا ہے اور آپ اس کی آزمائش دعوے سے تو کنارہ کش مگر یوں ہی اپنے مُنہ سے کہے جاتے ہیں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں صادق نہیں ہے ۔ یہ کس قدر دور از انصاف وایمانداری ہے ۔ آپ نے کچھ سوچا ہوتا کہ منصف لوگ آپ کو کیا کہیں گے ۔

رہا یہ الزام آپ کا کہ گویا اول ہم نے اپنے خط میں بحث کو منظور کیا اور پھر دوسرے خط میں نامنظوری ظاہر کی ۔ یہ بات بھی سراسر آپ ہی کا ایجاد ہے ۔ اس عاجز کے بیان میں جس کو آپ نے کھینچ تان کر کچھ کا کچھ بنا لیا ہے ، کسی نوع کا اختلاف یا تناقض نہیں کیونکہ مَیں نے اپنے آخری خط میں جو مطبع صدیقی میں چھپا ہے جس کا آپ حوالہ دیتے ہیں ۔ کسی ایسی بحث سے ہرگز انکار نہیں کیا جس کی نسبت اپنے پہلے خط میں رضامندی ظاہر کی تھی ۔ بلکہ اس آخری خط میں صرف یہ لکھا ہے کہ اگر آپ آسمانی نشانوں کے مشاہدہ کے لیے نہیں بلکہ صرف مباحثہ کے لیے آنا چاہتے ہیں تو اس امر سے میری خصوصیت نہیں ۔ مجرد بحثوں کے لیے اور علماء وفضلاء بہت ہیں ۔ تو اس تقریر سے انکار کہاں سمجھا جاتا ہے ۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمارا اصل کام اسلامی انوار وبرکات کا دکھلانا ہے اور اسی مطلب کے لیے رجسٹری شدہ خط بھیجے گئے تھے ۔ سو یہ ہمیں ہرگز منظور نہیں کہ اس اصل کام کو ملتوی اور موقوف کر کے اپنی خدمت دینی کو صرف مباحثات ومناظرات تک محدود رکھیں ۔ ہاں جو شخص اسلامی آیات وبرکات کا دیکھنا منظور کر کے ساتھ اس کے عقلی طور پر اپنے شبہات اور وساوس کو دُور کرانا چاہے تو اس قسم کی بحث تو ہمیں بدل وجان منظور ہے ۔ بشرطیکہ تہذیب اور شائستگی سے تحریری طور پر بحث ہو ۔ جس میں عجلت اور شتاب کاری اور

7

نفسانیت اور ہار جیت کے خیال کا کچھ دخل نہ ہو۔ بلکہ ایک شخص طالب صادق بن کر محض حق جوئی اور راست بازی کی وضع پر اپنی عقدہ کشائی چاہے اور دوستانہ طور پر ایک سال تک آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لیے ٹھیر کر ساتھ اس کے نہایت معقولیت سے سلسلہ بحث کا بھی جاری رکھے، لیکن افسوس کہ آپ کی تحریر سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آپ ایسے مہذبانہ بحث کے بھی خواہاں نہیں کیونکہ آپ نے اپنے آخری خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ بحث کرنے سے پہلے میری حفاظت کے لیے گورنمنٹ میں مچلکہ داخل کرنا چاہیئے یا ایسے صدر مقام حکام میں بحث ہونی چاہیئے جس میں سرکاری رُعب و ادب کا خوف ہو۔ سو آپ کے ان کلمات سے صاف مترشح ہو رہا ہے کہ آپ اس قسم کی بحث کے ہرگز خواہاں نہیں ہیں جو دو شریف آدمیوں میں محض اظہار حق کی غرض سے ہو سکتی ہے جس میں نہ کسی کا مچلکہ (جو ایک معزز آدمی کے لیے موجب ہتک عزت ہے) داخل سرکار کرانے کی حاجت ہے اور نہ ایسے صدر مقام کی ضرورت ہے جس میں عند الفساد جھٹ پٹ سرکاری فوجیں پہنچ سکیں۔ شاید آپ ایسی بحثوں کے عادی ہونگے لیکن کوئی پاک خیال آدمی اس قسم کی بدبُو دار بحثوں کو جو عجلت اور سوءظن اور ریاکاری اور نفسانیت سے پُر ہیں ہرگز پسند نہیں کرے گا اور اسی اصول پر مجھ کو بھی پسند نہیں۔ اور اگر آپ عہد شکنی کر کے فرید کوٹ کی طرف نہ بھاگتے تو یہ باتیں آپ کو زبانی بھی سمجھائی جاتیں۔ ہر ایک منصف اور پاک دل آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جن مباحث میں پہلے ہی ایسے ایسے سنگین تدارکات کی ضرورت ہے۔ ان میں انجام بخیر ہونے کی کب توقع ہے۔ سو آپ پر واضح رہے کہ اس عاجز نے نہ کسی اپنے خط میں صرف مجرد بحث کو منظور کیا اور نہ ایسی دُور از تہذیب بحث پر رضامندی ظاہر کی جس میں پہلے ہی مجرموں کی طرح مچلکہ داخل کرنے کے لیے انگریزی عدالتوں میں حاضر ہونا پڑے۔ اور پھر ہم میں اور آپ میں بٹیروں اور مُرغوں کی طرح لڑائی ہونا شروع ہو اور لوگ ارد گرد سے جمع ہو کر اس کا تماشا دیکھیں اور ایک ساعت یا دو ساعت کے عرصہ میں کسی فریق کے صدق یا کذب کا سب فیصلہ ہو کر دوسرا فریق فتح کا نقارہ بجاوے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ ایسی پُر فتنہ اور پُر خطر بحثیں جن میں فساد کا اندیشہ زیادہ اور احقاق حق کی اُمید کم ہے کب کسی شریف اور منصف مزاج کو پسند آسکتی ہیں اور ایسی پُر عجلت بحثوں سے حق کے طالب کیا نفع اُٹھا سکتے ہیں۔ اور منصفوں کو رائے ظاہر کرنے کا کیونکر موقعہ مل سکتا ہے۔ اگر آپ کی نیت بخیر ہوتی تو آپ اس طرز کی بحثوں سے خود گریز کرتے اور ایک سال تک ٹھیر کر معقولیت اور شائستگی اور تہذیب سے شریفانہ بحث کا سلسلہ تحریری طور پر جاری رکھتے۔ اور مہذب اور شریف اور ہر ایک قوم کے عالم فاضل جو اکثر اس جگہ آتے رہتے ہیں ان پر بھی آپکی بحثوں کی حقیقت کھلتی رہتی مگر افسوس کہ آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قادیان میں آنے کے لیے (کہ جو آپ کی نظر میں گویا ایک یاغستان ہے یا جس میں بزعم آپ کے ہندو بھائی آپ کے بکثرت نہیں رہتے) اول یہ شرط لگائی کہ یہ عاجز آپ کی حفاظت کے لیے گورنمنٹ میں مچلکہ داخل کرے۔ ایسی شرط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنی بحث میں ایسی دُور از تہذیب گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کی نسبت آپ کو پہلے ہی خطرہ ہے کہ وہ فریق ثانی کے اشتعال طبع کا ضرور موجب ہوگی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر پڑی کہ پہلے فریق ثانی کا مچلکہ سرکار میں داخل ہونا چاہیئے تا آپ کو ہر ایک طور

کی تحقیر اور توہین کرنے کے لیے وسیع گنجائش رہے۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ عاجز اس قسم کی بحثوں سے سخت بیزار ہے اور جس طور کی بحث کو یہ عاجز منظور کرتا ہے وہ وہی ہے جو اس سے اوپر ذکر کی گئی۔ اگر آپ طالب صادق ہیں تو آپ کو آپ کے پرمیشر کی قسم دی جاتی ہے کہ آپ ہمارے مقابلہ سے ذرا کوتاہی نہ کریں۔ آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لیے قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہریں اور اس عرصہ میں جو کچھ وساوس عقلی طور پر آپ کے دل پر دامنگیر ہوں وہ بھی تحریری طور پر رفع کراتے جائیں۔ پھر اگر ہم مغلوب رہے تو کس قدر فتح کی بات ہے کہ آپ کو چوبیس سو روپیہ نقد مل جائے گا اور اپنی قوم میں آپ بڑی نیک نامی حاصل کریں گے، لیکن اگر آپ ہی مغلوب ہوگئے تو آپ کو اسی جگہ قادیان میں مشرف باسلام ہونا پڑے گا اور اس بات کا فیصلہ کہ کون غالب یا کون مغلوب رہا بذریعہ ایسے ثالثوں کے ہوجائے گا کہ جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں۔ اگر آپ قادیان میں ایک سال تک ٹھہرنے کی نیت سے آویں تو ہم مراد آباد سے قادیان تک کل کرایہ آپ کا آپ کی خدمت میں بھیج دیں گے اور آپ کیلئے چوبیس سو روپیہ کسی بنک سرکاری میں داخل کیا جائے گا، مگر اس شرط سے کہ آپ بھی ہمیں اس بات کی پوری پوری تسلّی دیدیں کہ آپ بحالت مغلوبیت ضرور مسلمان ہوجائیں گے اور اگر اب بھی آپ نے بپابندی شرائط مذکورہ بالا آنے سے انکار کیا تو آپ خوب یاد رکھیں کہ یہ داغ ایسا نہیں ہے کہ جو پھر کسی حیلہ یا تدبیر سے دھویا جائے، مگر ہمیں اُمید نہیں کہ آپ آئیں کیونکہ حقانیتِ اسلام کا آپ کے دل پر بڑا سخت رُعب ہے اور اگر آپ آگئے تو خدا تعالیٰ آپ کو مغلوب اور رسوا کریگا۔ اور اپنے دین کی مدد اور اپنے بندہ کی سچائی ظاہر کردیگا۔

اخیر پر آپ کو واضح رہے کہ آج یہ خط رجسٹری کراکر آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ اور اگر بیس دن تک آپ کا کوئی جواب نہ آیا تو آپ کی کنارہ کشی کا حال چند اخباروں میں شایع کرایا جائے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ؛

الـــــــــــــــــــــــراقم

خاکسار آپ کا خیر خواہ غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(۳۱)

جس شخص کے پاس یہ اشتہار پہنچے اس پر فرض ہے کہ گھر میں جاکر اپنے کنبے کی عورتوں کو تمام مضمون اس اشتہار کا اچھی طرح سمجھا کر سُنا وے۔ اور ذہن نشین کر دے اور جو عورت خواندہ ہو اس پر بھی لازم ہے کہ ایسا ہی کرے ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰے رسولہ الکریم

اشتہار بغرض تبلیغ وانذار

چونکہ قرآن شریف واحادیث صحیحہ نبویہ سے ظاہر و ثابت ہے کہ ہر یک شخص اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے سوال کیا جائے گا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے ان کو سمجھایا۔ اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں۔ اس لیے میں نے قیامت کی باز پرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان مستورات و دیگر متعلقین کو (جو ہمارے رشتہ دار و اقارب و واسطہ دار ہیں) ان کی بے راہیوں و بدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے انہیں خبردار کروں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور اُن بُری رسموں اور خلافِ شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیئے۔ ہر چند سمجھایا گیا، کچھ سُنتے نہیں۔ ہر چند ڈرایا گیا، کچھ ڈرتے نہیں، اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں۔ اس لیے ہم نے ان لوگوں کے بُرا ماننے اور بُرا کہنے اور ستانے اور دُکھ دینے سے بالکل لا پروا ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پورا کرنے کے لیے بذریعہ اس اشتہار کے ان سب کو اور دوسری مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے۔ اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا۔ اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھول کر باآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے۔ اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں۔ اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں، لیکن ہمارے گھروں میں جو بد رسمیں پڑ گئی ہیں اگرچہ وہ بہت ہیں۔ مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں تا نیک بخت عورتیں خدا تعالیٰ سے ڈر کر ان کو چھوڑ دیں۔ اور

وہ یہ ہیں :-

(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ پر لانا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں پکڑلیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لیے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہیں۔ یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں۔ اسے اختیار ہے۔ جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا۔ اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلا کر رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا۔ اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں۔ جن سے پرہیز کرنا چاہیئے ؛

(۳) سوم۔ سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں۔ حرامخور عورتیں، شیطان کی بہنیں جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کے لیے آتی ہیں اور مکر اور فریب سے موتہہ کو ڈھانک کر اور بہنوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں۔ ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کے لیے صد ہا روپیہ کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ تا لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو۔ دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کوئی بڑا بھارا گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاکدامن بیوی ہو گئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لیے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لیے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہیں۔ خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں۔ جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے جس عورت کو اللہ اور رسول پیارا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے۔ اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صد ہا درجہ بہتر ہے۔

(۵) یہ بھی عورتوں میں خراب عادت ہے کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی کرتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ بُرا بھلا ان کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ

اور رسول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہوسکتی جب تک پوری پوری اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے اور پس پُشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیرخواہ نہ ہو۔ اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مَردوں کی تابعدار رہیں۔ ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سُنکر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چُراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مَرد ہیں اُن سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بدعادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لیے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور اس بندہ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالحہ ہیں۔ مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کرلیں۔ پھر جو شخص اللہ رسول کے حُکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں۔ نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسُول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے ربّ کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لیے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے

اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[1]۔ یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

(۹) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں اور آتشبازی چلوانا اور کنجروں اور ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے۔ گناہ سر پر چڑھتا ہے صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سُستی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق اور بہت سا زیور اُن کے پاس ہے۔ وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی رکھتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجالاتی ہیں جیسے چیچک کی پُوجا۔ بعض فرضی بیویوں کی پُوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حقہ نوش نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں، مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خالص اللہ کے لیے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ ورنہ مرنے کے بعد ذلّت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑوگے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے جس کا انتہا نہیں۔

والسلام علیٰ من اتّبع الھدٰی

خاکسار:۔ **غلام احمدؑ** از قادیان

(منقول از الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء صـ۶ تا صـ۸)

---

[1] الحجرات : ۱۴

اعلان

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ اور ساہوکاران اور شرفاء اور ذی عزت اہلِ ہنود قصبۂ قادیان میں جو طالبِ صادق ہونے کے مدعی ہیں۔ آسمانی نشانوں اور پیشگوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدہ کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا حسب وعدہ اپنے پروردگار کے مرزا صاحبؑ کو دعوے ہے) خط وکتابت بطور باہمی اقرار وعہد و پیمان کے ہوکر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸۶ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لیے مرزا صاحب کے پاس آمد ورفت رکھیں گے اور ان کے کاغذ اور روزنامہ الہامی پیشگوئیوں پر بطور گواہ کے دستخط کرتے رہیں گے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیشگوئی کے اس پیشگوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شائع کرادیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضروری کوئی نشان دکھلاویں گے اس لیے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ وہ دونوں تحریریں. جو بطور عہد واقرار کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوئی ہیں شائع کی جائیں۔ سو ہم بہ نیت اشاعت عام و اطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شائع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رویت بن کر اس سالانہ کارروائی سے خبر گیراں رہیں گے۔ اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا۔ اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی رو سے شایع کریں گے تاکہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اُٹھائیں۔ اور پبلک کے لیے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو۔

الـــــــــــــــــــــــــــــراقم

خاکسار شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

☆☆☆

ساہوکاران و دیگر ہندو صاحبان قادیان

کا خط

بنام مرزا صاحبؒ

مرزا صاحب مخدوم و مکرم مرزا غلام احمد صاحب سلمہٗ

بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالبِ صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آکر قادیان میں ٹھہرے تو خدائتعالےٰ اس کو ایسے نشان دربارہ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں۔لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں۔اور ہم آپکی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں۔کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب نااہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہم بعض نامنصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کریں گے کہ جو اس قسم کے ہوں کہ ستارے اور سُورج اور چاند پارہ پارہ ہوکر زمین پر گر جائیں یا ایک سُورج کی جگہ تین سورج اور ایک چاند کی جگہ دو چاند ہو جائیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آسمان سے جا لگے۔یہ باتیں بلاشبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے۔لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیروزبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں۔جن سے یہ معلوم ہوسکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دُعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیتِ دُعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے۔سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے۔اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد اسلام کو قبول کرے۔ سو

اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہو سکتا ہے، لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پا جانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو۔ کسی دل کو ہدایت کے لیے کھول دینا ایک ایسا امر ہے۔ جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے۔ سو ہم لوگ جو صدہا زنجیروں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازۂ ہدایت اپنے نفس پر کھول دیں گے اور جو پرمیشر سرب شکتیمان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے۔ جس کے حصہ میں وہ سعادت مقدر ہے اس کے لیے شرائط کی کیا حاجت ہے۔ اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں کشاں چشمۂ ہدایت تک لے آئے گی ایسا کہ آپ بھی اس کو روک نہیں سکتے۔ اور آپ ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں۔ اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کے لیے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کریں گے کہ آپ کے اُن نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کریں گے۔ چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرا دیں گے اور آپ کے منکرین کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے اور آپ کی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے۔ اور بلاشبہ ہم ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیشگوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ و روز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نامنصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں۔ اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔

العبد

لچھمن رام بقلم خود۔ جو اس خط میں ہم نے لکھا ہے اس کے موافق عمل کریں گے۔

پنڈت بھارا مل بقلم خود ؛ بشنداس ولد رعدا ساہوکار بقلم خود ؛

منشی تارا چند کھتری بقلم خود ؛ پنڈت نہال چند ؛ سنت رام ؛

فتح چند ؛ پنڈت ہرکرن ؛ پنڈت بیجنا تھ چودھری بازار قادیان بقلم خود ؛

بشنداس ولد ہیرا نند برہمن ؛

یہ اشتہار 5 اگست 1885ء کا ہے

دیکھیں ص 125

(٣٢)

نامۂ مرزا غلام احمدؐ صاحب

بجواب خط

ساہوکاران قادیان

عنایت فرمای من پنڈت نہال چند صاحب و پنڈت بھارامل صاحب و بھیمی رام صاحب ولالہ بشنداس صاحب و منشی تارا چند صاحب و دیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق۔

بعد ما وجب! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لیے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف وحق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لیے یہ تمامتر شکر گذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جلشانہ کی تائید ونصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پُر انصاف خط پڑھنے سے بہت خوش ہوا۔ اور اس سے بھی زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کے لیے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے۔ اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم ولاجواب کرتے رہیں گے اور اس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا پاویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخباروں میں چھپوادیں۔ یہ امر کسی نوع سے موجب نارافگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا۔ بلکہ یہ وہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی۔ اور ہر ایک منصف بھی۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے۔ صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لیے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں۔ بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اور اخیر پر دلی جوش

سے یہ دُعا ہے کہ خداوند قادر وکریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے قوت ہدایت پانے کی بخشے۔ تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہوکر پھر محروم نہ رہیں۔ اے قادر مطلق کریم و رحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ بجز تیرے فیصلہ کر سکے۔ آمین ثم آمین ؛

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

خاکسار

احقر عباد اللہ غلام احمدؐ عفی اللہ عنہ

شہادت گواہانِ حاضر الوقت

ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں۔ اس معاہدۂ فریقین کے گواہ ہیں۔ ہمارے روبرو سا ہوکاران قادیانی نے جن کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی۔

گواہ شد
میر عباس علی لودھیانوی

گواہ شد
فقیر عبداللہ سنوری

گواہ شد
شہاب الدین تھہ غلام نبی والا

(مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

(۳۴)

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است — خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعین قلب وشنیدم بگوش ہوش — در ہر مکاں ندائے جلال محمدؐ است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خُدا دہم — یک قطرۂ زبحر کمالِ محمدؐ است

رسالہ سراج منیر مشتمل برنشانہائے ربّ قدیر

یہ رسالہ اس احقر مؤلف براہینِ احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیّتِ اسلام و مکذّبین رسالت حضرت خیر الانام علیہ وآلہٖ الف الف سلام کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں مشتمل ہے چنانچہ خود خداوند کریم جلّشانہٗ وعزّاسمہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے۔ اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ واخبار غیبیہ پر مطلع کرکے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا۔ حقیقت میں اسی کا فضل ہے اور اسی کا کام جس نے چار طرفہ کشاکش مخالفوں وموافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی۔ ؎

قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں کا کام ہے[1]۔ اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیش گوئیاں ہیں۔ اوّل وہ پیشگوئیاں جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی جو کچھ راحت یا رنج یا حیات یا وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات یا انعاماتِ الٰہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے وہ ان پیشگوئیوں میں مندرج ہے۔ دوسری وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے

---

[1] یہ رسالہ بعض مصالح کی وجہ سے ابتک کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھپ نہیں سکا مگر متفرق طور پر اس کی بعض پیشگوئیاں شائع ہوتی رہی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بھی شایع ہوتی رہیں گی۔

متعلق ہیں۔ اور ان میں سے ابھی کچھ کام باقی ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو وہ بقیہ بھی طے ہو جائے گا۔ تیسری وہ پیشگوئیاں جو مذہب غیر کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس قسم میں ہم نے صرف بطور نمونہ چند آدمی آریہ صاحبوں اور چند قادیان کے ہندوؤں کو لیا ہے جن کی نسبت مختلف قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔ کیونکہ انہیں میں آج کل نئی نئی تیزی اور انکار اشد پایا جاتا ہے اور ہمیں اس تقریب پر یہ بھی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جس کے احسانات سے ہم کو بہ تمامتر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسّر و کنج امن و اسائش حاصل ہے ظالموں کے ہاتھ سے اپنی حفظ و حمایت میں رکھے اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیوں میں محبوس و معکوس و مبتلا کر کے ہماری گورنمنٹ کو فتح و نصرت نصیب کرے۔ تاہم وہ بشارتیں بھی (اگر مل جائیں) اس عمدہ موقعہ پر درج رسالہ کردیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ پیشگوئیاں کوئی اختیاری بات نہیں ہے۔ تاہمیشہ اور ہر حال میں خوشخبری پر دلالت کریں۔ اس لیے ہم بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسے خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کی نسبت) پاویں تو اس بندۂ ناچیز کو معذور تصوّر فرماویں۔ بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغائرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونے کے حُسنِ ظن کی طرف بمشکل رجوع کر سکتے ہیں جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالے میں بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا۔ اُن صاحبوں کی خدمت میں دلی صدق سے ہم گذارش کرتے ہیں۔ کہ ہمیں فی الحقیقت کسی کی بدخواہی دل میں نہیں۔ بلکہ ہمارا خداوند کریم خوب جانتا ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہتے ہیں اور بدی کی جگہ نیکی کرنے کو مستعد ہیں۔ اور بنی نوع کی ہمدردی سے ہمارا سینہ منور و معمور ہے اور سب کے لیے ہم راحت و عافیت کے خواستگار ہیں، لیکن جو بات کسی موافق یا مخالف کی نسبت یا خود ہماری نسبت کچھ رنجیدہ ہو۔ تو ہم اس میں بکلی مجبور و معذور ہیں۔ ہاں ایسی بات کے دروغ نکلنے کے بعد جو کسی دل کے دُکھنے کا موجب ٹھہرے ہم سخت لعن و طعن کے لائق بلکہ سزا کے مستوجب ٹھہرینگے۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور عالم الغیب کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ سراسر نیک نیتی سے بھرا ہوا ہے اور ہمیں کسی فرد بشر سے عداوت نہیں۔ اور گو کوئی بدظنی کی راہ سے کیسی ہی بدگوئی و بدزبانی کی مشق کر رہا ہے اور ناخدا ترسی سے ہمیں آزار دے رہا ہے۔ ہم پھر بھی اس کے حق میں دُعا ہی کرتے ہیں کہ اے خدائے قادر و توانا اس کو سمجھ بخش۔ اور اس کو اس کے ناپاک خیال اور ناگفتنی باتوں میں معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ابھی اس کا مادہ ہی ایسا ہے۔ اور ہنوز اس کی سمجھ اور نظر اسی قدر ہے کہ جو حقایق عالیہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست
در حقِ ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست

اور باوجود اس رحمت عام کے کہ جو فطرتی طور پر خدائے بزرگ و برتر نے ہمارے وجود میں رکھی ہے۔ اگر کسی کی

نسبت کوئی بات نا ملائم یا کوئی پیشگوئی وحشت ناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر ہو تو وہ عالم مجبوری ہے جس کو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے رسالے میں تحریر کریں گے۔ چنانچہ ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ القدیر بعد تصفیہ لکھی جائیں گی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لیے ہم دُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دُعاؤں سے بفضلہ تعالیٰ ٹل سکتی ہے۔ اسی لیے رجوع کرنے والی مصیبتوں کے وقت مقبولوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور شوخیوں اور بے راہیوں سے باز آجاتے ہیں۔ بایںہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ١٨٨٦ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو۔ ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں، اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزاری سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جاوے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔

اُن ہر سہ قسم کی پیش گوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالے میں بہ بسط تمام درج ہوں گی۔ پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج ٢٠ر فروری ١٨٨٦ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے، برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں مندرج ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفٰیؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کُھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔" سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری

ہی ذریّت ونسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کیساتھ آئیگا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر۔مظہر الحق والعلاء کانّ اللہ نزل من السماء۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہٰی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ؀

پھر خدائے کریم جلّشانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھریگا۔اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پُوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائیگی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا اُن پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔اُن کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور اُن کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا، لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا[۱] اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک

---

[۱] یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شایع ہو چکی۔جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے۔اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا۔اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔سو اس جگہ اُجڑے ہوئے گھر سے وہ اُجڑا ہوا گھر مراد ہے۔ ۱۲ منہ

سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ مَیں تجھے اُٹھاؤں گا اور اپنی طرف بُلالوں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلّت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکُلّی کامیاب کریگا اور تیری ساری مُرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشونگا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھُولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلّی[ل] طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دل میں تیری محبّت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل واحسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لیے تیار ہے۔ فقط 8

الراقم

خاکسار غلام احمدؐ مؤلف براہینِ احمدیہ

ہوشیار پور۔ طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس

۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء

(مطبوعہ بار دوم ریاض ہند پریس قادیان ۱۸۹۳ء)

ل اُمتّی کا کمال ہے کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام انبیائے متبوعین علیہم السلام سے مشابہت پیدا کرے۔ یہی کامل اتباع کی حقیقت اور علّت غائی ہے جس کے لیے سورۃ فاتحہ میں دُعا کرنے کے لیے ہم لوگ مامور ہیں۔ بلکہ یہی انسان کی فطرت میں تقاضا پایا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے مسلمان لوگ اپنی اولاد کے نام بطور تفاول عیسٰیؑ، داؤدؑ، موسٰیؑ، یعقوبؑ، محمدؐ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ تا وہی اخلاق و برکات بطور ظلّی ان میں بھی پیدا ہو جائیں۔ فتدبر۔ منہ ١٢

(۳۴)

اِشتہار واجب الاظہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولّد ایک فرزند صالح ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطانی کشمیری وصابر علی نے روبروئے مرزا نواب بیگ ومیاں شمس الدین ومرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ قول نامبردگان سراسر افترا اور دروغ و بمقتضائے کینہ وحسد و عناد جبلی ہے۔ جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہم ان کے اس قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲؍ مارچ ۱۸۸۶ء ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰، ۲۲ سال سے زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہوگیا ہے، سراسر دروغ ہے۔ ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لیے لکھتے ہیں کہ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی اپنے والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں اور ان کے گھر متصل منشی مولا بخش صاحب ملازم ڈاک ریلوے اور بابو محمد صاحب کلرک دفتر نہر رہتے ہیں۔ معترضین یا جس شخص کو شبہ ہو اس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کے لیے وہاں چلا جاوے اور اس جگہ اردگرد سے خوب دریافت کرلے۔ اگر کرایہ آمد و رفت موجود نہ ہو تو ہم اس کو دے دیں گے، لیکن اگر اب بھی جاکر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آوے تو بجز اس کے کہ ہمارے اور تمام حق پسندوں کی نظر میں لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ کا لقب پاوے اور نیز زیر عتاب حضرت احکم الحاکمین کے آوے اور کیا ثمرہ اس یاوہ گوئی کا ہوگا۔

خدا تعالیٰ ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے کہ جو جوش حسد میں آکر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اس دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔ اس جگہ اس وہم کا دور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ جو بمقام ہوشیار پور ایک آریہ صاحب نے اس پیشگوئی پر بصورت اعتراض پیش کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے پیدا ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ یعنی دائیاں بھی معلوم کر سکتی ہیں کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی۔ واضح رہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی و حق پوشی ہے۔ کیونکہ اوّل تو کوئی دائی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتی بلکہ ایک حاذق طبیب بھی ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ اس امر میں میری رائے قطعی اور یقینی ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں صرف ایک اٹکل ہوتی ہے کہ جو بارہا خطا جاتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ پیشگوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں و بعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی۔ چنانچہ آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام جو سخت مخالف اور نیز شرمپت ساکنان قصبہ قادیان ہیں ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیشگوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جاوے تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جس کے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا۔ اور اگر شک ہو تو ایسی قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔ اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جسکو خدائے کریم جلّ شانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دُعا کر کے ایک رُوح واپس منگوایا جاوے۔ اور ایسا مُردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بائیبل میں لکھا گیا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے اور پھر باوصف ان سب عقلی و نقلی جرح و قدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مُردہ صرف چند منٹ کے لیے زندہ رہتا تھا اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رُخصت ہو جاتا جس کے دُنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔ سو اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی دُعا سے بھی کوئی رُوح دُنیا میں آئی تو درحقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرض محال اگر ایسی رُوح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دُنیا پرست کی جو احدٌ من الناس ہے دُنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔ مگر اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ و احسانہٖ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دُعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردہ کی بھی روح ہی دُعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دُعا سے ایک رُوح ہی منگائی

گئی ہے مگر اُن رُوحوں اور اس رُوح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مُرتد ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت۔ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے۔ وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ وہی خاک اس کے سر پر اس کی آنکھوں پر اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل اور رُسوا کریگی اور ہمارے نبی کریمؐ کی شان وشوکت اس کی عداوت اور اس کے بُخل سے کم نہیں ہوگی بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ کیا تم فجر کے قریب آفتاب کو نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آفتابِ صداقت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خدا تعالیٰ تمہارے کینوں اور بُخلوں کو دُور کرے۔ والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی۔

راقم

خاکسار غلام احمدؐ مؤلف براہینِ احمدیہ

از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء۔ روز دوشنبہ

(مطبوعہ چشمۂ فیض قادری بٹالہ شریف)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحوں پر چار کالم کا ۲۵ سطری مسطر پر چھپا ہوا ہے)

(۳۵)

اشتہار[1] صداقت آثار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰے رسولہ الکریم

واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لیے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ سو اوّل تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے۔ کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اوس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اور دُعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بیشک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔ ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلّشانہٗ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کُھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا[2] اس سے ظاہر ہے کہ غالباً

---

[1] یہ اشتہار علیحدہ بھی ہے اور اخبار ریاض ہند جلد ا نمبر ۲۵ مورخہ ۱۹ راپریل ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۰۳ کالم ۲ پر بھی شائع ہوا ہے (المرتب)

[2] عربی الہام کے یہ دو فقرہ ہیں۔ نازل من السماء۔ ونزل من السماء۔ جو نزول یا قریب النزول پر دلالت کرتے ہیں۔ منہ

پ چونکہ اشتہار چھپنے میں شاید کسی قدر مطبع میں دیر ہو اس لیے چند قلمی نقلیں انکی رجسٹری کرا کر بخدمت منشی اندرمن صاحب مرادآبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری و پنڈت سوامی شیو نرائن صاحب اگنی ہوتری و منشی جیونداس صاحب سیکرٹری آریہ سماج لاہور و لالہ رام بھجن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول لودھیانہ و پادری عمادالدین صاحب و لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور و پادری ٹھاکرداس صاحب جھنگ خاص و مسٹر عبداللہ آتھم صاحب پنشنر سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بلا توقف بھیجی گئی ہیں۔

(مطبوعہ چشمہ فیض قادری پریس بٹالہ شریف)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اَب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولیٰ کریم جلّشانہٗ کا ہے اس لیے اوسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جاوے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتھر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ

۸؍ اپریل ۱۸۸۶ء مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ

(۳۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار صداقت انوار

بغرض دعوت مقابلہ چہل روزہ

گرچہ ہر کس ز رہِ لاف بیانے دارد　٭　صادق آنست کہ از صدق نشانے دارد

ہمارے اشتہارات گذشتہ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو معزز آریہ صاحب یا پادری صاحب یا کوئی اَور صاحب مخالف اسلام ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی صاحب ایک سال تک قادیان میں ہمارے پاس آکر ٹھہرے تو درصورت نہ دیکھنے کسی آسمانی نشان کے چوبیس سَو روپیہ (علعما) انعام پاتے[1] گا مستحق ہوگا۔ سو ہر چند ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب کے پادری صاحبان و آریہ صاحبان کی خدمت میں اسی مضمون کے خط رجسٹری کرا کر بھیجے مگر کوئی صاحب قادیان میں تشریف نہ لائے بلکہ منشی اندرمن صاحب کے لیے تو مبلغ چوبیس سَو روپیہ (للعما) نقد لاہور میں بھیجا گیا۔ تو وہ کنارہ کر کے فریدکوٹ کی طرف چلے گئے۔ ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھ رام نام پشاوری قادیان میں ضرور آئے تھے اور اُن کو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دوچند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کر کے ایک سال تک ٹھہرو اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو۔ تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا اور خلاف واقعہ سراسر دروغ بے فروغ اشتہارات چھپوائے۔ سو اُن کے لیے تو رسالہ سرمہ چشم[2] آریہ میں دوبارہ یہی چالیس دن تک اس جگہ رہنے کا پیغام تحریر کیا گیا ہے۔ ناظرین اس کو پڑھ لیں۔ لیکن یہ اشتہار اتمام حجت کی غرض سے بمقابل منشی جیون داس صاحب جو سب آریوں کی نسبت شریف اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں اور لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور جو وہ بھی میری دانست

---

[1] چونکہ اصل اشتہار میں اسی طرح لکھا ہے اس لیے ہم نے نقل میں بھی ویسا ہی لکھ دیا ہے مگر صحیح "پانے کا" ہے۔ دیکھو سُرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار سوم۔ دسمبر ۱۹۰۷ء میگزین پریس قادیان کا صفحہ ۱۹۷۔

[2] دیکھئے سرمہ چشم آریہ طبع اوّل کا صفحہ ۱۹۰ سطر پنجم (المرتب)

میں آریوں میں سے غنیمت ہیں اور منشی اندر من صاحب مراد آبادی جو گویا دوسرا مصرعہ سورستی صاحب کا ہیں اور مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس امرتسر جو حضرات عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج آدمی ہیں اور پادری عماد الدین لاہز صاحب امرت سری اور پادری ٹھاکر داس صاحب مؤلف کتاب اظہارِ عیسوی شائع کیا جاتا ہے کہ اب ہم بجائے ایک سال کے صرف چالیس روز اس شرط سے مقرر کرتے ہیں کہ جو صاحب آزمائش و مقابلہ کرنا چاہیں۔ وہ برابر چالیس دن تک ہمارے پاس قادیان میں یا جس جگہ اپنی مرضی سے ہمیں رہنے کا اتفاق ہو، رہیں اور برابر حاضر رہیں۔ پس اس عرصہ میں اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا تو نہ ہو مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کر کے دکھلاویں تو مبلغ پانسو ؎ روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلا توقف اُن کو دیا جائے گا لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بپایہ صداقت پہنچ گئی۔ تو صاحب مقابل کو بشرف اسلام مشرف ہونا پڑے گا۔ اور یہ بات نہایت ضروری قابل یاد داشت ہے کہ پیشگوئیوں میں صرف زبانی طور پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی طرف سے شرائط لگانا ناجائز اور غیر مسلّم ہوگا۔ بلکہ سیدھا راہ شناخت پیشگوئی کا یہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ پیشگوئی صاحب مقابل کی رائے میں کچھ ضعف یا شک رکھتی ہے یا اُن کی نظر میں قیافہ وغیرہ سے مشابہ ہے تو اسی عرصہ چالیس روز میں وہ بھی ایسی پیشگوئی ایسے ہی ثبوت سے ظاہر کر کے دکھلاویں۔ اور اگر مقابلہ سے عاجز رہیں تو پھر حجت ان پر تمام ہوگی اور بحالت سچے نکلنے پیشگوئی کے بہر حال انہیں مسلمان ہونا پڑے گا اور یہ تحریریں پہلے سے جانبین میں تحریر ہو کر انعقاد پا جائیں گی۔ چنانچہ اس رسالہ کے شایع ہونے کے وقت سے یعنی ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے ٹھیک تین ماہ کی مہلت صاحبان موصوف کو دی جاتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں ان کی طرف سے اس مقابلہ کے لیے کوئی منصفانہ تحریک نہ ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ گریز کر گئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب

(منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل۔ ریاض ہند پریس امرتسر ستمبر ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۵۹۔ ۲۶۰)

(۳۷)

اشتہار مفید الاخیار

جاگو جاگو آریو نیسند نہ کرو پیارو

چونکہ آج کل اکثر ہندوؤں اور آریوں کی یہ عادت ہو رہی ہے کہ وہ کچھ کچھ کتابیں عیسائیوں کی جو اسلام کی نکتہ چینی میں لکھی گئی ہیں۔ دیکھ کر اور ان پر پُورا پُورا اطمینان کر کے اپنے دلوں میں یہ خیال کر لیتے ہیں کہ حقیقت میں یہ اعتراضات درست اور واقعی ہیں۔ اس لیے قرینِ مصلحت سمجھ کر اس عام اشتہار کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے کہ اوّل تو عیسائیوں کی کتابوں پر اعتماد کر لینا اور براہ راست کسی فاضل اہلِ اسلام سے اپنی عقدہ کشائی نہ کرانا اور اپنے اوہام فاسدہ کا محققین اسلام سے علاج طلب نہ کرنا اور خائنین عناد پیشہ کو امین سمجھ بیٹھنا سراسر بے راہی ہے جس سے طالب حق کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ دانشمند لوگ خوب جانتے ہیں کہ یہ جو پادری صاحبان پنجاب اور ہندوستان میں آکر اپنے مذہب کی تائید میں دن رات ہزار ہا منصوبے باندھ رہے ہیں یہ ان کے ایمانی جوش کا تقاضا نہیں بلکہ انواع اقسام کے اغراض نفسانی ان کو ایسے کاموں پر آمادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ انتظام مذہبی جس کے باعث سے یہ لوگ ہزار ہا روپیہ تنخواہیں پاتے ہیں، درمیان سے اُٹھایا جاوے تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ ان کا جوش و خروش کہاں ہے ماسوا اس کے ان لوگوں کی ذاتی علمیت اور دماغی روشنی بھی بہت کم ہوتی ہے اور یُورپ کے ملکوں میں جو واقعی دانا اور فلاسفر اور دقیق النظر ہیں۔ وہ پادری کہلانے سے کراہت اور عار رکھتے ہیں اور ان کو ان کے بیہودہ خیالات پر اعتقاد بھی نہیں۔ بلکہ یورپ کے عالی دماغ حکماء کی نگاہوں میں پادری کا لفظ ایسا خفیف اور دُور از فضیلت سمجھا جاتا ہے کہ گویا اس لفظ سے یہ مفہوم لازم پڑا ہوا ہے کہ جب کسی کو پادری کر کے پکارا جاوے تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی گذر جاتا ہے کہ یہ شخص اعلیٰ درجہ کی علمی تحصیلوں اور لیاقتوں اور باریک خیالات سے بے نصیب ہے اور جس قدر ان پادری صاحبان نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے اور بار بار ٹھوکریں کھا کر اپنے خیالات میں پلٹے کھائے ہیں اور طرح طرح کی ندامتیں اُٹھا کر پھر اپنے اقوال سے رجوع کیا ہے۔ یہ بات اس شخص کو بخوبی معلوم ہو گی کہ جو اُن کے

اور فضلاء اسلام کے باہمی مباحثات کی کتابوں پر ایک محیط نظر ڈالے۔ ان کے اعتراضات تین قسم سے باہر نہیں۔ یا تو ایسے ہیں کہ جو سراسر افتراء اور بہتان ہیں۔ جن کی اصلیت کسی جگہ پائی نہیں جاتی اور یا ایسے ہیں کہ فی الحقیقت وہ باتیں ثابت تو ہیں لیکن محل اعتراض نہیں۔ محض سادہ لوحی اور کور باطنی اور قلت تدبر کی وجہ سے اُن کو جائے اعتراض سمجھ لیا ہے اور یا بعض ایسے امور ہیں کہ کسی قدر تو سچ ہیں جو ایک ذرہ جائے اعتراضات نہیں ہو سکتے۔ اور باقی سب بہتان اور افتراء ہیں جو ان کے ساتھ ملائے گئے ہیں۔ اب افسوس تو یہ ہے کہ آریوں نے اپنے گھر کی عقل کو بالکل استعفاء دے کر ان کی ان تمام دور از صداقت کارروائیوں کو سچ مچ صحیح اور درست سمجھ لیا ہے۔ اور بعض آریہ ایسے بھی ہیں کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ کسی جگہ سے اُدھورا سا دیکھ کر یا کوئی قصہ بے سرو پا کسی جاہل یا مخالف سے سُن کر جھٹ پٹ اوس کو بناء اعتراض قرار دے دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں خدائے تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا۔ اس کی عقل بھی بباعث تعصب اور عناد کی زہروں کے نہایت ضعیف اور مُردہ کی طرح ہو جاتی ہے۔ اور جو باتیں عین حکمت اور معرفت کی ہو وہ اس کی نظر سقیم میں سراسر عیب دکھائی دیتی ہے۔ سو اسی خیال سے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے اور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جس قدر اُصول اور تعلیمیں قرآن شریف کی ہیں وہ سراسر حکمت اور معرفت اور سچائی سے بھری ہوئی ہیں اور کوئی بات ان میں ایک ذرّہ مواخذہ کے لائق نہیں۔ اور چونکہ ہر ایک مذہب کے اصولوں اور تعلیموں میں صدہا جزئیات ہوتی ہیں اور ان سب کی کیفیت کا معرض بحث میں لانا ایک بڑی مُہلت کو چاہتا ہے اس لیے ہم اس بارہ میں قرآن شریف کے اُصولوں کے منکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں کہ اگر اُن کو اُصول اور تعلیمات قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے کہ وہ اوّل بطور خود خوب سوچ کر دو تین ایسے بڑے سے بڑے اعتراض بحوالہ آیات قرآنی پیش کریں جو ان کی دانست میں سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہوں جو ایک پہاڑ کو ذرّہ سے نسبت ہوتی ہے۔ یعنی ان کے سب اعتراضوں سے ان کی نظر میں اقویٰ و اشد اور انتہائی درجہ کے ہوں جن پر اُن کی نکتہ چینی کی پُر زور نگاہیں ختم ہوگئی ہوں۔ اور نہایت شدت سے دوڑ دوڑ کر انہیں پر جا ٹھہری ہوں۔ سو ایسے دو یا تین اعتراض بطور نمونہ پیش کر کے حقیقت حال کو آزما لینا چاہیئے کہ اس سے تمام اعتراضات کا بآسانی فیصلہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے تو پھر چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابود ہو جائیں گے۔ اور اگر ہم ان کا کافی و شافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اُصولوں اور تعلیموں کو فریق مخالف نے بمقابلہ ان اصولوں اور تعلیموں کے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دور از صداقت خیالات ہیں۔ تو ایسی حالت میں فریق مخالف کو درحالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جائے گا۔ لیکن اگر فریق مخالف انجام کار جھوٹا نکلا اور تمام خوبیاں جو ہم اپنے اُن اُصولوں یا تعلیموں میں ثابت کر کے دکھلا دیں بمقابل اُن کے وہ اپنے اصولوں میں ثابت نہ کر سکا۔ تو پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ اُسے بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور اسلام لانے کے لیے اوّل حلف اُٹھا کر

اسی عہد کا اقرار کرنا ہوگا۔ اور پھر بعد میں ہم اس کے اعتراضات کا جواب ایک رسالہ مستقلہ میں شایع کرا دیں گے۔ اور جو اس کے بالمقابل اُصولوں پر ہماری طرف سے حملہ ہوگا۔ اس حملہ کی مدافعت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک مستقل رسالہ شایع کرے اور پھر دونوں رسالوں کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود فریق مخالف کے حلف اُٹھانے پر فیصلہ ہوگا۔ جس طرح وہ راضی ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فریق مخالف نامی علماء میں سے ہو۔ اور اپنے مذہب کی کتاب میں مادہ علمی بھی رکھتا ہو اور بمقابل ہمارے حوالہ اور بیان کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کر سکتا ہو۔ تا ناحق ہمارے اوقات کو ضائع نہ کرے اور اگر اب بھی کوئی نامنصف ہمارے اس صاف صاف منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کر جائے اور بدگوئی اور دُشنام دہی اور توہین اسلام سے بھی باز نہ آوے تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت میں اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اُتارنا نہیں چاہتا کہ جو خدائے تعالےٰ کی عدالت اور انصاف نے جھوٹوں اور بے ایمانوں اور بدزبانوں اور بخیلوں اور متعصبوں کی گردن کا ہار کر رکھا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ؂

بالآخر واضح رہے کہ اس اشتہار کے جواب میں ۲۰؍ ستمبر ۱۸۸۶ء سے تین ماہ تک کسی پنڈت یا پادری جواب دہندہ کا انتظار کیا جائے گا اور اگر اس عرصہ میں علماء آریہ وغیرہ خاموش رہے تو انہیں کی خاموشی ان پر حُجت ہوگی؂

المشتہر

خاکسار غلام احمد مؤلف رسالہ سُرمہ چشم آریہ

منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل ستمبر ۱۸۸۶ء
جو صفحہ ۲۶۰ کے آگے چھپاں ہے اور چار صفحہ کا اشتہار ہے صا تا صا

(المرتب)

(۳۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار محک اخیار و اشرار

ہم نے اُلفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا ✿ تجھکو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدق دل سے اپنے مولیٰ کریم جلّ شانہٗ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں اور سخت سخت آزمایشوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو بد باطن لوگوں سے بہت کچھ رنجدہ باتیں سُننی پڑتی ہیں۔ اور انواع اقسام کی مصائب و شدائد کو اُٹھانا پڑتا ہے اور نااہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگارنگ کے بہتان ان کے حق میں باندھتے ہیں اور اُن کے نابُود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ یہی عادت اللہ اُن لوگوں سے جاری ہے جن پر اس کی نظرِ عنایت ہے۔ غرض جو اس کی نگاہ میں راست باز۔ اور صادق ہیں وہ ہمیشہ جاہلوں کی زبان اور ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھاتے چلے آئے ہیں۔ سو چونکہ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے اس لیے اگر ہم بھی خویش و بیگانہ سے کچھ آزار اُٹھائیں تو ہمیں شکر بجالانا چاہیئے اور خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لایق تو ٹھہرے کہ اس کی راہ میں دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں۔ سو اس طرح پر دُکھ اُٹھانا تو ہماری عین سعادت ہے لیکن جب ہم دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ بعض دشمنانِ دین اپنی افترا پردازی سے صرف ہماری ایذا رسانی پر کفایت نہیں کرتے بلکہ بے تمیز اور بے خبر لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں تو اس صورت میں ہم اپنے نفس پر واجب سمجھتے ہیں کہ حتی الوسع اُن ناواقف لوگوں کو فتنہ سے بچاویں۔

سو واضح ہو کہ بعض مخالف ناخداترس جن کے دلوں کو زنگ تعصب و بُخل نے سیاہ کر رکھا ہے۔ ہمارے اشتہار مطبوعہ ۸ ؍ اپریل ۱۸۸۶ء کو یہودیوں کی طرح محرّف و مبدّل کر کے اور کچھ کے کچھ معنے بنا کر سادہ لوح

لوگوں کو سُناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شایع کرتے ہیں۔ تا دھوکا دے کر اُن کے یہ ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی۔ ہم اس کے جواب میں صرف لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ ان بے عزتوں اور دیوثوں کو بباعث سخت درجہ کے کینہ اور بُخل اور تعصب کے اب کسی کی لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور اندیشہ نہیں رہا اور جو شرم اور حیا اور خدا ترسی لازمہ انسانیت ہے وہ سب نیک خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اُٹھ گئی ہیں کہ گویا خدائے تعالیٰ نے اِن میں وہ پیدا ہی نہیں کیں اور جیسے ایک بیمار اپنی صحت یابی سے نو اُمید ہو کر اور صرف چند روز زندگی سمجھ کر سب پرہیزیں توڑ دیتا ہے اور جو چاہتا ہے کھا پی لیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی اپنی مرض کینہ اور تعصب اور دشمنی کو ایک آزار لاعلاج خیال کر کے دل کھول کر بد پرہیزیاں اور بے راہیاں شروع کی ہیں۔ جن کا انجام بخیر نہیں۔ تعصب اور کینہ کے سخت جنون نے کیسی ان کی عقل ماردی ہے۔ نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولّد فرزند موصوف کے لیے نو برس کی میعاد لکھی گئی ہے اور اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں اور نہ اس میں یہ ذکر ہے کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی اب وہ منسوخ ہوگئی ہے۔ ہاں اس اشتہار میں ایک یہ فقرہ ذوالوجوہ درج ہے کہ مُدّت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ مگر کیا اسی قدر فقرہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ مدت حمل سے ایام باقیماندہ حمل موجودہ مراد ہیں۔ کوئی اور مُدّت مراد نہیں اگر اس فقرہ کے سر پر اِس کا لفظ ہوتا تو بھی اعتراض کرنے کے لیے کچھ گنجائش نکل سکتی۔ مگر جب الہامی عبارت کے سر پر اِس کا لفظ (جو مخصص وقت ہوسکتا ہے) وارد نہیں تو پھر خواہ نخواہ اس فقرہ سے وہ معنے نکالنا جو اس صورت میں نکالے جاتے جو اِس کا لفظ فقرہ مذکور کے سر پر ہوتا، اگر بے ایمانی اور بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔ دانشمند آدمی جس کی عقل اور فہم میں کچھ آفت نہیں اور جس کے دل پر کسی تعصب یا شرارت کا حجاب نہیں وہ سمجھ سکتا ہے کہ کسی ذوالوجوہ فقرہ کے معنے کرنے کے وقت وہ سب احتمالات مدِّ نظر رکھنے چاہئیں جو اس فقرہ سے پیدا ہوسکتے ہیں۔ سو فقرہٴ مذکورہ بالا یعنی یہ کہ مُدّتِ حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی شاہ صاحب لُدھانوی نے اپنے اشتہار[1] آٹھ جون ۱۸۸۶ء میں کی ہے یعنی یہ کہ مُدّت موعودہ حمل سے (جو نو برس ہے) یا مدت معہودہ حمل سے (جو طبیبوں کے نزدیک اڑھائی برس یا کچھ زیادہ ہے) تجاوز نہیں کرسکتا۔ اگر حمل موجودہ میں حصر رکھنا مخصوص ہوتا تو عبارت یُوں چاہیئے تھی کہ اس باقیماندہ ایام حمل سے ہرگز تجاوز نہیں کرے گا اور اسی وجہ سے ہم نے اُس اشتہار میں اشارہ بھی کر دیا تھا کہ وہ فقرہ مذکورہ بالا حمل موجودہ سے مخصوص نہیں ہے۔ مگر جو دل کے اندھے ہیں وہ آنکھوں کے اندھے بھی ہوجاتے

[1] حاشیہ۔ یہ اشتہار بھی فائدہ عامہ کے لیے یہاں حاشیہ میں درج کیا جاتا ہے۔ (المرتب)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہیں۔

بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بڑی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے اب کی دفعہ لڑکا عطا نہیں کیا۔ کیونکہ اگر وہ اب کی دفعہ ہی پیدا ہوتا تو ایسے لوگوں پر کیا اثر پڑ سکتا۔ جو پہلے ہی سے یہ کہتے تھے کہ

﴿بقیہ حاشیہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم[۱]

اشتہار واجب الاظہار

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

مبارک وے جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ھیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ھے

(انجیل ۵ - ۱۰)

جب سے مرزا غلام احمد صاحب (مؤلف براھین احمدیہ) نے یہ دعویٰ ہر یک قوم کے مقابلہ پر کرنا شروع کیا ہے کہ خاص قرآن شریف میں ہی یہ ذاتی خاصیت پائی جاتی ہے کہ اس کے سچے اتباع سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں اور مقبولان الٰہی میں جگہ ملتی ہے۔ اور نہ صرف دعویٰ کیا بلکہ ان باتوں کا ثبوت دینے میں بھی اپنا ذمہ لیا۔ یوروپ اور امریکہ کے ملکوں تک رجسٹری کرا کر اسی ذمہ واری کے خط بھیجے اور اسی مضمون کا بیس ہزار اشتہار شایع کیا۔ تب سے آریوں اور پادریوں وغیرہ کے دلوں پر ایک عجیب طور کا دھڑکا شروع ہو رہا ہے اور ہر طرف سے جزع اور فزع کی آوازیں آ رہی ہیں۔ بالخصوص بعض اوباش طبع آریوں نے تو صرف زبان درازی اور دشنام دہی اور نالایق بہتانوں سے ہی کام لینا چاہا۔ تا کسی طرح آفتاب صداقت پر خاک ڈال دیں۔ مگر سچائی کے نُور اُن کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ اور یہ تو قدیم سے عادت اللہ جاری ہے کہ ہمیشہ راست باز آدمی ستائے جاتے ہیں اور ان کے حق میں نااہل آدمی طرح طرح کی باتیں بولا کرتے ہیں۔ مگر آخر حق کا ہی بول بالا ہوتا ہے۔ اب تازہ افترا جو محض ناخداترسی کی راہ سے بعض نادان متعصب آریوں اور عیسائیوں نے کیا ہے۔ جس کا ذکر ایک شخص مسمّٰی پنڈت لیکھرام پشاوری کی طرف سے اشتہار مطبوعہ شفیق ہند پریس لاہور میں اور ایک عیسائی صاحب کی طرف سے پرچۂ نُور افشاں مطبوعہ ۳ر جون میں دیکھا گیا ہے، یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی سراسر غلط نکلی کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا کیونکہ ۱۵ اپریل کو ان کے گھر دُختر پیدا ہوگئی ہے۔ فقط

---

۱ الصف : ۹

قواعد طبی کے رُو سے حمل موجودہ کی علامات سے ایک حکیم آدمی بتلا سکتا ہے کہ کیا پیدا ہوگا۔ اور پنڈت لیکھرام پشاوری اور بعض دیگر مخالف اس عاجز پر یہی الزام رکھتے تھے کہ ان کو فن طبابت میں مہارت ہے۔ انہوں نے طب کے ذریعہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ اسی طرح ایک صاحب محمد رمضان نام نے پنجابی اخبار ۲۰ رمارچ ۱۸۸۶ء میں چھپوایا کہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دینا منجانب اللہ ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ جس نے ارسطو کا ورکس

بقیہ حاشیہ :۔ اب منصف لوگ جو راستی پسند ہیں۔ مرزا صاحب کے اشتہارات کو پڑھ کر اور پھر جو کچھ اُن مخالفوں نے ان اشتہارات کا نتیجہ نکالا ہے۔ اس پر بھی نظر ڈال کر سمجھ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا کینہ اور بُغض اور ان کا مادہ ناخدا ترسی اور دروغ گوئی کس حد تک بڑھ گیا ہے۔ ہر سہ اشتہارات جو مرزا صاحب نے اس بارہ میں چھپوائے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ پہلا اشتہار جس کو مرزا صاحب نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کو بمقام ہوشیار پور شائع کیا تھا۔ اس میں کوئی تاریخ درج نہیں کہ وہ لڑکا جس کے صفات اشتہار میں درج ہیں کب اور کس سال میں پیدا ہوگا۔ دوسرا اشتہار جو ۲۲ رمارچ ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب کی طرف سے شائع کیا گیا۔ یہ بہت مفید اشتہار ہے اس میں بتصریح کھول دیا گیا ہے کہ وہ لڑکا نو برس کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اس میعاد سے تخلف نہیں کرے گا۔ لیکن تیسرا اشتہار جو مرزا صاحب کی طرف سے ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کو جاری ہوا۔ اس کی الہامی عبارت ذوی الوجوہ اور کچھ گول گول ہے۔ اور اس میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ کب اور کس تاریخ میں پیدا ہوگا۔ ہاں اس میں ایک یہ فقرہ ہے کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدّت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ فقرہ کہ مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ایک ذوی الوجوہ فقرہ ہے اگر الہامی عبارت کے سر پر لفظ اِس کا ہوتا یعنی عبارت یوں ہوتی کہ اس مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا۔ ضرور اس میں پیدا ہو جائے گا تو بلاشبہ مواخذہ کی جگہ تھی۔ مگر اب تو ناحق کی نکتہ چینی ہے جس سے بجز اس کے کہ یہ ثابت ہو کہ معترض سخت درجہ کا متعصب اور کج فہم اور کج طبع یا سادہ لوح ہے اور کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ الہامات ربّانی یا قوانین سلطانی کی عبارتیں اس پایہ اور عزّت کی ہوتی ہیں جن کے لفظ لفظ پر بحث کرنا چاہیئے۔ سو الہامی عبارت میں اِس کا لفظ متروک ہونا (جس سے حمل موجودہ میں پیشگوئی محدود ہو جاتی) صریح بتلا رہا ہے کہ اس جگہ حمل موجودہ مراد نہیں لیا گیا۔ بلکہ اس فقرہ کے دو معنے ہیں۔ تیسرے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔

اوّل یہ کہ مدّت موعودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ یعنی نو برس سے۔ کیونکہ اس خاص لڑکے کے حمل کے لیئے یہی مدّت موعود ہے۔

دوسرے یہ معنے کہ مدّت معہودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ سو مدت معہودہ حمل کی اکثر طبیبوں کے نزدیک ڈھائی برس بلکہ بعض کے نزدیک انتہائی مدت حمل کی تین برس تک بھی ہے۔

دیکھا ہوگا۔ حاملہ عورت کا قارورہ دیکھ کر لڑکا یا لڑکی پیدا ہونا ٹھیک بتلا سکتا ہے اور بعض مخالف مسلمان یہ بھی کہتے تھے کہ اصل میں ڈیڑھ ماہ سے یعنی پیشگوئی بیان کرنے سے پہلے لڑکا پیدا ہوچکا ہے جس کو فریب کے طور پر چھپا رکھا ہے اور اس کو عنقریب مشہور کیا جائیگا کہ پیدا ہوگیا۔ سو یہ اچھا ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے تولّدِ فرزند مسعود موعود کو دوسرے وقت پر ڈال دیا۔ ورنہ اگر اَب کی دفعہ ہی پیدا ہوجاتا تو ان مفتریات مذکورہ بالا کا کون فیصلہ کرتا، لیکن اب تولّد فرزند موصوف کی بشارت غیب محض ہے۔ نہ کوئی حمل موجود ہے تا ارسطو کے ورکس یا جالینوس کے قواعد حمل دانی بالمعائنہ پیش ہوسکیں۔ اور نہ اس کوئی بچّہ چھپا ہوا ہے تا وہ مدّت کے بعد نکالا جائے۔ بلکہ نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے

بقیہ حاشیہ :۔ بہرحال ان دونوں وجوہ میں سے کسی وجہ کی رُو سے پیشگوئی کی صحت پر جرح نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے مرزا صاحب نے اسی اشتہار ۸ ر اپریل میں قیاسی طور پر یہ بھی صاف لکھ دیا تھا کہ غالباً وہ لڑکا اب یا اس کے بعد قریب حمل میں پیدا ہوگا اور پھر اس اشتہار کی اخیر سطر میں مرزا صاحب نے یہ بھی تحریر کردیا۔ کہ میں اسی قدر ظاہر کرتا ہوں جو مجھ پر منجانب اللہ ظاہر کیا گیا اور آئندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا۔ وہ بھی شائع کیا جائے گا۔ سو مرزا صاحب نے اپنے اسی اشتہار میں بتلا بھی دیا کہ اس اشتہار کا الہامی فقرہ مجمل اور ذوی الوجوہ ہے جس کی تشریح اگر خدا نے چاہا پیچھے سے کی جائے گی۔ اب کیا کوئی انصاف پسند مرزا صاحب کے کسی لفظ سے یہ بات نکال سکتا ہے کہ وہ لڑکا ضرور پہلی ہی دفعہ پیدا ہوجائے گا نہ کسی اَور وقت۔ سو ہم بڑے افسوس سے لکھتے ہیں کہ اسلام کے مخالف غلبہ جوش تعصّب میں آکر اپنی وثاقت کو بھی کھو دیتے ہیں اور ناحق اپنی بداندرونی کو لوگوں پر ثابت کرتے ہیں۔ نہیں دیکھتے کہ جب تک میعاد مقررہ باقی ہے تب تک اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اور وقت سے پہلے شور و غوغا کرنے سے یہ بھی نہیں سوچتے کہ اگر یہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری ہوگئی تو اس روز کیا حال ہوگا اور کیا کیا ندامتیں اُٹھانی پڑیں گی۔ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ اگر ایسی بے ہودہ نکتہ چینیوں سے کسی حق الامر کو کچھ صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ تو پھر کوئی سچائی اس صدمہ سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی کئی پیشگوئیوں پر یہودیوں نے ایسی ایسی بلکہ اس سے بڑھ کر نکتہ چینیاں کی ہیں اور ان کی پیشگوئی کو دائرہ صداقت سے بالکل دور و مہجور سمجھا ہے۔ مگر کیا ایسی بیہودہ نکتہ چینیوں سے ان کی سچائی میں کچھ فرق آسکتا ہے۔ بدباطن لوگ ہمیشہ بے ایمانی اور دشمنی کی راہ سے چاند پر خاک ڈالتے رہے ہیں۔ لیکن انجام کار راستی کی ہی فتح ہوتی رہی ہے اور ایسی ہی اب بھی ہوگی۔ مرزا صاحب کا رسالہ سراج منیر عنقریب نکلنے والا ہے۔ اس میں نہ ایک پیشگوئی بلکہ وہ سارا رسالہ پیشگوئیوں ہی سے بھرا ہوا ہے تب خود سچ اور جھوٹ میں فرق کھُل جائیگا۔ ذرا صبر کرنا چاہیئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

المشتہر

میر عباس علی لدھیانوی۔ ہشتم جون ۱۸۸۶ء

مطبوعہ شعلہ نُور پریس بٹالہ

زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں۔ اور نہ یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ مخواہ پیدا ہوگی، چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے۔ اخیر پر ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اخبار مذکورہ بالا میں منشی محمد رمضان صاحب نے تہذیب سے گفتگو نہیں کی بلکہ دینی مخالفوں کی طرح جا بجا مشہور افتراء پردازوں سے اس عاجز کو نسبت دی ہے۔ اور ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدائے تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی۔ کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔ اس پیشگوئی پر منشی صاحب فرماتے ہیں کہ الہام کئی قسم کا ہوتا ہے۔ نیکوں کو نیک باتوں کا اور زانیوں کو عورتوں کا۔ ہم اس جگہ کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ ناظرین منشی صاحب کی تہذیب کا آپ اندازہ کریں۔ پھر ایک اور صاحب ملازم دفتر اگزیمنر صاحب ریلوے لاہور کے جو اپنا نام نبی بخش[1] ظاہر کرتے ہیں۔ اپنے خط مرسلہ ۱۳؍ جون ۱۸۸۶ء میں اس عاجز کو لکھتے ہیں کہ تمہاری پیشگوئی جھوٹی نکلی اور دُختر پیدا ہوئی اور تم حقیقت میں بڑے فریبی اور مکّار اور دروغ گو آدمی ہو۔ ہم اس کے جواب میں بجُز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اے خدائے قادر مطلق۔ یہ لوگ اندھے ہیں ان کو آنکھیں بخش۔ یہ نادان ہیں ان کو سمجھ عطا کر۔ یہ شرارتوں سے بھرے ہوئے ہیں ان کو نیکی کی توفیق دے۔ بھلا کوئی اس بزرگ سے پُوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ لڑکا اسی حمل میں پیدا ہوگا۔ اس سے ہرگز تخلف نہیں کرے گا۔ اگر مَیں نے کسی جگہ ایسا لکھا ہے تو میاں نبی بخش صاحب پر واجب ہے کہ اس کو کسی اخبار میں چھپا دیں۔ اس عاجز کے اشتہارات پر اگر کوئی منصف آنکھ کھول کر نظر ڈالے تو اسے معلوم ہوگا کہ ان میں کوئی بھی ایسی پیشگوئی درج نہیں جس میں ایک ذرّہ غلطی کی بھی گرفت ہو سکے بلکہ وہ سب سچّی ہیں اور عنقریب اپنے اپنے وقت پر ظہور پکڑ کر مخالفین کی ذلّت اور رسوائی کا موجب ہوں گی۔ دیکھو ہم نے ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں جو یہ پیشگوئی اجمالی طور پر لکھی تھی کہ ایک امیر نووارد پنجابی الاصل کو کچھ ابتلا درپیش ہے کیسی وہ سچّی نکلی۔ ہم نے صدہا ہندوؤں اور مسلمانوں کو مختلف شہروں میں بتلا دیا تھا کہ اس شخص پنجابی الاصل سے مراد دلیپ سنگھ ہے جس کی پنجاب میں آنے کی خبر مشہور ہو رہی ہے، لیکن اس ارادہ سکونت پنجاب میں وہ ناکام رہے گا۔ بلکہ اس سفر میں اس کی عزّت و آسایش یا جان کا خطرہ ہے اور یہ پیشگوئی ایسے وقت میں لکھی گئی اور عام طور پر بتلائی گئی تھی۔ یعنی ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کو جبکہ اس ابتلاء کا کوئی اثر و نشان ظاہر نہ تھا۔ بالآخر اس کو مطابق اسی پیشگوئی کے بہت حرج اور تکلیف اور سُبکی اور خجالت اُٹھانی پڑی اور اپنے مدعا سے محروم رہا۔ سو دیکھو اس پیشگوئی کی صداقت کیسی کُھل گئی۔ اسی طرح سے اپنے اپنے وقت پر سب پیشگوئیوں کی سچائی ظاہر ہوگی اور دشمن روسیاہ نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ رسوا ہوں گے۔ یہ خدائے تعالیٰ کا فعل ہے جو ابھی تک انہیں اندھا کر رکھا ہے۔ ان کے دلوں کو سخت کر دیا اور ہمارے دل میں درد اور خیر خواہی کا

---

[1] یہ صاحب بعد میں احمدیت میں داخل ہو گئے اور بہت مخلص ثابت ہوئے (المرتب)

طوفان مچادیا۔ سو اس مشکل کے حل کے لیے اسی کی جناب میں تضرّع کرتے ہیں۔

ر اے خدا نور دہ ایں تیرہ درونانے را ⁂ یا بدہ درد دگر ہیچ خدا دانے را

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشـــــــــــــــــــــــــــتھر

خاکسار **غلام احمدؐ** مؤلف براہین احمدیہ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(منقول از سرمہ چشم آریہ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل ستمبر ۱۸۸۶ء جو کتاب ہذا کے آخر میں ص ۱ تا ۱۴ ہے)

---

(۳۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اشتہار واجب الاظہار

یہ رسالہ کحل الجواہر سُرمہ چشم آریہ نہایت صفائی سے چھپ کر ایک روپیہ[۱۲] بارہ آنہ[عہ] اس کی قیمت عام لوگوں کے لیے قرار پائی ہے اور خواص اور ذی استطاعت لوگ جو کچھ بطور امداد دیں ان کے لیے موجب ثواب ہے کیونکہ سراج منیر اور براہین کے لیے اسی قیمت سے سرمایہ جمع ہوگا۔ اور اس کے بعد رسالہ سراج منیر انشاء اللہ القدیر چھپے گا۔ پھر اس کے بعد پنجم حصہ کتاب براہین احمدیہ چھپنا شروع ہوگا۔ جو بعض لوگ توقف طبع کتاب براہین سے مضطرب ہو رہے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ توقف میں کیا کیا کارروائیاں بطور تمہید کتاب کے لیے عمل میں آئی ہیں۔ ۲۳ ہزار کے قریب اشتہار تقسیم کیا گیا اور صدہا جگہ ایشیاء و یورپ و امریکہ میں خطوط دعوتِ اسلام اُردو۔ انگریزی میں چھپوا کر اور رجسٹری کرا کر بھیجے گئے جن کا تذکرہ انشاء اللہ پنجم حصہ میں آئے گا۔ و انّما الاعمال بالنّیات۔ بایں ہمہ اگر بعض صاحب اس توقف سے ناراض ہوں تو ہم ان کو فسخ بیع کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ ہم کو اپنی خاص تحریر سے اطلاع دیں۔ تو ہم بدیں شرط کہ جس وقت ہم کو ان کی قیمت مرسلہ میسّر آوے اس وقت باخذ کتاب واپس کر دیں گے۔ بلکہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایسے صاحبوں کی ایک فہرست طیار کی جائے اور ایک ہی دفعہ سب کا فیصلہ کیا جائے۔ اور یہ بھی ہم اپنے گذشتہ اشتہار میں لکھ چکے ہیں اور اب بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اب یہ سلسلہ تالیف کتاب بوجہ الہامات الٰہیہ دوسرا رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب تین سو جزُ تک ضرور پہنچے۔ بلکہ جس طور سے خدا تعالےٰ مناسب سمجھے گا۔ کم یا زیادہ بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام دے گا کہ یہ سب کام اسی کے ہاتھ میں اور اسی کے امر سے ہے۔ واجب تھا ظاہر کیا گیا۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھُدیٰ۔

المشــــــــــــــــتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از اندرونی صفحہ ٹائٹل پیج سرمہ چشم آریہ مطبوعہ باراول۔ ریاض ہند پریس امرت سر ستمبر ۱۸۸۶ء)

(۴۰)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اشتہار انعامی پانسو ۵۰۰ روپیہ

درباره کتاب لاجواب کحل الجواہر سُرمہ چشم آریہ جو آریوں کے وید اور ان کے عقائد اور اُصول کو باطل اور دور از صدق ثابت کرتی ہے

سرمہ چشم آریہ پر درد پر ز گوہر ست ❊ بیں ز سر جستجو سال ازیں ظاہر ست[1]

۱۳۰۳ھ

یہ کتاب یعنی رسالہ سُرمہ چشم آریہ بتقریب مباحثہ لالہ مُرلیدھر صاحب ڈرائنگ ماسٹر ہوشیار پور جو عقاید باطلہ وید کی بکلّی بیخ کنی کرتی ہے، اس دعویٰ اور یقین سے لکھی گئی ہے کہ کوئی آریہ اس کتاب کا ردّ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ سچ کے مقابل پر جھوٹ کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اور اگر کوئی آریہ صاحب ان تمام وید کے اصولوں اور اعتقادوں کو جو اس کتاب میں ردّ کئے گئے ہیں۔ سچ سمجھتا ہے اور اب بھی وید اور اس کے ایسے اصولوں کو ایشر کرت ہی خیال کرتا ہے۔ تو اس کو اسی ایشر کی قسم ہے کہ اس کتاب کا ردّ لکھ کر دکھلاوے اور پانسو روپیہ صحابہ انعام پاوے۔ یہ پانسو روپیہ بعد تصدیق کسی ثالث کے جو کوئی پادری یا برہمو صاحب ہوں گے دیا جائیگا اور ہمیں یہاں تک منظور ہے کہ اگر منشی جیونداس صاحب سکرٹری آریہ سماج لاہور جو اس گرد و نواح کے آریہ صاحبوں کی نسبت سلیم الطبع اور معزز اور شریف آدمی ہیں۔ بعد ردّ چھپ جانے اور عام طور پر شائع ہو جانے کے مجمع عام علماء مسلمانوں اور آریوں اور معزز عیسائیوں وغیرہ میں معہ اپنے عزیز فرزندوں کے حاضر ہوں اور پھر اُٹھ کر قسم کھالیں کہ ہاں میرے دل نے بہ یقین کامل قبول کر لیا ہے کہ سب اعتراضات رسالہ سرمہ چشم آریہ جن کو میں نے اوّل سے آخر تک بغور دیکھ لیا ہے اور خوب توجہ کر کے سمجھ لیا ہے[2] اس

---

[1] یہ شعر نتائج طبع مولوی محمد یوسف صاحب سنوری سے ہے۔ جزاہم اللّٰہ خیراً۔ منہ

[2] اس جگہ منشی جیونداس صاحب پر لازم ہوگا کہ سب اعتراضات مندرجہ رسالہ سرمہ چشم آریہ حاضرین کو صحیح صحیح طور پر سُنا بھی دیں۔ منہ

تحریر سے ردّ ہو گئے ہیں۔ اور اگر میں دلی اطمینان اور پوری سچائی سے یہ بات نہیں کہتا تو اس کا ضرر اور وبال اسی دُنیا میں مجھ پر اور میری اسی اولاد پر جو اس وقت حاضر ہے، پڑے۔ تو بعد ایسی قسم کھا لینے کے صرف منشی صاحب موصوف کی شہادت سے پانسو روپیہ نقد ردّ کنندہ کو اسی مجمع میں بطور انعام دیا جائے گا۔ اور اگر منشی صاحب موصوف عرصہ ایک سال تک ایسے قسم کے بد اثر سے محفوظ رہے تو آریوں کے لیے بلاشبہ یہ حجت ہو گی کہ صاحب موصوف نے اپنی دلی صداقت سے اپنے علم اور فہم کے مطابق قسم کھائی تھی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتـــــــــــــــــــــــــــــــــہر

خاکسار غلام احمدؐ۔ از قادیان۔ ضلع گورداسپور پنجاب

(منقول از ٹائٹل سُرمہ چشم آریہ مطبوعہ بار اوّل ریاض ہند پریس امرتسر ستمبر ۱۸۸۶ء جو ٹائٹل کے آخری صفحات پر ہے)

(۱۴)

اشتہار

چونکہ رسالہ سراج مُنیر جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہوگا۔ چودہ سو روپیہ کی لاگت سے چھپے گا۔ اس لیے چھپنے سے پہلے خریداروں کی درخواستیں آنا ضروری ہے۔ تا بعد میں دقتیں پیدا نہ ہوں۔ قیمت اس رسالہ کی ایک روپیہ علاوہ محصول ہوگی۔ لہٰذا اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب پختہ ارادہ سے سراج منیر کو خریدنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی درخواست معہ پتہ سکونت وغیرہ کے ارسال فرمائیں۔ جب ایک حصہ کافی درخواستوں کا آجائے گا تو فی الفور کتاب کا طبع ہونا شروع ہو جائے گا۔ والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان

جن صاحبوں کو اس رسالہ کی ضرورت ہو وہ اپنا نام معہ پتہ ونشان نقشہ ذیل میں لکھ دیں

نمبر شمار	نام	پتہ ونشان	العبد
۱			
۲			
۳			
۴			
۵			
۶			
۷			
۸			
۹			
۱۰			

اطلاع ضروری۔ ایک کتاب لاجواب مسمّٰی بہ شحنۂ حق جس میں ویدک فلاسفی اور آریہ مذہب کی حقیقت صاف صاف اور کافی طور سے کھول دی گئی ہے۔ چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ قیمت اس کتاب کی ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک مقرر ہوئی ہے جس صاحب کو منظور ہو بارسال قیمت نقد یا ویلیو پے ایبل پارسل طلب کرلے۔

(یہ اشتہار بلا تاریخ وبغیر نام مطبع ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ کا ہے)

(۴۲)

اعلانؔ[1]

ہم نے سُرمہ چشم آریہ میں چہل روزہ اشتہار[2] بھی جاری کر کے دیکھ لیا ۔کسی ہندو نے کان تک نہیں ہلایا ۔خیال کرنا چاہیئے کہ جو شخص تمام دنیا میں اپنے الہامی دعوے کے اشتہار بھیج کر سب قسم کے مخالفوں کو آزمائش کے لیے بُلاتا ہے ۔اس کی یہ جرأت اور شجاعت کسی ایسی بناء پر ہوسکتی ہے جو نرا فریب ہے ۔کیا جس کی دعوت اسلام و دعویٰ الہام کے خطوں نے امریکہ☆ اور یُورپ کے دُور دُور ملکوں تک ہلچل مچادی ہے ۔کیا ایسی استقامت کی بنیاد صرف لاف وگزاف کا خس وخاشاک ہے ۔کیا تمام جہان کے مقابل پر ایسا دعویٰ وہ مکار بھی کرسکتا ہے کہ جو اپنے دل میں جانتا ہے کہ مَیں جھوٹا ہوں اور خدا میرے ساتھ نہیں ۔افسوس آریوں کی عقل کو تعصّب نے لے لیا ۔بغض اور کینہ کے غبار سے ان کی آنکھیں جاتی رہیں ۔اَب اس روشنی کے زمانہ میں وید کو خدا کا کلام بنانا چاہتے ہیں ۔نہیں جانتے کہ اندرؔ اور اگنی کا مدت سے زمانہ گذر گیا ۔کوئی کتاب بغیر خدائی نشانوں کے خدا تعالیٰ کا کلام کب بن سکتی ہے اور اگر ایسا

☆ نوٹ :۔ امریکہ سے ابھی ہمارے نام ایک چٹھی آئی ہے ۔جس کے مضمون کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

صاحب من ! ایک تازہ پرچہ اخبار اسکاٹ صاحب ہمہ اوستی میں مَیں نے آپ کا خط پڑھا ۔جس میں آپ نے ان کو حق دکھانے کی دعوت کی ہے ۔اس لیے مجھ کو اس تحریک کا شوق ہوا ۔مَیں نے مذہب بدھ اور برہمن مت کی بابت بہت کچھ پڑھا ہے اور کسی قدر تعلیمات زردشت وکنفیوشسر کا مطالعہ بھی کیا ہے ۔لیکن محمد صاحب کی بابت بہت کم ۔مَیں راہ راست کی نسبت ایسا مذبذب رہا ہوں ۔اور اب بھی ہوں کہ گو میں عیسائی گروہ کے ایک گرجا کا امام ہوں ۔مگر سوائے معمولی اور اخلاقی نصیحتوں کے اور کچھ سکھلانے کے قابل نہیں ۔غرض مَیں سچ کا متلاشی ہوں اور آپ سے اخلاص رکھتا ہوں ۔

آپ کا خادم الگزنڈر آووب ۔پتہ ۳۰۲۱ ۔اسٹرن رونیو سینٹ لوئس سوری اضلاع متحدہ امریکہ ؎

---

[1] یہ ایک اعلان ہے جو "شحنہ حق" مطبوعہ بار دوم کے صفحہ ۳۶ سطر ۷ سے شروع ہوتا ہے ۔اس کے عنوان پر لفظ اعلان نہیں لکھا ۔البتہ کتاب مذکور کے صفحہ ۷۴ سطر ۱۶ میں اس کو اعلان فرمایا ہے ۔اس لیے عنوان اس کا یہاں "اعلان" لکھ دیا ہے اور یہ عنوان مرتب اشتہارات کی طرف سے ہے ۔ (مرتب)

[2] دیکھئے اشتہار نمبر ۳۵ (مرتب)

ہی ہو تو ہر یک شخص اُٹھ کر کتاب بنا دے اور اس کا نام خدا تعالےٰ کا کلام رکھ لیوے۔ اللہ جلّشانہٗ کا وہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ سو آؤ جس نے دیکھنا ہو، دیکھ لے۔ وہ قرآن شریف ہے جس کی صدہا رُوحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلّی طور پر الہام پاتے ہیں اور تا دم مرگ رحمت اور برکت ان کی شامل ہوتی ہے۔ سو یہ خاکسار اسی آفتاب حقیقت سے فیض یافتہ اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔ اب یہ ہندو روشن چشم جو اس الٰہی کاروبار کا نام فریب رکھ رہا ہے۔ اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ ہر چند اب ہمیں فرصت نہیں کہ بالمواجہ آزمایش کے لیے ہر روز نئے نئے اشتہار جاری کریں اور خود رسالہ سراج منیر نے ان متفرق کارروائیوں سے ہمیں مستغنی کر دیا ہے لیکن چونکہ اس دزد منش کی روبہ بازیوں کا تدارک ازبس ضروری ہے جو مدّت سے برقع میں اپنا مُنہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا ہے۔ کبھی ہم پر تہمتیں لگاتا ہے اور فریبوں کی طرف نسبت دیتا ہے اور کبھی ہمیں مفلس بے زر قرار دے کر یہ کہتا ہے کہ کس کے پاس مقابلہ کے لیے جاویں۔ وہ تو کچھ بھی جائداد نہیں رکھتا۔ ہمیں کیا دے گا۔ کبھی ہمیں قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔ اور اپنے اشتہاروں میں ۲۷۔ جولائی ۱۸۸۶ء سے تین برس تک ہماری زندگی کا خاتمہ بتلاتا ہے ایسا ہی ایک بیرنگ خط میں بھی جو کسی انجان کے ہاتھ سے لکھایا گیا ہے جان سے مار دینے کے لیے ہمیں ڈراتا ہے۔ لہٰذا ہم بعد اس دُعا کے کہ یا الٰہی تو اس کا اور ہمارا فیصلہ کر۔ اس کے نام یہ اعلان جاری کرتے ہیں اور خاص اسی کو اس آزمائش کے لیے بُلاتے ہیں کہ اب برقع سے منہ نکال کر ہمارے سامنے آوے اور اپنا نام ونشان بتلا دے اور پہلے چند اخباروں میں شرائط متذکرہ ذیل پر اپنا آزمایش کے لیے ہمارے پاس آنا شائع کر کے اور پھر بعد تحریری قرار داد چالیس دن تک امتحان کے لیے ہماری صحبت میں رہے۔ اگر اس مدّت تک کوئی ایسی الہامی پیشگوئی ظہور میں آ گئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ جائے تو اسی جگہ اپنی لمبی چوٹی کٹا کر اور رشتہ بے سود زنار کو توڑ کر اس پاک جماعت میں داخل ہو جائے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی توحید سے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی کامل رہبری سے گم گشتگان بادیہ شرک و بدعت کو صراط مستقیم کی شاہراہ پر لاتے جاتے ہیں۔ پھر دیکھے کہ بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں کے مالک نے کیسے ایک دم میں اندرونی آلائشوں سے اسے صاف کر دیا ہے اور کیونکر نجاست کا بھرا ہوا لتّہ ایک صاف اور پاک پیرایہ کی صورت میں آ گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی پیشگوئی اس چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں نہ آئے تو چالیس٭ دن کے ہرجانہ میں سو روپیہ یا جس قدر کوئی ماہواری تنخواہ سرکار انگریزی میں پا چکا ہو اس کا دوچند ہم سے لے لے۔ اور پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہان میں ہماری نسبت منادی کرا دے کہ آزمایش کے بعد میں نے اس کو فریبی اور جھوٹا پایا۔ یکم اپریل ۱۸۸۷ء سے اخیر مئی ۱۸۸۷ء تک اسے مہلت ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اس کے اطمینان کے لیے روپیہ کسی برہمو صاحب کے پاس رکھا جائے گا جو دونو فریق کے لیے بطور ثالث ہیں۔ اور وہ برہمو صاحب ہمارے جھوٹا نکلنے کی حالت میں خود اپنے اختیار سے جو پہلے بذریعہ

تحریر خاص ان کو دیا جائے گا اس آریہ فتحیاب کے حوالہ کر دیں گے اور اگر اب بھی روپیہ لینے میں دھڑکا ہو تو اس عمدہ تدبیر پر کہ خود آریہ صاحب سوچیں، عمل کیا جائے گا، مگر روپیہ بہر صورت ایک معزز برہمو صاحب (ثالث) کے ہاتھ میں رہے گا۔ لہٰذا ہم تاکیداً اس آریہ صاحب کو جس نے ہمارا نام فریبی رکھا۔ الہامات ربانی کو سراسر فریب قرار دیا۔ پورانے وحشی آریوں کی طرح ہمیں گندیاں گالیاں دیں۔ **جان سے مارنے کی** دھمکیاں سنائیں، باآواز بلند ہدایت کرتے ہیں کہ ہماری نسبت تو اس نے دشنام دہی میں جہاں تک گند اس کی سرشت میں بھرا ہوا تھا۔ سب نکالا، لیکن اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب امتحان کے لئے بپابندی شرائط متذکرہ بالا سیدھا ہمارے سامنے آجائے تاہم بھی دیکھ لیں کہ اس فرشتہ خوشستہ زبان کی شکل کیسی ہے اور اگر اخیر مئی ۱۸۸۶ء تک مقابل پر نہ آیا۔ اور نہ اپنی مادری خصلت سے باز رہا۔ تو دیکھو میں بعد شاہد حقیقی کے زمین و آسمان اور تمام ناظرین اس رسالہ کو گواہ رکھ کر ایسے یاوہ گو اور جنگ جو کو مندرجہ ذیل انعام جو فی الحقیقت نیش زنی اور رہزنی اور ظالم منشی کی حالت میں اسی کے لائق ہے دیتا ہوں تا میں دیکھوں کہ اب وہ سوراخ سے نکل کر باہر آتا ہے یا اس نیچے لکھے ہوئے انعام کو بھی نگل جاتا ہے۔

اور وہ انعام بحالت اس کے نہ آنے اور بھاگ جانے کے یہ ہے:۔

(۱) ایک لعنــــــــــــــت

(۲) دو لعنــــــــــــــت

(۳) تین لعنــــــــــــــت

(۴) چار لعنــــــــــــــت

(۵) پانچ لعنــــــــــــــت

(۶) چھ لعنــــــــــــــت

(۷) سات لعنــــــــــــــت

(۸) آٹھ لعنــــــــــــــت

(۹) نو لعنــــــــــــــت

(۱۰) دس لعنــــــــــــــت

تلک عشرة کاملة

(منقول از شحنۂ حق مطبوعہ ریاض ہند پریس امرت سر بار دوم صفحہ ۳۶ تا ۳۹)

(۴۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی

محمد عربی کابروئے ہر دوسرا است کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سراو

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا [1]

آیا حق اور بھاگ گیا باطل تحقیق باطل ہے بھاگنے والا

خوشخبری

اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولّد کے لیے مَیں نے اشتہار ۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر اپنے کھُلے کھُلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک ؏

اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ کس قدر بزرگ پیشگوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ آریہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے جس کا وقت تبلایا جائے۔ سو اب یہ پیشگوئی انہیں منظور کرنی پڑی۔ کیونکہ اس پیشگوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا۔ ضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ حمل بھی کچھ دُور نہیں۔ بلکہ قریب ہے۔ یہ مطلب اگرچہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینہ پہلے رُوح القدس سے قوت پاکر مفصّل طور پر مضمون مذکورہ بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا۔ آریوں نے حجّت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدّت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ مَیں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے کیونکہ کسی الہام کے وہ معنے ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے۔ اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پاکر اس کے معنے کرتا ہے۔ پس جس حالت میں لڑکی پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں

---

[1] بنی اسرائیل : ۸۲

کی خدمت میں بھی بھیجدیئے۔ تو الہامی عبارت کے وہ معنے قبول نہ کرنا جو خود ایک خفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور مخالفین تک پہنچا دیئے گئے کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم کا اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقیدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عند العقل زیادہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ خود سوچ لینا چاہیئے کہ مصنف جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعویٰ کر لیتا ہے تو وہ اپنے اس الہام اور اس تشریح کا آپ ذمہ وار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بیجا دینا ایسا ہے جیسے کوئی کسی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنے نہیں بلکہ یہ ہیں جو ئیں نے سوچے ہیں۔ اب ہم اصل اشتہار ۸؍ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لیے ذیل میں لکھتے ہیں تا ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیشگوئی کی نسبت کیا دعویٰ کیا تھا اور پھر وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۷؍ اگست ۱۸۸۷ء مؤلف

وکٹوریہ پریس لاہور بیکی دروازہ

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحات پر ہے)

(۴۴)

اعلان

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

قادیان کے آریوں کا دھرم پرکھنے کے لیے اگر کسی کو زیادہ فرصت نہ ہو تو ہمارے اسی اشتہار کے ذریعہ سے ساری کیفیت ان کی معلوم ہوسکتی ہے کہ کہاں تک وہ ایسی سچائی کے قبول کرنے کے لیے مستعد ہیں جس کا اقرار کرنے سے وہ کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس سال اس عاجز نے قادیان کے ہندوؤں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ[1] کرکے بعض الہامی پیشین گوئیوں کے بتلانے کا وعدہ کیا تھا۔ انہیں دنوں میں یہ پیشگوئی جو اس اشتہار کے اخیر میں درج ہے بخوبی ان کو سنا کر اور قلمبند کرکے ان میں سے چار آدمیوں کے دستخط اس پر کرا دیئے تھے اور پیشگوئی کے ظہور کی میعاد اکتیس ماہ تک تھی۔ اب جو فروری ۱۸۸۸ء کا مہینہ آیا جو حساب کے رو سے اکتیسواں مہینہ تھا تو ان بھلے مانسوں کے زہرناک تعصب نے انہیں اس قدر صبر کرنے نہ دیا کہ مہینہ کے اخیر تک انتظار کرتے بلکہ ابھی وہ آخری مہینہ چڑھا ہی تھا کہ انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ یعنے اب کیا ہے صرف چند روز باقی ہیں، لیکن اس قادر کی قدرت دیکھئے کہ کیسے اخیر پر اس نے ان کو اُلٹا کر مارا۔ اور کیسے ذلیل اور رُسوا کیا کہ ابھی پندرہ دن اکتیسویں مہینے کے پورے ہونے میں باقی تھے کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ افسوس یہ دل کے اندھے نہیں دیکھتے کہ ہر ایک پیشگوئی ہماری خدا تعالیٰ کیسی پوری کرتا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی کچھ پروا ہی نہیں ؛

اب جاننا چاہیئے کہ وہ پیشگوئی جس کی اکتیس ماہ کی میعاد اور جس پر ہندوؤں کی گواہیاں ثبت کرائی گئی تھیں۔ وہ ہمارے "چچا زاد بھائی" مرزا امام الدین و نظام الدین کے اہل و عیال کی نسبت تھی اور خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے الہام کے اس عاجز پر یہ ظاہر کیا تھا کہ مرزا امام الدین و نظام الدین کے عیال میں سے اکتیسویں ماہ کے پورے ہونے تک کوئی شخص فوت ہو جائیگا چنانچہ عین اکتیسویں مہینہ کے درمیان مرزا نظام الدین کی دُختر یعنی مرزا امام الدین

---

[1] یہ معاہدہ جلد ہذا کے صفحہ ۹۱ پر درج ہے (مرتب)

کی بھتیجی بعمر ۲۵ سال ایک بہت چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہوگئی ۔ اور آریوں کا شور وغوغا وہیں سرد ہوگیا ۔ یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں کہ وہ ہمیشہ سچ کی حمایت کرتا ہے اور صادق کی پناہ ہوتا ہے ۔ اب ہم اس جگہ الہامی پیشگوئی کی وہ عبارت لکھ دیتے ہیں جس پر قادیان کے ہندوؤں کے دستخط ہیں اور وہ یہ ہے :۔

مرزا امام الدین و نظام الدین کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے کہ اکتیس ماہ تک ان پر ایک سخت مصیبت پڑے گی یعنی ان کے اہل وعیال و اولاد میں سے کسی مرد یا کسی عورت کا انتقال ہو جائے گا جس سے ان کو سخت تکلیف اور تفرقہ پہنچے گا ۔ آج ہی کی تاریخ کے حساب سے جو تیئیس ساون سمت ۱۹۴۲ مطابق ۵ اگست ۱۸۸۵ء ہے یہ واقعہ ظہور میں آئے گا ۔

مرقوم ۵ اگست ۱۸۸۵ء

گواہ شد
پنڈت بھارامل ساکن قادیان بقلم خود

گواہ شد
پنڈت بیجناتھ بقلم خود

گواہ شد
بشنداس برہمن بقلم خود

گواہ شد
بشنداس کھتری بقلم خود

بالآخر ہم امرت سر اور لاہور کے نامی آریہ صاحبوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ان بھلے مانسوں سے دریافت تو کریں کہ ہمارا یہ بیان سچ ہے یا نہیں ؟ اور اگر سچ ہے تو پھر اسلام کی سچائی اور برکت سے انکار کرنا ہٹ دھرمی میں داخل ہے یا یہ بھی وید کی ہدایت کے رو سے دھرم کی ہی بات ہے ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی ۔

المعلن

خاکسار مرزا غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور ۔ ۲۰ ؍ مارچ ۱۸۸۸ء

(مطبوعہ ریاض ہند امرتسر پنجاب)

(یہ اشتہار تقطیع کلاں کے ایک صفحہ $\frac{20 \times 26}{4}$ پر ہے)

(۴۵)

ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

اعلان[1]

۱۸ مئی ۱۸۸۸ء روز جمعہ میں ایک صاحب فتح مسیح نام عیسائی واعظ نے بمقام بٹالہ اس عاجز کے مکان نشست گاہ پر آکر ایک عام جلسہ میں جس میں پچاس سے کچھ زیادہ آدمی مسلمان اور ہندو بھی تھے مجھ سے مخاطب ہوکر یہ دعویٰ کیا کہ جیسے آپ اس بات کے مدعی ہیں کہ میری اکثر دُعائیں جناب الٰہی میں بپایۂ قبولیت پہونچ کر ان کی قبولیت سے پیش از وقوع مجھ کو اللہ جلّشانہٗ بذریعہ اپنے الہام خاص کے اطلاع دے دیتا ہے اور غیب کی باتوں پر مجھے مطلع کرتا ہے یہی مرتبہ ملہم ہونے کا مجھ کو بھی حاصل ہے اور خدائے تعالیٰ مجھ سے بھی ہمکلام ہوکر اور میری دُعائیں قبول کر کے پیش از ظہور مجھ کو اطلاع دے دیتا ہے۔ اس لیے میں آپ سے آپ کی پیشگوئیوں میں مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس قدر اور جس طور کی پیشگوئیں عام جلسہ میں آپ تحریر کر کے پیش کریں گے۔ اسی قسم کی پیشگوئیاں اپنی طرف سے میں بھی پیش کروں گا۔ اور فریقین کی پیشگوئیاں اخبار نور افشاں میں چھپوا دوں گا۔

چنانچہ میاں فتح مسیح نے یہ دعویٰ کر کے بالمقابل پیشگوئیوں کے پیش کرنے کے لیے ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء روز دوشنبہ دن مقرر کیا اور وعدہ کیا کہ تاریخ اور روز مقررہ پر ضرور حاضر ہوکر بمقابل تمہارے یعنی اس عاجز کے الہامی پیشگوئیاں پیش کرونگا۔ اب چونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا برکت اور قبولیت اور ایمانداری کے پھلوں سے بالکل خالی ہے اور سارا گذارہ لاف وگزاف اور یاوہ گوئی پر ہے اور تمام برکتیں اسلام سے ہی خاص ہیں اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس لاف وگزاف کی اصلیّت ظاہر کرنے کے لیے اور نیز یہ بات پبلک کو دکھانے کے لیے کہ کہاں تک عیسائیوں میں دروغ گوئی اور بے باکی نے رواج پکڑ لیا ہے، اسے بالمقابل کرامت نمائی کیلئے اجازت دی جائے ؎

تا سیہ رُوئے شود ہر کہ دروغش شود

سو آج ہماری طرف سے بھی اس قسم کا مناظرہ قبول ہوکر عام اطلاع کے لیے یہ اعلان جاری کیا جاتا ہے کہ

---

[1] یہ اعلان ضمیمہ اخبار ریاض ہند مطبوعہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۱۵، ۱۶ پر ہے (المرتب)

۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو پیر کے روز میاں فتح مسیح عیسائی روح القدس کا فیض دکھلانے اور الہامی پیشگوئیاں بالمقابل بتلانے کے لیے ہمارے مکان پر جو نبی بخش ذیلدار کا طویلہ ہے آئیں گے۔ جیسا کہ انہوں نے قریباً پچاس آدمی کے رُوبرو یہ وعدہ کر لیا ہے۔ پہلے ہم الہامی پیشگوئیاں بقید تاریخ پیش کریں گے اور پھر اس کے مقابل پر ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسی ہی الہامی پیشگوئیاں وہ بھی پیش کریں۔ پس جو صاحب اس جلسہ کو دیکھنا چاہتے ہوں انہیں اختیار ہے کہ دس بجے تک بروز پیر ہمارے مکان پر بٹالہ میں حاضر ہو جاویں۔ پھر اگر میاں فتح مسیح برطبق اپنے وعدہ کے پیر کے دن آموجود ہوتے ہوں اور روح القدس کی الہامی طاقت جو اٹھارہ سو برس سے عیسائی جماعت سے بوجہ گمراہی انکی کے گُم ہو چکی ہے تازہ طور پر دکھلائیں اور اُن پیشگوئیوں کی سچائی اپنے وقت میں ظہور میں آجائے تو بلاشبہ عیسائیوں کو اپنے مذہب کی صداقت پر ایک حجّت ہوگی کیونکہ ایسے عظیم الشان میدان مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان کی حمایت کی اور مسلمانوں کی نہ کی۔ اور ان کو فتح دی اور مسلمانوں کو نہ دی، لیکن اگر ہماری پیشگوئیاں سچی نکلیں اور اس میدان میں دشمن کو شکست اور ہم کو فتح ہوئی تو اس سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ خدا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اور اگر میاں فتح مسیح تاریخ مقرر پر نہ آئے اور اس مقابلہ سے ڈر کر بھاگ گئے تو جو کاذبوں کی نسبت کہا جاتا ہے۔ ان سب الفاظ کے وہ مستحق ٹھہریں گے اور تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے والے عیسائی چلن سے اچھی طرح واقف ہو جائیں گے اور نیز یہ گریز ان کی حقیقت فتح اسلام متصور ہوگی۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المعلن خاکسار غلام احمدؐ از بٹالہ طویلہ نبی بخش ذیلدار ۱۸؍ مئی ۱۸۸۸ء بروز جمعہ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرت سر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحوں پر ہے)

(۴۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

اکیس۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ مذہبی کی کیفیت اور پادری وایٹ بریخٹ صاحب پر

اتمامِ حجت

جن صاحبوں نے ہمارا اعلان مجریہ ۱۸ رمئی ۱۸۸۸ء دیکھا ہے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ میاں فتح مسیح عیسائی واعظ نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھے بھی الہام ہوتا ہے اور میں بھی پیش از وقوع الہامی پیشگوئیاں بالمقابل بتلاسکتا ہوں چنانچہ اس دعویٰ کے پرکھنے کے لیے ۲۱ رمئی ۱۸۸۸ء کو بروز دوشنبہ اس عاجز کے مکان فرودگاہ پر ایک بھارا جلسہ ہوا اور بہت سے مسلمان اور ہندو معزز اور رئیس شہر کے رونق افروز جلسہ ہوئے اور سب کو اس بات کے دیکھنے کا شوق تھا کہ کونسی پیشگوئیاں بالمقابل پیش کی جاتی ہیں۔ آخر دسؔ بجے کے بعد میاں فتح مسیح معہ چند دوسرے عیسائیوں کے جلسہ میں تشریف لائے اور بجائے اس کے کہ پیشگوئیاں پیش کرتے اور اور باتیں کہ جو سراسر واہیات اور خارج از مقصد تھیں شروع کردیں۔ آخر حاضرین میں سے ایک معزز ہندو صاحب نے انہیں کہا کہ یہ جلسہ صرف بالمقابل پیشگوئیاں کے پیش کرنے کے لیے انعقاد پایا ہے اور یہی آپ کا اقرار بھی ہے اور ایسے شوق سے سب لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ سو اس وقت الہامی پیشگوئیاں پیش کرنی چاہئیں۔ اس کے جواب میں میاں فتح مسیح نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری طرف سے دعویٰ الہام نہیں ہے اور جو کچھ میرے مُنہ سے نکلا تھا میں نے یُوں ہی فریق ثانی کے دعوے کے مقابل پر ایک دعویٰ کردیا تھا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اُن کا جھوٹا دعوےٰ ہے سو ایسا ہی میں نے بھی ایک دعوے کردیا۔ اس پر بہت لوگوں نے انہیں ملزم کیا کہ یہ دروغگوئی نیک چلنی کے برخلاف تم سے وقوع میں آئی۔ اگر تم فی الحقیقت ملہم نہیں تھے تو پھر خلاف واقعہ ملہم ہونے کا کیوں دعویٰ کیا غرض حاضرین کی طرف سے میاں فتح مسیح کو اس کی دروغگوئی پر سخت عقاب ہوکر جلسہ برخواست ہوا۔ اور دیسی عیسائیوں کے چلن کا نمونہ عام لوگوں پر کھل گیا اور ہمیں سخت افسوس ہوا کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو سچائی اور دیانت کی کچھ بھی پروا نہیں کیوں اپنا وقت عزیز ضائع کیا، اگر کوئی معزز درجہ کا یورپین عیسائی ہوتا تو البتہ ایسے فاش دروغ اور قابل ندامت جھوٹ سے پرہیز کرتا۔

اب اس اشتہار کے جاری کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی معزز یورپین عیسائی صاحب ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں تو انہیں بصد رغبت ہماری طرف سے اجازت ہے کہ بمقام بٹالہ جہاں آخر رمضان تک انشاء اللہ ہم رہیں گے۔ کوئی جلسہ مقرر کرکے ہمارے مقابل پر اپنی الہامی پیشگوئیاں پیش کریں۔ بشرطیکہ فتح مسیح کی طرح اپنی دروغگوئی کا اقرار کرکے میدان مقابلہ سے بھاگنا نہ چاہیں اور نیز اس اشتہار میں پادری وائٹ بریخٹ صاحب کہ جو اس علاقہ کے ایک معزز یورپین پادری ہیں ہمارے بالتخصیص مخاطب ہیں۔ اور ہم پادری صاحب کو یہ بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر وہ صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کردیں کہ یہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے تو ہم ان سے کوئی پیشگوئی بالمقابل طلب نہیں کریں گے بلکہ حسب درخواست انکی ایک جلسہ مقرر کرکے فقط اپنی طرف سے ایسی الہامی پیشگوئیاں پیش از وقوع پیش کریں گے جن کی نسبت ان کو کسی طور کا شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ اور اگر ہماری طرف سے اس جلسہ میں کوئی ایسی قطعی ویقینی پیشگوئی پیش نہ ہوئی کہ جو عام ہندوؤں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی نظر میں انسانی طاقتوں سے بالاتر متصور ہو تو ہم اسی جلسہ میں دوسو روپیہ نقد پادری صاحب موصوف کو بطور ہرجانہ یا تاوان تکلیف دہی کے دے دیں گے۔ چاہیں تو وہ دوسو روپیہ کسی معزز ہندو صاحب کے پاس پہلے ہی جمع کراکر اپنی تسلّی کرالیں، لیکن اگر پادری صاحب نے خود تسلیم کرلیا کہ حقیقت میں یہ پیشگوئی انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے تو پھر ان پر واجب ولازم ہوگا کہ اس کا جھوٹ یا سچ پرکھنے کے لیے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اخبار نورافشاں میں جو ان کی مذہبی اخبار ہے اس پیشگوئی کو درج کراکر ساتھ اس کے اپنا اقرار بھی چھپوائیں کہ میں نے اس پیشگوئی کو من کل الوجوہ کو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے قبول کرلیا اسی وجہ سے تسلیم کرلیا ہے کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہے تو بلاشبہ قبولیت اور محبوبیت الٰہی کے چشمہ سے نکلی ہے نہ کسی اور گندے چشمہ سے جو اٹکل واندازہ وغیرہ ہے اور اگر بالآخر اس پیشگوئی کا مضمون صحیح اور سچ نکلا تو میں بلاتوقف مسلمان ہوجاؤں گا۔ کیونکہ جو پیشگوئی محبوبیّت کے چشمہ سے نکلی ہے وہ اس دین کی سچائی کو ثابت کرنے والی ہے جس دین کی پیروی سے یہ مرتبہ محبوبیّت کا ملتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ محبوبیّت کو نجات یافتہ ہونا ایک امر لازمی ہے۔

اور اگر پیشگوئی کا مضمون صحیح نہ نکلا یعنی بالآخر جھوٹی نکلے تو وہ دوسو روپیہ جو جمع کرایا گیا ہے پادری صاحب کو دیا جائے گا، لیکن اگر روز انعقاد جلسہ سے ایک ہفتہ تک پادری صاحب نے مضمون پیشگوئی کو معہ اپنے اقرار مشرف اسلام ہونے کے جس پر بیس پچیس معزز مسلمانوں اور ہندوؤں کی گواہی ثبت ہوگی اخبار نورافشاں میں درج نہ کرایا۔ یا پہلے ہی سے ایسے جلسہ میں آنے سے انکار کیا تو پبلک کو سمجھ لینا چاہیئے کہ پادری صاحبوں کو حق کی اطاعت منظور نہیں بلکہ صرف تنخواہ پانے کا حق ادا کررہے ہیں۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ اگر پادری صاحب بعد وصول اس اشتہار کے پابندی ان شرائط کے اپنے نفس پر

قبول کریں تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ ہمارے مکان پر ہی آویں بلکہ ہم خود ان کے مکان پر اس شرط سے جا سکتے ہیں کہ دو معزز عہدہ دار سرکاری بھی یعنی ایک تھانیدار اور ایک تحصیلدار اس جگہ حاضر ہوں جن کا اس جگہ پہلے سے بُلا لینا پادری صاحب کے ہی ذمہ ہوگا۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

خاکسار غلام احمد از بٹالہ ۲۴؍ مئی ۱۸۸۸ء

(شمس الہند گورداسپور)

(یہ اشتہار $\frac{۲۱\times۱۷}{۴}$ کے دو صفحوں پر ہے)

---

(۴۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلان

پادری وائٹ بریخٹ صاحب پر اتمام حجۃ

اور میاں فتح مسیح کی دروغگوئی کی کیفیت

ہم اپنے اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۸۸ء میں جو مطبع شمس الہند گورداسپورہ میں چھپا تھا۔ اس بات کو بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ میاں فتح مسیح واعظ عیسائی نے ملہم ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے پھر ۱۲ رمئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ میں تمام حاضرین کے روبرو جن میں معزز ہندو اور بٹالہ کے آریہ بھی تھے اپنی دروغگوئی کا صاف اقرار کر دیا اور بالمقابل الہامی پیشگوئیوں کے پیش کرنے سے بھاگ گیا مگر افسوس کہ اسی عیسائی صاحب نے ۲۱ رمئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں اپنی دروغگوئی کے چھپانے کے لیے یہ ظاہر کیا ہے کہ میں نے الہام کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ مقام تعجب ہے کہ ان دیسی عیسائیوں کو جھوٹ بولنے سے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ اگر آپ نے ملہم ہونے کا دعوے نہیں کیا تھا تو پھر کیوں ۱۲ رمئی ۱۸۸۸ء کے جلسہ میں رائے بشمبر داس صاحب رئیس بٹالہ اور بابا گورو ت سنگھ صاحب مختار عدالت نے آپ کو ملامت کی کہ ایسا جھوٹ کیوں بولا اور کیوں ناحق لوگوں کو تکلیف دی اور کیوں منشی محمد بخش صاحب مختار عدالت نے اُسی جلسہ میں شہادتاً بیان کیا کہ فتح مسیح انکار دعوے الہام میں بالکل جھوٹا ہے۔ اس نے میرے روبرو ایک مجمع کثیر میں اپنے ملہم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بھلا یہ بھی جانے دو۔ خود پادری وائٹ بریخٹ سے حلفاً دریافت کیا جائے کہ کیا ۱۸ رمئی ۱۸۸۸ء میں فتح مسیح نے پادری صاحب کے نام یہ چٹھی نہیں لکھی تھی کہ مَیں نے بالمقابل الہامی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

اب انصافاً سوچنا چاہیئے کہ جس شخص کے مادہ میں اس قدر جھوٹ بھرا ہوا ہے کہ وہ اس منصب کے لائق ہے کہ عیسائی کلیسیا کی طرف سے دوسروں کے لیے واعظ ٹھہرے۔ پادری وائٹ بریخٹ صاحب اس شخص کی دروغ گوئی کو خوب جانتے ہیں اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اپنے اشتہار ۲۴ رمئی ۱۸۸۸ء میں صاف لکھ دیا کہ آئندہ ہم ایسے ایسے دروغ گویوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریخٹ صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کر دیں کہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے اور پھر ہم سے کوئی الہامی پیشگوئی پیش

از وقوع طلب کرنا چاہیں تو ہم بدیں شرط جلسہ عام میں پیش کریں گے کہ اگر ہماری پیشگوئی پیش کردہ بنظر حاضرین جلسہ صرف اٹکل اور اندازہ ہو، انسانی طاقتوں سے بالاتر نہ ہو یا بالآخر جھوٹی نکلے تو دو سو روپیہ ہرجانہ پادری صاحب کو دیا جائے گا ورنہ بصورت دیگر پادری صاحب کو مسلمان ہونا پڑے گا، لیکن پادری صاحب نے ایسے جلسہ میں آنا قبول نہ کیا۔ اور صاف گریز کر گئے اور کوہ شملہ پر چلے گئے۔ حالانکہ ہم انہیں کے لیے ایک ماہ تک برابر بٹالہ میں ٹھہرے۔ غرض انہوں نے تو ہمارے مقابل پر دم بھی نہ مارا۔ لیکن اُسے میاں فتح مسیح نے ۷؍جون ۱۸۸۸ء کے اخبار نور افشاں میں چھپوا دیا ہے کہ ہم اس طور پر تحقیق الہامات کے لیے جلسہ کر سکتے ہیں کہ ایک جلسہ منعقد ہو کر چار سوال بند کاغذ میں حاضرین جلسہ میں سے کسی کے ہاتھ میں دیدیں گے وہ ہمیں الہاماً بتلائے جائیں۔ اس کے جواب میں اوّل تو یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ ہم اپنے اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۸۸ء میں لکھ چکے ہیں۔ فتح مسیح جس کی طینت میں دروغ ہی دروغ ہے۔ ہرگز مخاطب ہونے کے لائق نہیں۔ اور اس کو مخاطب بنانا اور اس کے مقابل پر جلسہ کرنا ہر ایک راست باز کے لیے عار و ننگ ہے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریخٹ صاحب ایسی درخواست کریں کہ جو نور افشاں ۷؍جون ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۷ میں درج ہے تو ہمیں بسروچشم منظور ہے۔ ہمارے ساتھ وہ خدائے قادر وعلیم ہے جس سے عیسائی لوگ ناواقف ہیں۔ وہ پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے جو اس کے خالص بندے ہیں، لیکن لہو ولعب کے طور پر اپنا نام لینا پسند نہیں کرتا۔ پس اگر پادری وائٹ بریخٹ صاحب ایک عام جلسہ بٹالہ میں منعقد کر کے اس جلسہ میں حلفاً اقرار کریں کہ اگر مضمون کسی بند لفافہ کا جو میری طرف سے پیش ہو۔ دس ہفتہ تک مجھ کو بتلایا جاوے تو میں بلا توقف دین مسیحی سے بیزار ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اگر ایسا نہ کروں تو ہزار روپیہ جو پہلے سے کسی ثالث منظور کردہ کے پاس جمع کرا دوں گا بطور تاوان انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخل کیا جاویگا۔ اس تحریری اقرار کے پیش ہونے کے اور نیز نور افشاں میں چھپنے کے بعد اگر دس ہفتہ تک ہم نے لفافہ بند کا مضمون بتلا دیا تو ایفاء شرط کا پادری صاحب پر لازم ہوگا ورنہ اُن کے روپیہ کی ضبطی ہوگی اور اگر ہم بتلا نہ سکے تو ہم دعویٔ الہام سے دست بردار ہو جائیں گے اور نیز جو سزا زیادہ سے زیادہ ہمارے لیے تجویز ہو وہ بخوشی خاطر اُٹھالیں گے۔ فقط

المعلن

خاکسار غلام احمد قادیانی ۹؍جون ۱۸۸۸ء

یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ پر دو صفحے کا ہے

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(۴۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

یامعین برحمتک نستعین

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

اخبار نُور افشاں دس مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کر کے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحہ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں ہی سیاہ کیا ہے۔ یہ کیسی بے انصافی ہے کہ جن لوگوں کے مقدس اور پاک نبیوں نے سینکڑوں بیویاں ایک ہی وقت میں رکھی ہیں۔ وہ دو یا تین بیویاں کا جمع کرنا ایک کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس فعل کو زنا اور حرامکاری خیال کرتے ہیں۔ کسی خاندان کا سلسلہ صرف ایک ایک بیوی سے ہمیشہ کے لیے جاری نہیں رہ سکتا بلکہ کسی نہ کسی جزو سلسلہ میں یہ وقت آ پڑتی ہے کہ ایک جورو عقیمہ اور ناقابل اولاد نکلتی ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ دراصل بنی آدم کی نسل ازدواج مکرر سے ہی قائم و دائم چلی آتی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی کرنا منع ہوتا تو اب تک نوع انسان قریب قریب خاتمہ کے پہنچ جاتی۔ تحقیق سے ظاہر ہوگا۔ اس مبارک اور مفید طریق نے انسان کی نسل کی کہاں تک حفاظت کی ہے اور کیسے اس نے اُجڑے ہوئے گھروں کو بیک دفعہ آباد کر دیا ہے اور انسان کے تقویٰ کے لیے یہ فعل کیا زبردست ممد و معین ہے۔ خاوندوں کی حاجت برآری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایک نقصان پایا جاتا ہے جیسے ایام حمل اور حیض نفاس میں، یہ طریق بابرکت تدارک اس نقصان کا کرتا ہے۔ اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کے رُو سے کر سکتا ہے وہ اُسے بخشتا ہے۔ ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لیے مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بدشکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار مرد اور عورت کی کارروائی کا ہے۔ بیکار اور معطل ہو جاتی ہے، لیکن اگر مرد بدشکل ہو۔ تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کل

مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردمی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رُو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کرسکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے۔ کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی ذمہ دار اور کار برآر نہیں ہوسکتی اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لیے قائم رہتا ہے جو لوگ قوی الطاقت اور متقی اور پارسا طبع ہیں ان کے لیے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ بعض اسلام کے مخالف اپنے نفسِ امّارہ کی پیروی سے سب کچھ کرتے ہیں، مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جو اُن میں پھیل رہی ہے ان کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں۔ اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے کیونکہ وہ اپنے مسلم الثبوت انبیاء کے حالات سے آنکھ بند کرکے مسلمانوں پر ناحق دانت پیستے جاتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت مسیحؑ کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرت ازدواج ہے۔ جس کی حضرت داؤد (مسیح کے باپ) نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی مانند سمجھتے ہیں۔ اور اس پُرخبث کلمہ کا نتیجہ جو حضرت مریم صدیقہ کی طرف عائد ہوتا ہے اس سے ذرا پرہیز نہیں کرتے اور باوجود اس تمام بے ادبی کے دعویٰ محبتِ مسیح رکھتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ بیبل کے رُو سے تعدّد نکاح نہ صرف قولاً ثابت ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اکثر نبیوں نے جن میں حضرت مسیح کے دادا صاحب بھی شامل ہیں، عملاً اس فعل کے جواز بلکہ استحباب پر مُہر لگا دی ہے۔ اے ناخدا ترس عیسائیو! اگر ملہم کے لیے ایک ہی جورو ہونا ضروری ہے تو پھر کیا تم داؤد جیسے راستباز نبی کو نبی اللہ نہیں مانو گے یا سلیمان جیسے مقبول الٰہی کو ملہم ہونے سے خارج کردو گے۔ کیا بقول تمہارے یہ دائمی فعل ان انبیاء کا جن کے دلوں پر گویا ہر دم الہام الٰہی کی تار لگی ہوئی تھی اور ہر آن خوشنودی یا ناخوشنودی کی تفصیل کے بارے میں۔۔۔۔ احکام وارد ہو رہے تھے ایک دائمی گناہ نہیں ہے جس سے وہ اخیر عمر تک باز نہ آئے اور خدا اور اس کے حکموں کی کچھ پرواہ نہ کی۔ وہ غیرت مند اور نہایت درجہ کا غیور خدا جس نے نافرمانی کی وجہ سے ثمود اور عاد کو ہلاک کیا۔ لوط کی قوم پر پتھر برسائے۔ فرعون کو معہ اس کی تمام شریر جماعت کے ہولناک طوفان میں غرق کردیا۔ کیا اس کی شان اور غیرت کے لائق ہے کہ اس نے ابراہیم اور یعقوب اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور دوسرے کئی انبیاء کو بہت سی بیویوں کے کرنے کی وجہ سے تمام عمر نافرمان پاکر اور پکے سرکش دیکھ کر پھر ان پر عذاب نازل نہ کیا بلکہ انہیں سے زیادہ تر دوستی اور محبت کی۔ کیا آپ کے خدا کو الہام اُتارنے کے لیے کوئی آدمی نہیں ملتا تھا یا بہت سی جورواں کرنے والے ہی اس کو پسند آگئے[1] یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جورواں

---

[1] انجیل کے بعض اشارات سے پایا جاتا کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کے فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اُٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے۔ منہ

کر کے اور پھر رُوحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے سبقت لے جاکر تمام دُنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دوستِ الٰہی بننے کے لیے یہ راہ نہیں کہ انسان دُنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے۔ بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ ہے کہ جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اُٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بے تعلق ہو۔ خدائے تعالیٰ کا بندہ سے محبت اور محبوب ہونے کا جوڑ ہونا ایک تیسری چیز کے وجود کو چاہتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ایمانی روح جو مومن میں پیدا ہو کر نئے حواس اس کو بخشتی ہے۔ اسی روح کے ذریعہ سے خدائے تعالیٰ کا کلام مومن سُنتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے سچی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے نئی زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ جوگی اور راہب اور سنیاسی کہلاتے ہیں یہ پاک رُوح اُن میں سے کس کو دی گئی ہے۔ کیا کسی پادری میں یہ پاک رُوح یا یوں کہو کہ رُوح القدس پائی جاتی ہے۔ ہم تمام دنیا کے پادریوں کو بُلاتے بُلاتے تھک بھی گئے۔ کسی نے آواز تک نہیں دی۔ نور افشاں میں بعض پادریوں نے چھپوایا تھا کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کریں گے۔ اس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہمیں بتلایا جائے۔ لیکن جب ہماری طرف سے مسلمان ہونے کی شرط سے یہ درخواست[1] منظور ہوئی تو پھر پادریوں نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ پادری لوگ مدت سے الہام پر مُہر لگائے بیٹھے تھے۔ اب جب مُہر ٹوٹی اور فیض روح القدس مسلمانوں پر ثابت ہوا تو پادریوں کے اعتقاد کی قلعی کُھل گئی۔ لہٰذا ضرور تھا کہ پادریوں کو ہمارے الہام سے دوہرا رنج ہوتا۔ ایک مُہر ٹوٹنے کا۔ دوسرے الہام کی نقل منگانے کا۔ سو نور افشاں کی سخت زبانی کا اصل موجب وہی رنج ہے جو زبولے دق کی طرح لاعلاج ہے۔

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰ رمئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے۔ وہ خط محض ربّانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگردہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کے حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی، نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں بھی مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دُختر کا بباعث شدتِ تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لیے ہو رہے ہیں تبھی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں

---

[1] دیکھو اشتہار نمبر ۴۷ جلد ہذا (المرتب)

کے اخباروں کو اس قصّہ سے بھر دیا۔ آفرین بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکّار اور دروغگو خیال کرتے تھے اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لیے دُعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دُعا قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لیے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپورہ میں جاری ہے، نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا۔ اس لیے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے، لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے۔ جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا۔ جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دُختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جُنبانی کر اور اُن کو کہدے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لیے موجبِ برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء[۱] میں درج ہیں، لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دُختر کا تین سال تک فوت[۲] ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لیے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

---

[۱] اصل اشتہار میں کاتب کی غلطی سے ۱۸۸۸ء لکھا گیا ہے جو در اصل ۱۸۸۶ء ہے۔ ہم نے نقل مطابق اصل کی ہے (المرتب)

[۲] تین سال تک فوت ہونا روز نکاح کے حساب سے ہے، مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی اور حادثہ اس سے پہلے نہ آوے بلکہ مکاشفات کی رو سے مکتوب الیہ کا زمانہ حوادث جس کا انجام معلوم نہیں نزدیک پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ منہ

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لیے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دُختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دُور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ۝ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ اَنْتَ مَعِيْ وَ اَنَا مَعَكَ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدائے تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لیے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا ربّ وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور مَیں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں مونہہ پر لاتے ہیں، لیکن آخر خدائے تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کُھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

اس جگہ ایک اور اعتراض نُور افشاں کا رفع دفع کرنے کے لائق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ الہام خدائے تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اس پر اعتماد کلّی تھا تو پھر پوشیدہ کیوں رکھا اور کیوں اپنے خط میں پوشیدہ رکھنے کے لیے تاکید کی[1] اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خانگی معاملہ تھا اور جن کے لیے یہ نشان تھا ان کو تو پہنچا دیا گیا تھا اور یقین تھا کہ والد اس دُختر کا ایسی اشاعت سے رنجیدہ ہوگا۔ اس لیے ہم نے دل شکنی اور رنج دہی سے گُریز کی بلکہ یہ بھی نہ چاہا کہ درحالت ردّ و انکار وہ بھی اس امر کو شائع کریں اور گو ہم شائع کرنے کے لیے مامور تھے مگر ہم نے مصلحتاً دوسرے وقت کی انتظار کی یہاں تک کہ اس لڑکی کے ماموں مرزا نظام الدین نے جو مرزا امام الدین کا حقیقی بھائی ہے۔ شدّت غیظ و غضب میں آ کر اس مضمون کو آپ ہی شائع کر دیا اور شائع بھی ایسا کیا کہ شاید ایک یا دو ہفتہ تک دس ہزار مرد و عورت تک ہماری درخواست نکاح اور ہمارے مضمون الہام سے بخوبی اطلاع یاب ہو گئے ہوں گے اور پھر زبانی اشاعت پر اکتفا نہ کر کے اخباروں میں ہمارا خط چھپوایا اور بازاروں میں ان کے دکھلانے سے وہ خط جا بجا پڑھا گیا۔ اور عورتوں اور بچوں تک اس خط کے مضمون کی منادی کی گئی۔ اب

---

[1] یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا۔ ہم کو بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی بلکہ ہمارا دل یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اس سے مکتوب الیہ کو مطلع کریں مگر اس کے کمال اصرار سے جو اس نے زبانی اور کئی انکساری خطوں کے بھیجنے سے ظاہر کیا ہم نے سراسر سچی خیر خواہی اور نیک نیتی سے اس پر یہ امر سربستہ ظاہر کر دیا۔ پھر اس نے اور اس کے عزیز مرزا نظام الدین نے اس الہام کے مضمون کی آپ شہرت دی۔ منہ ؛

جب مرزا نظام الدین کی کوشش سے وہ خط ہمارا نور افشاں میں بھی چھپ گیا اور عیسائیوں نے اپنے مادہ کے موافق بے جا افتراء کرنا شروع کیا تو ہم پر فرض ہوگیا کہ اپنی قلم سے اصلیت کو ظاہر کریں۔ بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا اور نیز یہ پیشگوئی ایسی بھی نہیں کہ جو پہلے پہل اسی وقت میں ہم نے ظاہر کی ہے بلکہ مرزا امام الدین و نظام الدین اور اس جگہ کے تمام آریہ اور نیز لیکھرام پشاوری اور صدہا دوسرے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کئی سال ہوئے کہ ہم نے اسی کے متعلق مجملاً ایک پیشگوئی کی تھی یعنی یہ کہ ہماری برادری میں سے ایک شخص احمد بیگ نام فوت ہونے والا ہے۔ اب منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ پیشگوئی اس پیشگوئی کا ایک شعبہ تھی یا یوں کہو کہ یہ تفصیل اور اجمال تھی اور اس میں تاریخ اور مدت ظاہر کی گئی اور اس میں تاریخ اور مدت کا کچھ ذکر نہ تھا اور اس میں شرائط کی تصریح کی گئی اور وہ ابھی اجمالی حالت میں تھی۔ سمجھدار آدمی کے لیے یہ کافی ہے کہ پہلی پیشگوئی اس زمانہ کی ہے کہ جبکہ ہنوز وہ لڑکی نابالغ تھی اور جبکہ یہ پیشگوئی بھی اسی شخص کی نسبت ہے جس کی نسبت اب سے پانچ برس پہلے کی گئی تھی یعنی اس زمانہ میں جبکہ اس کی یہ لڑکی آٹھ یا نو برس کی تھی تو اس پر نفسانی افتراء کا گمان کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ ؛

خاکسار غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

(اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے آٹھ صفحوں پر ہے)

(مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

---

(۴۹)

تتمہ اشتہار

دہم جولائی ۱۸۸۸ء

(۱) اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ میں جو یہ الہام درج ہے فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ اس کی تفصیل مکرّر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے کُنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر کہ جو اپنی بیدینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور اُن سے لڑے گا اور انہیں انواع اقسام کے عذابوں میں مبتلا کر دیگا۔ اور وہ مصیبتیں اُن پر اُتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا کہ جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا۔

(۲) ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کُنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکّار اور دکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے[۱] اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرّہ محبت اُن میں باقی نہیں رہی۔ اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اُٹھا کر پھینک دے۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لیے انہیں کے تقاضا سے، انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے، ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے۔ اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا

---

[۱] مرزا نظام الدین جو کُنبے کے لوگوں سے نمبر اوّل کا مخالف ہے ۵ اگست ۱۸۸۵ء کو اس کی نسبت صاف پیشگوئی کی گئی تھی کہ ۳۱ ماہ تک اُنکے اہل و عیال میں سے کوئی شخص بقضائے الٰہی فوت ہو جائیگا۔ یہ پیشگوئی عام طور پر شائع ہو گئی تھی یہاں تک کہ بعض قادیان کے آریوں کے اس پر دستخط بھی ہو گئے تھے لیکن جب یہ پیشگوئی کہ جو اشتہار ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء میں مفصل درج ہے پوری ہوئی تو نظام الدین کے دل پر اس کا ذرّہ بھی اثر نہ پڑا۔ اور نہ اس قادر مطلق کی طرف توبہ اور استغفار سے رجوع کیا جو گناہوں کو معاف کرتا اور مصیبتوں کو دُور کرتا اور عاجز بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ منہ

ہمیں اس رشتہ[۱] کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمدؐ ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کُنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلاوے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور اُن بلاؤں کو دفع کر دیوے جو نزدیک چلی آتی ہیں، لیکن اگر وہ ردّ کریں تو اُن پر قہری نشان نازل کرکے ان کو متنبّہ کرے۔

برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے دین اُن کا درست ہوگا اور دُنیا ان کی من کل الوجوہ صلاحیت پذیر ہو جائے گی اور وہ بلائیں جو عنقریب اُترنے والی ہیں نہیں اُتریں گی اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے[۲] والسلام علیٰ عباد اللہ المومنین۔

خاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء[۳]

---

[۱] اُن کا اس رشتہ سے بشدت انکار بھی درحقیقت اسی اپنی رسم پرستی کی وجہ سے ہے کہ وہ اپنی کسی لڑکی کا اس کے کسی غیر حقیقی ماموں سے نکاح کرنا حرام قطعی سمجھتے ہیں اور اگر سمجھایا جائے تو بیدھڑک کہدیتے ہیں کہ ہمیں اسلام اور قرآن سے کچھ غرض واسطہ نہیں سو خدا تعالیٰ نے نشان بھی انہیں ایسا دیا جس سے ان کے دین کے ساتھ ہی اصلاح ہو اور بدعت اور خلاف شرع رسم کی بیخکنی ہو جائے تا آئندہ اس قوم کے لیے ایسے رشتوں کے بارے میں کچھ تنگی اور حرج نہ رہے۔ منہ

[۲] قہری نشانوں میں سے کسی قدر اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں بھی درج ہے اور جنوری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیارپور ایک اور الہام عربی مرزا احمد بیگ کی نسبت ہوا تھا۔ جس کو ایک مجمع میں جس میں بابو الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ و مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی موجود تھے۔ سُنایا گیا تھا جس کی عبارت یہ ہے۔ رَأَیْتُ ھٰذِہِ الْمَرْأَۃَ وَاَثَرُ الْبُکَاءِ عَلٰی وَجْھِھَا فَقُلْتُ اَیَّتُھَا الْمَرْأَۃُ تُوْبِیْ تُوْبِیْ فَاِنَّ الْبَلَاءَ عَلٰی عَقِبِکِ وَالْمُصِیْبَۃُ نَازِلَۃٌ عَلَیْکِ یَمُوْتُ وَیَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُّتَعَدِّدَۃٌ۔ منہ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے دو صفحوں پر ہے)

[۳] یہ اصل اشتہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر علیحدہ شائع ہوا تھا اور اس کی نقل آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۱ لغایت صفحہ ۲۸۸ پر بھی درج ہے۔ (المرتب)

(۵۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷؍ اگست ۱۸۸۷ء روز یکشنبہ میں پیدا ہوا تھا اور ۴؍ نومبر ۱۸۸۸ء کو اسی روز یکشنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولہویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا۔ عجیب طور کا شور و غوغا خام خیال لوگوں میں اُٹھا اور رنگارنگ کی باتیں خویشوں وغیرہ نے کیں اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائیں ظاہر کی گئیں۔ مخالفین مذہب جن کا شیوہ بات بات میں خیانت و افتراء ہے۔ انہوں نے اس بچے کی وفات پر انواع و اقسام کی افتراء گھڑنی شروع کی۔ سو ہر چند ابتداء میں ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس پسرِ معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ شائع کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تھا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹھوکر کھانے کا موجب ہو سکے، لیکن جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا۔ اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلوں پر بھی اس کا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہم نے محض للہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔ اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسرِ متوفّٰی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھتے کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء و ۸؍ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷؍ اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ بعضوں نے اپنی طرف سے افتراء[1] کر کے یہ بھی اپنے اشتہار میں لکھا کہ اس

---

[1] حاشیہ :۔ یہ مفتری لیکھرام پشاوری ہے جس نے تینوں اشتہار مندرجہ متن اپنے اثبات دعویٰ کی غرض سے اپنے اشتہار میں پیش کی ہیں اور سراسر خیانتوں سے کام لیا ہے مثلاً وہ اشتہار ۸؍ اپریل ۱۸۸۶ء کا ذکر کر کے اس کی یہ عبارت اپنے اشتہار میں لکھتا ہے کہ اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدتِ حمل تک تجاوز نہیں کر سکتا۔ لیکن اس عبارت کا اگلا فقرہ یعنی یہ فقرہ کہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں

بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا، لیکن ناظرین پر منکشف ہو کہ جن لوگوں نے یہ نکتہ چینی کی ہے۔ انہوں نے بڑا دھوکا کھایا ہے یا دھوکا دینا چاہا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء تک جو پسرِ متوفّٰی کی وفات[1] کا مہینہ ہے۔ جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکھرام پشاوری نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے بلکہ ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷ راگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار کہ جو ۸ راپریل ۱۸۸۶ء کی بناء پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا۔ صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔ تعجب کہ لیکھرام پشاوری نے جوشِ تعصب میں آ کر اپنے اس اشتہار میں جو اس کی جبلّی خصلت بدگوئی و بدزبانی سے بھرا ہوا ہے۔ اشتہارات مذکورہ کے حوالہ سے اعتراض تو کر دیا مگر آنکھیں کھول کر ان تینوں اشتہاروں کو پڑھ نہ لیا تا جلد بازی کی ندامت سے بچ جاتا، نہایت افسوس ہے کہ ایسے دروغ باف لوگوں کو آریوں کے وہ پنڈت کیوں دروغگوئی سے منع نہیں کرتے جو بازاروں میں کھڑے ہو کر اپنا اصول یہ بتلاتے ہیں کہ جھوٹ کو چھوڑنا اور تیاگنا اور سچ کو ماننا اور قبول کرنا آریوں کا دھرم ہے۔ پس عجیب بات ہے کہ یہ دھرم قول کے ذریعہ سے تو ہمیشہ ظاہر کیا جاتا ہے مگر فعل کے وقت ایک مرتبہ بھی کام میں نہیں آتا۔ افسوس ہزار افسوس۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ ہر دو اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ راگست ۱۸۸۷ء مذکورہ بالا اس ذکر و حکایت سے بالکل خاموش ہیں کہ لڑکا پیدا ہونے والا کیسا اور کن صفات کا ہے۔ بلکہ یہ دونوں اشتہار صاف شہادت دیتے ہیں کہ ہنوز یہ امر الہام کی رو سے غیر منفصل اور غیر مصرّح ہے[2] ہاں یہ تعریفیں جو اوپر گذر چکی ہیں ایک آنے والے لڑکے کی نسبت عام طور پر بغیر کسی تخصیص و تعیین کے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں ضرور بیان کی

بقیہ حاشیہ: نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس فقرہ کو اس نے عمداً نہیں لکھا۔ کیونکہ یہ اس کے مدعا کو مضر تھا اور اس کے خیالِ فاسد کو جڑ سے کاٹتا تھا۔ پھر دوسری خیانت یہ ہے کہ لیکھرام کے اس اشتہار سے پہلے ایک اور اشتہار آریوں کی طرف سے ہمارے تینوں اشتہارات مذکورہ بالا کے جواب میں مطبع چشمہ نور امرتسر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں انہوں نے صاف اقرار کیا ہے کہ ان تینوں اشتہارات کے دیکھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لڑکا جو پیدا ہوا یہ وہی مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ اس اقرار کا لیکھرام نے کہیں ذکر نہیں کیا۔ اب ظاہر ہے کہ آریوں کا پہلا اشتہار لیکھرام کے اس اشتہار کی خود بیخکنی کرتا ہے دیکھو ان کا وہ اشتہار جس کا عنوان حسب حال ان کے یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمَاکِرِیْنَ ۔ منہ

[1] یہ سہو کاتب ہے۔ صحیح بجائے "وفات" کے "پیدائش" ہے (مرتب)

[2] حاشیہ:۔ عبارت اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء یہ ہے کہ "ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدتِ حمل سے

گئی ہیں، لیکن اس اشتہار میں یہ تو کسی جگہ نہیں لکھا کہ جو ۷ ر اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہو گا وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے بلکہ اس اشتہار میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی کوئی تاریخ مندرج نہیں۔ کہ کب اور کس وقت ہو گا۔ پس ایسا خیال کرنا کہ ان اشتہارات میں مصداق ان تعریفوں کا اسی پسرِ متوفّٰی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ سراسر ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے۔ یہ سب اشتہارات ہمارے پاس موجود ہیں اور اکثر ناظرین کے پاس موجود ہوں گے۔ مناسب ہے کہ ان کو غور سے پڑھیں اور پھر آپ ہی انصاف کریں جب یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے بعد صدہا خطوط اطرافِ مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جس کے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گے تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا تھا کہ اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پسرِ متوفّٰی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئی تھیں جو اس کی پاکیزگئ رُوح اور بلندئ فطرت اور علوِ استعداد اور روشن جوہری اور سعادتِ جبلّی کے متعلق تھیں اور اس کی کاملیّت استعدادی سے علاقہ رکھتی تھیں۔ سو چونکہ وہ استعدادی بزرگیاں ایسی نہیں تھیں جن کے لیے بڑی عمر پانا ضروری ہوتا۔ اسی باعث سے یقینی طور پر کسی الہام کی بنا پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمر تک پہنچے گا۔ اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی۔ تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جاوے تب اس کا مفصّل اور مبسوط حال لکھا جائے۔ سو تعجب اور نہایت تعجب کہ جس حالت میں ہم اب تک پسرِ متوفّٰی کی نسبت الہامی طور پر کوئی قطعی رائے ظاہر کرنے سے بکلّی خاموش اور ساکت رہے۔ اور ایک ذرا سا الہام بھی اس بارے میں شائع نہ کیا تو پھر ہمارے مخالفوں کے کانوں میں کس نے پھُونک ماردی کہ ایسا اشتہار ہم نے شائع کر دیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر ہم اس خیال کی بنا پر کہ الہامی طور پر ذاتی بزرگیاں پسرِ متوفّٰی کی ظاہر ہوئی ہیں اور اس کا نام مبشّر اور بشیر اور نور اللہ۔ صیب اور چراغ دین وغیرہ اسماء مشتمل کاملیت ذاتی اور روشنی فطرت کے رکھے گئے ہیں

بقیہ حاشیہ:۔ تجاوز نہیں کر سکتا، لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا جو اب پیدا ہو گا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہو گا۔" دیکھو اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء مطبع چشمہ فیض قادری بٹالہ۔ عبارت اشتہار ۷ راگست ۱۸۸۷ء یہ ہے۔ "اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولّد کے لیے میں نے اشتہار ۸ راپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی وہ ۱۶ ر ذیقعدہ مطابق ۷ راگست میں پیدا ہو گیا۔ دیکھو اشتہار ۷ راگست ۱۸۸۷ء مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور۔ پس کیا ان تینوں اشتہارات میں جو لیکھرام پشاوری نے جوش میں آکر پیش کی ہیں بُو تک بھی اس بات کی پائی جاتی ہے کہ ہم نے کبھی پسرِ متوفّٰی کو مصلح موعود اور عمر پانے والا قرار دیا ہے۔ فتفکروا فتدبروا ؟

کوئی مفصّل و مبسوط اشتہار بھی شائع کرتے اوراس میں بحوالہ ان ناموں کے اپنی یہ رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہوگا۔ تب بھی صاحبان بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا کیونکہ ان کا منصفانہ خیال اور ان کی عارفانہ نگاہ فی الفور انہیں سمجھا دیتی کہ یہ اجتہاد صرف چند ایسے ناموں کی صورت پر نظر کرکے کیا گیا ہے جو فی حد ذاتہٖ صاف اور کُھلے کُھلے نہیں ہیں بلکہ ذوالوجوہ اور تاویل طلب ہیں۔ سو ان کی نظر میں اگر یہ ایک اجتہادی غلطی بھی متصور ہوتی تو وہ بھی ایک ادنیٰ درجہ کی اور نہایت کم وزن اور خفیف سی ان کے خیال میں دکھائی دیتی۔ کیونکہ ہرچند ایک غبی اور کور دل انسان کو خدا تعالیٰ کا وہ قانونِ قدرت سمجھانا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اس کے متشابہات وحی اور رؤیا اور کشوف اور الہامات کے متعلق ہے، لیکن جو عارف اور بابصیرت آدمی ہیں وہ خود سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ پیشگوئیوں وغیرہ کے بارہ میں اگر کوئی اجتہادی غلطی ہو بھی جائے تو وہ محل نکتہ چینی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے مجمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہی ہیں[1]۔ اور ان کے بیدار دل اور روشن ضمیر پیرو ہرگز ان غلطیوں سے حیرت و سرگردانی میں نہیں پڑے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ غلطیاں نفس الہامات و مکاشفات میں نہیں ہیں بلکہ تاویل کرنے میں غلطی وقوع میں آگئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں اجتہادی غلطی علماءِ ظاہر و باطن کی ان کی کسرِ شان کا موجب نہیں ہوسکتی اور ہم نے کوئی ایسی اجتہادی غلطی بھی نہیں کی جس کو ہم قطعی و یقینی طور پر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرتے تو کیوں

---

[1] حاشیہ:۔ توریت کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعض اپنی پیشگوئیوں کے سمجھنے اور سمجھانے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی تھی اور وہ امیدیں جو بہت جلد اور بلا توقف نجات یاب ہونے کے لیے بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں وہ اس طرح پر ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے خلاف ان امیدوں کے صورت حال دیکھ کر اور دل تنگ ہوکر ایک مرتبہ اپنی کم ظرفی کی وجہ سے جو ان کی طینت میں تھی کہہ بھی دیا تھا کہ اے موسیٰ و ہارون جیسا تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دل تنگی اس کم ظرف قوم میں اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ انہوں نے جو جلد مخلصی پا جانے کا اپنے دلوں میں حسب پیرایۂ تقریر موسوی اعتقاد کر لیا تھا اس طور پر معرض ظہور میں نہیں آیا تھا اور درمیان میں ایسی مشکلات پڑ گئی تھیں جن کی پہلے سے بنی اسرائیل کو صفائی سے خبر نہیں دی گئی تھی۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان درمیانی مشقتوں اور ان کے طول کھینچنے کے ابتداء میں مصفّا اور صاف طور پر خبر نہیں ملی تھی۔ لہٰذا ان کے خیال کا میلان اجتہادی طور پر کسی قدر اس طرف ہوگیا تھا کہ فرعون بےعون کا آیات بیّنات سے جلدتر قصہ پاک کیا جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے جیسا کہ قدیم سے تمام انبیاء سے اس کی سنّت جاری ہے۔ پہلے ایام میں حضرت موسیٰؑ کو ابتلا میں ڈالنے کی غرض سے اور رعب استغنا ان پر وارد کرنے کے ارادہ سے بعض درمیانی مکارہ ان سے مخفی رکھے۔ کیونکہ اگر تمام آنے والی باتیں اور وارد ہونے والی صعوبتیں اور شدتیں پہلے ہی ان کو کھول کر بتلائی جاتیں تو ان کا دل بکلی قوی اور طمانیت یاب ہوجاتا۔ پس اس صورت میں اس ابتلاء کی

بشیر احمد کی وفات پر ہمارے کوتہ اندیش مخالفوں نے اس قدر زہر اُگلا ہے۔ کیا ان کے پاس ان تحریرات کا کوئی کافی و قانونی ثبوت بھی ہے یا ناحق بار بار اپنے نفسِ امّارہ کے جذبات لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں اور اس جگہ بعض نادان مسلمانوں کی حالت پر بھی تعجب ہے کہ وہ کس خیال پر وساوس کے دریا میں ڈوبے جاتے ہیں۔ کیا کوئی اشتہار ہمارا ان کے پاس ہے کہ جو ان کو یقین دلاتا ہے کہ ہم اس لڑکے کی نسبت الہامی طور پر قطع کر چکے تھے کہ یہی عمر پانے والا اور مصلح موعود ہے۔ اگر کوئی ایسا اشتہار ہے تو کیوں پیش نہیں کیا جاتا۔ ہم ان کو ۱/
باور دلاتے ہیں کہ ایسا اشتہار ہم نے کوئی شایع نہیں کیا۔ ہاں خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہوگیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام بارانِ رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال وجمال وغیرہ اسماء بھی ہیں۔ سو جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس کی صفات ظاہر کیں یہ سب اس کی صفائی استعداد کے متعلق ہیں جن کے لیے ظہور فی الخارج کوئی ضروری امر نہیں۔ اس عاجز کا مدلّل اور معقول طور پر یہ دعویٰ ہے کہ جو بنی آدم کے بچے طرح طرح کی قوتیں لے کر اس مسافر خانہ میں آتے ہیں خواہ وہ بڑی عمر تک پہنچ جائیں اور خواہ وہ خوردسالی میں فوت ہو جائیں۔ اپنی فطرتی استعدادات میں ضرور باہم متفاوت ہوتے ہیں۔ اور صاف طور امتیاز بیّن ان کی قوتوں اور خصلتوں اور شکلوں اور ذہنوں میں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ کسی مدرسہ میں اکثر لوگوں نے بعض بچے ایسے دیکھے ہوں گے جو نہایت ذہین اور فہیم اور تیز طبع اور زود فہم ہیں اور علم کو ایسی جلدی سے حاصل کرتے ہیں کہ گویا جلدی سے ایک صف

بقیہ حاشیہ :۔ ہیبت ان کے دل پر سے اُٹھ جاتی جس کا وارد کرنا حضرت کلیم اللہ پر اور ان کے پیروؤں پر بمراد ترقی درجات وثواب آخرت ارادہ الٰہی میں قرار پا چکا تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے جو جو امیدیں اور بشارتیں اپنے حواریوں کو اس دنیوی زندگی اور کامیابی اور خوشحالی کے متعلق انجیل میں دی ہیں۔ وہ بھی بظاہر نہایت سہل اور آسان طریقوں سے اور جلد تر حاصل ہونے والی معلوم دیتی تھیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے مبشرانہ الفاظ سے جو ابتداء میں انہوں نے بیان کئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسی زمانہ میں ایک زبردست بادشاہی ان کی قائم ہونے والی ہے۔ اسی حکمرانی کے خیال پر حواریوں نے ہتھیار بھی خرید لیے تھے۔ کہ حکومت کے وقت کام آویں گے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا دوبارہ اُترنا بھی جناب ممدوح نے خود اپنی زبان سے ایسے الفاظ میں بیان فرمایا تھا جس سے خود حواری بھی یہی سمجھتے تھے کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ فوت نہیں ہوں گے اور نہ حواری پیالہ اجل پئیں گے کہ حضرت مسیح پھر اپنی جلالت اور عظمت کے ساتھ دنیا میں تشریف لے آئیں گے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خیال اور رائے اسی پیرایہ کی طرف زیادہ جھکا ہوا تھا کہ جو انہوں نے حواریوں کے ذہن نشین کیا جو اصل میں صحیح نہیں تھا یعنی کسی قدر اس میں اجتہادی غلطی تھی اور عجیب تر یہ کہ بائبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح

پیٹتے جاتے ہیں، لیکن ان کی عمر وفا نہیں کرتی اور چھوٹی عمر میں ہی مر جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ نہایت غبی اور بلید اور انسانیت کا بہت کم حصہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور منہ سے رال ٹپکتی ہے اور وحشی سے ہوتے ہیں اور بہت سے بوڑھے اور پیر فرتوت ہو کر مرتے ہیں اور بباعث سخت نالیاقتی فطرت کے جیسے آئے ویسے ہی جاتے ہیں۔ غرض ہمیشہ اس کا نمونہ ہر ایک شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ بعض بچے ایسے کامل الخلقت ہوتے ہیں کہ صدیقوں کی پاکیزگی اور فلاسفروں کی دماغی طاقتیں اور عارفوں کی روشن ضمیری اپنی فطرت میں رکھتے ہیں اور ہونہار دکھائی دیتے ہیں مگر اس عالم بے ثبات میں رہنا نہیں پاتے اور کئی ایسے بچے بھی لوگوں نے دیکھے ہوں گے کہ ان کے لچھن اچھے نظر نہیں آتے اور فراست حکم کرتی ہے کہ اگر وہ عمر پاویں تو پرلے درجے کے بدذات اور شریر اور جاہل اور ناحق شناس نکلیں۔ ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خورد سالی میں یعنی سولہویں مہینے میں فوت ہو گئے۔ اس کی صفائی استعداد کی تعریفیں اور اس کی صدیقانہ فطرت کی صفت وثنا احادیث کے رو سے ثابت ہے۔ ایسا ہی وہ بچہ جو خورد سالی میں حضرت خضر نے قتل کیا تھا۔ اس کی خباثت جبلی کا حال قرآن شریف کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔ کفار کے بچوں کی نسبت جو خورد سالی میں مر جائیں جو کچھ تعلیم اسلام ہے۔ وہ بھی درحقیقت اسی قاعدہ کی رو سے ہے کہ بوجہ اس کے کہ الولد سرٌّ لابیہٖ ان کی استعدادات ناقصہ ہیں۔ غرض بلحاظ صفائی استعداد اور نورانیت اصل جوہر و مناسبت تامہ دینی کے پسر متوفیٰ کے الہام میں وہ نام رکھے گئے تھے جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں

اب اگر کوئی تحکّم کی راہ سے کھینچ تان کر ان ناموں کو عمر دراز ہونے کے ساتھ وابستہ کرنا چاہے تو یہ اس کی سراسر شرارت ہوگی جس کی نسبت کبھی ہم نے کوئی یقینی اور قطعی رائے ظاہر نہیں کی۔ ہاں یہ سچ ہے اور بالکل سچ کہ ان فضائل ذاتیہ کے تصور کرنے سے شک کیا جاتا تھا کہ شاید یہی لڑکا مصلح موعود ہوگا، مگر وہ شکی تقریر ہے جو کسی اشتہار کے ذریعے سے شائع نہیں کی گئی۔ ہندوؤں کی حالت پر سخت تعجب ہے کہ وہ باوصف اس کے کہ اپنے نجومیوں اور جوتشیوں کے منہ سے ہزارہا ایسی باتیں سُنتے ہیں کہ بالآخر وہ سراسر پوچ اور لغو اور جھوٹ نکلتی ہیں۔ اور پھر ان پر

بقیہ حاشیہ:۔ کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔ دیکھو سلاطین اوّل باب ۲۲ آیت ۱۹، مگر اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔ الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ دیکھو اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء واشتہار ۱۰؍ جولائی ۱۸۸۸ء۔ سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہو گیا اور فوت بھی ہو گیا۔ اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے پیدا نہیں ہوا، مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ منہ

اعتقاد رکھنے سے باز نہیں آتے اور عذر پیش کر دیتے ہیں کہ حساب میں غلطی ہو گئی ہے ورنہ جوتش کے سچا ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ پھر باوصف ایسے اعتقادات سخیفہ اور ردّیہ کے الہامی پیشگوئیوں پر بغیر کسی صریح اور صاف غلطی پکڑنے کے متعصبانہ حملہ کرتے ہیں۔ پھر ہندو لوگ اگر ایسی بے اصل باتیں منہ پر لاویں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں کیونکہ وہ دشمن دین ہیں اور اسلام کے مقابل پر ہمیشہ سے ان کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے یعنی جھوٹ و افترا۔ لیکن نہایت تعجب میں ڈالنے والا واقعہ مسلمانوں کی حالت ہے کہ باوجود دعوئے دینداری و پرہیزگاری اور باوجود عقائد اسلامیہ کے ایسے ہذیانات زبان پر لاتے ہیں۔ اگر ہمارے ایسے اشتہارات ان کی نظر سے گذرے ہوتے جن میں ہم نے قیاسی طور پر پسر متوفّٰی کو مصلح موعود اور عمر پانے والا اقرار دیا ہوتا۔ تب بھی ان کی ایمانی سمجھ اور عرفانی واقفیت کا مقتضایہ ہونا چاہیئے تھا کہ یہ ایک اجتہادی غلطی ہے جو کبھی کبھی علماء ظاہر و باطن دونوں کو پیش آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ اولوالعزم رسول بھی اس سے باہر نہیں ہیں۔ مگر اس جگہ تو کوئی ایسا اشتہار بھی شائع نہیں ہوا تھا۔ محض ”دریا ندیدہ موزہ از پا کشیدہ“ پر عمل کیا گیا اور یاد رہے کہ ہم نے یہ چند سطریں جو عام مسلمانوں کی نسبت لکھی ہیں محض سچی ہمدردی کے تقاضا سے تحریر کی گئی ہیں تا وہ اپنے بے بنیاد وساوس سے باز آجاویں اور ایسا ردّی اور فاسد اعتقاد دل میں پیدا نہ کرلیں جس کا کوئی اصل صحیح نہیں ہے۔ بشیر احمد کی وفات پر انہیں وساوس اور اوہام میں پڑنا انہیں کی بے سمجھی و نادانی ظاہر کرتا ہے ورنہ کوئی محل آویزش و نکتہ چینی نہیں ہے۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ہم نے کوئی اشتہار نہیں دیا جس میں ہم نے قطع اور یقین ظاہر کیا ہو کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے اور گو ہم اجتہادی طور پر اس کی ظاہری علامات سے کسی قدر اس خیال کی طرف جھک بھی گئے تھے، مگر اسی وجہ سے اس خیال کے کھلے کھلے طور پر بذریعہ اشتہارات اشاعت نہیں کی گئی تھی کہ ہنوز یہ امر اجتہادی ہے۔ اگر یہ اجتہاد صحیح نہ ہوا تو عوام الناس جو دقائق و معارف علم الٰہی سے محض بے خبر ہیں وہ دھوکا میں پڑ جائیں گے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ پھر بھی عوام کالانعام دھوکا کھانے سے باز نہیں آئے اور اپنی طرف سے حاشیئے چڑھا لیے۔ انہیں اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کہ ان کے اعتراضات کی بنا صرف یہ وہم ہے کہ کیوں اجتہادی غلطی وقوع میں آئی۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اوّل تو کوئی ایسی اجتہادی غلطی ہم سے ظہور میں نہیں آئی جس پر ہم نے قطع اور یقین اور بھروسہ کر کے عام طور پر اس کو شایع کیا ہو۔ پھر بطور تنزّل ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کسی نبی یا ولی سے کسی پیشگوئی کی تشخیص و تعیین میں کوئی غلطی وقوع میں آجائے تو کیا ایسی غلطی اس کے مرتبۂ نبوت یا ولائت کو کچھ کم کر سکتی یا گھٹا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب خیالات نادانی و ناواقفیت کی وجہ سے بصورت اعتراض پیدا ہوتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں جہالت کا انتشار ہے اور علوم دینیہ سے سخت درجہ کی لوگوں کو لاپرواہی ہے اس وجہ سے سیدھی بات بھی اُلٹی دکھائی دیتی ہے ورنہ یہ مسئلہ بالاتفاق مانا گیا اور قبول کیا گیا ہے کہ ہر یک نبی اور ولی سے اپنے ان مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں کہ جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے بخوبی تفہیم نہیں ہوئی غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ اور اس غلطی سے ان

انبیاء اور اصفیاء کی شان میں کچھ بھی فرق نہیں آتا کیونکہ علم وحی بھی منجملہ علوم کے ایک علم ہے اور جو قاعدہ فطرت اور قانون قدرت قوت نظریہ کے دخل دینے کے وقت تمام علوم و فنون کے متعلق ہے اس قاعدہ سے یہ علم باہر نہیں رہ سکتا۔ اور جن لوگوں کو انبیاء اور اولیاء میں سے یہ علم دیا گیا ہے ان کو مجبوراً اس کے تمام عوارض ولوازم بھی لینے پڑتے ہیں۔ یعنی ان پر وارد ہوتے ہیں جن میں سے ایک اجتہادی غلطی بھی ہے۔ پس اگر اجتہادی غلطی قابل الزام ہے تو یہ الزام جمیع انبیاء و اولیاء و علماء میں مشترک ہے۔

یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ کسی اجتہادی غلطی سے ربانی پیشگوئیوں کی شان و شوکت میں فرق آجاتا ہے یا وہ نوع انسان کے لیے چنداں مفید نہیں رہتیں یا وہ دین اور دینداروں کے گروہ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی غلطی اگر ہو بھی تو محض درمیانی اوقات میں بطور ابتلاء کے وارد ہوتی ہے اور پھر اسقدر کثرت سے سچائی کے نور ظہور پذیر ہوتے ہیں اور تائیدات الٰہیہ اپنے جلوے دکھاتی ہیں کہ گویا ایک دن چڑھ جاتا ہے اور مخاصمین کے سب جھگڑے ان سے انفصال پا جاتے ہیں۔ لیکن اس روز روشن کے ظہور سے پہلے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں پر سخت سخت آزمائشیں وارد ہوں اور اُن کے پیرو اور تابعین بھی بخوبی جانچے اور آزمائے جائیں تا خدا تعالیٰ سچوں اور کچوں اور ثابت قدموں اور بزدلوں میں فرق کر کے دکھلا دیوے۔

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سا کر کے ان کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلاء اس لیے نازل نہیں ہوتا کہ ان کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحہ عالم سے ان کا نام ونشان مٹا دیوے۔ کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزوجل اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے۔ بلکہ حقیقت میں وہ ابتلا کہ جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لیے نازل ہوتا ہے کہ تا اس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھا دے۔ یہی سُنت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسل ؐ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں[1] اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا

---

[1] حاشیہ:۔ زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دُعاؤں میں سے جو انہوں نے ابتلائی حالت میں کیں ایک یہ ہے۔ اے خدا

تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پالئے۔ ابتلاء نے ان کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ ان پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے ان پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربّانی مددوں نے بھی جن کا ان کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپا لیا اور خدا تعالےٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو بہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور ان کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدت و سختی سے نازل ہوتی ہے۔ ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں ان پر ہوئیں۔ پر وہ اپنے پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سست اور دل شکستہ نہ ہوئے۔ بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار ان پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے اسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور

بقیہ حاشیہ:۔

تو مجھ کو بچالے کہ پانی میری جان تک پہنچے ہیں۔ میں گہری کیچ میں دھس چلا جہاں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں۔ میں چلاتے چلاتے تھک گیا، میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ جو بے سبب میرا کینہ رکھتے ہیں شمار میں میرے سر کے بالوں سے زیادہ ہیں۔ اے خداوند ربّ الافواج وہ جو تیرا انتظار کرتے ہیں میرے لیے شرمندہ نہ ہوں۔ وہ جو تجھ کو ڈھونڈتے ہیں وہ میرے لیے ندامت نہ اٹھائیں۔ وے پھاٹک پر بیٹھے ہوئے میری بابت بکتے ہیں اور نشے باز میرے حق میں گاتے ہیں۔ تو میری ملامت کشی اور میری رسوائی اور میری بے حرمتی سے آگاہ ہے۔ میں نے تاکا کہ کیا کوئی میرا ہمدرد ہے کوئی نہیں۔ (دیکھو زبور ۶۹) ایسا ہی حضرت مسیح علیہ السلام نے ابتلاء کی رات میں جس قدر تضرعات کئے وہ انجیل سے ظاہر ہیں۔ تمام رات حضرت مسیح جاگتے رہے اور

جس قدر انہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا ان کی ہمت بلند اور شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ ان تمام امتحانات سے اوّل درجہ کے پاس یافتہ ہوکر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہوگئے اور عزت اور حرمت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حباب کی طرح معدوم ہوگئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوت ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کرسکتے ویسے اس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں۔ بالخصوص ان محبوبان الٰہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کرسکتے کہ ان کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جلشانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ و بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل رُوحانی کے لیے ابتلاء کا ان پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اس قوم کے لیے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک رُوحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص کو اس سُنّت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی۔ اور نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نہایت درجہ کی بدقسمتی و ناسعادتی ہے کہ انسان جلد تر بدظنی کی طرف جُھک جائے اور یہ اصول قرار دیدیوے کہ دُنیا میں جس قدر خدا تعالیٰ کی راہ کے مدعی ہیں وہ سب مکّار اور فریبی اور دوکاندار ہی ہیں کیونکہ ایسے ردّی اعتقاد سے رفتہ رفتہ وجود ولائت میں شک پڑے گا اور پھر ولائت سے انکاری ہونے کے بعد نبوت کے منصب میں کچھ کچھ تردّدات پیدا ہو جاویں گے اور پھر نبوت سے مُنکر ہونے کے پیچھے خدا تعالیٰ کے وجود میں کچھ دغدغہ اور خلجان پیدا ہوکر یہ دھوکا دل میں شروع ہو جائے گا کہ شاید یہ ساری بات ہی بناوٹی اور بے اصل ہے اور شاید یہ سب اوہام باطلہ ہی ہیں کہ جو لوگوں کے دلوں میں جمتے

بقیہ حاشیہ:- جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے غم واندوہ سے ایسی حالت ان پر طاری تھی۔ وہ ساری رات رو رو کے دُعا کرتے رہے کہ تا وہ بَلا کا پیالہ کہ جو ان کے لیے مقدر تھا ٹل جائے۔ پر باوجود اس قدر گریہ وزاری کے پھر بھی دعا منظور نہ ہوئی۔ کیونکہ ابتلاء کے وقت کی دُعا منظور نہیں ہوا کرتی۔ پھر دیکھنا چاہیئے کہ سیّدنا و مولانا حضرت فخر الرسل و خاتم الانبیاء محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتلاء کی حالت میں کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں اور ایک دُعا میں مناجات کی کہ اے میرے رب میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بے چارگی کا تیرے آستانہ پر گلہ گزار ہوں۔ میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جس قدر چاہے سختی کر کہ مَیں راضی ہوں جب تک تو راضی ہو جائے۔ مجھ میں بجز تیرے کچھ قوت نہیں۔ منہ ؕ

ہوئے چلے آئے ہیں۔ سوائے سچائی کے ساتھ بجان و دل پیار کرنے والو! اور صداقت کے بھوکو اور پیاسو! یقیناً سمجھو کہ ایمان کو اس آشوب خانہ سے سلامت لے جانے کے لیے ولایت اور اس کے لوازم کا یقین نہایت ضروریات سے ہے۔ ولائت نبوت کے اعتقاد کی پناہ ہے اور نبوت اقرار وجود باری تعالیٰ کے لیے پناہ۔ پس اولیاء انبیاء کے وجود کے لیے میخوں کی مانند ہیں اور انبیاء خدا تعالیٰ کا وجود قائم کرنے کے لیے نہایت مستحکم کیلوں کے مشابہ ہیں۔ سو جس شخص کو کسی ولی کے وجود پر مشاہدہ کے طور پر معرفت حاصل نہیں اس کی نظر نبی کی معرفت سے بھی قاصر ہے اور جس کو نبی کی کامل معرفت نہیں وہ خدائے تعالیٰ کی کامل معرفت سے بھی بے بہرہ ہے اور ایک دن ضرور ٹھوکر کھائے گا اور سخت ٹھوکر کھائے گا اور مجرد دلائل عقلیہ اور علوم رسمیہ کسی کام نہیں آئیں گے اب ہم فائدہ عام کے لیے یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ بشیر احمد کی موت ناگہانی طور پر نہیں ہوئی بلکہ اللہ جلّ شانہٗ نے اس کی وفات سے پہلے اس عاجز کو اپنے الہامات کے ذریعہ سے پوری پوری بصیرت بخش دی تھی کہ یہ لڑکا اپنا کام کر چکا ہے[۱] اور اب فوت ہو جاوے گا۔ بلکہ جو الہامات اس پسر متوفّٰی کی پیدائش کے دن میں ہوئے تھے ان سے بھی اجمالی طور پر اس کی وفات کی نسبت بُو آتی تھی اور مترشح ہوتا تھا کہ وہ خلق اللہ کے لیے ایک ابتلاء عظیم کا موجب ہوگا جیسا کہ یہ الہام اِنَّآ اَرْسَلْنٰهُ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ كُلُّ شَيْءٍ تَحْتَ قَدَمَيْهِ یعنی ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس بڑے مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اُٹھانے کے بعد جو اس کی موت سے مراد ہے ظہور میں آجائیں گی۔ سو تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلاء کی تاریکیاں تھیں جو لوگوں کو اس کی موت سے پیش آئیں اور ایسے سخت ابتلاء میں پڑ گئے جو ظلمات کی طرح تھا اور آیت کریمہ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا[۲] کے مصداق ہو گئے اور الہامی عبارت میں جیسا کہ ظُلُمٰت کے بعد رعد اور روشنی کا ذکر ہے یعنی جیسا کہ اس عبارت کی ترتیب بیانی سے

---

[۱] حاشیہ :- خدا تعالیٰ کی انزالِ رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لیے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں :-

(۱) اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ - اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ[۳] یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے ہیں اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبییّن و آئمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے

[۲] البقرہ : ۲۱ [۳] البقرۃ : ۱۵۶ تا ۱۵۸

ظاہر ہوتا ہے کہ پسرِ متوفّٰی کے قدم اُٹھانے کے بعد پہلی ظلمت آئے گی اور پھر رعد اور برق۔ اسی ترتیب کے رُو سے اس پیشگوئی کا پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے اور جس طرح ظلمت ظہور میں آگئی اسی طرح یقیناً جاننا چاہیئے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آجائے گی جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹا دیگی۔ اور جو جو اعتراضات غافلوں اور مردہ دلوں کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ ان کو نابود اور ناپدید کردے گی۔ یہ الہام جو ابھی ہم نے لکھا ہے۔ ابتداء سے صدہا لوگوں کو بہ تفصیل سُنا دیا گیا تھا۔ چنانچہ منجملہ سامعین کے مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی بھی ہیں اور کئی جلیل القدر آدمی بھی۔ اب اگر ہمارے موافقین و مخالفین اسی الہام کے مضمون پر غور کریں اور دقّتِ نظر سے دیکھیں تو یہی ظاہر کر رہا ہے کہ اس ظلمت کے آنے کا پہلے سے جناب الٰہی میں ارادہ ہو چکا تھا جو بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں یعنی اس کے قدم اُٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضرور ہے۔ سو اے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ بشیر

بقیہ حاشیہ:۔ لوگ راہِ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں، پس اوّل اس نے قسم اوّل کے انزالِ رحمت کے لیے بشیر کو بھیجا تا بشّر الصابرین کا سامان مومنوں کے لیے طیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔ سو وہ ہزاروں مومنوں کے لیے جو اس کی موت کے غم میں محض للہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا اور یہ بات کُھلی کُھلی الہام الٰہی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت ان سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہو گی جنہوں نے محض للہ اس کی موت سے غم کیا اور اس ابتلاء کی برداشت کر گئے کہ جو اسکی موت سے ظہور میں آیا۔ غرض بشیر ہزاروں صابرین و صادقین کے لیے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفّارہ ہو گی۔ اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اوّل کی موت سے پہلے ۱۰؍ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالےٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا یخلق اللہ مایشاء اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ منہ

کی موت نے جیسا کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا ایسا ہی اس پیشگوئی کو بھی کہ جو ۲۰ ؍فروری کے اشتہار میں ہے کہ بعض بچے کم عمری میں فوت ہوں گے۔

بالآخر یہ بھی اس جگہ واضح رہے کہ ہمارا اپنے کام کے لیے تمام و کمال بھروسہ اپنے مولیٰ کریم پر ہے۔ اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ ہم سے اتفاق رکھتے ہیں یا نفاق اور ہمارے دعویٰ کو قبول کرتے ہیں یا ردّ اور ہمیں تحسین کرتے ہیں یا نفرین۔ بلکہ ہم سب سے اعراض کر کے اور غیر اللہ کو مردہ کی طرح سمجھ کر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں گو بعض ہم میں سے اور ہماری ہی قوم میں سے ایسے بھی ہیں کہ وہ ہمارے اس طریق کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں مگر ہم ان کو معذور رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو ہم پر ظاہر کیا گیا ہے وہ ان پر ظاہر نہیں اور جو ہمیں پیاس لگا دی گئی ہے وہ انہیں نہیں۔ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ[1]

اس محل میں یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے بعض اہلِ علم احباب کی ناصحانہ تحریروں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی اس عاجز کی یہ کارروائی پسند نہیں کرتے کہ برکاتِ رُوحانیہ و آیات سماویہ کے سلسلہ کو جو بذریعہ قبولیت ادعیہ و الہامات و مکاشفات تکمیل پذیر ہوتا ہے لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ بعض کی ان میں سے اس بارہ میں یہ بحث ہے کہ یہ باتیں ظنّی و شکّی ہیں اور ان کے ضرر کی امید ان کے فائدہ سے زیادہ تر ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ باتیں تمام بنی آدم میں مشترک و متساوی ہیں۔ شاید کسی قدر ادنیٰ کم و بیشی ہو۔ بلکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قریباً یکساں ہی ہیں۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ان اُمور میں مذہب اور اتقا اور تعلق باللہ کو کچھ دخل نہیں بلکہ یہ فطرتی خواص ہیں جو انسان کی فطرت کو لگے ہوئے ہیں اور ہر ایک بشر سے مومن ہو یا کافر صالح ہو یا فاسق کچھ تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ صادر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تو ان کی قیل و قال ہے جس سے ان کی موٹی سمجھ اور سطحی خیالات اور مبلغ علم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر فراست صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غفلت اور حُبّ دنیا کا کیڑا ان کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جیسے مجذوم کا جذام انتہا کے درجہ تک پہنچ کر سقوط اعضاء تک نوبت پہنچاتا ہے اور ہاتھوں پیروں کا گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی ان کے رُوحانی اعضاء جو روحانی قوتوں سے مراد ہیں۔ بباعث غلو محبتِ دنیا کے گلنے سڑنے شروع ہو گئے ہیں اور ان کا شیوہ فقط ہنسی اور ٹھٹھا بدظنّی اور بدگمانی ہے۔ دینی معارف اور حقائق پر غور کرنے سے بکلی آزادی ہے بلکہ یہ لوگ حقیقت اور معرفت سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کبھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے اور ہمارا اصلی کمال کیا ہے بلکہ جیفہ دُنیا میں دن رات غرق ہو رہے ہیں۔ ان میں یہ حِسّ ہی باقی نہیں رہی کہ اپنی حالت کو ٹٹولیں کہ وہ کیسی سچائی کے طریق سے گری ہوئی ہے اور بڑی بدقسمتی ان کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اس نہایت خطرناک بیماری کو پوری پوری صحت خیال کرتے ہیں اور جو حقیقی صحت و تندرستی ہے اس کو بنظر توہین و استخفاف دیکھتے ہیں اور کمالات ولایت اور قربِ الٰہی کی عظمت بالکل ان کے دلوں پر سے اُٹھ گئی ہے اور

---

[1] بنی اسرائیل ۸۵

نومیدی اور حرمان کی سی صورت پیدا ہوگئی ہے بلکہ اگر یہی حالت رہی تو اُن کا نبوت پر ایمان قائم رہنا بھی کچھ معرض خطر میں ہی نظر آتا ہے۔

یہ خوفناک اور گری ہوئی حالت جو مَیں نے بعض علماء کی بیان کی ہے اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ ان رُوحانی روشنیوں کو تجربہ کی رُو سے غیر ممکن یا شکی وظنّی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہنوز بالاستیفاء تجربہ کرنے کی طرف توجہ نہیں کی اور کامل اور محیط طور پر نظر ڈال کر رائے ظاہر کرنے کا ابھی تک انہوں نے اپنے لیے کوئی موقع پیدا نہیں کیا اور نہ پیدا کرنے کی کچھ پروا ہے۔ صرف ان مفسدانہ نکتہ چینیوں کو دیکھ کر جو مخالفین تعصب آئین نے اس عاجز کی دو پیشگوئیوں پر کی ہیں[1] بلا تحقیق وتفتیش شک میں پڑ گئے اور ولایت اور قربت الٰہیہ کی روشنیوں کے بارے میں ایک ایسا اعتقاد دل میں جما لیا کہ جو خشک فلسفہ اور کورانہ نیچریت کے قریب قریب ہے۔ انہیں سوچنا چاہیئے تھا کہ مخالفین نے اپنی تکذیب کی تائید میں کونسا ثبوت دیا ہے؟ پھر اگر کوئی ثبوت نہیں اور نری بک بک ہے تو کیا فضول اور بے بنیاد افتراؤں کا اثر اپنے دلوں میں ڈال لینا عقلمندی یا ایمانی وثاقت میں داخل ہے۔ اور اگر فرض محال کے طور پر کوئی اجتہادی غلطی بھی کسی پیشگوئی کے متعلق اس عاجز سے ظہور میں آتی یعنی قطع

---

[1] حاشیہ:۔ وہ نکتہ چینیاں یہ ہیں کہ ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیشگوئی شائع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں بہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اس کے بعد قریب حمل میں پیدا ہو۔ سو خدا تعالیٰ نے مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنے کے لیے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی اور اس کے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا۔ اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی اور ٹھیک ٹھیک وقوع میں آگئی۔ مگر مخالفین نے جیسا کہ ان کا قدیمی شیوہ ہے محض شرارت کی راہ سے یہ نکتہ چینی کی کہ پہلی دفعہ ہی کیوں لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کو جواب دیا گیا کہ اشتہار میں پہلی دفعہ کی کوئی شرط نہیں بلکہ دوسرے حمل تک پیدا ہونے کی شرط تھی جو وقوع میں آگئی اور پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوگئی۔ سو ایسی پیشگوئی پر نکتہ چینی کرنا بے ایمانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ کوئی منصف اس کو واقعی طور پر نکتہ چینی نہیں کہہ سکتا۔ دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارہ میں پیشگوئی ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں کی تھی۔ وہ پیدا ہو کر صغر سنی میں فوت ہوگیا۔ اس کا مفصل جواب اسی تقریر میں مذکور ہے اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا۔ اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موعود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے۔ پس سوچنا چاہیئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی؟ بلکہ جس قدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے چنانچہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ

اور یقین کے طور پر اس کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کیا جاتا تب بھی کسی دانا کی نظر میں وہ محل آویزش نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ اجتہادی غلطی ایک ایسا امر ہے جس سے انبیاء بھی باہر نہیں۔ ماسوائے اس کے یہ عاجز اب تک قریب سات ہزار مکاشفات صادقہ اور الہامات صحیحہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے مشرف ہوا ہے اور آئندہ عجائبات رُوحانیہ کا ایسا بے انتہا سلسلہ جاری ہے کہ جو بارش کی طرح شب و روز نازل ہوتے رہتے ہیں۔ پس اس صورت میں خوش قسمت انسان وہ ہے کہ جو اپنے تئیں بصدق وصفا اس ربّانی کارخانے کے حوالہ کر کے آسمانی فیوض سے اپنے نفس کو متمتع کرے اور نہایت بد قسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے تئیں ان انوار و برکات کے حصول سے لاپروا رکھ کر بے بنیاد نکتہ چینیاں اور جاہلانہ رائے ظاہر کرنا اپنا شیوہ کر لیوے۔ میں ایسے لوگوں کو محض للہ متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے حق اور حق بینی سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ اگر ان کا یہ قول سچ ہو کہ الہامات اور مکاشفات کوئی ایسی عمدہ چیز نہیں ہے جو خاص اور عوام یا کافر اور مومن میں کوئی امتیاز بیّن پیدا کر سکیں تو سالکوں کے لیے یہ نہایت دل توڑنے والا واقعہ ہوگا۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی ایک روحانی اور اعلیٰ درجہ کی اسلام میں خاصیت ہے کہ سچائی سے اس پر قدم مارنے والے مکالمات خاصہ الٰہیہ سے مشرف ہو جاتے ہیں اور قبولیت کے انوار جن میں ان کا غیر ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا۔ ان کے وجود میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واقعی صداقت ہے جو بے شمار راستبازوں پر اپنے ذاتی تجارب سے کُھل گئی

بقیہ ☆ حاشیہ ☆:- اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہو سکتا۔ اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) بکلّی پاک ہے۔ یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کُھل گیا ہے کہ یہ سب عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اوّل جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لیے بطور ارہاص تھا اس لیے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔

اب ایک منصف انصافاً سوچ کر دیکھے کہ ہماری ان دونوں پیشگوئیوں میں حقیقی طور پر کون سی غلطی ہے؟ ہاں ہم

ہے۔ ان مدارج عالیہ پر وہ لوگ پہنچتے ہیں کہ جو سچی اور حقیقی پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں اور نفسانی وجود سے نکلکر ربّانی وجود کا پیراہن پہن لیتے ہیں۔ یعنی نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے ربّانی طاعات کی نئی زندگی اپنے اندر حاصل کرتے ہیں۔ ناقص الحالت مسلمانوں کو ان سے کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ پھر کافر اور فاسق کو ان سے کیا نسبت ہو۔ ان کی یہ کاملیت ان کی صحبت میں رہنے سے طالب حق پر کھلتی ہے۔ اسی غرض سے میں نے اتمام حجت

بقیہ حاشیہ:۔ نے پسر متوفّٰی کے کمالات استعداد یہ الہامات کے ذریعہ سے ظاہر کئے تھے کہ وہ فطرتاً ایسا ہے اور ایسا ہے اور اب بھی ہم یہی کہتے ہیں اور فطرتی استعدادوں کا مختلف طور پر بچوں میں پایا جانا عام اس سے کہ وہ صغرسنی میں مر جاویں یا زندہ رہیں ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے اور کوئی حکماء اور علماء میں سے اس کا منکر نہیں ہو سکتا۔ پس دانا کے لیے کونسی ٹھوکر کھانے کی وجہ ہے؟ ہاں نادان اور احمق لوگ ہمیشہ سے ٹھوکر کھاتے چلے آئے ہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی پر ٹھوکر کھائی کہ یہ شخص تو کہتا تھا کہ فرعونؔ پر عذاب نازل ہوگا سو اس پر تو کچھ عذاب نازل نہ ہوا۔ وہ عذاب تو ہم پر ہی پڑا کہ اس سے پہلے صرف آدھا دن ہم سے مشقت لی جاتی تھی اور اب سارا دن محنت کرنے کا حکم ہوگیا۔ خوب نجات ہوئی۔ حالانکہ یہ دوہری محنت اور مشقت ابتلاء کے طور پر یہودیوں پر ابتداء میں نازل ہوئی تھی اور انجام کار فرعون کی ہلاکت مقدر تھی۔ مگر ان بیوقوفوں اور شتابکاروں نے ہاتھ پر سرسوں جمتی نہ دیکھ کر اسی وقت حضرت موسیٰؑ کو جھٹلانا شروع کر دیا اور بدظنی میں پڑ گئے اور کہا کہ اے موسیٰؔ اور ہارونؔ جو کچھ تم نے ہم سے کیا خدا تم سے کرے۔ پھر یہودا اسکریوتی کی نادانی اور شتابکاری دیکھنی چاہیئے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے سمجھنے میں نہایت سخت ٹھوکر کھائی اور خیال کیا کہ یہ شخص بادشاہ ہو جانے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور ہمیں بڑے بڑے مراتب تک پہنچاتا تھا مگر یہ ساری باتیں جھوٹ نکلیں۔ اور کوئی پیشگوئی اس کی سچی نہ ہوئی بلکہ فقر و فاقہ میں ہم لوگ مر رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کے دشمنوں سے مل کر پیٹ بھریں۔ سو اس کی جہالت اس کی ہلاکت کا موجب ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیاں اپنے وقتوں میں پوری ہوگئیں۔ سو نبیوں کا ان نادان مکذبین کی تکذیب سے کیا نقصان ہوا جس کا اب بھی اندیشہ کیا جائے اور اس اندیشہ سے خدائے تعالیٰ کی پاک کارروائی کو بند کیا جائے۔ یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اور کلمہ گو ہو کر جلدی سے اپنے دل میں وساوس کا ذخیرہ اکٹھا کر لیتے ہیں وہ انجام کار اسی طرح رسوا اور ذلیل ہونے والے ہیں جس طرح نالائق اور کج فہم یہودی اور یہودا اسکریوتی رسوا اور ذلیل ہوئے۔ فتدبروا یا اولی الالباب۔

منہ

کے لیے مختلف فرقوں کے سرگروہوں کی طرف اشتہارات بھیجے تھے اور خط لکھے تھے کہ وہ میرے اس دعوے کی آزمایش کریں۔ اگر ان کو سچائی کی طلب ہوتی تو وہ صدق قدم سے حاضر ہوتے۔ سو ان میں سے کوئی ایک بھی بصدق قدم حاضر نہ ہوا۔ بلکہ جب کوئی پیشگوئی ظہور میں آتی رہی اس پر خاک ڈالنے کے لیے کوشش کرتے رہے اب اگر ہمارے علماء کو اس حقیقت کے قبول کرنے اور ماننے میں کچھ تامّل ہے تو غیروں کے بُلانے کی کیا ضرورت۔ پہلے یہی ہمارے احباب جن میں سے بعض فاضل اور عالم بھی ہیں، آزمایش کرلیں اور صدق اور صبر سے کچھ مدت میری صحبت میں رہ کر حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔ پھر اگر یہ دعویٰ اس عاجز کا راستی سے معرّا نکلے تو انہیں کے ہاتھ پر مَیں توبہ کرلوں گا۔ ورنہ اُمید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں پر توبہ اور رجوع کا دروازہ کھول دے گا۔ اور اگر وہ میری اس تحریر کے شائع ہونے کے بعد میرے دعاوی کی آزمائش کر کے اپنی رائے کو بہ پایۂ صداقت پہنچاویں تو ان کی ناصحانہ تحریروں کے کچھ معنے ہوں گے۔ اس وقت تک تو اس کے کچھ بھی معنے نہیں بلکہ ان کی مجوبانہ حالت قابل رحم ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آجکل کے عقلی خیالات کے پرزور بخارات نے ہمارے علماء کے دلوں کو بھی کسی قدر دبا لیا ہے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ انہیں خیالات پر زور دے رہے ہیں اور تکمیل دین وایمان کے لیے انہیں کافی وافی خیال کرتے ہیں اور ناجائز اور ناگوار پیرایوں میں رُوحانی برکات کی تحقیر کر رہے ہیں اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ یہ تحقیر تکلّف سے نہیں کرتے بلکہ فی الواقع ان کے دلوں میں ایسا ہی جم گیا ہے اور ان کی فطرتی کمزوری اس تنزلہ کو قبول کر گئی ہے کیونکہ ان کے اندر حقانی روشنی کی چمک نہایت ہی کم اور خشک لفاظی بہت سی بھری ہوئی ہے اور اپنی رائے کو اس قدر صائب خیال کرتے اور اس کی تائید میں زور دیتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو روشنی حاصل کرنے والوں کو بھی اس تاریکی کی طرف کھینچ لاویں۔ ان علماء کو اسلام کی فتح صوری کی طرف تو ضرور خیال ہے۔ مگر جن باتوں میں اسلام کی فتح حقیقی ہے ان سے بے خبر ہیں۔

اسلام کی فتح حقیقی اس میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے اسی طرح ہم اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبات سے بکلّی خالی ہو جائیں اور کوئی بُت ہوا اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا ہماری راہ میں نہ رہے۔ اور بکلّی مرضیات الٰہیہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس فناء کے وہ بقا ہم کو حاصل ہو جائے جو ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیّت عطا کرے اور ہماری محبّت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہو جائیں اور ہمارا وہ قدیم خدا بھی ہمارے لیے ایک نیا خدا ہو جائے۔ یہی فتح حقیقی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مکالمات الٰہیہ بھی ہیں۔ اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے یہ روشنی پیدا کرے گا اور اپنے ضعیف بندوں کا آمرزگار ہوگا۔

تبلیغ

مَیں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچّی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولےٰ کا راہ سیکھنے کے لیے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لیے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لیے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دُعا اور میری توجہ میں ان کے لیے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لیے بدل و جان طیار ہوں گے۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے :-

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔
اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المبلّغ خاکسار

غلام احمد عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

(۵۱)

تکمیلِ تبلیغ

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں شائع کیا ہے۔ جس میں بیعت کے لیے حق کے طالبوں کو بُلایا ہے۔ اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے:۔

اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوّم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لیے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہریک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہیں جو بیعت کرنے والوں کے لیے ضروری ہیں۔ جن کی تفصیل یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں نہیں لکھی گئی اور واضح رہے کہ اس دعوت بیعت کا حکم تخمیناً مدت دس ماہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا ہے، لیکن اس کی تاخیر اشاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں اور دل یہ چاہتا رہا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور جو کچی اور سریع التغیر اور مغلوب الشک نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے ایک ایسی تقریب کی انتظار رہی کہ جو سچوں اور کچوں اور مخلصوں منافقوں میں فرق کر کے دکھلاوے۔ سو اللہ جل شانہٗ نے اپنی کمال حکمت اور رحمت سے وہ تقریب بشیر احمد کی موت کو قرار دے[1] دیا۔ اور خام خیالوں اور کچوں اور بدظنوں کو الگ کر کے دکھلا دیا اور وہی ہمارے ساتھ رہ گئے جن کی فطرتیں ہمارے ساتھ رہنے کے لائق تھیں۔ اور جو فطرتاً قوی الایمان نہیں تھے اور تھکے اور ماندے تھے وہ سب الگ ہو گئے اور شکوک و شبہات میں پڑ گئے۔ پس اسی وجہ سے ایسے موقع پر دعوت بیعت کا مضمون شائع کرنا نہایت چسپاں معلوم ہوا۔ تا خس کم جہاں پاک کا فائدہ ہم کو حاصل ہو اور مغشوشین کے بدانجام کی تلخی اُٹھانی نہ پڑے اور تا جو لوگ جو اس ابتلاء کی حالت میں اس دعوت بیعت کو قبول کر کے اس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو جائیں وہی ہماری جماعت سمجھے جائیں اور وہی ہمارے خالص دوست متصور ہوں اور وہی ہیں جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں انہیں ان کے غیروں پر قیامت تک فوقیت دُونگا اور برکت اور رحمت ان کے شامل حال رہے گی اور مجھے فرمایا کہ تو میری اجازت سے اور میری آنکھوں کے روبرو یہ کشتی تیار کر۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کرینگے وہ خدا سے بیعت کرینگے۔ خدا کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ حاضر ہو جاؤ اور اپنے ربّ کریم کو

---

[1] خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے

اکیلا مت چھوڑو۔ جو شخص اسے اکیلا چھوڑتا ہے وہ اکیلا چھوڑا جائے گا۔

سو حسب فرمودہ ایزدی دعوت بیعت کا عام اشتہار دیا جاتا ہے اور متحملین شرائط متذکرہ بالا کو عام اجازت ہے کہ بعد ادائے استخارہ مسنونہ اس عاجز کے پاس بیعت کرنے کے لیے آویں۔ خدا تعالیٰ ان کا مددگار ہو اور ان کی زندگی میں پاک تبدیلی کرے اور ان کو سچائی اور پاکیزگی اور محبت اور روشن ضمیری کی رُوح بخشے۔ آمین ثم آمین۔ 12

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

المبلـــــــــــــــــــــــــغ

خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر) ۹ رجمادی الاول ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء

بقیہ حاشیہ :- پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ر جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزّوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخرِ رُسل قرب تو معلومم شد ۔۔۔ دیر آمدہٖ ز راہِ دُور آمدہٖ

پس اگر حضرت باری جل شانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں اور نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر خوشی ظاہر کی اور بغلیں بجائیں۔ انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ مُیت کی محبت مَیّت کی محبت سے اس قدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدستِ خود ذبح کرنے کو تیار ہیں کیونکہ واقعی طور پر بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔ منہ

(۵۲)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی

گذارش ضروری

بخدمت ان تمام صاحبوں کے جو بیعت کرنے کیلئے مستعد ہیں

اے اخوان مومنین (اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ بِرُوْحٍ مِّنْہُ) آپ سب صاحبوں پر جو اس عاجز سے خالصاً لطلب اللہ بیعت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں[1] واضح ہو کہ بالقائے ربّ کریم و جلیل جس کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو

---

[1] تاریخ ہذا سے جو ۴؍مارچ ۱۸۸۹ء ہے۔ ۲۵؍مارچ تک یہ عاجز لودیانہ محلہ جدید میں مقیم ہے اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لودیانہ میں ۲۰؍تاریخ کے بعد آجاویں۔ اور اگر اس جگہ آنا موجب حرج و دقّت ہو تو ۲۵؍مارچ کے بعد جس وقت کوئی چاہے قادیان میں بعد اطلاع دہی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہو جاوے مگر جس مدعا کے لیے بیعت ہے یعنی حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننے کے لیے کوشش کرنا۔ اس مدعا کو خوب یاد رکھے اور اس وہم میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ اگر تقویٰ اور سچا مسلمان بننا پہلے ہی سے شرط ہے تو پھر بعد اس کے بیعت کی کیا حاجت ہے۔ بلکہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقوےٰ جو اوّل حالت میں تکلف اور تصنع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور ببرکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اُس کا جُز بن جائے اور وہ مشکوٰتی نُور دل میں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے۔ جس کو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس بھی کہتے ہیں جس کے پیدا ہونے کے بعد خدائے تعالیٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بُری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خود خدائے تعالیٰ کی نظر میں بُری و مکروہ ہے۔ اور نہ

انواع واقسام کے اختلافات اور غل اور حقد اور نزاع اور فساد اور کینہ اور بغض سے جس نے ان کو بے برکت و نکما و کمزور کر دیا ہے۔ نجات دے کر فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا کا مصداق بنا دے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد و منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لیے مقدر ہیں۔ اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسماء مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت و سکونت مستقل و عارضی اور کسی قدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پاویں۔ اور پھر جب وہ اسماء مندرجہ کسی تعداد موزون تک پہنچ جائیں تو ان سب ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اس کی تمام بیعت کرنے والوں کی خدمت میں بھیجی جاوے اور پھر جب دوسرے وقت میں نئی بیعت کرنے والوں کا ایک معتدبہ گروہ ہو جاوے تو ایسا ہی ان کے اسماء کی بھی فہرست تیار کر کے تمام مبائعین یعنی داخلین بیعت میں شائع کی جائے اور ایسا ہی ہوتا رہے جب تک ارادہ الٰہی اپنے اندازہ مقدرہ تک پہنچ جائے۔ یہ انتظام جس کے ذریعہ سے راستبازوں کا گروہ کثیر ایک ہی سلک میں منسلک ہو کر وحدت مجموعی کے پیرایہ میں خلق اللہ پر جلوہ نما ہوگا اور اپنی سچائی کے مختلف المخرج شعاعوں کو ایک ہی خط ممتد میں ظاہر کرے گا خداوند عزّوجل کو بہت پسند آیا ہے۔ مگر چونکہ یہ کارروائی بجز اس کے باسانی و صحت انجام پذیر نہیں ہو سکتی کہ خود مبائعین اپنے ہاتھ سے خوشخط قلم سے لکھ کر اپنا تمام پتہ و نشان بتفصیل مندرجہ بالا بھیجدیں اس لیے ہر ایک صاحب کو جو صدق دل اور خلوص تام سے بیعت کرنے کے لیے مستعد ہیں تکلیف دی جاتی ہے کہ وہ بتحریر خاص اپنی پورے پورے نام و ولدیت و سکونت مستقل و عارضی وغیرہ سے اطلاع بخشیں یا اپنے حاضر ہونے کے وقت یہ تمام امور درج کرا دیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا مرتب و شائع ہونا جس میں تمام بیعت

بقیہ حاشیہ :۔ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر یک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ سو اس نور کے پیدا ہونے کے لیے ابتدائی اتقاء جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنے میں فرمایا ہے۔ ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ نہیں فرمایا کہ ھُدًى لِّلْفَاسِقِيْنَ یا ھُدًى لِّلْكَافِرِيْنَ۔ ابتدائی تقویٰ جس کے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آ سکتا ہے۔ وہ ایک فطرتی حصہ ہے کہ جو سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولیٰ اس کی مربی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے۔ مگر وہ اندرونی نور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولد ثانی پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے۔ فتدبر منہ۔

لہ :۔ اٰلِ عمران : ۱۰۴

کرنے والوں کے نام و دیگر پتہ نشان درج ہوں۔ انشاء اللہ القدیر بہت سی خیر و برکت کا موجب ہوگا۔
ازاں جملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنے والوں کا بہت جلد باہم تعارف ہو جائے گا اور باہم خط و کتابت کرنے اور افادہ و استفادہ کے وسائل نکل آئیں گے اور غائبانہ ایک دوسرے کو دُعائے خیر سے یاد کریں گے اور نیز اس باہمی شناسائی کی رُو سے ہر ایک موقعہ و محل پر ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی غمخواری میں یاران موافق و دوستانِ صادق کی طرح مشغول ہو جائیں گے اور ہر ایک کو ان میں سے اپنے ہم ارادت لوگوں کے ناموں پر اطلاع پانے سے معلوم ہو جائیگا کہ اس کے رُوحانی بھائی دنیا میں کس قدر پھیلے ہوئے ہیں اور کن کن خداداد فضائل سے متصف ہیں۔ سو یہ علم ان پر ظاہر کرے گا کہ خدا تعالیٰ نے کس خارق عادت طور پر اس جماعت کو تیار کیا ہے اور کس سرعت اور جلدی سے دنیا میں پھیلایا ہے۔ اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزون معلوم ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے۔ اور حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ان کا قدر کرے۔ ان سے جلد صلح کر لیوے اور دلی غبار کو دُور کر دیوے اور صاف باطن ہو جاوے اور ہرگز ایک ذرّہ کینہ اور بغض ان سے نہ رکھے، لیکن اگر کوئی عمداً ان شرائط کی خلاف ورزی کرے۔ جو اشتہار ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء[ل] میں مندرج ہیں اور اپنی بے باکانہ حرکت سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاوے گا۔ یہ سلسلہ بیعت محض برادِ فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لیے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دُنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے[ل۲] اور ان کا اتفاق اسلام کے لیے برکت وعظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات

ل اشتہار ہذا دیکھئے صفحہ ۱۴۵ پر (مرتب)

ل۲ اس جماعت کے نیک اثر سے جیسے عامہ خلائق منتفع ہوں گی ایسا ہی اس پاک باطن جماعت کے وجود مبارک سے گورنمنٹ برطانیہ کے لیے انواع و اقسام کے فوائد متصور ہیں۔ جن سے اس گورنمنٹ کو خداوند عزوجل کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیر خواہ اور دُعا گو ہوں گے۔ کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جس کی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے) حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھ کر کوئی گناہ کی بات اور خبث اور ظلم اور پلید راہ نہیں کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ بامن و عافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنے دینی و دنیاوی مقاصد میں بآزادی کی کوشش کر سکے اسی کا بدخواہ و بداندیش ہو بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکر گذار نہ ہو تب تک خدا تعالےٰ کا بھی شکر گذار نہیں۔ پھر دوسرا فائدہ اس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو یہ ہے کہ ان کا عملی طریق موجب انسداد جرائم ہے۔ فتفکروا و تأملوا ٭

میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لیے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لیے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لیے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لیے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں۔ اور محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھیراوے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کے لیے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لیے وہ نُور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالےٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لیے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس رُوحِ خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفسِ امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو مَیں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سُست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لیے موت تک دریغ نہیں کرونگا اور ان کے لیے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لیے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا کیونکہ "خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لیے اور اپنی قدرت دکھانے کے لیے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دُنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی رُوح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زلیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا"۔ "وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشین گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے، اس گروہ کو بہت بڑھائیگا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہانتک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اُونچی جگہ رکھا جاتا ہے دُنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لیے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے"۔ "وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک

قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی"۔ اس ربّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فالحمد لہٗ اوّلاً و اٰخرًا وظاھرًا و باطنًا۔ اَسْلَمْنَا لَہٗ ھو مولٰنا فی الدنیا والاٰخرۃ۔ نعم المولٰی ونعم النصیر۔

خاکسار

غلام احمد۔ لودیانہ محلہ جدید متصل مکان اخی مکرمی منشی

حاجی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور

۴؍ مارچ ۱۸۸۹ء

(مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے چار صفحوں پر ہے)

(۵۳)

اشتہار عام معترضین کی اطلاع کیلئے

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر مختلف فرقے اور مختلف رائے کے آدمی اسلام پر یا تعلیم قرآنی پر یا ہمارے سید و مولیٰ جناب عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں یا جو کچھ ہمارے ذاتی امور کے متعلق نکتہ چینیاں کر رہے ہیں یا جو کچھ ہمارے الہامات اور ہماری الہامی دعاوی کی نسبت ان کے دلوں میں شبہات اور وساوس ہیں۔ ان سب اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت پر نمبروار مرتب کرکے چھاپ دیں اور پھر انہیں نمبروں کی ترتیب کے لحاظ سے ہر ایک اعتراض اور سوال کا جواب دینا شروع کریں۔ لہٰذا عام طور پر تمام عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں اور یہودیوں اور مجوسیوں اور دہریوں اور برہمیوں اور طبیعیوں اور فلسفیوں اور مخالف الرائے مسلمانوں وغیرہ کو مخاطب کرکے اشتہار دیا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص جو اسلام کی نسبت یا قرآن شریف اور ہمارے سید اور مقتداء خیر الرسل کی نسبت یا خود ہماری نسبت، ہمارے منصب خداداد کی نسبت، ہمارے الہامات کی نسبت کچھ اعتراضات رکھتا ہے تو اگر وہ طالب حق ہے تو اس پر لازم و واجب ہے کہ وہ اعتراضات خوشخط قلم سے تحریر کرکے ہمارے پاس بھیج دے تا وہ تمام اعتراضات ایک جگہ اکٹھے کرکے ایک رسالہ میں نمبروار ترتیب دے کر چھاپ دیئے جائیں اور پھر نمبروار ایک ایک کا مفصل جواب دیا جائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؏

المشـــــــــــــــــــــــــــتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ

(یہ اشتہار فتح اسلام بار دوم کے صفحہ ۸۰ پر درج ہے)

(۵۴)

اعلان

اس رسالہ کے ساتھ دو اور رسالے تالیف کئے گئے ہیں جو درحقیقت اسی رسالہ کے جزو ہیں۔ چنانچہ اس رسالہ کا نام فتح اسلام اور دوسرے کا نام توضیحِ مرام اور تیسرے کا نام ازالہ اوہام ہے۔

المعلن

میرزا غلام احمد قادیان

(یہ اشتہار فتح اسلام بار دوم کے صفحہ ۹، پر درج ہے)

(۵۵)

اعلان

اس رسالہ کے بعد ایک اور رسالہ بھی چند روز میں طبع ہوکر طیار ہو جائے گا جسکا نام ازالہ اوہام ہے۔ وہ رسالہ فتح اسلام کا تیسرا حصہ ہے۔

المعلن

مرزا غلام احمد عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔

(یہ اشتہار رسالہ توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

۵۶

یاددہانی

جو کچھ ہم نے رسالہ فتح اسلام میں الٰہی کارخانہ کے بارے میں جو خداوند عزّوجل کی طرف سے ہمارے سپرد ہوا ہے پانچ شاخوں کا ذکر کرکے دینی مخلصوں اور اسلامی ہمدردوں کی ضرورت امداد کے لیے لکھا ہے۔ اس کی طرف ہمارے با اخلاص اور پُرجوش بھائیوں کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیئے کہ تا یہ سب کام باحسن طریق شروع ہوجائیں۔

الــــــــــــــــــــراقم

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار رسالہ توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے ٹائٹل کے آخر میں ہے)

(۵۷)

اطلاع بخدمت علماء اسلام

جو کچھ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ مضمون متفرق طور پر تین رسالوں میں درج ہے یعنی فتح اسلام اور توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں۔ پس مناسب ہے کہ جب تک کوئی صاحب ان تینوں رسالوں کو غور سے نہ دیکھ لیں۔ تب تک کسی مخالفانہ رائے ظاہر کرنے کے لیے جلدی نہ کریں۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

الراقم

خاکسار مرزا غلام احمد

(یہ اطلاع توضیح مرام مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل کے آخری صفحہ ٹائیٹل پر اور بار دوم کے صفحہ ۴۰ پر ہے)

(۵۸)

ضروری اشتہار

لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰي مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ [1]

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیح ابن مریم کے نزول کی حقیقت جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر کھولی ہے جس کے بارے میں کچھ تھوڑا سا رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں ذکر ہے اور رسالہ ازالہ اوہام میں مبسوط اور مفصل طور پر اس کا بیان ہے۔ ایسا ہی ملائک اور لیلۃ القدر اور معجزات مسیح کے بارے میں جو کچھ ان رسالوں میں لکھا گیا ہے۔ قبل اس کے جو علماء اسلام غور سے ان مباحث کو پڑھیں۔ اور تدبّر سے ان کے مطلب کو سوچیں۔ یونہی مخالفانہ خیالات خلق اللہ میں پھیلا رہے ہیں اور عوام النّاس کو اپنے بے اصل وساوس سے ہلاک کرتے جاتے ہیں حالانکہ رسالہ توضیح مرام کے آخر میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں مگر وہ آخر تک صبر نہ کر سکے۔ کسی نے کہا کہ یہ شخص کافر ہے اور کسی نے کہا کہ یہ شخص ضال اور مضل ہے اور کسی نے کہا کہ بیجا تاویلیں کرتا ہے اور کسی نے کہا اس کو مالیخولیا ہے اور چونکہ اکثر لوگ ان میں موٹی عقل کے آدمی اور کجی سے بہ نسبت راستی کے زیادہ پیار کرنے والے ہیں۔ اس لیے ان مولوی صاحبوں کے بیانات کا ان کے دلوں پر سخت اثر پڑا۔ اور عوام الناس کی تو یہ پہلے ہی سے عادت ہے کہ وہ اصل حقیقت پر غور کم کرتے ہیں۔ اور ایک خود غرض یا کوتاہ فہم مولوی کے بیان کو فیصلہ ناطق سمجھ لیتے ہیں۔ اسی ضرر رساں سیرت نے انہیں طرح طرح کے گڑھوں اور غاروں میں ڈال دیا ہے۔ لہٰذا قرین مصلحت سمجھ کر کل مخالف الرائے علماء کے مقابل محض للہ یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ان کو اس عاجز کے ان دعاوی مذکورہ بالا کے قبول کرنے میں کوئی عذر شرعی ہو یا وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ اس عاجز کے یہ دعاوی قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف ہیں تو وہ ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مقاصد مذکورہ بالا میں مباحثہ کر لیں تاکہ جلسہ عام میں حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فتنہ بھی پیدا نہ ہو کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے۔ سو مناسب ہے کہ ان سب میں سے وہ مولوی صاحب جو کمالات علمی میں اوّل درجہ کے خیال کئے جائیں وہی فریق

---

[1] الانفال : ۴۳

ثانی کی طرف سے اس مباحثہ کے لیے مختار مقرر ہوں اور فریق ثانی کے لوگ اپنے اپنے معلومات سے ان کو مدد دیویں اور وہ (وکیل صاحب) بذریعہ تحریران سب دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں۔ مگر مناسب ہے کہ اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کُل دلائل اوّل پرچہ میں ہی پیش کردیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات کے حاضرین کو سنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوا دیئے جائیں۔ اس سے حق اور باطل خود روشن ہو جائے گا اور تحریرات ہر دو فریق سے ہر یک حاضر اور غائب کو خوب سوچ کے ساتھ حق کے سمجھنے اور رائے لگانے کا موقع مل جاویگا۔ اگرچہ کتاب ازالہ اوہام چھپ رہی ہے جو پچیس جزو کے قریب ہوگی اور یہ تمام مباحث معہ دیگر معارف وحقایق کے اس میں کامل طور پر درج ہیں۔ مگر یہ مولوی صاحبان اس کو ہرگز نہیں دیکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ آنکھیں کُھل جائیں اور حق کو قبول کرنا پڑے۔ بلکہ مَیں نے سُنا ہے کہ ان حضرات میں سے اکثر مولوی صاحبان یہ کوشش کررہے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کتابوں کو نہ دیکھے۔ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ[1]۔ لیکن یہ اشتہار بہرحال انہیں دیکھنا پڑیگا۔ اور عوام الناس اگرچہ بڑی بڑی کتابوں کو نہیں پڑھتے مگر اس مختصر اشتہار کے مضمون سے بیخبر نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا مَیں نے اتمامِ حجت کی نیت سے اس کو لکھا ہے اور مَیں باآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خداتعالےٰ نے اپنے الہام اور القاء سے حق کو کھول دیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہوچکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحییٰ کی روح کیساتھ دوسرے آسمان پر ہے اس زمانہ کے لیے جو رُوحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ مَیں ہوں۔ یہ خداتعالےٰ کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خداداد بھی اس کی مؤید ہے۔ اگر مولوی صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں۔ بیشک حق کو غلبہ ہوگا۔ مَیں بار بار کہتا ہوں کہ مَیں سچ پر ہوں۔ مولوی صاحبان سراسر اپنے علم کی پردہ دری کراتے ہیں۔ جبکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے۔ اے حضرات اللہ جلّشانہٗ آپ لوگوں کے دلوں کو نور ہدایت سے منور کرے۔ یہ دعویٰ ہرگز قال اللہ اور قال الرسول کے برخلاف نہیں بلکہ آپ لوگوں کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ جلسہ کے لیے مقام و تاریخ مقرر کر کے ایک عام جلسہ میں مجھ سے بحث تحریری نہیں کرینگے تو آپ خداتعالےٰ کے نزدیک اور نیز راستبازوں کی نظر میں بھی مخالف حق ٹھیریں گے اور مناسب ہے کہ جب تک میرے ساتھ بالمواجہ تحریری طور پر بحث نہ کرلیں اس وقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مخالفانہ رائے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں اور یہی آیتہ کریمہ لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ[2] سے ڈریں ورنہ یہ حرکت

[1] الصف : ۹ - [2] بنی اسرائیل : ۳۷

حیا اور ایمان اور خدا ترسی اور منصفانہ طریق سے برخلاف سمجھی جائیگی اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے۔ مولوی شیخ عبیداللہ صاحب بتی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔

۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی

(مطبع دبدبہ اقبال ربّی لدھیانہ)

ے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے نام ۱۶ / اپریل ۱۸۹۱ء کو جو مندرجہ ذیل خط حضرت اقدس علیہ السلام نے مباحثہ کے متعلق ارسال فرمایا تھا وہ ضمیمہ اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ مورخہ ۲۵ / اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع ہوا ہے اس لیے مناسب جان کر اس خط کو بھی یہاں نقل کر دیا جاتا ہے تاکہ محفوظ ہو جائے۔ (المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ .... بخدمت اخویم مولوی محمد حسین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا تار جس میں یہ لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ یا آپ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے پہنچا۔ اے عزیز شکست اور فتح خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتح مند کون ہونیوالا ہے اور شکست کھانے والا کون ہے۔ جو آسمان پر قرار پاگیا وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے سہی۔ لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر گمان کر لیا کہ محبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بُلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے۔ اصل بات تو صرف اسقدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو دو تین روز کے لیے ٹھہرا لیا ہے تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات آپ سے دُور کرالیں اور یہ بھی لکھا کہ اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بُلالیں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر اُترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بُلالیا تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اُٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بُلایا تھا۔ انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی صاحب محمد حسین کا

طریق بحث پسند نہیں آیا۔ یہ تو سلسلہ دو برس تک ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوال کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپ کو بُلایا ہے۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی اُن کی تسلّی کر دی۔ یہانتک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر باآواز بلند کہا کہ اے حاضرین میری تو من کل الوجوہ تسلّی ہوگئی۔ اب میرے دل میں نہ کوئی شُبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبد الحق صاحب اور منشی الٰہی بخش صاحب اور منشی امیر الدین صاحب اور میرزا امان اللہ صاحب نے کی۔ اور بہت خوش ہو کر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہہ دل سے قائل ہوگئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہکر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلّی کرانے کے لیے آپ کو تکلیف دی تھی سو ہماری بکلّی تسلّی ہوگئی آپ بلا جرح تشریف لے جائیے۔ سو انہوں نے ہی بُلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔ آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔ پھر آپ کا یہ جوش جو تار کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کسقدر بے محل ہے۔ آپ خود انصاف فرماویں۔ جب کہ ان سب لوگوں نے کہدیا کہ اب ہم مولوی صاحب محمد حسین کو بُلانا نہیں چاہتے، ہماری تسلّی ہوگئی اور وہی تو ہیں جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بُلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے۔ کیا آپ نہیں سمجھ سکتے اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیئے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسرو چشم حاضر ہے۔ مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے۔ صرف تحریری بحث چاہیئے اور وہ یوں ہو کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باآواز بلند سُنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دیدیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سُناؤں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جاوے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں بات نہ کرے۔ جو کچھ ہو تحریری ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔ اوّل آپ کی طرف سے ایک چوورقہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوے کا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رُو سے ردّ لکھیں اور پھر دوسرا پرچہ چوورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے ہو جس میں مَیں اللہ جلّشانہٗ کے فضل و توفیق سے ردّ الرّد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جاوے۔ اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آ سکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ امن قائم رکھنے کے لیے انتظام کرا دونگا۔ یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی۔ والسلام

میرزا غلام احمد از لدھانہ اقبال گنج ۱۶ را اپریل ۱۸۹۱ء

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کے لیے آپ پسند کریں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جاوے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیئے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لیے کافی سمجھتے ہیں اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اوّل آپ کی طرف سے میرے ان دونو بیانات کا ردّ ہوگا جو مَیں نے لکھا ہے کہ مَیں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس ردّ کے ردّ الرّد کے لیے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعوے کے ابطال کے لیے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ و حدیث موجود ہے وہ آپ پیش کریں۔

پھر جس طرح خداتعالیٰ چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دیگا اور بغیر اس طریق کے جو مبنی بانصاف ہے اور نیز امن رہنے کے لیے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر تصور فرماویں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روانہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری وکامل طور پر بلاکم وبیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرماویں ورنہ نہیں۔ فقط۔ آج ۱۶ ر اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰ ر اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کے جواب کی انتظاری رہے گی۔ اگر ۲۰ ر اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہ خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کر دیا جائے گا۔ فقط

آج بھوپال سے آپ کا ایک کارڈ مرقومہ ۹ ر اپریل ۱۸۹۱ء مرسلہ اخویم مولوی محمد احسن صاحب مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہوگیا۔ آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے میرزا غلام احمد کے اس دعویٰ جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں دی بلکہ اس کی تکذیب خود براہین میں موجود ہے۔ آپ بلاروایت میرزا پر ایمان لے آئے۔ تسمع بالصدق خیر من ان تریہ۔ اشاعت السنہ میں اب ثابت ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔ فقط۔ حضرت مولوی صاحب من آنم کہ من دانم۔ آپ جہانتک کہ ممکن ہے ایسے الفاظ استعمال کیجئے۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا۔ بے شک آپ جو چاہیں کہیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ ربّی سمیع ویرٰی والسّلام علےٰ من اتّبع الھدٰی ٭

(خط[1] مرزا صاحب بنام مولوی عبدالجبار صاحب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفقی اخوی ام مولوی عبدالجبار صاحب!

السلام علیکم! ایک اشتہار جو عبدالحق صاحب کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ جس میں مباہلہ کی درخواست کی ہے کل کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ چونکہ میں نہیں جانتا کہ عبدالحق کون ہے۔ آیا کسی گروہ کا مقتدی یا مقتدا ہے۔ اس وجہ سے آپ ہی کی طرف خط ہذا لکھتا ہوں اس خیال سے کہ میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔ پس واضح ہو کہ مباہلہ پر مجھے کسی طرح سے اعتراض نہیں۔ جس حالت میں مَیں نے اس مدعا کی غرض سے قریب بارہ ہزار کے خطوط و اشتہارات مختلف ملکوں میں بڑے بڑے مخالفوں کے نام روانہ کئے ہیں تو پھر آپ سے مباہلہ کرنے میں کونسی تامّل کی جگہ ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ اللہ جلّشانہٗ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے

---

[1] اس خط کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کے اس اشتہار میں ہے جو آگے نمبر ۵۹ پر درج ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۰ (المرتب)

اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا
ہے۔ سو میں اسی الہام کی بناء پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے
ہیں۔ مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنے والا ہو بلکہ ایک آنے والا تو خود میرے پر بھی ظاہر
کیا گیا ہے جو میری ہی ذرّیت میں سے ہوگا۔ لیکن اس جگہ میرا دعویٰ جو بذریعہ الہام مجھے یقینی طور پر سمجھایا گیا ہے صرف اتنا ہے 13
کہ قرآن شریف اور حدیث میں میرے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ مَیں اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا اور نہ کرونگا کہ شاید مسیح موعود
کوئی اور بھی ہو اور شاید یہ پیشگوئیاں جو میرے حق میں رُوحانی طور پر ہیں ظاہری طور پر اس پر جمتی ہوں اور شاید سچ مچ دمشق
میں کوئی مثیل مسیح نازل ہو۔ لیکن میرے پر یہ کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہو چکا ہے۔
اور یحیٰی کی رُوح کے ساتھ اس کی رُوح دوسرے آسمان میں اور اپنے سماوی مرتبہ کے موافق بہشت بریں کی سیر کر رہی ہے۔
اب وہ روح بہشت سے بموجب وعدہ الٰہی کے جو بہشتیوں کے لیے قرآن شریف میں موجود ہے نکل نہیں سکتی اور نہ دو موتیں ان
پر وارد ہو سکتی ہیں۔ ایک موت جو ان پر وارد ہوئی وہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور ہمارے اکثر مفسر بھی اس کے قائل ہیں
اور ابن عباس کی حدیث سے بھی اس کا ثبوت ظاہر ہے اور انجیل میں بھی لکھا ہے اور نیز توریت میں بھی۔ اب دوسری موت ان
کے لیے تجویز کرنا خلاف نص وحدیث ہے۔ وجہ یہ کہ کسی جگہ ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ دو مرتبہ مرینگے۔ یہ تو میرے الہامات اور مکاشفات
کا خلاصہ ہے جو میرے رگ وریشہ میں رچا ہوا ہے اور ایسا ہی اس پر ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ کتاب اللہ پر اور اسی اقرار اور انہی
لفظوں کیساتھ میں مباہلہ بھی کرونگا اور جو لوگ اپنے شیطانی اوہام کو ربّانی الہام قرار دے کر مجھے جہنمی اور ضال قرار دیتے ہیں
ایسا ہی ان سے بھی ان کے الہامات کے بارہ میں اللہ جلّشانہ کی حلف لوں گا کہ کہاں تک انہیں اپنے الہامات کی یقینی معرفت
حاصل ہے، مگر بہر حال مباہلہ کے لیے میں مستعد کھڑا ہوں، لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ ہونا پہلے مقدم ہے:۔

اوّل یہ کہ چند مولویصاحبان نامی جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ
صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتویٰ لکھدیں کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ
بذریعہ لعن طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بد دعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے کرنا جائز ہے کیونکہ میرے
خیال میں جزئی اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کو لعنتوں کا نشانہ بنانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ ایسے اختلافات اصحابوں میں ہی
شروع ہو گئے تھے۔ مثلاً حضرت ابن عباس محدث کی وحی کو نبی کی وحی کی طرح قطعی سمجھتے تھے اور دوسرے ان کے مخالف
تھے۔ ایسے ہی صاحب صحیح بخاری کا یہ عقیدہ تھا کہ کتب سابقہ یعنی توریت و انجیل وغیرہ محرّف نہیں ہیں اور اُن میں کچھ
لفظی تحریف نہیں ہوئی حالانکہ یہ عقیدہ اجماع مسلمین کے مخالف ہے اور باایں ہمہ سخت مضر بھی ہے اور نیز بہ بداہت باطل
ایسا ہی محی الدین ابن عربی رئیس المتصوفین کا یہ عقیدہ ہے کہ فرعون دوزخی نہیں ہے اور نبوت کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا
اور کفار کے لیے عذاب جاودانی نہیں اور مذہب وحدت الوجود کے بھی گویا وہی موجد ہیں۔ پہلے ان سے کسی نے ایسی واشگاف
کلام نہیں کی۔ سو یہ چاروں عقیدے ان کے ایسا ہی اور بعض عقائد بھی اجماع کے بر خلاف ہیں۔ اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی

قدس سرہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اسمٰعیل ذبیح نہیں ہیں بلکہ اسحٰق ذبیح ہے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ ذبیح اسمٰعیل ہے اور عید الضحٰی کے خطبہ میں اکثر ملّا صاحبان رو رو کر انہی کا حال سنایا کرتے ہیں۔ اسی طرح صدہا اختلافات گذشتہ علماء و فضلاء کے اقوال میں پائے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں بعض علماء مہدی موعود کے بارہ میں دوسرے علماء سے اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ سب حدیثیں ضعیف ہیں۔ غرض جزئیات کے جھگڑے ہمیشہ سے چلے آتے ہیں مثلاً یذید پلید کی بیعت پر اکثر لوگوں کا اجماع ہوگیا تھا مگر امام حسینؓ نے اور ان کی جماعت نے اس اجماع کو قبول نہیں کیا اور اس سے باہر رہے اور بقول میاں عبدالحق اکیلے رہے۔ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے گو خلیفہ وقت فاسق ہی ہو بیعت کر لینی چاہیئے۔ اور تخلف معصیت ہے۔ پھر انہی حدیثوں پر نظر ڈال کر دیکھو جو مسیح کی پیشگوئی کے بارہ میں ہیں کہ کس قدر اختلافات سے بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً صاحب بخاری نے دمشق کی حدیث کو نہیں لیا اور اپنے سکوت سے ظاہر کر دیا کہ اس کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ابن ماجہ نے بجائے دمشق کے بیت المقدس لکھا ہے اور اب حاصل کلام یہ ہے کہ ان بزرگوں نے باوجود ان اختلافات کثیرہ کے ایکدوسرے سے مباہلہ کی درخواست ہرگز نہیں کی اور ہرگز روا نہیں رکھا کہ ایک دوسرے پر لعنت کریں بلکہ بجائے لعنت کے یہ حدیث سُناتے رہے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ۔ اب یہ نئی بات نکلی ہے کہ ایسے اختلافات کے وقت میں ایک دوسرے پر لعنت کریں اور بد دُعا اور گالی اور دُشنام کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے ہاں اگر کسی ایک شخص پر سراسر تہمت کی راہ سے کسی فسق اور معصیت کا الزام لگایا جاوے جیسا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب ساکن علی گڑھ نے اس عاجز پر لگایا تھا کہ نجوم سے کام لیتے ہیں اور اس کا نام الہام رکھتے ہیں تو مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ مباہلہ کی درخواست کرے۔ مگر جزئی اختلافات میں جو ہمیشہ سے علماء و فقراء میں واقع ہوتے رہتے ہیں، مباہلہ کی درخواست کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے، لیکن اگر علماء ایسے مباہلہ کا فتویٰ دیں تو ہمیں عذر بھی کچھ نہیں کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم اس ملاعنہ کے طریق سے جس کا نام مباہلہ ہے اجتناب کریں تو یہی اجتناب ہمارے گریز کی وجہ سمجھی جائے۔ اور حضرات غزنوی خوش ہو کر کوئی دوسرا اشتہار عبدالحق کے نام سے چھپوا دیں اور لکھ دیں کہ مباہلہ قبول نہیں کیا۔ اور بھاگ گئے، لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی خوف ہے کہ اگر ہم مسلمانوں پر خلاف حکم شرع اور طریق فقر کے لعنت کرنے کے لیے امرتسر پہنچیں تو مولوی صاحبان ہم پر یہ اعتراض کر دیں کہ مسلمانوں پر کیوں لعنتیں کیں اور ان حدیثوں سے کیوں تجاوز کیا جو مومن لعان نہیں ہوتا اور اس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ سو پہلے یہ ضروری ہے کہ فتویٰ لکھا جاوے اور اس فتوے پر ان تینوں مولوی صاحبان کے دستخط ہوں جن کا ذکر میں لکھ چکا ہوں۔ جس وقت وہ استفتاء مصدقہ بمواہیر علماء میرے پاس پہنچے تو پھر حضرات غزنوی مجھے امرتسر پہنچا سمجھ لیں۔

ماسوا اس کے یہ بھی دریافت طلب ہے کہ مباہلہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں منجانب اللہ تجویز کیا گیا تھا وہ کفار و نصاریٰ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا جو نجران کے معزز اور مشہور نصرانی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباہلہ ہو، ایک مسنون امر ہے کہ اس میں ایک فریق کا کافر یا ظالم کس کو خیال کیا گیا ہے۔ اور نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جیسا کہ نجران

کے نصاریٰ کی ایک جماعت تھی آپ کی کوئی جماعت ہے یا صرف اکیلے میاں عبدالحق صاحب قلم چلا رہے ہیں۔ تیسرا یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اس اشتہار کے لکھنے والے درحقیقت کوئی صاحب آپ کی جماعت میں سے ہیں جن کا نام عبدالحق ہے یا یہ فرضی نام ہے۔ اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آپ بھی مباہلین کے گروہ میں داخل ہیں یا کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اگر داخل نہیں تو کیا وجہ؟ اور پھر وہ کونسی جماعت ہے جن کے ساتھ نساء و ابناء و اخوان بھی ہوں گے جیسا کہ منشاء آیت کا ہے۔ ان تمام امور کا جواب بواپسی ڈاک ارسال فرما دیں اور نیز یہ سارا خط میاں عبدالحق کو بھی حرف بحرف سُنا دیں۔ اور میاں عبدالحق نے اپنے الہام میں جو مجھے جہنمی اور ناری لکھا ہے اس کے جواب میں مجھے کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیونکہ مباہلہ کے بعد خود ثابت ہو جائے گا کہ اس خطاب کا مصداق کون ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے آپ مباہلہ کے لیے کاغذ استفتاء تیار کر کے مولوی صاحبین موصوفین کی مواہیر ثبت ہونے کے بعد وہ کاغذ میرے پاس بھیجدیں۔ اگر اس میں کچھ توقف کریں گے۔ یا میاں عبدالحق چپ کر کے بیٹھ جائیں گے تو گریز پر حمل کیا جائے گا اور واضح رہے اس خط کی چار نقلیں چار اخبار میں اور نیز رسالہ ازالہ اوہام میں چھاپ دی جائیں گی۔ والسلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ ؛

الـــــــــــــــراقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۱ر فروری ۱۸۹۱ء

منقول از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ ۱۵ر مارچ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱ کالم ۲ تا صفحہ ۲ کالم ۱

$\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے سائز پر ہے۔ (المرتب)

۵۹

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ
وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ[1]

مُباہلہ کے اشتہار کا جواب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میاں عبدالحق صاحب غزنوی کے پہلے اشتہار کے جواب میں جو مباہلہ کے لیے انہوں نے شائع کیا تھا۔ اس عاجز نے یہ جواب لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عندالشرع ہرگز جائز نہیں۔ مذہب اسلام ایسے اختلافات سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت مسیح ابن مریم کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھایا جانا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی طور پر اُٹھائے جانے کی نسبت جو معراج کی رات میں بیان کیا جاتا ہے، کچھ زیادہ عزت کے لائق نہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی صعود کی نسبت مسیح کے جسمانی صعود کا کچھ زیادہ ثبوت پایا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے برخلاف ایک اجماع کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا بکلی انکار کر دیا ہے، مگر کسی صحابی نے ان سے مباہلہ کی درخواست نہیں کی۔ ماسوا اس کے اور بہت سے اختلافات صحابہ میں واقع ہوئے۔ یہاں تک کہ بعض نے بعض قرآن شریف کی سُورتوں کو قرآن شریف میں داخل نہیں سمجھا۔ اور پھر ہر ایک زمانہ میں جزئی اختلافات کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ اور اس سلسلہ کو کچھ تو آئمہ اربعہ اور محدثین اور مفسرین نے وسعت دی اور ہزار ہا جزئیات مختلف آگے رکھ دیئے۔ اور کچھ اہلِ کشف نے ان اختلافات کو بڑھایا۔ چنانچہ ارباب کشف میں سے سب سے قدم بڑھا ہوا حضرت ابن عربی قدس سرہ کا ہے اور بعض مکاشفات سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بھی ایسے ہیں جو احادیث صحیحہ سے منافی ومغائر ہیں۔ چنانچہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ احادیث صحیحہ کی رو سے اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ذبیح اسماعیل ہیں مگر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اسحاق ؑ کو ذبیح ٹھہراتے ہیں۔ ایسا ہی قریب اجماع

[1] الاعراف : ۹۰

کے یہ عقیدہ بھی ہے۔جوکتب سابقہ توریت وغیرہ میں تحریف لفظی ہوگئی ہے۔مگر حضرت محمد اسماعیل رئیس المحدثین اس اجماع کے مخالف ہیں۔اب ظاہر ہے کہ اگر ان تمام جزئیات میں بطریق مباہلہ فیصلہ کرنا جائز ہوتا تو خدا تعالیٰ ہرگز اس اُمت کو مہلت نہ دیتا کہ اب تک وہ دُنیا میں قائم رہ سکتی۔ذرا سوچ کر دیکھنا چاہیئے کہ چونکہ درحقیقت حالتِ اسلام کی خیر القرون سے ہی ایسی۔۔۔ واقعہ ہوگئی ہے کہ حنفی مذہب شافعی مذہب سے صدہا جزئیات میں اختلاف رکھتا ہے۔۔۔۔ ایسا ہی شافعی مالکی سے اور مالکی حنبلی سے سینکڑوں جزئی مسائل میں مختلف ہے اور محدثین کو بھی کسی ایک مذہب سے بکلی مطابقت نہیں ہے اور پھر وہ بھی باہم جزئیات کثیرہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ادھر اہلِ کشف کے اختلافات کا بھی ایک دفتر ہے۔یہانتک کہ بعض نے نبوت تامہ کے سلسلہ کو منقطع نہیں سمجھا۔جاودانی عذاب کے قائل نہیں ہوتے۔اور ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا مذہب نہیں کہ جو جزئیات کے اختلاف میں غلطی اور خطاء کے احتمال سے خالی ہو۔اب اگر فرض کریں کہ ان سب میں اختلافات جزئیہ کی وجہ سے مباہلہ واقع ہو اور خداوند تعالیٰ مخطی پر عذاب نازل کرے تو بلاشبہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام متفرق فرقے اسلام کے صفحہ زمین سے یک لخت نابود ہوں۔پس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز منشاء نہیں کہ اہل اسلام ان تمام اختلافات جزئیہ کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں۔سو ایسے مباہلات سے اسلام کو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔اور اگر یہ عنداللہ جائز ہوتا تو اسلام کا کب سے خاتمہ ہوجاتا۔

اس کے جواب میں میاں عبدالحق صاحب اپنے دوسرے اشتہار میں اس عاجز کو یہ لکھتے ہیں کہ اگر مباہلہ مسلمانوں سے بوجہ اختلافات جزئیہ جائز نہیں۔تو پھر تم نے مولوی محمد اسماعیل سے رسالہ فتح اسلام میں کیوں مباہلہ کی درخواست کی۔سو انہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ درخواست کسی جزئی اختلاف کی بناء پر نہیں۔بلکہ اس افتراء کا جواب ہے جو انہوں نے عمداً کیا اور یہ کہا کہ میرا ایک دوست جس کی بات پر مجھے بکلی اعتماد ہے۔ دو مہینے تک قادیان میں میرزا غلام احمد کے مکان پر رہ کر بچشم خود دیکھ آیا ہے کہ ان کے پاس آلاتِ نجوم ہیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے وہ آیندہ کی خبریں بتلاتے ہیں۔اور ان کا نام الہام رکھ لیتے ہیں۔اب دیکھنا چاہیئے کہ اس صورت کو جزئی اختلاف سے کیا تعلق ہے۔ بلکہ یہ تو اس قسم کی بات ہے۔جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اس کو بچشم خود زنا کرتے دیکھا۔یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا۔اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لیے مباہلہ کی درخواست نہ کرتا تو اور کیا کرتا!

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں مباہلہ مسنونہ سے انکار نہیں۔اگر انکار ہے تو ایسے مباہلہ سے جس کا قرآن اور حدیث سے نشان نہیں ملتا۔اگر اس طور پر مباہلہ۔۔۔۔ کرنا چاہو کہ جس طور سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی تھی تو ہم بدل و جان مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔یقیناً تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ مباہلہ جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ سے درخواست کی تھی۔ وہ یہ تھا کہ آنجناب کو وحی الٰہی سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ

عیسائی لوگ اس بات میں جھوٹے ہیں جو انہوں نے مسیح ابن مریم کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا بنا رکھا ہے ۔ سچ صرف اس قدر ہے کہ مسیح نبی تھا اور خدا تعالیٰ کا بندہ تھا اور اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ عیسائیوں کا افتراء ہے۔ ادھر عیسائی بھی کلام اللہ کے اس بیان کو خدا تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ خیال کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعوذ باللہ اپنا افتراء ہے ۔ چنانچہ اوّل ان کے اسکات والزام کے لیے ہر ایک قسم کے دلائل ونشان قرآن شریف نے پیش کئے، مگر انہوں نے اپنے تعصب کی وجہ سے ان دلائل کو قبول نہ کیا۔ آخر جب انہوں نے کسی دلیل کو قبول نہ کیا۔ اور کسی نشان پر ایمان نہ لائے ۔ تو اتمام حجت کی غرض سے مباہلہ کے لیے ان سے درخواست کی گئی ۔ اور یہ درخواست صرف اس بنا پر تھی ۔ کہ ہم پر خدا تعالیٰ نے یہ بات یقینی طور پر کھول دی ہے کہ تم اس اعتقاد میں کہ مسیح ابن مریم سچ مچ خدا کا بیٹا اور خدا ہے، مفتری ہو ۔ خدا تعالیٰ نے انجیل میں ہرگز ایسی تعلیم نہیں دی کہ اس کا کوئی دوسرا شریک بھی ہے اور درحقیقت اس کا کوئی بیٹا بھی ہے جو بیٹا ہونے کی وجہ سے خدا بھی ہے ۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے تو بقول تمہارے ہم مفتری ٹھہرے ۔ تو آؤ باہم مباہلہ کریں ۔ تا اس شخص پر جو کاذب اور مفتری ہے ۔ خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو اور فرمایا کہ مباہلہ کے لیے ایک نہیں بلکہ دونوں طرف سے جماعتیں آنی چاہئیں ۔ تب مباہلہ ہوگا ۔ جیسا کہ فرماتا ہے ۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ[1][2] یعنی مسیح کا بندہ ہونا بالکل سچ اور شک سے منزہ ہے ۔ اور اگر اب بھی عیسائی لوگ مسیح ابن مریم کی الوہیت پر تجھ سے جھگڑا کریں اور خدا تعالیٰ کے اس بیان کو جو مسیح درحقیقت آدم کی طرح ایک بندہ ہے گو بغیر باپ کے پیدا ہوا، دروغ سمجھیں اور انسان کا افتراء خیال کریں ۔ تو ان کو کہہ دے کہ اپنے عزیزوں کی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لیے آویں ۔ اور ادھر ہم بھی اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لیے آویں گے ۔ پھر جھوٹوں پر لعنت کریں گے ۔

اب اس تمام بیان سے بوضاحت کھل گیا کہ مسنون طریق مباہلہ کا یہ ہے کہ جو شخص مباہلہ کی درخواست کرے اس کے دعوے کی بنا ایسے یقین پر ہو جس یقین کی وجہ سے وہ اپنے فریق مقابل کو قطعی طور پر مفتری اور کاذب خیال کرے اور اس یقین کا اس کی طرف سے بصراحت اظہار چاہیئے کہ میں اس شخص کو مفتری جانتا ہوں ۔ نہ صرف ظن اور شک کے طور سے ۔ بلکہ کامل یقین سے ۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں ظاہر فرمایا ہے ۔

---

[1] اس آیت میں لفظ اَلْكٰذِبِيْنَ صاف ہمارے مدعا اور بیان کا شاہد ناطق ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ فرما کر ظاہر کرتا ہے کہ مباہلہ اسی صورت میں جائز ہے کہ جب فریقین ایک دوسرے کو عمداً دروغ باز یقین کرتے ہوں نہ یہ کہ صرف مخطی خیال کرتے ہوں ۔

[2] آل عمران : ۶۱ ـ ۶۲

پھر ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ نے دلائل بینہ سے بخوبی عیسائیوں کو سمجھا دیا کہ عیسیٰ بن مریم میں کوئی خدائی کا نشان نہیں۔ اور جب باز نہ آئے تو پھر مباہلہ کے لیے درخواست کی۔ اور نیز آیات موصوفہ بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مسنون طریقہ مباہلہ کا یہی ہے کہ دونوں طرف سے جماعتیں حاضر ہوں۔ اگر جماعت سے کسی کو بے نیازی حاصل ہوتی تو اس کے اوّل مستحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ کیا انصاف کی بات ہے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ کے لیے جماعت کے محتاج ٹھہرائے جائیں اور میاں عبدالحق اکیلے کافی ہوں عجب بات ہے کہ مباہلہ کے لیے تو دوڑتے ہیں اور پہلے ہی قدم میں فرمودہ خدا و رسول کو چھوڑتے ہیں۔ اور اگر کوئی جماعت ساتھ ہے تو بذریعہ اشتہار اس کا نام لینا چاہیئے۔ اگر اصل حقیقت پر غور کیا جاوے تو مباہلہ کی درخواست کرنا ہمارا حق تھا۔ اور وہ بھی اس وقت جب ہم اپنے دعوے کو دلائل و بینات مفصلہ و مسکتہ سے مؤید و مستند کر چکتے۔ مگر اب بھی تنزلاً ترحماً للہ مباہلہ کے لیے تیار ہیں۔ مگر انہیں شرائط کے ساتھ جو مذکور ہو چکیں۔

اب ناظرین یاد رکھیں کہ جب تک یہ تمام شرائط نہ پائے جائیں تو عندالشرع مباہلہ ہرگز درست نہیں۔ مباہلہ میں دونوں فریق ایسے چاہئیں کہ درحقیقت یقینی طور پر ایک دوسرے کو مفتری سمجھیں اور وہ حسن ظن جو مومن پر ہوتا ہے۔ ایک ذرہ ان کے درمیان موجود نہ ہو۔ ورنہ اجتہادی اختلافات میں ہرگز مباہلہ جائز نہیں۔ اور اگر مباہلہ ہو گا تو ہرگز کوئی ثمرہ مترتب نہیں ہو گا۔ اور ناحق غیر مذہب والے ہنسی ٹھٹھا کریں گے۔ خدا تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کو ان کے اجتہادی اختلافات کی وجہ سے تہ تیغ کر دیوے اور دشمنوں کو ہنساوے۔ پس میاں عبدالحق اور انکے پوشیدہ انصار کو مناسب ہے کہ اگر مباہلہ کا شوق ہے تو سنّت نبوی اور کلام ربّ عزیز کا اقتدا کریں۔ قرآن کریم کے منشاء کے خلاف اگر مباہلہ ہو تو وہ ایمانی مباہلہ ہرگز نہیں۔ افغانی مباہلہ ہو تو ہو۔ اب میں ایک دفعہ پھر ان تمام مولوی صاحبان کو جنہیں پہلے اشتہار میں مخاطب کیا گیا تھا۔ اتماماً للحجۃ دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اگر میرے دعاوی اور بیانات کی نسبت انہیں تردد ہو۔ تو حسبِ شرائط اشتہار سابقہ مجلس مباحثہ کی منعقد کر کے ان اوہام کا ازالہ کرالیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ یہ امر کمال معصیت کا موجب ہے کہ خود اپنے اوہام کے ازالہ کی فکر نہ کریں اور دوسروں کو ورطۂ اوہام میں ڈالیں۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؏

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی

۱۲ر اپریل ۱۸۹۱ء

اعلان

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ[۱]

چونکہ یہ عاجز عرصہ تین سال سے عزیزم میرزا غلام احمد صاحب پر بدگمان تھا۔ لہٰذا وقتاً فوقتاً نفس و شیطان نے خدا جانے کیا کیا ان کے حق میں مجھ سے کہلوایا۔ جس پر آج مجھ کو افسوس ہے۔ اگرچہ اس عرصہ میں کئی بار میرے دل نے مجھے شرمندہ بھی کیا، لیکن اس کے اظہار کا یہ وقت مقدر تھا۔ باعث اس تحریر کا یہ ہے کہ ایک شخص نے میرزا صاحب کو خط لکھا کہ میں تم سے موافقت کیونکر کروں۔ تمہارے رشتہ دار (یعنی یہ عاجز) تم سے برگشتہ و بدگمان ہیں۔ اس کو سُنکر مجھے سخت ندامت ہوئی۔ اور ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہیں اپنے گناہوں کے علاوہ دوسروں کے نہ ماننے کے وبال میں پکڑا جاؤں۔ لہٰذا یہ اشتہار دے کر میں بری الذمہ ہوتا ہوں۔ میں نے جو کچھ مرزا صاحب کو فقط اپنی غلط فہمیوں کے سبب سے کہا نہایت بُرا کیا۔ اب میں توبہ کرتا ہوں ---- اور اس توبہ کا اعلان اسلئے دیتا ہوں کہ میری پیروی کے سبب سے کوئی وبال میں نہ پڑے۔ اب سب لوگ جان لیں کہ مجھے کسی طرح کی بدگمانی میرزا صاحب پر نہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

اس سے بعد اگر کوئی شخص میری کسی تحریر یا تقریر کو چھپوا دے اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہے تو میں عنداللہ بری ہوں اور اگر کبھی مَیں نے میرزا صاحب کی شکایت کی۔ یا کسی دوست سے آپ کی نسبت کچھ کہا ہو۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں معافی مانگتا ہوں۔

المعلن

میر ناصر نواب نقشہ نویس

دھلوی

اللّٰہ اکبر

ہم مفصلہ ذیل کتابوں کا اشتہار جو مخالفان اسلام کے حملوں کے دفاع میں لکھی گئی ہیں۔ علاوہ غرض اشاعت کے بایں قصد بھی دیتے ہیں۔ کہ ہمارے بھائی مسلمانوں پر کھل جائے کہ تائید دین متین اور تقویت

---

۱ البقرة: ۲۲۳

احکام شرع مُبین کس گروہ کی جانب سے ہو رہی ہے ۔ اور کونسی جماعت مال و جان و دل سے اعلائے کلمۃ اللہ و نصرت دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول و مصروف ہے ۔

(۱) عہ؍ تصدیق براہینِ احمدیہ حصہ اوّل مصنفہ حکیم مولوی نورالدین صاحب

(۲) عصہ؍ فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب ۔ نصاریٰ کے جواب میں مصنفہ ایضاً

(۳) سہ؍ رسالہ ردّ تناسخ مصنفہ ایضاً

یہ کتابیں پنجاب پریس سیالکوٹ سے مل سکتی ہیں ۔

(۴) سہ؍ رسالہ ابطال الوہیت و ابنیت مسیح علیہ السلام ۔ مصنفہ ایضاً

یہ رسالہ انجمن حمایت الاسلام لاہور سے مل سکتا ہے ۔

---

(۶۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الۡجَہۡرَ بِالسُّوۡٓءِ مِنَ الۡقَوۡلِ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیۡعًا عَلِیۡمًا[۱]

اشتہار نصرت دین و قطع تعلق

از اقارب مخالف دین

عَلٰی مِلَّۃِ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا

چوں بدندان تو کرمے اوفتاد ؎ آن نہ دندانی بکن ای اوستاد

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصومت کے پیش آجانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبہ کے وقت اپنے ایک قریبی میرزا احمد بیگ ولد میرزا گاماں بیگ ہوشیارپوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم و الہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خداتعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خداتعالیٰ بیوہ کرکے اس کو میری طرف لے آوے۔ چنانچہ تفصیل ان کل امور مذکورہ بالا کی اس اشتہار میں درج ہے۔ اب باعث تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیلدار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے، وہی اس مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جائے۔ اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی کیا ضرورت اور کیا غرض تھی۔ امر ربّی تھا۔ اور وہی اس کو اپنے فضل وکرم سے ظہور میں لاتا۔ مگر اس کام کے مدارالمہام وہ لوگ ہوگئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہرچند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہوجائیں۔ ورنہ میں تم سے جُدا ہوجاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا۔ مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا۔ اور بکلّی مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا، لیکن انہوں نے دینی مخالفت کرکے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا۔ اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا

[۱] النساء: ۱۴۹

کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور عمداً چاہا کہ مَیں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا اوّل یہ کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مخالفت کرنی چاہی۔ اور یہ چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو۔ اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد رکھی ہے اس اُمید پر کہ یہ جھوٹے ہو جائیں گے اور دین کی ہتک ہو گی۔ اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا اور اس نادان نے نہ سمجھا کہ خداوند قدیر وغیور اس دین کا حامی ہے اور اس عاجز کا بھی حامی۔ وہ اپنے بندہ کو کبھی ضایع نہ کریگا۔ اگر سارا جہان مجھے برباد کرنا چاہے تو وہ اپنی رحمت کے ہاتھ سے مجھ کو تھام لے گا۔ کیونکہ میں اس کا ہوں اور وہ میرا۔ دوم سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا۔ اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اسلام کی ہتک بدل و جان منظور رکھی۔ سو چونکہ اس نے دونوں طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا۔ اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی۔ اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا۔ سو جبکہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا۔ اس لیے مَیں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو۔ لہٰذا مَیں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۹۱ سنہ ہے۔ عوام اور خواص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے۔ اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا۔ اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لیے تجویز کیا ہے اس کو ردّ نہ کیا بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے۔ اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اسکو نکاح کی خبر ہو اور طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا۔ اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا۔ اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی و قرابت و ہمدردی دور ہو جائے گی۔ اور کسی نیکی۔ بدی۔ رنج راحت، شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے آپ تعلق توڑ دیئے اور توڑنے پر راضی ہو گئے۔ سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیّوثی کا کام ہے۔ مومن دیّوث نہیں ہوتا۔

چوں نہ بود خویش را دیانت و تقوےٰ ٭ قطع رحم بہ از مودت قربےٰ

والسّلام علےٰ من اتّبع الھدےٰ

المشتہر

مرزا غلام احمد لودیانہ

۲ مئی ۱۸۹۱ء

حقانی پریس لودیانہ

۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا

اشتہار بمقابل پادری صاحبان

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ[1]

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔[2]

خدا تعالیٰ ان آیات مندرجہ عنوان میں حضرت مسیح ابن مریم اور ان تمام انسانوں کو جو محض باطل اور ناحق کے طور پر معبود قرار دیئے گئے تھے، مار چکا۔ درحقیقت یہ ایک ہی دلیل مخلوق پرستوں کی ابطال کے لیے کروڑ دلیل سے بڑھ کر ہے کہ جن بزرگوں یا اور لوگوں کو وہ خدا بنائے بیٹھے ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب وہ فوت شدہ ہیں زندہ نہیں ہیں۔ اگر وہ خدا ہوتے تو ان پر موت وارد نہ ہوتی۔ یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ وہ لوگ جو ایک عاجز انسان کو الہ العالمین قرار دیتے ہیں۔ وہ صرف ایک ہی ثبوت ہم سے مانگتے ہیں کہ ہم ان کے اس معبود کا مُردہ ہونا اور اموات میں داخل ہونا ثابت کردیں۔ کیونکہ کوئی دانا مُردہ کو خدا بنا نہیں سکتا۔ اور تمام عیسائی بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت مسیح ابن مریم کا مرکر پھر مُردہ رہنا ثابت کردے۔ تو ہم یک لخت عیسائی مذہب کو چھوڑ دیں گے، لیکن افسوس کہ ہمارے گذشتہ علماء نے عیسائیوں کے مقابل پر کبھی اس طرف توجہ نہ کی حالانکہ اس ایک ہی بحث میں تمام بحثوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دنیا میں ایسا نادان کون ہے کہ کسی

---

[1] المائدۃ: ۸۳ - [2] النحل: ۲۱، ۲۲

مُردہ کا نام الہ العالمین رکھے۔ اور جو مر چکا ہے اس میں حی لایموت کے صفات قایم کرے۔ عیسائی مذہب کا ستون جس کی پناہ میں انگلستان اور جرمن اور فرانس اور امریکہ اور روس وغیرہ کے عیسائی [1] ربنا المسیح کہہ رہے ہیں۔ صرف ایک ہی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ بد قسمتی سے مسلمانوں اور عیسائیوں نے برخلاف کتاب الٰہی یہ خیال کر لیا ہے کہ مسیح آسمان پر مدت دراز سے بقید حیات چلا آتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اگر یہ ستون ٹوٹ جائے تو اس خیال باطل کے دُور ہو جانے سے صفحۂ دنیا یک لخت مخلوق پرستی سے پاک ہو جاتے۔ اور تمام یوروپ اور ایشیا اور امریکہ ایک ہی مذہب توحید میں داخل ہو کر بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں، لیکن میں نے حال کے مسلمان مولویوں کو خوب آزما لیا۔ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہیں۔ اور در پردہ مخلوق پرستی کے مؤید ہیں۔ مَیں نے ان کو خدا تعالےٰ کا حکم سُنا دیا۔ لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ اب میں اس دعوت کو لے کر اس ہدیہ طیبہ کے پیش کرنے کی غرض سے عیسائی صاحبوں کی طرف رُخ کرتا ہوں۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جس سختی سے مسلمانوں نے میرے ساتھ برتاؤ کیا۔ وہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان میں وہ تہذیب ہے جو عدل گستر گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے قوانین کے ذریعہ سے مہذّب لوگوں کو سکھلائی ہے۔ اور ان میں وہ ادب ہے جو ایک با وقار سوسائٹی نے نمایاں آثار کے ساتھ دلوں میں قائم کیا ہے۔ سو مجھے اللہ جلشانہ کا شکر کرنا چاہیئے اور بعد اس کے اس مصدر فیض گورنمنٹ کا بھی جس کی ظلّ حمایت میں ہم خوشی اور آزادی کے ساتھ گورنمنٹ کی ایسی رعیت کے ساتھ بھی مذہبی بحث کر سکتے ہیں اور خود پادری صاحبان خلق اور بُردباری اور رفق اور نرمی میں ہمارے ان مولوی صاحبوں سے ایسی سبقت لے گئے ہیں کہ ہمیں موازنہ کرتے وقت شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور ہمیشہ اپنے ان مولویوں سے بحث کے وقت یہی خطرہ اور دھڑکا رہتا ہے کہ بات کرتے کرتے کہیں لاٹھی بھی نہ چلا دیں۔ مگر میرے اس قول سے وہ شریف لوگ مستثنیٰ ہیں جن کے سینوں میں خدا تعالیٰ نے صفائی بخشی ہے، لیکن اکثر تو ایسے ہی ہیں جن پر صفات سبعیہ غالب ہیں۔ مَیں اس شہر میں قریباً ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب کوئی مسلمان مخالف ملنے کے لیے آتا ہے تو اس کے چہرہ پر ایک درندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں گویا خون ٹپکتا ہے۔ ہر دم غصہ سے نیلا پیلا ہوتا جاتا ہے۔ سخت اشتعال کی وجہ سے زبان میں لکنت بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی عیسائی مِلتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا غضبی قوت بالکل اس سے مسلوب ہے۔ نرمی سے کلام کرتا ہے اور بُردباری سے بولتا ہے۔ لہٰذا مجھے ان لوگوں پر نہایت ہی رحم آیا۔۔۔۔ ہمارا ان لوگوں سے جھگڑا ہی کیا ہے، فقط ایک مسیح کے زندہ نہ ہونے کا ایک ذرہ سی بات ہے جس کے طے ہونے سے یہ لوگ بھائیوں کی طرح ہم سے آملیں گے اور یوروپ اور ایشیا میں اسلام ہی اسلام ہو جائے گا۔ لہٰذا میں نہایت

---

[1] یہاں سے اشتہار پھٹا ہوا ہے (مرتب)

ادب اور عاجزی سے پادری صاحبوں کی خدمت میں یہ ہدیۂ اشتہار روانہ کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لیے فوت ہو چکے ہیں ۔ اور اس قدر ثبوت میرے پاس ہیں کہ کسی منصف کو بجز ماننے کے چارہ نہیں ۔ سو میں اُمید کرتا ہوں کہ پادری صاحبان اس بارہ میں مجھ سے گفتگو کر کے میرے نافہم بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچاویں ۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ پادری صاحبان کی گفتگو اظہار حق کے لیے نہایت مفید ہو گی ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی ۔ لودیانہ

۲۰ رمئی ۱۸۹۱ء

دبدبہ اقبال ربی پریس لودیانہ

(۶۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اشتہار دعوتِ حق

امابعد چونکہ اکثر یہ عاجز سُنتا ہے کہ لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہؔ صاحب - مولوی محمدؔ صاحب - مولوی عبدالعزیزؔ صاحب - مولوی مشتاق احمدؔ صاحب - مولوی شاہدین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلّی طور پر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہے اور ایسی اس سے رُوحانی طور پر مناسبت ومشابہت رکھتا ہے کہ گویا وہی ہے اور اس عاجز نے یہ بھی سُنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے - ہم بحث کے لیے طیار ہیں - لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے اور نیز جس میں کیفیت بحث پر غور کرنے کے لیے ہریک کو حاضرین وغائبین میں سے کامل طور پر موقع مل سکتا ہے قبول نہیں کرتے - ناچار ایک اور طریق سہل وآسان تجویز کرکے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے -

لیکن قبل اس کے کہ ہم وہ طریق لکھیں - پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اوّل بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتداء ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسرِ منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کو تیار ہیں - کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے - اور درحقیقت ان سے بحث کرنا نہایت ضروری بھی ہے کیونکہ خاص شہر لودیانہ کی نظر انہیں پر ہے - سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لیے بغرض اظہارِ حق تیار ہے - اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب

---

[1] یہ اشتہار علیحدہ بڑے سائز پر جسکی بغیر عنوان اور نام حضرت مشتہر ۲۱ سطریں ہیں لودھیانہ سے پہلی بار شائع ہوا - پھر اس کی نقل اخبار ریاض ہند امرتسر جلد ۶ نمبر ۷ مورخہ ۱۸ مئی ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۶ پر شایع ہوئی - (المرتب)

بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لیے آمادہ کریں۔ اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہلِ بصیرت خود ہی کر لیں گے۔ ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ دیکھیں تو اپنے برادرِ حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لیے منت کریں۔ اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہوں گے جواب دے دیں۔ تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں۔ اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں۔ اور ان سے اس سختی کے وقت میں دستگیری چاہیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر کام نہ آویں تو پھر قریب قریب یقین کے ہے کہ دوم درجہ کے مفتی صاحب یعنی مولوی شاہدین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے اور ان کو اپنی منطق اور وسعت معلومات کا دعویٰ بھی بہت ہے۔ اور اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہدین صاحب سے درخواست کرادیں۔ اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودیانہ ہیں کہ جو درحقیقت علاوہ کمالات علمی بڑے نیک اخلاق کے آدمی اور نیک نیت اور بُردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں۔ ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیئے اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لیے مقرر کر دیں، لیکن اس وقت اگر وہ بھی جواب دے دیں تو آیندہ سب کے لیے مناسب ہے کہ غائبانہ طور پر بدزبانی اور غیبت کر کے ناحق اپنے تئیں عنداللہ قابل مواخذہ نہ ٹھیراویں۔

اب بحث کا آسان طریق جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یہ ہے جو شرائط ذیل میں مندرج ہے۔

(۱) یہ کہ کسی رئیس کا مکان اس بحث کے لیے تجویز ہو جیسے نواب علی محمد خاں صاحب، شہزادہ نادر شاہ صاحب خواجہ احسن شاہ صاحب۔ اور جلسہ بحث میں کوئی افسر یورپین تشریف لاویں اور چند دیسی پولس مین بھی ہوں۔ اور اگر یورپین افسر نہ ہوں تو کوئی ہندو مجسٹریٹ ہی ہوں تا ایسا شخص کسی کا طرفدار نہ ہو۔

(۲) یہ کہ فریقین کے سوال وجواب لکھنے کے لیے کوئی ہندو منشی تجویز کیا جائے۔ جو خوشخط ہو۔ ایک فریق اوّل اپنا سوال مفصل طور پر لکھا دیوے۔ پھر دوسرا مفصل طور پر اس کا جواب لکھا دیوے۔ چند سوال میں فریق ثانی سائل ہو اور یہ عاجز مجیب اور پھر چند سوال میں یہ عاجز سائل ہو اور فریق ثانی مجیب ہو۔ اور ہر یک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔ سوال وجواب کی تعداد برابر ہو اور ہمیں وہی تعداد اور اسی قدر وقت منظور ہے جو فریق ثانی منظور کرے۔

(۳) سوال وجواب میں خلط مبحث نہ ہو اور نہ کوئی خارجی نکتہ چینی اور غیر متعلق امر ان میں پایا جائے۔ اگر کوئی ایسی

تقریر ہو تو وہ ہرگز نہ لکھی جائے۔ بلکہ اس بیجا بات سے ایسی بات کرنے والا مورد الزام ٹھہرایا جائے۔

(۴) ان سوالات و جوابات کے قلمبند ہونے کے بعد پھر دوبارہ عوام کو وہ سب باتیں سُنا دی جائیں اور وہی لکھنے والا سُنا دیوے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو فریقین میں سے ہر یک شخص اپنے ہاتھ میں پرچہ لے کر سُنا دیوے۔

(۵) ہر ایک فریق ایک ایک نقل اس تحریر کی اپنے دستخط سے اپنے مخالف کو دے دیوے۔

(۶) آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ بحث ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے زیادہ بھی چاہیں تو وہ منظور ہے۔ مگر بہر حال نماز ظہر کے وقت یہ جلسہ ختم ہو جانا چاہیئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اختیار ہے کہ وہ بطور خود اس جلسہ میں تشریف لاویں۔ اور اگر دوسرے ان کی وکالت کو منظور کریں۔ تو وہی بحث کے لیے آگے قدم بڑھاویں۔ ہمیں بہر حال منظور ہے۔

اور تحریر کی اس لیے ضرورت ہے کہ تا بیانات فریقین تحریف سے محفوظ رہیں۔ اور اس قدر مغز خوری کے بعد اظہار حق کی کوئی سند اپنے پاس ہو۔ ورنہ اگر نری زبانی باتیں ہوں اور پیچھے سے خیانت پیشہ لوگ کچھ کا کچھ بنا دیں تو ان کا منہ بند کرنے کے لیے کونسی حجت یا سند ہمارے پاس ہو گی۔ والسّلام علےٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکرر واضح ہو کہ یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیئے تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہو سکیں اور دُور سے آنے والے بھی پہنچ سکیں یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں؛

المشتہر

خاکسار **میرزا غلام احمد** لودیانہ۔ محلہ اقبال گنج

۲۳ رمئی ۱۸۹۱ء

۶۳

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اشتہار واجب الاظہار

مولوی محمد حسین صاحب کے مباحثہ کا کیا انجام ہوا

عہد را بشکست وپیمان نیز ھم

مولوی محمد حسین صاحب کے سوالات کے جواب میں ۳۱؍جولائی ۱۸۹۱ء کو بروز جمعہ اس عاجز نے ایک قطعی فیصلہ کرنے والا مضمون سُنایا۔ جس کو سنتے ہی مولوی صاحب کے چھکّے چھوٹ گئے اور تمام سمجھ دار اور منصف مزاج لوگوں نے معلوم کرلیا کہ مولوی صاحب کا سارا تانا بانا بیک دفعہ ٹوٹ گیا اس لیے مولوی صاحب کو مضمون سُننے کی حالت میں بھی دھڑکا دل میں شروع ہوا کہ اب تو ہمارے اعتراضات کی ساری قلعی کُھل گئی۔ ناچار خلاف ورزی شرائط کرکے ان چھوٹے ہتھیاروں پر آگئے۔ جن کو آجکل کے مولوی ملاں لاجواب ہونے کی حالت میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ ناظرین کو واضح ہو کہ مولوی صاحب کے ساتھ تحریری طور پر یہ شرطیں ٹھہر چکی تھیں (۱) اوّل یہ کہ فریقین صرف تحریری طور پر اپنا سوال یا جواب لکھیں (۲) دوم یہ کہ جب کوئی فریق اپنی تحریر کو سنانے لگے تو فریق ثانی اس کے سنانے کے وقت دخل نہ دیوے۔ اور کوئی بات منہ سے نہ نکالے (۳) تیسرے یہ کہ بیان سننے کے بعد کوئی فریق زبانی جواب دینا شروع نہ کرے، لیکن افسوس کہ مولوی صاحب نے مضمون سُنتے ہی ان تینوں شرطوں کو توڑ دیا اور عہد شکنی کے بعد ایک جوش کی حالت میں کھڑے ہوکر بیجا اور غیر مہذب الفاظ کے مرتکب ہوئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب اپنے نفسانی جذبات کے ضبط کرنے پر ہرگز قادر نہیں ناچار ان کی یہ خطرناک حالت دیکھ کر جلسہ برخاست کیا گیا۔ اور اس قدر لمبی بحث کے بعد جو مولوی صاحب نے اپنے خانہ زاد اصول موضوعہ کی نسبت سراسر لغو اور بے مصرف جاری کر رکھی تھی جو باراں دن تک ہوتی رہی اور اصل بحث سے کچھ بھی علاقہ نہیں رکھتی تھی اور فریقین کے بیانات دس جزو تک پہنچ گئے تھے اور لوگ سخت معترض تھے کہ اصل بحث کیوں شروع نہیں کی جاتی۔ مولوی صاحب کو اس وقت آخر مضمون میں یہ بھی سُنا دیا گیا کہ اب ہم تمہیدی بحث کو ختم کرتے ہیں آپ نے بھی بہت کچھ لکھ لیا۔ اور ہم نے بھی۔ اب اس بیسود بحث کو بند کرنا چاہیئے اور اصل بحث کو شروع کرنا

چاہیئے۔ مولوی صاحب اسلئے طرح نہیں چاہتے تھے کہ اصل بحث کی طرف آویں۔ اس لیے انہوں نے ان شرطوں کو توڑ کر یہ چاہا کہ پھر کسی طرح سخت زبانی کر کے اپنی فضول اور بالائی باتوں کو جن کی طوالت کو اصل بحث سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا شروع رکھیں۔ مگر ہم نے صاف جواب لکھ دیا تھا کہ بے فائدہ باتوں میں ہم اپنی اوقات کو ضایع کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ تمہیدی گفتگو بہت ہو چکی ہے۔ اور عنقریب رسالہ الحق سیالکوٹ میں فریقین کے بیانات چھپ جائیں گے۔ تب لوگ خود معلوم کرلیں گے کہ سچ پر کون ہے۔ اب یہ اشتہار صرف اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ اگر مولوی صاحب کی نیت بخیر ہے تو اب بھی اصل مسئلہ میں بحث تحریری کریں۔ میرے نزدیک مولوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی بالکل فضول ہے کہ وہ اکابر محدثین کی طرح فن حدیث میں مہارت تمام رکھتے ہیں۔ بلکہ بات بات میں ان کی ناسمجھی اور غباوت مترشح ہو رہی ہے۔ اگر وہ مجھے اجازت دیں تو میں ان کی حدیث دانی بھی لوگوں پر ظاہر کروں۔

مولوی صاحب سے انصاف کی کیا توقع ہو سکتی ہے اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ بڑی بردباری اور غور سے کسی مضمون کو وہ سُن سکیں۔ جس صورت میں آپ نے اپنی تہذیب اور معاملہ شناسی کا علی رؤس الاشہاد یہ نمونہ دیا کہ عام لوگوں کی طرح اپنی بیویوں کو طلاق دینے پر آمادہ ہو گئے اور یہ صرف اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک ہم نے کوئی[1] حوالہ غلط دیا ہے۔ افسوس مولوی صاحب آغاز مضمون سے ہی تردیدی نوٹوں کی تحریر میں مصروف ہو گئے اور مضمون کی خوبیوں پر تدبر سے غور کرنے کا انہیں بیقرار اور پرجوش طبیعت نے ذرہ بھی موقع نہ دیا۔ ورنہ بے سوچے سمجھے انہیں طلاقوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور اول عوام میں اپنی مستورہ بیویوں کی ہتک حرمت کے الفاظ منہ سے نکال کر سبکی نہ اُٹھاتے۔ اب پبلک کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اب اس کارروائی کی نسبت جو کچھ وہ مشتہر کریں گے۔ محض اپنی بدنامی اور فضیحت[2] کا داغ دھونے کے لیے ایک واویلا اور

---

[1] غالباً یہ لفظ "کسی طرح ہوگا"۔ (مرتب)

[2] مباحثہ سے پیشتر مولوی صاحب کے بعض خیر خواہوں، خصوصاً حافظ محمد یوسف☆ صاحب ضلعدار نہر نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مولوی صاحب کی ٹانگ خشک ہو گئی اور مولوی صاحب حقہ پیتے تھے۔ اور میاں عبد الحکم خاں صاحب نے بروایت منشی عبد الغنی صاحب برادر منشی نجف علی صاحب ہمارے پاس بیان کیا تھا کہ خود مولوی صاحب نے اپنی ٹانگ کو خواب میں خشک ہوتے دیکھا۔ ان خوابوں کی تعبیر یہی تھی کہ مولوی صاحب حق کی مخالفت کریں گے مگر خفت ناکامی اور زک اُٹھائیں گے۔

☆ یہ صاحب ضلعدار ضلع لاہور جو مرد صالح اور مولوی محمد حسین صاحب کے دوست ہیں۔

نوحہ ہوگا۔ یہ ان کی ساری بیہودہ باتیں ہیں۔ تا عوام پر جو ان کی حقیقت کھل گئی ہے اس پر کسی طرح پردہ پڑ جاوے۔ وہ اصل مطلب (حیات و ممات مسیح) پر میرے ساتھ کیوں بحث نہیں کرتے؟ وہ یقیناً ڈرتے ہیں کہ اگر اصل مسئلہ میں بحث شروع ہوگی تو بڑی رسوائی کے ساتھ انہیں مغلوب ہونا پڑے گا۔ ہاں ناظرین پر واضح رہے کہ ہم نے اپنے آخری مضمون کی جو ۳۱ ؍جولائی ۹۱ء کو بروز جمعہ پڑھا گیا تھا۔ مولوی صاحب کو نقل نہیں دی۔ کیونکہ مولوی صاحب بباعث ارتکاب جریمہ عہد شکنی و ترک تہذیب اور توڑ دینے تمام شرطوں کے اپنے تمام حقوق کو اپنی ہی کرتوت کی وجہ سے کھو بیٹھے۔ حاضرین جو قریباً تین سو کے موجود ہوگئے تھے جن میں بعض معزز رئیس شہر کے اور صاحبان اڈیٹر اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور نور افشاں لودیانہ بھی تھے۔ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مولوی صاحب بے صبر ہو کر برخلاف شرط قرار یافتہ اس عاجز کے مضمون پڑھتے وقت چپ رہ کر سُن نہیں سکتے اور مضمون سننے کے بعد بھی ان کی زبان ان سے رُک نہیں سکی اور جوش میں آکر ان تمام شرطوں کو ایسے بھول گئے کہ گویا ان سب باتوں کے کرنے کے لیے ان کو بالکل آزادی تھی۔ اس بے حواسی کے بے طرح جوش کا یہی سبب تھا کہ مولوی صاحب اپنا ۷۶ صفحہ کا مضمون سُنا کر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ لاجواب مضمون ہے بلکہ مغروری کی راہ سے بعض جگہ اپنی فتح کے خط بھی بھیج دیتے تھے۔ اب جو عصائے موسیٰ کی طرح اس عاجز کے مضمون نے مولوی صاحب کی تمام ساحرانہ کارروائی کو باطل کر دیا۔ تو یک دفعہ ان کے دل پر وہ زلزلہ آیا جس کی کیفیت خدا تعالیٰ کے بعد وہی جانتے ہوں گے۔ سو یہ تمام حرکات جو ان سے سرزد ہوئیں۔ ایک قسم کی بیہوشی کی وجہ سے تھیں جو اس وقت ان پر طاری ہوگئی تھی۔ بہر حال وہ شرائط شکنی کے بعد اس بات کے مستحق نہ رہے کہ انہیں مضمون ۳۱ ؍جولائی ۱۸۹۱ء کی نقل دی جاتی۔ اور یاد رہے کہ ان کے ۷۶ صفحے کے مضمون میں بجز بے تعلق باتوں اور بدزبانی اور افتراء کے اور خاک بھی نہیں تھا۔ اور بدزبانی سے یہاں تک انہوں نے کام لیا کہ ناحق بے وجہ امام بزرگ حضرت فخر الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان بلند میں سخت تحقیر کے الفاظ استعمال کئے۔ بالآخر میں ایک دفعہ پھر حجت پوری کرنے کے لیے باآواز بلند مولوی صاحب کو دعوت کرتا ہوں کہ وہ اصل مسئلہ کے متعلق ضرور بعد ضرور میرے ساتھ بحث کریں۔ مگر یہ بحث لاہور جیسے صدر مقام میں منعقد کی جائے جہاں اعلیٰ درجہ کے فہیم ذکی تعلیم یافتہ متین اشخاص اور رؤسا شامل ہو سکتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کو غیر متعلق گفتگو چھیڑنے اور خلط مبحث کرنے اور انہیں بدزبانی اور خلاف تہذیب کلمات منہ سے نکالنے اور کسی شرط مقررہ کو توڑنے سے روکنے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ نیز ان میں سے بعض نے یہ درخواست بھی کی ہے۔ امن وغیرہ کا انتظام بھی ہمارے سپرد ہوگا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

ضروری نوٹ۔ اب مولوی صاحب اپنے کارخانہ کی ترقی کے لیے بہتانوں پر آگئے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بڑا بہتان یہ لگایا ہے کہ گویا "میں صحیح بخاری اور مسلم کا منکر ہوں" اس کے جواب میں بجز علے الکاذبین اور کیا کہا

جا سکتا ہے۔ ہر ایک مسلمان پر واضح رہے کہ مَیں بسر و چشم صحیحین کو مانتا ہوں۔ ہاں کتاب اللہ قرآن کریم کو نمبر اوّل اور ان سے مقدم سمجھتا ہوں مگر بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین رکھتا ہوں اور واجب العمل مانتا ہوں۔ ہاں صرف اتنا کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے اخبار اور قصص اور واقعات ماضیہ پر نسخ وزیادت ہرگز جائز نہیں۔

المشـــــــــــــــــــــــــــتھر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی یکم اگست ۱۸۹۱ء

دبدبہ اقبال ربّی پریس لودیانہ

حاشیہ٭:۔ اے ناظرین ذرا توجہ کرو۔ میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابل پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں اور جو تاوان چاہیں میرے پر لگائیں دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسے قبول نہ کیا، لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔

(۶۴)

نقل عبارت اقرار نامہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی

یہ خط[1] جو جماعت مسلمانان لدھیانہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ میں نے اوّل سے آخر تک پڑھا مجھے ہر طرح منظور و

---

[1] حاشیہ:- جس خط کا یہ ذکر ہے وہ اصل خط بھی ضمیمہ ریاض ہند مورخہ ۲۴؍اگست ۱۸۹۱ء سے ناظرین کے لیے یہاں درج کردیا جاتا ہے۔ (المرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط از طرف اہلِ اسلام لدھیانہ : الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

خط بنام مولوی رشید[1] احمد صاحب گنگوہی و مولوی سید محمد نذیر[2] حسین صاحب دہلوی و خواجہ نظام[3] الدین صاحب بریلوی و خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والہ و خواجہ الٰہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑی از طرف جماعت مسلمانان لودیانہ وغیرہ ۞

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! ہم سب لوگ جن کے نام اس خط کے نیچے درج ہیں۔ آپ کی خدمت میں عرض کرتے کہ مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مصنف کتاب براھین احمدیہ آج کل لودھیانہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اور بڑے زور شور سے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام درحقیقت فوت ہوگئے ہیں اور دوسرے مُردوں کی طرح جنود ارواح گذشتہ میں داخل ہیں۔ پھر اس عالم میں کسی طرح سے نہ آئیں گے اور اس زمانہ کے لیے جس مسیح کی رُوحانی طور پر آنے کی خبر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں دی گئی ہے وہ مسیح موعود مَیں ہوں۔ مرزا صاحب اور ان کی جماعت قرآن شریف کی آیتیں بکثرت پیش کرتے ہیں۔ اور اقوال صحابہ اپنے تائید دعویٰ میں لاتے ہیں۔ اور اس دعویٰ کے ثبوت میں تین کتابیں ایک فتح اسلام دوسری توضیح مرام تیسری ازالہ اوہام بڑی شدّومد سے شرح وبسط سے تصنیف کی ہیں اور روز بروز ان کے سلسلہ کو ترقی ہے اور معتبر طور سے معلوم ہے کہ چودہ[14] عالم فاضل متبحر آج تک ان کی جماعت میں داخل ہوگئے ہیں۔ یہ

مقبول ہے کہ اللہ بخش صاحب تونسوی سنگھڑی یا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی یا نظام الدین صاحب بریلوی

عجیب انقلاب دیکھ کر حق کے طالب نہایت حیرت میں ہیں کہ ایک طرف توان کی جماعت ترقی پر ہے اور دوسری طرف مشاہیر علماء اور اکابر صوفیاء کنارہ کش ہیں۔ اگر کوئی مولویوں میں سے بحث کرنے کے لیے آتا بھی ہے تو مغلوب ہوکر ایک طور سے اَور بھی زیادہ ان کے سلسلہ کو تائید پہنچاتا ہے جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو پنجاب میں مشہور عالم ہیں، بحث کرنے کے لیے آئے، جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی کمزوری اور گریز کو دیکھ کر اور بھی کئی شخص ان کی جماعت میں داخل ہوگئے۔ اور ایک بڑی خجالت کی یہ بات ہوئی کہ مرزا صاحب نے روحانی طور پر بھی ایک تصفیہ کی درخواست کی کہ تم بھی دُعا کرو اور ہم بھی دعا کریں تا مقبول اور اہلِ حق کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر ہو، لیکن مولوی محمد حسین صاحب نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا۔ اب التماس یہ ہے کہ آپ اکابر جلیل القدر صوفیاء اور صاحب عرفان اور صاحب سلسلہ اور فاضل اور مشاہیر علماء سے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر اور کس کا حق ہے کہ دونوں طریق سے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر آپ مرزا غلام احمد صاحب سے مقابلہ اور موازنہ کریں اور دونوں طور سے بحث کرنے کے لیے تشریف لاویں۔ ہم نے مرزا صاحب سے منظور کرا لیا ہے کہ ہم (جن کے نام خط ہے) بلواتے ہیں۔ وہ آپ سے دونوں طور ظاہری و باطنی سے مقابلہ کریں گے اور وہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے جانے اور اب تک زندہ ہونے اور آخری زمانہ میں نزول از آسمان کرنے پر دلائل قاطعہ اور نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ پیش کریں گے اور نیز باطنی طور پر اپنی کچھ کرامات بھی دکھائیں گے۔ پھر اگر آپ نے (جن کے نام خط ہے) ان سے دونوں طور ظاہری اور باطنی میں مقابلہ نہ کیا اور بھاگ گئے تو ہم سخت مخالف بن کر آپ کی اس ہزیمت کو شہرت دیں گے بلکہ ہم نے مرزا صاحب سے لکھوا لیا ہے جس کی نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے اور ہم نے حلف کے طور پر وعدہ کرلیا ہے ضرور وہ صاحب (جن کے نام خط ہے) ان دونوں طور کی بحثوں کے لیے لودھیانہ میں تشریف لے آئیں گے کیونکہ نازک وقت پہنچ گیا تھا اور لوگ جوق در جوق ان کی پیروی اختیار کرتے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر بزرگان دین اور علماء اہل یقین جس میں ہزار ہا مسلمان کا ایمان تلف ہو کام نہ آئے تو کب آئیں گے۔ ہاں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب سے قسم کھا کر یہ بھی وعدہ کرلیا ہے کہ اگر (جن کے نام خط ہے) اس بحث کے لیے تشریف نہ لائے تو پھر یہ بات پنجاب اور ہندوستان کے اخباروں میں چھپوا دیں گے کہ وہ گریز کر گئے اور وہ حق پر نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم سب لوگ ادب سے اور عاجزی سے آپ کی خدمت میں خواستگار ہیں کہ آپ حسبۃً للہ اس کام کے لیے ضرور تشریف لاویں اور مسلمانوں کو فتنہ سے بچاویں۔ ورنہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ناچار ایفاء عہد کے لیے آپ کا گریز کرنا حتی الوسع تمام اخباروں میں شائع کردیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مرزا غلام احمد صاحب نے گریز کی تو اس سے دس حصہ زیادہ اخباروں کے ذریعہ سے ان کی قلعی کھولی جائے گی۔ اور ہمیں یقینی طور پر امید ہے کہ آپ دونوں طور کی بحث

کے لیے ضرور تشریف لے آئیں گے اور قیامت کی باز پُرس سے اپنے آپ کو بچائیں گے لہٰذا ہم نے ایک ایک نقل اسی درخواست کی چند اخباروں میں بھی بھیجدی ہے اور آخری نتیجہ کا مضمون جو کچھ بعد اس کے ہوگا، چھپنے کے لیے بھیجا جائے گا۔ آپ جلد تشریف لادیں۔ سب مخلصین منتظر ہیں۔ ہم آپ کے جواب کی آج کی تاریخ سے کہ ۱۸ ؍ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۴ ؍ اگست ۱۸۹۱ء ہے۔ ایک ماہ تک انتظار کریں گے۔ اگر اس عرصہ تک خدانخواستہ آپ تشریف نہ لائیں تو ناچار عہد کے موافق کلمات حقہ آپ کی نسبت شائع کر دیئے جائیں گے۔ اور واضح رہے کہ ہم تین فریق کے آدمی ہیں۔ بعض ہم میں سے مرزا صاحب کے مُرید ہیں، اور بعض حُسنِ ظن رکھنے والے اور بعض نہ حُسنِ ظن رکھنے والے اور نہ مُرید ہیں۔ لیکن ہم سب حق کے طالب ہیں۔ الحقُّ حَقٌّ۔ والسّلام

[1] ابو النّعمان سراج الحق جمالی نعمانی سرساوی سرج اللہ وجہہ، [2] شیخ نور محمد ہانسوی۔ [3] شیخ عبد الحق لودیانوی۔ [4] قاضی خواجہ علی ٹھیکیدار شکرم۔ [5] محمد خاں ساکن کپور تھلہ۔ [6] حافظ حامد علی لدھیانوی۔ [7] سید عباس علی صوفی۔ [8] مولوی محمود حسن مدرس [9] منشی محمد اڑوڑا نقشہ نویس ساکن کپور تھلہ۔ [10] منشی فیاض علی۔ [11] منشی ظفر احمد اپیل نویس کپور تھلہ۔ [12] منشی عبد الرحمٰن اہلمد جرنیلی کپور تھلہ۔ [13] منشی حبیب الرحمٰن برادر زادہ حاجی ولی محمد صاحب جج مرحوم ساکن کپور تھلہ۔ [14] مستری جان محمد۔ [15] سردار خاں کوٹ ذفعدار ساکن کپور تھلہ۔ [16] شیخ سدوری ضلع ہوشیار پور۔ [17] منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے۔ [18] خیر الدین خاں سوار رجمنٹ نمبر ۱۷۔ [19] حکیم عطاء الرحمٰن دہلوی۔ [20] مولوی افتخار احمد ابن سجادہ نشین حضرت منشی احمد جان صاحب نقشبندی لودھیانوی۔ [21] حافظ نور احمد تاجر پشمینہ لودھیانوی۔ [22] سائیں بہادر شاہ لودھیانوی۔ [23] سائیں عبد الرحیم شاہ۔ [24] جبوا تاجر پشمینہ لودھیانوی۔ [25] حافظ محمد بخش تاجر لدہانہ۔ [26] مولوی محمد حسین ساکن کپور تھلہ۔ [27] قاضی شیخ احمد اللہ ملازم کپور تھلہ۔ [28] منشی اللہ بخش محرر دفتر لودھیانہ۔ [29] مولوی چراغ الدین مدرس مشن سکول لدھیانہ۔ [30] قاضی عبد المجید خاں شاہزادہ لودھیانہ۔ [31] مولوی عبد القادر مدرس جمال پور۔ [32] ماسٹر محمد بخش لودھیانہ۔ [33] مولوی تاج محمد ساکن بھوکڑی علاقہ لودھیانہ۔ [34] مولوی نور محمد ساکن مالگوٹ علاقہ لودھیانہ۔ [35] مولوی عبد اللہ مجتہد لودھیانہ۔ [36] مولوی نظام الدین لدھیانہ۔ [37] مولوی اللہ دیا واعظ ردّ نصاریٰ لدھیانوی۔ [38] عبد اللہ سنوری پٹواری علاقہ پٹیالہ۔ [39] ماسٹر قادر بخش لدھیانوی۔ [40] مولوی محمد یوسف سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [41] منشی ہاشم علی پٹواری علاقہ پٹیالہ۔ [42] مولوی حشمت علی مدرس پٹیالہ۔ [43] عبد الرحمٰن سنوری علاقہ پٹیالہ۔ [44] روشن دین ٹھیکیدار کپور تھلہ۔ [45] شیر محمد خاں لدھیانوی۔ [46] مولوی عبد الکریم سیالکوٹی۔ [47] مولوی غلام قادر فصیح ایڈیٹر و پروپرائٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ۔ [48] سید حامد شاہ سیالکوٹی۔ [49] سید خصت علی ڈپٹی انسپکٹر ضلع سیالکوٹ۔ [50] مولوی غلام احمد انجنیئر ریاست کشمیر۔ [51] مولوی عبد الغنی عرف غلام نبی خوشابی۔ [52] حکیم فضل الدین بھیروی۔ [53] مولوی مبارک علی سیالکوٹی۔ [54] مفتی محمد صادق مدرس جموں کاشمیر۔ [55] میر عنایت علی لدھیانوی۔ [56] شیخ چراغ علی ساکن گورداسپور۔ [57] شیخ شہاب الدین ساکن تھہ غلام نبی۔ شیخ

تشریف لاویں مجھے تحریری وزبانی طور پر بحث منظور ہے۔ کچھ عذر نہیں۔ اور باطنی طور پر مقابلہ کرنا خود میرا منشا ہے۔

حافظ [۵۸] حامد علی ساکن تھہ غلام نبی۔ مولوی غلام [۵۹] حسین پشاوری۔ خواجہ [۶۰] عبدالقادر شاہ لدھیانوی چشتی۔ سید فضل [۶۱] شاہ لاہوری
نواب [۶۲] محمد اشرف علی خاں لدھیانوی۔ محمد [۶۳] عبدالحکیم خاں طالب العلم میڈیکل کالج لاہور۔ منشی کرم [۶۴] الٰہی لاہوری۔ مولوی [۶۵] خدابخش
اتالیق۔ الہ بندہ [۶۶] ہانسوی۔ شیخ فتح محمد [۶۷] ساکن جموں۔ نائب شرف محکمہ جنرل ڈیپارٹمنٹ سرینگر کشمیر۔ مولوی محمد حسن [۶۸] خاں لودھیانوی
مولوی خدابخش [۶۹] لبتی شیخ۔ سید [۷۰] عبدالہادی سب اوورسیر بیلی ملک بلوچستان۔ مرزا یوسف [۷۱] بیگ ساکن سامانہ۔
عبدالکریم خاں [۷۲] ناظر ریاست پٹیالہ۔ نواب عشرت [۷۳] علیخاں لودھیانوی ناظر عدالت سمرالہ۔ نواب محمد حسین [۷۴] خاں خلف نواب
محفوظ علیخاں جھجری حال لودھیانہ۔ گلاب [۷۵] خاں دفعدار لدھیانوی۔ عبدالکریم [۷۶] خاں کلرک نہر لودھیانوی۔ مولا بخش [۷۷] ماسٹر
لودھیانہ۔ عمر بخش [۷۸] چھنانوالہ۔ شہاب [۷۹] الدین لودھیانوی۔ امیر [۸۰] خاں سمرالہ۔ مولوی غلام [۸۱] محمد نقل نویس سمرالہ۔ شیخ نور احمد [۸۲]
مالک ومہتمم ریاض ہند امرتسر۔ الٰہ بخش [۸۳] پارسل کلرک پھلور۔ حاجی عبد [۸۴] الرحمٰن لدھیانوی۔ منشی خادم [۸۵] حسین خلف رشید دارو غہ
محمد قاسم [۸۶] خوشنویس لدھانوی۔ محمد [۸۷] اسمٰعیل۔ عبد [۸۸] الکریم سیالکوٹی۔ غلام [۸۹] محمد سیالکوٹی۔ مولوی محمد [۹۰] الدین سیالکوٹی۔ مولوی
نور [۹۱] الدین ساکن بھوکری ضلع لدھیانہ۔ سید [۹۲] امیر علی شاہ سیالکوٹی سارجنٹ پولیس۔ منشی رحمت [۹۳] اللہ ممبر میونسپل کمیٹی گجرات
وتاجر پارچات۔ رحمت [۹۴] سکنہ غوث گڈھ علاقہ پٹیالہ۔ مولوی حکیم سید محی الدین ساکن تنکور علاقہ ریاست میسور۔ الٰہی بخش [۹۶]
ساکن غوث گڈھ علاقہ پٹیالہ۔ علی بخش [۹۷] ساکن چک علاقہ پٹیالہ۔ میر محمود [۹۸] شاہ سیالکوٹی۔ محبوب [۹۹] عالم درویش ساکن
کپور تھلہ۔ مہر علی [۱۰۰] ساکن تھہ غلام نبی۔ نور [۱۰۱] محمد نمبردار غوث گڈھ ریاست پٹیالہ۔ عطا [۱۰۲] الٰہی ساکن غوث گڈھ۔
عمر [۱۰۳] الدین لدھیانوی۔ امام بخش [۱۰۴] از خاندان میاں دسوندی شاہ صاحب مرحوم۔ منصب [۱۰۵] علی محرر۔ غلام ربی لدھیانوی

اس کے ساتھ ایک دوسرا خط مسلمانان لاہور نے علماء کے نام مباحثہ کے لیے شایع کیا تھا جو اسی ضمیمہ ریاض ہند کے صفحہ اوّل پر ہے۔ اس کو بھی ناظرین کی واقفیت کے لیے اسی جگہ نقل کر دیا جاتا ہے۔ (المرتب)

دوسرا خط از طرف اہلِ اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط بنام۔ مولوی [۱] محمد صاحب لکھوکے و مولوی [۲] عبدالرحمٰن صاحب لکھوکے۔ مولوی [۳] عبیداللہ صاحب بنتی۔ مولوی [۴] رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی غلام [۵] دستگیر صاحب قصوری و مولوی عبدالجبار [۶] صاحب غزنوی و مولوی سید [۷] نذیر حسین صاحب دہلوی و مولوی عبدالعزیز صاحب لودیانوی۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی محمد سعید صاحب بنارسی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی حال وارد بھوپال۔ مولوی نورالدین صاحب حکیم۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی۔ از طرف اہل اسلام لاہور۔ بالخصوص حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار و خواجہ امیرالدین صاحب۔ و منشی عبدالحق

ہے کیونکہ میں یقینی جانتا ہوں کہ خداوند قدیر میرے ساتھ ہے۔ وہ ہر یک راہ میں میری مدد کریگا۔ غرض

صاحب ومنشی شمس الدین صاحب سیکرٹری حمایت اسلام ومرزا صاحب ہمسایہ خواجہ امیرالدین صاحب و منشی کرم الٰہی صاحب وغیرہ وغیرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو دعاوی حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت اور خود مسیح موعود ہونے کی نسبت کئے ہیں۔ آپ سے مخفی نہیں۔ ان کے دعاوی کی اشاعت اور ہمارے آئمہ دین کی خاموشی نے مسلمانوں کو جس تردد اور اضطراب میں ڈال دیا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ اگرچہ جمہور علماء موجودہ کی بیسود مخالفت اور خود مسلمانوں کے پُرانے عقیدہ نے، مرزا صاحب کے دعاوی کا اثر عام طور پر نہیں پھیلنے دیا۔ مگر تاہم اس امر کے بیان کرنے کی بلاخوف تردید جرأت کی جاتی ہے کہ اہلِ اسلام کے قدیمی اعتقاد نسبت حیات ونزول عیسیٰ بن مریم میں بڑا تزلزل واقع ہوگیا ہے۔ اگر ہمارے پیشوایان دین کا سکوت یا ان کی خارج از مبحث تقریر اور تحریر نے کچھ اور طُول پکڑا تو احتمال کیا بلکہ یقین کامل ہے کہ اہل اسلام علے العموم اپنے پرانے اور مشہور عقیدہ کو خیرباد کہہ دیں گے۔ تو پھر اس صورت اور حالت میں حامیان دین متین کو سخت تر مشکل کا سامنا پڑے گا۔ ہم لوگوں نے جن کی طرف سے یہ درخواست ہے اپنی تسلی کے لیے خصوصاً اور عامہ اہل اسلام کے فائدہ کے لیے عموماً کمال نیک نیتی سے بڑی جدوجہد کے بعد ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مولوی حکیم نورالدین صاحب کے ساتھ (جو مرزا صاحب کے مخلص معتقدین میں سے ہیں) مرزا صاحب کے دعاوی پر گفتگو کرنے کے لیے مجبور کیا تھا مگر نہایت ہی حیرت ہے یہ کہ ہماری بدقسمتی سے ہمارے منشاء اور مدعا کے خلاف مولوی ابوسعید صاحب نے مرزا صاحب کے دعووں سے جو اصل مضمون بحث تھا قطع نظر کرکے غیر مفید امور میں بحث شروع کردی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متردّدین کے شبہات کو اور تقویت ہوگئی اور زیادہ تر حیرت میں مبتلا ہوگئے۔ اس کے بعد لودھیانہ میں مولوی ابوسعید صاحب کو خود مرزا صاحب سے بحث کرنے کا اتفاق ہوا۔ تیراں[۱۳] روز گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ بھی ہمارے خیال میں وہی ہوا جو لاہور کی بحث سے ہوا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تر مضر۔ کیونکہ مولوی صاحب اس دفعہ بھی مرزا صاحب کے اصل دعاوی کی طرف ہرگز نہ گئے۔ اگرچہ جیسا کہ سُنا گیا ہے اور پایہ اثبات کو بھی پہنچ گیا ہے مرزا صاحب نے اثناء بحث میں بارہا اپنے دعووں کی طرف مولوی صاحب کو متوجہ کرنے کی سعی کی۔ چونکہ علماء وقت کے سکوت اور بعض بیسود تقریر وتحریر نے مسلمانوں کو علی العموم بڑی حیرت اور اضطراب میں ڈال رکھا ہے اور اس کے سوا ان کو اور کوئی چارہ نہیں کہ اپنے امامانِ دین کی طرف رجوع کریں۔ لہٰذا ہم سب لوگ آپ کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ اور محض بنظر خیرخواہی برادرانِ اسلام درخواست کرتے ہیں کہ آپ اس فتنہ وفساد کے وقت میدان میں نکلیں اور اپنے خداداد نعمت علم وفضل سے کام لیں اور خدا کے واسطے مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعاوی پر بحث

ہیں بلا عذر ہر طرح حاضر ہوں - اور مباحثہ لاہور میں ہو کہ وہ مقام صدر ہے اور رئیس لاہور امن وغیرہ کے ذمہ دار ہو گئے ہیں ❊

راقــــــــــــــــم

میرزا **غلام احمد** قادیانی بقلم خود - ۲۳ر اگست ۱۸۹۱ء مطابق
۱۷ر محرم الحرام ۱۳۰۹ھ محلہ اقبال گنج - لودھیانہ
(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)
(منقول از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مورخہ ۲۴ر اگست ۱۸۹۱ء صہ ۲)

کر کے مسلمانوں کو ورطہ تذبذب سے نکالنے کی سعی فرما کر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہوں - ہم چاہتے ہیں کہ آپ جن کی ذات پر مسلمانوں کو بھروسہ ہے خاص لاہور میں مرزا صاحب کے ساتھ ان کے دعوے میں بالمشافہ تحریری بحث کریں - مرزا صاحب سے اُن کے دعویٰ کا ثبوت کتاب اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا جاوے یا ان کو اس قسم کے دلائل بینہ سے توڑا جاوے - ہماری رائے میں مسلمانوں کی تسلی اور رفع تردد کے واسطے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں - اگر آپ اس طریق بحث کو منظور فرماویں (اور امید واثق ہے کہ آپ اپنا ایک اہم منصبی اور مذہبی فرض یقین کر کے محض ابتغاءً لوجہ اللہ و بدائے خلق اللہ ضرور قبول فرماویں گے) تو اطلاع بخشیں تاکہ مرزا صاحب سے بھی اس بارہ میں تصفیہ کر کے تاریخ مقرر ہو جاوے اور آپ کو لاہور تشریف لانے کی تکلیف دی جاوے - تمام انتظام متعلقہ قیام امن وغیرہ ہمارے ذمہ ہو گا اور انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے گی - جواب سے جلدی سرفراز فرماویں - والسلام ❊

(از ضمیمہ ریاض ہند مورخہ ۲۴ر اگست ۱۸۹۱ء صہ ۱)

---

(۶۵)

اے شک کرنیوالو آسمانی فیصلہ کی طرف آجاؤ

اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مَیں ایک مسلمان ہوں۔ [1] آمنت باللّٰہ وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والبعث بعد الموت واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ فاتقوا اللّٰہ ولا تقولوا لست مُسلما واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون ؁ اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزمالو۔ خدا کس کے ساتھ ہے۔ اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو اور سجادہ نشینو!! جو مکفّر اور مکذّب ہو مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدائے تعالےٰ تمہیں شرمندہ کریگا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دیگا۔ اور اس وقت تم دیکھوگے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے؟ کہ اس آزمائش کے لیے میدان میں آوے۔ اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دیکر ان تعلقات قبولیّت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے۔ وہ اسی کی مدد کریگا جس کو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اس سے لڑوگے کیا کوئی متکبرانہ اُچھلنے سے درحقیقت اُونچا ہوسکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچّائی کو کاٹ دوگے۔ اس ذات سے ڈرو جس کا غضب سب غضبوں سے بڑھکر ہے۔ اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی [2]

النـــــــــــــاصح

خاکسار غلام احمدؐ قادیانی از لودیانہ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ اوّل بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر
کے ٹائٹل کے دوسرے صفحہ پر ہے)

---

[2] طٰہٰ: ۷۵

(۶۶)

توفّی کے لفظ کی نسبت نیز الدجّال کے بارے میں
ہزار روپیہ کا اشتہار

تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوگیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام برطبق آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ[1] زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کر کے فوت ہو چکے ہیں اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لیے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لیے کوئی قانون وراثت موجود ہے۔ بایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اُٹھایا گیا اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بیباکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے وفات دینا نہیں بلکہ پورا لینا ہے۔ یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا ان کا سراسر افتراء ہے۔ قرآن کریم کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض رُوح اور وفات دیدینے کے معنوں پر ہر یک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدا تعالےٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے قبض جسم کے معنوں میں کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرّہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی

[1] الاعراف: ۲۶

نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض رُوح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو مَیں اللہ جلّشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔ ایسا ہی اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا کوئی ان کا ہمخیال یہ ثابت کر دیوے کہ الدجال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان کے دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرا لیں یا تمسک لکھا لیں۔ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے غرور اور تکبّر کی راہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے پورا لینے کے ہیں یعنی جسم اور رُوح کو بہیئت کذائی زندہ ہی اُٹھا لینا اور وجود مرکب جسم اور رُوح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا۔ سو اسی معنے سے انکار کر کے یہ شرطی اشتہار ہے۔ ایسا ہی محض نفسانیت اور عدم واقفیت کی راہ سے مولوی محمد حسین صاحب نے الدجال کے لفظ کی نسبت جو بخاری اور مسلم میں جا بجا دجال معہود کا ایک نام ٹھہرایا گیا ہے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ الدجال دجال معہود کا خاص طور پر نام نہیں۔ بلکہ ان کتابوں میں یہ لفظ دوسرے دجالوں کے لیے بھی مستعمل ہے اور اس دعوے کے وقت اپنی حدیث دانی کا بھی ایک لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس وسیع معنے الدجال سے انکار کر کے اور یہ دعویٰ کر کے کہ یہ لفظ الدجال کا صرف دجال معہود کے لیے آیا ہے اور بطور علم کے اس کے لیے مقرر ہو گیا ہے یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال علماء نے لفظ توفّی اور الدجال کی نسبت اپنے دعویٰ متذکرہ بالا کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھہریں گے اور نیز عام طور پر یہ عاجز یہ اقرار بھی چند اخباروں میں شائع کر دے گا کہ درحقیقت مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہمخیال فاضل اور واقعی طور پر محدث اور مفسر اور رموز اور دقایق قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے سمجھنے والے ہیں۔ اگر ثابت نہ کر سکے تو پھر یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ دقایق و حقایق بلکہ سطحی معنوں قرآن اور حدیث کے سمجھنے سے بھی قاصر اور سراسر غبی اور بلید ہیں اور درپردہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں کہ محض الحاد کی راہ سے واقعی اور حقیقی معنوں کو ترک کر کے اپنے گھر کے ایک نئے معنے گھڑتے ہیں۔ ایسا ہی اگر کوئی یہ ثابت کر دکھاوے کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں اور احادیث جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کوئی مُردہ دُنیا میں واپس نہیں آئے گا قطعیۃ الدلالت نہیں اور نیز بجائے لفظ موت اور اماتت کے جو متعدد المعنے ہے اور نیند اور بے ہوشی اور کفر اور ضلالت اور قریب الموت ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے توفّی کا لفظ کہیں دکھاوے مثلاً یہ کہ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ تو ایسے شخص کو بھی بلا توقف ہزار روپیہ

نقد دیا جائے گا☆

المشـــــــــــــــــتہر

خاکسار غلام احمدؐ از لودھیانہ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اول مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۷۹۱ پر ہے)

☆ نوٹ: فوت کے بعد زندہ کرنے کے متعلق جس قدر قرآن کریم میں آیتیں ہیں کوئی ان میں سے حقیقی موت پر محمول نہیں ہے اور حقیقی موت کے ماننے سے نہ صرف اس جگہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ آیتیں قرآن کریم کی اُن سولہ آیتوں اور ان تمام حدیثوں سے مخالف ٹھہرتی ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد پھر دُنیا میں نہیں بھیجا جاتا بلکہ علاوہ اس کے یہ فساد بھی لازم آتا ہے کہ جان کندن اور حساب قبر اور رفع الی السماء جو صرف ایک دفعہ ہونا چاہیئے تھا دو دفعہ ماننا پڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اب شخص فوت شدہ حساب قبر کے بعد قیامت میں اُٹھے گا۔ کذب صریح ٹھہرتا ہے۔ اور اگر ان آیتوں میں حقیقی موت مراد نہ لیں تو کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ موت کے مشابہ ایک مدت تک کسی پر کوئی حالت بے ہوشی وارد کر کے پھر اس کو زندہ کر دیوے۔ مگر وہ حقیقی موت نہ ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی جاندار پر حقیقی موت وارد نہ کرے وہ مر نہیں سکتا اگرچہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[1]۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ[2]۔ منہ

---

[1] :- البقرة : ۱۰۷ [2] : اٰلِ عمران : ۱۴۶

(۶۷)

عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش

چونکہ طبع کتاب ازالہ اوہام میں معمول سے زیادہ مصارف ہوگئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ حتی الوسع اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں۔ جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہیں وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں جسقدر ان کو خریدنے کی خداداد مقدرت حاصل ہے۔ اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے۔ خدائے تعالےٰ اُن کو جزائے خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا۔ اب ایک سو روپیہ اور بھیجدیا۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ حکیم فضل دین صاحب اپنے مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب کے رنگ میں ایسے رنگین ہوگئے ہیں کہ نہایت اولی العزمی سے ایثار کے طور پر اُن سے اعلیٰ درجہ کے اعمال صالحہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ سو روپیہ بعض زیورات کے فروخت سے محض ابتغاءً لمرضات اللہ بھیجا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

اس جگہ اخویم مولوی مردان علی صاحب صدر محاسب دفتر سرکار نظام حیدرآباد دکن بھی ذکر کے لائق ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے درخواست کی ہے کہ میرا نام سلسلہ بیعت کنندوں میں داخل کیا جاوے۔ چنانچہ داخل کیا گیا۔ ان کی تحریرات سے نہایت محبت واخلاص پایا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر میں سے آپ کے نام لگا دیئے ہیں۔ خدا تعالیٰ میری عمر میں سے کاٹ کر آپ کی عمر میں شامل کر دے۔ سو خدا تعالیٰ اس ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔ انہوں نے اور اخویم مولوی ظہور علی صاحب اور مولوی غضنفر علی صاحب نے نہایت اخلاص سے دس دس روپیہ ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے اور بہتّر روپیہ امداد کے لیے بھیجے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزا والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع عباد اللہ الصالحین۔

راقم خاکسار غلام احمدؐ از لودیانہ۔ محلہ اقبال گنج

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۹۴۴ پر ہے)

(۶۸)

اشتہار

نورالابصار صداقت آثار عیسائی صاحبوں کی ہدایت کے لیے

یا ایّہا المتنصّرون ما کان عیسٰی الاّ عبد من عباد اللہ قدمات و دخل فی الموتٰی فلا تحسبوہ حیًّا بل ھو میّتٌ ولا تعبدوا میتاً وانتم تعلمون۔

اے حضرات عیسائی صاحبان! آپ لوگ غور سے اس کتاب ازالہ اوہام کو پڑھیں گے تو آپ پر نہایت واضح دلائل کے ساتھ کھل جائے گا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں بلکہ وہ فوت ہو چکے اور اپنے فوت شدہ بزرگوں میں جا ملے۔ ہاں وہ روحانی زندگی جو ابراہیمؑ کو ملی، اسحٰقؑ کو ملی، یعقوبؑ کو ملی، اسمٰعیلؑ کو ملی اور بلحاظ رفع سب سے بڑھکر ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ وہی زندگی بلاتفاوت حضرت عیسیٰ کو بھی ملی۔ اس بات پر بائیبل سے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ مسیح ابن مریم کو کوئی انوکھی زندگی ملی۔ بلکہ اس زندگی کے لوازم میں تمام انبیاء شریک مساوی ہیں ہاں باعتبار رفع کے اقرب الی اللہ مقام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سوائے حضرات عیسائی صاحبان آپ لوگ اب ناحق کی ضد نہ کریں۔ مسیح ایک عاجز بندہ تھا جو فوت ہوگیا اور فوت شدہ لوگوں میں جا ملا۔ آپ لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور ایک عاجز مخلوق کو خدا کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ آپ لوگ ذرہ سوچیں کہ مسیح اس دوسرے عالم میں اوروں سے کس بات میں زیادہ ہے۔ کیا انجیل اس بات کی گواہی نہیں دیتی کہ ابراہیمؑ زندہ ہے؟ بلکہ لعاذر بھی؟ پھر مسیح لعاذر سے اپنی زندگی میں کس بات میں زیادہ ہے۔ اگر آپ لوگ تحقیق سے نوشتوں کو دیکھیں تو آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ کسی بات میں زیادہ نہیں۔ اگر آپ لوگ اس بارہ میں میرے ساتھ بحث کرنا چاہیں تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بحث میں مغلوب ہونے کی حالت میں حتی الوسع اپنے ہر یک تاوان کو جو آپ لوگ تجویز کریں دینے کو طیار ہوں بلکہ اپنی جان بھی اس راہ میں فدا کرنے کو حاضر ہوں۔ خداوند کریم نے میرے پر کھول دیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ بن مریم فوت ہوگیا اور اب فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ سو آؤ دین اسلام اختیار کرو۔ وہ دین اختیار کرو جس میں حی لایموت کی پرستش ہو رہی ہے نہ کسی

مُردہ کی۔ جس پر کامل طور پر چلنے سے ہر یک مُحبّ صادق خود مسیح ابن مریم بن سکتا ہے۔
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؛

المشتہر

غلام احمد قادیانی

۳؍ستمبر ۱۸۹۱ء

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۹۴۶ پر ہے)

(۶۹)

ہمارے مخالف الرائے مولوی صاحبوں کا حوصلہ

خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوۂ قدرت دکھلانے کے لیے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی جن کی طاقت فہمی جن کی طلاقت لسانی جن کی فصاحت بیانی شہرۂ پنجاب و ہندوستان ہے اور خدائے حکیم و علیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اُٹھا نہیں رکھا۔ تا اس کا وہ امر خارق عادت ظاہر ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے۔ مولوی صاحب نور اللہ کے بجھانے کے لیے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں دیکھئے اب سچ مچ وہ نُور بُجھ جاتا ہے یا کچھ اور کرشمۂ قدرت ظہور میں آتا ہے۔ ۹ر اپریل ۱۸۹۱ء کے خط میں جو انہوں نے میرے ایک دوست مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے نام بھوپال میں بھیجا تھا۔ عجیب طور کے فقرات تحقیر کے استعمال کئے ہیں۔ آپ سیّد صاحب موصوف کو لکھتے ہیں کہ آپ اس شخص پر جلدی سے کیوں ایمان لے آئے اس کو ایک دفعہ دیکھ تو لیا ہوتا۔ مولوی صاحب نے اس فقرہ اور نیز ایک عربی کے فقرہ سے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ شخص محض نالائق اور علمی اور عملی لیاقتوں سے بکلی بے بہرہ ہے اور کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر تم دیکھو تو اس سے نفرت کرو۔ مگر بخدا یہ سچ اور بالکل سچ ہے اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ درحقیقت مجھ میں کوئی علمی اور عملی خوبی یا ذہانت اور دانشمندی کی لیاقت نہیں اور میں کچھ بھی نہیں۔ ایک غیب میں ہاتھ ہے جو مجھے تھام رہا ہے اور ایک پوشیدہ روشنی ہے جو مجھے منور کر رہی ہے اور ایک آسمانی روح ہے جو مجھے طاقت دے رہی ہے۔ پس جس نے نفرت کرنا ہے کرے تا مولوی صاحب خوش ہو جائیں۔ بخدا میری نظر ایک ہی پر ہے جو میرے ساتھ ہے اور غیر اللہ ایک مری ہوئی کیڑی کے برابر بھی میری نظر میں نہیں۔ کیا میرے لیے وہ کافی نہیں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اس تبلیغ کو ضائع نہیں کرے گا جس کو لیکر مَیں آیا ہوں۔ مولوی صاحب جہانتک ممکن ہے لوگوں کو نفرت دلانے کے لیے زور لگالیں اور کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہ رکھیں۔ اور جیسا کہ وہ اپنے خطوط میں اور اپنے رسالہ میں اور اپنی تقریروں میں بار بار ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ شخص نادان ہے جاہل ہے۔ گمراہ ہے۔ مفتری ہے۔ دوکاندار ہے۔ بیدین ہے۔ کافر ہے ایسا ہی کرتے رہیں اور مجھے ذرّہ مُہلت نہ دیں۔ مجھے بھی اس ذات کی عجیب قدرتوں کے دیکھنے کا شوق ہے جس نے

مجھے بھیجا ہے۔ لیکن اگر کچھ تعجب ہے تو اس بات پر ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ عاجز مولوی صاحب کی نظر میں جاہل ہے بلکہ خط مذکورہ بالا میں یقینی طور پر مولوی صاحب نے لکھ دیا ہے کہ یہ شخص ملہم نہیں یعنی مفتری ہے اور یہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے مولوی صاحب کی نظر میں بدیہی البطلان ہے جس کا قرآن و حدیث میں کوئی اثر و نشان نہیں پایا جاتا۔ پھر مولوی صاحب پر ڈر اس قدر غالب ہے کہ آپ ہی بحث کے لیے بلاتے اور آپ ہی کنارہ کر جاتے ہیں ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب نے ایک بڑے کرّوفر سے ۱۶ / اپریل ۱۸۹۱ء کو تار بھیج کر اس عاجز کو بحث کے لیے بُلایا کہ جلد آؤ اور آ کر بحث کرو۔ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ اس وقت بڑی خوشی ہوئی کہ مولوی صاحب نے اس طرف رُخ تو کیا اور شوق ہوا کہ اب دیکھیں کہ مولوی صاحب حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ مع الجسد اُٹھائے جانے کا کونسا ثبوت پیش کرتے ہیں یا بعد موت کے پھر زندہ ہو جانے کا کوئی ثبوت قرآن کریم یا حدیث صحیح سے نکالتے ہیں۔ چنانچہ لدھیانہ میں ایک عام چرچا ہوگیا کہ مولوی صاحب نے بحث کے لیے بُلایا ہے اور سیالکوٹ میں بھی مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے خط بھیجے کہ ہم نے تار کے ذریعہ سے بُلایا ہے لیکن جب اس عاجز کی طرف سے بحث کے لیے طیاری ہوئی اور مولوی صاحب کو پیغام بھیجا گیا تو آپ نے بحث کرنے سے کنارہ کیا اور یہ عذر پیش کر دیا کہ جبتک ازالہ اوہام چھپ نہ جائے ہم بحث نہیں کریں گے۔ آپ کو اس وقت یہ خیال نہ آیا کہ ہم نے تو بُلانے کے لیے تار بھیجی تھی اور یہ بھی ایک خط میں لکھا تھا کہ ہمیں ازالہ اوہام کے دیکھنے کی ضرورت نہیں اور یہ بھی بار بار ظاہر کر دیا تھا کہ یہ شخص باطل پر ہے۔ اب ازالہ اوہام کی ضرورت کیوں پڑ گئی۔ تار کے ذریعہ سے یہ پیغام پہنچانا کہ آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ اور حِبّی فی اللہ اخویم حکیم نور الدین صاحب پر ناحق یہ الزام لگانا کہ وہ ہمارے مقابلہ سے بھاگ گئے اور پھر درخواست بحث پر ازالہ اوہام یاد آ جانا عجیب انصاف ہے۔ مولوی صاحب دعویٰ اس عاجز کا سن چکے تھے۔ فتح اسلام اور توضیح مرام کو دیکھ چکے تھے۔ اب صرف قرآن اور حدیث کے ذریعہ سے بحث تھی جس کو مولوی صاحب نے وعدہ کر کے پھر ٹال دیا ٭

(یہ اشتہار ضمیمہ ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۱۴۱ پر ہے)

٭ ٭ ٭

(۷۰)

اطلاع

بعض دوستوں کے خط پہنچے کہ جیسے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی بعد مباحثہ شہر لودیانہ سے حکماً نکالے گئے ہیں۔ یہی حکم اس عاجز کی نسبت ہوا ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ افواہ سراسر غلط ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کئے گئے، لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم اخراج صادر نہیں ہوا۔ چنانچہ ذیل میں نقل مراسلہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ لکھی جاتی ہے۔

از پیشگاہ مسٹر ڈبلیو چیونس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر لودھیانہ

میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان سلامت۔ چٹھی آپ کی مورخہ دیروزہ موصول ملاحظہ وسماعت ہوکر بجواب تحریر ہے کہ آپ کو بتابعت وملحوظیت قانون سرکاری لودھیانہ میں ٹھہرنے کے لیے وہی حقوق حاصل ہیں جیسے دیگر رعایا تابع قانون سرکار انگریزی کو حاصل ہیں۔ المرقوم ۱۰ اگست ۱۸۹۱ء

دستخط

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر

(یہ اشتہار ازالہ اوہام حصہ دوم بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائٹل کے صفحہ آخر پر ہے)

(۷۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ[۱]

ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار و حضرات علمائے نامدار

اے اخوان مومنین اے برادران سکنائے دہلی و متوطنان ایں سرزمین !!! بعد سلام مسنون و دُعائے درویشانہ آپ سب صاحبوں پر واضح ہو کہ اس وقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتے کے لیے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے اور اس عاجز نے سُنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر، بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ اہلسنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔ اٰمنت باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت واٰمنت بکتاب اللّٰہ العظیم القرآن الکریم۔ واتبعت افضل رسل اللّٰہ وخاتم انبیاء اللّٰہ محمدؐ المصطفیٰ وانا من المسلمین۔ واشهد ان لا الٰه الّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لهٗ واشهد ان محمّداً عبدہٗ ورسولهٗ۔ ربّ احینی مسلماً وتوفّنی مسلماً واحشرنی فی عبادك المسلمین۔ وانت تعلم ما فی نفسی ولا یعلم غیرك وانت خیر الشّاھدین۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص

---
[۱] الاعراف : ۹۰

گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اوّل الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں اور مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوےٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں۔ بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری رُوحانی حالت مسیح ابن مریم کی رُوحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے۔ غرض میں ایک مسلمان ہوں۔ اَیُّہَا المسلمون انا منکم واماکم منکم بامر اللہ تعالےٰ خلاصہ کلام یہ کہ مَیں محدث اللہ ہوں اور مامور من اللہ ہوں اور با اینہمہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں جو صدیٔ چاردہم کے لیے مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد دین ہو کر رب السمٰوٰت والارض کی طرف سے آیا ہوں۔ مَیں مفتری نہیں ہوں۔ وقد خاب من افترٰی۔ خدا تعالیٰ نے دنیا پر نظر کی اور اس کو ظلمت میں پایا اور مصلحت عباد کے لیے ایک اپنے عاجز بندہ کو خاص کر دیا۔ کیا تمہیں اس سے کچھ تعجب ہے کہ وعدہ کے موافق صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجا گیا اور جس نبی کے رنگ میں چاہا خدا تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا کیا ضرور نہ تھا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی۔ بھائیو! میں مُصلح ہوں بدعتی نہیں۔ اور معاذ اللہ میں کسی بدعت کے پھیلانے کے لیے نہیں آیا۔ حق کے اظہار کے لیے آیا ہوں اور ہر ایک بات جس کا اثر اور نشان قرآن اور حدیث میں پایا نہ جائے اور اس کے برخلاف ہو۔ وہ میرے نزدیک الحاد اور بے ایمانی ہے مگر ایسے لوگ تھوڑے ہیں جو کلام الٰہی کی تہہ تک پہنچتے اور ربانی پیشگوئیوں کے باریک بھیدوں کو سمجھتے ہیں۔ مَیں نے دین میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی۔ بھائیو! میرا وہی دین ہے جو تمہارا دین ہے اور وہی رسول کریم میرا مقتداء ہے جو تمہارا مقتداء ہے۔ اور وہی قرآن شریف میرا ہادی ہے۔ اور میرا پیارا اور میری دستاویز ہے جس کا ماننا تم پر بھی فرض ہے۔ ہاں یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں حضرت مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتیٰ یقین رکھتا ہوں اور جو آنے والے مسیح کے بارے میں پیشگوئی ہے۔ وہ اپنے حق میں یقینی اور قطعی طور پر اعتقاد رکھتا ہوں، لیکن اے بھائیو یہ اعتقاد میں اپنی طرف سے اور اپنے خیال سے نہیں رکھتا۔ بلکہ خداوند کریم جلشانہ نے اپنے الہام وکلام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ مسیح ابن مریم کے نام پر آنے والا تو ہی ہے۔ اور مجھ پر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے وہ دلائل یقینیہ کھول دیئے ہیں جن سے بہ تمام یقین وقطع حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اور مجھے اس قادر مطلق نے بار بار اپنے کلام خاص سے مشرف ومخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ کی یہودیت دُور کرنے کے لیے تجھے عیسیٰ بن مریم کے رنگ اور کمال میں بھیجا گیا ہے۔ سو میں استعارہ کے طور پر ابن مریم موعود ہوں۔ جس کا یہودیت کے زمانہ اور تنصر کے غلبہ میں آنے کا وعدہ تھا جو غربت اور رُوحانی قوت اور رُوحانی اسلحہ کیساتھ

ظاہر ہوا۔ برخلاف اس غلط خیال اور ظاہری جنگ اور جدل کے جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں میں پھیل گیا تھا۔ سو میرا جنگ رُوحانی ہے اور میری بادشاہت اس عالم کی نہیں۔ دنیا کی حرب و ضرب سے مجھے کچھ کام اور غرض واسطہ نہیں۔ میری زندگی ایسی فروتنی اور مسکینی کے ساتھ ہے جو مسیح ابن مریم کو ملی تھی۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ تا ایمانی فروتنی اور مسکینی اور تقویٰ اور۔ ۔ ۔ تہذیب اور طہارت کو دوبارہ مسلمانوں میں قایم کروں اور اخلاق فاضلہ کا طریق سکھلاؤں۔ اگر مسلمانوں نے مجھے قبول نہ کیا تو مجھے کچھ رنج نہیں۔ کیونکہ مجھ سے پہلے بنی اسرائیل نے بھی مسیح ابن مریم کو قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن جنہوں نے مجھے قبول نہیں کیا ان کے پاس کوئی عذر نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میرے دعوے کی شرط صحت کو جو وفات مسیح ابن مریم ہے، کامل طور پر تصدیق کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تیس آیتیں حضرت عیسیٰ بن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہی ہیں۔ جیسا کہ کتاب ازالہ اوہام میں مفصل ذکر ہے، لیکن قرآن کریم میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جو عیسیٰ بن مریم کی زندگی پر صریحۃ الدلالت ہو۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے وہ آسمانی نشان بخشے ہیں جو اس زمانہ میں کسی دوسرے کو نہیں بخشے گئے چنانچہ ان دونوں طور کے دلائل کے بارے میں مَیں نے ایک مبسوط کتاب ازالۂ اوہام نام لکھی ہے جو چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ اور وہ ساٹھ جزو کی کتاب ہے اور بڑے اہتمام سے تیار ہوئی ہے اور معہذا فقط تین روپیہ اس کی قیمت رکھی ہے۔ اس کتاب میں بہت سے دلائل کے ساتھ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات ثابت کی گئی ہے۔ اور اپنے مسیح موعود ہونے کی نسبت بہت سے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں بہت سی پیشگوئیاں بھی لکھی ہیں اور بعض دوسرے نشان بھی بیان کئے ہیں۔ اور قرآن کریم کے حقایق و معارف اس میں بکثرت درج ہیں۔ اور وہ باتیں اس میں ہیں جو انسانوں کے علم اور طاقت سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ جو شخص اس کو اوّل سے آخر تک بغور و انصاف پڑھے گا۔ اس کا نور قلب بلا شبہ شہادت دے گا کہ اس کتاب کے بہت سے مرقومات صرف الٰہی طاقت سے لکھے گئے ہیں۔ اور یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت رسالہ توضیح مرام میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ اس کے دیکھنے سے پہلے کوئی صاحب مخالفانہ تحریر شایع نہ کریں۔ سو اب وہی بفضلہٖ تعالےٰ طیار ہو گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سچائی کی حجت اپنی اس مخلوق پر پوری کرے جو سچائی سے روگرداں ہے معہذا چونکہ میں اس وقت شہر دہلی میں وارد ہوں اور افواہ سُنتا ہوں کہ اس شہر کے بعض علماء جیسے حضرت سیّد مولوی نذیر حسین صاحب اور جناب مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب اس عاجز کی تکذیب اور تکفیر کے درپے ہیں۔ اور الحاد اور ارتداد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ روایتیں کہاں تک صحیح ہیں۔ صرف لوگوں کی زبان سے سُنا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، لیکن اتماماً للحجّت حضرات موصوفہ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ معجزات و لیلۃ القدر و وجود ملائکہ و وجود جبرائیل و معراج نبوی وغیرہ تعلیمات قرآن کریم و احادیث صحیحہ پر تو میرا ایمان ہے۔ اور مجھے محدثیت کا دعویٰ ہے نہ نبوت تامہ کا۔ اور ان سب

باتوں میں اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ مجھے کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں اصل عقائد مذکورہ بالا کو مسلم رکھ کر جو اور اور باتیں از قبیل اسرار و حقائق و معارف و علوم حکمیہ و دقایق بطون قرآن کریم ہیں وہ مجھ پر جیسے جیسے الہام کے ذریعہ سے کھلتے ہیں، ان کو بیان کر دیتا ہوں جن کا اصل عقائد سے کچھ بھی تعارض نہیں۔ ہاں حیات مسیح ابن مریم کی نسبت مجھے انکار ہے۔ سو یہ انکار نہ صرف الہام الٰہی پر مبنی ہے۔ بلکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ میرے اس الہام کے شاہد کامل ہیں۔ اگر حضرت سید مولوی محمد نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب مسئلہ وفات مسیح میں مجھے مخطی خیال کرتے ہیں یا ملحد اور مأوّل تصور فرماتے ہیں۔ اور میرے قول کے خلاف قال اللّٰہ قال الرسول گمان کرتے ہیں تو حضرات موصوفہ پر فرض ہے کہ عامہ خلائق کو فتنہ سے بچانے کے لیے اس مسئلہ میں اسی شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کریں۔ بحث میں صرف تین شرطیں ہوں گی (۱) اوّل یہ کہ امن قائم رہنے کے لیے وہ خود سرکاری انتظام کرا دیں۔ یعنی ایک افسر انگریز مجلس بحث میں موجود ہو۔ کیونکہ میں مسافر ہوں۔ اور اپنی عزیز قوم کا مورد عتاب اور ہر طرف سے اپنے بھائیوں مسلمانوں کی زبان سے سب اور لعن وطعن اپنی نسبت سُنتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ پر لعنت بھیجتا ہے اور مجھے دجّال کہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ آج مَیں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔ لہٰذا میں بجز سرکاری افسر کے درمیان ہونے کے اپنے بھائیوں کی اخلاقی حالت پر مطمئن نہیں ہوں۔ کیونکہ کئی مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں۔ ولا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرّتین (۲) دوسرے یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں اپنے ہاتھ سے سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے۔ اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دیوے۔ کیونکہ زبانی بیانات محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اور نقل مجلس کرنے والے اپنی اغراض کی حمایت میں اس قدر حاشیے چڑھا دیتے ہیں کہ تحریف کلام میں یہودیوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ اس صورت میں تمام بحث ضایع جاتی ہے اور جو لوگ مجلس بحث میں حاضر نہیں ہو سکے۔ ان کو راستے لگانے کے لیے کوئی صحیح بات ہاتھ نہیں آتی۔ ماسوا اس کے صرف زبانی بیان میں اکثر مخاصم بے اصل اور کچی باتیں منہ پر لاتے ہیں، لیکن تحریر کے وقت وہ ایسی باتوں کے لکھنے سے ڈرتے ہیں تا وہ اپنی خلاف واقعہ تحریر سے پکڑے نہ جائیں اور ان کی علمیت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ (۳) تیسری شرط یہ کہ بحث وفات حیات مسیح میں ہو۔ اور کوئی شخص قرآن کریم اور کتب حدیث سے باہر نہ جائے، مگر صحیحین کو تمام کتب حدیث پر مقدم رکھا جائے اور بخاری کو مسلم پر کیونکہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ ہے۔ اور مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مسیح ابن مریم کی حیات طریقۂ مذکورۂ بالا سے جو واقعات صحیحہ کے معلوم کرنے کے لیے خیر الطرق ہے، ثابت ہو جائے تو مَیں اپنے الہام سے دست بردار ہو جاؤں گا، کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔ بلکہ مَیں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایسی بحث وفات عیسٰی میں غلطی پر نکلا

تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔ اور ان تمام نشانوں کی پروا نہیں کروں گا جو میرے اس دعوے کے مصدق ہیں کیونکہ قرآن کریم سے کوئی حجت بڑھ کر نہیں۔ وما عندنا شیئ الا کتاب اللہ وان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول فبای حدیث بعد اللہ و اٰیاتہ یؤمنون۔ میں ایک ہفتہ تک اس اشتہار کے شایع ہونے کے بعد حضرات موصوفہ کے جواب باصواب کا انتظار کروں گا۔ اور اگر وہ شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤں گا۔ والسلام علٰے من اتبع الھدٰی۔

اور کتاب ازالہ اوہام کے خریداروں پر واضح ہو کہ مَیں بلی ماروں کے بازار میں کوٹھی لوہارو والی میں فروکش ہوں اور ازالہ اوہام کی جلدیں میرے پاس موجود ہیں۔ جو صاحب تین روپیہ قیمت داخل کریں۔ وہ خرید سکتے ہیں۔ والسلام

المشتہر

خاکسار غلام احمد قادیانی حال وارد دہلی

بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو۔ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

(۷۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی

اشتہار بمقابل مولوی سیّد نذیر حسین صاحب سرگروہ اہلحدیث

چونکہ مولوی سیّد نذیر حسین صاحب نے جو کہ موحدین کے سرگروہ ہیں اس عاجز کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد قرار دیا ہے اور عوام کو سخت شکوک و شبہات میں ڈالنا چاہا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی اعتقاد حیات مسیح میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اوّل اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے بھائیوں حنفیوں کو بدعتی قرار دیا۔ اور امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا کہ ان کو حدیثیں نہیں ملی تھیں۔ اور وہ اکثر احادیث نبویہ سے بے خبر ہی رہے تھے۔ اور اب باوجود دعوئے اتّباع قرآن اور حدیث کے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کے قایل ہیں۔ وہذا عجب العجائب۔ اگر کوئی عوام میں سے ایسا کچا اور خلاف قال اللہ قال الرسول دعویٰ کرتا تو کچھ افسوس کی جگہ نہیں تھی۔ لیکن یہی لوگ جو دن رات درس قرآن اور حدیث جاری رکھتے ہیں۔ اگر ایسا بے اصل دعویٰ کریں تو ان کی علمیت اور قرآن دانی اور حدیث دانی پر سخت افسوس آتا ہے۔ یہ بات کسی متنفس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ فی الواقعہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو عاقبت کا اندیشہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کا کچھ خوف نہیں۔ وہ تعصب کو مضبوط پکڑ کر قرآن اور احادیث پسِ پُشت ڈالتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس اُمّت پر رحم کرے۔ لوگوں نے کیسے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے اور اس عاجز نے اشتہار ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حضرت مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عند الملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزین آدمی ہیں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق شقاق کا اندیشہ ہے طبعاً کارہ ہیں اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں اور شرائط اشتہار

کے پورے کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزین ہیں۔ حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے۔ اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہیت بھی رکھتے ہیں، لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اوران کے شاگرد بٹالوی صاحب جواب دہلی میں موجود ہیں ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہٰذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کریں۔ اور اگر انہوں نے بقبول شرائط مندرجہ اشتہار ۲؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لیے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا۔ بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح ابن مریم جس کو انجیل ملی تھی اب تک آسمان پر زندہ ہے اور آخری زمانے میں آئے گا۔ یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہو چکا ہے اور اس کے نام پر کوئی دوسرا اسی اُمّت میں سے آئے گا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہی مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوے سے خود دست بردار ہو جائے گا ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت اسی اُمّت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور آنے والا ہے۔ یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے گا۔ اور اگر اس اشتہار کا جواب ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی طرف سے شائع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے گریز کی اور حق کے طالبوں کو محض نصیحتاً کہا جاتا ہے کہ میری کتاب ازالہ اوہام کو خود غور سے دیکھیں اور ان مولوی صاحبوں کی باتوں پر نہ جائیں۔ ساٹھ جزو کی کتاب ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ معارف اور دلائل یقینیہ کا اس میں ایک دریا بہتا ہے۔ صرف ۳؍ قیمت ہے۔ اور واضح ہو کہ یہ درخواست مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کی کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت دینا چاہیئے اور اس میں بحث ہونی چاہیئے، بالکل تحکم اور خلاف طریق انصاف اور حق جوئی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود ہونے کا اثبات آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہوگا۔ اور آسمانی نشانوں کو بجز اس کے کون مان سکتا ہے کہ اوّل اس شخص کی نسبت جو کوئی آسمانی نشان دکھاوے یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ خلاف قال اللہ قال الرسول کوئی اعتقاد نہیں رکھتا۔ ورنہ ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھاوے۔ تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے، چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے لمبے اشتہار میں جو لدھیانہ میں چھپوایا تھا اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے بحث کے لائق وہی امر ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن اور حدیث اس دعوے کے مخالف ہیں اور وہ امر مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک

شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر درحقیقت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے تو اس صورت میں پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے پر ایک نشان کیا بلکہ لاکھ نشان بھی دکھاوے تب بھی وہ نشان قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں گے کیونکہ قرآن ان کی مخالف شہادت دیتا ہے غایت کار وہ استدراج سمجھے جائیں گے۔ لہٰذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے۔ مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہو جانا ضروری ہے کیونکہ مخالف قرآن وحدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں۔ ہاں ان نادانوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔ فاتقوا اللّٰہ ایّھا العلماء والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از دہلی بازار بلیماراں۔ کوٹھی نواب لوہارو

۶ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

حاشیہ کی عبارت :۔ بالآخر تمام عذرات نامعقول کے توڑنے اور اتمام حجت کی غرض سے یہ بھی ہم بطریق تنزل لکھتے ہیں کہ اگر مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کسی افسر انگریز کے جلسہ بحث میں مامور کرانے سے ناکام رہیں تو اس صورت میں ایک اشتہار شائع کر دیں۔ جس میں حلفاً اقرار ہو کہ ہم خود قائمی امن کے ذمہ وار ہیں۔ کوئی شخص حاضرین جلسہ میں سے کوئی کلمہ خلاف تہذیب اور شرارت کا منہ پر نہیں لاتے گا اور نہ آپ توہین اور استخفاف اور استکبار کے کلمات منہ پر لائیں گے۔ بلکہ سراسر عاجزی اور انکسار اور تواضع سے تحریری بحث کریں گے اور اگر کوئی عوام وخواص میں سے کوئی خلاف تہذیب وادب کوئی کلمہ منہ پر لاوے تو فی الفور اس کو مجلس میں سے نکال دیں گے۔ اس صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لیے حاضر ہو سکتا ہے۔ مگر دوسری تمام شرطیں اشتہار ۲ر اکتوبر کی قائم رہیں گی۔

مطبوعہ مطبع اخبار خیر خواہ ھند دھلے

---

(۷۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی

انعام

انعام فی حدیث و فی آیت عہ روپے بجالت پوری کرنے شرط کے مولوی سید نذیر حسین صاحب کو دیا جائے گا۔ فقط

اللہ جلّشانہ کی قسم دے کر مولوی سیّد محمد نذیر حسین صاحب کی خدمت میں بحث حیات و ممات مسیح ابن مریم کیلئے

درخواست

اطلاع

آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کیلئے مقرر کریں یا ۱۹ یا ۲۰ اور کل تک تاریخ منظور کردہ کی اشاعت کیلئے اطلاع دیں اور اگر خاموش رہے تو گریز تصور کی جائے گی۔

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار	ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

اے مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب ۔آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز دعویٰ مسیح موعود ہونے میں مخالف قرآن و حدیث بیان کر رہا ہے ۔اور ایک نیا مذہب و نیا عقیدہ نکالا ہے جو سراسر مغائر تعلیم اللہ و رسول اور بہ بداہت باطل ہے ۔کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے اور پھر کسی وقت آسمان پر سے زمین پر تشریف لائیں گے ۔اور ان کا فوت ہو جانا مخالف نصوص قرآنیہ و احادیث صحیحہ ہے ۔سو چونکہ آپ نے مجھے اس دعوے میں مخالف قرآن و حدیث قرار دے دیا ہے جس کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں میں بدظنی کا فتنہ برپا ہو گیا ہے ۔لہٰذا آپ پر فرض ہے کہ مجھ سے اس بات کا تصفیہ کرلیں کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے میں مَیں نے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے یا آپ ہی چھوڑ بیٹھے ہیں اور اس قدر تو خود مَیں مانتا ہوں کہ اگر میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مخالف نصوص بیّنہ قرآن و حدیث ہے اور دراصل حضرت عیسیٰ ابن مریم آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں جو پھر کسی وقت زمین پر اُتریں گے تو گو یہ میرا دعویٰ ہزار الہام سے مؤیّد اور تائید یافتہ ہو اور گو نہ صرف ایک نشان بلکہ لاکھ آسمانی نشان اس کی تائید میں دکھاؤں ۔تاہم وہ سب ہیچ ہیں ۔کیونکہ کوئی امر اور کوئی دعوے

اور کوئی نشان مخالف قرآن اور احادیث صحیحہ مرفوعہ ہونے کی حالت میں قابل قبول نہیں۔ اور صرف اس قدر مانتا ہوں بلکہ اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر آپ یا حضرت!! ایک جلسہ بحث مقرر کر کے میری دلائل پیشکردہ جو صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی رُو سے بیان کروں گا توڑ دیں اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پر پیش کریں اور آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور تمام کتابیں جو اس مسئلے کے متعلق تالیف کی ہیں جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلا دوں گا اور بذریعہ اخبارات اپنی توبہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔ ولعنۃ اللہ علیٰ کاذب یخفیٰ فی قلبہ مایخاف بیان لسانہ۔ مگر یہ بھی یاد رکھیئے کہ اگر آپ مغلوب ہوگئے اور کوئی صریحۃ الدلالت آیت اور حدیث صحیح مرفوع متصل پیش نہ کر سکے تو آپ کو بھی اپنے اس انکار شدید سے توبہ کرنی پڑیگی۔ واللہ یحب التوّابین۔ اب میں یا حضرت!! آپ کو اُس ربّ جلیل تعالےٰ و تقدس کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے آپ کو پیدا کر کے اپنی بے شمار نعمتوں سے ممنون فرمایا کہ اگر آپ کا یہی مذہب ہے کہ قرآن کریم میں مسیح ابن مریم کی زندگی کے بارے میں آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت موجود ہیں اور ان کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ اپنے منطوق سے شہادت دیتی ہیں جن کی وجہ سے آپ کو میرے الہامی دعوے کی نسبت مومنانہ حُسنِ ظن کو الوداع کہہ کر سخت انکار کرنا پڑا تو اس خداوند کریم سے ڈر کر جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی ہے، میرے ساتھ اظہاراً للحق بحث کیجیے۔ آپ کو اس بحث میں کچھ بھی تکلیف نہیں ہوگی۔ اگر کوئی عدالت گورنمنٹ برطانیہ کی کسی دنیوی مقدمہ میں آپ سے کسی امر میں اظہار لینا چاہے تو آپ جس قدر عدالت چاہے ایک مبسوط بیان لکھوا سکتے ہیں۔ بلکہ بلا توقف تاریخ مقررہ پر حاضر ہو جائیں گے۔ اور بڑی شدّ و مد سے اظہار دیں گے۔ ماشاء اللہ درس قرآن و حدیث روز جاری ہے۔ آواز بلند ہے۔ طاقتیں قائم ہیں۔ اور آپ کو بوجہ توغل زمانہ دراز کے احادیث نبویہ و قرآن کریم حفظ کی طرح یاد ہیں۔ کوئی محنت اور فکر سوچ کا کام نہیں۔ تو پھر خدائے تعالےٰ کی عدالت سے کیوں نہیں ڈرتے اور سچی شہادت کو کیوں پیٹ میں دباتے بیٹھے ہیں اور کیوں کچے عذر اور حیلے و بہانے کر رہے ہیں کہ بحث کرنے سے مجبور ہوں۔ شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالمجید میری طرف سے بحث کریں گے۔ حضرت مجھے آپ کا وہ خط[1] دیکھ کر کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ دوسروں سے کرو، رونا آیا، کیسا زمانہ آگیا کہ آجکل کے اکثر علماء فتنہ ڈالنے کے لیے تو آگے اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہیں۔ اگر ایسے نازک وقت میں آپ اپنے وسیع معلومات سے مسلمانوں کو فائدہ

---

[1] خط۔ بمطالعہ گرامی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کے خط دیروزہ کا جواب میری طرف سے میرے تلامذہ مولوی عبدالمجید صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین دیں گے۔ آئندہ آپ مجھے اپنے جواب سے معاف رکھیں جو کچھ کہنا ہو انہیں سے کہیں اور ان ہی سے جواب لیں۔ راقم سید محمد نذیر حسین۔ ۳ر اکتوبر ۱۸۹۱ء

نہیں پہنچائیں گے تو کیا وہ معلومات آپ قبر میں لے جائیں گے۔ آپ بقول بٹالوی صاحب شیخ الکل ہیں۔ شیخ الکل ہونے کا دعوےٰ کچھ چھوٹا دعویٰ نہیں۔ گویا آپ سارے جہان کے مقتدا۔ ہیں اور بٹالوی اور عبدالمجید جیسے آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے۔ اگر بٹالوی صاحب کو ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ ساکت کر دیا جائے تو اس کا کیا اثر ہوگا۔ وہ شیخ الکل تو نہیں۔ غرض دنیا کی آپ پر نظر ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اگر آپ نے اس بارے میں بذات خود بحث نہ کی تو خدا تعالیٰ سے ضرور پوچھے جاؤ گے۔ لبِ بام کی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ سفر آخرت بہت نزدیک ہے۔ اگر حق کو چھپاؤ گے تو ربّ منتقم کے اخذ شدید سے ہرگز نہیں بچو گے۔ آپ کو بٹالوی شیخ کے منصوبوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ وہ حضرت اس فطرت کے ہی آدمی نہیں کہ جو آپ کو محض للّٰہ بحث کرنے کے لیے صلاح دیویں۔ ہاں ایسے کام ان کو بخوبی آتے ہیں کہ فرضی طور پر اِدھر اُدھر مشہور کر دیا اور اپنے دوستوں کو بھی خبریں پہنچادیں کہ ہم نے فتح پائی۔ ہم سے گریز کی۔ تاریخ مقررہ پر نہ آئے۔ حیا شعبہ ایمان ہے۔ اگر بٹالوی صاحب کو دیانت اور راست بازی کا کچھ خیال ہوتا تو ایسی دروغ بے فروغ باتیں مشہور نہ کرتے۔ یہ کس قدر مکر و فریب اور چالاکی ہے کہ سراسر بدنیتی سے ایک یک طرفہ اشتہار جاری کر دیا اور محض فرضی طور پر مشتہر کر دیا کہ فلاں تاریخ میں بحث ہوگی۔ اگر نیت نیک ہوتی تو چاہیئے تھا کہ مجھ سے اتفاق کر کے یعنی میری اتفاق رائے سے تاریخ بحث مقرر کی جاتی تاکہ میں اپنے خانگی حفظ امن کے لیے انتظام کر لیتا اور جس تاریخ میں حاضر ہو سکتا اسی تاریخ کو منظور کرتا اور نیز چاہیئے تھا کہ پہلے امر قابلِ بحث صفائی سے طے ہو لیتا۔ غرض ضروری تھا کہ جیسا کہ مناظرات کے لیے دستور ہے فریقین کی اتفاق رائے اور دونوں فریق کے دستخط ہونے کے بعد اشتہار جاری کیا جاتا، لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور یونہی اُڑا دیا گیا کہ جلسہ بحث میں حاضر نہیں ہوئے اور گریز کر گئے اور شیخ الکل صاحب سے ڈر گئے۔ ناظرین سوچ سکتے ہیں کہ یہ عاجز اسی غرض سے تو اپنا وطن چھوڑ کر دہلی میں غربت اور مسافرت کی حالت میں آ بیٹھا ہے تا شیخ الکل صاحب سے بحث کر کے ان کی دیانت و امانت اور ان کی حدیث دانی اور ان کی واقفیت قرآنی لوگوں پر ظاہر کر دیوے تو پھر اُن سے ڈرنے کے کیا معنے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر یہ عاجز شیخ الکل سے ڈر کر ان کی یک طرفہ تجویز کردہ جلسہ بحث میں حاضر نہیں ہوا تو اب شیخ الکل صاحب کیوں بحث سے کنارہ کش ہیں اور کیوں اپنے اس علم اور معرفت پر مطمئن نہیں رہے جس کے جوش سے یک طرفہ جلسہ تجویز کیا گیا تھا۔ ہر یک منصف ان کے پہلے یک طرفہ جلسہ کی اصل حقیقت اسی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر وہ جلسہ صحت نیت پر مبنی تھا اور مکاری اور دھوکہ دہی کا کام نہیں تھا تو ان کا وہ پہلا جوش اب کیوں ٹھنڈا ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ یک طرفہ جلسہ محض شیخ بٹالوی کا ایک فریب حق پوشی کی غرض سے تھا جس کی واقعی حقیقت کھولنے کے لیے اب شیخ الکل صاحب کو بحث کے لیے بُلایا جاتا ہے یک طرفہ جلسہ میں حاضر ہونا اگرچہ میرے پر فرض نہ تھا کیونکہ میری اتفاق رائے سے وہ جلسہ قرار نہ پایا تھا۔ اور میری طرف سے ایک خاص تاریخ میں حاضر ہونے کا وعدہ بھی نہ تھا مگر پھر بھی مَیں نے حاضر ہونے کے لیے

طیاری کر لی تھی، لیکن عوام کے مفسدانہ حملوں نے جو ایک ناگہانی طور پر کئے گئے۔ اس دن حاضر ہونے سے مجھے روک دیا۔ صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت میں مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا کہ میں ان کی وحشیانہ حالت دیکھ کر اوپر کے زنانے مکان میں چلا گیا۔ آخر وہ اسی طرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔ اور ایک جماعت کثیر نیچے اور گلی میں کھڑی تھی۔ جو گالیاں دیتے تھے اور بڑے جوش سے بد زبانی کا بخار نکالتے تھے۔ بڑی مشکل سے خدائے تعالیٰ 15
کے فضل وکرم سے ان سے رہائی پائی اور سخت مدافعت کے بعد یہ بلا دفع ہوئی۔

اب ہر ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ اس بلوہ عوام کی حالت میں کیونکر میں گھر کو اکیلا چھوڑ کر جلسہ بحث میں حاضر ہو سکتا تھا۔ اب انصاف اور غور کا مقام ہے کہ میرے جیسے مسافر کی دہلی والوں کو ایسی حالت میں ہمدردی کرنی چاہیئے تھی نہ یہ کہ ایک طرف عوام کو ورغلا کر اور ان کو جوش دہ تقریریں سُنا کر میرے گھر کے اردگرد کھڑا کر دیا۔ اور دوسری طرف مجھے بحث کے لیے بلایا اور پھر نہ آنے پر جو موانع مذکورہ کی وجہ سے شور مچادیا کہ وہ گریز کر گئے اور ہم نے فتح پائی۔ یہ کیسی اوباشانہ چال ہے۔ کیا یہ انسانیت ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے فتح پائی۔ کیا یہ مُرغوں اور بٹیروں کی لڑائی تھی یا اظہار حق کے لیے بحث تھی۔ اگر ایمانداری پر اس جلسہ کی بناء ہوتی تو عذر معقول سُنکر خود دوسری تاریخ بحث مقرر کرنے کے لیے راضی ہو جاتے۔ اور مَیں نے اسی روز یہ بھی سُنا کہ راہ میں بھی امن نہ تھا اور مقام تجویز کردہ بحث میں عوام کی حالت قابلِ اطمینان نہ تھی اور عین جلسہ میں مخالفانہ باتیں تہمت اور بہتان کے طور پر عوام کو سُنا کر اُن کو بھڑکایا جارہا تھا۔ لیکن سب سے بڑھ کر جو بچشم خود صورت فساد دیکھی گئی وہ یہی تھی جو ابھی میں نے بیان کی ہے۔ اگر مولوی نذیر حسین صاحب کو یہ بلا پیش آتی تو کیا ان کی نسبت یہ کہنا جائز ہوتا کہ وہ بحث سے کنارہ کر گئے۔ جس حالت میں یہ واقعات ایسے ہیں تو پھر کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ اس غیر حاضری کو گریز پر حمل کیا جاتے۔ اے حضرت خدا تعالیٰ سے ڈریں اور خلاف واقعہ منصوبوں کو فتحیابی کے پیرایہ میں مشہور نہ کریں۔ اب میں بفضلہ تعالیٰ اپنی حفاظت کا انتظام کر چکا ہوں اور بحث کے لیے طیار بیٹھا ہوں مصائب سفر اُٹھا کر اور دہلی والوں سے ہر روز گالیوں اور لعن طعن کی برداشت کر کے محض آپ سے بحث کرنے کے لیے اے شیخ الکل صاحب بیٹھا ہوں۔ یہ عذر کوئی عقلمند قبول نہیں کرے گا کہ آپ کے یک طرفہ جلسہ میں عاجز حاضر نہ ہو سکا اگر آپ حق پر ہیں اور آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ درحقیقت قرآن کریم کی آیات صریحہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے جانا متحقق اور ثابت شدہ امر ہے تو ایسی رکیک باتوں کا فتح نام رکھنا سخت نامردی ہے۔ بسم اللہ آئیے اور اپنا وہ عجیب ثبوت دکھلایئے۔ اگر آپ ایسے وقت میں جو تمام ملک ہند میں میری طرف سے بدلائل شافیہ یہ اشاعت ہو گئی ہے کہ

درحقیقت مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری اُٹھائے جانا قرآن و حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فوت ہوچکا ہے اور جو شخص ان کی جسمانی دنیوی زندگی کا مدعی ہے وہ جھوٹا و کذاب ہے، میدان میں آکر حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی دنیوی زندگی کا ثبوت نہیں دیں گے۔ تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں اور شیخ الکل کیوں اپنے شاگردوں سے کہلاتے ہیں۔ حضرت بحث کرنے کے لیے باہر تشریف لائیے کہ میں بحث کے لیے تیار ہوں۔ آپ کیوں مقتداء اور شیخ الکل ہونے کی حالت میں بحث کرنے سے کنارہ کرتے اور حق الامر کو چھپاتے ہیں اور حق کو اس کے ظہور سے روکتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حق کُھل جائے۔ آپ کو ڈرنا چاہیئے۔ یصدّون عن سبیل اللہ کا مصداق نہ ہوجائیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ کے مقابل آنے سے حق کُھلتا ہے اور آپ کوٹھری میں چھپے بیٹھے ہیں تو پھر آپ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق ہوئے یا کچھ اَور ہوئے۔ پس آپ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور بحث کے میدان میں آکر یہ کوشش کریں کہ حق کُھل جائے اور گریز اور فرار اختیار نہ کریں یا یصدّون عن سبیل اللہ کا مصداق نہ بن جائیں اور مَیں تو یا حضرت ؟!! اس عظیم الشان بحث کے لیے حاضر ہوں اور ہرگز تخلف نہ کروں گا لعنۃ اللہ علیٰ من تخلف و صد عن سبیل اللہ۔ اب میں یا حضرت ؟!! پھر اللہ جلّشانہ کی آپ کو قسم دے کر اس بحث کے لیے بُلاتا ہوں۔ جس جگہ چاہیں حاضر ہو جاؤں، مگر تحریری بحث ہوگی تا کسی محرّف کو تحریف کی گنجائش نہ ہو۔ اور ملک ہند کے تمام اہلِ نظر کو رائے کرنے کے لیے وہی تحریرات یقینی ذریعہ مل جائے۔ آپ یقیناً یاد رکھیں کہ یہ آپ کی جھوٹی خوشی ہے اور یہ آپ کا غلط خیال ہے کہ یقینی اور قطعی طور پر مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اُٹھایا گیا ہے۔ جس دن بحث کے لیے آپ میرے سامنے آئیں گے اس دن تمام یہ خوشی رنج کے ساتھ مُبدّل ہو جائے گی۔ اور سخت رسوائی سے آپ کو اس قول سے رجوع کرنا پڑے گا کہ درحقیقت آیات بیّنہ صریحہ و قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ سے حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی زندگی ثابت ہے۔ اگرچہ آپ درس قرآن و حدیث میں ریش و بروت سفید کر بیٹھے ہیں۔ مگر حقیقت تک آپ کو کسی استاد نے نہیں پہنچایا اور مغز قال اللہ اور قال الرسول سے دُور مہجور و بے نصیب محض ہیں۔ آپ کو شرم کرنی چاہیئے کہ شیخ الکل ہونے کا دعویٰ اور پھر اس فضیحت کی غلطی کہ آپ یقین رکھتے ہیں کہ ایسی آیات صریحۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ موجود ہیں جن سے مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے۔ شاید ایسی حدیثیں آپ کی کوٹھری میں بند ہوں گی جو اب تک کسی پر ظاہر نہیں ہوئیں۔ اگر آپ کو کچھ شرم ہے تو اب بلاتوقف بحث کے لیے میدان میں آجائیں تا سیہ رُوشود ہر کہ دروغش باشد۔ اگر آپ اس مسئلہ میں بحث کرنے کے لیے نہ آئے اور مفسد طبع ملّانوں پر بھروسہ رکھ کر کوٹھری میں چھپ گئے تو یاد رکھو کہ تمام ہندوستان و پنجاب میں ذلّت اور بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہوجائیں گے اور شیخ الکل ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ مَیں متعجب ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ قرائن سے اس بات کا یقین آتا ہے کہ آپ

نے ہی ایک بدزبان بٹالوی فطرت کے بگڑے ہوئے شیخ کو در پردہ سمجھا رکھا ہے کہ مساجد اور مجالس میں اور نیز آپ کے مکان پر علانیہ اس عاجز کو گالیاں دیا کرے چنانچہ اس نیک بخت کا یہی کام ہے کہ آپ کو تو ہر جگہ شیخ الکل کہہ کر دوسروں کی ہجو ملیح کرتا ہے اور اس عاجز کو جا بجا شیطان دجال بے ایمان کافر کے نام سے یاد کرتا ہے مگر در حقیقت یہ گالیاں اس کی طرف سے نہیں آپ کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ اگر ذرہ سی بھی دھمکی آپ کی طرف سے ملتی تو وہ دم بخود رہ جاتا۔ بلکہ میں نے سُنا ہے کہ آپ اس شخص کے مخالف نہیں بلکہ ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشتی جو اس تحریر میں استعمال کی گئی ہے وہ در حقیقت آپ ہی کے اس شاگرد رشید کی مہربانی ہے اور پھر بھی میں نے کما تدین تُدان پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ سفہاء کی طرح سب و شتم میری فطرت کے مخالف ہے یہ شیوہ آپ اور آپ کے شاگردوں کے لیے ہی موزون ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ جوش نفس سے محفوظ ہوں۔ میرے ہر ایک لفظ کی صحت نیت پر بناء ہے۔ آپ کے جگانے کے لیے کسی قدر بلند آواز کی ضرورت پڑی۔ ورنہ مجھے آپ لوگوں کی گالیوں پر نظر نہیں۔ کُلّ یعمل علٰی شاکلتہٖ والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی ؛

بالآخر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سُن کر اللہ جلشانہٗ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہدیجئے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور صحیح اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح دلالت سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہیں۔ اور میرا عقیدہ یہی ہے۔ تب میں آپ کی اس گستاخی اور حق پوشی اور بد دیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کے لیے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال کروں گا۔ اور چونکہ میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقویٰ کا طریق چھوڑ کر ایسی گستاخی کرینگے اور آیت لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ[1] کو نظر انداز کردیں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کُھلا کُھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لیے بطور نشان کے ہو جائیگا لہٰذا منتظر ہوں کہ اگر بحث سے کنارہ ہے تو اسی طور سے فیصلہ کر لیجئے تا وہ لوگ جو نشان نشان کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھاوے۔ وھو علٰی کلّ شیءٍ قدیر۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین ؛

حلفی اقرار دربارہ ادائے پچیس صد روپیہ فی حدیث اور فی آیت بالآخر مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کو یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں جو حضرت مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے آیات صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالت و احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ مجلس مباحثہ میں پیش کردیں اور جیسا کہ ایک امر کو عقیدہ قرار دینے کے لیے ضروری ہے یقینی اور قطعی ثبوت صعود جسمانی مسیح ابن مریم کا جلسہ عام میں اپنی

[1] بنی اسرائیل : ۳۷

زبان مبارک سے بیان فرماویں تو مَیں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھاکر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ فی آیت و فی حدیث پچیس ۲۵ روپیہ اُن کی نذر کروں گا۔

الناصح المشفق المشتہر المعلن مرزا غلام احمد قادیانی

(مطبوعہ مطبع جوہر ہند دہلی) (۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

(یہ اشتہار ۲۲×۱۸/۲ کے دو صفحوں پر ہے)

(۷۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تقریر واجب الاعلان متعلق ان حالات و واقعات کے جو مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب ملقب بہ شیخ الکل سے جلسہ بحث ۲۰؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ظہور میں آئی

حضرت شیخ الکل صاحب جلسہ بحث ۲۰؍اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر تو ہوئے مگر اپنی خوشی سے نہیں بلکہ اس غیرت دلانے والے اشتہار[1] کی وجہ سے جو میری طرف سے ۱۷؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شایع کیا گیا تھا جس میں بالفاظ دیگر یہ بھی بیان تھا کہ اگر یہ عاجز یا شیخ الکل صاحب یعنی کوئی ہم دونوں میں سے جلسہ بحث میں حاضر ہونے سے تخلف کرے تو اس پر بوجہ حق پوشی و صدّ عن سبیل اللہ واخفائے شہادت خدائے تعالےٰ کی لعنت ہو سو اس مجبوری سے ان کو بہرحال حاضر ہونا پڑا۔ تا وہ اپنے تئیں اس داغ ملامت سے بچالیں جو درصورت غیر حاضری ان کے چہرہ مشیخت پر لگتا تھا۔ مگر جلسہ بحث کے منصف اور معزز حاضرین خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ شیخ الکل صاحب اس داغ سے بچ نہیں سکے۔ کیونکہ ان کا فقط حاضر ہونا اس داغ سے محفوظ رہنے کے لیے کافی نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی تو ضرور تھا کہ وہ اصل مقصد حاضری کو جو مباحثہ تھا۔ نیک نیتی کیساتھ مدّ نظر رکھ کر بلا توقف اظہاراً للحق مسئلہ وفات وحیات مسیح میں اس عاجز سے بحث کرتے اور حاضرین کو جو شوق سے آئے تھے دکھلاتے کہ حیات مسیح ابن مریم پر کونسے قطعی اور یقینی دلائل ان کے پاس موجود ہیں اور نیز براہین وفات مسیح کے بارے میں کیا کیا تسلّی بخش جوابات ان کے پاس ہیں، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ اس کا

[1] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۲۲۲ پر ہے۔ (المرتب)

یہی باعث تھا کہ وہ تہیدست محض تھا۔ جس حال میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ میں حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے بارے میں ایک ذرہ یقینی اور قطعی ثبوت نہیں ملتا اور وفات مسیح پر اس قدر ثبوت قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں موجود ہیں جو چمکتے ہوئے نور کی طرح دل کو تسلی اور اطمینان کی روشنی بخشتے ہیں۔ پھر حضرت شیخ الکل صاحب حیات مسیح ابن مریم پر کونسی دلیل لاتے اور کہاں سے لاتے۔ پس یہی وجہ تھی کہ وہ ایسے چپ ہوئے کہ گویا قالب میں جان نہیں یا جسم میں دم نہیں۔ اس نازک وقت میں جب ان سے دمبدم یہ مطالبہ ہو رہا تھا کہ اگر آپ یہ عقیدہ مسیح کی حیات جسمانی کا درحقیقت صحیح اور یقینی اور آیات قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کردیں تو ہم اس ایک ہی ثبوت سے تمام دعویٰ چھوڑ دیتے ہیں۔ آیئے وہ ثبوت پیش کیجئے۔ شیخ الکل کی وہ حالت محسوس ہوتی تھی کہ گویا اس وقت جان کندن کی حالت ان پر طاری تھی۔ اس جلسہ میں تخمیناً پانچ ہزار سے کچھ زیادہ آدمی ہوں گے اور شہر کے معزز اور رئیس بھی موجود تھے اور سرکار انگریزی کی طرف سے امن قائم رکھنے کے لیے ایسا احسن انتظام ہوگیا تھا کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس یورپین مع انسپکٹر صاحب اور ایک کافی جماعت پولیس کے موقعہ جلسہ پر جو جامع مسجد دہلی تھی، تشریف لے آئے تھے اور ہر ایک طور اور پہلو سے حفظ امن کے مراتب اپنے ہاتھ میں لے کر اس بات کے منتظر تھے کہ اب فریقین تہذیب اور شائستگی سے بحث شروع کریں۔ اس وقت تاکیداً واتماماً للحجۃ حضرت شیخ الکل صاحب کی خدمت میں جو ایک گوشہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے یہ رقعہ بھیجا کہ میں موجود ہوں۔ اب آپ جیسا کہ اشتہار ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں میری طرف سے شائع ہوچکا ہے، حیات و وفات مسیح کے بارے میں مجھ سے بحث کریں اور اگر بحث سے عاجز ہیں تو حسب منشاء اشتہار مذکورہ بدیں مضمون قسم کھالیں کہ میرے نزدیک مسیح ابن مریم کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا قرآن اور حدیث کے نصوص صریحہ قطعیۃ بیّنہ سے ثابت ہے تو پھر آپ بعد اس قسم کے اگر ایک سال تک اس حلف دروغی کے اثر بد سے محفوظ رہے تو مَیں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتابیں جلا دوں گا، لیکن شیخ الکل صاحب نے ان دونوں طریقوں میں سے کسی طریق کو منظور نہ کیا۔ ہر چند اس طرف سے بار بار یہی درخواست تھی کہ آپ بحث کیجئے یا حسب شرائط اشتہار قسم ہی کھایئے تا اہل حق کے لیے خدائے تعالیٰ کوئی نشان ظاہر کرے۔ مگر شیخ الکل صاحب کی طرف سے گریز تھی اور آخر انہوں نے اس غرق ہونے والے آدمی کی طرح جو بچنے کی طمع خام سے گھاس پات کو ہاتھ مارتا ہے یہ حیلہ وبہانہ بوساطت اپنے بعض وکلاء کے صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی خدمت میں جو اسی کام کے لیے فریقین کے درمیان کھڑے تھے پیش کیا کہ یہ شخص عقائد اسلام سے منحرف ہے۔ معجزات کو نہیں مانتا۔ لیلۃ القدر کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور معراج اور وجود ملائکہ سے منکر ہے اور پھر نبوت کا بھی مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے، پس جب تک یہ شخص اپنے عقائد کا ہم سے تصفیہ نہ کرے ہم وفات وحیات مسیح کے بارے میں ہرگز بحث نہ

کرینگے یہ تو کافر ہے۔کیا کافروں سے بحث کریں۔اس وقت میری طرف سے روبرو صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ان کو یہ جواب ملا کہ یہ سب باتیں سراسر افتراء ہیں۔ مجھے ان تمام عقائد میں سے کسی کا بھی انکار نہیں۔ ہاں اصل عقائد کو مسلّم رکھ کر بعض نکات و معارف ارباب کشف کے طور پر کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں لکھے ہیں جو اصل عقائد سے معارض نہیں ہیں۔اگر فریق مخالف اپنی کوتہ فہمی اور بدنیتی سے انہیں متصوفانہ اسرار اور الہامی نکات و معارف کو خلاف عقائد اہلسنت خیال کرتے ہیں تو یہ خود ان کا قصور فہم ہے۔میری طرف سے کوئی اختلاف نہیں۔اور میں یہ وعدہ بھی کرتا ہوں کہ عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ ایک رسالہ مستقلہ ان کی تفہیم و تلقین کی غرض سے اس بارے میں شائع کروں گا تا پبلک خود فیصلہ کرلے کہ کیا ان عقائد میں اہلسنت والجماعت کے عقائد سے میں نے علیحدگی اختیار کی ہے یا درحقیقت بہت سے لطائف اسرار کے ساتھ وہی عقائد اہلسنت ہیں۔کوئی دوسرا امر نہیں۔صرف معترضین کی آنکھوں پر غبار ہے جو خویش کو اجنبی کی صورت پر دیکھتے ہیں اور موافق کلی کو مغائر کلی خیال کرتے ہیں۔اور بار بار یہ بھی کہا گیا کہ جس حالت میں مَیں نے اشتہار بھی شائع کردیا ہے کہ ان عقائد سے انکار کرنا میرا مذہب نہیں ہے بلکہ منکر کو میں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ تو پھر میں ان عقائد مسلّمہ میں بحث کیا کروں۔بحث تو اختلاف کی حالت میں ہوتی ہے نہ اتفاق کی حالت میں۔ سو تم مسلّمات فریقین میں خواہ مخواہ کی گفتگو نہ کرو۔اس بات میں بحث کرو جس میں مجھے تمہارے عقیدہ موجودہ سے مخالفت ہے۔یعنی صعود و نزول مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری میں۔لیکن حضرت شیخ الکل صاحب اپنی اس ضد سے باز نہ آئے اور بحث حیات و وفات مسیح سے صاف صاف انکار کرتے رہے۔آخر ان کی اس ضد اور اصرار سے فہیم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت کے پاس حیات جسمانی مسیح ابن مریم پر کوئی دلیل نہیں اور نہ وہ دلائل وفات ابن مریم کو رد کرسکتے ہیں۔اور رعب حق کی وجہ سے حسب شرائط اشتہار قسم کھانے کے لیے بھی جرأت نہیں۔تب صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس کشمکش سے تنگ آکر اور لوگوں کی ایک وحشیانہ حالت اور نیز کثرت عوام دیکھ کر خیال کیا کہ اب بہت دیر تک انتظار کرنا اچھا نہیں۔لہٰذا عوام کی جماعت کو متفرق کرنے کے لیے حکم سنا دیا گیا کہ چلے جاؤ۔ بحث نہیں ہوگی۔یہ وہ واقعات ہیں جو صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور نیز ان کے معزز ماتحت انسپکٹر صاحب خود درمیان میں کھڑے ہو کر سُن چکے ہیں۔اس جلسۂ بحث میں خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس و وکیل و آنریری مجسٹریٹ علی گڑھ بھی موجود تھے۔ اور یہ ایک حُسن اتفاق تھا کہ ایسا ثقہ آدمی اس جلسہ میں شامل ہوگیا۔غرض خواجہ صاحب نے بھی فریق ثانی کے بیہودہ عذرات سُنکر میری طرف توجہ کی اور کہا کہ کیا یہ سچ ہے کہ آپ برخلاف عقیدہ اہلسنت والجماعت لیلۃ القدر اور معجزات اور ملایک اور معراج وغیرہ سے منکر اور نبوت کے مدعی ہیں۔ میں نے کہا یہ سراسر میرے پر افترا ہے۔مَیں ان سب باتوں کا قائل ہوں۔ اور ان لوگوں نے میری کتابوں کا منشاء نہیں سمجھا۔اور غلط فہمی

سے مجھ کو منکر عقاید اہل سنت کا قرار دے دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ اگر فی الحقیقت یہی بات ہے تو مجھے ایک پرچہ پر یہ سب باتیں لکھ دیں۔ میں ابھی صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اور نیز پبلک کو سُنا دوں گا۔ اور ایک نقل اس کی علی گڑھ بھی لے جاؤں گا۔ تب مَیں نے مفصل طور پر اس بارے میں ایک پرچہ لکھدیا جو بطور نوٹ درج ذیل ہے۔ اور خواجہ صاحب نے وہ تمام مضمون صاحب سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلند آواز سُنایا اور تمام معزز حاضرین نے جو نزدیک تھے سُن لیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ

واضح ہو کہ اختلافی مسئلہ جس پر میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ صرف یہی ہے کہ یہ دعویٰ جو حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ میرے نزدیک ثابت نہیں ہے اور نصوص قرآنیہ و حدیثیہ سے ایک بھی آیت صریحۃ الدلالۃ اور قطعیۃ الدلالت یا ایک بھی حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں مل سکتی جس سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہو سکے بلکہ جا بجا قرآن کریم کی آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔ اور میں اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی سیّد محمد نذیر حسین صاحب حیات مسیح علیہ السلام کی آیات صریحۃ الدلالۃ اور قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کر دیں تو میں دوسرے دعویٰ مسیح موعود ہونے سے خود دست بردار ہو جاؤں گا اور مولوی صاحب کے سامنے توبہ کروں گا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتابیں جلا دوں گا اور دوسرے الزامات جو میرے پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے۔ جو دیگر اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب توضیح مرام اور ازالہ اوہام سے جو اعتراض نکالے گئے ہیں۔ یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب مَیں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ بدفہمی سے بعض کوتہ فہم لوگوں نے سمجھ لیا ہے ان اوہام کے ازالہ کے لیے عنقریب ایک مستقل رسالہ تالیف کر کے شایع کروں گا۔ غرض میری نسبت جو بجز میرے دعویٰ وفات مسیح اور مثیل مسیح ہونے کے اور اعتراض تراشے گئے ہیں وہ سب غلط اور ہیچ اور صرف غلط فہمی کی وجہ سے کئے گئے ہیں۔

پھر بعد اس کے خواجہ صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ جب کہ ان عقاید میں درحقیقت کوئی نزاع نہیں۔ فریقین بالاتفاق مانتے ہیں تو پھر ان میں بحث کیونکر ہو سکتی ہے۔ بحث کے لایق وہ مسئلہ ہے جس میں فریقین اختلاف رکھتے ہیں۔ یعنی وفات و حیات مسیح کا مسئلہ جس کے طے ہونے سے سارا فیصلہ ہو جاتا

ہے ۔بلکہ بصورت ثبوت حیات مسیح مسیح موعود ہونے کا دعویٰ سب ساتھ ہی باطل ہوتا ہے اور یہ بھی بار بار اس عاجز کا نام لے کر کہا کہ انہوں نے خود وعدہ کر لیا ہے کہ اگر نصوص بیّنہ قطعیّہ قرآن و حدیث سے حیات مسیح ثابت ہو گئی تو میں مسیح موعود کا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا، لیکن باوجود اس کے کہ خواجہ صاحب نے اس بات کے لیے بہت زور لگایا کہ فریق مخالف ضدّ اور تعصب کو چھوڑ کر مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث شروع کر دیں۔ مگر وہ تمام مغز خراشی بے فائدہ تھی۔ شیخ الکل صاحب کی اس بحث کی طرف آنے سے جان جاتی تھی ۔ لہٰذا انہوں نے صاف انکار کر دیا اور حاضرین کے دل ٹوٹ گئے۔ میں نے سُنا ہے کہ ایک شخص بڑے درد سے کہہ رہا تھا کہ آج شیخ الکل نے دہلی کی عزت کو خاک میں ملا دیا اور ہمیں خجالت کے دریا میں ڈبو دیا۔ بعض کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا یہ مولوی سچ پر ہوتا تو اس شخص سے ضرور بحث کرتا لیکن جاہل اور نادان لوگ جو دُور کھڑے تھے وہ کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے بلکہ تعصب کی آگ میں جلے جاتے تھے ۔ شیخ الکل صاحب کے ان معتقدین کو جو دُور رہنے والے خاص کر جو پنجابی ہیں بڑا تعجب ہو گیا کہ یہ کیا ہوا۔ اور کیوں شیخ الکل نے ایسے ضروری وقت میں بحث سے انکار کر دیا اور بزدلی اختیار کی ۔اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حق پر نہیں تھے اور قرآن کریم ان کو اپنے پاس آنے سے دھکے دیتا تھا اور احادیث صحیحہ دور سے کہتی تھیں کہ اس طرف مت دیکھ ۔ ہماری خوان نعمت میں تیرے لیے کچھ نہیں۔ سو بوجہ اس کے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں تھی اور نہ اس طرف کے دلائل کا ان کے پاس کوئی کافی جواب تھا ۔ اس لیے وہ عاجز ہو کر کالمیّت ہو گئے ۔اور ان پر یہ خوف غالب آ گیا کہ اگر میں بحث کروں گا ۔ تو سخت رسوائی میری ہو گی ۔ اور تمام رونق شیخ الکل ہونے کی ایک ہی دفعہ جاتی رہے گی اور زندگی مرنے سے بدتر ہو جائے گی۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر فی الحقیقت ایسی ہی حالت تھی تو پھر شیخ الکل نے جلسہ بحث میں صاف صاف کیوں نہ کہہ دیا کہ میں غلطی پر تھا ۔ اب مَیں نے اپنے قول سے رجوع کیا ۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ اگر حقیقی تقویٰ شامل حال ہوتا اور خدا تعالیٰ کا کچھ خوف ہوتا تو بیشک وہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ اپنی غلطی کا اقرار کر کے خدائے تعالیٰ کو خوش کرتے لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے اور ننگ اور ناموس اور پندار اور عُجب اور تکبّر کا زنگ اس کے رگ و ریشہ میں رچ جاتا ہے تو یہ ذلت قبول کر کے اپنی مشہور کردہ رائے سے رجوع کرنے بہت مشکل اس کیلئے ہو جاتا ہے ۔ تو پھر صرف حق پوشی کیا ۔ بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر افعال ناشائستہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ غرض علماء کیلئے مشہور کردہ رائے سے رجوع کرنا اشدّ من الموت ہے اور اسی وجہ سے شیخ الکل صاحب شہادت حقّہ کے ادا کرنے کے لیے توفیق نہ پا سکے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ شیخ الکل صاحب نے اپنی اس پیرانہ سالی کی عمر میں شہادت حقّہ کا اخفاء کر کے اپنی سوء خاتمہ کی ذرہ پرواہ نہ کی ۔ ان کا یہ فرض تھا کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اس شہادت کو ادا کر دیتے کہ کیا قرآن اور حدیث کے نصوص بیّنہ سے قطعی اور یقینی

طور پر مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی ثابت ہوتی ہے یا اس کے مخالف ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی اس شہادت کو جو اُن سے محض للہ طلب کی گئی تھی کیوں چھپایا۔ کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ اللہ جلشانہ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ[1] الآیۃ یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کی ان کُھلی کُھلی تعلیمات اور ہدایتوں کو لوگوں پر پوشیدہ رکھتے ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے اُن پر خدا تعالےٰ کی لعنت ہے اور نیز اس کے بندوں کی بھی لعنت ؛

اب اے ناظرین میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی کا قرآن اور حدیث میں ایک ذرہ نشان نہیں ملتا ، لیکن ان کی وفات پر کُھلے کُھلے نشان اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ موجود ہیں۔ اور اگر ان کی وفات کی نسبت قرآن اور حدیث میں کچھ ذکر بھی نہ ہوتا تب بھی اس وجہ سے کہ حیات ثابت نہیں کی گئی ان کی وفات ہی ثابت ہوتی۔ قرآن کریم میں بہتیرے ایسے نبیوں کا ذکر ہے جن کی وفات کا کچھ حال بیان نہیں کیا گیا کہ آخر وہ مرے یا کیا ہوئے ، لیکن محض اس خیال سے کہ ان کی وفات کا قرآن کریم میں ذکر نہیں ہے یہ ثابت نہیں ہو گا کہ وہ زندہ ہیں۔ وفات انسان اور ہر ایک حیوان کے لیے ایک اصلی اور طبعی امر ہے جس کے ثبوت دینے کے لیے درحقیقت کچھ بھی ضرورت نہیں ۔ جو شخص کئی سو برس سے مفقود الخبر ہو۔ وہ قوانین عدالت کی رو سے مُردوں میں شمار کیا جائے گا گو اس کو مرتے ہوئے کسی نے بھی نہ دیکھا ہو لیکن حیات خارق عادت ایک استدلالی امر ہے جو اپنے ثبوت کے لیے دلیل کا محتاج ہے ۔ یعنی جب تک کسی مفقود الخبر غائب از نظر کی ایسی لمبی عمر جو طبعی عمر سے صدہا گونہ زیادہ ہے۔ دلائل یقینیہ سے ثابت نہ کی جائے تب تک کوئی عدالت اس بیان کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ وہ زندہ ہے ۔ اس تقریر سے اس جگہ میری غرض صرف اس قدر ہے کہ جو شخص حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی خارق عادت کا دعویٰ کرتا ہے ۔ بارِ ثبوت اس پر ہے اور اسی کا یہ فرض ہے کہ آیات قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے منطوق سے اس دعویٰ کو ثابت کرے اور اگر یہ دعویٰ ثابت نہ ہو اس کا عدم ثبوت ہی وفات کے لیے کافی دلیل ہے ۔ کیونکہ وفات ایک طبعی امر ہے جو عمر طبعی کے بعد ہر ایک متنفّس کے لیے ضروری ہے لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُن وہموں کی بیخ کنی کرنے کے لیے مسیح ابن مریم کی وفات کو شافی بیان کے ساتھ ظاہر فرما دیا ہے ۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آخری زمانہ کے فتنوں میں سے ایک یہ بھی فتنہ ہو گا کہ ایک عاجز بندہ مسیح ابن مریم اخیر زمانہ تک زندہ رہنے والا قرار دیا جاوے گا۔ سو اس نے مسیح کی وفات کو ایسے صاف طور سے بیان کیا ہے کہ ہر ایک وہم کی جڑ کاٹ دی۔ ہماری کتاب ازالہ اوہام کو دیکھو اور ان تمام دلائل کو غور سے پڑھو جو مسیح ابن مریم کی وفات کے بارے میں ہیں ؛

ان تمام اقنعات سے جو ہم نے اس اشتہار میں ظاہر کیے ہیں ، منصف مزاج لوگ بخوبی مطمئن ہو سکتے ہیں

---

[1] البقرۃ : ۱۶۰

کہ شیخ الکل صاحب نے اس عاجز کے مقابلہ پر وہ طریق اختیار نہیں کیا جو ایسے موقع پر ایک متقی پارسا طبع کو کرنا پڑتا ہے بلکہ اپنے زعم میں کل اکابر اور آئمہ کے مقتدا بن کر اور شیخ العرب والعجم کہلا کر پھر اظہارِ حق سے ایسا منہ چھپایا کہ ایک ادنیٰ طبع کا مومن بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ اور ہرگز نہ چاہا کہ سیدھے ہو کر بحث کریں۔ میں نے اپنے ہر ایک اشتہار میں شیخ الکل صاحب کو مخاطب کیا اور انہیں کی مشیخت آزمانے کے لیے دہلی تک پہنچا۔ اور اپنے وطن کو چھوڑ کر اور تکالیف و مصائب غربت اٹھا کر اس شہر میں آ ٹھہرا۔ کوئی منصف مجھے سمجھا دے کہ میرے مقابلہ پر شیخ الکل صاحب نے کیا کیا۔ ہاں ایک یکطرفہ جلسہ مقرر کر کے یہ چال تو ضرور چلے کہ ایک طرف ناگہانی طور پر مجھے بلایا اور دوسری طرف دہلی کے سفہاء اور اوباشوں کو بے اصل بہتانوں سے ورغلا کر اسی دن میرے گھر کے گرداگرد جمع کر دیا۔ اور صدہا بدسرشت لوگوں کے دلوں میں جوش ڈال دیا جس سے وہ دلیری سے کوہستانی غازیوں کی طرح مارنے کے لیے مستعد ہو گئے اور مجھے باہر قدم رکھنے کی بھی گنجایش باقی نہ رہنے دی بلکہ زنانہ مکان کے کواڑ توڑنے لگے اور بعض وحشی خونخوار زنانہ مکان میں گھس آئے اور پھر اس مجبوری کی وجہ سے جو میں اس پہلے جلسہ یکطرفہ میں حاضر نہ ہو سکا تو عام طور پر شایع کر دیا کہ ہم نے فتح پائی۔ ناظرین خود سوچ لیں کہ یہ کیسا کام تھا اور کن لوگوں سے ایسے کام ہوا کرتے ہیں۔

پھر دوسری چال یہ چلے کہ جب انہیں خوب معلوم ہو گیا کہ وہ حضرت مسیح ابن مریم کی حیات جسمانی کا ثبوت ہرگز دے نہیں سکتے۔ اور اگر اس بحث کے لیے مقابلہ پر آتے ہیں تو سخت رسوائی ہوتی ہے تو انہوں نے بعض زبان دراز شاگردوں کو جن میں صرف نقالوں کی طرح تمسخر کا مادہ ہے۔ بیہودہ اشتہارات کے جاری کرنے اور وقت کے ٹالنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ گویا حضرت نے اس تدبیر سے ان تلامیذ کو اپنا فدیہ دے کر اپنی جان چھڑانے کا ارادہ کیا، لیکن منصفین سوچ سکتے ہیں کہ اُن دھوکہ دہ اشتہاروں میں مطلب کی بات کونسی لکھی گئی۔ یا اس بات کا کیا جواب دیا گیا کہ کیوں شیخ الکل صاحب اتنا بڑا موٹا نام رکھوا کر اس ضروری بحث سے گریز کرتے ہیں اور کونسی ایسی آفت اُن پر نازل ہے جو ان کو بحث کرنے سے روکتی ہے۔ شیخ الکل صاحب کی ان کارروائیوں سے ہر ایک عقلمند ان کی دیانت و امانت و حق پرستی و دینداری و ہمدردی اسلام کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اگر وہ مثلاً اس بیان کے ادا کرنے کے لیے عدالت میں بلائے جاتے اور حکماً پوچھا جاتا کہ سچ کہو تمہارے پاس حضرت مسیح ابن مریم کی جسمانی حیات اور جسمانی صعود و نزول پر کیا کیا قطعی دلائل قرآن اور حدیث کی رو سے موجود ہیں جو عقیدہ قرار دینے کے لیے کافی ہوں۔ تو کیا شیخ الکل صاحب عدالت میں حاضر نہ ہوتے اور اپنا بیان نہ لکھواتے؟ پھر خدا تعالیٰ کی عدالت سے کیوں نہ ڈرے۔ ایک دن مرنا ہے یا نہیں؟ غضب کی بات ہے کہ نام شیخ الکل اور کرتوت یہ۔ اے شیخ الکل! بھلا آپ انصافاً فرما دیں کہ آپ اس جرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں کہ آپ نے کتاب اللہ کے اس حکم کو چھپایا جس کے ظاہر کرنے کے لیے تاکید کی گئی تھی۔ اگر مثلاً عدالت برطانیہ سے اسی امر کے دریافت کے لیے آپ کے نام سمن جاری ہوتا اور درحالت اخفائے شہادت قانونی سزا کی دھمکی بھی دی جاتی تو کیا آپ اپنا

بیان لکھوانے سے انکار کرتے یا یہ کہتے کہ میں نہیں جاؤں گا۔ بٹالوی شیخ کو لے جاؤ یا مولوی عبدالمجید کی شہادت قلمبند کر لو۔ آپ کو عدالت ربّانی سے کیوں اس قدر استغناء ہے۔ ہم تو آپ کے منہ کو دیکھتے دیکھتے تھک بھی گئے۔ آپ ۲۰ر اکتوبر کے جلسہ میں بھی آئے تو کیا خاک آئے۔ آتے ہی بحث سے انکار کر دیا اور حسبِ منشا اشتہار قسم کھانے سے گریز کی اور اخفاء شہادت کا کبیرہ گناہ ناحق اپنے ذمہ لے لیا۔ اشتہار ۱۳ر ربیع الاوّل میں جو آپ کی طرف سے جاری ہوا ہے۔ جو اس کی خوب تعریف لکھی ہے کہ بدیں پیرانہ سالی تمام قویٰ نہایت عمدہ ہیں اور ہاتھ پیروں کی قوت اور آنکھوں کی بینائی قابل تعریف ہے۔ ہر ایک مرض سے بفضلہ تعالےٰ امن ہے۔ پھر جس حالت میں ایسی عمدہ صحت ہے اور تمام قویٰ تعریف کے لائق ہیں۔ تو پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ بحث سے گریز کیوں ہے۔ کیا ناظرین آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں؟ اے شیخ الکل اُس خدائے عزّوجل سے ڈر جو تیرے دل کو دیکھ رہا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَاحَاكَ فِیْ صَدْرِكَ فَهُوَ ذَنْبُكَ یعنی جو کام تیرے دل پر قبض وارد کرے اور تیرا دل اس کے کرنے سے رُکتا ہو اور وہی کام تو کر بیٹھے تو وہی تیرا گناہ ہے اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انکار وفات مسیح کے بارے میں اگر آپ کے دل میں ایک قبض نہ ہوتی تو آپ ضرور علانیہ بحث کرنے کے لیے تیار ہو جاتے، لیکن یوں تو آپ نے گھر میں لاف وگزاف کے طور پر بارہا کہا کہ مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ ہے۔ یہی قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ میرے بعض مخلص جو آپ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی آپ کی ان بے اصل لافوں کا ذکر کیا، لیکن چونکہ صرف یہ زبان کی فضول باتیں تھیں۔ اور محض دروغ بے فروغ تھا اور دل پر قبض اور نومیدی تھی۔ اس لیے آپ بحث کرنے کے لیے پیشقدمی نہ کر سکے۔ اگر آپ کے ہاتھ میں ثبوت ہوتا تو آپ مجھے کب چھوڑتے۔ میں نے غیرت دلانے والے لفظ بھی سراسر نیک نیتی سے استعمال کئے اور اب بھی کر رہا ہوں مگر آپ کو شرم نہ آئی۔

میں نے یہ بھی لکھ بھیجا کہ حضرت مجھے اجازت دیجئے اور اپنی خاص تحریر سے مجھے اشارہ فرمایئے تو میں آپ ہی کے مکان پر حاضر ہو جاؤں گا اور مسئلہ حیات و وفات مسیح میں تحریری طور پر آپ سے بحث کروں گا اور میں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر میں اپنے اس الہام میں غلطی پر نکلا اور آپ نے نصوص صریحہ بیّنہ قطعیہ سے مسیح ابن مریم کی جسمانی حیات کو ثابت کر دکھایا تو تمام عالم گواہ رہے کہ میں اپنے اس دعویٰ سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ اپنے قول سے رجوع کروں گا۔ اپنے الہام کو اَضغاثُ اَحلام قرار دے دوں گا اور اپنے اس مضمون کی کتابوں کو جلا دوں گا۔ اور میں نے اللہ جلّشانہ‘ کی قسم بھی کھائی کہ درحالت ثبوت مل جانے کے میں ایسا ہی کروں گا، لیکن اے حضرت شیخ الکل آپ نے میری طرف تو نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میں مسافر تھا۔ آپ نے میری تکالیف پر بھی خیال نہ فرمایا۔ میں آپ ہی کے لیے دہلی میں اس مدت تک ٹھیرا رہا۔ آپ نے میری طرف ذرا رُخ نہ کیا۔ عوام کو میری تکفیر کا فتویٰ سُنا کر فتنہ انگیز ملاؤں کی طرح بھڑکا دیا۔ مگر اپنے اسلام اور تقویٰ کا تو کوئی نشان نہ دکھلایا۔ آپ خوب یاد رکھیں کہ ایک دن عدالت کا دن بھی ہے۔ ان تمام حرکات کا اس دن آپ سے مواخذہ

ہوگا۔ اگر مَیں دہلی میں نہ آیا ہوتا اور اس قدر قسمیں دے کر اور عہد پر عہد کر کے آپ سے بحث کا مطالبہ نہ کرتا تو شاید آپ کا اس انکار میں ایسا بڑا گناہ نہ ہوتا، لیکن اب تو آپ کے پاس کوئی عذر نہیں۔ اور تمام دہلی کا گناہ آپ ہی کی گردن پر ہے۔ اگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید نہ ہوتے تو شاید آپ راہ پر آسکتے، لیکن آپ کی بدقسمتی سے ہر وقت ان دونوں کی آپ پر نگرانی رہی۔ مَیں تو مسافر ہوں۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ اپنے وطن کی طرف جاؤں گا۔ آپ کی برانگیخت سے بہت سے لعن طعن اور گندی گالیاں دہلی والوں سے سُن چکا۔ اور آپ کے اُن دونوں رشید شاگردوں نے کوئی دقیقہ لعن طعن کا اُٹھا نہ رکھا، مگر آپ کو یاد رہے کہ آپ نے اپنے خداداد علم پر عمل نہیں کیا، اور حق کو چھپایا اور تقویٰ کے طریق کو بالکل چھوڑ دیا۔ انسان اگر تقویٰ کی راہوں کو چھوڑ دے تو وہ چیز ہی کیا ہے مومن کی ساری عظمت اور بزرگی تقویٰ سے ہے۔ شریر آدمی چالاکی سے جو کچھ چاہتا ہے۔ بغیر کسی قطعی ثبوت کے مُنہ پر لاتا ہے، مگر عادل حقیقی کہتا ہے کہ اے عمداً کجی کے اختیار کرنے والے آخر مرنے کے بعد تو میری ہی طرف آئے گا اور مَیں تیرے ساتھ کوئی دوسرا حمایتی نہیں دیکھتا تیری باتوں کا ثبوت تجھ سے پوچھا جائے گا۔ سوائے شیخ الکل اس دن سے ڈر جس دن ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے۔ اور دل کے خیال مخفی نہیں رہیں گے۔ اے غافل مغرور تو کیوں اپنے رب کریم سے نہیں ڈرتا۔ تیرے پاس مسیح ابن مریم کے بجسدہ العنصری اُٹھائے جانے کا کونسا ثبوت ہے تو کیوں اسے پیش نہیں کرتا۔ ہائے تو اپنے دل کی حالت کو کیوں چھپاتا ہے۔ اے شیخ سفر نزدیک ہے۔ میں محض نیک نیتی سے اور اخلاص سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ کہتا ہوں۔ میرا خدا اس وقت دیکھ رہا ہے اور سُن رہا ہے اور میرے دل پر نظر ڈال رہا ہے۔ بخدا میرے پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے محض مولویانہ ننگ و ناموس کی وجہ سے سچی گواہی نہیں دی اور باطل سے دوستی کی اور حق سے دشمنی۔ اور آپ نے دہلی والوں کو حق پوشی کی وجہ سے بے باک کر دیا۔ یہانتک کہ بعض نے تمسخر اور ٹھٹھے کی راہ سے میرے مقابلہ پر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور چند اشتہار شائع کر دیئے۔ جن میں بعض کے اندر حد سے زیادہ آپ کی تعریف تھی جس پر نظر ڈالنے سے قوی شک گذرتا تھا کہ وہ اشتہارات آپ ہی کے اشارہ سے لکھے گئے ہیں۔ ان اشتہاروں میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ اوباشانہ باتوں سے نور اللہ کو منطفی کر دیا جائے، مگر یہ کوشش کچھ نئی نہیں۔ قدیم سے یہ دستور ہے کہ جو لوگ حق کے دشمن ہیں وہ سچائی کے نوروں کو بجھانے کے لیے ہر ایک قسم کے مکر کیا کرتے ہیں۔ آخر حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ کراہت ہی کرتے رہ جاتے ہیں۔ انسان کا اپنا تراشا ہوا کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ ایسی جماعت جلد متفرق ہو جاتی ہے لیکن جو سلسلہ آسمان اور زمین کے بنانے والے کی طرف سے ہوتا ہے۔ کوئی ہے جو اس کو نابود کر سکے؟ سوائے شیخ الکل! تو کیوں تیز تلوار پر ہاتھ مار رہا ہے کیا تجھے اپنے ہاتھ کا اندیشہ نہیں۔ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اگرچہ تو اُسے نہیں دیکھتا۔ اپنے علم سے بڑھ کر کیوں زیادہ دلیری کرتا ہے۔ کچھ خوف کر لمقت اللہ اکبر من مقتکم ؀

اے ٹھٹھا کرنے والو! اور تمسخر سے افتراء کرنے والو! اور بے باکی سے کہنے والو! کہ مسیح موعود تو ہم ہیں کہ ابھی آسمان سے فتحگڈھ کی چھت پر اُترے ہیں۔ اگرچہ تم اپنے اس امن اور صحت اور جوانی اور غفلت کی حالت میں کب ڈرو گے۔ مگر پھر بھی کہتا ہوں کہ اس خدا سے ڈرو جو ایک دم میں خوشی کرنے والوں کو غمگین بنا سکتا ہے اور راحتوں کو رنجوں کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ کیا انسان اس کے ہاتھ میں نہیں اے دہلی تجھ پر افسوس۔ تُو نے اپنا اچھا نمونہ نہیں دکھلایا۔ اے مسلمانوں کی ذریت یاد کرو کہ اسلام کیا شئے ہے۔ ڈرو کہ اللہ جلشانہ بے نیاز ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو اس کی طرف سے ٹھہر چکا ہے۔ وہ انسان کے منصوبوں سے باطل نہیں ہو سکتا۔ اے دہلی والو! تم اُس زمین میں رہتے ہو جس میں بہت سے راستباز سوئے ہیں شرم کرو کہ تمہارے اوپر خدا ہے اور تمہارے نیچے راستباز ہیں جو خاک میں ملے پڑے ہیں۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؛

اَلنَّاصِحُ عَبْدُ اللّٰہِ الصَّمَدْ

غلام احمد قادیانی ۲۳؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء

از مقام دہلی بازار بلیماراں۔ کوٹھی نواب لوہارو

(مطبوعہ مطبع افتخار دہلی)

ضروری اور مفید اعلان

بیقرار اور منتظر شائقین کو جن کے متعاقب استفساری خطوط ہمارے پاس آتے تھے اطلاع دی جاتی ہے کہ ازالہ اوہام تمام وکمال مرتب ہو کر شایع ہو گیا ہے۔ اس میں ربّ جلیل کے القاء سے علاوہ ان قاطعہ دلائل اور ساطعہ حجج کے جو جناب مسیح علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں بڑے بسط سے لکھے گئے ہیں۔ کلامِ الٰہی کے بہت سے دقیق مقامات کے معارف اور حقایق آمیز تفسیریں بھی ثبت کی گئی ہیں۔ مثلاً بہشت میں اللہ جلّ شانہ کے حساب وکتاب لینے کی حقیقت، معجزات مسیحیہ کی ماہیت وغیرہ صدہا امور ایسے ہیں جو اللہ جلشانہ نے اس عاجز پر منکشف کئے ہیں اور جا بجا اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ میں نے اتماماً للحجۃ ونصحاً للعباد حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے بارے میں ایسی وسعت سے بحث کی ہے کہ اس کے متعلق قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے کوئی بھی پہلو فروگذاشت نہیں کیا۔ ہر ایک حدیث پر سیری بخش اور کافی اطمینان دہ کلام کیا ہے اور

محض حکیم حمید تعالیٰ شانہٗ کی تفہیم و تعلیم سے قرآن کی تیس۳۰ صریح اور بیّن آیتوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے۔ اور اس زمانہ میں اب تک جس قدر دلائل حیات پر مسیح علیہ السلام کے دیئے گئے اور دیئے جاتے ہیں ان کو بڑے انصاف اور نیک نیتی سے بدلائل کتاب و سنّت توڑا ہے۔ اس کتاب میں ایک کافی حصّہ الہامی پیشین گوئیوں کا بھی ہے جو سُنّت اللہ کے موافق صادق اور کاذب کے امتیاز اور شناخت کا سچا اور کامل آلہ اور معیار ہیں۔ اگر لوگ تحمل کریں تو بہت جلد ہمارا صدق اور کذب آفتاب کی طرح ان پر کُھل جائے۔ اس عاجز نے وابستگانِ زنجیر فلسفہ اور منطق کی طرح زمانہ کی بے بنیاد خشک اور بے مغز عقلی فلاسفی سے اس بارے میں کام نہیں لیا۔ اور نہ درحقیقت وہ اس قابل ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وراء الوراء اسرار اور اُس کے کلام کریم کے اعلیٰ معارف کے حل و انکشاف میں مجرداً بلا مدد الہام و وحی اس سے اعانت کی توقع رکھی جاسکے بلکہ ہر قسم کے ثبوت کے پیش کرنے میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کو پڑھ کر ہمارے اس بیان کی بخوبی تصدیق ہوسکتی ہے۔

نیز اس کتاب میں اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دلائل شافیہ اور براہین کافیہ سے دیا ہے۔ جسے پڑھ کر ہر طالب حق اور رموز کلام الٰہی اور انبیاء علیہم السلام کے کلمات کے اسرار کا بصیر، پورا اطمینان حاصل کرسکتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ اس کے طبع اور پھر بغور مطالعہ کرنے کے بغیر کوئی شخص اس عاجز کی نسبت ردّ و تردید میں جرأت نہ کرے، مگر عجول انسان افسوس ادنیٰ تحریک پر قابو سے نکل جاتا ہے اور پھر جذباتِ نفسانیہ پر غلبہ پانے کی اس میں مقدرت نہیں رہتی۔ بڑی بڑی بُردباری کے دعوے کرنے والے مولویوں اور فقیہوں نے عجلت مزاجی کی راہ سے تیغ زبان اور شمشیر قلم کے جوہر دکھائے جنہیں آخر اس عظیم الشان کتاب نے اپنی کمال قوت دلائل سے پست اور ذلیل کیا۔ وہ لوگ جن میں سچا تقویٰ اور خشیۃ اللہ ہوتا ہے بے جانے بوجھے کسی بھاری بات کی نسبت اپنی زبان نہیں کھولا کرتے۔ انہیں ہمیشہ اس بات کا دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اس گوشت کے ٹکڑے (زبان) کی سب کارروائی کی سخت باز پُرس ہوگی۔

اے ناظرین! میں تمہیں ہمدردی اور خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ ایک دفعہ تمام و کمال میری اس کتاب کو پڑھ جاؤ۔ یقین سمجھو کہ تمہیں اس میں نور ہدایت اور حق کا راستہ ملے گا۔ یہ کتاب قریب ساٹھ جزو کے بڑی صفائی سے طبع ہوئی ہے اور دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ جن کی قیمت فقط ۳؎ بلا محصول ڈاک ہے یہ کتاب اس عاجز اور پنجاب پریس سیالکوٹ سے درخواست کرنے پر بصیغہ وی پی منگوائی جاسکتی ہے۔ اس وقت دہلی والوں کو اس کا لینا آسان ہے کیونکہ یہاں میرے پاس کسی قدر نسخے موجود ہیں ۞

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے ۱۶ صفحوں پر ہے)

۞ ۞ ۞

(۷۵)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ[1]

اشتہار واجب الاظہار جس میں مولوی محمدؐ اسحاق صاحب کو حضرت مسیح ابن مریم کی حیات و وفات کے بارے میں بحث کیلئے دعوت کی گئی ہے

ﷺ

واضح ہو کہ کل ۳۰؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مولوی محمد اسحٰق صاحب اس عاجز کے مکان (فرودگاہ) میں تشریف لائے اور ایک جلسہ عام میں حضرت مسیح ابن مریم کی وفات کے بارہ میں مولوی صاحب موصوف نے گفتگو کی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس قدر تو ہم بھی مانتے ہیں کہ بعض احادیث میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم چند گھنٹے کے لیے ضرور فوت ہو گئے تھے۔ مگر ہمیشہ کے لیے نہیں۔ بلکہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر کسی وقت زمین پر اُتریں گے اور پینتالیس برس تک زمین پر بسر کر کے پھر دوبارہ مرینگے یعنی دو موتیں ان پر ضرور وارد ہوں گی۔ اس پر مولوی صاحب کو ایک مبسوط تقریر میں سمجھایا گیا کہ حضرت مسیح کی دو موتیں قرآن کریم اور حدیث سے ثابت نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ ایک ہی دفعہ مر کر خدا تعالیٰ کی طرف انتقال کر گئے اور فوت شدہ انبیاء میں جا ملے اور دوبارہ دُنیا میں وہ آ نہیں سکتے۔ کیونکہ اگر دوبارہ دنیا میں آویں تو پھر یہ دعوۓ قرآن کریم کے مخالف ہو گا اور کئی دلائل سے اُن کو سمجھا دیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ حقیقت میں فوت ہو چکے ہیں۔ اب دوبارہ دُنیا میں ان کا آنا تجویز کرنا گویا قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ دینا ہے، لیکن مولوی صاحب یا تو اُن دلائل کو سمجھ نہیں سکے یا عمداً حق پوشی کی راہ سے اس کی مخالف اشاعت کرنا انہوں نے اپنی دنیوی مصلحت قرار دے دیا ہو گا۔ چنانچہ سُنا گیا ہے کہ ان کے بعض دوستوں نے عام طور پر شہر پٹیالہ میں شایع کر دیا کہ گویا مولوی صاحب اپنی اُس تقریر میں جو اس عاجز سے کی تھی فتحیاب ہوئے۔ چونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خلاف واقعہ تقریر کا پٹیالہ کے عوام پر بد اثر پڑے گا۔ اور شاید وہ اس مفتریانہ

---

[1] الاعراف : ۹۰

تقریر کو سنکر یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ درحقیقت مولوی صاحب نے فتح پالی ہے۔ لہٰذا مولوی محمد اسحٰق صاحب کو مخاطب کرکے اشتہار ہذا شایع کیا جاتا ہے کہ ہر یک خاص و عام کو اطلاع رہے کہ جو بیان مولوی صاحب کی طرف سے شایع ہوا ہے وہ محض غلط ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ۳۰؍ اکتوبر کی تقریر میں مولوی صاحب ہی مغلوب تھے اور ہماری شافی و کافی دلائل کا مولوی صاحب ایک ذرہ جواب نہیں دے سکے۔ اگر ہمارا یہ بیان مولوی صاحب کے نزدیک خلاف واقعہ ہے تو مولوی صاحب پر فرض ہے کہ اشتہار کے شایع ہونے کے بعد ایک جلسہ بحث مقرر کرکے اس مسئلہ حیات و وفات مسیح میں اس عاجز سے بحث کریں اور اگر بحث نہ کریں تو پھر ہر یک منصف کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ گریز کر گئے۔ شرائط بحث بہ تفصیل ذیل ہوں گے۔

(۱) حیات و وفات مسیح ابن مریم کے بارہ میں بحث ہوگی (۲) بحث تحریری ہوگی یعنی دو کاتب ہماری طرف سے اور دو کاتب مولوی صاحب کی طرف سے اپنی اپنی نوبت پر بیانات قلم بند کرتے جائیں گے۔ اور ہر یک فریق ایک ایک نقل دستخطی اپنے فریق ثانی کو دے دیگا۔ پرچے بحث کے تین ہوں گے۔ مولوی صاحب کی طرف سے بوجہ مدعی حیات ہونے کے پہلا پرچہ ہوگا۔ پھر ہماری طرف سے جواب ہوگا۔ تحریری بحث سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ فریقین کے بیانات محفوظ رہتے ہیں اور دُور دست کے غائبین کو بھی ان پر رائے لگانے کا موقعہ مل سکتا ہے اور کسی کو یہ یارا نہیں ہوتا۔ کہ خارج از بحث یا رطب و یابس کو زبان پر لا سکے پبلک اس بات کو سُن رکھے کہ ہم اس اشتہار کے بعد ۲؍ نومبر ۱۸۹۱ء کے ۱۲؍ بجے دن تک مولوی صاحب کے جواب اور شروع بحث کا انتظار کریں گے جس طرح دہلی میں مولوی سید نذیر حسین کو اشتہار ۱۷؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء[1] میں قسم دی گئی تھی وہی قسم آپ کو بھی دی جاتی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ بحث سے ہرگز احتراز نہ کریں گے؛

المشتہر

خاکسار **میرزا غلام احمد قادیانی** وارد حال شہر پٹیالہ

مکان شیخ فضل کریم صاحب سررشتہ محکمہ اڈیشنل جج۔ المرقوم ۳۱؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء

واضح ہو کہ میری کتاب ازالہ اوہام یہاں پٹیالہ میں میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس محکمہ نہر سرہند سے مل سکتی ہے۔

(یہ اشتہار $\frac{22\times18}{4}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

[1] : یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ۲۲۲ پر ہے ؛

(۷۶)

میر عبّاس علی صاحب لدھانوی

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است　　سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

یہ میر صاحب وہی حضرت ہیں جن کا ذکر بالخیر میں نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۹۰ میں بیعت کرنے والوں کی جماعت میں لکھا ہے۔ افسوس کہ وہ بعض موسوسین کے وسوسہ اندازی سے سخت لغزش میں آگئے بلکہ جماعت اعداء میں داخل ہو گئے۔ بعض لوگ تعجب کریں گے کہ ان کی نسبت تو الہام ہوا تھا کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ اس کا یہ جواب ہے کہ الہام کے صرف اس قدر معنی ہیں کہ اصل اس کا ثابت ہے اور آسمان میں اس کی شاخ ہے اس میں تصریح نہیں ہے کہ وہ باعتبار اپنی اصل فطرت کے کس بات پر ثابت ہیں۔ بلاشبہ یہ بات ماننے کے لائق ہے کہ انسان میں کوئی نہ کوئی فطرتی خوبی ہوتی ہے جس پر وہ ہمیشہ ثابت اور مستقل رہتا ہے۔ اور اگر ایک کافر کفر سے اسلام کی طرف انتقال کرے تو وہ فطرتی خوبی ساتھ ہی لاتا ہے اور اگر پھر اسلام سے کفر کی طرف انتقال کرے تو اس خوبی کو ساتھ ہی لے جاتا ہے کیونکہ فطرت اللہ اور خلق اللہ میں تبدّل اور تغیّر نہیں۔ افراد نوع انسان مختلف طور کی کانوں کی طرح ہیں۔ کوئی سونے کی کان، کوئی چاندی کی کان، کوئی پیتل کی کان۔ پس اگر اس الہام میں میر صاحب کی کسی فطرتی خوبی کا ذکر ہو جو غیر متبدل ہو تو کچھ عجب نہیں اور نہ کچھ اعتراض کی بات ہے۔ بلاشبہ یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہیں۔ کفار میں بھی بعض فطرتی خوبیاں ہوتی ہیں اور بعض اخلاق فطرتاً ان کو حاصل ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نے مجسم ظلمت اور سراسر تاریکی میں کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ کوئی فطرتی خوبی بجز حصول صراط مستقیم کے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ موجب نجات اخروی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اعلیٰ درجہ کی خوبی ایمان اور خداشناسی اور راست روی اور خدا ترسی ہے۔ اگر وہی نہ ہوئی تو دوسری خوبیاں ہیچ ہیں علاوہ اس کے یہ الہام اس زمانہ کا ہے کہ جب میر صاحب میں ثابت قدمی موجود تھی۔ زبردست طاقت اخلاص کی پائی جاتی تھی اور اپنے دل میں وہ بھی یہی خیال رکھتے تھے کہ میں ایسا ہی ثابت رہوں گا۔ سو خدا تعالیٰ نے انکی اس وقت کی حالت موجودہ کی خبر دے دی۔ یہ بات خدا تعالےٰ کی تعلیمات وحی میں شائع متعارف ہے کہ وہ موجودہ حالت کے مطابق خبر دیتا ہے۔ کسی کے کافر ہونے کی حالت میں اس کا نام کافر ہی رکھتا ہے اور اس کے مومن اور ثابت قدم ہونیکی حالت میں اس کا نام مومن اور مخلص اور ثابت قدم ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی کلام میں اس کے

نمونے بہت ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ انہوں نے بیعت کی بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انہوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن ڈیڑھ سَو کے قریب اب بھی ایسے خطوط ان کے موجود ہونگے جن میں انہوں نے انتہائی درجہ کی عجز اور انکسار سے اپنے اخلاص اور ارادت کا بیان کیا ہے۔ بلکہ بعض خطوط میں اپنی وہ خوابیں لکھی ہیں جن میں گویا روحانی طور پر ان کو تصدیق ہوئی ہے کہ یہ عاجز منجانب اللہ ہے اور اس عاجز کے مخالف باطل پر ہیں۔ اور نیز وہ اپنی خوابوں کی بناء پر اپنی معیت دائمی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا وہ اس جہان اور اس جہان میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ایسا ہی لوگوں میں بکثرت انہوں نے یہ خوابیں مشہور کی ہیں اور اپنے مریدوں اور مخلصوں کو بتلائیں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص نے اس قدر جوش سے اپنا اخلاص ظاہر کیا ایسے شخص کی حالت موجودہ کی نسبت اگر خدا تعالیٰ کا الہام ہو کہ یہ شخص اس وقت ثابت قدم ہے متزلزل نہیں تو کیا اس الہام کو خلاف واقعہ کہا جائے گا بہت سے الہامات صرف موجودہ حالات کے آئینہ ہوتے ہیں۔ عواقب امور سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اور نیز یہ بات بھی ہے کہ جب تک انسان زندہ ہے اس کے سوا خاتمہ پر حکم نہیں کر سکتے کیونکہ انسان کا دل اللہ جلّشانہٗ کے قبضہ میں ہے۔ میر صاحب تو میر صاحب ہیں۔ اگر وہ چاہے تو دنیا کے ایک بڑے سنگدل اور مختوم القلب آدمی کو ایک دم میں حق کی طرف پھیر سکتا ہے۔ غرض یہ الہام حال پر دلالت کرتا ہے۔ مآل پر ضروری طور پر اس کی دلالت نہیں ہے اور مآل ابھی ظاہر بھی نہیں ہے۔ بہتوں نے راست بازوں کو چھوڑ دیا اور پکے دشمن بن گئے۔ مگر بعد میں پھر کوئی کرشمۂ قدرت دیکھ کر پشیمان ہوئے اور زار زار روئے۔ اور اپنے گناہ کا اقرار کیا اور رجوع لائے۔ انسان کا دل خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس حکیم مطلق کی آزمائشیں ہمیشہ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ سو میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامی اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلاء کے اثر سے جوش ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی اور پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت اور ارادہ تحقیر و استخفاف و توہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم یا خیال میں تھا کہ میر عباس علی کا یہ حال ہو گا۔ مالک الملک جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میرے دوستوں کو چاہیئے کہ ان کے حق میں دعا کریں اور اپنے بھائی فرو ماندہ اور درگذشتہ کو اپنی ہمدردی سے محروم نہ رکھیں اور میں بھی انشاء اللہ الکریم دعا کروں گا۔ میں چاہتا تھا کہ ان کے چند خطوط بطور نمونہ اس رسالہ میں نقل کر کے لوگوں پر ظاہر کروں کہ میر عباس علی کا اخلاص کس درجہ پر پہنچا تھا اور کس طور کی خوابیں وہ ہمیشہ ظاہر کیا کرتے تھے اور کن انکساری الفاظ اور تعظیم کے الفاظ سے وہ خط لکھتے

تھے۔ لیکن افسوس کہ اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ انشاء اللہ القدیر کسی دوسرے وقت میں حسب ضرورت ظاہر کیا جائے گا۔ یہ انسان کے تغیرات کا ایک نمونہ ہے کہ وہ شخص جس کے دل پر ہر وقت عظمت اور ہیبت سچی ارادت کی طاری رہتی تھی اور اپنے خطوط میں اس عاجز کی نسبت خلیفۃ اللہ فی الارض لکھا کرتا تھا، آج اس کی کیا حالت ہے۔ پس خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور ہمیشہ دعا کرتے رہو کہ وہ محض اپنے فضل سے تمہارے دلوں کو حق پر قائم رکھے اور لغزش سے بچاوے۔ اپنی استقامتوں پر بھروسہ مت کرو۔ کیا استقامت میں فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی بڑھ کر ہوگا۔ جن کو ایک ساعت کے لیے ابتلاء پیش آگیا تھا اور اگر خدائے تعالیٰ کا ہاتھ ان کو نہ تھامتا تو خدا جانے کیا حالت ہو جاتی۔ مجھے اگرچہ میر عباس علی صاحب کی لغزش سے رنج بہت ہوا، لیکن پھر میں دیکھتا ہوں کہ جب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نمونہ پر آیا ہوں تو یہ بھی ضرور تھا کہ میرے بعض مدعیان اخلاص کے واقعات میں بھی وہ نمونہ ظاہر ہوتا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعض خاص دوست جوان کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے جن کی تعریف میں وحی الٰہی بھی نازل ہو گئی تھی۔ آخر حضرت مسیح سے منحرف ہو گئے تھے۔ یہودا اسکریوطی کیسا گہرا دوست حضرت مسیح کا تھا جو اکثر ایک ہی پیالہ میں حضرت مسیح کے ساتھ کھاتا اور بڑے پیار کا دم مارتا تھا جس کو بہشت کے بارہویں تخت کی خوشخبری بھی دی گئی تھی اور میاں پطرس کیسے بزرگ حواری تھے جن کی نسبت حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آسمان کی کنجیاں اُن کے ہاتھ میں ہیں جن کو چاہیں بہشت میں داخل کریں اور جن کو چاہیں نہ کریں، لیکن آخر میاں صاحب موصوف نے جو کرتوت دکھلائی وہ انجیل پڑھنے والوں پر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے سامنے کھڑے ہو کر اور ان کی طرف اشارہ کر کے نعوذ باللہ بلند آواز سے کہا کہ میں اس شخص پر لعنت بھیجتا ہوں۔ میر صاحب ابھی اس حد تک کہاں پہنچے ہیں۔ کل کی کس کو خبر ہے کہ کیا ہو۔ میر صاحب کی قسمت میں اگرچہ یہ لغزش مقدر تھی اور اصلھا ثابتٌ کی ضمیر تانیث بھی اس کی طرف ایک اشارہ کر رہی تھی۔ لیکن بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے اور بھی میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ آدمی ہیں جن کو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں۔ حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا کہ یہ دیکھو فلاں کلمہ عقیدہ اسلام کے برخلاف اور فلاں لفظ بے ادبی کا لفظ ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ شیخ بٹالوی اس عاجز کے مخلصوں کی نسبت قسم کھا چکے ہیں کہ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ[1] اور اس قدر غلو ہے کہ شیخ نجدی کا استثناء بھی ان کی کلام میں نہیں پایا جاتا تا صالحین کو باہر رکھ لیتے۔ اگرچہ وہ بعض روگردان ارادتمندوں کی وجہ سے بہت خوش ہیں۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ٹہنی کے خشک ہو جانے سے سارا باغ برباد نہیں ہو سکتا۔ جس ٹہنی کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے خشک کر دیتا اور کاٹ دیتا ہے اور اس کی جگہ اور ٹہنیاں پھلوں اور پھولوں سے لدی ہوئی پیدا کر دیتا ہے۔ بٹالوی صاحب یاد رکھیں کہ اگر اس جماعت سے ایک نکل جائے گا تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ بیس لائے گا۔ اور اس آیت پر غور کریں فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ

[1] الحجر : ۴۰

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ[۱]۔

بالآخر ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ میر عباس علی صاحب نے ۱۲ دسمبر ۱۸۹۱ء میں مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ سو ان الفاظ سے تو ہمیں کچھ غرض نہیں۔ جب دل بگڑتا ہے تو زبان ساتھ ہی بگڑ جاتی ہے۔ لیکن اس اشتہار کی تین باتوں کا جواب دینا ضروری ہے:۔

اوّل یہ کہ میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔ سو اس وسوسہ کے دُور کرنے کے لیے میرا یہی اشتہار کافی ہے۔ بشرطیکہ میر صاحب اس کو غور سے پڑھیں۔

دوم یہ کہ میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں کہ معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا۔ سو ان اوہام کے دُور کرنے کے لیے مَیں وعدہ کر چکا ہوں کہ عنقریب میری طرف سے اس بارہ رسالہ مستقلہ شایع ہوگا۔ اگر میر صاحب توجہ سے اس رسالہ کو دیکھیں گے تو بشرط توفیق ازلی اپنی بے بنیاد اور بے اصل بدظنیوں سے سخت ندامت اُٹھائیں گے۔

سوئم یہ کہ میر صاحب نے اپنے اس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ گویا ان کو رسول نمائی کی طاقت ہے۔ چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا میں نے کہا تھا کہ ہم دونو کسی ایک مسجد میں بیٹھ جائیں اور پھر یا تو مجھ کو رسول کریمؐ کی زیارت کرا کر اپنے دعاوی کی تصدیق کرا دی جائے اور یا میں زیارت کرا کر اس بارہ میں فیصلہ کرا دوں گا۔ میر صاحب کی اس تحریر نے نہ صرف مجھے ہی تعجب میں ڈالا بلکہ ہر ایک واقف حال سخت متعجب ہو رہا ہے کہ اگر میر صاحب میں یہ قدرت اور کمال حاصل تھا کہ جب چاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں اور باتیں پُوچھ لیں بلکہ دوسروں کو بھی دکھلا دیں تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدوں تصدیق نبوی کے کیوں بیعت کر لی اور کیوں دس سال تک برابر خلوص نماؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجب کہ ایک دفعہ بھی رسول کریمؐ ان کی خواب میں نہ آئے اور ان پر ظاہر نہ کیا کہ اس کذاب اور مکار اور بیدین سے کیوں بیعت کرتا ہے اور کیوں اپنے تئیں گمراہی میں پھنساتا ہے۔ کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جس شخص کو یہ اقتدار حاصل ہے کہ بات بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں چلا جاوے اور ان کے فرمودہ کے مطابق کاربند ہو اور اُن سے صلاح مشورہ لے لے وہ دس برس تک برابر ایک کذاب اور فریبی کے پنجہ میں پھنسا رہے اور ایسے شخص کا مُرید ہو جاوے جو اللہ اور رسول کا دشمن اور آنحضرتؐ کی تحقیر کرنے والا اور تحت الثریٰ میں گرنے والا ہو۔ زیادہ تر تعجب کا مقام یہ ہے کہ میر صاحب کے بعض دوست بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض خوابیں ہمارے پاس بیان کی تھیں اور کہا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] المائدۃ: ۵۵

کو خواب میں دیکھا اور آنحضرتؐ نے اس عاجز کی نسبت فرمایا کہ وہ شخص واقعی طور پر خلیفۃ اللہ اور مجدّد دین ہے۔ اور اسی قسم کے بعض خط جن میں خوابوں کا بیان اور تصدیق اس عاجز کے دعوے کی تھی۔ میر صاحب نے اس عاجز کو بھی لکھے۔ اب ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر میر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ سکتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے پہلے دیکھا وہ بہرحال اعتبار کے لائق ہوگا اور اگر وہ خوابیں اُن کے اعتبار کے لائق نہیں اور اضغاث احلام میں داخل ہیں تو ایسی خوابیں آئندہ بھی قابل اعتبار نہیں ٹھہر سکتیں۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ رسول نمائی کا قادرانہ دعویٰ کس قدر فضول بات ہے۔ حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ تمثّل شیطان سے وہی خواب رسول بینی کی مبرّا ہو سکتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حُلیہ پر دیکھا گیا ہو ورنہ شیطان کا تمثّل انبیاء کے پیرایہ میں نہ صرف جائز بلکہ واقعات میں سے ہے اور شیطان لعین تو خدا تعالیٰ کا تمثّل اور اس کے عرش کی تجلّی دکھلا دیتا ہے۔ پھر انبیاء کا تمثّل اُس پر کیا مشکل ہے۔ اب جبکہ یہ بات ہے تو فرض کے طور پر اگر مان لیں کہ کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو اس بات پر کیونکر مطمئن ہوں کہ وہ زیارت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک حُلیہ نبوی پر اطلاع نہیں اور غیر حُلیہ پر تمثّل شیطان جائز ہے۔ پس اس زمانہ کے لوگوں کے لیے زیارت حقّہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اس زیارت کے ساتھ بعض ایسے خوارق اور علامات خاصہ بھی ہوں جن کی وجہ سے اس رؤیا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض بشارتیں پیش از وقوع بتلاویں یا بعض قضاء و قدر کے نزول کی باتیں پیش از وقوع مطلع کر دیں یا بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت اطلاع دے دیں یا قرآن کریم کی بعض آیات کی ایسے حقائق و معارف بتلاویں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے۔ تو بلاشبہ ایسی خواب صحیح سمجھی جاوے گی۔ ورنہ اگر ایک شخص دعویٰ کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری خواب میں آتے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ فلاں شخص بیشک کافر اور دجال ہے۔ اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے یا شیطان کا یا خود اس خواب بین نے چالاکی کی راہ سے یہ خواب اپنی طرف سے بنالی ہے۔ سو اگر میر صاحب میں درحقیقت یہ قدرت حاصل ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم ان کی خواب میں آجاتے ہیں تو ہم میر صاحب کو یہ تکلیف دینا نہیں چاہتے کہ وہ ضرور ہمیں دکھا دیں۔ بلکہ وہ اگر اپنا ہی دیکھنا ثابت کر دیں اور علامات اربعہ مذکورہ بالا کے ذریعہ سے اس بات کو بپایہ ثبوت پہنچا دیں کہ درحقیقت انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو ہم قبول کر لیں گے اور اگر انہیں مقابلہ کا ہی شوق ہے تو اس سیدھے طور سے مقابلہ کریں جس کا ہم نے اس اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ ہمیں بالفعل ان کی رسول بینی میں ہی کلام ہے چہ جائیکہ انکی رسول نمائی کے دعویٰ کو قبول کیا جائے۔ پہلا مرتبہ آزمائش کا تو یہی ہے کہ آیا میر صاحب رسول بینی کے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب اگر صادق ہیں تو پھر اپنی کوئی خواب یا کشف شائع کریں جس میں یہ بیان ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور

آپ نے اپنی زیارت کی علامت فلاں فلاں پیشگوئی اور قبولیت دُعا اور انکشاف حقایق و معارف کو بیان فرمایا۔ پھر بعد اس کے رسول نمائی کی دعوت کریں اور یہ عاجز حق کی تائید کی غرض سے اس بات کے لیے بھی حاضر ہے کہ میر صاحب رُسول نمائی کا اعجوبہ بھی دکھلاویں۔ قادیان میں آجائیں۔ مسجد موجود ہے۔ ان کے آنے جانے اور خوراک کا تمام خرچ اس عاجز کے ذمہ ہوگا۔ اور یہ عاجز تمام ناظرین پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ صرف لاف و گزاف ہے اور کچھ نہیں دکھلا سکتے اگر آئیں گے تو اپنی پردہ دری کرائیں گے۔ عقلمند سوچ سکتے ہیں کہ جس شخص نے بیعت کی۔ مریدوں کے حلقہ میں داخل ہوا اور مدت دس سال سے اس عاجز کو خلیفۃ اللہ اور امام اور مجدّد کہتا رہا اور اپنی خوابیں بتلاتا رہا کیا وہ اس دعوے میں صادق ہے۔ میر صاحب کی حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے۔ پیشگوئیوں کے منتظر رہیں جو ظاہر ہونگی۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۵۵ کو دیکھیں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۳۵ اور ۳۹۶ کو بغور مطالعہ کریں۔ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء کی پیشگوئی کا انتظار کریں جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے:۔

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ زَوَّجْنَاكَهَا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِیْ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکّا فریب یا پکّا جادو ہے ؏

۲۸-۴۷-۱۴-۲-۴۷-۲-۲۶-۲-۲۸-۱-۲۳-۱۵-۱۱-
۱-۲-۲۷-۱۴-۱۰-۱-۲۸-۲۷-۴۷-۱۶-۱۱-۳۴-۱۴-۱۱
۷-۱-۵-۳۴-۲۳-۳۴-۱۱-۱۴-۷-۲۳-۱۴-۱۰-۱
۱۴-۵-۲۸-۷-۳۴-۱-۷-۳۴-۱۱-۱۶-۱-۱۴-۷-۲-۱-۷-۵-۱-۱۴-۱-۱-
۱۴-۲-۲۸-۱-۷-

والسّلام علیٰ من فہم اسرارنا و اتّبع الھدٰی

الناصح المشفق خاکسار غلام احمدؐ قادیانی۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء

(یہ اشتہار آسمانی فیصلہ بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر تقطیع کلاں ٹائیٹل کے آخری دو صفحوں پر ہے)

(۷۷)

اطلاع

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لیے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے سو اس بات کے لیے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دُعا کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لیے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لیے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لیے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لیے مقرر کیے جائیں۔ جس میں تمام مخلصین اگر خدا چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سُننے کے لیے اور دُعا میں شریک ہونے کے لیے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقایق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لیے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے۔ اور اپنے لیے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال میں جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور

جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لیے دُعائے مغفرت کی جائے گی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لیے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لیے بدرگاہ حضرت عزّت جلشانہ کوشش کی جائے گی اور اس رُوحانی سلسلہ میں اور بھی کئی رُوحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے اور کم مقدرت احباب کے لیے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لیے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقّت سرمایہ سفر میسر آجاوے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا اور بہتر ہوگا کہ جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لیے اپنی آئندہ زندگی کے لیے عہد کر لیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں۔ بجز ایسی صورت کے کہ ایسے موانع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اپنی حد اختیار سے باہر ہو جائے۔ اور اب جو ۲۷؍ دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لیے جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ پر جس قدر احباب محض للہ تکلیف سفر اُٹھا کر حاضر ہوئے۔ خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین ؎

اعلان

ہمارے پاس کچھ جلدیں رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام موجود ہیں جن کی قیمت ایک روپیہ عہ ہے اور کچھ جلدیں کتاب ازالہ اوہام موجود ہیں جن کی قیمت فی جلد تین روپیہ ہے ہے۔ محصول ڈاک علاوہ ہے۔ جو صاحب خرید کرنا چاہیں منگوالیں۔ پتہ یہ ہے۔ قادیان ضلع گورداسپور بنام راقم رسالہ ہذا یا اگر چاہیں تو بمقام پٹیالہ میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر سے لے سکتے ہیں اور نیز یہ کتابیں پنجاب پریس سیالکوٹ میں مولوی غلام قادر صاحب فصیح مالک مطبع کے پاس بھی موجود ہیں۔ وہاں سے بھی منگوا سکتے ہیں ؎

(یہ اشتہار آسمانی فیصلہ بار اوّل تقطیع کلاں مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے ٹائیل کے دوسرے صفحہ پر ہے)۔

؎ ؎ ؎ ؎ ؎

(۷۸)

ڈاکٹر جگن[1] ناتھ صاحب ملازم ریاست جموں

کو

آسمانی نشانوں کی طرف دعوت

میرے مخلص دوست اور للّٰہی رفیق اخویم حضرت مولوی حکیم نور دین صاحب فانی فی ابتغاءِ مرضات ربّانی ملازم و معالج ریاست جموں نے ایک عنایت[2] نامہ مورخہ ۷ ؍جنوری ۱۸۹۲ء اس عاجز کی طرف بھیجا ہے جس کی عبارت کسی قدر نیچے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔

خاکسار نابکار نورالدین بحضور خدام والا مقام حضرت مسیح الزمان سلّمہ الرحمٰن۔ السلام علیکم

---

[1] چونکہ یہ اشتہار حضرت اقدس علیہ السلام نے جلی لکھا تھا اس لیے جلی نقل کیا گیا۔ (المرتب)

[2] نوٹ:۔ حضرت مولوی صاحب کے محبت نامہ موصوفہ کے چند فقرہ لکھتا ہوں غور سے پڑھنا چاہیئے تا معلوم ہو کہ کہانتک رحمانی فضل سے ان کو انشراح صدر و صدق قدم و یقین کامل عطا کیا گیا ہے اور وہ فقرات یہ ہیں:۔ ”عالی جناب میرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو۔ اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جس طرح وہ راضی ہو سکے طیار ہوں۔ اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی ضرور ہے تو یہ نابکار (مگر محبّ انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں کام آوے۔“ تمّ کلامہ جزاہ اللہ۔ حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال و عزت اور جانفشانی میں فانی ہیں۔ وہ خود نہیں بولتے بلکہ ان کی رُوح بول رہی ہے۔ درحقیقت ہم اسی وقت سچّے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خداوند منعم نے ہمیں دیا ہم اس کو واپس دیں یا واپس دینے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہماری جان اس کی امانت ہے اور وہ فرماتا ہے اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا☆۔

سر کہ نہ در پائے عزیزش رود ⁂ بار گراں است کشیدن بدوش

☆ النساء: ۵۹

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے بعد بکمال ادب عرض پرداز ہے غریب نواز۔ پریروز ایک عرضی خدمت میں روانہ کی۔ اس کے بعد یہاں جموں میں ایک عجیب طوفان بے تمیزی کی خبر پہنچی جس کو بضرورت تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

ازالہؔ اوہام میں حضور والا نے ڈاکٹر جگن ناتھ کی نسبت ارقام فرمایا ہے کہ وہ گریز کر گئے اب ڈاکٹر صاحب نے بہت سے ایسے لوگوں کو جو اس معاملہ سے آگاہ تھے کہا ہے۔ سیاہی سے یہ بات لکھی گئی ہے سُرخی سے اس پر قلم پھیردو۔ مَیں نے ہرگز گریز نہیں کیا اور نہ کسی نشان کی تخصیص چاہی مُردہ کا زندہ کرنا مَیں نہیں چاہتا اور نہ خشک درخت کا ہرا ہونا۔ یعنی بلاتخصیص کوئی نشان چاہتا ہوں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

اب ناظرین پر واضح ہو کہ پہلے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایک خط میں نشانوں کو تخصیص کے ساتھ طلب کیا تھا جیسے مُردہ زندہ کرنا وغیرہ۔ اس پر اُن کی خدمت میں خط لکھا گیا کہ تخصیص ناجائز ہے۔ خدائے تعالیٰ اپنے ارادہ اور اپنے مصالح کے موافق نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جبکہ نشان کہتے ہی اس کو ہیں کہ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو پھر تخصیص کی کیا حاجت ہے۔ کسی نشان کے آزمانے کے لیے یہی طریق کافی ہے کہ انسانی طاقتیں اس کی نظیر پیدا نہ کر سکیں اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے کوئی نہیں دیا تھا۔ اب پھر ڈاکٹر صاحب نے نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور مہربانی فرما کر اپنی اس پہلی قید کو اُٹھا لیا ہے اور صرف نشان چاہتے ہیں کوئی نشان ہو مگر انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔ لہٰذا آج ہی کی تاریخ یعنی ۱۱ر جنوری ۱۸۹۲ء کو

ؔ یہ ذکر ازالہ اوہام حصہ دوم ایڈیشن اول کے صفحہ ۷۷۹ پر ہے (المرتب)

بروز دوشنبہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مکرراً دعوت حق کے طور پر ایک خط رجسٹری شدہ بھیجا گیا ہے۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ اگر آپ بلا تخصیص کسی نشان کے دیکھنے پر سچے دل سے مسلمان ہونے کے لیے تیار ہیں تو اخبارات[1] مندرجہ حاشیہ میں حلفاً یہ اقرار اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ میں جو فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں ریاست جموں میں بر عہدہ ڈاکٹری متعین ہوں۔ اس وقت حلفاً اقرار صحیح سراسر نیک نیتی اور حق طلبی اور خلوص دل سے کرتا ہوں کہ اگر میں اسلام کی تائید میں کوئی نشان دیکھوں جس کی نظیر مشاہدہ کرانے سے میں عاجز آجاؤں اور انسانی طاقتوں میں اس کا کوئی نمونہ انہیں تمام لوازم کے ساتھ دکھلا نہ سکوں تو بلا توقف مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس اشاعت اور اس اقرار کی اس لیے ضرورت ہے کہ خدائے قیوم و قدوس بازی اور کھیل کی طرح کوئی نشان دکھلانا نہیں چاہتا۔ جب تک کوئی انسان پورے انکسار اور ہدایت یابی کی غرض سے اس کی طرف رجوع نہ کرے تب تک وہ بنظر رحمت رجوع نہیں کرتا۔ اور اشاعت سے خلوص اور پختہ ارادہ ثابت ہوتا ہے اور چونکہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ کے اعلام سے ایسے نشانوں کے ظہور کے لیے ایک سال کے وعدہ پر اشتہار دیا ہے۔ سو وہی میعاد ڈاکٹر صاحب کے لیے قائم رہے گی۔ طالب حق کے لیے یہ کوئی بڑی میعاد نہیں۔ اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو سزا اور تاوان میری مقدرت کے موافق میرے لیے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب ہونے کی حالت میں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں۔

---

[1] پنجاب گزٹ سیالکوٹ اور رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور اور ناظم الہند لاہور اور اخبار عام لاہور اور نور افشاں لدھیانہ۔

ہماں بہ کہ جاں در رہ او فشانم ⁂ جہاں را چہ نقصاں اگر من نمانم

والسلام علےٰ من اتبع الھدیٰ

المعــــــــــــلن المشـــــــــــــتھر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

یازدہم جنوری ۱۸۹۲ء

(منقول از رسالہ آسمانی فیصلہ صفحہ ۷ تقطیع کلاں۔ ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

---

(۷۹)

منصفین کے غور کے لائق

یہ بات بالکل سچ ہے کہ جب دل کی آنکھیں بند ہوتی ہیں تو جسمانی آنکھیں بلکہ سارے حواس ساتھ ہی بند ہو جاتے ہیں ۔ پھر انسان دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا اور سُنتا ہوا نہیں سُنتا ۔ اور سمجھتا ہوا نہیں سمجھتا ۔ اور زبان پر حق جاری نہیں ہو سکتا ۔ دیکھو ہمارے محجوب مولوی کیسے دانا کہلا کر تعصب کی وجہ سے نادانی میں ڈوب گئے ۔ دینی دشمنوں کی طرح آخر افتراؤں پر آگئے ۔ ایک صاحب اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ ایک اپنے لڑکے کی نسبت الہام سے خبر دی تھی کہ یہ باکمال ہو گا حالانکہ وہ صرف چند مہینہ جی کر مر گیا ۔ مجھے تعجب ہے کہ ان جلد باز مولویوں کو ایسی باتوں کے کہنے کے وقت کیوں لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ[1] کی آیت یاد نہیں رہتی ۔ اور کیوں یک دفعہ اپنے باطنی جذام اور عداوت اسلام کو دکھلانے لگتے ہیں ۔ اگر کچھ حیا ہو تو اب اس بات کا ثبوت دیں کہ اس عاجز کے کس الہام میں لکھا گیا ہے کہ وہی لڑکا جو فوت ہو گیا درحقیقت وہی موعود لڑکا ہے ۔ الہام الٰہی میں صرف اجمالی طور پر خبر ہے کہ ایسا لڑکا پیدا ہوگا اور خدا تعالیٰ کے پاک الہام نے کسی کو اشارہ کر کے مورد اس پیشگوئی کا نہیں ٹھہرایا ۔ بلکہ اشتہار فروری ۱۸۸۶ء میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ بعض لڑکے صغر سن میں فوت بھی ہوں گے ۔ پھر اس بچے کے فوت ہونے سے ایک پیشگوئی پوری ہوئی یا کوئی پیشگوئی جھوٹی نکلی ۔ اب فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اجتہاد سے کسی اپنے بچہ پر یہ خیال بھی کر لیں کہ شاید یہ وہی پسر موعود ہے اور ہمارا اجتہاد خطا جاتے تو اس میں الہام الٰہی کا کیا قصور ہو گا کیا نبیوں کے اجتہادات میں اس کا کوئی نمونہ نہیں ۔ اگر ہم نے وفات یافتہ لڑکے کی نسبت کوئی قطعی الدلالت الہام کسی اپنی کتاب میں لکھا ہے تو وہ پیش کریں ۔ جھوٹ بولنا اور نجاست کھانا ایک برابر ہے ۔ تعجب کہ ان لوگوں کو نجاست خوری کا کیوں شوق ہو گیا ۔ آج تک صدہا الہامی پیشگوئیاں سچائی سے ظہور میں آئیں جو ایک دُنیا میں مشہور کی گئیں مگر ان مولویوں نے ہمدردی اسلام کی راہ سے کسی ایک کا بھی ذکر نہ کیا ۔ دلیپ سنگھ کا ارادہ سیر ہندوستان و پنجاب سے ناکام رہنا صدہا لوگوں کو پیش از وقوع سُنایا گیا تھا ۔ بعض ہندوؤں کو پنڈت دیانند کی موت کی خبر چند مہینے اس کے مرنے سے پہلے بتلائی گئی تھی ۔ اور یہ لڑکا بشیر الدین محمود جو پہلے لڑکے کے بعد پیدا ہوا ، ایک اشتہار میں اس کی پیدائش سے قبل از تولد خبر دی گئی تھی ۔ سردار محمد حیات خاں کی معطلی کے زمانہ میں ان کی دوبارہ بحالی کی لوگوں کو خبر سنادی گئی تھی ۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور پر مصیبت کا آنا پیش از وقت ظاہر

---

[1] آل عمران : ۶۲

کیا گیا تھا اور پھر ان کی بریّت کی خبر نہ صرف ان کو پیش از وقت پہنچائی گئی تھی بلکہ صدہا آدمیوں میں مشہور کی گئی تھی۔ ایسا ہی صدہا نشان ہیں جن کے گواہ موجود ہیں۔ کیا ان دیندار مولویوں نے کبھی ان نشانوں کا بھی نام لیا۔ جس کے دل پر خدا تعالیٰ مُہر کرے اُس کے دل کو کون کھولے۔ اب بھی یہ لوگ یاد رکھیں کہ ان کی عداوت سے اسلام کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جائیں گے مگر اسلام کا نور دن بدن ترقی کرے گا۔ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اسلام کا نور دُنیا میں پھیلا وے۔ اسلام کی برکتیں اب ان مگس طینت مولویوں کی بک بک سے رُک نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔ اَنَا الْفَتَّاحُ اَفْتَحُ لَکَ۔ تَرٰی نَصْرًا عَجِیْبًا وَیَخِرُّوْنَ عَلَی الْمَسَاجِدِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ۔ جَلَابِیْبُ الصِّدْقِ۔ فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ۔ اَلْخَوَارِقُ تَحْتَ مُنْتَهَی۔ صِدْقِ الْاَقْدَامِ۔ کُنْ لِلّٰہِ جَمِیْعًا وَّ مَعَ اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ یعنی میں فتاح ہوں۔ تجھے فتح دوں گا۔ ایک عجیب مدد تو دیکھے گا اور منکر یعنی بعض اُن کے جن کی قسمت میں ہدایت مقدر ہے اپنے سجدہ گاہوں پر گریں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش۔ ہم خطا پر تھے۔ یہ صدق کے جلابیب ہیں جو ظاہر ہوں گے۔ سو جیسا کہ تجھے حکم کیا گیا ہے۔ استقامت اختیار کر۔ خوارق یعنی کرامات اس محل پر ظاہر ہوتی ہیں جو انتہائی درجہ صدق اقدام کا ہے۔ تُو سارا خدا کے لیے ہو جا۔ تُو سارا خدا کے ساتھ ہو جا۔ خدا تجھے اس مقام پر اُٹھائے گا جس میں تُو تعریف کیا جائے۔ اور ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ میں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دونگا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اب اے مولویو! اے بخل کی سرشت والو۔ اگر طاقت ہے تو خدا تعالیٰ کی ان پیشگوئیوں کو ٹال کر دکھلاؤ۔ ہر یک قسم کے فریب کام میں لاؤ۔ اور کوئی فریب اُٹھا نہ رکھو پھر دیکھو کہ آخر خدا تعالیٰ کا ہاتھ غالب رہتا ہے یا تمہارا۔ والسلام علٰی من اتّبع الھدٰی ؞

اَلْمُنَبِّہ النّاصِح۔ مرزا غلام احمدؐ قادیانی۔ جنوری ۱۸۹۲ء

یہ اشتہار علیحدہ بھی شائع ہوا۔ اور رسالہ آسمانی فیصلہ تقطیع کلاں بار اوّل
مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱۹ پر بھی ہے

---

(۸۰)

عام اطلاع[1]

اس عاجز نے عوام کے اوہام اور وساوس دُور کرنے کے لیے یہ بات قرین مصلحت سمجھی ہے کہ ایک جلسہ عام میں ان الزامات کا شافی جواب سنایا جاوے جو علماء اس عاجز پر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے کواکب کو ملائک قرار دیا ہے۔ معجزات اور لیلۃ القدر سے انکار ہے وغیرہ وغیرہ۔ سو ان بیجا الزامات کے رفع دفع کے لیے یہ تقریر سنائی جاویگی۔ اور تمام صاحبوں پر واضح رہے کہ اس جلسہ میں کوئی بحث نہیں ہو گی۔ بحث اور سوالات کے جواب دوسرے وقتوں میں ہو سکتے ہیں۔ اس جلسہ میں صرف اپنی تقریر سُنائی جاتے گی۔ لہٰذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب اس شرط سے تشریف لانا چاہیں کہ صرف اس عاجز کی تقریر کو سُنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ مُنہ سے نہ نکالیں وہ اس تقریر کے سُننے کے لیے چونی منڈی کوٹھی منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر میں بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء بروز یک شنبہ بوقت ڈیڑھ بجے دن کے تشریف لاویں۔ اور واضح رہے کہ اس جلسہ میں کسی قدر اس طریق فیصلہ کے بارے میں تقریر ہو گی۔ جو انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سچوں کی تائید میں خود آسمان سے اس فیصلہ کو ظاہر کرتا ہے تا جھوٹے چالاک زبان دراز کو ملزم اور ساکت اور ذلیل کرے۔ فقط والسلام علیٰ من اتبع الہدٰے۔

المطلع۔ میرزا غلام احمد عفی عنہ قادیانی مقام لاہور

(مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور) مورخہ ۲۸ جنوری ۱۸۹۲ء

---

[1] یہ اشتہار شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم سے لے کر نقل کیا گیا ہے (المرتب)

(۸۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبد الحکیم صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان چندروز سے بابت مسئلہ دعویٰ نبوت مندرجہ کتب مرزا صاحب کے ہو رہا تھا آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب کے جواب میں لکھا جا رہا تھا۔ اثنائے تحریر میں مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کے بیان کرنے پر جلسہ عام میں فیصلہ ہوگیا جو عبارت درج ذیل ہے۔ المرقوم ۳ر فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳ر رجب ۱۳۰۹ھ

العبد	العبد	العبد	العبد
برکت علی وکیل چیف کورٹ پنجاب	محی الدین المعروف صوفی	خاکسار رحیم بخش	فضل دین
العبد	العبد	العبد	العبد
[illegible]	رحیم اللہ	ابو یوسف محمد مبارک علی	حبیب اللہ

الحمد للہ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ خاتم النّبیّن۔ اما بعد۔ تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوۃ ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلّا۔ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدّث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جل شانہ، خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مُراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدّث مُراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُکلَّم مراد لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبیّ صلّے اللہ علیہ وسلّم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یك فی امتی منھم احد فعمر۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱

پارہ ۱۴۔ باب مناقب عمرؓ۔ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لیے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدّث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔ اور نیز عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقلہ نکالنے والا ہے جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط سے تشریح کی جائے گی جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہلسنت والجماعت خیال کرتے ہیں۔ سو میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لیے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دوں گا اور مطابق اہل سُنّت والجماعت کے بیان کر دوں گا۔

راقم

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی مؤلف رسالہ توضیح مرام و ازالۃ الاوہام

۳ر فروری ۱۸۹۲ء

(محمدی پریس لاہور)
غلام نبی سنگ ساز و کاتب

(۸۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اس عاجز کے ایک مخلص دوست جو سلسلہ مبائعین میں داخل ہیں اور خاص مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں۔ جوان، صالح اور پرہیزگار۔ جس کا کسی قدر ذکر خیر رسالہ ازالہ اوہام میں موجود ہے۔ بعض مالی حوادث کی وجہ سے اس ملک ہند میں تشریف لائے تھے اور مدت چار سال سے اس انتظار میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فتوح غیب میسّر آوے تا کسی قدر با سامان ہو کر اپنے وطن مقدس کی طرف مراجعت فرما دیں، لیکن اللہ جل شانہٗ کی مشیت سے آج تک ایسا اتفاق نہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے حق ہمدردی کا پورا نہ کیا۔ اس عرصہ میں صاحب موصوف ہماری جماعت میں داخل ہوتے اور ایک مدت سے میری صحبت میں ہیں اور میں دن رات نظر تعمق سے اُن کے حالات کو دیکھتا اور جانچتا ہوں۔ فی الواقعہ وہ صالح اور تفرقہ زدہ اور قابل رحم ہیں۔ اور اس قدر حالت عُسر اور تنگدستی میں مبتلا ہیں کہ دس کوس چلنے کے لیے ان کے پاس زاد راہ نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اپنے وطن مانوس میں پہنچ سکیں یا اپنے ما فات کا تدارک کر سکیں۔ لہٰذا میں محض للہ اپنے تمام بھائیوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ جیسا اللہ جلّشانہٗ نے فرمایا ہے تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی[۱] اور نیز فرماتا ہے وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ[۲] وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ[۳]۔ اپنے اس غریب بھائی اور مسافر اور تفرقہ زدہ اور ہموطن ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہؐ کی اپنی مقدرت اور وسعت کے موافق ہمدردی اور خدمت کریں اور اس خدمت کی بجاآوری میں کوئی فوق الطاقت امر مقصود نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص ایک پیسہ دینے کی توفیق رکھتا ہے وہ پیسہ دیوے۔ اور جو شخص ایک روپیہ دے سکتا ہے وہ روپیہ ادا کرے۔ بلکہ توفیق پر کچھ موقوف نہیں ہے۔ اپنے انشراح صدر کے لحاظ سے کم و بیش چندہ میں شریک ہو جائیں۔ یعنی اگر کوئی اپنی خوشی کی خاطر اور پوری پوری انشراح سے زیادہ دینے پر قادر ہو وہ زیادہ دیوے۔ اور کچھ گرانی ہو تو ایک پیسہ یا ایک کوڑی کافی ہے۔ ہماری طرف سے تاکید یہ ہے کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے بکلی ثواب سے محروم نہ رہے۔ اور اس ناجائز حیا اور شرم کی وجہ سے کہ بہت دینے کو دل نہیں چاہتا اور ایک پیسہ یا ایک پائی دینا اپنی مقدرت سے کمتر ہے امر صالح کو نہ چھوڑے۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں کوئی ایسا شخص مصیبت زدہ نہیں کہ وہ ایک پیسہ دینے پر بھی قادر نہ ہو سکے اور اس چندہ کے لیے میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ اس

[۱] المائدۃ: ۳ – [۲] العصر: ۴ – [۳] البلد: ۱۸

روپیہ کے تحویل دار منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے پنجاب لاہور مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر ایک صاحب جو چندہ دینا چاہیں وہ براہ راست منشی صاحب موصوف کی خدمت میں بھیج دیں۔ اور میرے نزدیک مناسب ہے کہ جس شہر کی جماعت کو اس چندہ پر اطلاع ہو وہ الگ الگ اپنا چندہ ارسال نہ کریں۔ بلکہ تمام صاحبوں کا جو اس شہر میں رہتے ہوں ایک جگہ چندہ جمع کر کے وہ رقم اکٹھی منشی صاحب کی خدمت میں بھیجی جاوے اور اس میں تاخیر اور توقف جائز نہیں بہت جلد اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور اس جگہ قرین مصلحت سمجھ کر چند خاص دوستوں کے نام ذیل میں لکھے جاتے ہیں جنہوں نے آج ۱۷؍ مارچ ۹۲ء کو چندہ دیا۔ فہرست چندہ دہندگان

مرزا غلام احمد (صاحب) صہ۔ مولوی محمد احسن صاحب ۸؍۔ حاجی عبدالمجید خاں صاحب لدھانوی ۸؍ محمد خاں صاحب کپور تھلہ ۸؍۔ ظفر احمد صاحب کپور تھلہ ۸؍۔ مولوی محمد حسین صاحب سلطان پور ۴؍۔ چودھری امیرالدین صاحب گڑھ شنکر ۴؍۔ رحمت اللہ صاحب لدھانوی۔ انگشتری۔ شیخ عبدالرحمٰن لدھانوی سہ پائی۔ شیخ برکت علی گورداسپور ۴؍۔ نجم الدین صاحب ۴؍۔ رستم علی ڈپٹی انسپکٹر عہ؍

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از جالندھر ۱۷؍ مارچ ۹۲ء

(مطبوعہ مطبع منشی فخرالدین لاہور)

(۸۴)

آسمانی فیصلہ کے متعلق خط و کتابت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

از جانب عباس علی۔ بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ عرض ہے کہ جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنۃ صفر ۱۵ جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے وعدے کے کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں۔ بھیج کر التماس ہے کہ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں کہ اس کے موافق عملدرآمد کیا جاوے۔ اور مضمون صفحہ ۱۵ بغور ملاحظہ ہو کہ فریق ثانی آپ کے عاجز ہونے پر کام شروع کرے گا۔

الراقم عباس علی از لودہانہ ۶ مئی ۱۸۹۲ء

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلّی الحمد للہ والسلام علٰی عبادہ الذی اصطفٰی

امابعد بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا رقعہ پہنچا۔ آپ لکھتے ہیں جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے دعوے کے اشاعت السنۃ میں کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرماویں۔ فقط۔ اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر درحقیقت کوئی صوفی صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اُٹھے ہیں اور جو کچھ فیصلہ آسمانی میں اس عاجز نے لکھا ہے اس کو قبول کر کے تصفیہ حق اور باطل کا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ وہ چوروں کی طرح کارروائی نہ کریں۔ پردہ سے اپنا مونہہ باہر نکالیں اور مردِ میدان بن کر ایک اشتہار دیں۔ اسی اشتہار میں بتصریح اپنا نام لکھیں اور اپنا دعویٰ بالمقابل ظاہر فرمائیں اور پھر اس طرز پر چلیں جس طرز پر اس عاجز نے فیصلہ آسمانی میں تصفیہ چاہا ہے۔ اور اگر وہ طرز منظور نہ ہو تو فریقین میں ثالث مقرر ہو جائیں۔ جو کچھ وہ ثالث حسب ہدایت اللہ اور رسول کے رُوحانی آزمایش کا طریق پیش کریں وہی منظور کیا جائے۔ چوروں اور نامردوں اور مخنثوں کی طرح کارروائی کرنا کسی صوفی صافی کا کام نہیں ہے۔ جبکہ اس عاجز نے علانیہ اپنی طرف سے دو ہزار جلد فیصلہ آسمانی کی چھپوا کر اسی غرض سے تقسیم کی ہے تا اگر اس فرقہ مکفرہ میں کوئی صوفی اور اہل صلاح موجود ہے تو میدان میں باہر آجائے۔ تو پھر بُرقع کے اندر بولنا کس بات پر دلالت

کر رہا ہے۔ کیا یہ شخص مرد ہے یا عورت جو اپنے تئیں صوفی کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔ کیا اس عاجز نے بھی اپنا نام لکھنے سے کنارہ کیا ہے۔ پھر جس حالت میں میری طرف سے مردانہ کارروائی ہے اور کھلے کھلے طور سے اپنا نام لکھا ہے تو یہ صوفی کیوں چھپتا پھرتا ہے۔ مناسب ہے کہ اسی طرح مقابل پر اپنا نام لکھیں کہ میں ہوں فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں۔ اور اگر ایسا نہ کریں گے تو منصف لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ کارروائی ان لوگوں کی دیانت اور انصاف اور حق طلبی سے بعید ہے۔ اب بالفعل اس سے زیادہ لکھنا ضرورت نہیں۔ جس وقت اس صوفی محجوب پردہ نشین کا چھپا ہوا اشتہار میری نظر سے گذرے گا۔ اس وقت اس کی درخواست کا مفصل جواب دوں گا۔ ابھی تک میرے خیال میں ایسے صوفی اور عنقا میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔ فقط۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

الراقم خاکسار **غلام احمد** ۷ رمئی ۹۲ء

مکرر یہ کہ ایک نقل اس کی چھپنے کے لیے اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ میں بھیجی گئی تاکہ یہ کارروائی مخفی نہ رہے بالآخر یاد رہے کہ اگر اس رقعہ کے چھپنے اور شائع ہونے کے بعد کوئی صوفی صاحب میدان میں نہ آئے اور بالمقابل کھڑے نہ ہوئے اور مرد میدان بن کر بتصریح اپنے نام کے اشتہار شائع نہ کئے تو سمجھا جائے گا کہ دراصل کوئی صوفی نہیں۔ صرف شیخ بٹالوی کی ایک مفتریانہ کارروائی ہے۔ فقط۔

جواب الجواب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد الحمد و الصّلوٰۃ ۔ بخدمت میرزا غلام احمد صاحب۔ سلام مسنون۔ آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷ رمئی میرے نیاز نامہ کے جواب میں وارد ہوا۔ اُسے اوّل سے آخر تک پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے دانستہ ٹلانے کے واسطے سوال از آسمان جواب از ریسمان کے موافق عمل کر کے بچنا چاہا ہے۔ اصل مطلب تو آپ نے چھوڑ دیا۔ یعنی آزمایش کے واسطے وقت اور مقام مقرر نہیں کیا بلکہ پھر آپ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔ جناب من! جس طرح آپ نے فیصلہ آسمانی میں چھاپا تھا۔ اسی طرح اشاعت السنۃ میں ان صوفی صاحب نے جواب تُرکی بہ تُرکی شایع کر دیا ہے۔ آپ کو تو غیرت کر کے بلا تحریک دیگرے خود ہی طیار ہو جانا چاہیئے تھا۔ برعکس اس کے تحریک کرنے پر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں اور ٹلاتے ہیں۔ صوفی صاحب نے خود قصداً اپنا نام پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی مصلحت سے ظاہر نہیں کیا۔ ناحق آپ نے کلمات گستاخانہ صوفی صاحب کی نسبت لکھ کر ارتکاب عصیان کیا۔ سو آپ کو اس سے کیا بحث ہے۔ آپ کو تو اپنے دعویٰ کے موافق تیار ہونا چاہیئے۔ مولوی محمد حسین صاحب خود ذمہ وار ہیں۔ فوراً مقابلہ پر موجود کر دیں گے۔ لہٰذا اب آپ

ٹلاتیں نہیں۔ مرد میدان نہیں اور صاف لکھیں کہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر موجود ہو کر سلسلہ آزمائش و اظہار کرامت متدعویہ شروع کیا جائے گا۔ یہ عاجز بصد عجز و نیاز عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے دعوی میں اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ میدان میں آؤ۔ دکھیو یا دکھاؤ۔ صاف باطن لوگ دغل باز نہیں ہوتے۔ حیلہ بہانہ نہیں کیا کرتے۔ برکات آسمانی والے کمیٹیاں مقرر کیا کرتے ہیں۔ رجسٹر کھلوایا کرتے ہیں۔ اس قسم کی کارروائی صرف دھوکہ دینا اور دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ افسوس صد افسوس۔ اللہ سے ڈرو۔ قیامت پیش نظر رکھو۔ ایسی مُریدی پیری پر خاک ڈالو۔ جس مطبع میں آپ اپنا مضمون چھاپنے کے لیے بھیجیں اس عاجز کے مضمون کو بھی زیر قدم چھاپ دیں۔

عریضہ نیاز۔ میر عباس علی از لدھیانہ۔ روز دوشنبہ۔ ۹ رمئی ۱۸۹۲ء

جواب جواب الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ وَنصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ والسّلام علےٰ من اتّبع الھدیٰ

بعد ہذا بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا جواب الجواب مجھ کو ملا۔ جس کے پڑھنے سے بہت ہی افسوس ہوا۔ آپ مجھ کو لکھتے ہیں کہ صوفی صاحب کے مقابلہ پر مرد میدان نہیں۔ اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ آپ کی اس تحریر پر مجھ کو رونا آتا ہے۔ صاحب مَیں نے کب اور کس وقت حیلہ بہانہ کیا۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صوفی صاحب جن کے نام بھی اب تک کچھ پتہ ونشان نہیں میدان میں کھڑے ہیں۔ مَیں نے آپ کو ایک صاف اور سیدھی بات لکھی تھی کہ جب تک کوئی مقابل پر نہ آوے اپنا نام نہ بتاوے۔ اپنا اشتہار شائع نہ کرے کس سے مقابلہ کیا جاتے۔ میں کیونکر اور کن وجوہ سے اس بات پر تسلی پذیر ہو جاؤں کہ آپ یا شیخ بٹالوی اس صوفی گمنام کی طرف سے وکیل بن گئے ہیں۔ کوئی وکالت نامہ نہ آپ نے پیش کیا اور نہ بٹالوی نے۔ اور اب تک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس صوفی پردہ نشین کو وکیلوں کی ضرورت کیوں پڑی۔ کیا وہ خود ستر میں ہے یا دیوانہ یا نا بالغ۔ بجز اس کے کیا سمجھنا چاہیئے کہ اگر فرض کے طور پر کوئی صوفی ہی ہے تو کوئی فضول گو اور مفتری آدمی ہے جو بوجہ اپنی مفلسی اور بے سرمائگی کے اپنی شکل دکھانی نہیں چاہتا۔ مَیں متعجب ہوں۔ یہ سیدھی بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ یہ کس قسم کی بات ہے کہ صوفی تو عورتوں کی طرح چھپتا پھرے اور مرد میدان بن کر میرے مقابلہ پر نہ آوے اور الزام اس عاجز پر ہو کہ کیوں صوفی کے مقابل پر کھڑے نہیں ہوتے۔ صاحب من! میں تو بحکم اللہ جلّشانہٗ کھڑا ہوں اور خدا تعالےٰ کے یقین دلانے سے قطعی طور پر جانتا ہوں کہ اگر کوئی صوفی وغیرہ میرے مقابل آئے گا۔ تو خدا تعالےٰ اس کو سخت ذلیل کرے گا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ اس واحد لاشریک عزّ اسمہٗ نے مجھ کو خبر دی ہے جس پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ ایسے صوفیوں کا مَیں کس سے مثال دوں وہ ان عورتوں کی مانند ہیں جو گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھیں اور پھر کہیں کہ ہم نے مردوں پر فتح پائی۔

ہمارے مقابل پر کوئی نہ آیا۔ مَیں پھر مکرر کہتا ہوں کہ بٹالوی کی تحریر سے مجھ کو سخت شُبہ ہے اور اس کے ہر روزہ افتراء پر خیال کرکے میرے دل میں یہی جما ہوا ہے کہ یہ صوفی کا تذکرہ محض فرضی طور پر اس نے اپنی اشاعت السنّہ میں لکھ دیا ہے ورنہ مقابلہ کا دم مارنا اور پھر پردہ میں رہنا کیا راست باز آدمیوں کا کام ہے۔ اس صوفی کو چاہیئے کہ میری طرح کُھلے اشتہار دے کہ میں حسب دعوت فیصلہ آسمانی تمہارے مقابل پر آیا ہوں۔ اور میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ اگر اس اشتہار کے شائع ہونے اور میرے پاس پہنچائے جانے کے بعد میں خاموش رہا تو جس قدر آپ نے اپنے اس خط میں ایسے الفاظ لکھے ہیں کہ "حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ صاف باطن دغل باز نہیں ہوتے" یہ سارے الفاظ آپ کے میری نسبت صحیح ٹھہریں گے ورنہ دشنام دہی سے زیادہ نہیں۔ جب انسان کی آنکھ بند ہو جاتی ہے تو اس کو روز روشن بھی رات ہی معلوم ہوتی ہے۔ اگر آپ کی آنکھ میں ایک ذرّہ بھی نُور باقی ہوتا تو آپ سمجھ لیتے کہ حیلہ بہانہ کون کرتا ہے۔ کیا وہ شخص جس نے صاف طور پر دو ہزار اشتہار تقسیم کرکے ایک دُنیا پر ظاہر کر دیا کہ میں میدان میں کھڑا ہوں۔ کوئی میرے مقابل پر آوے یا وہ شخص کہ چوروں کی طرح غار کے اندر بول رہا ہے۔ جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ان پر لعنت ہے۔ پس اگر یہ صوفی درحقیقت کوئی انسان ہے تو محمد حسین کی ناجائز وکالتوں کے برقع میں مخفی نہ رہے اور خدا تعالےٰ کی لعنت سے ڈرے۔ اگر اس کے پاس حق ہے تو حق کو لے کر میدان میں آجاتے۔ جبکہ مجھ کو کوئی معیّن شخص سامنے نظر نہیں آتا تو میں کس سے مقابلہ کروں۔ کیا مُردہ سے یا ایک فرضی نام سے۔ اور آپ کو یاد رہے کہ اگر میری نظر میں یہ صوفی ایک خارجی وجود رکھتا تو مَیں جیسا کہ میرے پر ظاہر ہوتا اس کے مرتبہ کے لحاظ سے باخلاق اس سے کلام کرتا۔ مگر جبکہ میری نظر میں صرف یہ ایک فرضی نام ہے جس کا میرے خیال میں خارج میں وجود ہی نہیں تو اس کے حق میں سخت گوئی محض ایک فرضی نام کے حق میں سخت گوئی ہے۔ ہاں سخت گوئی آپ نے کی ہے سو میں آپ کے اس ترک ادب اور لعن طعن اور سبّ اور شتم کو خدا تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔ فقط

راقم مرزا غلام احمد

مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجّت کر دیا گیا۔ آیندہ ہماری طرف ایسی پُر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔ جب یہ تحریریں چھپ جائیں گی منصف لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ کس کی بات انصاف پر مبنی ہے اور کس کی سراسر ظلم اور تعصب سے بھری ہوئی ہے۔

میرزا غلام احمد - ۹ مئی ۱۸۹۲ء - ۱۱ عید الفطر ۱۳۰۰ھ

(مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے جو ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مورخہ ۱۴ مئی ۱۸۹۲ء میں طبع ہوا ہے (المرتب)

(۸۴)

ضروری اشتہار

اس عاجز کا ارادہ ہے کہ اشاعت دین اسلام کے لیے ایسا احسن انتظام کیا جائے کہ ممالک ہند میں ہر جگہ ہماری طرف سے واعظ ومناظر مقرر ہوں اور بندگان خدا کو دعوۃ حق کریں تا حجت اسلام روئے زمین پر پوری ہو۔ لیکن اس ضعف اور قلت جماعت کی حالت میں ابھی یہ ارادہ کامل طور پر انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ بالفعل یہ تجویز کیا ہے کہ اگر حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہی جو ایک فاضل جلیل اور امین اور متقی اور محبت اسلام میں بدل وجان فدا شدہ ہیں قبول کریں تو کسی قدر جہاں تک ممکن ہو یہ خدمت ان کے سپرد کی جائے۔ مولوی صاحب موصوف بچوں کی تعلیم اور درس قرآن وحدیث اور وعظ ونصیحت اور مباحثہ اور مناظرہ میں یدِ طُولیٰ رکھتے ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے اگر وہ اس کام میں لگ جائیں، لیکن چونکہ انسان کو حالت عیالداری میں وجوہ معیشت سے چارہ نہیں اس لیے یہ فکر سب سے مقدم ہے کہ مولوی صاحب کے کافی گذارہ کے لیے کوئی احسن تجویز ہو جائے یعنی یہ کہ ہر ایک ذی مقدرت صاحب ہماری جماعت میں سے دائمی طور پر جبتک خدا تعالیٰ چاہے انکے گذارہ کے لیے حسب استطاعت اپنے کوئی چندہ مقرر کریں اور پھر جو کچھ مقرر ہو بلا توقف انکی خدمت میں بھیج دیا کریں۔ دُنیا چند روزہ مسافر خانہ ہے آخرت کیلئے نیک کاموں کیساتھ تیاری کرنی چاہیئے مبارک وہ شخص جو ذخیرہ آخرت کے اکٹھا کرنے کے لیے دن رات لگا ہوا ہے۔ اس اشتہار کے پڑھنے پر جو صاحب چندہ کے لیے تیار ہوں وہ اس عاجز کو اطلاع دیں۔ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

المشـــــــــــــــــــــتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۲۶ رمئی ۱۸۹۲ء

(منقول از نشان آسمانی مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر بار اوّل صفحہ ج)

(۸۵)

ضروری گذارش

اُن باھمّت دوستوں کی خدمت میں جو کسی قدر امداد اُمورِ دین کے لیے مقدرت رکھتے ھیں

اے مردان بکوشید و برائے حق بجوشید

اگرچہ پہلے ہی سے میرے مخلص احباب للّٰہی خدمت میں اس قدر مصروف ہیں کہ میں شکر ادا نہیں کر سکتا اور دُعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم ان کو ان تمام خدمات کا دونوں جہانوں میں زیادہ سے زیادہ اجر بخشے۔ لیکن اس وقت خاص طور پر توجہ دلانے کے لیے یہ امر پیش آیا ہے کہ آگے تو ہمارے صرف بیرونی مخالف تھے اور فقط بیرونی مخالف کی ہمیں فکر تھی اور اب وہ لوگ بھی جو مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں بلکہ مولوی اور فقیہ کہلاتے ہیں، سخت مخالف ہو گئے ہیں یہاں تک کہ وہ عوام کو ہماری کتابوں کے خریدنے بلکہ پڑھنے سے منع کرتے اور روکتے ہیں۔ اس لیے ایسی دقتیں پیش آگئی ہیں جو بظاہر ہیبت ناک معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر ہماری جماعت سُست نہ ہو جائے تو عنقریب یہ سب دقتیں دُور ہو جائیں گی۔ اس وقت ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کی خرابیوں کی اصلاح کرنے کے لیے بدل و جان کوشش کریں اور اپنی زندگی کو اسی راہ میں فدا کر دیں۔ اور وہ صدق قدم دکھلاویں جس سے خدا تعالیٰ جو پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والا اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہے راضی ہو جائے۔ اسی بناء پر میں نے قصد کیا ہے کہ اب قلم اُٹھا کر پھر اس کو اُس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک کہ خدا تعالےٰ اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر کامل طور پر حجّت پُوری کر کے حقیقت عیسویہ کے حربہ سے حقیقت دجّالیہ کو پاش پاش نہ کرے، لیکن کوئی قصد بجز توفیق و فضل و امداد و رحمت الٰہی انجام پذیر نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ کی بشارات پر نظر کر کے جو بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ اس عاجز کو بھی امید ہے کہ وہ اپنے اس بندہ کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنے دین کو اس خطرناک پراگندگی میں نہیں چھوڑے گا جو اَب اس کے لاحق حال ہے۔ مگر برعایت ظاہری جو طریق مسنون ہے۔ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ[1] بھی کہنا پڑتا ہے۔ سو بھائیو جیسا مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں سلسلہ تالیفات کو بلا فصل جاری رکھنے کے لیے میرا پختہ ارادہ ہے اور یہ خواہش ہے کہ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد جس کا نام نشان آسمانی ہے رسالہ دافع الوساوس طبع کرا کر شائع کیا جاوے اور بعد اس کے بلا توقف رسالہ

---

[1] الصف : ۱۵

حیات النبی و ممات المسیح جو یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جاتے گا شائع ہو اور بعد اس کے بلا توقف حصّہ پنجم براہین احمدیہ جس کا دوسرا نام ضرورت قرآن رکھا گیا ہے ایک مستقل کتاب کے طور پر چھپنا شروع ہو۔ لیکن میں اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لیے یہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے ذی مقدرت دوست اس کی خریداری سے مجھ کو بدل وجان مدد دیں۔ اس طرح پر کہ حسب مقدرت اپنے ایک نسخہ یا چند نسخے اس کے خرید لیں۔ جن رسائل کی قیمت تین آنہ یا چار آنہ یا اس کے قریب ہو۔ ان کو ذی مقدرت احباب اپنے مقدور کے موافق ایک مناسب تعداد تک لے سکتے ہیں۔ اور پھر وہی قیمت دوسرے رسالہ کے طبع میں کام آسکتی ہے۔ اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر بوجہ املاک و اموال و زیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بیکس کوئی بھی نہیں۔ اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض عین ہے جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں زکوٰۃ دی جاوے زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں۔ اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں جیسے رسالہ احکام القرآن اور اربعین فے علامات المقربین اور سراج منیر اور تفسیر کتاب عزیز۔ لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام از بس ضروری ہے۔ اس لیے بشرط فرصت کوشش کی جائے گی کہ یہ رسائل بھی درمیان میں طبع ہو کر شائع ہو جائیں۔ آیندہ ہر ایک امر اللہ جلّ شانہٗ کے اختیار میں ہے۔ یفعل ما یشاء وھو علٰی کل شیءٍ قدیر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۲۸ مئی ۱۸۹۲ء

(منقول از نشان آسمانی بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ و۔ب)

---

(۸۶)

تبلیغ رُوحانی

لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا[1]

اگر خود آدمی کاہل نباشد در تلاشِ حق　　خدا خود راہ بنماید طلب گار حقیقت را

یہ بات قرآن کریم اور حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ مومن رؤیا صالحہ مبشرہ دیکھتا ہے اور اس کے لیے دکھائی بھی جاتی ہیں۔ بالخصوص جبکہ مومن لوگوں کی نظر میں مطرود اور مخذول اور ملعون اور مردود اور کافر اور دجّال بلکہ اکفر اور شرالبریہ ہو۔ اس وقت اور شکست خاطر کے وقت میں کچھ مکالمات پُر از لُطف واحسان خدا تعالیٰ کی طرف سے مومن کے ساتھ واقع ہوتے ہیں اس کو کون جانتا ہے۔

رحمت خالق کہ حرز اولیا ست　　ہست پنہاں زیر لعنت ہائے خلق

یہ عاجز خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتا کہ اس تکفیر کے وقت میں کہ ہر ایک طرف سے اس زمانہ کے علماء کی آوازیں آ رہی ہیں کہ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ ندا ہے کہ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایک طرف حضرات مولوی صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کی بیخکنی کرو اور ایک طرف الہام ہوتا ہے۔ یَتَرَبَّصُوْنَ عَلَیْكَ الدَّوَآئِرَ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ۔ اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس شخص کو سخت ذلیل اور رسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے کہ اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ۔ اَللّٰهُ اَجْرُكَ۔ اَللّٰهُ یُعْطِیْكَ جَلَالَكَ۔ اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے الہام پر تواتر زور دے رہا ہے کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ غرض یہ تمام مولوی صاحبان خدا تعالےٰ سے لڑ رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔

بالآخر واضح ہو کہ اس وقت میرا مدّعا اس تحریر سے یہ ہے کہ بعض صاحبوں نے پنجاب اور ہندوستان سے اکثر خوابیں متعلق زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز الہامات بھی اس عاجز کے بارہ میں لکھ کر بھیجے ہیں جن کا مضمون قریباً اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور یا بذریعہ الہام کے خدا تعالےٰ

[1] یونس : ۶۵

کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کو قبول کرو۔ چنانچہ بعض نے ایسی خوابیں بھی بیان کیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غضب کی حالت میں نظر آئے اور معلوم ہوا کہ گویا آنحضرتؐ روضہ مقدسہ سے باہر تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمام ایسے لوگ جو اس شخص یعنی اس عاجز کو عمداً ستا رہے ہیں۔ قریب ہے جو ان پر غضب الٰہی نازل ہو۔ اوّل اوّل اس عاجز نے ان خوابوں کی طرف التفات نہیں کی۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ کثرت سے دُنیا میں یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہانتک کہ بعض لوگ محض خوابوں کے ہی ذریعہ سے عناد اور کینہ کو ترک کر کے کامل مخلصین میں داخل ہو گئے اور اسی بناء پر اپنے مالوں سے امداد کرنے لگے۔ سو مجھے اس وقت یاد آیا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ الہام درج ہے جس کو دس برس کا عرصہ گذر گیا اور وہ یہ ہے یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ یعنی ایسے لوگ تیری مدد کریں گے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کرینگے سو وہ وقت آ گیا۔ اس لیے میرے نزدیک قرین مصلحت ہے کہ جب ایک معقول اندازہ ان خوابوں اور الہاموں کا ہو جائے تو ان کو ایک رسالہ مستقلہ کی صورت میں طبع کر کے شائع کیا جائے کیونکہ یہ بھی ایک شہادت آسمانی اور نعمت الٰہی ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ لیکن پہلے اس سے ضروری طور پر یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ آئندہ ہر ایک صاحب جو کوئی خواب یا الہام اس عاجز کی نسبت دیکھ کر بذریعہ خط اس سے مطلع کرنا چاہیں تو ان پر واجب ہے کہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اپنے خط کے ذریعہ سے اس بات کو ظاہر کریں کہ ہم نے واقعی اور یقینی طور پر یہ خواب دیکھی ہے اور اگر ہم نے کچھ اس میں ملایا ہے تو ہم پر اسی دُنیا اور آخرت میں لعنت اور عذاب الٰہی نازل ہو۔ اور جو صاحب پہلے قسم کھا کر اپنی خوابیں بیان کر چکے ہیں۔ ان کو دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ تمام صاحب جنہوں نے خوابیں یا الہامات تو لکھ کر بھیجے تھے لیکن وہ بیانات ان کے مؤکد بقسم کر کے ارسال فرماویں اور یاد رہے کہ بغیر قسم کے کوئی خواب یا الہام یا کشف کسی کا نہیں لکھا جاوے گا۔ اور قسم بھی اس طرز کی چاہیئے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے۔

اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مؤاخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعوے جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس ۲۱ مرتبہ سورۃ اخلاص ہو پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دُعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے

پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں، لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بُغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلّی بُغض و عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلّی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بُغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کریگا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دُخان نہیں ہوگا۔ سوائے حق کے طالبو۔ ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب مَیں نے یہ رُوحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آیندہ تمہیں اختیار ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المبلغ غلام احمد عفی عنہ

(منقول از نشانِ آسمانی ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ۳۸ تا ۴۱)

(۸۷)

شیخ بٹالوی صاحب کے فتوےٰ تکفیر کی کیفیت

اس فتوے کو میں نے اوّل سے آخر تک دیکھا۔ جن الزامات کی بناء پر یہ فتویٰ لکھا ہے انشاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلاف واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے جس کا نام دافع الوساوس ہے بایںہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن وطعن پر کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ۔ بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور ملعون اور دجّال اور ضال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے وہ بخارات نکال لیے جو دیانت اور امانت اور تقویٰ کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے اور جس قدر میری اتمام حجت اور میری سچائی کی تلخی سے ان حضرات کو زخم پر زخم پہنچا۔ اس صدمہ عظیمہ کا غم غلط کرنے کے لیے کوئی اور طریق بھی تو نہیں تھا بجز اس کے کہ لعنتوں پر آجاتے مجھے اس بات کو سوچ کر بھی خوشی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں اور مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح علیہ السلام کو تحفہ دیا تھا۔ وہ بھی تو یہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہلِ کتاب کی تاریخ اور ہر چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثیل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سُنکر بہت ہی خوش ہونا چاہئیے کیونکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو حقیقت دجالیہ کے ہلاک اور فانی کرنے کے لیے حقیقت علیسویہ سے متصف کیا۔ ایسا ہی اس نے اس حقیقت کے متعلق جو جو نوازل وآفات تھے ان سے بھی خالی نہ رکھا، لیکن اگر کچھ افسوس ہے تو صرف یہ کہ بٹالوی صاحب کو اس فتوے کے طیار کرنے میں یہودیوں کے فقیہوں سے بھی زیادہ خیانت کرنی پڑی۔ اور وہ خیانت تین قسم کی ہے۔

اوّل یہ کہ بعض لوگ جو مولویت اور فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتے۔ وہ صرف مکفرین کی تعداد بڑھانے کے لیے مفتی قرار دیئے گئے۔ دوسری یہ کہ بعض ایسے لوگ جو علم سے خالی اور علانیہ فسق وفجور بلکہ نہایت بدکاریوں میں مبتلا تھے وہ بڑے عالم متشرع متصور ہو کر اُن کی مُہریں لگائی گئیں۔ تیسرے ایسے لوگ جو علم اور دیانت رکھتے تھے۔ مگر واقعی طور پر اس فتوے پر انہوں نے مُہر نہیں لگائی۔ بلکہ بٹالوی صاحب نے سراسر چالاکی اور افتراء سے

خود بخود اُن کا نام اس میں جڑ دیا- ان تینوں قسم کے لوگوں کے بارے میں ہمارے پاس تحریری ثبوت ہیں- اگر بٹالوی صاحب یا کسی اور صاحب کو اس میں شک ہو تو وہ لاہور میں ایک جلسہ منعقد کر کے ہم سے ثبوت مانگیں- تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد- یوں تو تکفیر کوئی نئی بات نہیں - ان مولویوں کا آبائی طریق یہی چلا آتا ہے کہ یہ لوگ ایک باریک بات سُنکر فی الفور اپنے کپڑوں سے باہر ہو جاتے ہیں - اور چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ عقل تو ان کو دی ہی نہیں کہ بات کی تہ تک پہنچیں اور اسرار غامضہ کی گہری حقیقت کو دریافت کر سکیں - اس لیے اپنی نافہمی کی حالت میں تکفیر کی طرف دوڑتے ہیں - اور اولیاء کرام میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ ان کی تکفیر سے باہر رہا ہو- یہاں تک کہ اپنے مُونہہ سے کہتے ہیں کہ جب مہدی موعود آئے گا تو اس کی بھی مولوی لوگ تکفیر کریں گے - اور ایسا ہی حضرت عیسیٰ جب اُتریں گے تو ان کی بھی تکفیر ہو گی - ان باتوں کا جواب یہی ہے کہ اے حضرات آپ لوگوں سے خدا کی پناہ- وہ سبحانہٗ خود اپنے برگزیدہ بندوں کو آپ لوگوں کے شر سے بچاتا آیا ہے - ورنہ آپ لوگوں نے تو ڈائن کی طرح اُمتِ محمدؐیہ کے تمام اولیاء کرام کو کھا جانا چاہا تھا اور اپنی بد زبانی سے نہ پہلوں کو چھوڑا نہ پچھلوں کو اور اپنے ہاتھ سے اُن نشانیوں کو پوری کر رہے ہیں جو آپ ہی بتلا رہے ہیں- تعجب کہ یہ لوگ آپس میں بھی تو نیک ظن نہیں رکھتے- تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ موحدین کی بے دینی پر مدار الحق میں شاید تین سو کے قریب مُہر لگی تھی- پھر جبکہ تکفیر ایسی سستی ہے تو پھر ان کی تکفیروں سے کوئی کیونکر ڈرے - مگر افسوس تو یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جعلسازی سے بہت کام لیا ہے - اور طرح طرح کے افتراء کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے - اس مختصر رسالہ میں ہم مفصّل ان خیانتوں کا ذکر نہیں کر سکتے- جو شیخ بٹالوی نے حسب منشاء شیخ دہلوی اپنے کفرنامہ میں کام میں لا کر اپنا نامۂ اعمال درست کیا ہے - صرف بطور نمونہ ایک مولوی صاحب کا خط معہ ان کے چند اشعار کے ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وُہ یہ ہے :-

بحضور فیض گنجور حضرت مجدّد وقت مسیح الزمان مہدی دوران

حضرت مرزا غلام احمد صاحب دام برکاتہٗ

پس از سلام سُنّتِ اسلام گذارش حال اینکہ - غریب نواز پٹیالہ سے حضور کے تشریف لے جانے کے بعد سکنائے بلدہ نے مجھ کو نہایت تنگ کیا- یہاں تک کہ مساجد میں نماز ادا کرنے سے بند کیا گیا- مَیں نے اپنے بعض دوستوں کو ناحق کا الزام دُور کرنے کے لئے یہ لکھ دیا کہ میرا عقیدہ اہلسنّت والجماعت کے موافق ہے اور انکار ختمِ نبوّت اور وجُودِ ملائکہ و معجزاتِ انبیاء ولیلۃ القدر وغیرہ موجبِ کفر والحاد سمجھتا ہوں - وُہی تحریر میری مولوی محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنّۃ نے لیکر اپنے کفرنامہ میں جو آپ کے لئے تیار کیا تھا درج کر دی - مَیں نے خبر پا کر مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ جو میری طرف سے فتوٰئ تکفیر پر عبارت لکھی گئی ہے وہ کاٹ دینی چاہیئے کیونکہ مَیں حضرت مرزا

صاحب کے مکفّر کو خود کافر و ملحد سمجھتا ہوں۔ مولوی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں بھیجا۔ پیچھے سے مجھے معلوم ہؤا کہ انہوں نے میرا نام مُکفّرین کے زُمرہ میں چھاپ کر شائع کر دیا۔ سو میرے فتوے کی یہ حقیقت ہے۔ یہ نالائق حضُور سے بَیعت ہو چکا ہے۔ لِلّٰہ اِس عاجز کو اپنی جماعت سے خارج تصوّر نہ فرماویں۔ مَیں اِس ناکردہ گناہ سے خُداوند تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور حضور سے معافی مانگتا ہوں اور چند ابیات محبّت اور عقیدت کے جوش سے مَیں نے حضور کے بارہ میں تالیف کئے ہیں وُہ بھی ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔ اور اُمّید وار ہوں کہ میری یہ تمام تحریر معہ اشعار کے طبع کرا کر شایٔع کر دی جائے۔ ١

اشعار یہ ہیں

موجبِ کُفر است تکفیرِ تو اے کانِ کرم — و ایں مواہیر و فتاوٰے رہزنِ راہِ کرم
آرزُو دارم کہ جان و مال قُربانت کنم — ایں تمنّایم برآرد کارسازِ قادرم
چوں بتابم رُو زِ تو حاشا و کلّا این کُجا — من فدائے رُوے تو اَے رہبرِ دین پرورم
دینِ مُردہ را بقالب جاں درآمد از دمت — چوں ازیں انفاس اعراضی کنم اے مہترم
من کجا و ایں طور بدعہدی و بے راہی کُجا — خادمم تا زندہ ہستم و از دِل و جاں چاکرم
حملہ ہا کردند ایں غولانِ راہِ حق بر من — رہ زدندے گر نبودے لُطفِ یزداں رہبرم
ایں یہودی سیرتاں قدرِ ترا نہ شناختند — چوں نبیِّ ناصری نفریں شنیدم لاجرم
ہر کہ تکفیرت کند کافر ہماں ساعت شود — حق نگہدارد مرا ازیں زُمرۂ نامحترم
بر منِ اعمٰے بہ بخش اے حضرتِ مہرِ منیر — گر خطا دیدی ازاں بگذر کہ من مستغفرم
تار و انم ہست در تن از دِل و جانم غلام — لُطف فرما کز تذلّل بر درِ تو حاضرم
نُورِ ماہِ دینِ احمدؐ بر وجودت شد تمام — آمدی در چاردہ اے بدرِ تام و انورم
حسبِ تبشیرِ نبیؐ بر وقتِ خود کردی ظہُور — السّلام اے رحمتِ ذاتِ جلیل و اکرم
مُشکلاتِ دینِ حق بر دستِ تو آساں شدند — مے کنی تجدیدِ دین از فضل ربّ ذوالکرم
از رہِ منّت درُونم را مُسلماں کردۂ — گر نباشم جاں نثارِ آستانت کافرم

راقم خاکسار مولوی حافظ عظیم بخش پٹیالوی۔ ۲۴ رمئی ۱۸۹۲ء

(منقول از رسالہ "نشانِ آسمانی" بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر صفحہ ۴۲-۴۴)

(۸۸)

طبِّ رُوحانی

یہ کتاب حضرت حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم کی تالیفات میں سے ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے اس کتاب میں اس علم مخفی سلب امراض اور توجہ کو مبسوط طور پر بیان کیا ہے جس کو حال کے مشائخ اور پیرزادے اور سجادہ نشین پوشیدہ طور پر اپنے خاص خاص خلیفوں کو سکھلایا کرتے تھے اور ایک عظیم الشان کرامت خیال کی جاتی تھی اور جس کی طلب میں اب بھی بعض مولوی صاحبان دُور دُور کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے محض للہ عام و خاص کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کو منگوا کر ضرور ہی مطالعہ کریں کہ یہ بھی منجملہ ان علوم کے ہے جو انبیاء پر فائض ہوئے تھے بلکہ حضرت مسیح کے معجزات تو اسی علم کے سرچشمہ میں سے تھے۔

کتاب کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ صاحبزادہ افتخار احمد صاحب جو لدھیانہ محلہ جدید میں رہتے ہیں۔ اُن کی خدمت میں خط و کتابت کرنے سے قیمتاً مِل سکتی ہے۔

(منقول از نشانِ آسمانی ایڈیشن اوّل صفحہ د۔ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

(۸۹)

آئینہ کمالاتِ اسلام

یہ کتاب جس کا نام عنوان میں درج ہے میں نے بڑی محنت اور تحقیق اور تفتیش سے صرف اس غرض اور نیت سے تالیف کی ہے کہ تا اسلام کے کمالات اور قرآن کریم کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کروں اور مخالفین کو دکھلاؤں کہ فرقان حمید کن اغراض کے پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور انسان کے لیے اس کا کیا مقصد ہے۔ اور اس مقصد میں کس قدر وہ دوسرے مذاہب سے امتیاز اور فضیلت رکھتا ہے اور بایں ہمہ اس کتاب میں ان تمام اوہام اور وساوس کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ جو کوتاہ نظر لوگ مدعیان اسلام ہو کر پھر ایسی باتیں مونہہ پر لاتے ہیں جو درحقیقت اللہ اور رسُول اور قرآن کریم کی ان میں اہانت ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کا دوسرا نام دافع الوساوس بھی رکھا گیا ہے، لیکن ہر مقام اور ہر محل میں زور کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا ایک دین اسلام ہی ہے جس کو دین اللہ کہنا چاہیئے۔ جو سچائی کو سکھلاتا اور نجات کی حقیقی راہیں اس کے طالبوں کے لیے پیش کرتا ہے اور اُخروی رستگاری کے لیے کسی بے گناہ کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ اور نہ انسان کو بخشایش الٰہی سے ایسا نومید کرتا ہے کہ جب تک ایسا گنہگار انسان کروڑہا کیڑوں مکوڑوں وغیرہ حیوانات کی جون میں نہ پڑے تب تک کوئی سبیل اور کوئی چارہ اور کوئی علاج اس کے گناہ بخشے جانے کا نہیں۔ گویا اس دنیوی زندگی میں ایک صغیرہ گناہ کرنے سے بھی تمام دروازے رحمت کے بند ہو جاتے ہیں۔ اور آخر انسان ایک لاعلاج بیماری سے بڑے درد اور دُکھ کے ساتھ اور سخت نومیدی کی حالت میں دوسرے عالم کی طرف کوچ کرتا ہے بلکہ قرآن کریم میں نجات کی وہ صاف اور سیدھی اور پاک راہیں بتلائی گئی ہیں کہ جن سے نہ تو انسان کو خدا تعالیٰ سے نومیدی پیدا ہوتی ہے اور نہ خدائے تعالےٰ کو کوئی ایسا نالایق کام کرنا پڑتا ہے کہ گناہ تو کوئی کرے اور سزا دوسرے کو دی جاوے۔ غرض یہ کتاب ان نادر اور نہایت لطیف تحقیقاتوں پر مشتمل ہے جو مسلمانوں کی ذریت کے لیے نہایت مفید اور آج کل روحانی ہیضہ سے بچنے کے لیے جو اپنے زہرناک مادہ سے ایک عالم کو ہلاک کرتا جاتا ہے نہایت مجرّب اور شفا بخش شربت ہے اور چونکہ یہ کتاب بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کے فسادوں کی اصلاح پر مشتمل ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے میں یقین کرتا ہوں کہ

یہ کتاب اسلام اور فرقان کریم اور حضرت سیّدنا و مولانا خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکات

دُنیا پر ظاہر کرنے کے لیے ایک نہایت عمدہ اور مبارک ذریعہ ہے۔ اس لیے میں نے اللہ جلّشانہ پر توکّل کر کے چودہ سو [۱۴۰۰] کاپی چھپوانی شروع کر دی ہے اور امید ہے کہ ڈیڑھ ماہ یا غایت دو ماہ تک یہ کام بخیر و خوبی ختم ہو جائے۔ اور چونکہ میں نے بغرض اہتمام بلیغ صحت و خوشخطی و دیگر مراتب پریس کو اپنے مسکن قادیان میں معہ اس کے تمام عملہ و اسباب و سامان کے منگوا لیا ہے اور کاغذ بھی بہت عمدہ لگایا گیا ہے۔ اس لیے مجھ کو اس کتاب کے اہتمام طبع میں معمولی صورتوں سے دو چند خرچ کرنا پڑا۔ اور اگرچہ میری نظر میں یہ یقینی امر ہے کہ کتاب کی ضخامت اس قدر بڑھ جائے گی کہ شاید اصل قیمت اس کی بنظر تمام مصارف اور حرجوں کے دو روپیہ [عا] یا اس سے بھی زیادہ ہو۔ مگر چونکہ یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ بعض لوگ بباعث نابینائی اور نہایت کم توجہی کے دین اور دینی کتابوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور حقایق اور معارف کے موتیوں کو کوڑیوں کے مول پر بھی لینا نہیں چاہتے۔ اس لیے ہر یک نقصان اور حرج قبول کر کے صرف ایک روپیہ اس کتاب کی قیمت مقرر کی گئی ہے۔ مگر محصول علاوہ ہے اس مقام میں اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب اور اخویم حکیم فضل دین صاحب اور اخویم نواب محمد علی خاں صاحب اور اخویم مولوی سیّد تفضل حسین صاحب اور احباب سیالکوٹ اور کپور تھلہ کی ہمدردی کا شکر قابل اظہار ہے کہ انہوں نے میری پہلی کتاب کی خریداری میں بہت مدد دی۔ جس کا ذکر انشاء اللہ محض ترغیباً للمسلمین اس کتاب کے آخر میں معہ ذکر دیگر احباب کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ سب کو ہمدردی اسلام کے لیے جگا وے۔ اور اس خدمت کے لیے آپ ان کے دلوں میں الہام کرے۔ اگرچہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں جان دینے کو بھی حاضر ہیں۔ اور اگر ہماری جانفشانی سے کچھ بن سکتا ہے، تو ہم اپنا خون بہانے کو بھی طیار ہیں۔

سرکہ در پائے عزیزش رود
بارِ گران است کشیدن بدوش

مگر اس وقت مال کا کام ہے جو ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ جمہوری کام جمہور کی توجہ سے ہوتے ہیں۔ بھائیو! تم دیکھتے ہو کہ اسلام کے باغ پر کس قدر ہر طرف سے تیشے رکھے گئے ہیں اور اسلام کی نسبت کیا ارادہ کیا گیا ہے اور ہمارے پیارے نبی ہمارے محبوب رسول افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کچھ افتراء کئے جاتے ہیں اور کس قدر ذریعے خلق اللہ کے بہکانے کے لیے استعمال کئے گئے ہیں۔ بھائیو آج وہ دن ہے کہ فقراء کی دُعا اور علماء کی علمیت اور اغنیاء کی دولت اسلام کی عزت اور نبی کریمؐ کے جلال اور شوکت ظاہر کرنے کے لیے اس زور شور سے خرچ ہو کہ جیسے ایک سفلہ دُنیا پرست کور باطن اپنے کسی عزیز فرزند کی شادی کے لیے دل کھول کر اپنا مال عزیز خرچ کرتا ہے یا ایک جاہل امیر اپنی شان و شوکت کی عمارت بنانے کے لیے ایک خزانہ کھول دیتا ہے۔ سو اُٹھو اور کچھ خدمت کر لو کہ دُنیا روز ے

چند اور آخر کار باخداوند۔ اگرچہ اس عاجز کا ذرہ ذرہ اس جوش میں ہے کہ اس پُرظلمت زمانہ میں اللہ جلشانہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور صداقت ظاہر کرے تا اسلام کی روشنی کے دن دوبارہ آویں، لیکن جو باتیں مصارف مالی پر موقوف ہیں وہاں کیا ہو سکتا ہے۔ خدا تعالی آپ پر رحم کرے۔

اگر اس وقت اور اس زمانہ میں کوئی دولت مند خواب غفلت سے بیدار ہو جائے تو مولیٰ کریم اور اس کے رسول سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے راضی کرنے کے لیے کیسا عمدہ اور مبارک وقت ہے۔

بیدار شو گر عاقلی دریاب گر اہلِ ولی   شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد از مقام قادیان ضلع گورداسپور   دہم اگست ۱۸۹۲ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحوں پر ہے)

(۹۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلّے

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی و درماندگی

اس وقت میں ضروری طور پر اپنے دوستوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اخویم مکرم حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب جو اس وقت بمقام بھوپال محلہ چوبدار پورہ میں نوکری سے علیحدہ ہو کر خانہ نشین ہیں۔ بوجہ تکالیف عُسر ہمدردی کے لایق ہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف بڑے صابر اور متوکل اور خدا تعالیٰ پر اپنے کاروبار چھوڑنے والے ہیں لیکن ہمیں خود موقعہ ثواب کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ حضرت مکرم مولوی حکیم نور دین صاحب ایسے للّہی کاروبار اور نوائب الحق میں سب سے پہلے قدم رکھتے تھے۔ مگر اس وقت برادر موصوف اپنے تعلق ملازمت ریاست جموں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہر یک بھائی کی اپنے اپنے مقدرت کے موافق توجہ درکار ہے۔ پہلے اکثر صاحب اس رائے کی طرف مائل تھے کہ جس وقت حضرت مولوی محمد احسن صاحب کے لیے ایک رقم معقول چندہ ماہواری کی جو چالیس روپیہ ماہواری سے کم نہ ہو۔ قرار پا جائے تو اس وقت مولوی صاحب کو پنجاب میں بلا لیا جائے اور جس وقت وہ تشریف لے آویں اسی تاریخ سے ماہواری چندہ ادا کرنا لازم سمجھا جائے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کو اس تفرقہ اور پریشانی میں ڈالنا ضروری نہیں۔ خدمت دین کا کام وہ بھوپال میں رہ کر بھی کر سکتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہر یک صاحب جو چندہ دینے کو طیار ہیں یکم اگست ۱۸۹۲ء سے اپنے ذمہ چندہ واجب الادا قرار دیں اور دو ماہ کا چندہ یعنی بابت اگست اور ستمبر ۱۸۹۲ء بلا توقف مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ اور آئندہ ماہ بماہ یا دو ماہ کے بعد یا غایت تین ماہ کے بعد جس طرز سے سہولیت دیکھیں براہ راست اپنا چندہ مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں ارسال فرما دیا کریں۔ اور میری معرفت چندہ بھیجنا کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس میں حرج متصور ہے۔ چاہیئے کہ براہ راست بھوپال دارالریاست میں چوبدار پورہ کے محلہ میں چندہ بھیجدیا کریں۔ اور اب تک جن جن صاحبوں نے حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کے لیے چندہ دینا تجویز کیا ہے ان کے نام نامی معہ تعداد چندہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

نمبر شمار	نام چندہ دہندہ معہ پتہ سکونت	تعداد چندہ
۱	منشی ہاشم علی صاحب پٹواری برنالہ علاقہ ریاست پٹیالہ	۴ر
۲	شہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانہ کھڈ محلہ	۲ر
۳	منشی رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر ریلوے	عاَر
۴	منشی فیاض علی صاحب دارالریاست کپورتھلہ	۴ر
۵	منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلہ	۴ر
۶	شیخ رحمت اللہ صاحب گجرات	عہ ر
۷	دولت خاں ملازم مقام کالکا اسٹیشن کالکا	۴ر
۸	مفتی محمد صادق مدرس جموں متوطن بھیرہ	۴ر
۹	حکیم فضل الدین صاحب بھیروی	عاَر
۱۰	بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک انبالہ چھاؤنی	عہ ر
۱۱	خلیفہ نوردین صاحب تاجر کتب جموں	عہ ر
۱۲	حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب	صہ ر
۱۳	سید حمید شاہ صاحب زبانی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب	۸ر
۱۴	مولوی غلام قادر فصیح صاحب سیالکوٹ	عاَر
۱۵	میاں محمد علی صاحب لاہور معرفت بابو نبی بخش صاحب کلرک دفتر اگزیمینیر ریلوے	۴ر
۱۶	میاں مظفر دین صاحب لاہور معرفت 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۴ر
۱۷	میاں عبدالرحمٰن صاحب لاہور 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۴ر
۱۸	حافظ فضل احمد صاحب لاہور 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۴ر
۱۹	منشی مولا بخش صاحب لاہور 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۴ر
۲۰	بابو نبی بخش کلرک دفتر اگزیمینیر صاحب لاہور ریلوے	۸ر
۲۱	سید امیر علیشاہ صاحب سارجنٹ ضلع سیالکوٹ	عہ ر
۲۲	سید خصیلت علیشاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر کڑیانوالہ۔ گجرات	عہ ر

ان تمام حضرات کی خدمت میں مکرر عرض ہے کہ اگر کوئی مجبوری بشریت یا کوئی پریشانی مانع نہ ہو تو ضرور اس اشتہار کے پہنچنے کے ساتھ ہی دو ماہہ چندہ یعنی بابت اگست و ستمبر ۹۲ء حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی خدمت

میں بلا توقف ارسال فرماویں۔ پتہ وہی بھوپال محلہ چوبدار پورہ۔ لیکن جو حضرات کسی پریشانی یا تبدل حال کی وجہ سے بالفعل مجبور ہوں وہ اس عرضداشت سے مستثنیٰ ہیں۔

اطلاع و خوشخبری

کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام پانچ جزو تک چھپ چکی ہے۔ لیکن پہلے جو ارادہ کیا گیا تھا اس سے کتاب کی ضخامت بڑھ گئی ہے۔ شاید دوچند یا اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے دو حصے کئے جائیں۔ ہر یک حصہ قیمت مناسب کے ساتھ شائع ہوگا اور شاید ایک ماہ تک پہلا حصہ شائع ہو جائے۔

راقم خاکسار **میرزا غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور

۱۲؍ستمبر ۱۸۹۲ء بروز دوشنبہ   مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان ضلع گورداسپور

اطلاع } ہمارے یہاں قادیان میں شیخ نور احمد صاحب کا پریس آگیا ہے۔ اگر ہمارے دوستوں میں سے یا دوستوں کے دوستوں میں سے اس پریس میں کچھ چھپانا چاہیں تو پریس کی امداد اور قادیان میں اس کے قائم رہنے کا موجب ہو سکتا ہے۔

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۴}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

۹۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ہذا بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ ۲۷؍ دسمبر ۱۸۹۲ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے محبّوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہوگا۔ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ ماسوا اس کے جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لیے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں۔ کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لیے طیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں۔ اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم۔ کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لیے ہی جماعت طیار ہونے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنےٰ ادنےٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ

نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لیے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں ۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے ۔ اور خدا تعالےٰ اس امّت وسط کے لیے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا ۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا ۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی ۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے یہی ہوگا ۔ ضرور یہی ہوگا ۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے ۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے ۔ بالآخر میں دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لیے سفر اختیار کریں ۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم وغم دُور فرما دے ۔ اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو ۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دُعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے ۔ آمین ثم آمین ؛

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ ۔ عفی اللہ عنہ

(۷ ؍ دسمبر ۱۸۹۲ء)

(یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ کے دو صفحہ پر ہے) (مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

(۹۲)

مُباہلہ کے لیے اشتہار

اُن تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں۔ عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا تعالیٰ سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں۔ اس طرح پر کہ اوّل آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقاید کے دلائل از روئے قرآن اور حدیث کے سُناؤں اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بطالوی۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے تمام وہ مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں۔ اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا اور نہ کافر کہنے سے باز آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی حُجّت اُن پر پوری ہو گی۔ مَیں اوّل یہ چاہتا تھا کہ وہ تمام بے جا الزامات جو میری نسبت ان لوگوں نے قائم کر کے موجب کفر قرار دیتے ہیں اس رسالہ میں ان کا جواب شائع کروں۔ لیکن بباعث بیمار ہو جانے کاتب اور حرج واقع ہونے کے ابھی تک وہ حصّہ طبع نہیں ہو سکا۔ سو میں مباہلہ کی مجلس میں وہ مضمون بہرحال سُنا دوں گا۔ اگر اس وقت طبع ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو۔ لیکن یاد رہے کہ ہماری طرف سے یہ شرط ضروری ہے کہ تکفیر کا فتویٰ لکھنے والوں نے جو کچھ سمجھا ہے اوّل اس تحریر کی غلطی ظاہر کی جائے۔ اور اپنی طرف سے دلائل شافیہ کے ساتھ اتمام حجّت کیا جائے اور پھر اگر باز نہ آویں تو اُسی مجلس میں مباہلہ کیا جائے اور مباہلہ کی اجازت کے بارے میں جو کلام الٰہی میرے پر نازل ہوا۔ وہ یہ ہے:۔

نَظَرَ اللّٰہُ اِلَیْکَ مُعَطَّرًا۔ وَقَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا۔ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ قَالُوْا کِتَابٌ مُّمْتَلِیٌٔ مِّنَ الْکُفْرِ وَالْکَذِبِ۔ قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ

وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

یعنے خدا تعالیٰ نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اور بعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قایم کر دے گا کہ جو دنیا میں فساد پھیلاوے۔ تو خدا تعالیٰ نے اُن کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اور کفر سے بھری ہوئی ہے۔ سو ان کو کہدے کہ آؤ ہم اور تم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اور عزیزوں کے مباہلہ کریں۔ پھر ان پر لعنت کریں جو کاذب ہیں۔

یہ وہ اجازت مباہلہ ہے جو اس عاجز کو دی گئی، لیکن ساتھ اس کے جو بطور تبشیر کے اور الہامات ہوئے ان میں سے بھی کسی قدر لکھتا ہوں اور وہ یہ ہیں۔ يَوْمَ يَجِيْءُ الْحَقُّ وَيُكْشَفُ الصِّدْقُ وَيَخْسَرُ الْخَاسِرُوْنَ۔ اَنْتَ مَعِيْ وَاَنَا مَعَكَ وَلَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الْمُسْتَرْشِدُوْنَ۔ نَرُدُّ اِلَيْكَ الْكَرَّةَ الثَّانِيَةَ وَنُبَدِّلَنَّكَ مِنْ بَعْدِ خَوْفِكَ اَمْنًا۔ يَاْتِيْ قَمَرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاَمْرُكَ يَتَاَتّٰى۔ يَسُرُّ اللّٰهُ وَجْهَكَ وَيُنِيْرُ بُرْهَانَكَ۔ سَيُوْلَدُ لَكَ الْوَلَدُ وَيُدْنٰى مِنْكَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِيْ قَرِيْبٌ۔ وَقَالُوْا اَنّٰى لَكَ هٰذَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ عَجِيْبٌ۔ وَلَا تَيْئَسْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔ اُنْظُرْ اِلٰى يُوْسُفَ وَاِقْبَالِهٖ۔ قَدْ جَآءَ وَقْتُ الْفَتْحِ وَالْفَتْحُ اَقْرَبُ۔ يَخِرُّوْنَ عَلَى الْمَسَاجِدِ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَآ اِنَّا كُنَّا خَاطِئِيْنَ۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ نَجِيَّ الْاَسْرَارِ۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ يَوْمٍ مَّوْعُوْدٍ۔ یعنی اس دن حق آئے گا اور صدق کُھل جائے گا اور جو لوگ خسارہ میں ہیں وہ خسارہ میں پڑیں گے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں ہم پھر تجھ کو غالب کریں گے۔ اور خوف کے بعد امن کی حالت عطا کر دیں گے۔ نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا۔ اور تیرے بُرہان کو روشن کر دیگا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا۔ اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مراتب تجھ کو کہاں۔ ان کو کہہ کہ وہ خدا عجیب خدا ہے۔ اس کے ایسے ہی کام ہیں۔ جس کو چاہتا ہے اپنے مقربوں میں جگہ دیتا ہے اور میرے فضل سے نومید مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اس کے اقبال کو۔ فتح کا وقت آرہا ہے اور فتح قریب ہے۔ مخالف یعنی جن کے لیے توبہ مقدر ہے اپنے سجدہ گاہوں میں گرینگے کہ اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ خدا تمہیں بخش دیگا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک اپنا خلیفہ زمین پر مقرر کروں تو مَیں نے آدم کو پیدا کیا جو نجی الاسرار ہے ہم نے ایسے دن اس کو پیدا کیا جو وعدہ کا دن تھا یعنی جو پہلے سے پاک نبی کے واسطہ سے ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ فلاں زمانہ میں پیدا ہوگا اور جس وقت پیدا ہوگا فلاں قوم دُنیا میں اپنی سلطنت اور طاقت میں غالب ہوگی اور فلاں قسم کی مخلوق پرستی روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہوگی۔ اسی زمانہ میں وہ موعود پیدا ہوا۔ اور وہ صلیب کا زمانہ

اور عیسیٰ پرستی کا زمانہ ہے۔ جو شخص کہ سمجھ سکتا ہے چاہیئے کہ ہلاک ہونے سے پہلے سمجھ لے۔ یکسر الصلیب پر غور کرے۔ یقتل الخنزیر کو سوچے۔ یضع الجزیۃ کو نظر تدبّر سے دیکھے جو یہ سب اُمور اہل کتاب کے حق میں اور ان کی شان میں صادق آسکتے ہیں نہ کسی اور کے حق میں۔ پھر جب تسلیم کیا گیا کہ اس زمانہ میں اعلیٰ طاقت عیسائی مذہب کی طاقت اور عیسائی گورنمنٹوں کی طاقت ہوگی جیسا کہ قرآن کریم بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے تو پھر ان طاقتوں کے ساتھ ایک فرضی اور خیالی اور وہمی دجّال کی گنجائش کہاں۔ یہی لوگ تو ہیں جو تمام زمین پر محیط ہو گئے ہیں۔ پھر اگر ان کے مقابل پر کوئی اور دجّال خارج ہو تو وہ باوجود ان کے کیونکر زمین پر محیط ہو۔ ایک میان میں دو تلواریں تو سما نہیں سکتیں۔ جب ساری زمین پر دجّال کی بادشاہت ہوگی تو پھر انگریز کہاں ہوں گے اور روس کہاں اور جرمن اور فرانس وغیرہ یورپ کی بادشاہتیں کہاں جائیں گی۔ حالانکہ مسیح موعود کا عیسائی سلطنتوں کے وقت ظاہر ہونا ضروری ہے۔ اور جب مسیح موعودؑ کے لیے یہی ضروری ہے کہ دنیا میں عیسائی طاقتوں کو ہی دنیا پر غالب پاوے اور تمام مفاسد کی کُنجیاں انہیں کے ہاتھ میں دیکھے انہیں کی صلیبوں کو توڑے اور انہیں کے خنزیروں کو قتل کرے اور انہیں کو اسلام میں داخل کر کے جزیہ کا قصہ تمام کرے تو پھر سوچو کہ فرضی دجّال کی سلطنت باوجود عیسائی سلطنت کے کیونکر ممکن ہے۔ مگر یہ غلط ہے کہ مسیح موعود ظاہری تلوار کے ساتھ آئے گا۔ تعجب کہ یہ علماء یضع الحرب کے کلمہ کو کیوں نہیں سوچتے اور حدیث الائمۃ من القریش کو کیوں نہیں پڑھتے پس جبکہ ظاہری سلطنت اور خلافت اور امامت بجز قریش کے کسی کے لیے روا ہی نہیں تو پھر مسیح موعود جو قریش میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ ظاہری خلیفہ ہو سکتا ہے اور یہ کہنا کہ وہ مہدی سے بیعت کرے گا اور اس کا تابع ہوگا اور نوکروں کی طرح اس کے کہنے سے تلوار اُٹھائے گا۔ عجب بیہودہ باتیں ہیں۔ نہیں حضرات خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو ہدایت دے۔ مسیح موعود کی روحانی خلافت ہے۔ دنیا کی بادشاہتوں سے اس کو کچھ تعلق نہیں۔ اس کو آسمانی بادشاہت دی گئی ہے۔ اور آج کل یہ زمانہ بھی نہیں کہ تلوار سے لوگ سچا ایمان لاسکیں۔ آجکل تو پہلی تلوار پر ہی نادان لوگ اعتراض کر رہے ہیں۔ چہ جائیکہ نئے سرے ان کو تلواروں سے قتل کیا جائے۔ ہاں رُوحانی تلوار کی سخت حاجت ہے سو وہ چلے گی اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

اب ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔ لیکن ذیل میں ایک رُوحانی تلوار مخالفوں پر چلا دیتے ہیں اور وہ یہ ہے[1]:

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۲۶۱ سے صفحہ ۲۷۰ تک ہے)

---

[1] یہ اشارہ اس اشتہار کی طرف ہے جو آگے نمبر ۹۳ پر درج ہے (مرتب)

(۹۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

(اَللّٰہُ اَکْبَرُ ضُرِبَتِ الذِّلَّۃُ عَلٰی کُلِّ مُخَالِفٍ)

اشتہار

بنام جملہ پادری صاحبان و ہندو صاحبان و آریہ صاحبان و برہمو صاحبان و سکھ صاحبان و دہری صاحبان و نیچری صاحبان وغیرہ صاحبان

الحمد للّٰہ الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ والصلوۃ والسلام علٰے خیر رسلہ و افضل انبیائہ و سلالتہ اصفیائہ محمد المصطفٰی الذی یصلّی علیہ اللّٰہ وملائکتہ والمؤمنون المقربون۔ اما بعد چونکہ اس زمانہ میں مذاہب مندرجہ عنوان تعلیم قرآن کے سخت مخالف ہیں اور اکثر ان کے ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے اور قرآن شریف کو ربّانی کلام تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے رسول کریمؐ کو مفتری اور ہمارے صحیفہ پاک کتاب اللہ کو مجموعہ افتراء قرار دیتے ہیں۔ اور ایک زمانہ دراز ہم میں اور ان میں مباحثات میں گذرگیا اور کامل طور پر ان کے تمام الزامات کا جواب دے دیا گیا۔ اور جو ان کے مذاہب اور کتب پر الزامات عاید ہوتے ہیں وہ شرطیں باندھ باندھ کر اُن کو سُناتے گئے اور ظاہر کر دیا گیا کہ ان کے مذہبی اُصول اور عقائد اور قوانین جو اسلام کے مخالف ہیں کیسے دور از صداقت اور جائے ننگ و عار ہیں، مگر پھر بھی ان صاحبوں نے حق کو قبول نہیں کیا اور نہ اپنی شوخی اور بدزبانی کو چھوڑا۔ آخر ہم نے پورے پورے اتمام حجت کی غرض سے یہ اشتہار آج لکھا ہے۔ جس کا مختصر مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

صاحبو! تمام اہل مذاہب جو سزا جزا کو مانتے ہیں اور بقاء روح اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اگرچہ صدہا باتوں میں مختلف ہیں مگر اس کلمہ پر سب اتفاق رکھتے ہیں جو خدا موجود ہے۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسی خدا

نے ہمیں یہ مذہب دیا ہے اور اسی کی یہ ہدایت ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کی مرضی پر چلنے والے اور اس کے پیارے بندے صرف ہم لوگ ہیں اور باقی سب موردِ غضب اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہے۔ پس جبکہ ہر یک کا دعویٰ ہے کہ میری راہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے۔ اور مدار نجات اور قبولیت فقط یہی راہ ہے وبس۔ اور اسی راہ پر قدم مارنے سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ایسوں سے ہی وہ پیار کرتا ہے اور ایسوں کی ہی وہ اکثر اور اغلب طور پر باتیں مانتا ہے اور دُعائیں قبول کرتا ہے۔ تو پھر فیصلہ نہایت آسان ہے اور ہم اس کلمہ مذکورہ میں ہر یک صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بھی یہ سچ ہے کہ سچے اور جھوٹے میں اسی دُنیا میں کوئی ایسا مابہ الامتیاز قائم ہونا چاہیئے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو۔ یوُں تو کوئی اپنی قوم کو دوسری قوموں سے خدا ترسی اور پرہیز گاری اور توحید اور عدل اور انصاف اور دیگر اعمال صالحہ میں کم نہیں سمجھے گا۔ پھر اس طور سے فیصلہ ہونا محال ہے۔ اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اسلام میں وہ قابل تعریف باتیں ایک بے نظیر کمال کے ساتھ پائی جاتی ہیں جن سے اسلام کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے مثلاً جیسے اسلام کی توحید، اسلام کے قواعد، حفظانِ عفت، حفظانِ حقوق جو عملاً و اعتقاداً کروڑ ہا افراد میں موجود ہیں۔ اور اس کے مقابل پر جو کچھ ہمارے مخالفوں کی اعتقادی اور عملی حالت ہے۔ وہ ایسی شے ہے جو کسی منصف سے پوشیدہ نہیں، لیکن جبکہ تعصب درمیان ہے تو اسلام کی ان خوبیوں کو کون قبول کر سکتا ہے اور کون سن سکتا ہے۔ سو یہ طریق نظری ہے اور نہایت بدیہی طریق جو دیہات کے ہل چلانے والے اور جنگلوں کے خانہ بدوش بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں یہ ہے کہ اس جنگ و جدل کے وقت میں جو تمام مذاہب میں ہو رہا ہے اور اب کمال کو پہنچ گیا ہے، اسی سے مدد طلب کریں جس کی راہ میں یہ جنگ و جدل ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور درحقیقت اسی کے بارے میں یہ سب لڑائیاں ہیں۔ تو بہتر ہے کہ اسی سے فیصلہ چاہیں۔ اب واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پُتلا خیال کرتا ہوں۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نُور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دُعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دُعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مل نہیں سکتا اور وہ کلام الٰہی جو دوسرے ظنّی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سُن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔ اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کے لیے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دُعاؤں کے

قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہوگی، اس کے حوالہ کر دوں گا یا جس طور سے اس کی تسلّی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلّی دوں گا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں۔ میں دل سے یہ کہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے۔ میں اس کو قبول کر لوں گا۔ میں ہرگز عذر نہیں کروں گا۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو بہتر ہے کہ کسی سخت سزا سے ہلاک ہو جاؤں اور اگر میں سچا ہوں تو چاہتا ہوں کہ کوئی ہلاک شدہ میرے ہاتھ سے بچ جائے۔ اے حضرات پادری صاحبان جو اپنی قوم میں معزز اور ممتاز ہو۔ آپ لوگوں کو اللہ جلشانہٗ کی قسم ہے جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ اس صادق انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسٰی مسیح ہے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ آپ کو اُس خدا کی قسم ہے جس نے مسیح کو مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا کیا۔ جس نے انجیل نازل کی۔ جس نے مسیح کو وفات دے کر پھر مُردوں میں نہیں رکھا۔ بلکہ اپنی زندہ جماعت ابراھیم اور موسیٰ اور یحییٰ اور دوسرے نبیوں کے ساتھ شامل کیا اور زندہ کر کے انہیں کے پاس آسمان پر بُلا لیا جو پہلے اس سے زندہ کئے گئے تھے کہ آپ لوگ میرے مقابلہ کے لیے ضرور کھڑے ہو جائیں۔ اگر حق تمہارے ہی ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہی ہے تو پھر تمہاری فتح ہے۔ اور اگر وہ خدا نہیں ہے اور ایک عاجز اور ناتواں انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالیٰ میری سُنے گا اور میرے ہاتھ پر وہ امر ظاہر کر دے گا جس پر آپ لوگ قادر نہیں ہو سکیں گے اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرتے اور نہ ایمانداروں کی نشانیاں ہم میں موجود ہیں تو آؤ اسلام لانے کی شرط پر یکطرفہ خدا تعالیٰ کے کام دیکھو اور چاہیئے کہ تم میں سے جو نامی اور پیشرو اور اپنی قوم میں معزز شمار کئے جاتے ہیں وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک میرے مقابل پر آوے۔ اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کر کے کہ میں کوئی ایسا کام دیکھ کر جو انسان سے نہیں ہو سکتا، ایمان لے آؤں گا اور اسلام قبول کر لوں گا۔ مجھ سے کسی نشان کے دیکھنے کی درخواست کریں۔ اور چاہیئے کہ اپنے وعدہ کو بہ ثبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنی چار عیسائی اور چار مسلمان اور چار ہندو مؤکد بہ قسم کر کے بطور اشتہار کے چھپوا دیں۔ اور ایک اشتہار مجھ کو بھی بھیجدیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کوئی اعجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو بلا توقف اسلام کو قبول کر لیویں۔ اور اگر قبول نہ کریں تو پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ میں اپنے خدا تعالیٰ سے چاہوں گا کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبال نازل کرے۔ جیسے جذام یا نابینائی یا موت۔ اور اگر یہ دُعا منظور نہ ہو تو پھر بھی میں ہر یک تاوان کا جو تجویز کی جائے سزاوار ہوں گا۔ یہی شرط حضرات آریہ صاحبوں کی خدمت میں بھی ہے۔ اگر وہ اپنے وید کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور ہماری پاک کتاب کلام اللہ کا انسان کو افترا خیال کرتے ہیں تو وہ مقابل پر آویں اور یاد رکھیں کہ وہ مقابلہ کے وقت

نہایت رُسوا ہوں گے ان میں دہریت اور بے قیدی کی چالاکی سب سے زیادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ان پر ثابت کر دے گا کہ مَیں ہوں اور اگر مقابلہ نہ کریں تو یکطرفہ نشان بغیر کسی بے ہودہ شرط کے مجھ سے دیکھیں اور میرے نشان کے منجانب اللہ ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اگر ایسا آریہ جس نے کوئی نشان دیکھا ہو، بلا توقف مسلمان نہ ہو جاتے تو میں اس پر بد دُعا کروں گا۔ پس اگر وہ ایک سال تک جذام یا نابینائی یا موت کی بَلا میں مبتلا نہ ہو جاتے تو ہر یک سزا اُٹھانے کیلئے میں طیار ہوں۔ اور باقی صاحبوں کے لیے بھی یہی شرائط ہیں۔ اور اگر اب بھی میری طرف مُنہ نہ کریں تو ان پر خدا تعالےٰ ۲۵
کی حجّت پوری ہو چکی۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد ۔ قادیان ضلع گورداسپورہ

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۲۷۲ سے صفحہ ۲۷۸ تک ہے)

۹۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

قیامت کی نشانی

قُربِ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ایک بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے لاتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ یقبض العلم بقبض العلماء حتّٰی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤساجہالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ یعنی بباعث فوت ہوجانے علماء کے علم فوت ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں ملے گا۔ تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا اور سردار قرار دے دیں گے اور مسائل دینی کی دریافت کے لیے ان کی طرف رجوع کریں گے۔ تب وہ لوگ بباعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق وصواب فتویٰ دیں گے۔ پس آپ بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنی مولوی اور محدث اور فقیہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔ پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اُترے گا۔ یعنی اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ مگر اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اُوپر لکھ چکے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ آجکل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قربِ قیامت کا پتہ لگتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گذشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلاءِ کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں۔ اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ دسمبر کو اس غرض سے قادیان

میں آنا انسب اور اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں۔ اور بباعث ایام سرما یہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں۔ چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کر کے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے۔ اب ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو اسی بناء پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا۔ جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اب سُنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لیے ایک بزرگ نے ہمت کر کے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتاء پیش کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسے جلسہ پر روز معیّن پر دُور سے سفر کر کے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کے لیے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے۔ استفتاء میں یہ آخری خبر اس لیے بڑھائی گئی جو مستفتی صاحب نے کسی سے سُنا ہوگا جو حبّی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لیے اپنے صرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا۔ قادیان میں ایک مکان بنوایا۔ جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اس استفتاء کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شد رحال کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے۔ اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لیے کتاب اور سُنّت میں کوئی شہادت نہیں۔ اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اب منصف مزاج لوگ ایماناً کہیں کہ ایسے مولویوں اور مفتیوں کا اسلام میں موجود ہونا قیامت کی نشانی ہے یا نہیں۔ اے بھلے مانس کیا تجھے خبر نہیں کہ علم دین کے لیے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اس کو فرض ٹھہرا دیا ہے۔ جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پر اصرار بعض صورتوں میں کفر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ اور فرمایا گیا ہے کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ۔ یعنی علم طلب کرنا ہر یک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا پڑے۔ اب سوچو کہ جس حالت میں یہ عاجز اپنے صریح صریح اور ظاہر ظاہر الفاظ سے اشتہار میں لکھ چکا کہ یہ سفر ہر یک مخلص کا طلب علم کی نیت سے ہوگا۔ پھر یہ فتویٰ دینا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے کس قدر دیانت اور امانت اور انصاف اور تقویٰ اور طہارت

۱؎ دیکھئے اشتہار نمبر ۹۱ جلد ہذا صفحہ ۲۸۱ (المرتب)

سے دُور ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک تاریخ مقررہ پر تمام بھائیوں کا جمع ہونا تو یہ صرف انتظام ہے اور انتظام سے کوئی کام اسلام میں کوئی مذموم امر اور بدعت نہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ بدظنی کے مادہ فاسدہ کو ذرا دُور کرکے دیکھو کہ ایک تاریخ پر آنے میں کونسی بدعت ہے جب کہ ۲۷ر دسمبر کو ہر ایک مخلص بآسانی ہمیں مل سکتا ہے اور اس کے ضمن میں ان کی باہم ملاقات بھی ہو جاتی ہے تو اس سہل طریق سے فائدہ اُٹھانا کیوں حرام ہے۔ تعجب کہ مولوی صاحب نے اس عاجز کا نام مردود تو رکھ دیا مگر آپ کو وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں طلب علم کے لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نسبت ترغیب دی ہے اور جن میں ایک بھائی مسلمان کی ملاقات کیلئے جانا موجب خوشنودی خدائے عزّوجل قرار دیا ہے اور جن میں سفر کرکے زیارت صالحین کرنا موجب مغفرت اور کفارہ گناہاں لکھا ہے اور یاد رہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ شدِّ رحال کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبویؐ یا بیت المقدس اور تمام سفر حرام ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مختلف اغراض کے لیے سفر کرنے پڑتے ہیں۔ کبھی سفر طلب علم ہی کے لیے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار یا بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کے لیے۔ یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کے لیے یا والدین کا اپنی لڑکیوں کی ملاقات کے لیے۔ اور کبھی مرد اپنی شادی کے لیے اور کبھی تلاش معاش کے لیے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کے لیے سفر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی کے ملنے کے لیے سفر کیا تھا اور کبھی سفر جہاد کے لیے بھی ہوتا ہے۔ خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیت مباہلہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مُرشد کے ملنے کے لیے جیسا کہ ہمیشہ اولیاء کبار جن میں سے حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ اور حضرت بایزید بسطامی اور حضرت معین الدین چشتی اور حضرت مجدد الف ثانی بھی ہیں۔ اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفرنامے اکثر اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی سفر فتویٰ پوچھنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور امام بخاری کے سفر طلب علم حدیث کے لیے مشہور ہیں۔ شاید میاں رحیم بخش کو خبر نہیں ہوگی۔ اور کبھی سفر عجائبات دُنیا کے دیکھنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ جس کی طرف آیت کریمہ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ[1] اشارت فرما رہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[2] ہدایت فرماتی ہے۔ اور کبھی سفر عیادت کے لیے بلکہ اتباع خیار کے لیے بھی ہوتا ہے اور کبھی بیمار یا بیمار دار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا ہے اور کبھی کسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لیے بھی سفر کیا جاتا ہے۔ اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے رُو سے جائز ہیں بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ حثّ و ترغیب پائی جاتی ہے۔ اگر اس وقت وہ تمام حدیثیں لکھی جائیں تو

[1] الانعام: ۱۲ [2] التوبة: ۱۱۹

ایک کتاب بنتی ہے ۔ ایسے فتویٰ لکھانے والے اور لکھنے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو بھی تو اکثر اس قسم کے سفر پیش آجاتے ہیں ۔ پس اگر بجز تین مسجدوں کے اور تمام سفر کرنے حرام ہیں تو چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے تمام رشتے ناطے اور عزیز اقارب چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور کبھی اُن کی ملاقات یا ان کی غم خواری یا ان کی بیمار پُرسی کے لیے بھی سفر نہ کریں ۔ میں خیال نہیں کرتا کہ بجز ایسے آدمی کے جس کو تعصب اور جہالت نے اندھا کر دیا ہو ۔ وہ ان تمام سفروں کے جواز میں متامل ہو سکے ۔ صحیح بخاری کا صفحہ ۱۶ کھول کر دیکھو کہ سفر طلب علم کے لیے کس قدر بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مَنْ سلك طريقاً يطلب به علماً سهل الله له طريق الجنة یعنی جو شخص طلب علم کے لیے سفر کرے اور کسی راہ پر چلے تو خدا تعالےٰ بہشت کی راہ اس پر آسان کر دیتا ہے ۔ اب اے ظالم مولوی ذرا انصاف کر کہ تو نے اپنے بھائی کا نام جو تیری طرح کلمہ گو اہل قبلہ اور اللہ رسولؐ پر ایمان لاتا ہے ، مردود رکھا اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بکلی محروم قرار دیا اور اس صحیح حدیث بخاری کی بھی کچھ پرواہ نہ کی کہ اسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لا اله الا الله خالصًا من قلبه او نفسه اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتویٰ میں وجہ یہ ٹھہرائی کہ ایسا اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بُلانے کے لیے کیوں دعوت کی ۔ اے نا خدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار ۷ ر دسمبر ۱۸۹۲ء کا کیا مضمون ہے ۔ کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کے لیے بُلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ تماشا اور راگ اور سرود کا ذکر ہے ۔ اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو ! تم اللہ جلّ شانہٗ سے کیوں نہیں ڈرتے ۔ کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر ایک مؤاخذہ تم کو معاف ہے ۔ حق بات کو سُنکر اور اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں ۔ بلکہ مقدمہ باز لوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ آؤ کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کا ردّ چھاپیں ۔ تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو کچھ جواب نہ آیا ۔ اس قدر دلیری اور بد دیانتی اور یہ بخل اور بغض کس عمر کے لیے ۔ آپ کو فتویٰ لکھنے کے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کے لیے اور اپنے شبہات دُور کرنے کے لیے اور اپنے دینی بھائیوں اور عزیزوں کو ملنے کے لیے سفر کرنے کو موجب ثواب کثیر و اجر عظیم قرار دیا ہے ۔ بلکہ زیارت صالحین کے لیے سفر کرنا قدیم سے سنّت سلف صالح چلی آئی ہے ۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے سخت مؤاخذہ میں ہوگا تو اللہ جلّ شانہٗ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لیے کبھی تو گیا تھا تو وہ کہے گا ۔ بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہو گئی تھی ۔ تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو ۔ مَیں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا ۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرا نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کے لیے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی ایسا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے ،

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کے لیے اپنی فرصت کے وقتوں میں آیا کرتے تھے اور بعض خاص خاص مہینوں میں ان کے گروہ فرصت پاکر حاضر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے اور صحیح بخاری میں ابی جمرہ سے روایت ہے۔ قال ان وفد عبد القیس اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا انا ناتیك من شقة بعيدة ولا نستطيع ان ناتيك الا فی شهر حرام۔ یعنی ایک گروہ قبیلہ عبد القیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ ہم لوگ دور سے سفر کرکے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت نہیں ہوسکتے۔ اور ان کے قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ردّ نہیں کیا اور قبول کیا۔ پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کے لیے کسی اپنے مقتداء کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجائش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کرسکتے ہیں۔ جس تاریخ میں وہ باآسانی اور بلا حرج حاضر ہوسکیں۔ اور یہی صورت ۲۷ دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے۔ کیونکہ وہ دن تعطیلوں کے ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ بسہولت اُن دنوں میں آسکتے ہیں اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اس دین میں کوئی حرج کی بات نہیں رکھی گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مثلاً کسی تدبیر یا انتظام سے ایک کام جو دراصل جائز اور روا ہے سہل اور آسان ہوسکتا ہے تو وہی تدبیر اختیار کرلو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ ان باتوں کا نام بدعت رکھنا ان اندھوں کا کام ہے جن کو نہ دین کی عقل دی گئی نہ دُنیا کی۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی دینی تعلیم کی مجلس پر تاریخ مقرر کرنے کے لیے ایک خاص باب منعقد کیا ہے جس کا یہ عنوان ہے۔ من جعل لاهل العلم اياما معلومة۔ یعنی علم کے طالبوں کے افادہ کے لیے خاص دنوں کو مقرر کرنا بعض صحابہ کی سُنّت ہے۔ اس ثبوت کے لیے امام موصوف اپنی صحیح میں ابی وائل سے یہ روایت کرتے ہیں۔ كان عبد الله يذكر الناس فی كل خميس یعنی عبد اللہ نے اپنے وعظ کے لیے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا اور جمعرات میں ہی اس کے وعظ پر لوگ حاضر ہوتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کے لیے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو احسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کے لیے ہم قرین مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونے کے لیے مفید خیال کریں وہی بجالاویں۔ جیسا کہ وہ عزّ اسمہٗ فرماتا ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ[1]۔ یعنی دینی دشمنوں کے لیے ہر یک قسم کی تیاری جو کرسکتے ہو۔ کرو۔ اور اعلاء کلمہ اسلام کے لیے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو تدبیریں خدمت اسلام کے لیے کارگر ہوں سب بجالاؤ۔ اور تمام قوت اپنے فکر کی اپنے بازو کی۔ اپنی مالی طاقت کی۔ اپنے احسن انتظام کی۔ اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو تا تم فتح پاؤ۔ اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس صرف قوت اور حکمت عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں۔ اس وقت کے یہ

---

[1] الانفال: ۶۱

لوگ عالم کہلاتے ہیں جن کو قرآن کریم کی بھی خبر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
اس آیت موصوفہ بالا پر غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ بر طبق حدیث نبوی انّما الاعمال بالنیات کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کے لیے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے۔ جیسے جیسے بوجہ تبدّل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی صورتیں مشکلات کی پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔ پس اگر حالتِ موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے۔ بدعات سے اس کو کچھ تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سیّد و مولےٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں۔ مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ وجدل بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہو گئے اور نئے نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے۔ اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اُٹھانا اور اُن سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور میاں رحیم بخش جیسے مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا اور نہ صحابہؓ اور تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ایک ذلت کے ساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہو جائے، کوئی اَور بھی اس کا نتیجہ ہوگا۔ پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظام میں خواہ وہ مثلاً جنگ وجدل ظاہری ہو یا باطنی اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی، ہماری ہدایت پانے کے لیے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ۔ اللہ جلّ شانہٗ اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیتا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں مؤثر اور بہتر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو۔ پس اب ظاہر ہے کہ احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلاء کلمہ اسلام کے فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حبّ الانصار من الایمان ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کی روحانی صورتیں مسخ شدہ ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ حدیث کہ حبّ الانصار من الایمان وبغض الانصار من النفاق یعنی انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔ یہ ان انصار کے حق میں ہے جو مدینہ کے رہنے والے تھے نہ عام اور تمام انصار تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو اس زمانہ کے بعد انصار رسول اللہ ہوں ان سے بغض رکھنا جایز ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ یہ حدیث گو ایک خاص گروہ کے لیے فرمائی گئی مگر اپنے اندر عموم کا فائدہ رکھتی ہے جیساکہ قرآن کریم میں اکثر آیتیں خاص گروہ کے لیے نازل ہوئیں مگر ان کا مصداق عام قرار دیا گیا ہے۔ غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف

خاین مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے ۔ ہر یک مسلمان کو دُعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جلد اسلام کو ان خاین مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے کیونکہ اسلام پر اب ایک نازک وقت ہے اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو صریح ہر یک شخص کے نور قلب کو خلاف صداقت نظر آتی ہیں ۔ امام بخاری پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے۔ انہوں نے اس بارے میں بھی اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے ۔ چنانچہ وہ اس باب میں لکھتے ہیں۔ قال علی رضی اللہ عنہ حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہٗ اور بخاری کے حاشیہ میں اس کی شرح میں لکھا ہے ای تکلموا الناس علیٰ قدر عقولھم ۔ یعنی لوگوں سے اللہ رسولؐ کے فرمودہ کی وہ باتیں کرو جو ان کو سمجھ آجائیں اور ان کو معقول دکھائی دیں۔ خواہ نخواہ اللہ رسولؐ کی تکذیب مت کراؤ ۔ اب ظاہر ہے کہ جو مخالف اس بات کو سُنے گا کہ مولوی صاحبوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بجُز تین مسجدوں یا ایک دو اور محل کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں ۔ ایسا مخالف اسلام پر ہنسے گا اور شارع علیہ السلام کی تعلیم میں نقص نکالنے کے لیے اس کو موقع ملے گا۔ اس کو یہ تو خبر نہیں ہوگی کہ کسی بخل کی بناء پر یہ صرف مولوی کی شرارت ہے یا اس کی بیوقوفی ہے وہ تو سیدھا ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوگا ۔ جیسا کہ انہیں مولویوں کی ایسی ہی کئی مفسدانہ باتوں سے عیسائیوں کو بہت مدد پہنچ گئی ۔ مثلاً جب مولویوں نے اپنے مُنہ سے اقرار کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو نعوذ باللہ مُردہ ہیں مگر حضرت عیسیٰ قیامت تک زندہ ہیں تو وہ لوگ اہلِ اسلام پر سوار ہوگئے اور ہزاروں سادہ لوحوں کو انہوں نے انہیں باتوں سے گمراہ کیا اور ان بے تمیزوں نے یہ نہیں سمجھا کہ انبیاء تو سب زندہ ہیں مُردہ تو ان میں سے کوئی بھی نہیں ۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی لاش نظر نہ آئی ۔ سب زندہ ہیں۔ دیکھئے اللہ جلّ شانہٗ اپنے نبی کریم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی قرآن کریم میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے ۔ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ[1] اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت کے بعد اپنا زندہ ہوجانا اور آسمان پر اُٹھائے جانا اور رفیق اعلیٰ کو جاملنا بیان فرماتے ہیں۔ پھر حضرت مسیحؑ کی زندگی میں کونسی انوکھی بات ہے جو دوسروں میں نہیں ۔ معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو برابر زندہ پایا اور حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھا۔ خدا تعالیٰ مولوی عبدالحق محدث دہلوی پر رحمت کرے ۔ وہ ایک محدث وقت کا قول لکھتے ہیں کہ ان کا یہی مذہب ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہو کر کسی دوسرے نبی کی حیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات سے قوی تر سمجھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا شاید یہ لکھا ہے کہ قریب ہے کہ وہ کافر ہوجائے ۔ لیکن یہ مولوی ایسے فتنوں سے باز نہیں آتے اور محض اس عاجز سے مخالفت ظاہر کرنے کے لیے دین سے نکلتے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب کو صفحہ زمین سے اُٹھالے تو بہتر ہے تا دین اسلام ان کی تحریفوں سے بچ جائے ۔ ذرا انصاف کرنے کا محل ہے کہ صدہا لوگ طلب علم یا ملاقات کے لیے نذیر حسین خشک معلّم کے پاس دہلی میں جائیں اور وہ سفر جائز ہو اور پھر خود نذیر حسین صاحب

---
[1] السجدة: ۲۴

کا ولیمہ کھانے کے لیے بدیں عمر و پیرانہ سالی دو سو کوس کا سفر اختیار کر کے بٹالہ میں پہنچیں اور وہ سفر بالکل روا ہو اور پھر شیخ بٹالوی صاحب سال بسال انگریزوں کے ملنے کے لیے شملہ کی طرف دوڑتے جائیں تا دنیوی عزت حاصل کریں اور وہ سفر ممنوع اور حرام شمار نہ کیا جائے۔ اور ایسا ہی بعض مولوی وعظ کا نام لے کر پیٹ بھرنے کے لیے مشرق اور مغرب کی طرف گھومتے پھریں اور وہ سفر جائز اعتراض نہ ہو۔ اور کوئی ان لوگوں پر بدعتی اور بداعمال اور مردود ہونے کا فتویٰ نہ دے۔ مگر جبکہ یہ عاجز باذن و امر الٰہی دعوت حق کے لیے مامور ہو کر طلب علم کے لیے اپنی جماعت کے لوگوں کو بلاوے تو وہ سفر حرام ہو جائے۔ اور یہ عاجز اس فعل کی وجہ سے مردود کہلاوے۔ کیا یہ تقویٰ اور خدا ترسی کا طریق ہے۔ افسوس کہ یہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ تدبیر اور انتظام کو بدعات کی مد میں داخل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک وقت اور زمانہ انتظامات جدیدہ کو چاہتا ہے۔ اگر مشکلات کی جدید صورتیں پیش آویں تو بجز جدید طور کی تدبیروں کے اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پس کیا یہ تدبیریں بدعات میں داخل ہو جائیں گی۔ جب اصل سنّت محفوظ ہو اور اسی کی حفاظت کے لیے بعض تدابیر کی ہمیں حاجت پڑے تو کیا وہ تدابیر بدعت کہلائیں گی۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ بدعت وہ ہے جو اپنی حقیقت میں سُنّت نبویہ کے معارض اور نقیض واقع ہو اور آثار نبویہ میں اس کام کے کرنے کے بارے میں زجر اور تہدید پائی جائے۔ اور اگر صرف جدت انتظام اور نئی تدبیر پر بدعت کا نام رکھا ہے تو پھر اسلام میں بدعتوں کو گنتے جاؤ کچھ شمار بھی ہے علم صرف بھی بدعت ہوگا اور علم نحو بھی اور علم کلام بھی اور حدیث کا لکھنا اور اس کا مبوب اور مرتب کرنا سب بدعات ہوں گے۔ ایسا ہی ریل کی سواری میں چڑھنا۔ کلوں کا کپڑا پہننا۔ ڈاک میں خط ڈالنا۔ تار کے ذریعہ سے کوئی خبر منگوانا۔ اور بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا تمام یہ کام بدعات میں داخل ہوں گے بلکہ بندوق اور توپوں سے لڑائی کرنا نہ صرف بدعت بلکہ ایک گناہ عظیم ٹھہرے گا۔ کیونکہ ایک حدیث صحیح میں ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو ہلاک کرنا سخت ممنوع ہے۔ صحابہ سے زیادہ سُنّت کا متبع کون ہو سکتا ہے۔ مگر انہوں نے بھی سُنّت کے وہ معنی نہ سمجھے جو میاں رحیم بخش نے سمجھے انہوں نے تدبیر اور انتظام کے طور پر بہت سے ایسے جدید کام کئے کہ جو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے۔ اور نہ قرآن کریم میں وارد ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثات ہی دیکھو جن کا ایک رسالہ بنتا ہے۔ اسلام کے لیے ہجری تاریخ انہوں نے مقرر کی اور شہروں کی حفاظت کے لیے کوتوال مقرر کئے اور بیت المال کے لیے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا۔ جنگی فوج کے لیے قواعد رُخصت اور حاضری ٹھہرائے اور ان کے لڑنے کے دستور مقرر کئے اور مقدمات مالی وغیرہ کے رجوع کے لیے خاص خاص ہدائتیں مرتب کیں اور حفاظت رعایا کے لیے بہت سے قواعد اپنی طرف سے تجویز کر کے شائع کئے اور خود بھی کبھی اپنے عہد خلافت میں پوشید طور پر رات کو پھرنا اور رعایا کا حال اس طرح سے معلوم کرنا اپنا خاص کام ٹھہرایا، لیکن کوئی ایسا نیا کام اس عاجز نے تو نہیں کیا۔ صرف طلبِ علم اور مشورہ امدادِ اسلام اور ملاقاتِ اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا۔

رہا مکان کا بنانا تو اگر کوئی مکان بہ نیت مہمانداری اور بہ نیت آرام ہر یک صادر و وارد بنانا حرام ہے تو اس پر کوئی حدیث یا آیت پیش کرنی چاہیئے۔ اور اخویم حکیم نورالدین صاحب نے کیا گناہ کیا کہ محض للہ اس سلسلہ کی جماعت کے لیے ایک مکان بنوا دیا۔ جو شخص اپنی تمام طاقت اور اپنے مال عزیز سے دین کی خدمت کر رہا ہے اس کو جائے اعتراض ٹھہرانا کس قسم کی ایمانداری ہے۔ اے حضرات مرنے کے بعد معلوم ہوگا ذرا صبر کرو۔ وہ وقت آتا ہے کہ ان سب منہ زوریوں سے سوال کئے جاؤ گے۔ آپ لوگ ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ جس نے اپنے وقت کے امام کو شناخت نہ کیا اور مرگیا وہ جاہلیت کی موت پر مرا۔ لیکن اس کی آپ کو کچھ پرواہ نہیں کہ ایک شخص عین وقت پر یعنی چودھویں صدی کے سر پر آیا اور نہ صرف چودھویں بلکہ عین ضلالت کے وقت اور عیسائیت اور فلسفہ کے غلبہ میں اس نے ظہور کیا اور بتلایا کہ مَیں امام وقت ہوں اور آپ لوگ اس سے منکر ہوگئے اور اس کا نام کافر اور دجّال رکھا اور اپنے بدخاتمہ سے ذرا خوف نہ کیا اور جاہلیت پر مرنا پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی کہ تم پنجوقت نمازوں میں یہ دُعا پڑھا کرو کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ[1] یعنی اے ہمارے خدا اپنے منعم علیہم بندوں کی ہمیں راہ بتا۔ وہ کون ہیں۔ نبی اور صدیق اور شہید اور صلحاء۔ اس دُعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چاروں گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم پاؤ اس کے سایہ صحبت میں آجاؤ اور اس سے فیض حاصل کرو، لیکن اس زمانہ کے مولویوں نے اس آیت پر خوب عمل کیا۔ آفرین آفرین میں ان کو کس سے تشبیہ دوں۔ وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو دوسروں کی آنکھوں کا علاج کرنے کے لیے بہت زور کے ساتھ لاف وگزاف مارتا ہے اور اپنی نابینائی سے غافل ہے۔

بالآخر میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر مولوی رحیم بخش صاحب اب بھی اس فتوے سے رجوع نہ کریں تو مَیں ان کو اللہ جلّشانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ طالب حق ہیں تو اس بات کے تصفیہ کے لیے میرے پاس قادیان میں آجائیں میں ان کی آمد و رفت کا خرچ دے دوں گا اور ان پر کتابیں کھول کر اور قرآن اور حدیث دکھلا کر ثابت کر دوں گا کہ یہ فتویٰ ان کا سراسر باطل اور شیطانی اغوا سے ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

(۱۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

مطبوعہ ریاض ہند

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بطور ضمیمہ صفحہ الف تا ج طبع ہوا ہے)

---

[1] الفاتحۃ: ۶۔۷

(۹۵)

ناظرین کی توجہ کے لایق

اس بات کے سمجھنے کے لیے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک نہیں سکتا۔ یہ نظیر نہایت تشفّی بخش ہے کہ سال گذشتہ میں جب ابھی فتویٰ تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جدوجہد اور جان کنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لیے توجہ فرمائی تھی صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان میں تشریف لائے تھے۔ مگر اب جبکہ فتویٰ طیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقّت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتویٰ پر مُہریں ثبت کرائیں اور وہ اور ان کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدّعی ہوئے کہ گویا اب انہوں نے اس الٰہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی بڑی روکیں ڈال دی ہیں۔ تو اس سالانہ جلسہ میں بجائے ۷۵ کے تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا اُلٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد گئیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے، لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ[۱]۔ اس سال میں خدا تعالیٰ نے دو نشان ظاہر کئے۔ ایک بٹالوی کا اپنی کوششوں میں نامراد رہنا۔ دوسری اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا نشان جو نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔ اب بھی بہتر ہے کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب باز آجائیں اور خدا تعالیٰ سے لڑائی نہ کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان

(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۸۱ پر طبع ہوا ہے)

---

[۱] یوسف: ۲۲

(۹۶)

قابل توجّہ احباب

اگرچہ مکرر یاد دہانی کی کچھ ضرورت نہیں تھی، لیکن چونکہ دل میں انجام خدمت دینی کے لیے سخت اضطراب ہے۔اس وجہ سے پھر یہ چند سطریں بطور تاکید لکھتا ہوں۔

اے جماعت مخلصین خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔اس وقت ہمیں تمام قوموں کے ساتھ مقابلہ درپیش ہے اور ہم خدا تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہمت نہ ہاریں۔اور اپنے سارے دل اور سارے زور اور ساری توجہ سے خدمت اسلام میں مشغول ہوں تو فتح ہماری ہوگی۔سو جہاں تک ممکن ہو اس کام کے لیے کوشش کرو۔ہمیں اس وقت تین قسم کی جمعیت کی سخت ضرورت ہے۔جس پر ہمارے کام اشاعت حقائق و معارف دین کا سارا مدار ہے۔اوّل یہ کہ ہمارے ہاتھ میں کم سے کم دو پریس ہوں۔دوئم ایک خوشخط کاپی نویس۔سوئم کاغذ۔ ان تینوں مصارف کے لیے اڑھائی سو روپیہ ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

اب چاہیئے کہ ہر ایک دوست اپنی ہمت اور مقدرت کے موافق بہت جلد بلا توقف اس چندہ میں شریک ہو اور یہ چندہ ہمیشہ ماہواری طور سے ایک تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔بالفعل یہ تجویز ہوئی ہے کہ بقیہ براہین اور ایک اخبار جاری ہو۔ اور آئندہ جو جو ضرورتیں پیش آئیں گی ان کے موافق وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں گے۔اور چونکہ یہ تمام کاروبار چندہ پر موقوف ہے اس لیے اس بات کو پہلے سوچ لینا چاہیئے کہ اُس قدر اپنی طرف سے چندہ مقرر کریں جو بہ سہولت ماہ بماہ پہنچ سکے۔

اے مردمانِ دین کوشش کرو کہ یہ کوشش کا وقت ہے۔اپنے دلوں کو دین کی ہمدردی کے لیے جوش میں لاؤ کہ یہی جوش دکھانے کے دن ہیں۔اب تم خدا تعالیٰ کو کسی اَور عمل سے ایسا راضی نہیں کر سکتے جیسا کہ دین کی ہمدردی سے سو جاگو اور اُٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ۔اور دین کی ہمدردی کے لیے وہ قدم اُٹھاؤ کہ فرشتے بھی آسمان پر جزاکم اللہ کہیں۔اس سے مت غمگین ہو کہ لوگ تمہیں کافر کہتے ہیں۔تم اپنا اسلام خدا تعالیٰ کو دکھلاؤ اور اتنے جھکو کہ بس فدا ہی ہو جاؤ۔

دوستاں خود را نثار حضرت جاناں کنید — در رہِ آں یار جانی جان و دل قرباں کنید
آں دل خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی — از پئے دینِ محمدؐ کلبۂ احزاں کنید
از تعیش ہا بروں آئید اے مردان حق — خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید

(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالاتِ اسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۴۴ پر ہے)

(٩٧)

اشتہار کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ [1]

اے ایماندارو اگر تم اللہ تعالےٰ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کریگا

اے عزیزان مدد دین متیں آں کارے ست کہ بصد زہد میسّر نہ شود انساں را

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے ان دنوں میں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے کہ دُنیا کے لوگوں کو قرآن کریم کے کمالات معلوم ہوں اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے ان کو اطلاع ملے۔ اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں اور وہ عجیب لطائف و نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ جو انسان کی معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ اس نے یہ اپنا ایک نشان دکھلایا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ کیونکر اسلام کی غربت کے زمانہ میں اپنی خاص تائیدوں کے ساتھ اس کی حمایت کرتا ہے اور کیونکر ایک عاجز انسان کے دل پر تجلّی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلا دیتا ہے۔ مجھے یہ بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اور اسلام کے شرفاء کی ذرّیت جن کے سامنے نئے علوم کی لغزشیں دن بدن بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کتاب کو دیکھیں۔ اگر مجھے وسعت ہوتی تو میں تمام جلدوں کو مفت للّٰہ تقسیم کرتا۔ عزیزو! یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے۔ اور انسان کی معمولی کوششیں خود بخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کر سکتیں۔ اس کی ضخامت چھ سو صفحہ کے قریب ہے اور کاغذ عمدہ اور کتاب خوشخط اور قیمت دو روپیہ اور محصول علاوہ ہے اور یہ صرف ایک حصّہ ہے اور دوسرا حصہ الگ طبع ہوگا اور قیمت اس کی الگ ہوگی۔ اور اس میں علاوہ حقایق و معارف قرآنی اور لطائف کتاب ربّ عزیز کے ایک وافر حصہ اُن پیشگوئیوں کا بھی موجود ہے جن کو اوّل سراج منیر میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ اور مَیں اس بات پر راضی ہوں اگر خریداران کتاب میری اس تعریف کو خلاف واقعہ پاویں تو کتاب مجھے واپس کر دیں۔ میں بلا توقف ان کی قیمت واپس بھیجدوں گا۔ لیکن یہ شرط ضروری ہے کہ کتاب کو دو ہفتے کے اندر واپس کریں اور دست مالیدہ اور داغی نہ ہو۔

---

[1] محمد : ٨

اخیر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مُسرت ظاہر کی۔ اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بُلاتا ہے اور کہتا ہے ۔ هٰذَا كِتَابٌ مُبَارَكٌ فَقُوْمُوْا لِلْاِجْلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

اب گذارش مدعا یہ ہے کہ جو صاحب اس کتاب کو خریدنا چاہیں وہ بلا توقف مُصمّم ارادہ سے اطلاع بخشیں تاکہ کتاب بذریعہ ویلیو پے ایبل ان کی خدمت میں روانہ کی جائے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدٰی ؛

خــــــــاکسار

غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

(یہ اشتہار ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۴ پر ہے)

(۹۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲ - اشتہار ۲۰ ر فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ آئینہ کمالات اسلام

عجب نوریست در جان محمدؐ	عجب لعلے ست در کانِ محمدؐ
ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف	کہ گردد از محبّانِ محمدؐ
عجب دارم دل آں ناکساں را	کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم	کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزارست صد بار	کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خدا خود سوزد آں کرم دنی را	کہ باشد از عدوّان محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس	بیاد رذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت	بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش	محمدؐ ہست برُھانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاک احمدؐ	دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم	نثار رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں راہ گر کشندم در بسوزند	نتابم رُو ز ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے	کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
بسے سہل ست از دُنیا بُریدن	بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرۂ من	کہ دیدم حُسن پنہانِ محمدؐ
دِگر اُستاد را نامے ندانم	کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم	کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید	نخواہم جُز گلستانِ محمدؐ
دل زارم بہ پہلویم مجوئید	کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آں خوش مُرغ از مرغانِ قدسم	کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ

تو جانِ ما منوّر کردی از عشق — فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ — نباشد نیز شایانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را — کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ
اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ — بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم — بجو در آل و اعوانِ محمدؐ
اَلا اے مُنکر از شانِ محمدؐ — ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشاں است — بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو اُن کی قضا و قدر کی نسبت بعض پیشگوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا، لیکن لیکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشگوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔

عِجْلٌ جَسَدٌ لَّہٗ خُوَارٌ ۔ لَہٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ

یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لیے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مِل رہے گا۔ اور اس کے بعد آج جو ۲۰؍ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لیے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰؍ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنے اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ

سے کوئی ایسا عذاب[1] نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اُس کی رُوح سے میرا یہ نطق ہے۔ اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر یک سزا کے بھگتنے کے لیے میں طیار ہوں۔ اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رُسوائیوں سے بڑھ کر رُسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔ واضح رہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبیاں کی ہیں جن کے تصور سے بھی بدن کانپتا ہے اس کی کتابیں عجیب طور کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی سے بھری ہوئی ہیں۔ کون مسلمان ہے جو ان کتابوں کو سُنے اور اس کا دل اور جگر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔ باایں ہمہ شوخی وخیرگی یہ شخص سخت جاہل ہے۔ عربی سے ذرہ مس نہیں۔ بلکہ دقیق اُردو لکھنے کا بھی مادہ نہیں۔ اور یہ پیشگوئی اتفاقی نہیں۔ بلکہ اس عاجز نے خاص اسی مطلب کے لیے دُعا کی جس کا یہ جواب ملا۔ اور یہ پیشگوئی مسلمانوں کے لیے بھی نشان ہے۔ کاش وہ حقیقت کو سمجھتے اور ان کے دل نرم ہوتے۔ اب میں اُسی خدا عزّوجل کے نام پر ختم کرتا ہوں جس کے نام سے شروع کیا تھا۔ والحمد للہ والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ محمّدِ المصطفٰی افضل الرسل وخیر الورٰی سیّدنا وسیّد کل ما فی الارض والسّماء۔

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ

۲۰ فروری ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے اور علیحدہ بھی ۲۰ × ۲۶ کے سائز پر مشمول اشتہار نمبر ۹۹ شائع ہوا ہے)

---

[1] اب آریوں کو چاہیئے کہ سب مل کر دُعا کریں کہ یہ عذاب ان کے اس وکیل سے ٹل جائے۔ منہ

(۹۹)

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے راخدا رُسوا نکرد

(کَلَّآ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی)[1]

انسان باوجود سخت ناچیز اور مُشتِ خاک ہونے کے پھر اپنی عاجزی کو کیسے جلد بُھول جاتا ہے۔ ایک ذرہ درد فرو ہونے اور آرام کی کروٹ بدلنے سے اپنی فروتنی کا لہجہ فی الفور بدل لیتا ہے۔ پنجاب کے قریباً تمام آدمی شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور سے واقف ہوں گے۔ اور میرے خیال میں ہے کہ جس ایک بیجا الزام میں اپنے بعض پنہانی قصوروں کی وجہ سے جن کو خدا تعالیٰ جانتا ہوگا، وہ پھنس گئے تھے وہ قصہ ہمارے ملک کے بچوں اور عورتوں کو بھی معلوم ہوگا۔ تو اس وقت ہمیں اس منسوخ شدہ قصہ سے تو کچھ مطلب نہیں۔ صرف اس بات کا ظاہر کرنا مطلوب ہے کہ اس قصہ سے تخمیناً چھ ماہ پہلے اس عاجز کو بذریعہ ایک خواب کے جتلایا گیا تھا کہ شیخ صاحب کی جائے نشست فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اُس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے سو اسی وقت میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بہ یقین کامل یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اور اُن کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور میرا پانی ڈالنا یہ ہوگا کہ آخر میری ہی دُعا سے نہ کسی اور وجہ سے وہ بلا دُور کی جائے گی اور میں نے اس خواب کے بعد شیخ صاحب کو بذریعہ ایک مفصل خط کے اپنے خواب سے اطلاع دے دی اور توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلائی، مگر اس خط کا جواب انہوں نے کچھ نہ لکھا۔ آخر قریباً چھ ماہ گذرنے پر ایسا ہی ہوا۔ اور میں انبالہ چھاؤنی میں تھا کہ ایک شخص محمد بخش نام شیخ صاحب کے فرزند جان محمد

---

[1] العلق: ۷۔۸

کی طرف سے میرے پاس پہنچا اور بیان کیا کہ فلاں مقدمہ میں شیخ صاحب حوالات میں ہو گئے۔ مَیں نے اس شخص سے اپنے خط کا حال دریافت کیا جس میں چھ ماہ پہلے اس بَلا کی اطلاع دی گئی تھی۔ تو اس وقت محمد بخش نے نے اس خط کے پہنچنے سے لاعلمی ظاہر کی، لیکن آخر خود شیخ صاحب نے رہائی کے بعد کئی دفعہ اقرار کیا کہ وہ خط ایک صندوق میں سے مل گیا۔ پھر شیخ صاحب تو حوالات میں ہو چکے تھے لیکن ان کے بیٹے جان محمد کی طرف سے شاید محمد بخش کے دستخط سے جو ایک شخص ان کے تعلقداروں میں سے ہے کئی خط اس عاجز کے نام دُعا کے لیے آئے۔ اور اللہ جلشانہٗ جانتا ہے کہ کئی راتیں نہایت مجاہدہ سے دُعائیں کی گئیں۔ اور اوائل میں صورت قضا و قدر کی نہایت پیچیدہ اور مبرم معلوم ہوتی تھی، لیکن آخر خدا تعالیٰ نے دُعا قبول کی اور اُن کے بارے میں رہا ہونے کی بشارت دے دی اور اُس بشارت سے اُن کے بیٹے کو مختصر لفظوں میں اطلاع دی گئی۔

یہ تو اصل حقیقت اور اصل واقعہ ہے، لیکن پھر اس کے بعد سُنا گیا کہ شیخ صاحب اس رہائی کے خط سے انکار کرتے ہیں جس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا اس عاجز نے جھوٹ بولا۔ سو اس فتنہ کے دُور کرنے کی غرض سے اس عاجز نے شیخ صاحب سے اپنا خط طلب کیا جس میں اُن کی بریّت کی خبر دی گئی تھی مگر انہوں نے وہ خط نہ بھیجا۔ بلکہ اپنے خط ۱۹؍ جون ۱۸۹۲ء میں میرے خط کا گم ہو جانا ظاہر کیا، لیکن ساتھ ہی اپنے بیٹے جان محمد کی زبانی یہ لکھا کہ قطعیت بریّت کی خبر دینا ہمیں یاد نہیں مگر غالباً خط کے یہ الفاظ یا اس کے قریب قریب تھے کہ فضل ہو جاتے گا دُعا کی جاتی ہے[۱] یہ قصّہ تو یہاں تک رہا۔ اور وہ خط شیخ صاحب کا میرے پاس موجود پڑا ہے۔ لیکن اب بعض دوستوں کے خطوط اور بیانات سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں رہائی کی کوئی بھی اطلاع نہیں دی تھی اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس عاجز پر ایک اور طوفان باندھتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ گویا یہ عاجز یہ تو جانتا تھا کہ میں نے کوئی خط نہیں لکھا مگر شیخ صاحب کو جھوٹ بولنے کے لیے تحریک دے کر بطور بیان دروغ ان سے یہ لکھوانا چاہا کہ اس عاجز نے رہائی کی خبر دے دی تھی۔ گویا اس عاجز نے کسی خط میں شیخ صاحب کی خدمت میں یہ لکھا ہے کہ اگرچہ یہ بات صحیح اور واقعی تو نہیں کہ میں نے رہائی کی اطلاع قبل از وقت بطور پیشگوئی دی ہو مگر میری خاطر اور میرے لحاظ سے تم ایسا ہی لکھ دو تا میری کرامت ظاہر ہو۔ شیخ صاحب کا یہ طریق عمل سُنکر سخت افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے

---

[۱] یہ اس عاجز کا لفظ نہیں ہے کہ دُعا کی جاتی ہے بلکہ یہ تھا کہ دُعا بہت کی گئی اور آخر فقرہ میں بریّت اور فضل الٰہی کی بشارت دی گئی تھی۔ وہ الفاظ اگرچہ کم تھے مگر قل و دلّ تھے۔ خدا تعالیٰ کسی کا محتاج اور خوشامدگر لوگوں کی طرح نہیں۔ اس کی بشارتیں اکثر اشارات ہی ہوتے ہیں۔ اس کا ہاں یا نہیں کہنا دوسرے لوگوں کے ہزار دفتر سے زیادہ معتبر ہے مگر نادان اور متکبر دنیادار یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بھی فرمانبرداروں کی طرح لمبی تقریریں کرے تا اُن کو یقین آوے اور پھر اس بات کو قطعی سمجھیں۔ منہ

کہ شیخ صاحب کے اوّل و آخر کے متعلق ضرور شیخ صاحب کو اطلاع دی گئی تھی اور وہ دونوں پیشگوئیاں صحیح ہیں اور دونوں کی نسبت شیخ صاحب کی طرف خط بھیجا گیا اور وہی خط مانگا گیا تھا یا اس کا مضمون طلب کیا گیا تھا۔ شیخ صاحب نے اگر درحقیقت ایسا ہی بیان کیا ہے تو اُن کے افتراء کا جواب کیا دیا جائے۔ ناظرین اس بارے میں میرے خطوط اُن سے طلب کریں اور اُن کو باہم ملا کر غور سے پڑھیں[1]۔ اگر شیخ صاحب میں مادہ فہم کا ہوتا تو پہلے ہی پیشگوئی کے خط سے میرا بریّت کا خبر دینا سمجھ سکتے تھے کیونکہ اس سے یہی بہ بداہت سمجھا جا سکتا تھا کہ اس عاجز کے ذریعہ سے ہی ان کی بند خلاص ہوگی۔ وجہ یہ کہ انکو اطلاع دی گئی تھی کہ میں نے ہی پانی ڈال کر آگ کو بجھایا۔ کیا شیخ صاحب کو یاد نہیں کہ بمقام لدھیانہ جب وہ میرے مکان پر دعوت کھانے آئے تھے تو انہوں نے اس خط کو یاد کر کے رونا شروع کر دیا تھا اور شاید روٹی پر بھی بعض قطرے آنسوؤں کے پڑے ہوں۔ پھر وہ آگ پر پانی ڈالنا کیوں یاد نہ رہا۔ اور اگر میں نے رہائی کی خبر شائع نہیں کی تھی تو پھر وہ صدہا آدمیوں میں قبل از رہائی مشہور کیونکر ہوگئی تھی اور کیوں آپ کے بعض رشتہ[2] دار جلدی کر کے اس خبر کے صدق پر اعتراض کرتے تھے جو اب تک زندہ موجود ہیں اور پھر آپ نے کیوں میرے خط کا یہ خلاصہ مجھ کو تحریر کیا کہ گویا میں نے خط میں صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔ یہ کیسی ناخدا ترسی ہے کہ مجالس میں افتراء کی تہمت لگا کر دل کو دکھایا جائے۔ خیر اب ہم بطریق تنزل ایک آسمانی فیصلہ اپنے صدق اور کذب کے بارے میں ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

فیصلہ

آج رات میں نے جو ۲۵ ؍فروری ۱۸۹۳ء کی رات تھی۔ شیخ صاحب کی ان باتوں سے سخت دردمند ہو کر

---

[1] مناسب ہے کہ ناظرین ان کے قریب قریب تاریخوں کے تمام میرے خطوط کو شیخ صاحب سے لیکر پڑھیں۔ میرے کسی خط کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شیخ صاحب کوئی بات خلاف واقعہ لکھیں بلکہ ان کو اپنے خط سابق کے مضمون سے اطلاع دی گئی تھی اور امید تھی کہ یاد دلانے سے وہ مضمون انہیں یاد آجائے گا۔ اس بناء پر ان سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ ہمارے خط کا یہ خلاصہ ہے اور اسکی ہم آپ سے تصدیق چاہتے ہیں مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے میرے خط کو تحکّم کی راہ سے دبا لیا اور مجھ پر یہ افتراء کیا کہ گویا میں نے اُن سے جھوٹ کہلوانا چاہا۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے یہ تو صرف اپنے خط کے مضمون کی تصدیق کرانی چاہی تھی۔ اگر میں سچ پر نہیں تو شیخ صاحب میرا متنازعہ فیہ خط پیش کریں جس کے پہنچنے کا ان کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی اقرار ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ فضل ہو جائے گا۔ منہ

[2] آپ کے رشتہ دار شاید ہمشیرہ زادہ شیخ میراں بخش ساکن دسوہہ نے بمقام امرتسر اپنی دکان پر رُوبرُو شیخ سندھی خان ساکن خانپور میرے ملازم شیخ حامد علی سے نومیدی رہائی کی حالت میں تکرار کی تھی کہ مرزا غلام احمد تو کہتے تھے کہ شیخ صاحب بری ہو جائیں گے اور اب وہ پھانسی ملنے لگے ہیں۔ حامد علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا تھا کہ انجام دیکھنے کے بعد اعتراض کرنا۔ منہ

آسمانی فیصلہ کے لیے دُعا کی۔ خواب میں مجھ کو دکھلایا گیا کہ ایک دوکاندار کی طرف میں نے کسی قدر قیمت بھیجی تھی کہ وہ ایک عمدہ اور خوشبودار چیز بھیجدے۔ اس نے قیمت رکھ کر ایک بدبُودار چیز بھیجدی۔ وہ چیز دیکھ کر مجھے غصہ آیا اور مَیں نے کہا کہ جاؤ دکاندار کو کہو کہ وہی چیز دے ورنہ میں اس دغا کی اس پر نالش کروں گا۔ اور پھر عدالت سے کم سے کم چھ ماہ کی اس کو سزا ملے گی۔ اور اُمید تو زیادہ کی ہے۔ تب دوکاندار نے شاید یہ کہلا بھیجا کہ یہ میرا کام نہیں یا میرا اختیار نہیں اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ ایک سودائی پھرتا ہے اس کا اثر میرے دل پر پڑ گیا اور میں بھول گیا اور اب وہی چیز دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ شیخ صاحب پر یہ ندامت آنے والی ہے اور انجام کار وہ نادم ہوں گے اور ابھی کسی دوسرے آدمی کا ان کے دل پر اثر ہے۔ پھر مَیں نے توجہ کی تو مجھے یہ الہام ہوا

إِنَّا نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ نُقَلِّبُ فِي السَّمَآءِ مَا قَلَّبْتَ فِي الْأَرْضِ إِنَّا مَعَكَ نَرْفَعُكَ دَرَجَاتٍ۔

یعنی ہم آسمان پر دیکھ رہے ہیں کہ تیرا دل مہر علی کی خیر اندیشی سے بددُعا کی طرف پھر گیا سو ہم بات کو اسی طرح آسمان پر پھیر دیں گے جس طرح تو زمین پر پھیرے گا۔ ہم تیرے ساتھ ہیں تیرے درجات بڑھائیں گے۔ لہٰذا یہ اشتہار شیخ صاحب کی خدمت میں رجسٹری کرا کر بھیجتا ہوں کہ اگر وہ ایک ہفتہ کے عرصہ میں اپنے خلاف واقعہ فتنہ اندازی سے معافی چاہنے کی غرض سے ایک خط بہ نیت چھپوانے کے نہ بھیجدیں تو پھر آسمان پر میرا اور ان کا مقدمہ دائر ہوگا اور میں اپنی دُعاؤں کو جو ان کی عمر اور بحالی عزت اور آرام کے لیے کی تھیں واپس لے لوں گا۔ یہ مجھے اللہ جلشانہٗ کی طرف سے بتصریح بشارت مل گئی ہے۔ پس اگر شیخ صاحب نے اپنے افتراؤں کی نسبت میری معرفت معافی کا مضمون شائع نہ کرایا تو پھر میرے صدق اور راستی کی یہ نشانی ہے کہ میری بددُعا کا اثر ان پر ظاہر ہوگا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو وعدہ دیا ہے۔ ابھی میں اس کی کوئی تاریخ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ابھی تک خدا تعالیٰ نے کوئی تاریخ میرے پر کھولی نہیں اور اگر میری بددُعا کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو بلاشبہ میں اسی طرح کاذب اور مفتری ہوں جو شیخ صاحب نے مجھ کو سمجھ لیا۔ مَیں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے مصیبت سے پہلے ہی شیخ صاحب کو خبر دی تھی اور مصیبت کے بعد بھی۔ اور اگر مَیں جھوٹا ہوں تو شیخ صاحب میری بددُعا سے صاف بچ جائیں گے اور یہی میرے کاذب ہونے کی کافی نشانی ہوگی۔ اگر یہ بات صرف میری ذات تک محدود ہوتی تو میں صبر کرتا، لیکن اس کا دین پر اثر ہے اور عوام میں ضلالت پھیلتی ہے۔ اس لیے مَیں نے محض حمایتِ دین کی غرض سے دُعا کی اور خدا تعالیٰ نے میری دُعا منظور فرمائی۔ دنیا داروں کو اپنی دنیا کا تکبّر ہوتا ہے اور فقیروں میں کبریائی۔ تکبّر اپنے نفس پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتا ہے اور کبریائی خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے پیدا ہوتی ہے۔ پس میرے صادق یا کاذب ہونے کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ شیخ صاحب کی نجات صرف میری ہی دُعا سے ہوئی تھی جیسا

کہ مَیں نے آگ پر پانی ڈالا تھا۔ اگر مَیں اس دعویٰ میں صادق نہیں ہوں تو میری ذلّت ظاہر ہو جاویگی۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

راقم خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپورہ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

(یہ اشتہار $\frac{20\times26}{8}$ کے چار صفحوں پر ہے اور آئینہ کمالات اسلام کے آخر میں بھی شامل ہے)

۱۰۰

ایک رُوحانی نشان جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا تعالیٰ سے مؤید ہے یا نہیں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجّال قرار دینے میں صادق ہے یا خود کاذب اور دجّال ہے

عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقایق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو۔ جیسا کہ آیت لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ[1] اور آیۃ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا[2] بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کے لیے کُھلی کُھلی نشانی ہوگی۔ اور اس فیصلہ کے لیے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسّی آیت سے کم نہ ہو تفسیر کے لیے منتخب کر کے پیش کریں اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ اُن میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کے لیے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّٰی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقایق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور با ایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں[3] اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الواقعۃ: ۸۰ [2] البقرۃ: ۲۷۰

[3] اگر کسی کے دل میں یہ خدشہ گذرے کہ ایسے جدید حقایق و معارف جو پہلی تفاسیر میں نہ ہوں وہ کیونکر تسلیم کئے جا سکتے ہیں اور وہ انہیں پہلی ہی تفاسیر میں محدود کرے تو اُسے مناسب ہے کہ عبارت ذیل کو ملاحظہ کرے ثم رایت کل اٰیۃٍ و کل حدیثٍ بحرًا مواجًا فیہ من اسرار مالو کتبت شرح سرٍ واحدٍ منہا فی مجلداتٍ لما احاطتہٗ ورئیت الاسرار الخفیۃ مبتذلۃ فی اشارات القراٰن و السنّۃ فقضیت العجب کل العجب - فیوض الحرمین صفحہ ۴۲ ٭

میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کے لیے چالیس دن کی مہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سُنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسّہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذّاب اے دجّال اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی۔ اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کدھر چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیئے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کُھل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کُھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجّال تھا اور میں ہی کذّاب تھا اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بے دین تھا اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ سب گواہ رہیں۔ بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنیٰ خادموں کی طرح پیچھے ہو لے[1]۔

صاحبو! یہ طریق فیصلہ ہے جو اس وقت مَیں نے ظاہر کیا ہے۔ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ اور کودن اور نادان اور جاہل ہے[2] اور علم قرآن سے بالکل بے خبر ہے اور خدا تعالیٰ سے مدد پانے کے تو لائق ہی نہیں کیونکہ کذّاب اور دجّال ہے اور ساتھ اس کے ان کو اپنے کمال علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت مخدوم مولوی حکیم نورالدین صاحب جو اس عاجز کی نظر میں علامہ عصر اور جامع علوم ہیں صرف ایک حکیم اور اخویم مکرم مولوی سیّد محمد احسن صاحب جو گویا علم حدیث کے ایک پُتلے ہیں صرف ایک منشی ہیں۔ پھر باوجود ان کے اس دعویٰ کے اور میرے اس ناقص حال کے جس کو وہ بار بار شائع کر چکے ہیں، اس طریق فیصلہ میں کونسا اشتباہ باقی ہے۔ اور اگر وہ اس مقابلہ کے لائق نہیں اور اپنی نسبت بھی جھوٹ بولا ہے اور میری نسبت بھی۔ اور میرے معظم اور مکرم دوستوں کی نسبت بھی تو پھر ایسا شخص کس قدر سزا کے لائق ہے کہ کذّاب اور دجّال تو آپ ہو اور دوسروں کو خواہ نخواہ دروغگو کر کے مشتہر کرے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ عاجز درحقیقت نہایت ضعیف اور ہیچ ہے گویا کچھ بھی نہیں، لیکن خدا تعالےٰ نے چاہا ہے کہ متکبّر کا سر توڑنے اور اس کو دکھاوے کہ آسمانی مدد اس کا نام ہے۔ چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ

---

[1] شیخ بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ میاں شیخ الکل اور دوسرے تمام متکبّر مُلّاؤں کو ساتھ ملا لے۔ منہ

[2] دیکھو ان کا فتویٰ نمبر ۴ جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۵ ٭

مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجّال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بیخبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دُعا کے بعد الہام ہوا کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔ یعنی دُعا کرو کہ مَیں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لیے دُعا کروں۔ آج جو ۲۹ رشعبان ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دُعا کے لیے دل کھول دیا۔ سو مَیں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لیے دُعا کی اور میرا دل کُھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ اِنِّیْ مُہِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِہَانَتَکَ وہ اسی موقع کے لیے ہوا تھا۔ مَیں نے اس مقابلہ کے لیے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دُعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو! اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچھے بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجّال ہوں تب میں ہر یک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقعہ پر ہر یک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دُعا کا نامنظور ہونا کُھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر یک پر ہویدا ہو جائے گا۔ لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو اُن کی ذلّت اور رُوسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔ اب اگر وہ اس کُھلے کُھلے فیصلہ کو منظور نہ کریں اور بھاگ جائیں اور خطا کا اقرار بھی نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ ان کے لیے خدا تعالیٰ کی عدالت سے مندرجہ ذیل انعام ہے۔

(۱) لعنت

(۲) لعنت

(۳) لعنت

(۴) لعنت

(۵) لعنت

(۶) لعنت

(۷) لعنت

(۸) لعنت

(۹) لعنت

(۱۰) لعنت

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

المشتہر　میرزا غلام احمد قادیانی　۳۰ رمارچ ۱۸۹۳ء

نوٹ ۔ اگر میاں بٹالوی اس نشان کو منظور نہ کریں اور کسی اور قسم کا نشان چاہیں تو پھر اسی کے بارے میں دُعا کی جائے گی۔ مگر پہلے اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کردیں کہ میں اس مقابلہ سے عاجز اور قاصر ہوں۔

تنبیہ: اگر اس کا جواب یکم اپریل سے دو ہفتہ کے اندر نہ آیا تو آپ کی گریز سمجھی جائے گی۔

(یہ اشتہار آئینہ کمالات اسلام طبع اوّل مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان کے صفحہ ۶۰۲ سے ۶۰۴ تک ہے)

(۱۰۱)

نمونہ دُعائے مستجاب

انیس ہند میرٹھ اور ہماری پیشگوئی پر اعتراض

اس اخبار کا پرچہ مطبوعہ ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء جس میں میری اس پیشگوئی کی نسبت جو لیکھرام پشاوری کے بارے میں مَیں نے شائع کی تھی کچھ نکتہ چینی ہے مجھ کو ملا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اور اخباروں پر بھی یہ کلمۃ الحق شاق گذرا ہے اور حقیقت میں میرے لیے خوشی کا مقام ہے کہ یوں خود مخالفوں کے ہاتھوں اس کی شہرت اور اشاعت ہو رہی ہے۔ سو میں اس وقت اس نکتہ چینی کے جواب میں صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس طور اور طریق سے خدا تعالیٰ نے چاہا اسی طور سے کیا۔ میرا اس میں دخل نہیں۔ ہاں یہ سوال کہ ایسی پیشگوئی مفید نہیں ہوگی اور اس میں شبہات باقی رہ جائیں گے۔ اس اعتراض کی نسبت میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ پیش از وقت ہے۔ میں اس بات کا خود ہی اقراری ہوں اور اب پھر اقرار کرتا ہوں کہ اگر جیسا کہ معترضوں نے خیال فرمایا ہے پیشگوئی کا ماحصل آخر کار یہی نکلا کہ کوئی معمولی تپ آیا یا معمولی طور پر کوئی درد ہوا یا ہیضہ ہوا۔ اور پھر اصلی حالت صحت کی قائم ہوگئی تو وہ پیشگوئی متصور نہیں ہوگی اور بلا شُبہ ایک مکر اور فریب ہوگا۔ کیونکہ ایسی بیماریوں سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ ہم سب کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں بلا شُبہ میں اس سزا کے لائق ٹھہروں گا جس کا ذکر میں نے کیا ہے، لیکن اگر پیشگوئی کا ظہور اس طور سے ہوا کہ جس میں قہر الٰہی کے نشان صاف صاف اور کھلے طور پر دکھائی دیں تو پھر سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پیشگوئی کی ذاتی عظمت اور ہیبت دنوں اور وقتوں کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں۔ اس بارے میں تو زمانہ نزول عذاب کی ایک حد مقرر کر دینا کافی ہے۔ پھر اگر پیشگوئی فی الواقعہ ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ سارے خیالات اور یہ تمام نکتہ چینیاں جو پیش از وقت دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی معدوم ہو جاتی ہیں کہ منصف مزاج اہل الرائے ایک انفعال کے ساتھ اپنی رایوں سے رجوع کرتے ہیں۔ ماسوا اس کے یہ عاجز بھی تو قانون قدرت کے تحت میں ہے۔ اگر میری طرف سے بنیاد اس پیشگوئی کی صرف اسی قدر ہے کہ مَیں نے صرف یا وہ گوئی کے طور پر چند احتمالی بیماریوں کو ذہن میں رکھ کر اور اٹکل سے کام لے کر یہ پیشگوئی شائع کی ہے تو جس شخص کی نسبت یہ پیشگوئی ہے وہ بھی تو ایسا کر سکتا ہے کہ انہیں اٹکلوں کی بنیاد پر میری نسبت کوئی

پیشگوئی کردے بلکہ میں راضی ہوں کہ بجائے چھ برس کے جو میں نے اس کے حق میں میعاد مقرر کی ہے وہ میرے لیے دس برس لکھدے۔ لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس۳۰ برس کی ہوگی اور وُہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اسوقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے۔ پھر باوجود اس کے مقابلہ میں خود معلوم ہو جائیگا۔ کہ کونسی بات انسان کی طرف سے ہے اور کونسی بات خدا تعالےٰ کی طرف سے اور معترض کا کہنا کہ ایسی پیشگوئیوں کا اب زمانہ نہیں ہے، ایک معمولی فقرہ ہے۔ جو اکثر لوگ مُنہ سے بول دیا کرتے ہیں۔ میری دانست میں تو مضبوط اور کامل صداقتوں کے قبول کرنے کے لیے یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ شاید اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کوئی بھی نہ مل سکے۔ ہاں اس زمانہ سے کوئی فریب اور مکر مخفی نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ تو راست بازوں کے لیے اور بھی خوشی کا مقام ہے کیونکہ جو شخص فریب اور سچ میں فرق کرنا جانتا ہے وہی سچائی کی دل سے عزت کرتا ہے اور بخوشی اور دوڑ کر سچائی کو قبول کرلیتا ہے اور سچائی میں کچھ ایسی کشش ہوتی ہے کہ وہ آپ قبول کرالیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانہ صدہا ایسی نئی باتوں کو قبول کرتا جاتا ہے جو لوگوں کے باپ دادوں نے قبول نہیں کی تھیں اگر زمانہ صداقتوں کا پیاسا نہیں تو پھر کیوں ایک عظیم الشان انقلاب اس میں شروع ہے زمانہ بے شک حقیقی صداقتوں کا دوست ہے نہ دشمن۔ اور یہ کہنا کہ زمانہ عقلمند ہے اور سیدھے سادے لوگوں کا وقت گذر گیا ہے یہ دوسرے لفظوں میں زمانہ کی مذمت ہے گویا یہ زمانہ ایک ایسا بد زمانہ ہے کہ سچائی کو واقعی طور پر سچائی پاکر پھر اس کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن میں ہرگز قبول نہیں کرونگا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیادہ تر میری طرف رجوع کرنے والے اور مجھ سے فائدہ اُٹھانے والے وہی لوگ ہیں جو نو تعلیم یافتہ ہیں جو بعض ان میں سے بی۔ اے اور ایم۔ اے تک پہنچے ہوتے ہیں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہ نو تعلیم یافتہ لوگوں کا گروہ صداقتوں کو بڑے شوق سے قبول کرتا جاتا ہے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ ایک نو مسلم اور تعلیم یافتہ یوریشین انگریزوں کا گروہ جن کی سکونت مدراس کے احاطہ میں ہے۔ ہماری جماعت میں شامل اور تمام صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اب میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے وہ تمام باتیں لکھ دی ہیں جو ایک خدا ترس آدمی کے سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔ آریوں کا اختیار ہے کہ میرے اس مضمون پر بھی اپنی طرف سے جس طرح چاہیں حاشیے چڑھاویں۔ مجھے اس بات پر کچھ بھی نظر نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اسوقت اس پیشگوئی کی تعریف کرنا یا مذمت کرنا دونوں برابر ہیں اگر یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اسی کی طرف سے ہے تو ضرور ہیبت ناک نشان کے ساتھ اس کا وقوعہ ہوگا اور دلوں کو ہلا دے گا اور اگر اس کی طرف سے نہیں تو پھر میری ذلت ظاہر ہوگی۔ اور اگر میں اس وقت رکیک تاویلیں کروں گا تو یہ اور بھی ذلت کا موجب ہوگا۔ وہ ہستی قدیم اور وہ پاک و قدوس جو تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے وہ کاذب کو کبھی عزت

نہیں دیتا۔ یہ بالکل غلط بات ہے کہ لیکھرام سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت ہے مجھ کو ذاتی طور پر کسی سے بھی عداوت نہیں بلکہ اس شخص نے سچائی سے دشمنی کی اور ایک ایسے کامل اور مقدس کو جو تمام سچائیوں کا چشمہ تھا، توہین سے یاد کیا۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ایک پیارے کی دُنیا میں عزت ظاہر کرے۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی ؂

لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر

آج جو ۲؍اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴؍ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ پر سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ مَیں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں۔ ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لیے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر یاد رہا ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں۔ اور یہ یک شنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؂

(یہ اشتہار برکات الدعا کے ٹائیٹل مطبوعہ ریاض ہند قادیان کے صفحہ ۲ سے ۴ تک ہے)

---

(۱۰۲)

اس کو غور سے پڑھو کہ اس میں آپ لوگوں کے لیے خوشخبری ہے

بخدمت امراء و رئیسان و منعمان ذیمقدرت و والیان ارباب حکومت و منزلت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اے بزرگان اسلام خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں تمام فرقوں سے بڑھ کر نیک ارادے پیدا کرے۔ اور اس نازک وقت میں آپ لوگوں کو اپنے پیارے دین کا سچا خادم بنادے۔ مَیں اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودہویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کرکے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لیے بھیجا ہے تاکہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور اُن تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملہ کر رہے ہیں، اُن نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ سو یہ کام برابر دس برس سے ہو رہا ہے، لیکن چونکہ وہ تمام ضرورتیں جو ہم کو اشاعت اسلام کے لیے درپیش ہیں بہت سی مالی امدادات کے محتاج ہیں۔ اس لیے میں نے یہ ضروری سمجھا کہ بطور تبلیغ آپ صاحبوں کو اطلاع دوں۔ سو سُنو! اے عالیجاہ بزرگو! ہمارے لیے اللہ جلّشانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں یہ مشکلات درپیش ہیں کہ ایسی تالیفات کے لیے جو لاکھوں آدمیوں میں پھیلانی چاہئیے بہت سے سرمایہ کی حاجت ہے اور اب صورت یہ ہے کہ اوّل تو ان بڑے بڑے مقاصد کے لیے کچھ بھی سرمایہ کا بندوبست نہیں۔ اور اگر بعض پُرجوش مردانِ[1] دین کی ہمت اور اعانت سے کوئی کتاب تالیف ہو کر

---

[1] پُرجوش مردانِ دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لُٹا دیا ہے۔ اور بعد ان کے میرے دلی دوست حکیم فضل دین صاحب اور نواب محمد علی خانصاحب کوٹلہ مالیر اور درجہ بدرجہ تمام وہ مخلص دوست ہیں جو اس راہ میں فدا ہو رہے ہیں۔ منہ

شائع ہوتو بباعث کم توجہی اور غفلت زمانہ کے وہ کتاب بجز چند نسخوں کے زیادہ فروخت نہیں ہوتی۔ اور اکثر نسخے اس کے یا تو سالہا سال صندوقوں میں بند رہتے ہیں یا للہ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح اشاعت ضروریات دین میں بہت سا حرج ہو رہا ہے۔ اور گو خدا تعالیٰ اس جماعت کو دن بدن زیادہ کرتا جاتا ہے مگر ابھی تک ایسے دولتمندوں میں سے ہمارے ساتھ کوئی بھی نہیں کہ کوئی حصہ معتدبہ اس خدمت اسلام کا اپنے ذمہ لے لے۔ اور چونکہ یہ عاجز خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر تجدید دین کے لیے آیا ہے اور مجھے اللہ جلّشانہٗ نے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ وہ بعض اُمراء اور ملوک کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کرے گا۔ اور مجھے اس نے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اسی بناء پر آج مجھے خیال آیا کہ میں ارباب دولت اور مقدرت کو اپنے کام کی نصرت کے لیے تحریک کروں۔

اور چونکہ یہ دینی مدد کا کام ایک عظیم الشان کام ہے اور انسان اپنے شکوک اور شبہات اور وساوس سے خالی نہیں ہوتا۔ اور بغیر شناخت وہ صدق بھی پیدا نہیں ہوتا جس سے ایسی بڑی مددوں کا حوصلہ ہو سکے۔ اسلئے میں تمام اُمراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر اُن کو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا میں اُن مقاصد کے پورے ہونے کیلئے دُعا کروں مگر اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب کے پورا ہونے کے وقت کہاں تک اسلام کی راہ میں مدد دیں گے۔ اور کیا انہوں نے اپنے دلوں میں پختہ اور حتمی وعدہ کر لیا ہے کہ ضرور وہ اس قدر مدد دیں گے۔ اگر ایسا[1] خط کسی صاحب کی طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اس کے لیے دُعا کروں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بشرطیکہ تقدیر مبرم نہ ہو ضرور خدا تعالیٰ میری دُعا سُنے گا اور مجھ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دیگا اس بات سے نومید مت ہو کہ ہمارے مقاصد بہت پیچیدہ ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے بشرطیکہ ارادہ ازلی اس کے مخالف نہ ہو۔ اور اگر ایسے صاحبوں کی بہت سی درخواستیں آئیں تو صرف ان کو اطلاع دی جاتے گی جن کے کشود کار کی نسبت از جانب حضرت عزّوجل خوشخبری ملے گی۔ اور یہ امور منکرین کے لیے نشان بھی ہوں گے۔ اور شاید یہ نشان اس قدر ہو جائیں کہ دریا کی طرح بہنے لگیں۔ بالآخر میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لیے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے۔ اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور میں اسی لیے آیا ہوں۔ اور مجھے خدا تعالیٰ نے علمِ قرآن بخشا ہے۔ اور حقایق معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں۔ سو میری طرف آؤ۔ تا اس نعمت سے تم بھی حصہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی

---

[1] چاہیئے کہ خط نہایت احتیاط سے بذریعہ رجسٹری سربمہر آوے اور اس راز کو قبل از وقت فاش نہ کیا جاوے اور اس جگہ بھی پوری امانت کیساتھ وہ راز مخفی رکھا جائیگا۔ اور اگر بجائے خط کوئی معتبر کسی امیر کا آوے تو یہ امر اور بھی زیادہ مؤثر ہوگا۔ منہ

کُھلی کُھلی آفات ہیں، ایک مجدد کُھلے کُھلے دعویٰ کے ساتھ آتا۔ سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کرو گے۔ ہر ایک جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا۔ اس وقت کے علماء کی ناسمجھی اس کی سدِّ راہ ہوئی۔ آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل نہیں لاسکتا۔ اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی جاتی ہیں۔ اے لوگو! اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردانِ خدا میں جگہ پاؤ۔

والسلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ

بیکسے شُد دینِ احمدؐ، ہیچ خویش و یار نیست — ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست
ہر طرف سَیلِ ضلالت صد ہزاراں تن رُبُود — حیف بر چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
اے خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چراست — بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست
اے مسلماناں خدا را ایک نظر بر حالِ دیں — آنچہ مے بینم بلا ہا حاجتِ اظہار نیست
آتش اُفتادست در رختش بخیزید اے یلان — دیدنش از دُور کارِ مردمِ دیندار نیست
ہر زماں از بہرِ دیں در خونِ دل من می تپد — محرمِ ایں دردِ ما جُز عالمِ اسرار نیست
آنچہ بر ما میرود از غم کہ داند جُز خدا — زہر مے نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست
ہر کسے غمخواری اہل و اقارب مے کند — اے دریغ ایں بیکسے را ہیچ کس غمخوار نیست
خونِ دیں بینم رواں چُوں کُشتگانِ کربلا — اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں دلدار نیست
حیرتم آید چو بینم بذلِ شاں در کارِ نفس — کایں ہمہ جُود و سخاوت در رہِ دادار نیست
اے کہ داری مقدرت ہم عزمِ تائیداتِ دیں — لُطف کُن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست
بیں کہ چوں در خاک مے غلطد ز جورِ ناکساں — آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوّار نیست
اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں — جُز دعاء بامداد و گریۂ اسحار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را — آنکہ اورا فکرِ دینِ احمدؐ مختار نیست
اے برادر پنج روزِ ایّامِ عشرت ہا بوَد — دائماً عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

راقم

مرزا غلام احمد۔ از قادیان ضلع گورداسپورہ۔ پنجاب

اپریل ۱۸۹۳ء

مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان

(یہ اشتہار برکات الدعا ایڈیشن اوّل مطبوعہ ریاض ہند قادیان کے صفحہ ۲۹ تا ۳۲ پر ہے)

(۱۰۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ

شیخ محمدؐ حسین صاحب بٹالوی

آپ کا خط[1] دوسری شوال ۱۳۱۰ھ کو مجھ کو ملا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ آپ نے میرے اشتہار مورخہ ۳۰؍مارچ ۱۸۹۳ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط ۱۸؍اپریل ۱۸۹۳ء کے مجھ کو مطلع کیا کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں۔ خاص کر مجھے اس سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے خط کی دفعہ ۲ میں صاف لکھدیا کہ

---

[1] (لاہور ۱۸؍اپریل ۱۸۹۳ء) غلام احمد قادیانی

تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے ہمدست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹرڈ خط موصول ہوئے (۱) مَیں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف تھا، اس لیے تمہارے خطوط کے جواب میں توقف ہوا۔ اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں۔ (۲) میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کیلئے مستعد ہوں۔ مباہلہ[1] کے لیے طیار ہوں۔ بالمقابلہ[2] عربی عبارت میں تفسیرِ قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں۔ میری[3] نسبت جو تم کو منذر الہام ہوا ہے اس کی اشاعت کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں، مگر ہر ایک بات کا جواب واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں۔ جو انہیں باقیماندہ ایام اپریل میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۳) تمہارا سابق تحریرات میں یہ قید لگانا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ ۲۰؍اپریل تک جواب ملے ورنہ گریز مشتہر کیا جاتے گا۔ کمال درجہ کی خفت و وقاحت ہے۔ اگر بعد اشتہار انکار ادھر سے اجابت کا اشتہار ہوا تو پھر کون شرمندہ ہوگا؟ (۴) ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری ۲۱۔ مورخہ ۹؍جنوری ۱۸۹۳ء کے لیے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی۔ اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے آخیر میں جواب دیا۔ پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو[2] ہفتہ یا ۲۰؍اپریل تک آوے۔ کیوں موجب شرم نہ ہوئی۔ تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے؟ اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے۔ جن پر تم حکومت کرتے ہو وہ تم کو دجال۔ کذاب۔ کافر و زندیق سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں کیا تم نے سب کو اپنا مُرید ہی سمجھ رکھا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو۔ کچھ تو شرم کرو۔ دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دُنیا سے بھی بے تعلق ہو؟ اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے۔ وصول سے انکار کروگے تو وہ رسید تمہاری مکذّب ہوگی۔ (ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر اشاعۃ السنہ)

میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لیے مستعد ہوں۔ سو اس اشتہار کے متعلق باتیں جن کو آپ نے قبول کرلیا۔ صرف تین ہی ہیں۔ زیادہ نہیں۔

اوّل یہ کہ ایک مجلس قرار پاکر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآنِ کریم کی ایک سُورۃ جس کی آیتیں اسّی سے کم نہ ہوں، تفسیر کرنے کے لیے قرار پاوے۔ اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے۔

دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقائق و معارف پر مشتمل ہو جو جدید ہوں۔ اور منقولات کی مد میں داخل نہ ہوسکیں۔ اور باایں ہمہ عقیدہ متفق علیہا اہلِ سنّت والجماعت سے مخالف بھی نہ ہو۔ اور یہ تفسیر عربی بلیغ فصیح اور مقفّی عبارت میں ہو۔ اور ساتھ اس کے سَو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہو۔

تیسری یہ کہ فریقین کے لیے چالیس دن کی مُہلت ہو۔ اس مُہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہیں لکھیں اور پھر ایک مجلس میں سُناویں۔

پس جبکہ آپ نے یہ کہدیا کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لیے مستعد ہوں تو صاف طور پر کُھل گیا کہ آپ نے یہ تینوں باتیں مان لیں۔ اب انشاء اللہ القدیر اسی پر سب فیصلہ ہو جائے گا۔ آج اگرچہ روز عید سے دُوسرا دن ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ کے مان لینے اور قبول کرنے سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں آج کے دن کو بھی عید کا ہی دن سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب ایک کُھلے کُھلے فیصلہ کے لیے بات قائم ہوگئی۔ اب لوگ اس بات کو بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ خدا تعالےٰ اس عاجز کو بقول آپ کے کافر اور کذّاب ثابت کرتا ہے۔ یا وہ امر ظاہر کرتا ہے جو صادقین کی تائید کے لیے اس کی عادت ہے اگرچہ دل میں اس وقت یہ خیال بھی آتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ اس صاف اقرار کے بعد رسالہ میں کچھ اَور کا اَور لکھ ماریں، لیکن پھر اس بات سے تسلّی ہوتی ہے کہ ایسے صاف اور کُھلے کُھلے اقرار کے بعد کہ میں نے آپ کی ہر ایک بات مان لی ہے، ہرگز ممکن نہیں کہ آپ گریز کی طرف رُخ کریں اور اب آپ کے لیے یہ امر ممکن بھی نہیں۔ کیونکہ آپ ان شرائط پیش کردہ کو بغیر اس عذر کے کہ انکی انجام دہی کی مجھ میں لیاقت نہیں اور کسی صورت سے چھوڑ نہیں سکتے اور خود جیسا کہ آپ اپنے اس خط میں قبول کرچکے ہیں کہ میں نے ہر ایک بات مان لی۔ تو پھر ماننے کے بعد انکار کرنا خلاف وعدہ ہے۔

مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لیے بھی تیار ہیں اور اپنی ذات کی نسبت کوئی نشان بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ سُبحان اللہ اب تو آپ کچھ رُخ پر آگئے اگر رسالہ میں کچھ نئے پتھر نہ ڈال دیں۔ مگر کیونکر ڈال سکتے ہیں۔ آپ کا یہ فقرہ کہ میں آپ کی ہر ایک بات کی اجابت کے لیے مستعد ہوں۔ طیار ہوں۔ حاضر ہوں۔ صاف خوشخبری دے رہا ہے کہ آپ نے میری ہر ایک بات اور ہر ایک شرط کو سچے دل سے مان لیا ہے۔ اب میں مناسب دیکھتا ہوں کہ اس خوشخبری کو چھپایا نہ جائے بلکہ چھپوایا جائے۔ اس لیے معہ

آپ کے خط کے اس خط کو چھاپ کر آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔ اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

الراقـــــــــــم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۱۹؍اپریل ۱۸۹۳ء

منکرین کے ملزم کرنے کیلئے ایک اور پیشگوئی۔ خاصکر شیخ محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لائق ہے

۲۰؍اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینہ پہلے صفحہ ۲۲۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالےٰ نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ۔

ترجمہ:۔ یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا۔ یقیناً میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰؍اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر یہ اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اُس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا۔ خاصکر ایسا شخص جو اس پیشگوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے۔ اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم ہے یا اٹکل ہے۔ اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجّال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے جن سے اُن کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔

الراقـــــــــــم

خاکسار غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے دو صفحوں پر ہے)

(مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

(۱۰۴)

اشتہار مباہلہ

میاں عبدالحق غزنوی و حافظ محمدؐ یوسف صاحب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ غزنوی صاحبوں کی جماعت میں سے جو امرتسر میں رہتے ہیں۔ ایک صاحب عبد الحق نام نے اس عاجز کے مقابلہ پر مباھلہ کے لیے اشتہار دیا تھا، مگر چونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ لوگ کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں۔ ان کو لعنتوں کا نشانہ بنانا جائز نہیں۔ اس لیے اس درخواست کے قبول کرنے سے اس وقت تک تامل رہا جب تک کہ ان لوگوں نے کافر ٹھہرانے میں اصرار کیا۔ اور پھر تکفیر کا فتویٰ تیار ہونے کے بعد اس طرف سے بھی مباہلہ کا اشتہار[1] دیا گیا۔ جو کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ بھی شامل ہے اور ابھی تک کوئی شخص مباہلہ کے لیے مقابلہ پر نہیں آیا۔ مگر مجھ کو اس بات کے سُننے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے ایک معزز دوست حافظ محمد یوسف صاحب نے ایمانی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ ہم سے پہلے اس ثواب کو حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظ صاحب اتفاقاً ایک مجلس میں بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحبؑ یعنی اس عاجز سے کوئی آمادۂ مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہوتا۔ اور اسی سلسلہ گفتگو میں حافظ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ عبد الحق نے جو مباہلہ کے لیے اشتہار دیا تھا اب اگر وہ اپنے تئیں سچّا جانتا ہے تو میرے مقابلہ پر آوے۔ مَیں اس سے مباہلہ کے لیے تیار ہوں تب عبدالحق جو اسی جگہ کہیں موجود تھا۔ حافظ صاحب کے غیرت دلانے والے لفظوں سے طوعاً و کرہاً مستعد مباہلہ ہوگیا اور حافظ صاحب کا ہاتھ آکر پکڑ لیا کہ مَیں تم سے اسی وقت مباہلہ کرتا ہوں۔ مگر مباہلہ فقط اس بارہ میں کروں گا کہ میرا یقین ہے کہ مرزا غلام احمد و مولوی حکیم نور الدین اور مولوی محمد احسن یہ تینوں مرتدین اور کذابین اور دجالین ہیں

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا میں زیر نمبر ۹۲ صفحہ ۲۸۳ پر درج ہے۔ (المرتب)

حافظ صاحب نے فی الفور بلا تامل منظور کیا کہ مَیں اس بارہ میں مباہلہ کروں گا۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہیں۔ تب اسی بات پر حافظ صاحب نے عبدالحق سے مباہلہ کیا۔ اور گواہانِ مباہلہ منشی محمد یعقوب اور میاں نبی بخش صاحب اور میاں عبدالہادی صاحب اور میاں عبدالرحمٰن صاحب عمرپوری قرار پائے اور جب حسب دستورِ مباہلہ فریقین اپنے اپنے نفس پر لعنتیں ڈال چکے اور اپنے مُنہ سے کہہ چکے کہ یا الٰہی اگر ہم اپنے بیان میں سچائی پر نہیں تو ہم پر تیری لعنت نازل ہو۔ یعنی کسی قسم کا عذاب ہم پر وارد ہو۔ تب حافظ صاحب نے عبدالحق سے دریافت کیا کہ اس وقت مَیں بھی اپنے آپ پر بحالت کاذب ہونے کے لعنت ڈال چکا اور خدا تعالیٰ سے عذاب کی درخواست کر چکا اور ایسا ہی تم بھی اپنے نفس پر اپنے ہی مُنہ سے لعنت ڈال چکے اور بحالت کاذب ہونے کے عذاب الٰہی کی اپنے لیے درخواست کر چکے۔ لہٰذا اب مَیں تو اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر اس لعنت اور اس عذاب کی درخواست کا اثر مجھ پر وارد ہوا۔ اور کوئی ذلت اور رسوائی مجھ کو پیش آگئی تو مَیں اپنے اس عقیدہ سے رجوع کر لوں گا۔ سو اب تم بھی اس وقت اپنا ارادہ بیان کرو کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے نزدیک کاذب ٹھہرے اور کچھ لعنت اور عذاب کا اثر تم پر وارد ہو گیا تو تم بھی اپنے اس تکفیر کے عقیدہ سے رجُوع کرو گے یا نہیں۔ فی الفور عبدالحق نے صاف جواب دیا کہ اگر مَیں اپنی اس بد دُعا سے سوّر اور بندر اور ریچھ بھی ہو جاؤں۔ تب بھی میں اپنا یہ عقیدہ تکفیر ہرگز نہ چھوڑوں گا اور کافر کافر کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔ تب حاضرین کو نہایت تعجب ہوا کہ جس مباہلہ کو حق اور باطل کے آزمانے کے لیے اس نے معیار ٹھہرایا تھا اور جو قرآن کریم کی رُو سے بھی حق اور باطل میں فرق کرنے کے لیے ایک معیار ہے کیونکر اور کس قدر جلد اس معیار سے یہ شخص پھر گیا اور زیادہ تر ظلم اور تعصب اسکا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ اس بات کے لیے تو تیار ہے کہ فریق مخالف پر مباہلہ کے بعد کسی قسم کا عذاب نازل ہو اور وہ اس کے اس عذاب کو اپنے صادق ہونے کے لیے بطور دلیل اور حُجّت کے پیش کرے، لیکن وہ اگر آپ ہی مَورد عذاب ہو جائیں تو پھر مخالف کے لیے اس کے کاذب ہونے کی یہ دلیل اور حُجّت نہ ہو۔ اب خیال کرنا چاہیئے کہ یہ قول عبدالحق کا کس قدر امانت اور دیانت اور ایمانداری سے دُور ہے۔ گویا مباہلہ کے بعد ہی اس کی اندرونی حالت کا مسخ ہونا کُھل گیا۔ یہودی لوگ جو مورد لعنت ہو کر بندر اور سوّر ہو گئے تھے۔ ان کی نسبت بھی تو بعض تفسیروں میں یہی لکھا ہے کہ بظاہر وہ انسان ہی تھے لیکن ان کی باطنی حالت بندروں اور سوروں کی طرح ہو گئی تھی اور حق کے قبول کرنے کی توفیق بکلّی اُن سے سلب ہو گئی تھی اور مسخ شدہ لوگوں کی یہی تو علامت ہے کہ اگر حق کُھل بھی جائے تو اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ قرآن کریم اسی طرف اشارہ فرما کر کہتا ہے۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ[1]۔ وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا[2]۔ یعنی کافر کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں۔ ایسے رقیق اور پتلے دل نہیں کہ حق کا انکشاف دیکھ کر اس کو قبول کریں۔ اللہ جلّشانہٗ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ کچھ خوبی کی بات نہیں بلکہ لعنت

---

[1] البقرة: ۸۹ [2] النساء: ۱۵۶

کا اثر ہے جو دلوں پر ہے۔ یعنی لعنت جب کسی پر نازل ہوتی ہے اس کے نشانوں میں سے یہ بھی ایک نشان ہے، کہ دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور گو کیسا ہی حق کھل جائے، پھر انسان اس حق کو قبول نہیں کرتا۔ سو یہ حافظ صاحب کی اسی وقت ایک کرامت ظاہر ہوئی کہ دشمن نے مسخ شدہ فرعون کی طرح اسی وقت مباہلہ کے بعد ہی ایسی باتیں شروع کر دیں۔ گویا اسی وقت لعنت نازل ہو چکی تھی۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ یہ وہی عبدالحق ہے کہ جس نے الہام کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ اب ناظرین ذرا ایک انصاف کی نظر اس کے حال پر ڈالیں کہ یہ شخص سچائی سے دوستی رکھتا ہے یا دشمنی ظاہر ہے کہ ملہم وہ شخص ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ سچائی کے پیاسے اور بھوکے ہوتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ سچائی ہمارے ساتھ نہیں بلکہ فریق مخالف کے ساتھ ہے اسی وقت اپنی ضد کو چھوڑ دیتے ہیں اور حق کے قبول کرنے کے لیے ننگ و ناموس بلکہ موت سے بھی نہیں ڈرتے۔ اب سوچنے ہی کا مقام ہے کہ عبدالحق نے آپ ہی مباہلہ کو معیار حق و باطل ٹھہرا کر اشتہار دیا۔ اور جب ایک مردِ خدا اُس کے مقابل پر اُٹھا اور مباہلہ کیا تو ساتھ ہی فکر پڑی کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی عذاب نازل ہو کر پھر مجھ کو حق کے قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جاوے۔ تب اسی وقت اُس نے اُسی مجلس میں کہہ دیا کہ اگر وہ لعنت جو میں نے اپنے ہی مُنہ سے اپنے پر کی ہے۔ مجھ پر نازل ہو گئی اور میرا جھوٹا ہونا کُھل گیا۔ تب بھی مَیں سچ کو قبول نہیں کروں گا گو میں سؤر اور بندر اور ریچھ بھی بنایا جاؤں۔ پس اس سے زیادہ تر لعنت اَور کیا ہو گی کہ دُور دُور تک ضِد کے خیمے لگا رکھے ہیں اور بندر اور سُوّر بننا اپنے لیے پسند کر لیا، مگر حق کو قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ یہ بھی سمجھ نہیں کہ اگر مباہلہ کے بعد بھی حق کو قبول نہیں کرتا ہے تو پھر ایسے مباہلہ سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اور اگر اپنی ہی دُعا کے قبول ہونے اور لعنت کے آثار ظاہر ہونے پر بدن نہیں کانپتا تو یہ ایمان کس قسم کا ہے اور تعجب کہ یہ بات کہنا کہ اگر مَیں اپنے منہ کی لعنت کا اثر اپنے پر دیکھ بھی لوں اور جو تضرع سے درخواست عذاب کی تھی اس عذاب کا وارد ہونا بھی مشاہدہ کر لوں۔ پھر بھی میں تکفیر سے باز نہیں آؤں گا۔ کیا یہ ایمانداروں کے علامات ہیں۔ اور کیا اسی خبثِ نیّت پر مباہلہ کا جوش و خروش تھا۔

اور چونکہ اس عاجز کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع ہو چکا ہے۔ اور یہ اندیشہ ہے کہ کہیں دوسرے بزرگ بھی وہی اپنا جوہر نہ دکھلاویں۔ جو عبدالحق نے دکھلایا۔ یعنی مباہلہ کے آثار کو اپنے لیے تو اپنے مفید مطلب ہونے کی حالت میں حُجّت ٹھہرا لیا، مگر مخالف کے لیے یہ حجّت نہیں۔ لہٰذا اس اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بٹالوی اور میاں محی الدین لکھوکے والا۔ اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو۔ مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کریں اور یقین رکھیں کہ خداوند تعالےٰ ان کو رُسوا کرے گا۔ لیکن یہ بات واجبات سے ہو گی کہ فریقین اپنی اپنی تحریریں بہ ثبت دستخط گواہان شائع کر دیں کہ

اگر کسی فریق پر لعنت کا اثر ظاہر ہو گیا تو وہ شخص اپنے عقیدہ سے رجوع کرے گا اور اپنے فریق مخالف کو سچا مان لے گا۔ اور اس مباہلہ کے لیے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں۔ محمد[1] علی واعظ۔ ظہور الحسن[2] سجادہ نشین بٹالہ۔ منشی سعد اللہ[3] مدرس لدھیانہ۔ منشی محمد عمر[4] سابق ملازم لدھیانہ۔ مولوی[5] محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ۔ میاں[6] نذیر حسین دہلوی۔ حافظ عبد[7] المنان وزیر آبادی۔ میاں[8] میر حیدر شاہ وزیر آبادی۔ میاں محمد[9] اسحاق پٹیالوی۔

راقم

مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۲۵ر اپریل ۱۸۹۳ء

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب)

بقلم غلام محمد امرتسری

یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے چار صفحوں پر ہے

(۱۰۵)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

اشتہار

بُراہینِ احمدیّہ اور اسکے خریدار

واضح ہو کہ یہ کتاب اس عاجز نے اس عظیم الشان غرض سے تالیف کرنی شروع کی تھی کہ وہ تمام اعتراضات جو اس زمانہ میں مخالفین اپنی اپنی طرز پر اسلام اور قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کر رہے ہیں۔ ان سب کا ایسی عمدگی اور خوبی سے جواب دیا جائے۔ کہ صرف اعتراضات کا ہی قلع قمع نہ ہو بلکہ ہر ایک امر کو جو عیب کی صورت میں مخالف بد اندیش نے دیکھا ہے۔ ایسے محققانہ طور سے کھول کر دکھلایا جائے کہ اس کی خوبیاں اور اس کا حسن و جمال دکھائی دے۔ اور دوسری غرض یہ تھی کہ وہ تمام دلائل اور براہین اور حقایق اور معارف لکھے جائیں جن سے حقانیت اسلام اور صداقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حقیّت قرآن کریم روز روشن کی طرح ثابت ہو جائے۔ اور تیسری غرض یہ تھی کہ مخالفین کے مذاہب باطلہ کی بھی کچھ حقیقت بیان کی جائے اور ابتداء میں یہی خیال تھا کہ اس کتاب کی تالیف کے لیے جس قدر معلومات اب ہمیں حاصل ہیں وہی اس کی تکمیل کے لیے کافی ہیں، لیکن جب چار حصے اس کتاب کے شائع ہو چکے۔ اور اس بات پر اطلاع ہوئی کہ کس قدر بد اندیش مخالف حقیقت سے دور و مہجور ہیں اور کیسے صدہا رنگا رنگ کے شکوک و شبہات نے اندر ہی اندر ان کو کھا لیا ہے۔ وہ پہلا ارادہ بہت ہی ناکافی معلوم ہوا۔ اور یہ بات کُھل گئی کہ اس کتاب کا تالیف کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ ایک ایسے زمانہ کے زیر و زبر کرنے کے لیے یہ ہماری طرف سے ایک حملہ ہے۔ جس زمانہ کے مفاسد ان تمام فسادوں کے مجموعہ ہیں۔ جو پہلے اس سے متفرق طور پر وقتاً فوقتاً دنیا میں گذر چکے ہیں۔ بلکہ یقین ہو گیا کہ اگر ان تمام فسادوں کو جمع بھی کیا جائے۔ تو پھر بھی موجودہ زمانہ کے مفاسد ان سے بڑھے ہوتے ہیں اور عقلی اور نقلی ضلالتوں کا ایک ایسا طوفان چل رہا ہے جس کی نظیر صفحہ دُنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اور جو ایسا دلوں کو ہلا رہا ہے کہ قریب ہے کہ بڑے بڑے عقلمند اس سے ٹھوکر کھاویں۔ تب ان آفات کو دیکھ کر یہ قرین مصلحت سمجھا گیا کہ اس کتاب کی تالیف میں جلدی نہ کی جائے۔ اور ان تمام مفاسد کی بیخکنی کے لیے فکر اور عقل اور دُعا اور تضرّع سے پورا پورا کام لیا جائے اور نیز صبر سے اس بات کا انتظار کیا جائے کہ براہین کے چاروں حصوں کے شائع ہونے کے بعد کیا کچھ مخالف

لوگ لکھتے ہیں۔ اور اگرچہ معلوم تھا کہ بعض جلد باز لوگ جو خریدار کتاب ہیں۔ وہ طرح طرح کے ظنّوں میں مبتلا ہونگے اور اپنے چند درم کو یاد کر کے مؤلف کو بد دیانتی کی طرف منسوب کریں گے۔ چونکہ دل پر یہی غالب تھا کہ یہ کتاب رطب و یابس کا مجموعہ نہ ہو بلکہ واقعی طور پر حق کی ایسی نصرت ہو کہ اسلام کی روشنی دُنیا میں ظاہر ہو جائے۔ اس لیے ایسے جلد بازوں کی کچھ بھی پروا نہیں کی گئی۔ اور اس بات کو خدا تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور شاہد ہونے کے لیے وہی کافی ہے کہ اگر پوری تحقیق اور تدقیق کا ارادہ نہ ہوتا تو اس قدر عرصہ میں جو بُراہین کی تکمیل میں گذر گیا۔ ایسی بیس تیس کتابیں شائع ہو سکتی تھیں۔ مگر میری طبیعت اور میرے نُورِ فطرت نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف ظاہری طور پر کتاب کو کامل کر کے دکھلا دیا جائے۔ گو حقیقی اور واقعی کمال اس کو حاصل نہ ہو۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ اگر میں ایسا کرتا اور واقعی حقیقت کو مدِّنظر نہ رکھتا تو لوگ بلاشبہ خوش ہو جاتے، لیکن حقیقی راست بازی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہوتا ہے کہ مستعجل لوگوں کی لعنت ملامت کا اندیشہ نہ کر کے واقعی خیر خواہی اور غمخواری کو مدِّنظر رکھا جائے۔ یہ سچ ہے کہ اس دس برس کے عرصہ میں کئی خریدار دنیا سے گذر بھی گئے۔ اور کئی لمبے انتظاروں میں پڑ کر نومید ہو گئے، لیکن ساتھ اس کے ذرّہ انصاف سے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا وہ لوگ کتاب کے دیکھنے سے بکلّی محروم گئے۔ اور کیا انہوں نے ۳۶ جزو کی کتاب پُر از حقایق و معارف نہیں دیکھ لی۔ اور یہ بھی سوچنا چاہیئے تھا کہ تمام دُنیا کا مقابلہ کرنا کیسا مشکل امر ہے۔ اور کس قدر مشکلات کا ہمیں سامنا پیش آگیا ہے۔ اور جو کچھ زمانہ کی حالت موجودہ اپنے روز افزوں فساد کی وجہ سے جدید در جدید کوششیں ہم پر واجب کرتی جاتی ہے، وہ کس قدر زمانہ کو چاہتی ہیں۔ ماسوا اس کے ایسے بدظن خریدار اگر چاہیں تو خود بھی سوچ سکتے ہیں کہ کیا ان کے پانچ یا دس روپیہ لے کر اُن کو بکلّی کتاب سے محروم رکھا گیا، کیا ان کو کتاب کی وہ ۳۶ جزو نہیں پہنچ چکیں۔ جو بہت سے حقایق و معارف سے پُر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ براہین کا حصہ جس قدر طبع ہو چکا وہ بھی ایک ایسا جواہرات کا ذخیرہ ہے کہ جو شخص اللہ جلّشانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہو بلاشبہ اس کو اپنے پانچ یا دس روپیہ سے زیادہ قیمتی اور قابلِ قدر سمجھے گا۔ مَیں یقیناً یہ بات کہتا ہوں اور میرا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ جس طرح میں نے محض اللہ جلّشانہٗ کی توفیق اور فضل اور تائید سے براہین کے حصص موجودہ کی نثر اور نظم کو جو دونوں حقایق اور معارف سے بھری ہوتی ہیں۔ تالیف کیا ہے۔ اگر حال کے بدظن خریدار اُن مُلّاؤں کو جنہوں نے تکفیر کا شور مچا رکھا ہے۔ اس بات کے لیے فرمایش کریں کہ وہ اسی قدر نظم اور نثر جس میں زندگی کی رُوح ہو اور حقایق معارف بھرے ہوئے ہوں دس برس تک تیار کر کے ان کو دیں اور اسی قدر کی پچاس پچاس روپیہ قیمت لیں تو ہرگز ان کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ اور مجھے اللہ جلّشانہٗ کی قسم ہے کہ جو نُور اور برکت اس کتاب کی نثر اور نظم میں مجھے معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس کا مؤلف کوئی اور ہوتا اور میں اس کے اسی قدر کو ہزار روپیہ کی قیمت پر بھی خریدتا تو بھی مَیں اپنی قیمت کو اس کے ان معارف کے مقابل پر جو دلوں کی تاریکی کو دُور کرتی ہیں، ناچیز اور حقیر سمجھتا۔ اس بیان سے اس وقت صرف مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بقیہ

کتاب کے دینے میں معمول سے بہت زیادہ توقف ہوا، لیکن بعض خریداروں کی طرف سے بھی یہ ظلم صریح ہے کہ انہوں نے اس عجیب کتاب کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور ذرا خیال نہیں کیا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تالیفات میں کیا کچھ مؤلفین کو خونِ جگر کھانا پڑتا ہے اور کس طرح موت کے بعد وہ زندگی حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک لطیف اور آبدار شعر کے بنانے میں جو معرفت کے نُور سے بھرا ہوا ہو اور گرتے ہوئے دلوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُوپر کو اُٹھا لیتا ہو۔ کس قدر فضلِ الٰہی درکار ہے اور کس قدر وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر اگر ایسے آبدار اور پُرمعارف اشعار کا ایک مجموعہ ہو تو ان کے لیے کس قدر زمانہ درکار ہوگا۔ ایسا ہی نثر کا بھی حال ہے۔ جاندار کتابیں بغیر جانفشانی کے طیار نہیں ہوتیں۔ اور متقدمین ایک ایک کتاب کی تالیف میں عمریں بسر کرتے رہے ہیں۔ امام بخاری نے سولہ برس میں اپنی صحیح کو جمع کیا۔ حالانکہ صرف کام اتنا تھا کہ احادیث صحیحہ جمع کی جائیں۔ پھر جس شخص کا یہ کام ہو کہ زمانہ موجودہ کے علم طبعی علم فلسفہ کے ان امور کو نیست و نابود کرے۔ جو ثابت شدہ صداقتیں سمجھی جاتی ہیں اور ایک معبود کی طرح پُوجی جا رہی ہیں۔ اور بجائے اُن کے قرآن کا سچا اور پاک فلسفہ دُنیا میں پھیلا وے اور مخالفوں کے تمام اعتراضات کا استیصال کر کے اسلام کا زندہ مذہب ہونا۔ اور قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا اور تمام مذاہب سے بہتر اور افضل ہونا ثابت کر دیوے۔ کیا یہ تھوڑا سا کام ہے میں خوب جانتا ہوں کہ جن لوگوں نے اس عاجز کی نسبت اعتراض کیے ہیں کہ ہمارا روپیہ لے کر کھا لیا۔ اور ہم کو کتاب کا بقیہ اب تک نہیں دیا۔ انہوں نے کبھی توجہ اور انصاف سے کتاب براہین احمدیہ کو پڑھا نہیں ہوگا۔ اگر وہ کتاب کو پڑھتے تو اقرار کرتے کہ ہم نے براہین کا زیادہ اس سے پھل کھایا ہے اور اس مال سے زیادہ مال لیا ہے جو ہم نے اپنے ہاتھ سے دیا۔ اور نیز یہ بھی سوچتے کہ اگر ایسی اعلیٰ درجہ کی تالیفوں کی تکمیل میں چند سال توقف ہو جائے تو بلاشبہ ایسا توقف ملامتوں کے لائق نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں انصاف ہوتا تو وہ دغا باز اور بددیانت کہنے کے وقت کبھی یہ بھی سوچتے کہ اس عظیم الشان کام کا انجام دینا اور اس خوبی کے ساتھ اتمام حُجّت کرنا اور تمام موجودہ اعتراضات کو اُٹھانا اور تمام مذاہب پر فتحیاب ہو کر اسلام کی صداقتوں کو آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے دکھلا دینا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ بغیر ایک معقول مدّت اور تائید الٰہی کے ہو سکے۔ اگر انسان حیوانات کی طرح زندگی بسر نہ کرتا ہو تو اس بات کا سمجھنا اس پر کچھ مشکل نہیں کہ ایک سچّا مخلص اور غمخوار اسلام کا جو اسلام کی تائید کے لیے قلم اُٹھاوے۔ اگرچہ وہ اپنے کسی موجودہ سامان کے لحاظ سے یہ بھی لکھ دے کہ میں صرف چند ماہ میں فلاں کتاب بمقابلہ مخالفین شائع کروں گا، لیکن وہ اس بات کا مجاز ہوگا کہ جدید خرابیاں مشاہدہ کر کے حقیقی اصلاح کی غرض سے اپنے پہلے ارادہ کو کسی ایسے ارادہ سے بدل دے جو خدمتِ اسلام کے لیے احسن ہے اور جس کا انجام مدت مدید پر موقوف ہے۔ درحقیقت یہی صورت اس جگہ پیش آ گئی۔ اور اس عرصہ میں مخالفین کی طرف سے کئی کتابیں تالیف ہوئیں اور کئی ردّ ہماری کتاب براہین کے لکھے گئے اور مخالفین نے اپنے تمام بخارات نکال لیے اور تمام طاقتیں ان کی معلوم ہو گئیں۔ اور اس عرصہ میں اپنی فکر اور نظر نے بھی بہت ترقی کی اور ہزارہا باتیں ایسی معلوم ہوئیں جو پہلے معلوم نہ

تھیں اور کتاب کی تکمیل کے لیے وہ سامان ہاتھ میں آ گیا کہ اگر اس سامان سے پہلے کتاب چھپ جاتی تو ان تمام حقایق سے خالی ہوتی۔ اور اس عرصہ میں یہ عاجز فارغ بھی نہیں بیٹھا رہا۔ بلکہ تیس ہزار کے قریب اشتہار شائع کیا۔ اور بارہ ہزار کے قریب مخالفین اسلام کو اتمامِ حجت کے لیے رجسٹری کرا کر خط بھیجے اور بعض کتابیں جو براہین احمدیہ کے لیے بطور ارہاص کے تھیں۔ تالیف کیں۔ جیسا کہ سُرمہ چشم آریہ۔ شحنۂ حق۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام ازالہ اوہام۔ آئینہ کمالات اسلام۔ اور اس شغل میں صدہا حقایق معارف براہین کے لیے جمع ہو گئے۔ اور انہیں حقایق معارف نے اب مجھے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ بُراہین کے پنجم حصّہ کو جو اب انشاء اللہ تعالیٰ آخری حصہ کی طرح اس کو نکالوں گا۔ ایک مستقل کتاب کے طور پر نکالا جائے۔ سو اب پنجم حصہ کی خوبیاں جس قدر میری نظر کے سامنے ہیں ان کے مناسب حال میں نے ضروری سمجھا کہ اس پنجم حصہ کا نام ضرورتِ قرآن رکھا جائے۔ اس حصہ میں یہی بیان ہوگا کہ قرآن کریم کا دُنیا میں آنا کیسا ضروری تھا۔ اور دُنیا کی رُوحانی زندگی بغیر اس کے ممکن ہی نہیں اب میں یقین رکھتا ہوں کہ اس حصہ کے شروع طبع میں کچھ بہت دیر نہیں ہوگی، لیکن مجھے اُن مسلمانوں کی حالت پر نہایت افسوس ہے کہ جو اپنے پانچ یا دس؁ روپیہ کے مقابل پر ۳۶ جزو کی ایسی کتاب پا کر جو معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے ایسے شرمناک طور پر بدگوئی اور بدزبانی پر مستعد ہو گئے کہ گویا ان کا روپیہ کسی چور نے چھین لیا، یا ان پر کوئی قزاق پڑا۔ اور گویا وہ ایسی بے رحمی سے لُوٹے گئے کہ اس کے عوض میں کچھ بھی ان کو نہیں دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے زبان درازی اور بدظنی سے اس قدر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا کہ کوئی دقیقہ سخت گوئی کا باقی نہ رکھا۔ اس عاجز کو چور قرار دیا۔ مکّار ٹھہرایا۔ مال مردم خور کر کے مشہور کیا۔ حرام خور کہہ کر نام لیا۔ دغاباز نام رکھا۔ اور اپنے پانچ یا دس روپیہ کے غم میں وہ سیاپا کیا کہ گویا تمام گھر ان کا لُوٹا گیا اور باقی کچھ نہ رہا، لیکن ہم ان بزرگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ نے یہ روپیہ مفت دیا تھا اور کیا وہ کتابیں جو اس کے عوض میں تمہیں ملیں جن کے ذریعہ سے تم نے وہ علم حاصل کیا جس کی تمہیں اور تمہارے باپ دادوں کو کیفیت معلوم نہیں تھی اور وہ بغیر ایک عمر خرچ کرنے کے اور بغیر خون جگر کھانے کے یونہی تالیف ہو گئی تھیں اور بغیر صرف مال کے یُونہی چھپ گئی تھیں۔ اور اگر درحقیقت وہ بے بہا جواہرات تھی جس کے عوض آپ نے پانچ یا دس روپے دیئے تھے تو کیا یہ شکوہ روا تھا کہ بے ایمانی اور دھوکہ دہی سے ہمارا روپیہ لے لیا گیا۔ آخر ان جوانمردوں اور پُرجوش مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ جنہوں نے براہین کے ان حصوں کو دیکھ کر بغیر خریداری کی نیّت کے صرف حقایق معارف کو مشاہدہ کر کے صدہا روپیہ سے محض للہ مدد کی اور پھر عذر کیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکے۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں تمام قومیں تلواریں کھینچ کر اسلام کے گرد ہو رہی ہیں اور کروڑہا روپیہ چندہ کر کے اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح اسلام کو روئے زمین سے نابود کر دیں۔ ایسے وقت میں اگر اسلام کے حامی اسلام کے مددگار اسلام کے غمخوار یہی لوگ ہیں کہ ایسی کتاب کے مقابل پر جو اسلام کے لیے نئے اور زندہ ثبوتوں کی بنیاد ڈالتی ہے اس قدر جزع فزع کر رہے ہیں اور ایک معقول حصّہ کتاب کا لے کر پھر یہ ماتم اور فریاد ہے تو پھر اس دین کا خدا حافظ ہے۔ مگر نہیں۔ اللہ جلّشانہٗ کو ایسے لوگوں کی ہرگز پروا نہیں جو دنیا کو دین

پر مقدم رکھتے ہیں ۔ نہایت تعجب انگیز یہ امر ہے کہ اگر کسی صاحب کو بقیہ براہین کے نکلنے میں دیر معلوم ہوئی تھی اور اپنا روپیہ یاد آیا تھا تو اس شور و غوغا کی کیا ضرورت تھی ۔ اور دغا باز اور چور اور حرام خور نام رکھ کر اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کرنے کی کیا حاجت تھی ۔ ایک سیدھے معاملہ کی بات تھی کہ بذریعہ خط کے اطلاع دیتے کہ براہین کے چاروں حصّے لے لو اور ہمارا روپیہ ہمیں واپس کرو ۔ مجھے ان کے دلوں کی کیا خبر تھی کہ اسقدر بگڑ گئے ہیں ۔ میرا کام محض للہ تھا ۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ گو بعض مسلمان خریداری کے پیرایہ میں تعلق رکھتے ہیں ۔ مگر اس پُرفتن زمانہ میں ہی للّٰہی نیت سے وہ خالی نہیں ہیں ۔ اور للّٰہی نیت کا آدمی حسن ظن کی طرف بہ نسبت بدظنی کے زیادہ جھکتا ہے اگرچہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص بدنیتی سے کسی کا کچھ روپیہ رکھ کر اس کو نقصان پہنچاوے ، مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مؤلّف محض نیک نیتی سے پہلے سے ایک زیادہ طوفان دیکھکر اپنی تالیف میں تکمیل کتاب کی غرض سے توقف ڈالدے انما الاعمال بالنیات ۔ اللہ جلشانہٗ جانتا ہے کہ میرا یہ یقین ہے کہ جیسا کہ میں نے اس توقف کی وجہ سے قوم کے بدگمان لوگوں سے لعنتیں سُنی ہیں ۔ ایسا ہی اپنی اس تاخیر کی جزا میں جو مسلمانوں کی بھلائی کی موجب ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے عظیم الشان رحمتوں کا مورد ہوں گا ۔ اب میں اس تقریر کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا ۔ اصل مدعا میرا اس تحریر سے یہ ہے کہ اَب میں اُن خریداروں سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا جو سچے ارادتمند اور معتقد نہیں ہیں ۔ اس لیے عام طور پر یہ اشتہار دیتا ہوں کہ ایسے لوگ جو آئندہ کسی وقت جلد یا دیر سے اپنے روپیہ کو یاد کرکے اس عاجز کی نسبت کچھ شکوہ کرنے کو تیار ہیں یا اُن کے دل میں بھی بدظنی پیدا ہو سکتی ہے ۔ وہ براہِ مہربانی اپنے ارادہ سے مجھ کو بذریعہ خط مطلع فرماویں اور میں اُن کا روپیہ واپس کرنے کے لیے یہ انتظام کروں گا کہ ایسے شہر میں یا اُس کے قریب اپنے دوستوں میں سے کسی کو مقرر کردوں گا کہ تا چاروں حصّے کتاب کے لے کر روپیہ ان کے حوالہ کرے اور میں ایسے صاحبوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور دُشنام دہی کو بھی محض للہ بخشتا ہوں ۔ کیونکہ مَیں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے لیے قیامت میں پکڑا جائے ۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ خریدار کتاب فوت ہوگیا ہو ۔ اور وارثوں کو کتاب بھی نہ ملی ہو تو چاہیئے کہ وارث چار معتبر مسلمانوں کی تصدیق خط میں لکھوا کر کہ اصلی وارث وہی ہے وہ خط میری طرف بھیج دے تو بعد اطمینان وہ روپیہ بھی بھیج دیا جائے گا اور اگر کسی وارث کے پاس کتاب ہو تو وہ بھی بدستور اس میرے دوست کے پاس روانہ کرے لیکن اگر کوئی کتاب کو روانہ کرے اور یہ معلوم ہو کہ چاروں حصّے کتاب کے نہیں ہیں ۔ تو ایسا پیکٹ ہرگز نہیں لیا جائے گا جب تک شخص فرستندہ یہ ثابت نہ کرے کہ اسی قدر کتاب اُن کو بھیجی گئی تھی ۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھُدٰی ۔

خاکسار غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور   یکم مئی ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{16}$ کے آٹھ صفحوں پر ہے)   (مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ)

(۱۰۶)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٭ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ڈاکٹر پادری کلارک صاحب کا جنگ مقدس

اور اُن کے مقابلہ کے لیے

اشتہار

واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب مندرجۃ العنوان نے بذریعہ اپنے بعض خطوط کے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ علمائے اسلام کے ساتھ ایک جنگ مقدس کے لیے طیاری کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے خط میں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ جنگ ایک پُورے پورے فیصلہ کی غرض سے کیا جائے گا۔ اور یہ بھی دھمکی دی کہ اگر علماء اسلام نے اس جنگ سے مُنہ پھیر لیا یا شکست فاش کھائی تو آیندہ اُن کا استحقاق نہیں ہوگا کہ مسیحی علماء کے مقابل پر کھڑے ہو سکیں یا اپنے مذہب کو سچا سمجھ سکیں۔ یا عیسائی قوم کے سامنے دم مار سکیں۔ اور چونکہ یہ عاجز انہیں رُوحانی جنگوں کے لیے مامور ہو کر آیا ہے اور خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام پا کر یہ بھی جانتا ہے کہ ہر ایک میدان میں فتح ہم کو ہے۔ اس لیے بلا توقف ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط کے اطلاع دی گئی ہے کہ ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آ کر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو جائے اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بمقام امرت سر بھیجے گئے۔ جن کے نام نامی یہ ہیں۔ مرزا[۱] خدا بخش صاحب۔ منشی[۲] عبد الحق صاحب۔ حافظ محمد یوسف صاحب۔ شیخ رحمت[۳] اللہ صاحب۔ مولوی[۴] عبد الکریم صاحب۔ منشی[۵] غلام قادر صاحب فصیح۔ میاں محمد[۶] یوسف خاں صاحب۔ شیخ نور[۷] احمد صاحب۔ میاں محمد[۸] اکبر صاحب۔ حکیم محمد[۹] اشرف صاحب۔ حکیم نعمت[۱۰] اللہ صاحب۔ مولوی غلام[۱۱] احمد صاحب انجنیئر۔ میاں[۱۲] محمد بخش صاحب۔ خلیفہ نور[۱۳] الدین صاحب۔ میاں محمد[۱۴] اسماعیل صاحب۔

تب ڈاکٹر صاحب اور میرے دوستوں میں جو میری طرف سے وکیل تھے کچھ گفتگو ہو کر بالاتفاق یہ بات قرار پائی کہ یہ مباحثہ بمقام امرت سر واقع ہو۔ اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اس جنگ کا پہلوان مسٹر عبد اللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ تجویز کیا گیا۔ اور یہ بھی ان کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے اور ہر یک فریق کو چھ چھ دن فریق مخالف پر اعتراض کرنے کے لیے دیئے گئے۔

اس طرح پر کہ اوّل چھ روز تک ہمارا حق ہوگا کہ ہم فریق مخالف کے مذہب اور تعلیم اور عقیدہ پر اعتراض کریں۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور اُن کے منجی ہونے کے بارہ میں ثبوت مانگیں یا اور کوئی اعتراض جو مسیحی مذہب پر ہوسکتا ہے پیش کریں۔ ایسا ہی فریق مخالف کا بھی حق ہوگا کہ وہ بھی چھ روز تک اسلامی تعلیم پر اعتراض کئے جائیں اور یہ بھی قرار پایا کہ مجلس انتظام کے لیے ایک ایک صدر انجمن مقرر ہو جو فریق مخالف کے گروہ کو شور وغوغا اور ناجائز کارروائی اور دخل بے جا سے روکے۔ اور یہ بات بھی باہم مقرر اور مسلّم ہوچکی کہ ہر یک فریق کے ساتھ پچاس سے زیادہ اپنی قوم کے لوگ نہیں ہوں گے۔ اور فریقین ایک سو ٹکٹ چھاپ کر پچاس پچاس اپنے اپنے آدمیوں کے حوالہ کریں گے۔ اور بغیر دکھلانے ٹکٹ کے کوئی اندر نہیں آسکے گا۔ اور آخر پر ڈاکٹر صاحب کی خاص درخواست سے یہ بات قرار پائی کہ یہ بحث ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہونی چاہیئے۔ انتظام مقام مباحثہ اور تجویز مقام مباحثہ ڈاکٹر صاحب کے متعلق رہا۔ اور وہی اس کے ذمہ وار ہوئے اور بعد طے ہونے ان تمام مراتب کے ڈاکٹر صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے اس تحریر پر دستخط ہوگئے جس میں یہ شرائط بہ تفصیل لکھے گئے تھے اور یہ قرار پایا کہ ۱۵؍مئی ۱۸۹۳ء تک فریقین ان شرائط مباحثہ کو شائع کردیں۔ اور پھر میرے دوست قادیان میں پہنچے۔ اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے۔ اس لیے ان کی خدمت میں بتاریخ ۲۵؍اپریل ۱۸۹۳ء کو لکھا گیا کہ وہ شرائط جو میرے دوستوں نے قبول کئے ہیں وہ مجھے بھی قبول ہیں۔ لیکن یہ بات پہلے سے تجویز ہوجانا ضروری ہے کہ اس جنگ مقدس کا فریقین پر اثر کیا ہوگا اور کیونکر کھلے کھلے طور پر سمجھا جائے گا کہ درحقیقت فلاں فریق کو شکست آگئی ہے کیونکہ سالہا سال کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ معقولی اور منقولی بحثوں میں گو کیسی ہی صفائی سے ایک فریق غالب آجائے مگر دوسرے فریق کے لوگ کبھی قائل نہیں ہوتے کہ وہ درحقیقت مغلوب ہوگئے ہیں بلکہ مباحثات کے شائع کرنے کے وقت اپنی تحریرات پر حاشیے چڑھا چڑھا کر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اپنا ہی غالب رہنا ثابت ہو۔ اور اگر صرف اسی قدر منقولی بحث ہو۔ تو ایک عقلمند پیشگوئی کرسکتا ہے کہ یہ مباحثہ بھی انہیں مباحثات کی مانند ہوگا جو اب تک پادری صاحبوں اور علماء اسلام میں ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے مباحثہ میں کوئی بھی نئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ پادری صاحبوں کی طرف سے وہی معمولی اعتراضات ہوں گے۔ کہ مثلاً اسلام زور شمشیر سے پھیلا ہے۔ اسلام میں کثرت ازدواج کی تعلیم ہے۔ اسلام کا بہشت ایک جسمانی بہشت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسا ہی ہماری طرف سے بھی وہی معمولی جواب ہوں گے کہ اسلام نے تلوار اُٹھانے میں سبقت نہیں کی۔ اور اسلام نے صرف بوقت ضرورت امن قائم کرنے کی حد تک تلوار اُٹھائی ہے۔ اور اسلام نے عورتوں اور بچوں اور راہبوں کے قتل کرنے کیلئے حکم نہیں دیا بلکہ جنہوں نے سبقت کرکے اسلام پر تلوار کھینچی وہ تلوار سے ہی مارے گئے اور تلوار کی لڑائیوں میں سب سے بڑھ کر توریت کی تعلیم ہے جس کی رُو سے

بیشمار عورتیں اور بچے بھی قتل کیئے گئے۔ جس خدا کی نظر میں وہ بیرحمی اور سختی کی لڑائیاں بُری نہیں تھیں بلکہ اس کے حکم سے تھیں تو پھر نہایت بے انصافی ہوگی کہ وہی خدا اسلام کی اُن لڑائیوں سے ناراض ہو جو مظلوم ہونے کی حالت میں یا امن قائم کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنی پڑی تھیں۔ ایسا ہی کثرتِ ازدواج کے اعتراض میں ہماری طرف سے وہی معمولی جواب ہوگا کہ اسلام سے پہلے اکثر قوموں میں کثرت ازدواج کی سینکڑوں اور ہزاروں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ اور اسلام نے تعدد ازدواج کو کم کیا ہے نہ زیادہ۔ بلکہ یہ قرآن میں ہی ایک فضیلت خاص ہے کہ اس نے ازدواج کی بے حدی اور بے قیدی کو رد کر دیا ہے۔ اور کیا وہ اسرائیلی قوم کے مقدس نبی جنہوں نے سو سو بیوی کی بلکہ بعض نے سات سو تک نوبت پہنچائی وہ اخیر عمر تک حرامکاری میں مبتلا رہے۔ اور کیا اُن کی اولاد جن میں سے بعض راستباز بلکہ نبی بھی تھے، ناجائز طریق کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ ایسا ہی بہشت کی نسبت وہی معمولی جواب ہوگا کہ مسلمانوں کا بہشت صرف جسمانی بہشت نہیں بلکہ دیدار الٰہی کا گھر ہے اور دونوں قسم کی سعادتوں رُوحانی اور جسمانی کی جگہ ہے۔ ہاں عیسائی صاحبوں کا دوزخ محض جسمانی ہے۔

لیکن اس جگہ سوال تو یہ ہے کہ ان مباحثات کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیا اُمید رکھ سکتے ہیں کہ عیسائی صاحبان مسلمانوں کے ان جوابات کو جو سراسر حق اور انصاف پر مبنی ہیں قبول کریں گے۔ یا ایک انسان کے خدا بنانے کے لیے صرف معجزات کافی سمجھے جائیں گے یا بائیبل کی وہ عبارتیں جن میں علاوہ حضرت مسیح کے ذکر کے کہیں یہ لکھا ہے کہ تم سب خدا کے بیٹے ہو اور کہیں یہ کہ تم اس کی بیٹیاں ہو اور کہیں یہ کہ تم سب خدا ہو، ظاہر پر محمول قرار دیئے جائیں گے۔ اور جبکہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بحث کا عمدہ نتیجہ جس کے لیے ۱۲ دن امرتسر میں ٹھہرنا ضروری ہے۔ کیا ہوگا۔

ان وجوہات کے خیال سے ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ خط رجسٹرڈ یہ صلاح دی گئی تھی کہ مناسب ہے کہ چھ دن کے بعد یعنی جب فریقین اپنے چھ دن پورے کریں تو ان میں مباہلہ بھی ہو۔ اور وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے مذہب کی تائید کے لیے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کے لیے ایک سال کی میعاد قائم ہو۔ پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہوگا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے۔ اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہوگا کہ اپنی نصف جائداد اس سچے مذہب کے امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالہ کر دے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ اس سے حق اور باطل میں بکلی فرق ہو جائے گا۔ کیونکہ جب ایک خارق نشان کے مقابل پر ایک فریق بالمقابل نشان دکھلانے سے بکلی عاجز رہا۔ تو فریق نشان دکھلانے والے کا غالب ہونا بکلی کھل جائے گا اور تمام بحثیں

ختم ہو جائیں گی اور حق ظاہر ہو جائے گا، لیکن ایک ہفتہ سے زیادہ گذرتا ہے اور آج تک جو ۱۳ مئی ۱۸۹۳ء ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس خط کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ لہٰذا اس اشتہار کے ذریعہ سے ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام گروہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جس حالت میں انہوں نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے اور یہ بات کھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کا خدا ہے۔ تو پھر معمولی بحثوں سے یہ امید رکھنا طمع خام ہے۔ اگر یہ ارادہ نیک نیتی سے ہے تو اس سے بہتر اور کوئی بھی طریق نہیں کہ اب آسمانی مدد کے ساتھ صدق اور کذب کو آزمایا جائے۔ اور میں نے اس طریق کو بدل و جان منظور کر لیا ہے۔ اور وہ طریق بحث جو منقولی اور معقولی طور پر قرار پایا ہے۔ گو میرے نزدیک چنداں ضروری نہیں۔ مگر تاہم وہ بھی مجھے منظور ہے، لیکن ساتھ اس کے یہ ضروریات سے ہو گا کہ ہر یک چھ دن کی میعاد کے ختم ہونے کے بعد بطور متذکرہ بالا مجھ میں اور فریق مخالف میں مباہلہ واقع ہو گا۔ اور یہ اقرار فریقین پہلے سے شائع کر دیں کہ ہم مباہلہ کریں گے۔ یعنی اس طور سے دُعا کریں گے کہ اے ہمارے خدا۔ اگر ہم حق پر نہیں تو فریق مخالف کی نشان سے ہماری ذلّت ظاہر کر۔ اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری تائید میں نشان آسمانی ظاہر کر کے فریق مخالف کی ذلّت ظاہر فرما۔ اور اس دُعا کے وقت دونوں فریق آمین کہیں گے۔ اور ایک سال تک اس کی میعاد ہو گی۔ اور فریق مغلوب کی سزا وہ ہو گی جو اُوپر بیان ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو پھر کیونکر فیصلہ ہو گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا۔ اور ایسی سزا کے لائق ٹھہرے گا جو بیان ہو چکی ہے۔ چونکہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہوں اور فتح پانے کی بشارت پا چکا ہوں۔ پس اگر کوئی عیسائی صاحب میرے مقابل آسمانی نشان دکھلا دیں یا میں ایک سال تک دکھلا نہ سکوں۔ تو میرا باطل پر ہونا کُھل گیا۔ اور اللہ جلّشانہٗ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جلّشانہٗ نے اپنے الہام سے فرما دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا تفاوت ایسا ہی انسان تھا جس طرح اور انسان ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کا سچا نبی اور اس کا مُرسل اور برگزیدہ ہے۔ اور مجھ کو یہ بھی فرمایا کہ جو مسیح کو دیا گیا وہ بمتابعت نبی علیہ السلام تجھ کو دیا گیا ہے۔ اور تو مسیح موعود ہے اور تیرے ساتھ ایک نورانی حربہ ہے جو ظلمت کو پاش پاش کرے گا اور یکسر الصلیب کا مصداق ہو گا۔ پس جبکہ یہ بات ہے تو میری سچائی کے لیے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو۔ اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لایق ہوں۔ سو آج میں اُن تمام باتوں کو قبول کر کے اشتہار دیتا ہوں۔ اب بعد شائع ہونے اس اشتہار کے مناسب اور واجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھی اس قدر اشتہار دے دیں۔ کہ اگر بعد مباہلہ مرزا غلام احمد کی تائید میں ایک سال کے اندر کوئی نشان ظاہر ہو جائے جس کے مقابل پر اسی سال کے اندر ہم

نشان دکھلانے سے عاجز آجائیں تو بلا توقف دین اسلام قبول کر لیں گے۔ ورنہ اپنی تمام جائداد کا نصف حصہ دین اسلام کے امداد کی غرض سے فریق غالب کو دے دیں گے اور آیندہ اسلام کے مقابل پر کبھی کھڑے نہیں ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب اس وقت سوچ لیویں کہ مَیں نے اپنی نسبت بہت زیادہ سخت شرائط رکھی ہیں اور ان کی نسبت شرطیں نرم رکھی گئی ہیں یعنی اگر میرے مقابل پر وہ نشان دکھلائیں اور میں بھی دکھلاؤں۔ تب بھی بموجب اس شرط کے وہی سچے قرار پائیں گے۔ اور اگر نہ میں نشان دکھلا سکوں اور نہ وہ ایک سال تک نشان دکھلا سکیں تب بھی وہی سچے قرار پائیں گے اور میں صرف اس حالت میں سچّا قرار پاؤں گا کہ میری طرف سے ایک سال کے اندر ایسا نشان ظاہر ہو جس کے مقابلہ سے ڈاکٹر صاحب عاجز رہیں۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب بعد اشاعت اس اشتہار کے ایسے مضمون کا اشتہار بالمقابل شائع نہ کریں تو پھر صریح ان کی گریز متصوّر ہوگی۔ اور ہم پھر بھی ان کی منقولی اور معقولی بحث کے لیے حاضر ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس بارے میں یعنی نشان نمائی کے امر میں اپنا اور اپنی قوم کا اسلام کے مقابل پر عاجز ہونا شائع کر دیں۔ یعنی یہ لکھ دیں کہ یہ اسلام ہی کی شان ہے کہ اس سے آسمانی نشان ظاہر ہوں۔ اور عیسائی مذہب ان برکات سے خالی ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے میرے دوستوں کے روبرو یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم مباحثہ تو کریں گے مگر یہ مباحثہ فرقہ احمدیہ سے ہوگا نہ مسلمانان جنڈیالہ سے۔ سو ڈاکٹر صاحب کو واضح رہے کہ فرقہ احمدیہ ہی سچے مسلمان ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی کلام میں انسان کی رائے کو نہیں ملاتے۔ اور حضرت مسیح کا درجہ اسی قدر مانتے ہیں جو قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ۸؍ مئی ۱۸۹۳ء ریاض ہند پریس امرتسر کے صا تا صاا پر ہے)

(۱۰۷)

میاں بٹالوی صاحب کی اطلاع کے لیے

اشتہار

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لیے اُنکو دعوت کی گئی تھی۔ بتاریخ یکم اپریل ۱۸۹۳ء پہنچایا گیا تھا۔ چنانچہ مرزا خدا بخش صاحب جو اشتہار لے کر لاہور گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیجدیں گے۔ سو دو ہفتہ تک انتظار جواب رہا۔ اور کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے۔ یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کریں گے۔ چنانچہ اب اپریل بھی گذر گیا۔ اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف وعدہ کیا۔ ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے مگر انہیں آپ شرم کرنی چاہیئے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلاتحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے۔ تعجب کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں سے ہو سکتا تھا۔ مگر انہوں نے ایک مہینہ گذار دیا۔ اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظاری میں ضائع ہوا۔ اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آ گئے۔ ایک ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ مباحثہ، دوسری ایک ضروری رسالہ کا تالیف کرنا جو تائید اسلام کے لیے بہت جلد امریکہ میں بھیجا جائے گا۔ جس کا یہ مطلب ہو گا کہ دُنیا میں سچا اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے۔ اس لیے میاں بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل کے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ آپ کے مقابلہ کے لیے شائع کی جائے گی۔ جو ان دونوں کاموں سے فراغت کے بعد ہو گی۔

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ رمئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۱۱-۱۲ پر ہے)

(۱۰۸)

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیشگوئی

شیخ محمد حسین ابوسعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے۔ یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے۔ اور نہ صرف کافر بلکہ اس کے کفرنامہ میں کئی بزرگوں نے اس عاجز کی نسبت اکفر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اپنے بوڑھے اُستاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اُس نے اسی بَلا میں ڈال دیا ہے۔ سبحان اللہ ایک شخص اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ اور پابند صوم وصلوٰۃ اور اہل قبلہ میں سے ہے۔ اور تمام عملی باتوں میں ایک ذرّہ بھی کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف نہیں۔ اس کو میاں بٹالوی صرف اس وجہ سے کافر بلکہ اکفر اور ہمیشہ جہنم میں رہنے والا قرار دیتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بموجب نصّ بیّن قرآن کریم فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ[1] فوت شدہ سمجھتا ہے۔ اور بموجب پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ مسیح موعودؑ اسی اُمّت میں سے ہوگا۔ اپنے متواتر الہامات اور قطعی نشانوں کی بناء پر اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اور میاں بٹالوی بطور افتراء کے یہ بھی کہتا ہے کہ گویا یہ عاجز ملائک کا منکر اور معراجِ نبویؐ کا انکاری اور نبوت کا مدعی اور معجزات کو بھی نہیں مانتا۔ سبحان اللہ! کافر ٹھہرانے کے لیے اس بیچارے نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں۔ انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کسی طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے۔ بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں سے بھی کُفر میں بڑھ کر قرار دیوے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اب اس شخص کا بہت ہی بُرا حال ہے۔ اگر کسی کے منہ سے نکل جاتے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو۔ کچھ خدا سے ڈرو۔ تو دیوانہ کی طرح اس کے گرد ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اُس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دُعا کریں۔ اب کشتی اسکی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے۔ وَاِنِّیْ رَأَیْتُ اَنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ یُؤْمِنُ بِاِیْمَانِیْ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَرَئَیْتُ کَاَنَّہٗ تَرَکَ قَوْلَ التَّکْفِیْرِ وَتَابَ۔ وَھٰذِہٖ رُؤْیَایَ وَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

راقم

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۴ مئی ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ مئی ۱۸۹۳ء کے صفحہ ۲۱-۲۲ پر ہے)

---

[1] المائدۃ: ۱۱۸

(۱۰۹)

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىهَا[1]

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اسکو پاوے

یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے یا نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو اُنکے دلوں پر سے پردہ اُٹھاوے۔ جس پردہ کی وجہ سے اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اور ایک دُھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قایل ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسّر نہیں آسکتا پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے۔ جس دن خدا تعالیٰ اس کو مخاطب کر کے اَنَا الْمَوْجُوْدُ کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے۔ تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے۔ اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلّشانہٗ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے اور پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خاص طور پر اُن پر ظاہر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ اُن کی دُعائیں جو ظاہری اُمیدوں سے زیادہ ہوں۔ قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے اُن کو اطلاع دے دیتا ہے۔ تب اُن کے دل تسلّی پکڑ جاتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا قادر خدا ہے۔ جو ہماری دُعائیں سُنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کے لیے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے، مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اور ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور جب مقرب انسان دُعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلّی فرماتا ہے اور اپنی رُوح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبول دُعا کی بشارت دیتا ہے اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے اس کو نبی یا محدّث کہتے ہیں۔ اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ

[1] الشمس : ۱۰

اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے رہیں جو محدّث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالیٰ آمنے سامنے کلام کرے۔ اور اسلام کی حقیقت اور حقانیت کی اوّل نشانی یہی ہے کہ اس میں ہمیشہ ایسے راستباز جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہو پیدا ہوتے ہیں۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا[1]۔ سو یہی معیار حقیقی سچے اور زندہ اور مقبول مذہب کی ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نُور صرف اسلام میں ہے۔ عیسائی مذہب اس روشنی سے بے نصیب ہے اور ہماری یہ بحث جو ڈاکٹر کلارک صاحب سے ہے۔ اس غرض اور اسی شرط سے ہے کہ اگر وہ اس مقابلہ سے انکار کریں تو یقیناً سمجھو کہ عیسائی مذہب کے بطلان کے لیے یہی دلیل ہزار دلیل سے بڑھ کر ہے کہ مُردہ ہرگز زندہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور نہ اندھا سوجاکھے کے ساتھ پُورا اُتر سکتا ہے۔

والسّلام علیٰ من اتّبع الھدٰی۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ

۵ رمئی ۱۸۹۳ء

(یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۸ رمئی ۱۸۹۳ء کے ٹائیٹل پیج پر ہے)

---

[1] حٰمٓ السجدۃ: ۳۱

(۱۱۰)

اطلاع عام

شیخ بٹالوی صاحب اشاعة السنة نے دو مرتبہ یہ پختہ عہد کیا تھا کہ مَیں اس خط کا جواب جو عربی تفسیر اور قصیدہ بالمقابل کے بارہ میں اس طرف سے بطور اتمام حجت کے لکھا گیا تھا۔ فلاں فلاں تاریخ کو ضرور بھیجدوں گا۔ تخلف نہیں ہوگا۔ اب ان دونوں تاریخوں پر سولہ دن اُور گذر گئے اور خدا جانے ابھی کس قدر گذرتے جائیں گے۔ شیخ صاحب کا بار بار وعدہ کرنا اور پھر توڑنا صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ اب کسی مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور تین روز کا ذکر ہے کہ ایک مجمل پیغام مجھ کو امرتسر سے پہنچا کہ بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس مباحثہ میں اگر مسیح کی وفات حیات کے بارہ میں بحث ہوتی تو ہم اس وقت ضرور ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ لہٰذا عام طور پر شیخ جی اور ان کے دوسرے رفیقوں کو اطلاع دی جاتی ہے بلکہ قسم دی جاتی ہے کہ یہ بخار بھی نکال لو۔ حیات وفات مسیح کے بارے میں ڈاکٹر کلارک صاحب کے ساتھ ضرور بحث ہوگی۔ بیشک اس کی مدد کرو۔

واعلموا انّ اللّٰہ یخزی الکاذبین و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔

(یہ اشتہار سچائی کا اظہار بار اوّل مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۵ پر ہے)

(۱۱۱)

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب وکیل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب و دیگر عیسائیان کا بصورت مغلوب ہو جانے کے مسلمان ہو جانے کا

وعدہ

ہم اس وقت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ حال پنشنر رئیس امرت سر کا وہ وعدہ ذیل میں لکھتے ہیں جو انہوں نے بحیثیت وکالت ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب و عیسائیان جنڈیالہ مسلمان ہونے کے لیے بحالت مغلوبیت کیا ہے۔ صاحب موصوف نے اپنے اقرار نامہ میں صاف صاف اقرار فرما دیا ہے کہ اگر وہ معقولی بحث کی رُو سے یا کسی نشان کے دیکھنے سے مغلوب رہ جائیں تو دین اسلام اختیار کریں گے۔ اور وہ یہ ہے۔

نقل خط مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۹ رمئی ۱۸۹۳ء

مُقام امرت سر

جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بجواب جناب کے حجۃ الاسلام متعلق بندہ کے عرض ہے کہ اگر جناب یا اور کوئی صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیمات قرآنی کو ممکن اور موافق صفات اقدس ربانی کے ثابت کر سکیں تو مَیں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا۔ جناب یہ سند میری اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ باقی منظوری سے مجھے معاف رکھیئے کہ اخباروں میں اشتہار دوں۔

دستخط ۔ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب

(یہ اشتہار سچائی کا اظہار بار اول مطبوعہ ریاض ہند امرتسر کے صفحہ ۱۴ تا ۱۶ پر ہے)

(١١٢)

اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی مورخہ ۲۶ر شوال ۱۳۱۰ھ

ایک اشتہار مباہلہ[1] ۲۶ر شوال ۱۳۱۰ھ شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گذرا۔ سو اس لیے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفّر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے۔ مباہلہ منظور ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ قرار پائی ہے جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا۔ اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم قرار پایا

---

[1] جس اشتہار کا یہ ذکر ہے۔ وہ حاشیہ ہذا میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اس سے واقفیت حاصل کریں۔ اور وہ یہ ہے:۔ (المرتب)

استدعاء مباہلہ از مرزا قادیانی بذریعہ اشتہار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایک اشتہار مطبوعہ ۲۵ر اپریل ۱۸۹۳ء از جانب مرزا بتاریخ ۱۹ر شوال ۱۳۱۰ھ میری نظر سے گذرا۔ جس میں اُس مُباہلہ کا ذکر تھا جو بتاریخ ۲ر شوال ۱۳۱۰ھ میرے اور حافظ محمد یوسف کے درمیان مرزا اور اس کے چیلوں کے ارتداد کی بابت ہوا تھا۔ نیز اس میں استدعا مباہلہ علمائے اسلام سے تھی۔ صاحب قادیانی کا یہ اشتہار حسب عادت خود پُر از کذب و بہتان و افتراء ہے۔ ارے مرزا جب تجھے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چودہ سو برس کے مسلمانوں کو جھٹلاتے شرم نہ آئی تو ہم سے کیا شرم۔ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ؎

طعنہ گیرد در سخن بر بایزید ؁ ننگ دارد از درون او یزید ؁ جو لوگ بمضمون سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین جاہلوں اور یاوہ گوؤں کے جھگڑوں سے بچتے اور کنارہ کرتے ہیں۔ اور آیۃ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ☆ پر عامل اور گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کی طرف مائل ہیں۔ ان سے مباحثہ اور مباہلہ کی درخواست

☆ الاعراف: ۲۰۰

ہے۔ اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں قریباً بارہ ۱۲ بجے تک عیسائیوں سے دربارہ حقیّتِ اسلام اس عاجز کا مباحثہ ہوگا۔ اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا۔ اس لیے مکفّرین جو مجھ کو کافر ٹھہرا کر مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہوگی۔ اس وقت میں بتاریخ دہم ذیقعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذیقعد ۱۳۱۰ھ کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور دہم ذیقعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا

(بقیہ حاشیہ) ہے۔ اور جو لوگ شاہ سوار میدان ہیں اور بار بار مباہلے اور مباحثے کے اشتہار چھپوا کر اور رجسٹری شدہ خطوط اور دستی خطوط معتبر اشخاص کی وساطت سے پہنچا کر دل و جان سے تیرے لقا کے میدان مباحثہ و مباہلہ میں شایق و مشتاق ہیں۔ ان سے کیوں گریز اور روپوشی کرتے ہو۔ اور مصداق كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ☆ بنتے ہو۔ ~~ اے دل عشاق بہ دام تو صید ❊ ما بہ تو مشغول تو با عمرو زید ❊ اور اگر ان اشتہاروں سے آنکھوں پر پردہ اور گوش باطل نیوش بہرے ہوگئے ہوں تو ناظرین کے ملاحظے اور اتمامِ حجت کے لیے پھر ان کا ذکر کر دیتے ہیں۔ اوّل تین خط مفتی مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی متضمن استدعائے مباحثہ خط اوّل مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ جعفری پریس لاہور۔ خط دوم ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ لاہور۔ خط سوم مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء مطبوعہ لاہور۔ دوئم۔ اشتہار ضروری مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مورخہ ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور۔ سوئم۔ اعلان عام از طرف انجمن اسلامیہ لدھیانہ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ انصاری دہلی۔ چہارم۔ نوٹس مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مورخہ ۱۵ فروری ۱۸۹۱ء مطبوعہ لاہور۔ پنجم۔ نوٹس اتمام حجت مولوی عبدالمجید مالک مطبع انصاری مورخہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ۔ ششم۔ اشتہار مولوی صاحب عبدالحق دہلوی مصنف تفسیر حقانی مورخہ یکم اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ انصاری۔ ہفتم۔ اشتہار محمد عبدالحمید مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء مطبوعہ دہلی۔ ہشتم۔ اشتہار مولوی محمد صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب مفتیان شہر لدھیانہ مورخہ ۲۹ رمضان المبارک مطبوعہ لدھیانہ۔ نہم۔ اشتہار مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس مورخہ ۲۴ رمضان شریف مطبوعہ لدھیانہ وغیرہ۔ مَا لَا يُحْصِيْهَا اِلَّا اللّٰهُ۔ اب اتنے اشتہارات متفرق علماؤں نے متفرق شہروں میں دیئے۔ تم نے کس سے بحث کی اور کس جگہ میدان میں حاضر ہوئے۔ پس جب تمہاری مکّاری اور دھوکہ دہی عام پر کُھل گئی تو پھر تمہارے دام میں وہی شخص آوے گا جو شقی سرمدی ہو۔ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔☆☆ ایک اور ابلہ فریبی و شعبدہ بازی کاریگر کی سُنیئے۔ ایک اشتہار مورخہ ۳۰ مارچ ۱۸۹۳ء میں خامہ فرسائی کی ہے کہ ایک سورۃ کی تفسیر عربی میں لکھتا ہوں اور ایک جانب مخالف لکھے اور اس میں ایسے معارف جدیدہ و لطائف غریبہ لکھے جائیں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔ اے مخبوط الحواس ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال

☆ المدثر: ۵۱، ۵۲ ☆☆ النحل: ۱۰۰، ۱۰۱

دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں۔ شریک مباہلہ ہوسکیں۔ جیسے محی الدین لکھوکے والے اور مولوی عبد الجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدھیانہ اور عبد العزیز واعظ لدھیانہ اور منشی محمد عمر سابق ملازم ساکن لدھیانہ اور مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی اور میاں عبد اللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی شاہدین صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدھیانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور محمد علی واعظ ساکن بوپراں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحاق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ۔ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری شدہ اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدۂ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں۔ بالخصوص سب سے پہلے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ کا فرض ہے کہ میدان میں مباہلہ کے لیے تاریخ مقررہ پر امرتسر میں آجاوے۔ کیونکہ اس نے مباہلہ کے لیے

(بقیہ حاشیہ) اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن اور حدیث کے کرتے ہو جو آج تک کسی مفسر و محدث متبع سُنّت نے نہیں کئے۔ پھر اور جو کوئی مسلمان ایسے معانی کرے گا تو وہ بھی آپ کا ہی بھائی ہوگا۔ نیز اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ آخر میں ۱۰۰ اشعر لطیف بلیغ وفصیح عربی میں بطور قصیدہ فریقین بناویں۔ پھر دیکھیں کہ کس کا قصیدہ عمدہ ولپسندیدہ ہے۔ قصیدہ وشعر گوئی تو کوئی فضیلت اور بزرگی اور حقانیت وعلمیت کا معیار و مدار نہیں۔ تک بندی اور قافیہ سازی ایک ملکہ ہے جو فساق اور فجار اور بے دینوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک طرح کا نقص ہے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بچایا۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ[1]۔ اگر کچھ فضیلت اور حقیت کی بات ہوتی تو اوّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دی جاتی کچھ مردانگی بھی چاہیئے۔ خنثوں کی طرح بیہودہ سمع خراشی اور بکواس کیوں کرتے ہو ؎

ان کنتم انتم فحولاً فابرزو ودعو الشکاوی حیلۃ النسوان

شاید اب یہ حیلہ کرو کہ تم سے مباہلہ کا کیا فائدہ کیونکہ تم حافظ محمد یوسف کو کہہ چکے کہ اگر مجھ پر لعنت کا اثر بھی ظاہر ہوا تو بھی میں کافر کافر کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مَیں تو مسیح قادیانی کی طرح معصومیت کا دعویٰ نہیں رکھتا ہوں۔ اگر مجھ سے غضباً للہ وغیرۃً للدین اللہ کوئی کلمہ زیادتی یا خلاف ادب نکلا بھی ہو تو میں اس سے بہزار زبان تائب ہوں ؎ گفتگوئے عاشقاں در باب رب ٭ جوشش عشق است نے ترک ادب ٭

ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش ٭ نے ادب ماند در و نے عقل و ہوش ٭

حافظ کے مباہلہ کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ محمد یوسف جو مرزا کا اوّل درجہ کا ناصر و مؤید و مددگار رہے۔ اس نے

---

[1] ۔ یٰسٓ : ۷۰

خود درخواست بھی کر دی ہے۔ اور یاد رہے کہ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہتے کہ مباہلہ کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ ابھی تمام مکفرین کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ پس جو شخص اب ہمارے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد گریز کرے گا۔ اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہوگا۔ آیندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ اتمامِ حجت کے لیے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا اسکے بعد

(بقیہ حاشیہ) ۲ر شوال بوقت شب مجھ سے بار بار درخواست مباہلہ کی۔ آخر الامر اس وقت اس بات پر مباہلہ ہوا کہ مرزا اور نورالدین و محمد احسن امروہی یہ تینوں مُرتد اور دجال اور کذاب ہیں۔ چونکہ تاہنوز لعنت کا اثر ظاہراً اس پر نمودار نہیں ہوا۔ لہٰذا پیر جی کو بھی گرمی آگئی اور عام طور پر اشتہار مباہلہ دے دیا۔ ذرا صبر تو کرو۔ دیکھو۔ اللہ کیا کرتا ہے۔ وكل شيءٍ عنده باجلٍ مسمّٰی انه حكيمٌ حميدٌ۔ مجھ کو دو روز پیشتر محمد یوسف کے مباہلہ سے دکھایا گیا کہ مَیں نے ایک شخص سے مباہلہ کی درخواست کی اور یہ شعر سُنایا ؎ بہ صوت بُلبل و قمری اگر نگیری پند ۞ علاج کے کنمت آخر الدواء الکے ۞ اور بھی کچھ دیکھا جس کا بیان اس وقت مناسب نہیں۔ میں خود حیران ہوا کہ یہ کیا بات ہے۔ دو دن بعد یہ مباہلہ درپیش ہوا۔ اب بذریعہ اشتہار ہذا بدستخط خود مطلع کرتا ہوں اور سب جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر صریح طور پر جو عموماً سمجھا جاوے کہ بیشک یہ مباہلہ کا اثر ہوا ہے۔ تو میں فوراً تمہارے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا۔ اب حسب اشتہار خود مباہلہ کے واسطے بمقام امرت سر آؤ۔ مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب اتباع دجالین کذابین ملاحدہ اور زنادقہ باطنیہ ہیں۔ اور میدان مباہلہ عیدگاہ ہوگا۔ تاریخ جو تم مقرر کرو۔ اب بھی تم بموجب اشتہار خود میرے ساتھ مباہلہ کے واسطے بمقام امرت سر نہ آئے تو پھر اور علماؤں سے درخواست مباہلہ اوّل درجہ کی بے شرمی اور پرلے سرے کی بے حیائی ہے اور اَلَا لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کا مصداق بنتا ہے۔ اب ضرور دلیری و توکل کر کے ہزیمت نہ کرو۔ بلوغ الا مال فی رکوب الاھوال۔ اور اگر ایسے ہی کاغذوں کی گُڈیاں اُڑانا ہے اور حقیقت اور نتیجہ کچھ نہیں۔ پھر تم پر یہ مسیحیت مبارک ہو۔ اللہ نے تمہاری عمر کو ضائع کیا اور مسلمانوں کی عمر عزیز کا ناحق خون کیوں کرتے ہو ؎

گر ازیں بار باز ہم پیچی سرے ۞ بر تو شد نفرین ربِ اکبرے

المشـــــــــــــــــتہر

عبدالحق غزنوی۔ ازامرت سر (پنجاب) ۲۶ر شوال ۱۳۱۰ھ

(نیشنل پریس امرتسر) بار سوم

(یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ کے دو صفحوں پر ہے)

مکفّرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے اگر بعد اس کے مکفّرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے اُن پر حجت پوری ہوگئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفّرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشـــــــــــــــــــتھر

خاکسار میرزا غلام احمدؐ۔ ۳۰ شوال ۱۳۱۰ھ (مطابق مئی ۱۸۹۳ء)

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

(یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ بار اوّل ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۷ پر بھی طبع ہوا ہے)

(۱۱۳)

اعلان عام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٭ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ[1]

اس مباہلہ کی اہل اسلام کو اطلاع

جو دہم ذیقعدروز شنبہ کو بمقام امرتسر عیدگاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم ہوگا

اے برادران اہل اسلام کل دہم ذیقعد روز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان میاں عبدالحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر اور دجّال اور بیدین اور دشمن اللہ جلشانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھتے ہیں۔ اور اس عاجز کی کتابوں کو مجموعہ کفریات خیال کرتے ہیں۔ اور اس طرف یہ عاجز نہ صرف اپنے تئیں مسلمان جانتا ہے بلکہ اپنے وجود کو اللہ اور رسول کی راہ میں فدا کئے بیٹھا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کی درخواست پر یہ مباہلہ تاریخ مذکورہ بالا میں قرار پایا ہے، مگر مَیں چاہتا ہوں کہ مباہلہ کی بد دُعا کرنے کے وقت بعض اور مسلمان بھی حاضر ہوجائیں کیونکہ میں یہ دُعا کروں گا کہ جس قدر میری تالیفات ہیں، ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہیں اور نہ میں کافر ہوں۔ اور اگر میری کتابیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ سے مخالف اور کفر سے بھری ہوئی ہیں تو خدا تعالیٰ وہ لعنت اور عذاب میرے پر نازل کرے جو ابتدائے دُنیا سے آج تک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو۔ اور آپ لوگ آمین کہیں۔ کیونکہ اگر میں کافر ہوں اور نعوذ باللہ دین اسلام سے مُرتد اور بے ایمان تو نہایت بُرے عذاب سے میرا مرنا ہی بہتر ہے اور میں ایسی زندگی سے بہزار دل بیزار ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں تو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے سچا فیصلہ کر دیگا۔ وہ میرے دل کو بھی دیکھ رہا ہے اور میرے مخالفوں کے دل کو بھی۔ بڑے ثواب کی بات ہوگی اگر آپ صاحبان کل دہم ذیقعد کو دو بجے کے وقت عیدگاہ میں مُباہلہ پر آمین کہنے کے لیے تشریف لائیں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ ۹؍ ذیقعد ۱۳۱۰ھ

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر) (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

---

[1] النحل : ۱۲۹

(۱۱۴)

اتمامِ حُجّت

اگر شیخ محمد حسین بٹالوی دہم[1] ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کے لیے حاضر نہ ہوا تو اسی روز سے سمجھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی تھی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا پوری ہوگئی۔ بالآخر مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اے خداوند قدیر اُس ظالم اور سرکش اور فتّان پر لعنت کر اور ذلّت کی مار اس پر ڈال جو اب اس دعوتِ مباہلہ اور تقرری شہر اور مقام اور وقت کے بعد مباہلہ کے لیے میرے مقابل پر میدان میں نہ آوے اور نہ کافر کافر کہنے اور سبّ اور شتم سے باز آوے۔ آمین ثم آمین ؛

یا ایّتھا المکفرون تعالوا الیٰ امرٍ ھو سنّۃ اللّٰہ و نبیّہٖ لافحام المکفّرین المکذّبین ۔ فان تولیتم فاعلموا ان لعنۃ اللّٰہ علی المکفّرین الذین استبان تخلفھم وشھد تخوفھم انھم کانوا کاذبین ؛

المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی

---

[1] اس میں تمام علماء مکفّرین کو بہ تقرری تاریخ دہم ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ بمقام امرتسر مباہلہ کے لیے بُلایا گیا ہے ؛

(یہ اشتہار رسالہ سچائی کا اظہار مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر کے صفحہ ۱۹ پر ہے)

(۱۱۵)

جنگِ مقدس

مضمون آخری حضرت مرزا صاحبؑ

(۵ رجون ۱۸۹۳ء)

آج یہ میرا آخری پرچہ ہے جو مَیں نے ڈپٹی صاحب کے جواب میں لکھتا ہوں۔ مگر مجھے بہت افسوس ہے کہ جن شرائط کے ساتھ بحث شروع کی گئی تھی۔ ان شرائط کا ڈپٹی صاحب نے ذرّہ پاس نہیں فرمایا۔ شرط یہ تھی کہ جیسے مَیں اپنا ہر ایک دعویٰ اور ہر ایک دلیل قرآن شریف کی معقولی دلائل سے پیش کرتا گیا ہوں۔ ڈپٹی صاحب بھی ایسا پیش کریں، لیکن وہ کسی موقع پر اس شرط کو پورا نہیں کر سکے۔ خیر اب ناظرین خود دیکھ لیں گے۔ اس جواب کے جواب الجواب میں صرف اتنا کہنا مجھے کافی ہے کہ ڈپٹی صاحب نے یہ جو توبہ کی سورۃ کو پیش کر دیا ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ایمان نہ لانے پر قتل کا حکم ہے یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ بلکہ اصل مدعا وہی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں یعنی جو شخص اپنی مرضی سے باوجود واجب القتل ہونے کے ایمان لے آوے وہ رہائی پا جائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ اس جگہ فرماتا ہے کہ جو لوگ اس رعایت سے فائدہ نہ اٹھاویں اور اپنی مرضی سے ایمان نہ لاویں اُن کو سزائے موت اپنے پاداش کردار میں دی جائے گی۔ اس جگہ یہ کہاں ثابت ہوا کہ ایمان لانے پر جبر ہے بلکہ ایک رعایت ہے جو ان کی مرضی پر چھوڑی گئی ہے۔ اور سات قوموں کا جو آپ ذکر فرماتے ہیں کہ اُن کو قتل کیا گیا اور کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ تو آیت کی تشریح کے برخلاف ہے۔ دیکھو قاضیون ۱/۲۸و۳۰ کہ کنعانیوں سے جو ان ساتوں قوموں سے ایک قوم ہے۔ خراج لینا ثابت ہے۔ پھر دیکھو یشوع ۱۶/۱۰ اور قاضیون ۱/۳۵ جو قوم اموریوں سے جزیہ لیا گیا۔

پھر آپ اعادہ اس بات کا کرتے ہیں کہ قرآن نے یہ تعلیم دی ہے کہ خوفزدہ ہونے کی حالت میں ایمان کو چھپاوے۔ مَیں لکھ چکا ہوں کہ قرآن کی یہ تعلیم نہیں ہے۔ قرآن نے بعض ایسے لوگوں کو جن پر یہ واقعہ وارد ہو گیا تھا ادنیٰ درجہ کے مسلمان سمجھ کر ان کو مومنوں میں داخل رکھا ہے۔ آپ اس کو سمجھ سکتے ہیں کہ ایک طبقہ کے ایماندار نہیں

ہوا کرتے اور آپ اس سے بھی نہیں انکار کریں گے کہ بعض دفعہ حضرت مسیحؑ یہودیوں کے پتھراؤ سے ڈر کر اُن سے کنارہ کر گئے۔ اور بعض دفعہ توریہ کے طور پر اصل بات کو چھپا دیا۔ اور متی ۲۰/۱۶ میں لکھا ہے۔ تب اس نے اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ مَیں یسوع مسیح ہوں۔ اب انصاف سے کہیں کہ کیا یہ سچے ایمانداروں کا کام ہے اور ان کا کام ہے جو رسُول اور مبلّغ ہو کر دُنیا میں آتے ہیں کہ اپنے تئیں چھپائیں۔ اس سے زیادہ آپ کو ملزم کرنے والی اور کونسی نظیر ہو گی بشرطیکہ آپ فکر کریں۔ اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ دَلدَل میں آفتاب کا غروب ہونا سلسلہ مجازات میں داخل نہیں۔ مگر عَيْنٍ حَمِئَةٍ[1] سے تو کالا پانی مراد ہے۔ اور اس میں اب بھی لوگ یہی نظارہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور مجازات کی بناء مشاہدات عینیہ پر ہے۔ جیسے ہم ستاروں کو کبھی نقطہ کے موافق کہہ دیتے ہیں اور آسمان کو کبود رنگ کہہ دیتے ہیں اور زمین کو ساکن کہہ دیتے ہیں۔ پس جبکہ انہی اقسام میں سے یہ بھی ہے تو اس سے کیوں انکار کیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کلام مجسم بھی ایک استعارہ ہے۔ مگر کوئی شخص ثبوت دے کہ دُنیا میں یہ کہاں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص کلام مجسم ہو کر آیا ہے اور گوڈنس کی تاویل پھر آپ تکلّف سے کرتے ہیں۔ مَیں کہہ چکا ہوں کہ گوڈنس یعنی احسان کوئی صفت صفات ذاتیہ میں سے نہیں ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے رحم آتا ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے احسان آتا ہے۔ مگر آپ پوچھتے ہیں کہ اگر یُونہی بغیر کسی کی مصیبت دیکھنے کے اس سے خوش سلوکی کی جاتے تو اس کو کیا کہیں گے۔ سو آپ کو یاد رہے کہ وہ بھی رحم کے وسیع مفہوم میں داخل ہے کوئی انسان کسی سے خوش سلوکی ایسی حالت میں کرے گا کہ جب اوّل کوئی قوت اس کے دل میں خوش سلوکی کے لیے وجوہات پیش کرے اور اس کو خوش سلوکی کرنے کے لیے رغبت دے تو پھر قوت رحم ہے جو نوع انسان کے ہر ایک قسم کی ہمدردی کے لیے جوش مارتی ہے۔ اور جب تک کوئی شخص قابل خوش سلوکی کے قرار نہ پاوے اور کسی جہت سے قابل رحم نظر نہ آوے بلکہ قابل قہر نظر آوے تو کون اس سے خوش سلوکی کرتا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ حیوانات کو قتل ہوتے دیکھ کر کیا ہم فرض کر لیں کہ خدا نے ظلم کیا۔ میں کہتا ہوں۔ مَیں نے کب اس کا نام ظلم رکھا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ عملدرآمد مالکیّت کی بناء پر ہے۔ جب آپ اس بات کو مان چکے کہ تفاوت مراتب مخلوقات یعنی انسان و حیوانات کا بوجہ مالکیت ہے۔ اس کی تناسخ وجہ نہیں تو پھر اس بات کو مانتے ہوئے کونسی بات سدّ راہ ہے جو دوسرے لوازم جو حیوان بننے سے پیش آگئے وہ بھی بوجہ مالکیت ہیں۔ اور بالآخر قرآن کریم کے بارہ میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ قرآن کریم نے اپنے کلام اللہ ہونے کی نسبت جو ثبوت دیئے ہیں۔ اگرچہ میں اس وقت ان سب ثبوتوں کو تفصیل وار نہیں لکھ سکتا لیکن اتنا کہتا ہوں کہ منجملہ ان ثبوتوں کے بیرونی دلائل ہیں۔ جیسے پیش از وقت نبیوں کا خبر دینا جو انجیل میں بھی لکھا ہوا آپ پاؤ گے۔ دوسرے ضرورت حقّہ کے وقت پر قرآن شریف کا آنا یعنی ایسے وقت پر جبکہ عملی حالت تمام دُنیا کی بگڑ گئی تھی اور نیز اعتقادی حالت میں بھی بہت اختلاف آگئے تھے اور اخلاقی حالتوں میں بھی فتور آگیا تھا۔ تیسرے اس کی حقانیّت کی دلیل اس کی تعلیم کامل ہے کہ اس نے آکر ثابت

---

[1] الکھف : ۸۷

کر دکھلایا کہ موسیٰ کی تعلیم بھی ناقص تھی جو ایک شق سزا دہی پر زور ڈال رہی تھی۔ اور مسیح کی تعلیم بھی ناقص تھی۔ جو ایک شق عفو اور درگذر پر زور ڈال رہی تھی۔ اور گویا ان کتابوں نے انسانی درخت کی تمام شاخوں کی تربیت کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا۔ صرف ایک ایک شاخ پر کفایت کی گئی تھی۔ لیکن قرآن کریم انسانی درخت کی تمام شاخوں یعنی تمام قویٰ کو زیر بحث لایا اور تمام کی تربیت کے لیے اپنے اپنے محل و موقع پر حکم دیا جس کی تفصیل ہم اس تھوڑے سے وقت میں کر نہیں سکتے۔

انجیل کی کیا تعلیم تھی۔ جس پر مدار رکھنے سے سلسلہ دُنیا کا ہی بگڑتا ہے۔ اور پھر اگر یہی عفو اور درگذر عمدہ تعلیم کہلاتی ہے تو جین مت والے کئی نمبر اس سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جو کیڑوں مکوڑوں اور جوؤں اور سانپوں تک آزار دینا نہیں چاہتے۔ قرآنی تعلیم کا دوسرا کمال کمال تفہیم ہے۔ یعنی اس نے ان تمام راہوں کو سمجھانے کے لیے اختیار کیا ہے۔ جو تصور میں آسکتے ہیں۔ اگر ایک عامی ہے تو اپنی موٹی سمجھ کے موافق اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور اگر ایک فلسفی ہے تو اپنے دقیق خیال کے مطابق اس سے صداقتیں حاصل کرتا ہے۔ اور اس نے تمام اصول ایمانیہ کو دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے دکھلا دیا ہے اور آیت تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ[1] میں اہل کتاب پر یہ حجت پوری کرتا ہے کہ اسلام وہ کامل مذہب ہے کہ زوائد اختلافی جو تمہارے ہاتھ میں ہیں یا تمام دُنیا کے ہاتھ میں ہیں ان زوائد کو نکال کر باقی اسلام ہی رہ جاتا ہے اور پھر قرآن کریم کے کمالات میں تیسرا حصہ اس کی تاثیرات ہیں۔ اگر حضرت مسیح کے حواریوں اور ہمارے نبی صلعم کے صحابہ کا ایک نظر صاف سے مقابلہ کیا جاوے تو ہمیں کچھ بتلانے کی حاجت نہیں۔ اُس مقابلہ سے صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ کس تعلیم نے قوت ایمانی کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس تعلیم کی محبت سے اور اس رسولؐ کے عشق سے اپنے وطنوں کو بڑی خوشی سے چھوڑ دیا۔ اپنے آراموں کو بڑی راحت کے ساتھ ترک کر دیا۔ اپنی جانوں کو فدا کر دیا۔ اپنے خونوں کو اس راہ میں بہا دیا۔ اور کس تعلیم کا یہ حال ہے۔ اس رُسول کو یعنی حضرت مسیح کو جب یہودیوں نے پکڑا۔ تو حواری ایک منٹ کے لیے بھی نہ ٹھہر سکے۔ اپنی اپنی راہ لی۔ اور بعض نے تیس روپیہ لے کر اپنے نبی مقبول کو بیچ دیا اور بعض نے تین دفعہ انکار کیا۔ اور انجیل کھول کر دیکھ لو کہ اس نے لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ پھر جبکہ ابتدائے زمانہ کا یہ حال تھا۔ یہانتک کہ تجہیز و تکفین تک بھی شریک نہ ہوتے تو پھر اس زمانہ کا کیا حال ہو گا جبکہ حضرت مسیح ان میں موجود نہ رہے مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں اس بارہ میں بڑے بڑے علماء عیسائیوں نے اسی زمانہ میں گواہی دی ہے کہ حواریوں کی حالت صحابہ کی حالت سے جس وقت ہم مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں شرمندگی کے ساتھ یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حواریوں کی حالت ان کے مقابل پر ایک قابل شرم عمل تھا۔ پھر آپ قرآنی معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ وہ معجزات جس تواتر اور قطعیت سے ثابت ہو گئے۔ ان کے مقابل پر کسی دوسرے کے معجزات کا ذکر کرنا صرف قصہ ہے۔ اس سے زیادہ

[1] آل عمران: ۶۵

نہیں۔ مثلاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس زمانہ میں اپنی کامل کامیابیوں کی نسبت پیشگوئی کرنا جو قرآن شریف میں مندرج ہے یعنی ایسے زمانہ میں کہ جب کامیابی کے کچھ بھی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ بلکہ کفار کی شہادتیں قرآن شریف میں موجود ہیں کہ وہ بڑے دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اب یہ دین جلد تباہ ہو جائے گا اور ناپدید ہو جائے گا۔ ایسے وقتوں میں اُن کو سُنایا گیا کہ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِــُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ[1] یعنی یہ لوگ اپنے منہ کی لاف وگزاف سے بکتے ہیں کہ اس دین کو کبھی کامیابی نہ ہو گی۔ یہ دین ہمارے ہاتھ سے تباہ ہو جاوے گا۔ لیکن خدا کبھی اس دین کو ضائع نہیں کرے گا اور نہیں چھوڑے گا۔ جب تک اس کو پورا نہ کرے، پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا[2]۔۔۔۔ الخ یعنی خدا وعدہ دے چکا ہے کہ اس دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفے پیدا کریگا اور قیامت تک اس کو قائم کرے گا یعنی جس طرح موسیٰ کے دین میں مدتہائے دراز تک خلیفے اور بادشاہ بھیجتا رہا۔ ایساہی اس جگہ بھی کرے گا اور اس کو معدوم ہونے نہیں دیگا۔ اب قرآن شریف موجود ہے۔ حافظ بھی بیٹھے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ کفار نے کس دعوے کے ساتھ اپنی رائیں ظاہر کیں کہ یہ دین ضرور معدوم ہو جائے گا اور ہم اس کو کالعدم کر دیں گے اور ان کے مقابل پر یہ پیشگوئی کی گئی جو قرآن شریف میں موجود ہے کہ ہرگز تباہ نہیں ہو گا۔ یہ ایک بڑے درخت کی طرح ہو جائے گا اور پھیل جائے گا اور اس میں بادشاہ ہوں گے اور جیسا کہ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡــَٔہٗ[3] میں اشارہ ہے اور پھر فصاحت بلاغت کے بارہ میں فرمایا بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ[4] اور پھر اس کی نظیر مانگی اور کہا کہ اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو اس کی نظیر دو۔ پس عربی مبین کے لفظ سے فصاحت بلاغت کے سوا اَور کیا معنے ہو سکتے ہیں؟ خاصکر جب ایک شخص کہے کہ میں یہ تقریر ایسی زبان میں کرتا ہوں کہ تم اس کی نظیر پیش کرو۔ تو بجز اس کے کیا سمجھا جائے گا کہ وہ کمال بلاغت کا مدعی ہے اور مُبِیۡن کا لفظ بھی اسی کو چاہتا ہے۔ بالآخر چونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے عمداً منکر ہیں اور اس کی پیشگوئی سے بھی انکاری ہیں اور مجھ سے بھی اسی مجلس میں تین بیمار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھے کر کے دکھلاؤ۔ حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا کہ مَیں قادر مطلق ہوں۔ نہ قرآن شریف کے مطابق مواخذہ تھا۔ بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کے ایمان کی نشانی ٹھیرائی گئی تھی کہ اگر وہ سچے ایماندار ہوں تو وہ ضرور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو اچھا کریں گے۔ مگر تاہم میں اس کے لیے دُعا کرتا رہا۔ اور

آج رات جو مجھ پر کُھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ مَیں نے بہت تضرّع اور ابتہال سے جنابِ الٰہی میں دُعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

---

[1] التوبة: ٣٢ [2] النور: ٥٦ [3] الفتح: ٣٠ [4] الشعراء: ١٩٦

تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے ۔ اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے ۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجُوع نہ کرے ۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اُس کی اِس سے عزت ظاہر ہو گی ۔ اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے[1] اسی طرح پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے ۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ اگر یہ پیشگوئی اللہ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے ۔ انسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سُننے کے نہیں سُنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرأت کرتا ہے اور شوخی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا ہے ، لیکن اب میں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آگیا ۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا ۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں ۔ اب یہ حقیقت کُھلی کہ اس نشان کے لیے تھا ۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالےٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے ۔ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لیے تیار ہوں ۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے ۔ روسیاہ کیا جاوے ۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے ۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے ۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا ۔ ضرور کرے گا ۔ ضرور کرے گا ۔ زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی ۔ اب ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پُورا ہو گیا تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق کامل پیشگوئی اور خدا کی پیشگوئی ٹھہرے گی یا نہیں ٹھہرے گی ۔ اور رسول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندرونہ بائبل میں دجّال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں ۔ محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں ہو جائے گی ۔ اب اس سے زیادہ میں کیا لکھ سکتا

---

[1] نوٹ :- آج جلسہ مباحثہ سے واپس آنے کے بعد قریب ایک بجے دن کے حضرت اقدس کو اس مباحثہ کی فتح پر ایک بشارت بخش الہام ہوا جو حضور نے اسی وقت حاضرین کو آ کر سُنایا ۔ اور وہ یہ ہے ۔ ھَنَّاکَ اللّٰہُ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے مبارک باد دیتا ہے ۔ (عبد الکریم)

ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناحق ہنسنے کی جگہ نہیں۔ اگر مَیں جھوٹا ہوں تو میرے لیے سُولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو۔ لیکن اگر مَیں سچا ہوں تو انسان کو خدا مت بناؤ۔ توریت کو پڑھو کہ اس کی اوّل اور کھُلی کھُلی تعلیم کیا ہے اور تمام نبی کیا تعلیم دیتے آئے اور تمام دُنیا کس طرف جُھک گئی۔ اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس سے زیادہ نہ کہوں گا۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدٰی

(مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۲۰}{۸}$ کے آٹھ صفحوں پر ہے)

(۱۱۶)

اشتہار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ہردم از دل و جان وصفِ یار خود بکنم — من آں نیم کہ تغافل زکار خود بکنم
بہر زماں بدلم ایں ہوس ہمے جوشد — کہ ہر چہ ہست نثار نگار خود بکنم
اگرچہ در رہِ جاناں چو خاک گردیدم — دلم تپد کہ فدایش غبار خود بکنم
روم بگلشن دلدادگاں کزاں باغم — چرا بکوچۂ غیرے قرار خود بکنم
رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آید — زمانہ را خبر از برگ و بار خود بکنم
تعلقات دلا رام خویش بنمایم — ہمائے اوج سعادت شکار خود بکنم
بگوش ہوش شنو از من اے مکفّرِ من — کہ من گواہ بدیں کردگار خود بکنم
زفکر تفرقہ باز آ بآشتی پرداز — وگرنہ گریہ بر غمگسار خود بکنم
عمارت ہمہ دوناں خراب خواہم ساخت — اگر ز چشم رواں آبشار خود بکنم
مقیم بر سر راہے نشستہ ام ہردم — کہ تا گذارش عرضے بیار خود بکنم
بروئے یار کہ از بہر قوم مے سوزم — مگر دلش چو دلِ ریش و زار خود بکنم

بنام مسلمانانِ ہند۔ یعنی ان سب کی طرف جو مختلف مذاہب کے اسلامی فرقے ملک ہند میں موجود ہیں۔

اے اخوان دین و متبعین خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ میں نے علماء اور فقراء کی خدمت میں بہت کچھ لکھا اور اتمامِ حجّت کا حق ادا کر دیا۔ مگر آج میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ ایک اشتہار عام طور پر آپ لوگوں پر حُجّت پوری کرنے کے لیے شائع کروں تا میں اس امر تبلیغ میں ہر یک پہلو سے سُرخرو ہو جاؤں۔ سو بھائیو! میں آپ لوگوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ وہ جو چودھویں صدی کے سر پر ایک مجدّد موعود آنے والا تھا جس کی نسبت بہت سے راستباز مُلہموں نے پیشگوئی کی تھی کہ وہ مسیح موعود ہوگا۔ وہ مَیں ہی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر شاہ ولی اللہ تک مقدس لوگوں نے الہام پاکر یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ آنے والا مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ سو اب وہ تمام باتیں پُوری ہوئیں۔ اے بزرگو۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ چودھویں صدی مجدّد کے ظہور سے خالی گئی۔ اور اگر آیا تو ایک دجّال آیا۔ اے حق کے طالبو یہ وہ صدی تھی جس کے آنے سے پہلے ہی خدا تعالیٰ نے تمام خیالوں کو اس طرف پھیر دیا تھا کہ اس کے سر پر ایک عظیم الشان مجدّد پیدا ہوگا۔ کتابوں کو دیکھو اور بزرگوں کے نوشتوں کو غور سے پڑھو کہ کیونکر ان کے دل اسی طرف یک دفعہ جُھک گئے کہ وہ آنے والا ضرور اسی صدی کے سر پر آئے گا یہانتک کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے بھی اپنے خیال کو چودھویں صدی پر جما کر اپنی اولاد کو وصیّت کی کہ اگر مَیں چودھویں صدی کے دنوں تک زندہ نہ رہوں تو میری اولاد اس آنے والے موعود کو السّلام علیکم کہدے۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب السّلام علیکم کی وصیت کر گئے۔ مگر جب وہ موعود آیا۔ تو لوگ بگڑ گئے۔ اور مسیح کی وفات کے بارہ میں جس کا قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا شک میں پڑ گئے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ اگر بالفرض وفات یا عدم وفات میں شک ہے تو ایسی پیچدار اور مبہم پیشگوئی کا فیصلہ اُس آنے والے کی زبان سے ہونا چاہیئے جس کا نام حَکَمْ رکھا گیا۔

اب اس اشتہار میں اس حجّت کو آپ لوگوں پر پُورا کرنا مقصد ہے کہ وہ مسیح موعود درحقیقت یہی عاجز ہے۔ قرآن کریم کو کھولو اور توجہ سے دیکھو کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلاشبہ فوت ہو گئے اور اگر اس عاجز کے بارے میں شک ہو تو ایک فیصلہ نہایت آسان ہے کہ ہر ایک شخص آپ لوگوں میں سے جس کا مُرید ہے اُس کو اس عاجز کے مقابل پر کھڑا کرے تا صداقت کے نشان دکھلانے میں وہ میرے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر وہ مقابل پر آیا تو اُس سے زیادہ اس کی رُسوائی ہوگی جو حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر بلعم کی ہوئی۔ اور اگر وہ مقابلہ منظور نہ کرے اور حق کا طالب ہو تو خدا تعالےٰ اُس کی درخواست پر اور اس کے حاضر ہونے سے نشان دکھلائے گا۔ بشرطیکہ وہ اس جماعت میں داخل ہونے کے لیے مستعد ہو۔ اور اگر اس اشتہار کے جاری ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پیر اور مشایخ اور مجتہد بدگوئی اور تکفیر سے باز نہ آویں اور اس عاجز کی صداقت کو قبول نہ کریں اور مقابلہ سے روپوش رہیں تو دیکھو کہ میں خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ خدا انہیں رُسوا کرے گا۔ اے شوخ چشم اور گرمی دار لوگو جو کسی شیخ اور پیرزادہ کے مُرید ہو۔ یہ میرا اشتہار ضرور اپنے ایسے مُرشد کو جو میرے مقام کو تسلیم نہیں کرتا۔ دکھلاؤ ، اور اگر وہ اس وقت مقابلہ سے روپوش رہے تو یقیناً سمجھو کہ وہ اپنی مشیخت نمائی میں کذاب ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ نے کئی قسم کے نشان دیئے ہیں۔ جیسا کہ اس میں سے استجابت دعوات اور مکالمات الٰہیہ کا نشان اور معارف قرآنی کا نشان ہے۔ سو اپنے تئیں دھوکہ مت دو۔ ہر ایک کو پرکھو اور پھر سچ کو قبول کرو۔ اے ضعیف بندو! خدا تعالیٰ سے مت لڑو۔ اپنے پلنگوں پر لیٹ کر سوچو اور اپنے بستروں پر غور کرو کہ کیا ضرور نہ تھا کہ ایک دن ہمارے سیّد اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیشگوئی پوری ہوتی۔

غافل مشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی ؎ شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

آئینہ کمالات اسلام کے شائقین کیلئے اطلاع

اس وقت ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام نام سے تالیف کی ہے جس میں بڑی تحقیق و تدقیق سے اسلام اور قرآن کریم کی خوبیوں اور کمالات کا بیان ہے۔ اور علاوہ اس کے مخالفین مذہب کے عقاید باطلہ کا ردّ ہے اور فرقہ نیچریہ کے خیالات باطلہ کا بھی اچھی طرح استیصال کیا گیا ہے ضخامت اس کی ساڑھے چھ سو صفحہ سے زیادہ ہے قیمت دو روپیہ اور محصول علاوہ ہے۔ اور ماسوا اس کے مفصلہ ذیل کتابیں بھی موجود ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام محصول علاوہ ہے اور فتح اسلام اور توضیح مرام کی قیمت آٹھ آٹھ آنہ تھی۔ اب ہم نے چار چار آنہ کم کر دیئے ہیں۔

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپورہ پنجاب

(مطبوعہ ریاض ہند پریس قادیان)

(۱۱۷)

التوائے جلسہ ۲۷؍ دسمبر ۱۸۹۳ء

ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ چند ایسے وجوہ ہم کو پیش آئے جنہوں نے ہماری رائے کو اس طرف مائل کیا کہ اب کی دفعہ اس جلسہ کو ملتوی رکھا جائے۔ اور چونکہ بعض لوگ تعجب کرینگے کہ اس التواء کا موجب کیا ہے۔ لہٰذا بطور اختصار کسی قدر ان وجوہ میں سے لکھا جاتا ہے:۔

اوّل یہ کہ اس جلسہ سے مدعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کریں کہ اُن کے دل آخرت کی طرف بکلّی جُھک جائیں اور اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمات کے لیے سرگرمی اختیار کریں، لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سُنی گئی کہ وہ اپنے بعض بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔ اور بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کیلئے دوسرے لوگوں سے کج خلقی ظاہر کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لیے موجب ابتلاء ہوگیا۔ اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اب تک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔ اور اس تجربہ کے لیے یہ تقریب پیش آئی کہ ان دنوں سے آج تک ایک جماعت کثیر مہمانوں کی اس عاجز کے پاس بطور تبادل رہتی ہے۔ یعنی بعض آتے اور بعض جاتے ہیں۔ اور بعض وقت یہ جماعت سَو سَو مہمان تک بھی پہنچ گئی ہے اور بعض وقت اس سے کم۔ لیکن اس اجتماع میں بعض دفعہ بباعث تنگی مکانات اور قلّت وسائل مہمانداری ایسے نالائق رنجش اور خود غرضی کی سخت گفتگو بعض مہمانوں میں باہم ہوتی دیکھی ہے کہ جیسے ریل میں بیٹھنے والے تنگی مکان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں اور اگر کوئی بیچارہ عین ریل چلنے کے قریب اپنی گٹھری کے سمیت مارے اندیشہ کے دوڑتا دوڑتا ان کے پاس پہنچ جاوے تو اس کو دھکّے دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہیں کہ ہم میں جگہ نہیں حالانکہ گنجائش نکل سکتی ہے مگر سخت دلی ظاہر کرتے ہیں اور وہ ٹکٹ لیے اور بقچہ اُٹھائے اِدھر اُدھر پھرتا ہے، اور کوئی اس پر رحم نہیں کرتا مگر آخر ریل کے ملازم جبراً اس کو جگہ دلاتے ہیں۔ سو ایسا ہی یہ اجتماع بھی بعض اخلاقی حالتوں کے بگاڑنے کا ایک ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور جب تک مہمانداری کے پورے وسائل میسّر نہ ہوں اور

جب تک خدا تعالیٰ ہماری جماعت میں اپنے خاص فضل سے کچھ مادہ رفق اور نرمی اور ہمدردی اور خدمت اور جفاکشی کا پیدا نہ کرے۔ تب تک یہ جلسہ قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا۔ حالانکہ دل تو یہی چاہتا ہے کہ مبائعین محض للہ سفر کر کے آویں اور میری صحبت میں رہیں اور کچھ تبدیلی پیدا کر کے جائیں کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ میرے دیکھنے میں مبائعین کو فائدہ ہے۔ مگر مجھے حقیقی طور پر وہی دیکھتا ہے جو صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرتا ہے اور فقط دین کو چاہتا ہے۔ سو ایسے پاک نیّت لوگوں کا آنا ہمیشہ بہتر ہے کسی جلسہ پر موقوف نہیں۔ بلکہ دوسرے وقتوں میں وہ فرصت اور فراغت سے باتیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دُنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے۔ بلکہ اس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے۔ ورنہ بغیر اس کے ہیچ۔ اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اور تجربہ شہادت نہ دے کہ اس جلسہ سے دینی فائدہ یہ ہے اور لوگوں کے چال چلن اور اخلاق پر اس کا یہ اثر ہے تب تک ایسا جلسہ صرف فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد کہ اس اجتماع سے نتائج نیک پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لیے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں۔ بلکہ وہ علّت غائی جس کے لیے میں حیلہ نکالتا ہوں۔ اصلاح خلق اللہ ہے۔ پھر اگر کوئی امر یا انتظام موجب اصلاح نہ ہو بلکہ موجب فساد ہو تو مخلوق میں سے میرے جیسا اس کا کوئی دشمن نہیں۔ اور اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبّت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبّر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دوسو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جو نصیحتوں کو سُن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں اور ان کے دلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اور میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے۔ یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے۔ نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے

آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اُٹھوں اور محبّت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دُوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے۔ اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔ اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے۔ اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لیے رو رو کر دُعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور رُوحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں برجبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جُھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں۔ بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اُٹھانا چاہتا ہے۔ اور اگر نہیں اُٹھتا تو چارپائی کو اُلٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے[1]۔ پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا۔ اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں۔ تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔ پھر میں کس خوشی کی اُمید سے لوگوں کو جلسہ کے لیے اکٹھے کروں۔ یہ دُنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں۔ ابھی تک میں جانتا ہوں کہ میں اکیلا ہوں۔ بجز ایک مختصر گروہ رفیقوں کے جو دو سَو[۲۰۰] سے کسی قدر زیادہ ہیں۔ جن پر خدا کی خاص رحمت ہے۔

---

[1] یہ باتیں ہماری طرف سے اپنی عزیز جماعت کے لیے بطور نصیحت کے ہیں۔ دوسرا کوئی مجاز نہیں کہ کسی کا نام لے کر ان کا تذکرہ کرے۔ ورنہ وہ سب سے بڑھ کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کریگا۔

جن میں سے اوّل درجہ پر میرے خالص دوست اور محب مولوی حکیم نورالدین صاحب اور چند اور دوست ہیں جن کو مَیں جانتا ہوں کہ وہ صرف خدا تعالیٰ کے لیے میرے ساتھ تعلق محبت رکھتے ہیں۔ اور میری باتوں اور نصیحتوں کو تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کی آخرت پر نظر ہے۔ سو وہ انشاء اللہ دونوں جہانوں میں میرے ساتھ ہیں اور مَیں اُن کے ساتھ ہوں۔ میں اپنے ساتھ اُن لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں۔ جو اس کو نہیں پہچانتے۔ جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں۔ جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔ یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دُور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے۔ وہ خطا پر ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔ ظاہری رویت تو حیوانات میں بھی موجود ہے۔ مگر انسان اس وقت سوجاکھا کہلا سکتا ہے جبکہ باطنی رویت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے۔ سو تم اپنی آنکھوں کے لیے نہ صرف چارپاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو۔ اور اپنے دلوں سے دُنیا کے بُت باہر پھینکو کہ دُنیا دین کی مخالف ہے۔ جلد مرو گے اور دیکھو گے کہ نجات انہیں کو ہے کہ جو دُنیا کے جذبات سے بیزار اور بُری اور صاف دل تھے۔ مَیں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے، لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں۔ لیکن خدا اگر چاہے اور مَیں تو ایسے لوگوں سے اس دُنیا اور آخرت میں بیزار ہوں۔ اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لیے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا جو خدا تعالیٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے۔ اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے۔ اگر انسان بغیر حقیقی راست بازی کے صرف مُنہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا اگر ایک بھوکا صرف زبان پر روٹی کا نام لاوے تو کیا فائدہ۔ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ وہ سیر ہو گا۔ کیا خدا تعالیٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی۔

پس اے نادانو خوب سمجھو۔ اے غافلو خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں۔ اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے اور رسول کریمؐ کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے

اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبّر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزّت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبّر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لیے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبّر اور خود پسندی اور غرور اور دُنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں۔ وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ مَیں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نُور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیّت سے اُن کی زہر کو دُور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھُوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچّا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر یک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے، اور تکبّر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے، مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شئے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر اُمید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا۔ صرف تقویٰ پہنچتی ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لیے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر مَیں ان میں نہیں دیکھتا۔ مگر دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دمِ زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دُعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے اُن کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچّی محبّت عطا کر دے اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دُعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔

ہاں میں یہ بھی دُعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جسکے لیے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچّی پاکیزگی اور خدا ترسی اُسکو حاصل ہو تو اسکو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا، جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے۔ اسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دُنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ

پیوند کرے۔ پس التواء جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو مَیں نے بیان کیا۔

دوسرے یہ کہ ابھی ہمارے سامان نہایت ناتمام ہیں۔ اور صادق جانفشاں بہت کم اور بہت سے کام ہمارے اشاعت کُتب کے متعلق قلّت مخلصوں کی سبب سے باقی پڑے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جلسہ کا اتنا بڑا اہتمام جو صدہا آدمی خاص اور عام کئی دن آکر قیام پذیر رہیں۔ اور جلسہ سابقہ کی طرح بعض دور دراز کے غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادِ راہ دیا جاوے۔ اور کماحقہٗ کئی روز صدہا آدمیوں کی مہمانداری کی جاوے۔ اور دوسرے لوازم چارپائی وغیرہ کا صدہا لوگوں کے لیے بندوبست کیا جائے اور ان کے فروکش ہونے کے لیے کافی مکانات بنائے جائیں۔ اتنی توفیق ابھی ہم میں نہیں اور نہ ہمارے مخلص دوستوں میں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان تمام سامانوں کو درست کرنا ہزارہا روپیہ کا خرچ چاہتا ہے اور اگر قرضہ وغیرہ پر اس کا انتظام بھی کیا جائے تو بڑے سخت گناہ کی بات ہے کہ جو ضروریاتِ دین پیش آرہی ہیں وہ تو نظرانداز رہیں اور ایسے اخراجات جو کسی کو یاد بھی نہیں رہتے اپنے ذمہ ڈال کر ایک رقم کثیر قرضہ کی خواہ نخواہ اپنے نفس پر ڈال لی جائے۔ ابھی باوجود نہ ہونے کسی جلسہ کے مہمانداری کا سلسلہ ایسا ترقی پر ہے کہ ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانوں کی موجودہ میزان کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے جن میں اکثر ایسے غرباء فقراء دُور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں جو جاتے وقت اُنکو زادِ راہ دیکر رخصت کرنا پڑتا ہے۔ برابر یہ سلسلہ ہر روز لگا ہوا ہے۔ اور اس کے اہتمام میں مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب بدل و جان کوشش کر رہے ہیں۔ اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادِ راہ دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ کے دینے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہمانداری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوانمردی اور کریم النفسی سے علاوہ امدادات سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں اور نیز طبع کتب کے اکثر اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ کر لئے کیونکہ کتابوں کے طبع کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ گو بوجہ ایسے لابدی مصارف کے اپنے مطبع کا اب تک انتظام نہیں ہوسکا، لیکن مولوی صاحب موصوف ان خدمات میں بدل و جان مصروف ہیں۔ اور بعض دوسرے دوست بھی اپنی ہمّت اور استطاعت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں مگر پھر کب تک اس قدر مصارف کا تحمل نہایت محدود آمدن سے ممکن ہے۔ غرض ان وجوہ کے باعث سے اب کے سال التوائے جلسہ مناسب دیکھتا ہوں۔ آگے اللہ جلّ شانہٗ کا جیسا ارادہ ہو۔ کیونکہ اس کا ارادہ انسان ضعیف کے ارادہ پر غالب ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور مَیں نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء میری اس تحریر کے موافق ہے یا اس کی تقدیر میں وہ امر ہے جو اب تک مجھے معلوم نہیں۔

وافوض امری الی اللّٰہ واتوکل علیہ ھو مولٰنا نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

خــــــــاکسار

غلام احمدؐ از قادیان

(یہ اشتہار شہادت القرآن مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ بار اوّل کے آخر پر صفحہ ۱ تا ۵ پر ہے)

۱۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الرُّسُلِ وَاَفْضَلِ کُلِّ مَنْ اُرْسِلَ اِلَی الْوَرٰی وَاَصْحَابِہٖ الطَّیِّبِیْنَ وَاٰلِہٖ الطَّاہِرِیْنَ وَکُلِّ مَنْ تَبِعَہٗ وَاتَّقٰی۔

رہبر ما سید ما مصطفیٰ است — آنکہ ندیدست نظیرش سروش
آنکہ خدا مثل رخش نا فرید — آنکہ رہش مخزنِ ہر عقل و ہوش
دشمنِ دیں حملہ بروے کند — حیف بود گر بنشینم خموش
چوں سخنِ سفلہ بگوشم رسید — در دلِ من برخاست چو محشر خروش
چند توانم کہ شکیبے کنم — چند کند صبر دل زہر نوش
آں نہ مسلماں بتر از کافر ست — کش نبود از پئے آں پاک جوش
جاں شود اندر رہ پاکش فدا — مژدہ ہمیں است گر آید بگوش
سر کہ نہ در پائے عزیزش رود — بار گراں است کشیدن بدوش

اشتہار معیار الاخیار والاشرار

بمقابلہ پادری عماد الدین اور دوسرے پادری صاحبوں کے

بوعدہ انعام پانچہزار روپیہ

واضح ہو کہ پادری عماد الدین صاحب کا ہمیشہ سے یہ دعویٰ ہے کہ قرآن شریف بلیغ فصیح کلام نہیں ہے اور جو کچھ اس پاک کلام میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے فصاحت بلاغت وغیرہ لوازم دقائق حقائق کی رو سے معجزہ ہے، یہ بات نعوذ باللہ جھوٹ ہے۔ بلکہ وہ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ معجزہ کا تو کیا ذکر بلکہ قرآن ادنیٰ بلاغت فصاحت کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ آجکل کوئی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں جس میں انہیں باتوں کا تذکرہ ہوگا اور وہ اس میں اپنی علمیّت اور سمجھ کے بھروسہ پر دوسرے حملے بھی کریں گے۔ پادری صاحب موصوف کی کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تحریرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی کس قدر توہین کی ہے۔ کیا کوئی گالی ہے جو نہیں دی؟ کیا کوئی ٹھٹھا ہے جو نہیں کیا؟ کیا کوئی دل آزار کلمہ ہے جو اُن کے مُنہ سے نہیں نکلا۔ سب کچھ کیا، لیکن گورنمنٹ انگریزی کی وفادار رعیّت اہلِ اسلام گورنمنٹ کے منہ کے لیے اور اس کے احسانوں کو یاد کر کے آج تک صبر ہی کرتی رہی اور کریں گے اور اگر نہ کریں تو کیا کر سکتے ہیں۔ کیا کسی قانون میں ایسے لوگوں کی کوئی سزا بھی ہے جو اظہار رائے کی اوٹ میں ہر یک قسم کی اہانت اور بدگوئی اور دُشنام دہی کر رہے ہیں[1] اور پھر عدالتوں میں سرخرو رہیں۔ فما نشکوا الا الی اللہ۔ اب ان دنوں میں پادری صاحب نے اپنی کتاب نصیحۃ المسلمین وغیرہ کی گالیوں پر بس نہ کر کے ایک اور کتاب نکالی ہے جس کا نام توزین الاقوال رکھا ہے۔ اس میں بھی وہ بدگوئی سے باز نہیں رہ سکے۔ قرآن شریف کی فصاحت پر ٹھٹھا کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا اُتارنے والا رُوح القدس نہیں بلکہ ایک شیطان ہے۔ اور پھر اپنی مولویت جتائی ہے کہ ہم بڑے فاضل اور عالم ہیں اور عنقریب قرآن کی تفسیر شائع کرنی چاہتے ہیں۔ ایک رسالہ انہوں نے ان دنوں میں امریکہ کے جلسہ نمایش

---

[1] حاشیہ:۔ نیک نیتی کی بنیاد پر اظہار رائے صرف اس حالت میں کہیں گے کہ جب بصیرت کی رُو سے رائے ظاہر کی جائے لیکن اگر بصیرت نہ ہو تو وہ اظہار رائے نہیں بلکہ مجرمانہ توہین ہے جو نیک نیتی سے نہیں۔ منہ

مذہبی میں بھیجا ہے اور چھپوا کر شائع کر دیا ہے اس میں دعویٰ ہے کہ اسلام کے عمدہ عمدہ مولوی سب عیسائی مذہب میں داخل ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور پھر ایک لمبی چوڑی فہرست ان مولویوں اور فاضلوں کی بغرض ثبوت دعویٰ پیش کی ہے جنہوں نے عیسائی دین قبول کر لیا ہے اور ان بزرگوں کی بہت علمی تعریف کی ہے کہ وہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں۔ اور یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمام اعلیٰ درجہ کے مولوی تو عیسائی ہو چکے اور اب اسلام کے دین پر قائم رہنے والے صرف جاہل اور نادان اور بے تمیز لوگ باقی ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ رسالہ مجھ کو وقت پر نہیں ملا اور نہ مؤلف نے میری طرف بھیجا۔ صرف چند روز سے مَیں نے اطلاع پائی ہے۔ سو مَیں نے سوچا کہ اس طوفان کا بہت جلد جواب دینا ضروری ہے نیز اس حقیقت کو کھولنا واجبات سے ہے کہ گویا پادری عمادالدین صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کے عالم دینِ محمدی تھے اور بڑے فاضل مولوی ہیں اور بباعث تبحر علمی ان کو حق پہنچتا ہے کہ قرآن شریف کی بلاغت فصاحت پر نکتہ چینی کریں اور اس کی اعلیٰ شان کے انکاری ہوں۔ رسول اللہ صلعم کو گالیاں نکالیں ٹھٹھا کریں اور بُرے بُرے نادانی کے نام رکھیں اور اُستاد بن کر آنحضرت صلعم کی عربی دانی کے نقص نکالیں۔ اس لیے مَیں نے ان دنوں ایک رسالہ عربی میں لکھا ہے جس کا نام نور الحق رکھا ہے[1]۔ اس رسالہ میں کچھ کچھ فضائلِ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور بعض اعتراضات توزین الاقوال کا ردّ ہے اور اس کے بین السطور میں اردو ترجمہ ہے۔ یہ رسالہ محض پادری عمادالدین کی عربی دانی اور مولویت کے آزمانے کے لیے اور نیز ان کے دوسرے مولویوں کے پرکھنے کے لیے تالیف کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ اگر پادری عمادالدین صاحب اور ان کے دوسرے دوست جن کے نام ان کی فہرست میں اور نیز اس رسالہ میں بھی موجود ہیں حقیقت میں مولوی ہیں اور اسلام کے ان اعلیٰ درجہ کے فاضلوں میں سے ہیں جو عیسائی ہوگئے تو اُن کو چاہیئے کہ خواہ جُدا جُدا اور خواہ اکٹھے ہو کر اس رسالہ کا جواب اسی حجم اور ضخامت کے لحاظ سے ویسی ہی عربی بلیغ فصیح میں لکھیں جس طرح پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اور اسی قدر اس میں عربی اشعار بھی اپنی طبعزاد درج کریں جیسا کہ ہمارے اس رسالہ میں لکھے گئے ہیں۔ اگر انہوں نے عرصہ دو ماہ تک[2] ہمارے رسالہ کی اشاعت سے ایسا کر دکھایا اور خود گورنمنٹ کی منصفی سے یا اگر گورنمنٹ منظور نہ کرے تو برضامندی طرفین منصف مقرر ہو کر ثابت ہوگیا کہ ہمارے رسالہ کے مقابل پر ان کا رسالہ نظم و نثر میں وبلحاظ دیگر مراتب قدم بہ قدم و

---

[1] حاشیہ:۔ یہ رسالہ صرف چند روز میں بغیر کسی فکر اور سوچ کے لکھا گیا ہے کیونکہ وقت میں گنجائش نہ تھی۔ تاہم پادری صاحبوں کی عربی دانی کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ منہ

[2] حاشیہ:۔ ہمارے رسالہ کے بالمقابل رسالہ اسی قدر اور انہیں لوازم کے لحاظ سے لکھنا درحقیقت چار روز سے کچھ زیادہ کام نہیں، لیکن ہم نے اتمام حجت کی غرض سے دو ماہ کی مہلت دی ہے۔ ایک مہینہ تالیف کے لیے اور ایک مہینہ چھاپنے اور شائع کرنے کے لیے۔ اس لیے اس عرصہ میں چھاپ کر شائع کرنے کی شرط ضروری ہے۔ منہ

نعل بہ نعل رہے اور اس سے کم نہیں ہے تو پانچہزار روپیہ نقد ان کو اسی وقت بلاتوقف بطور انعام دیا جائے گا اور آئندہ اقرار کردوں گا کہ ان کو قرآن شریف پر حملہ کرنے اور بلاغت فصاحت پر ٹھٹھا کرنے کا حق حاصل ہے یہ روپیہ کسی بینک گورنمنٹ میں یا دوسری جگہ میں اوّل جمع کرا دیا جائے گا اور لکھ دیا جائے گا کہ اگر گورنمنٹ اپنے طور پر ثابت کرے کہ رسالہ کے مقابلہ پر فی الحقیقت ہر یک بات میں رسالہ لکھا گیا ہے تو ہماری طرف سے گورنمنٹ مختار ہوگی کہ بلاتوقف وہ روپیہ پادری عماد الدین صاحب کے حوالہ کرے اور پادری صاحب موصوف جس طرح مناسب سمجھیں وہ روپیہ اپنے بھائیوں میں تقسیم کریں۔ اور اس وقت میں جبکہ ہم رسالہ شائع کردیں اور پادری عماد الدین صاحب عربی میں برعایت شرائط مذکورہ جواب لکھنا چاہیں اور مستعد ہوکر ہمیں اطلاع دیں اور اپنی تسلّی کے لیے روپیہ جمع کرانے کا مطالبہ کریں۔ اگر ہم تین ہفتہ تک گورنمنٹ کے کسی بنک میں یا اَور جگہ روپیہ جمع نہ کراویں تو ہمارے دروغگو اور کاذب ہونے کے لیے اسی قدر کافی ہوگا۔ تب بلاشبہ ہم آیت لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَى الْکَاذِبِیْن کے مصداق ہوں گے اور نہ ایک لعنت بلکہ کروڑ لعنت کے مستحق ٹھہریں گے[1]۔ لیکن اگر پادری عماد الدین صاحب اور اُن کی تمام جماعت جو مولوی اور فاضل کہلاتی ہے جواب نہ دے سکیں اور عاجز آجائیں تو نہ ہم ان سے کچھ مانگتے ہیں نہ گالیاں نکالتے ہیں نہ دُکھ دیتے ہیں صرف اپنی مہربان گورنمنٹ کی خدمت میں فریاد کرتے ہیں اور ملتمس ہیں کہ آئندہ مولوی کے نام سے ان نادان دشمنوں کو روک دیا جائے اور قرآن شریف کی

---

[1] حاشیہ:۔ اس رسالہ میں جیسا کہ ہم نے بصورت تخلف وعدہ کروڑ لعنت کا مصداق اپنے تئیں ٹھہرا لیا ہے، اسی طرح اس صورت میں جو حضرات پادری صاحبان نہ ہمارے عربی رسالہ نور الحق کا دو ماہ تک جواب شائع کریں اور نہ مولوی کہلانے اور قرآن شریف کی فصاحت پر حملہ کرنے سے باز آویں ہزار لعنت صاحبان موصوفین کی خدمت میں ہماری طرف سے ھدیہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ باتیں تہذیب کے برخلاف نہیں۔ ہم سناتے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ صدہا گالیاں دی گئیں کہ اگر ایک محلہ کے ادنیٰ سے معزز کو ایک ان میں سے دی جاتی تو بیشک گورنمنٹ اس کی نالش پر توجہ کرتی اور ہم کسی پر لعنت نہیں بھیجتے مگر کاذب اور موذی پر اس قسم کا لعنت نامہ توریت میں بھی موجود ہے۔ ظالموں اور جھوٹوں اور نادانوں کو روکنے کے لیے یہ تدبیریں ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کیا کریں کہ جواب بالمقابل فصیح لکھنے پر پانچ ہزار روپیہ نقد انعام دیتے ہیں اور عمداً پہلوتہی کرنے کی حالت میں ہزار لعنت ہے مگر اس صورت میں کہ جب مولوی کہلانے اور قرآن کریم پر حملہ کرنے سے باز نہ آویں۔ یہ بھی یاد رہے کہ چار دفعہ مجھے منجانب اللہ رؤیا اور الہام کے ذریعہ سے بشارت مل چکی ہے کہ عیسائی ہرگز اس رسالہ کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور ذلّت کے ساتھ خاموش رہ جائیں گے۔ پس اگر اور نہیں تو اس پیشگوئی کو ہی جھوٹی کرکے دکھلاویں۔ اگر انہوں نے بالمقابل رسالہ لکھ مارا اور وہ رسالہ فصاحت میں ہمارے رسالہ کا ہم پلّہ ثابت ہوگیا تو بلاشُبہ کاذب ٹھہروں گا۔ پس چاہیئے کہ ہمّت نہ ہاریں بلکہ اپنے اس

فصاحت بلاغت کی نکتہ چینی سے سخت ممانعت فرمائی جاوے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھُدٰی :-

بقیہ حاشیہ :- مسیح سے مدد طلب کریں جس کو ہم محض عاجز انسان جانتے ہیں اور اس سے وہ روح القدس رو رو کر مانگیں جو بولیاں سکھاتا ہے، مگر ساتھ اس کے یقیناً یاد رکھیں کہ پیشگوئی سچی نکلے گی اور عیسائیوں کی مولویت کا ایسا پردہ فاش ہوجائے گا کہ بچے بھی ان پر ہنسیں گے اور ان کے خدا اور روح القدس کی کمزوری ایسی ثابت ہوجائے گی کہ سب خدائی اور مدد نمائی سرد پڑجائے گی اور صلیب ٹوٹ جائے گی۔ بعض دوست یہ اندیشہ نہ کریں کہ ممکن ہے کہ شیخ محمد حسین بٹالوی جو عوام میں مولوی کرکے مشہور ہے اس وقت بھی ہمارے اس رسالہ کے شائع ہونے پر بالمقابل عربی رسالہ بنانے میں عیسائیوں کی ایسی ہی مدد کرے جیسا کہ اس نے جون ۱۸۹۳ء میں ہمارے مباحثہ کے وقت پوشیدہ طور پر ان کی مدد کی تھی اور اپنے اشاعۃ السنہ کا فتویٰ بھیج دیا تھا اور ان کی تائید میں ایک اشتہار بھی چھپوایا تھا جو بعض مسلمانوں کے لعن طعن کے باعث شائع ہونے سے رُک گیا جس کی ایک کاپی ایک خاص ذریعہ سے ہم کو مل گئی جواب تک موجود ہے۔ یہ وہی مخفی تحریرات تھیں جن کی وجہ سے پادری عمادالدین نے شیخ مذکور کو اپنی کتاب توزین الاقوال میں قابل تحسین لکھا ہے اور ہمارے نبی صلعم کو گالیاں نکالیں اور شیخ کی تعریف کی ہے۔ سو ایسا اندیشہ اس رسالہ کے نکلنے پر دل میں لانا بالکل بے بنیاد وہم اور خیال باطل ہے کیونکہ شیخ مذکور تو آپ ہی علم اور ادب اور علوم عربیہ سے تہیدست اور بے نصیب اور صرف ایک اُردو نویس منشی ہے۔ پھر پادریوں کی کیا مدد کرے گا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اگر اس وقت بھی بس چل سکے تو عیسائیوں کو مدد دینے میں کبھی فرق نہ کرے۔ مگر اندھا اندھے کو کیا راہ دکھائے گا۔ ہاں شاید اتنی مدد کرے بلکہ ضرور کرے گا کہ جل بھن کر اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں لکھ دے گا کہ یہ رسالہ کچھ نہیں کچھ نہیں۔ غلط ہے غلط ہے مگر شریر اور نامنصف اور ظالم آدمی کی صرف زبان کے بیدلیل بکواس کو کون سُنتا ہے اور ایسی بیہودہ باتوں کا ہماری طرف سے تو دندان شکن یہی جواب ہے کہ اگر شیخ مذکور کی نظر میں یہ رسالہ ہیچ اور غلط ہے اور وہ اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے تو اس پر فرض ہے کہ وہ بھی اس رسالہ کی نظیر لکھے اور عیسائیوں کی طرح پانچہزار روپیہ انعام پاوے[1] ورنہ بجز اس کے ہم کیا کہیں کہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ شیخ جی جو کچھ آپ کی ذلّت ظاہر ہورہی ہے اور آپ کے علم کی پردہ دری ہوتی جاتی ہے یہ اس الہام کی تکمیل کی شاخیں ہیں جو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں آپ کو سُنایا گیا تھا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ آپ خدا تعالیٰ سے لڑیں۔ دیکھیں کب تک لڑیں گے۔ آپ نے کہا تھا کہ میں نے ہی اُونچا کیا اور مَیں ہی گراؤں گا۔ اسقدر دو طرفہ جھوٹ سے شیطان کو بھی پیچھے ڈال دیا۔ جس کو خدا اُونچا کرے کیا کوئی ہے کہ اس کو گرا سکے؟ آپ اور آپ کی

[1] الحاشیہ : اور نیز ہمارے الہام کو بھی جھوٹا کرے جس کی فکر میں وہ مر رہا ہے۔ منہ

بقیہ حاشیہ :- جماعت کیا چیز اور آپ کی دشمنی کیا حقیقت ۔ کیا خدا ایسے موذیوں کے تباہ کرنے کے لیے اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ؟ !!

لوگوں کے بغضوں اور کینوں سے کیا ہوتا ہے جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خُدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جُدا ہوتا ہے

الراقم المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

(مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور) ۱۷ / مارچ ۱۸۹۴ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ کے چار صفحوں پر ہے)

---

(۱۱۹)

اشتہار واجب الاظہار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ[۱]

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ وخیر خلقہٖ وافضل رسلہٖ محمّدٍ واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ امابعد واضح ہو کہ سُنا گیا ہے کہ امرتسر کے بعض ایسے آدمی جن پر مادہ بدظنی یا تذبذب غالب ہے ایک افغان محمد یوسف خان نام کے عیسائی ہو جانے سے جس نے اب نام یوسف خان رکھوایا ہے یہ وہم بصورت اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص یوسف خاں اس عاجز کی جماعت میں داخل تھا۔ پھر وہ کیونکر عیسائی ہو گیا تو اس کا یہی جواب ہے کہ اپنی شقاوت سے اپنی کور باطنی سے اور نفسانی اغراض کے جوش سے، وہ اُس شاخ کی طرح تھا جس کا سچا پیوند ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ اس لیے مالک حقیقی نے اُس شاخ کو کاٹ دیا اور تنور میں پھینک دیا۔ اگر وہ شاخ پھل اور پھول لانے والی ہوتی تو ہرگز کاٹی نہ جاتی، لیکن وہ ایک خشک شاخ تھی سو مالک نے اس کے ساتھ وہی کیا جو خشک شاخوں کے ساتھ ہمیشہ سے وہ کرتا ہے۔ وہ غنی بے نیاز ہے کسی کے مُرتد ہو جانے سے اس کی ملکوت میں کچھ کمی نہیں آتی۔ اور ایسا سمجھنا سراسر ظلم اور غلطی ہے کہ گویا یہ شخص ہمارے خاص بیعت کنندوں میں سے تھا۔ اصل حال یہ ہے کہ اکثر لوگ اس جگہ آتے رہتے ہیں اور جو شخص آتا ہے بیعت توبہ کی درخواست کرتا ہے اور قبل اس کے جو اس کے حال کی تفتیش کی جائے محض اس نیت سے وہ سلسلہ بیعت میں داخل کیا جاتا ہے کہ توبہ کرنا بہرحال اچھا ہے۔ سو یہ شخص بھی ایسے ہی عام لوگوں میں سے تھا۔ جس جگہ صدہا آدمی آویں اس میں ضروری ہوتا ہے کہ جیسے پاک نیت کے لوگ آتے ہیں ویسے خراب نیّت اور ناپاک دل کے لوگ جائیں۔ اس کا اگر نمونہ دیکھنا ہو تو اوّل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں ہی دیکھو

۱ المائدۃ : ۵۵

کہ یہودا اسکریوطی کیونکہ اوّل سے اخیر تک صحبت میں رہ کر صرف تیس روپیہ کے لالچ سے مُرتد ہوگیا۔ پطرس نے بھی تین مرتبہ لعنت کی۔ باقی سب بھاگ گئے۔ شاید حواریوں کی بداعتقادی کا موجب وہی واقعات ہوں گے جو انجیل متی کے چھبیس باب میں بتفصیل درج ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ تمام رات جاگتے رہے اور اپنی رہائی کے لیے دُعا مانگی[1] اور حواریوں کو بھی کہا کہ تم بھی دُعا مانگو مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔ اور جس قدر تکلیف مقدر تھی پہونچ گئی۔ اس دُعا میں حضرت مسیح نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے مگر دُعا کے نہ قبول ہونے سے حواری بدظن ہوگئے۔ اور یہ امر قابل بحث ہے کہ حضرت عیسیٰ نے

---

[1] حاشیہ: حضرت عیسیٰ کی اس دُعا کا قبول نہ ہونا جو ایسی سخت بیقراری کی حالت میں کی گئی جس کی نسبت وہ آپ کہتا ہے کہ میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے ایک ایسا امر ہے جس سے یہ فیصلہ ہوجاتا ہے کہ وہ ہرگز خُدا نہ تھا بلکہ ایک عاجز اور ضعیف انسان تھا جو دُعا کرتا کرتا مارے غم کے موت تک پہونچ گیا۔ مگر خدائے غنی بےنیاز نے دُعا کو قبول نہ کیا۔ اگر کہو کہ وہ دُعا انسانی روح سے تھی نہ خدائی رُوح سے اس واسطے منظور نہ ہوسکی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ تمام پاک انبیاء انسان ہی تھے خدائی کا کسی کو دعویٰ نہ تھا تاہم اُن کی دُعائیں اضطراب کے وقت منظور ہوتی رہیں۔ اور کوئی ایک نبی بھی بطور نظیر پیش نہیں ہوسکتا جس نے ایسے وقت میں ایسے اضطراب کے ساتھ جو موت کی سی حالت ہو دُعا کی ہو اور قبول نہ ہوئی ہو۔ ہمارے سیّد و مولیٰ خیرالرسل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مکہ معظمہ میں جب دشمنوں نے قتل کرنے کے لیے چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا تھا ایسا ہی اضطراب پیش آیا تھا اور آپ نے دُعا بھی نہیں کی تھی بلکہ راضی برضاء مولیٰ ہوکر خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا۔ پھر دیکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے کیسا بچا لیا۔ دشمنوں کے بیچ میں سے گذر گئے اور ان کے سر پر خاک ڈال گئے مگر ان کو نظر نہ آسکے۔ پھر مخالف لوگ بمدد ایک سُراغ شناس کے اس غار تک پہنچے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی تھے۔ مگر اس جگہ بھی خدا تعالیٰ نے دشمنوں کو اندھا کر دیا اور وہ دیکھ نہ سکے۔ پھر ایک نے ان میں ایسے وقت میں خبر پاکر تعاقب کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے راہ میں جا رہے تھے۔ مگر وہ اور اس کا گھوڑا ایسے طور سے زمین پر گرے کہ وہ سمجھ گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے۔ ایسا ہی خسرو پرویز نے جب آپ کو گرفتار کرنا چاہا تو ایک ہی رات میں گرفتار پنجہ اجل ہوگیا۔ اور ایسا ہی بدر کی لڑائی میں جبکہ مخالف پوری طیاری کرکے آئے تھے اور اس طرف سراسر بےسامانی تھی خدا تعالیٰ نے وہ نمونہ تائید دکھلایا جس نے روئے زمین پر اسلام کی بنیاد جما دی۔ اب جبکہ یہ قاعدہ مسلّم الثبوت ہے کہ سچے نبیوں کے سخت اضطرار کی ضرور دُعا قبول ہوجاتی ہے تو بار بار یہی اعتراض پیش ہوگا کہ اگر مسیح سچا نبی تھا تو اوس کی دُعا ایسے اضطراب کے وقت میں جس سے موت کی سی حالت اس پر طاری تھی کیوں قبول نہ ہوئی اور اس عذر کا بیہودہ ہونا تو ظاہر ہوچکا کہ مسیح نے الٰہی روح کے ساتھ دعا نہیں کی تھی بلکہ انسانی روح کے ساتھ کی تھی اس لیے ردّ ہوگئی۔ مسیح نے تو باپ باپ کرکے بہتیرا پکارا اور اپنا بیٹا ہونا جتلایا مگر باپ نے اس طرف رُخ نہ کیا اگر شک

نبی ہوکر اپنی جان بچانے کے لیے اس قدر کیوں اضطراب کیا۔ حاصل کلام یہ کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے حواری اکثر مُرتد ہوتے رہے۔ اور اس آخری واقعہ سے پہلے بھی ایک جماعت کثیر مُرتد ہوگئی تھی بلکہ ایک اَور مقام میں حضرت عیسیٰ پیشگوئی کے طور پر فرماتے ہیں کہ بعض میرے پر ایمان لانے والے پھر مُرتد ہوجائیں گے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہی ان سے راہِ راست پر نہ آسکے۔ چنانچہ جان ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں کہ اُن کے بھائی اُن سے ہمیشہ بگڑے ہی رہے بلکہ ایک دفعہ انہوں نے قید کرانے کے لیے گورنمنٹ میں درخواست بھی کردی تھی۔ پھر جبکہ وہ لوگ جو اسی ماں کے پیٹ سے نکلے تھے جس پیٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکلے تھے حضرت عیسیٰ سے درست نہ ہوسکے تو پھر عوام کی سرسری بیعتوں کی بناء پر کیوں اعتراض کیا جائے۔ حضرت عیسیٰ کے بھائی سمجھنے والوں کے لیے ایک نہایت عمدہ نمونہ ہے کہ ایک بھائی تو پیغمبر اور چار حقیقی بھائی بے دین بلکہ دشمن دین اور وہ بھائی باوجود دن رات کے تعلقات کے

بقیہ حاشیہ:- ہو تو آپ انجیل متی کھول کر ۲۶-۳۹ میں یہ آیت پڑھ لو۔ اور کچھ آگے بڑھ کے منہ کے بل گرا۔ اور دُعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح خدا تعالےٰ کو الٰہی روح کے لحاظ سے باپ کہتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ دُعا اقنوم ابن کی طرف سے نہ تھی تب ہی تو باپ کر کے پکارا مگر باپ نے پھر بھی منظور نہ کی۔ تعجب کہ مسیح کا انجیل میں یہ بھی ایک قول ہے کہ مجھے کُل اختیار دیا گیا۔ مگر کیا خاک اختیار دیا گیا ایک دُعا بھی تو منظور نہ ہوئی۔ اور جب مسیح کی اپنی ہی دعا منظور نہ ہوئی تو اس کا شاگردوں کو یہ کہنا کہ تمہاری دُعائیں منظور ہوتی رہیں گی اور کوئی بات انہونی نہ ہوگی کس قدر بے معنی معلوم ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مسیح نے خدا تعالےٰ کی تقدیر کو منظور کر لیا اس لیے دُعا منظور نہ ہوئی یہ بالکل بیہودہ جواب ہے۔ مسیح نے تو سُولی پر چڑھ کر بھی یہی کہا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ تُو نے میری خواہش کے مطابق کیوں نہ کیا اور میری دُعا کیوں قبول نہ کی۔ اور یہ سوال کہ آخری وقت میں مسیح نے ایلی ایلی کیوں کہا ابی ابی کیوں نہ کہا۔ اس کا یہی جواب ہے کہ وہ کلمہ محبت کا تھا اور یہ کلمہ خوف کا۔ اس لیے اس وقت مسیح مارے خوف عظمتِ الٰہی کے ابی ابی بھُول گیا اور ایلی ایلی یاد آگیا اور بے نیازی الٰہی کی ایک تجلّی دیکھی اور عاجزی شروع کر دی۔ انسان بے بنیاد کی یہی حالت ہے۔ جلالی تجلّیات کی برداشت نہیں کرسکتا۔ مسیح کا راضی بقضاء ہونا اس وقت تسلیم کیا جاتا کہ جب اس کو موت اور زندگی کا اختیار دیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ ہماری مرضی تو یہ ہے کہ تجھ کو سولی دے دیں، لیکن اگر تو چاہے تو تجھ کو بچالیں۔ لیکن یہ واقعہ تو ایسا نہیں ہے بلکہ مسیح نے اپنے افعال سے ظاہر کر دیا کہ وہ بدل وجان یہی چاہتا تھا کہ وہ سُولی سے بچ جائے۔ اس نے دُعا کرنے میں کوئی کسر نہ کی اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور سُولی کے خوف سے اس کا دل نہایت غمگین ہوا۔ یہانتک کہ اس کی موت کی سی حالت ہوگئی۔ تمام رات جاگتا رہا۔ دُعا کرتا رہا۔ سجدے

ایسے سخت منکر رہے کہ اُن سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ کسی نشان کے ہی قائل ہو جائیں۔ تعجب کہ کسی اعجوبہ کے بھی قائل نہ ہوئے اور نہ اس بات کے قائل کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت پہلی کتابوں میں کوئی پیشگوئی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی پرانا الزام تالاب معجزہ نما کا جواب تک حضرت عیسیٰ کے سر پر وارد ہوتا چلا آیا ہے ان کے دلوں میں خوب راسخ تھا۔ ورنہ یہ کیا غضب آ گیا کہ حقیقی بھائی ہو کر اس قدر بھی قایل نہ ہوں کہ یہ آدمی اچھا اور بھلا مانس ہے ایسے حقیقی خویشوں کو جو اندرونی حال اور دن رات کے واقعات معلوم ہوتے ہیں دوسروں کو ان سے کیا اطلاع۔ تمام یہودی بھی درحقیقت دور و نزدیک کے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے کئی معجزے حضرت مسیح سے مانگے اور آپ نے ان کو حرام کار کہہ کر ٹال دیا مگر معجزہ نہ دکھلایا۔ سچ ہے آپ کے اختیار اور اقتدار میں معجزات نہیں تھے۔ پھر کہاں سے دکھلاتے۔ یہودی بیوقوف جانتے تھے کہ کسی انسان کے اختیار میں معجزہ نمائی ہے۔ مگر درحقیقت معجزہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ پھر عجب تر یہ ہے کہ جس کو حضرت عیسیٰ نے بہشت کی کنجیاں دی تھیں اسی نے برابر کھڑے ہو کر لعنتیں کیں۔ ہم نے نہ تو یوسف خاں کو بہشتی ٹھہرایا نہ کنجیاں دیں بلکہ اس میں نااہلی کی بُو پا کر اس کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا۔ اس بات کا گواہ اس کا دل ہوگا گو زبان نہ ہو۔ غرض کسی کا مُرتد ہونا کوئی اعجوبہ بات نہیں جس کو سعادت ازلی سے حصّہ نہیں وہ شقاوت کی طرف جائیگا۔ ضرور جائے گا۔ ہماری طرف ایسے

بقیہ حاشیہ:۔ کرتا رہا۔ روتا رہا بلکہ دوسروں سے بھی دُعا کراتا رہا کہ شاید میری نہیں تو انہیں کی دُعا منظور ہو جائے۔ اپنی عزیز جان بچانے کے لیے کیا کچھ بیقراریاں کیں اور اس چند روزہ زندگی کے لیے کس قدر بیتابی ظاہر کی۔ آخر جب دیکھا کہ بات بنتی نظر نہیں آتی تو کہہ دیا کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے، تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق مگر مارے سخت بیقراری کے اس رضاجوئی کے فقرہ پر بھی قائم نہ رہ سکا۔ آخر موت کے وقت ربّ جلیل کی شکایت شروع کر دی اور کہا کہ اے میرے خدا، اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اب دیکھو کہاں گئی وہ رضاجوئی۔ اگر مسیح باوجود ایسی دُعا کے جو جان کی گدازش سے کی گئی تھی پھر بھی درحقیقت سُولی مل گیا ہے تو ایسا شخص کسی طور سے نبی نہیں ہو سکتا۔ حاشا و کلّا کیونکہ تمام نبی اضطرار کے وقت میں مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ یہ کیسا نبی تھا کہ اضطرار کے وقت اس کی دُعا سُنی نہ گئی۔ اور اگر وہ سُولی نہیں ملا تو سچا نبی ہے اور ایسے ہی کی قرآن کریم نے تصدیق کی ہے اور توریت بھی یہی ظاہر کرتی ہے بہر حال اگر مسیح کی وہ دُعا منظور ہو گئی ہے اور وہ صلیب سے بچ گیا ہے تو اعتقاد صلیب اور کفارہ باطل اور اگر ایسے اضطرار کے وقت کی دُعا بھی منظور نہیں ہوئی اور صلیب نصیب ہو گئی تو نبوۃ باطل۔ تعجب کہ بائبل میں یہ قصّہ موجود ہے کہ ایک بادشاہ کی پندرہ دن عمر رہ گئی تھی اور جب نبی کی معرفت اس کو خبر دی گئی تو وہ تمام رات دُعا کرتا رہا۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو اس کے لیے بدل دیا اور دُعا کو منظور کر لیا اور پندرہ دن کو پندرہ سال کے ساتھ بدل دیا۔ مگر مسیح کی تمام رات کی دُعا باوجود اس قدر دعووں کے منظور نہ

عوام الناس ہر روز آتے ہیں۔ پس کیا حرج ہے ہم کسی ایک کو اس کی جگہ سمجھ لیں گے۔ ایسے آدمیوں کے مُرتد ہونے سے کوئی بد نتیجہ نکالنا بداندیشوں کا کام ہے جن کی نظر گذشتہ تاریخوں پر بھی پھری نہیں۔ حکم خواتیم پر ہوتا ہے نہ درمیانی امور پر۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے آدمیوں کا دین سے نکلنا بہتر ہے کیونکہ دین کی صفائی اور روشنی ان کے نکلنے پر موقوف ہے :۔

راقم میرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور

۲۷رمئی ۱۸۹۴ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۶\times۳۰}{۴}$ کے دو صفحوں پر (گلزار محمدی پریس لاہور) میں طبع ہو کر شائع ہوا تھا)

بقیہ حاشیہ :۔ ہوئی۔ تعجب کہ کسی پادری صاحب کو اس سچّی حقیقت کی طرف توجہ نہیں اور ان کا کانشنس ایک دم کے لیے بھی ان کو ملزم نہیں کرتا کہ وہ شخص جس کی دُعا کی حالت ایک بادشاہ کی دعا کی حالت سے بھی گری ہوئی ہے وہ کیونکر سچا نبی ٹھہر سکتا ہے اور اس کی حقیقت تو اس قصہ سے بدیہی طور پر معلوم ہو چکی ؎

(۱۲۰)

نکتہ چینوں کیلئے ہدایت اور واقعی غلطی کی شناخت کے لیے

ایک معیار

اکثر جلد باز نکتہ چین خاص کر شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی جو ہماری عربی کتابوں کو عیب گیری کی نیت سے دیکھتے ہیں بباعث ظلمت تعصب کاتب کے سہو کو بھی غلطی کی مد میں ہی داخل کر دیتے ہیں، لیکن در حقیقت ہماری صرفی یا نحوی غلطی صرف وہی ہوگی جس کی مخالف صحیح طور پر ہماری کتابوں کے کسی اَور مقام میں نہ لکھا گیا ہو، مگر جبکہ ایک مقام میں کسی اتفاق سے غلطی ہو اور وہی ترکیب یا لفظ دوسرے دس۱۰ بیس۲۰ یا پچاس مقام میں صحیح طور پر پایا جاتا ہو تو اگر انصاف اور ایمان ہے تو اس کو سہو کاتب سمجھنا چاہیئے نہ غلطی ۔ حالانکہ جس جلدی سے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں اگر اس کو ملحوظ رکھیں تو اپنے ظلمِ عظیم کے قایل ہوں اور اُن تالیفات کو خارق عادت سمجھیں ۔ قرآن شریف کے سوا کسی بشر کا کلام سہو اور غلطی سے خالی نہیں ۔ بٹالوی صاحب خود قایل ہیں کہ لوگوں نے کلام امرء القیس اور حریری کی بھی غلطیاں نکالیں ۔ مگر کیا ایسا شخص جس نے اتفاقاً ایک غلطی پکڑی حریری یا امرء القیس کے مرتبہ پر شمار ہو سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ نکتہ آوری مشکل ہے اور نکتہ چینی ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بلکہ ایک غبی محض کر سکتا ہے ۔ ہماری طرف سے حمامۃ البشریٰ اور نور الحق کے بالمقابل رسالہ لکھنے کے لیے اخیر جون ۱۸۹۴ء تک میعاد تھی وہ گذر گئی ۔ مگر کسی مولوی نے بالمقابل رسالہ لکھنے کی غرض سے انعام جمع کرانے کے لیے درخواست نہ بھیجی اور اب وہ وقت جاتا رہا ۔ ہاں انہوں نے نکتہ چینی کے لیے جو ہمیشہ نالائق اور حاسد طبع لوگوں کا شیوہ ہے بہت ہاتھ پَیر مارے اور بعض خوش فہم آدمی چند سہو کاتب یا کوئی اتفاقی غلطی نکال کر انعام کے امیدوار ہوئے اور ذرہ آنکھ کھول کر یہ بھی نہ دیکھا کہ فی غلطی انعام دینے کے لیے یہ شرط ہے کہ ایسا شخص اوّل بالمقابل رسالہ لکھے ورنہ حاسد نکتہ چین جو اپنے ذاتی سرمایۂ علمی کچھ بھی نہیں رکھتے دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں ہیں کس کس کو انعام دیا جائے ۔ چاہیئے کہ اوّل مثلاً اس رسالہ سرّ الخلافہ کے مقابل پر رسالہ لکھیں اور پھر اگر اُن کا رسالہ غلطیوں سے خالی نکلا اور ہمارے رسالہ

کا بلاغت فصاحت میں ہم پلہ ثابت ہوا تو ہم سے علاوہ انعام بالمقابل رسالہ کے فی غلطی دو روپیہ بھی لیں جس کے لیے ہم وعدہ کر چکے ہیں ورنہ یونہی نکتہ چینی کرنا حیا سے بعید ہوگا۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار غلام احمد

(یہ اشتہار سرالخلافہ طبع اوّل کے ٹائیٹل پر اندرونی صفحہ پر ہے)

(۱۲۱)

عام اطلاع کیلئے ایک اشتہار

وہ تمام صاحب جنہوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے رسائل اشاعت السنہ دیکھے ہوں گے یا ان کے وعظ سُنے ہوں گے یا ان کے خطوط پڑھے ہوں گے وہ اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس عاجز کی نسبت کیا کچھ کلمات ظاہر فرمائے ہیں اور کیسے کیسے خود پسندی کے بھرے ہوئے کلمات اور تکبّر میں ڈوبے ہوتے ترہات ان کے منہ سے نکل گئے ہیں کہ ایک طرف تو انہوں نے اس عاجز کو کذاب اور مفتری قرار دیا ہے اور دوسری طرف بڑے زور اور اصرار سے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ مَیں اعلیٰ درجہ کا مولوی ہوں اور یہ شخص سراسر جاہل اور نادان اور زبان عربی سے محروم اور بے نصیب ہے اور شاید اس بکواس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ تا ان باتوں کا عوام پر اثر پڑے اور ایک طرف تو وہ شیخ بطالوی کو فاضل یگانہ تسلیم کرلیں اور اعلیٰ درجہ کا عربی دان مان لیں اور دوسری طرف مجھے اور میرے دوستوں کو یقینی طور پر سمجھ لیں کہ یہ لوگ جاہل ہیں اور نتیجہ یہ نکلے کہ جاہلوں کا اعتبار نہیں۔ جو لوگ واقعی مولوی ہیں انہیں کی شہادت قابل اعتبار ہے۔ مَیں نے اس بیچارہ کو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں یہ الہام بھی سُنا دیا تھا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کہ مَیں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہو مگر تعصّب ایسا بڑھا ہوا تھا کہ یہ الہامی آواز اس کے کان تک نہ پہنچ سکی۔ اس نے چاہا کہ قوم کے دلوں میں یہ بات جم جائے کہ یہ شخص ایک حرف عربی کا نہیں جانتا۔ پر خدا نے اُسے دکھلا دیا کہ یہ بات اُلٹ کر اسی پر پڑی۔ یہ وہی الہام ہے جو کہا گیا تھا کہ مَیں اُسی کو ذلیل کروں گا۔ جو تیری ذلّت کے درپے ہوگا سُبحان اللہ کیسے وہ قادر اور غریبوں کا حامی ہے۔ پھر لوگ ڈرتے نہیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا نشان نہیں کہ وہی شخص جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ جاہل ہے اور ایک صیغہ تک اس کو معلوم نہیں وہ ان تمام مکفّروں کو جو اپنا نام مولوی رکھتے ہیں بلند آواز سے کہتا ہے کہ میری تفسیر کے مقابل پر تفسیر بناؤ تو ہزار روپے انعام لو اور نور الحق کے مقابل

پر بناؤ تو پانچہزار روپیہ پہلے رکھا لو اور کوئی مولوی دم نہیں مارتا ۔کیا یہی مولویت ہے جس کے بھروسہ سے مجھے کافر ٹھہرایا تھا ۔ ایہا الشیخ اب وہ الہام پورا ہوا یا کچھ کسر ہے ۔ایک دنیا جانتی ہے کہ مَیں نے اسی فیصلہ کی غرض سے اور اسی نیت سے کہ تا شیخ بطالوی کی مولویت اور تمام کفر کے فتوے لکھنے والوں کی اصلیت لوگوں پر کُھل جائے ۔کتاب کرامات الصادقین عربی میں تالیف کی اور پھر اس کے بعد رسالہ نور الحق بھی عربی میں تالیف کیا اور مَیں نے صاف صاف اشتہار دے دیا کہ اگر شیخ صاحب یا تمام مکفّر مولویوں میں سے کوئی صاحب رسالہ کرامات الصادقین کے مقابل پر کوئی رسالہ تالیف کریں تو ایک ہزار روپیہ ان کو انعام ملے گا اور اگر نور الحق کے مقابل پر رسالہ لکھیں تو پانچ ہزار روپیہ ان کو دیا جائے گا لیکن وہ لوگ بالمقابل لکھنے سے بالکل عاجز رہ گئے اور جو تاریخ ہم نے اس درخواست کے لیے مقرر کی تھی یعنی اخیر جون ۱۸۹۴ء وہ گذر گئی ۔شیخ صاحب کی اس خاموشی سے ثابت ہو گیا کہ وہ علم عربی سے آپ ہی بے بہرہ اور بے نصیب ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ اوّل درجہ کے دروغگو اور کاذب اور بے شرم ہیں کیونکہ انہوں نے تو تقریراً و تحریراً صاف اشتہار دے دیا تھا کہ یہ شخص علم عربی سے محروم اور جاہل ہے یعنی ایک لفظ تک عربی سے نہیں جانتا تو پھر ایسے ضروری مقابلہ کے وقت جس میں ان پر فرض ہو چکا تھا کہ وہ اپنی علمیت ظاہر کرتے کیوں ایسے چُپ ہو گئے کہ گویا وہ اس دُنیا میں نہیں ہیں ۔خیال کرنا چاہیئے کہ ہم نے کس قدر تاکید سے اُن کو میدان میں بُلایا اور کن کن الفاظ سے ان کو غیرت دلانا چاہا ۔مگر انہوں نے اس طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا ۔ہم نے صرف اس خیال سے کہ شیخ صاحب کی عربی دانی کا دعویٰ بھی فیصلہ پا جاتے رسالہ نور الحق میں یہ اشتہار دے دیا کہ اگر شیخ صاحب عرصہ تین ماہ میں اسی قدر کتاب تحریر کر کے شائع کر دیں اور وہ کتاب درحقیقت جمیع لوازم بلاغت و فصاحت و التزام حق اور حکمت میں نور الحق کے ثانی ہو تو تین ہزار روپیہ نقد بطور انعام شیخصاحب کو دیا جائے گا اور نیز الہام کے جھوٹا ٹھہرانے کے لیے بھی ایک سہل اور صاف راستہ اُن کو مل جائے گا اور ہزار لعنت کے داغ سے بھی بچ جائیں گے ورنہ وہ نہ صرف مغلوب بلکہ الہام کے مصدّق ٹھہریں گے ۔مگر شیخ صاحب نے ان باتوں میں سے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کی اور کچھ بھی غیرت مندی نہ دکھلائی ۔ اس کا کیا سبب تھا ؟ بس یہی کہ یہ مقابلہ شیخ صاحب کی طاقت سے باہر ہے سو ناچار انہوں نے اپنی رسوائی کو قبول کر لیا اور اس طرف رُخ نہ کیا ۔یہ اسی الہام کی تصدیق ہے کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ ۔شیخ صاحب نے منبروں پر چڑھ چڑھ کر صدہا آدمیوں میں صدہا موقعوں میں بار بار اس عاجز کی نسبت بیان کیا کہ یہ شخص زبان عربی سے محض بے خبر اور علوم دین سے محض نا آشنا ہے ۔ایک جاہل آدمی ہے اور کذّاب اور دجّال ہے ۔اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ صدہا خط اسی مضمون کے اپنے دوستوں کو لکھے اور جا بجا یہی مضمون شائع کیا اور اپنے جاہل دوستوں کے دلوں میں بٹھا دیا کہ یہی سچ ہے۔

سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس متکبر کا غرور توڑے اور اس گردن کش کی گردن کو مروڑے اور اس کو

دکھلاوے کہ کیونکر وہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ سو اس کی توفیق اور مدد اور خاص اس کی تعلیم اور تفہیم سے یہ کتابیں تالیف ہوئیں اور ہم نے کرامات الصادقین اور نور الحق کے لیے آخری تاریخ درخواست مقابلہ کی اس مولوی اور تمام مخالفوں کے لیے اخیر جون ۱۸۹۴ء مقرر کی تھی جو گذر گئی۔ اور اب دونوں کتابوں کے بعد یہ کتاب سرّ الخلافہ تالیف ہوئی ہے جو بہت مختصر ہے اور نظم اس کی کم ہے اور ایک عربی دان شخص ایسا رسالہ سات دن میں بہت آسانی سے بنا سکتا ہے اور چھپنے کے لیے دس دن کافی ہیں۔ لیکن ہم شیخ صاحب کی حالت اور اس کے دوستوں کی کم مائیگی پر بہت ہی رحم کر کے دس دن اور زیادہ کر دیتے ہیں۔ اور یہ ستائیس دن ہوئے سو ہم فی دن ایک روپیہ کے حساب سے ستائیس روپیہ کے انعام پر یہ کتاب شائع کرتے ہیں اور شیخ صاحب اور ان کے اسمی مولویوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر وہ اپنی سوء قسمت سے ہزار روپیہ کا انعام لینے سے محروم رہے اور پھر پانچہزار روپیہ کا انعام پیش کیا گیا۔ تو وہ وقت بھی ان کی کم مائیگی کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور تاریخ درخواست گذر گئی۔ اب وہ ستائیس روپیہ کو تو نہ چھوڑیں۔ ہم نے سنا ہے کہ ان دنوں میں شیخ صاحب پر تنگدستی کی وجہ سے تکلیفات بہت ہیں۔ خشک دوستوں نے وفا نہیں کی۔ پس ان دنوں[1] میں تو ان کے لیے ایک روپیہ ایک اشرفی کا حکم رکھتا ہے۔ گویا یہ ستائیس روپیہ ستائیس اشرفی ہیں جن سے کئی کام نکل سکتے ہیں۔ اور ہم اپنے سچے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر رسالہ سرّ الخلافہ کے مقابل پر شیخ صاحب نے کوئی رسالہ میعاد مقررہ کے اندر شائع کر دیا اور وہ رسالہ ہمارے رسالہ کا ہم پلّہ ثابت ہوا تو ہم نہ صرف ستائیس روپیہ ان کو دیں گے بلکہ یہ تحریری اقرار لکھ دیں گے کہ شیخ صاحب ضرور عربی دان اور مولوی کہلانے کے مستحق ہیں۔ بلکہ آئندہ مولوی کے نام سے اُن کو پکارا جائیگا اور چاہیئے کہ اب کے دفعہ شیخ صاحب ہمّت نہ ہاریں۔ یہ رسالہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اور کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر ایک ایک جز روز گھسیٹ دیں تو صرف چار پانچ روز میں اس کو ختم کر سکتے ہیں۔ اور اگر اپنے وجود میں کچھ بھی جان نہیں تو اُن سوڈیڑھ سو مولویوں سے مدد لیں جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے کے مسلمانوں کو کافر اور جہنم ابدی کی سزا کے لائق ٹھہرایا اور بڑے تکبّر سے اپنے تئیں مولوی کے نام سے ظاہر کیا۔ اگر وہ ایک ایک جُز لکھ کر دیں تو شیخ صاحب بمقابل اس رسالہ کے ڈیڑھ سو جُز کا رسالہ شائع کر سکتے ہیں لیکن اگر شیخ صاحب نے پھر بھی ایسا کر نہ دکھایا تو پھر بڑی بے شرمی ہوگی کہ آئندہ مولوی کہلاویں بلکہ مناسب ہے کہ آئندہ جھوٹ بولنے اور جھوٹ بلوانے سے پرہیز کریں۔ یہ شیخ کا نام آپ کے لیے کافی ہے جو باپ دادا سے چلا آتا ہے یا منشی کا نام بہت موزوں ہوگا، لیکن ابھی یہ بات قابلِ آزمائش ہے کہ آپ منشی بھی ہیں یا نہیں منشی کے لیے ضروری ہے کہ فارسی نظم میں

---

[1] نوٹ: شیخ صاحب اپنے حال کے پرچہ میں اقراری ہیں کہ اگر ان کے دوستوں نے اب بھی ان کی مدد نہ کی تو وہ اس نوکری سے استعفاء دے دیں گے۔ منہ

پوری دسترس رکھتا ہو مگر میری نظر سے اب تک آپ کا کوئی فارسی دیوان نہیں گذرا۔ بہر حال اگر ہم رعایت اور چشم پوشی کے طور پر آپ کا منشی ہونا مان بھی لیں اور فرض کر لیں کہ آپ منشی ہیں گو منشیانہ لیاقتیں آپ میں پائی نہیں جاتیں تو چنداں حرج نہیں کیونکہ منشی گری کو ہمارے دین سے کچھ تعلّق نہیں، لیکن ہم کسی طرح مولوی کا خطاب ایسے نادانوں کو دے نہیں سکتے جن کو ہم پانچہزار روپیہ تک انعام دینا کریں۔ تب بھی ان کی مُردہ رُوح میں کچھ قوتِ مقابلہ ظاہر نہ ہو۔ ہزار لعنت کی دھمکی دیں کچھ غیرت نہ آوے تمام دنیا کو مددگار بنانے کے لیے اجازت دیں تب بھی ایک جھوٹے منہ سے بھی ہاں نہ کہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر مولوی کا لقب دیا جاوے تو کیا بجز مسلمانوں کے کافر بنانے کے کچھ اَور بھی ان میں لیاقت ہے۔ ہرگز نہیں۔ چار حدیثیں پڑھ کر نام شیخ الکل، نعوذ باللہ من فتن هذا الدّهر و اهلها و نعوذ باللہ من جهلات الجاهلين۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہر یک باحیا دشمن اپنی دشمنی میں کسی حد تک جاکر ٹھہر جاتا ہے۔ اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیّت کچھ بھی نہ ہو۔ مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا۔ جہانتک ضرر رسانی کے وسائل اُن کے ذہن میں آئے انہوں نے سب استعمال کئے اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اوّل تو لوگوں کو اُٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے اور دجّال ہے اس کی ملاقات سے پرہیز کرو اور جہانتک ہو سکے اس کو ایذا دو۔ اور ہر یک ظلم سے اس کو دُکھ دو۔ سب ثواب کی بات ہے اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ بنائے۔ کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی لیکن یہ گورنمنٹ دور اندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے۔ سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خود غرض کے منہ سے ایک بات سن کر افروختہ ہو جاتے بلکہ اپنی خدا داد عقل سے کام لیتی ہے۔ سو گورنمنٹ دانشمند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور کیونکر توجہ کرتی۔ اس کو معلوم تھا کہ ایک خود غرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے۔ گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیر خواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی اور گورنمنٹ خوب جانتی تھی کہ یہ عاجز عرصہ چودہ سال سے برخلاف ان تمام مولویوں کے بار بار یہ مضمون شائع کر رہا ہے کہ ہم لوگ جو گورنمنٹ برطانیہ کی رعیّت ہیں ہمارے لیے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گورنمنٹ ہذا کے زیر اطاعت رہنا اپنا فرض ہے اور بغاوت کرنا حرام۔ اور جو شخص بغاوت کا طریق اختیار کرے یا اس کے لیے کوئی مفسدانہ بنا ڈالے یا ایسے مجمع میں شریک ہو یا راز دار ہو تو وہ اللہ اور رسول کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہے اور جو کچھ اس عاجز نے گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ بننے کے لیے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے وہ سب سچ ہے نادان مولوی نہیں جانتے کہ جہاد کے واسطے شرائط ہیں۔ سکھا شاہی لُوٹ مار کا نام جہاد نہیں اور رعیّت کو اپنی محافظ گورنمنٹ کے ساتھ کسی طور سے جہاد درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک گورنمنٹ اپنی ایک رعیّت کے جان اور مال اور عزّت کی محافظ ہو اور ان کے دین کے لیے بھی پُوری پُوری آزادی عبادات کے لیے دے رکھی

ہو لیکن وہ رعیت موقعہ پاکر اس گورنمنٹ کو قتل کرنے کو تیار ہو یہ دین نہیں بلکہ بے دینی ہے اور نیک کام نہیں بلکہ ایک بدمعاشی ہے۔ خدا تعالیٰ ان مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے کہ جو اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے اور اس گورنمنٹ کے تحت میں ایک منافقانہ زندگی بسر کر رہے ہیں جو ایمانداری سے بہت بعید ہے۔ ہم نے سارا قرآن شریف تدبّر سے دیکھا مگر نیکی کی جگہ بدی کرنے کی تعلیم کہیں نہیں پائی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس گورنمنٹ کی قوم مذہب کے بارے میں نہایت غلطی پر ہے۔ وہ اس روشنی کے زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور ایک عاجز مسکین کو ربّ العالمین کا لقب دے رہے ہیں۔ مگر اس صورت میں تو وہ اَور بھی رحم کے لائق اور راہ دکھانے کے محتاج ہیں کیونکہ وہ بالکل صراط مستقیم کو بھول گئے اور دُور جا پڑے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ان کے احسان یاد کر کے اُن کے لیے جناب الٰہی میں دُعا کریں کہ اے خداوند قادر ذوالجلال ان کو ہدایت بخش اور ان کے دلوں کو پاک توحید کے لیے کھول دے اور سچائی کی طرف پھیر دے تا وہ تیرے سچے اور کامل نبی اور تیری کتاب کو شناخت کر لیں اور دین اسلام اُن کا مذہب ہو جائے۔ ہاں پادریوں کے فتنے حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ان کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے، مگر اُن کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں قلم کے فتنے ہیں۔ سو اے مسلمانو تم بھی قلم سے ان کا مقابلہ کرو اور حد سے مت بڑھو۔ خدا تعالیٰ کا منشاء قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار۔ مگر کہیں نہیں سُنا گیا کہ کسی عیسائی پادری نے دین کے لیے تلوار بھی اُٹھائی ہو۔ پھر تلوار کی تدبیریں کرنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے بلکہ صاف بے راہی اور الٰہی ہدایت سے سرکشی ہے جن میں روحانیت نہیں وہی ایسی تدابیریں کیا کرتے ہیں جو اسلام کا بہانہ کر کے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سمجھ بخشے۔ افغانی مزاج کے آدمی اس تعلیم کو بُرا مانیں گے۔ مگر ہم کو اظہار حق سے غرض ہے نہ اُن کے خوش کرنے سے اور نہایت مضر اعتقاد جس سے اسلام کی رُوحانیت کو بہت ضرر پہنچ رہا ہے یہ ہے کہ یہ تمام مولوی ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو تمام دنیا کو خون میں غرق کر دے اور خروج کرتے ہی قتل کرنا شروع کر دے اور یہی علامتیں اپنے فرضی مسیح کی رکھی ہوئی ہیں کہ وہ آسمان سے اُترتے ہی تمام کافروں کو قتل کر دے گا اور وہی بچے گا جو مسلمان ہو جائے۔ ایسے خیالات کے آدمی کسی قوم کے سچے خیر خواہ نہیں بن سکتے بلکہ ان کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بھی خوف کی جگہ ہے۔ شاید کسی وقت کافر سمجھ کر قتل نہ کر دیں۔ اور اپنے اندر کے کفر سے بے خبر ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے بیہودہ مسائل کو اسلام کی جزو قرار دینا اور نعوذ باللہ قرآنی تعلیم سمجھنا اسلام سے ہنسی کرنا ہے اور مخالفوں کو ٹھٹھے کا موقعہ دینا ہے۔ کوئی عقل اس بات کو تجویز نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص آتے ہی بغیر اتمام حجت کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے یا جس گورنمنٹ کے تحت میں زندگی بسر کرے اسی کی تباہی کی گھات میں لگا رہے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی رُوحیں بکلی مسخ ہو چکی ہیں اور انسانی ہمدردی کی خصلتیں تمام تر ان کے اندر سے مسلوب ہو گئی ہیں یا خالق حقیقی نے پیدا ہی نہیں کیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے۔ نہ معلوم کہ ہمارے اس بیان سے وہ لوگ کس قدر جلیں گے اور کیسے منہ مروڑ مروڑ کر کافر کہیں گے مگر ہمیں ان کی اس تکفیر

کی کچھ پرواہ نہیں۔ ہر ایک شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ہمیں قرآن شریف کی کسی آیت میں یہ تعلیم نظر نہیں آتی کہ بے اتمام حجت مخالفوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جاوے۔ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کفار کے جور و جفا پر صبر کیا۔ بہت سے دُکھ دیئے گئے دم نہ مارا۔ بہت سے اصحاب اور عزیز قتل کئے گئے ایک ذرا مقابلہ نہیں کیا اور دُکھوں سے پیسے گئے مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کیا۔ آخر جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے، اور انہوں نے چاہا کہ سب کو قتل کر کے اسلام کو نابود ہی کر دیں تب خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو ان بھیڑیوں کے ہاتھ سے مدینہ میں سلامت پہنچا دیا۔ حقیقت میں وہی دن تھا کہ جب آسمان پر ظالموں کو سزا دینے کے لیے تجویز ٹھہر گئی ؎

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

مگر افسوس کہ کافروں نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ قتل کے لیے تعاقب کیا اور کئی چڑھائیاں کیں۔ اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے۔ آخر وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ اُن پر عذاب نازل ہو اگر اُن کی شرارتیں اس حد تک نہ پہنچتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز تلوار نہ اُٹھاتے۔ مگر جنہوں نے تلواریں اُٹھائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور میں بے باک اور ظالم ثابت ہوتے وہ تلواروں سے ہی مارے گئے۔ غرض جہادِ نبوی کی یہ صورت ہے جس سے اہلِ علم بے خبر نہیں اور قرآن میں یہ ہدایتیں موجود ہیں کہ جو لوگ نیکی کریں تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہیں پناہ دیں اُن کے شکر گزار بنے رہو اور جو لوگ تمہیں دُکھ نہیں دیتے ان کو تم بھی دُکھ مت دو۔ مگر اس زمانہ کے مولویوں کی حالت پر افسوس ہے کہ وہ نیکی کی جگہ بدی کرنے کو تیار ہیں اور ایمانی رُوحانیت اور انسانی رحم سے خالی۔

اللّٰھم اصلح امۃ محمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلّم اٰمین۔

(یہ اشتہار سر الخلافہ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر محرم ۱۳۱۲ھ صفحہ ۶۸ تا صفحہ ۷۴ سے نقل کیا)

۱

(۱۲۲)

محمد عربی کا آبروی ہر دو سرا ست ٭ کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فتح اسلام

لَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰہُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا[۱]

واضح ہو کہ وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر ۵؍ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ ۵؍ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے اور ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوگئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ ہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جو اِن واقعات اور حوادث کو یکجائی نظر سے دیکھنا نہیں چاہتا جو پیشگوئی کے بعد فریق مخالف میں ظہور میں آئی۔ اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لاعلاج ہے اور اگر وہ ٹھوکر کھائے تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اسکا موجب ہوگی۔ ورنہ کچھ شک نہیں کہ فتح اسلام ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہوگیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سُننے لگیں گے۔ اب یاد رہے کہ پیشگوئی میں فریق مخالف کے لفظ سے جس کے لیے ہاویہ یا ذلت کا وعدہ تھا ایک گروہ مراد ہے جو اس بحث سے تعلق رکھتا تھا۔ خواہ خود بحث کرنے والا تھا یا معاون یا حامی یا سرگروہ تھا۔ ہاں مقدم سب سے ڈپٹی عبد اللہ آتھم تھا کیونکہ وہی دوسرے عیسائیوں کی طرف سے منتخب ہو کر پندرہ دن جھگڑتا رہا۔ مگر درحقیقت اس لفظ کے حصہ دار دوسرے معاون

[۱] النسآء : ۱۴۲

اور محرک اور ان کے سرگروہ بھی تھے کیونکہ عرفاً فریق اس تمام گروہ کا نام ہے جو ایک کام بالمقابل کرنے والا یا اس کام کا معاون یا اس کام کا بانی یا مجوز یا حامی ہو۔ اور پیشگوئی کی کسی عبارت میں یہ نہیں لکھا گیا کہ فریق سے مراد صرف عبداللہ آتھم ہے۔ ہاں مَیں نے جہاں تک الہام کے معنی سمجھے وہ یہ تھے کہ جو شخص اس فریق میں سے بالمقابل باطل کی تائید میں بنفس خود بحث کرنے والا ہے اس کے لیے ہاویہ سے مُراد سزائے موت ہے۔ لیکن الہامی لفظ صرف ہاویہ ہے اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ حق کی طرف رجوع کرنے والا نہ ہو۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کی قید ایک الہامی شرط ہے جیسا کہ مَیں نے الہامی عبارت میں صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھا تھا اور یہ بات بالکل سچ اور یقینی اور الہام کے مطابق ہے کہ اگر مسٹر عبداللہ کا دل جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی توہین اور تحقیر اسلام پر قائم رہتا اور اسلامی عظمت کو قبول کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حصّہ نہ لیتا تو اسی میعاد کے اندر اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا، لیکن خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے جتلا دیا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رُعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصّہ لے لیا جس حصّہ نے اس کے وعدہ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن اس بڑے ہاویہ سے تھوڑے دنوں کے لیے بچ گیا جس کا نام موت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ الہامی لفظوں اور شرطوں میں سے کوئی ایسا لفظ یا شرط نہیں ہے جو بے تاثیر ہو یا جس کا کسی قدر موجود ہو جانا اپنی تاثیر پیدا نہ کرے۔ لہٰذا ضرور تھا کہ جس قدر مسٹر عبداللہ آتھم کے دل نے حق کی عظمت کو قبول کیا اس کا فائدہ اس کو پہنچ جاتے۔ سو خدا تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور مجھے فرمایا۔ اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی ھَمِّہٖ وَ غَمِّہٖ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔ وَلَا تَعْجَبُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ وَبِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔ وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَآءَ کُلَّ مُمَزَّقٍ۔ وَمَکْرُ اُولٰٓئِکَ ھُوَ یَبُوْرُ۔ اِنَّا نَکْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِہٖ۔ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔ وَھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے ہم و غم پر اطلاع پائی اور اس کو مہلت دی جب تک کہ وہ بیباکی اور سخت گوئی اور تکذیب کی طرف میل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بُھلا دے (یہ معنے فقرہ مذکورہ کے تفہیم الٰہی سے ہیں) اور پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی یہی سنّت ہے اور تو ربانی سنتوں میں تغیر و تبدل نہیں پائے گا۔ اس فقرہ کے متعلق یہ تفہیم ہوئی کہ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ایسے کامل اسباب پیدا نہ ہو جائیں جو غضب الٰہی کو مشتعل کریں اور اگر دل کے کسی گوشہ میں بھی کچھ خوفِ الٰہی مخفی ہو اور کچھ دھڑک شروع ہو جائے تو عذاب نازل نہیں ہوتا اور دوسرے وقت پر جا پڑتا ہے اور پھر فرمایا کہ کچھ تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر قایم رہو۔ یہ اس عاجز کی جماعت کو خطاب ہے۔ اور پھر فرمایا کہ مجھے میری عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ تو ہی غالب ہے (یہ اس عاجز کو خطاب ہے) اور پھر فرمایا کہ ہم دشمنوں کو پارہ پارہ کر دیں گے یعنی ان کو ذلّت پہنچے گی اور اُن کا مکر ہلاک

ہو جائے گا۔اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ تم ہی فتحیاب ہو نہ دشمن اور خدا تعالیٰ بس نہیں کرے گا اور نہ باز آئے گا جب تک دشمنوں کے تمام مکروں کی پردہ دری نہ کرے اور ان کے مکر کو ہلاک نہ کر دے۔یعنی جو مکر بنایا گیا اور مجسم کیا گیا اس کو توڑ ڈالے گا اور اس کو مُردہ کر کے پھینک دے گا اور اس کی لاش لوگوں کو دکھا دے گا اور پھر فرمایا کہ ہم اصل بھید کو اس کی پنڈلیوں میں سے ننگا کر کے دکھا دیں گے یعنی حقیقت کو کھول دیں گے اور فتح کے دلائل بیّنہ ظاہر کریں گے۔اور اس دن مومن خوش ہوں گے ، پہلے مومن بھی اور پچھلے مومن بھی اور پھر فرمایا کہ وجہ مذکورہ سے عذاب موت کی تاخیر ہماری سنت ہے جس کو ہم نے ذکر کر دیا۔اب جو چاہے وہ راہ اختیار کرلے جو اس کے رب کی طرف جاتی ہے۔اس میں بدظنّی کرنے والوں پر زجر اور ملامت ہے اور نیز اس میں یہ بھی تفہیم ہوئی ہے کہ جو سعادت مند لوگ ہیں اور جو خدا ہی کو چاہتے ہیں اور کسی بخل اور تعصب یا جلد بازی یا سوء فہم کے اندھیرے میں مبتلا نہیں وہ اس بیان کو قبول کریں گے اور تعلیم الٰہی کے موافق اس کو پائیں گے ،لیکن جو اپنے نفس اور اپنی نفسانی ضد کے پیرو یا حقیقت شناس نہیں وہ بیباکی اور نفسانی ظلمت کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کریں گے۔

الہام الٰہی کا ترجمہ تفہیمات الٰہیہ کے کیا گیا جس کا ماحصل یہی ہے کہ قدیم سے الٰہی سنّت اسی طرح پر ہے کہ جب تک کوئی کافر اور منکر نہایت درجہ کا بیباک اور شوخ ہو کر اپنے ہاتھ سے اپنے لیے اسباب ہلاکت پیدا نہ کرے تب تک خدا تعالیٰ تعذیب کے طور پر اس کو ہلاک نہیں کرتا۔اور جب کسی منکر پر عذاب نازل ہونے کا وقت آتا ہے تو اس میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اس پر حکم ہلاکت لکھا جاتا ہے۔عذاب الٰہی کے لیے یہی قانون قدیم ہے اور یہی سنّت مستمرہ اور یہی غیر متبدل قاعدہ کتاب الٰہی نے بیان کیا ہے اور غور کرنے سے ظاہر ہو گا کہ جو مسٹر عبداللہ آتھم کے بارہ میں یعنی سزا تے ہاویہ کے بارہ میں الہامی شرط تھی وہ درحقیقت اسی سنت اللہ کے مطابق ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے ،لیکن مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنی مضطربانہ حرکات سے ثابت کر دیا کہ اس نے اس پیشگوئی کو تعظیم کی نظر سے دیکھا جو الہامی طور پر اسلامی صداقت کی بنیاد پر کی گئی تھی اور خدا تعالیٰ کے الہام نے بھی مجھ کو یہی خبر دی کہ ہم نے اس کے ہمّ اور غم پر اطلاع پائی یعنی وہ اسلامی پیشگوئی سے خوفناک حالت میں پڑا اور اس پر رُعب غالب ہوا۔اس نے اپنے افعال سے دکھا دیا کہ اسلامی پیشگوئی کا کیسا ہولناک اثر اس کے دل پر ہوا۔اور کیسی اس پر گھبراہٹ اور دیوانہ پن اور دل کی حیرت غالب آگئی اور کیسی الہامی پیشگوئی کے رُعب نے اس کے دل کو ایک کُچلا ہوا دل بنا دیا یہانتک کہ وہ سخت بیتاب ہوا اور شہر بشہر اور ہر ایک جگہ ہراساں اور ترساں پھرتا رہا اور اس مصنوعی خدا پر اس کا توکّل نہ رہا جس کو خیالات کی کجی اور ضلالت کی تاریکی نے الوہیت کی جگہ دے رکھی ہے۔وہ کُتّوں سے ڈرا اور سانپوں کا اس کو اندیشہ ہوا اور اندر کے مکانوں سے بھی اس کو خوف آیا۔اس پر خوف اور وہم اور دلی سوزش کا غلبہ ہوا اور پیشگوئی کی پوری ہیبت اس پر طاری ہوئی اور وقوع سے پہلے ہی اس کا اثر اس کو محسوس ہوا۔اور بغیر اس کے کہ کوئی امرتسر سے اس کو نکالے آپ ہی ہراساں اور ترساں

اور پریشان اور بیتاب ہو کر شہر بشہر بھاگتا پھرا اور خدا نے اس کے دل کا آرام چھین لیا۔ اور پیشگوئی سے سخت متاثر ہو کر سراسیموں اور خوف زدوں کی طرح جا بجا بھٹکتا پھرا اور الہام الٰہی کا رُعب اور اثر اس کے دل پر ایسا مستولی ہوا کہ اس کی راتیں ہولناک اور دن بیقراری سے بھر گئے۔ اور حق کی مخالفت کی حالت میں جو جو دہشتیں اور قلق اس شخص پر وارد ہوتا ہے جو یقین رکھتا ہے یا ظن رکھتا ہے کہ شاید عذاب الٰہی نازل ہو جائے یہ سب علامتیں اس میں پائی گئیں اور وہ عجیب طور پر اپنی بے چینی اور بے آرامی ظاہر کرتا رہا۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک حیرت ناک خوف اور اندیشہ اس کے دل میں ڈال دیا کہ ایک بات کا کھڑکا بھی اس کے دل کو صدمہ پہنچاتا رہا اور ایک کُتّے کے سامنے آنے سے بھی اس کو ملک الموت یاد آیا اور کسی جگہ اس کو چین نہ پڑا۔ اور ایک سخت ویرانے میں اس کے دن گذرے اور سراسیمگی اور پریشانی اور بیتابی اور بیقراری نے اس کے دل کو گھیر لیا اور ڈرانے والے خیال رات دن اُس پر غالب رہے اور اس کے دل کے تصوروں نے عظمت اسلامی کو ردّ نہ کیا بلکہ قبول کیا۔ اس لیے وہ خدا جو رحیم و کریم اور سزا دینے میں دھیما ہے اور انسان کے دل کے خیالات کو جانچتا اور اس کے تصورات کے موافق اس سے عمل کرتا ہے۔ اُس نے اس کو اس صورت پر نہ پایا جس صورت میں فی الفور کامل ہاویہ کی سزا یعنی موت بلا توقف اُس پر نازل ہوتی اور ضرور تھا کہ وہ کامل عذاب اس وقت تک تھما رہے جب تک کہ وہ بیباکی اور شوخی سے اپنے ہاتھ سے اپنے لیے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور الہام الٰہی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا کیونکہ الہامی عبارت میں شرطی طور پر عذاب موت کے آنے کا وعدہ تھا نہ مطلق بلا شرط وعدہ لیکن خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ مسٹر عبد اللہ آتھم نے اپنے دل کے تصورات سے اور اپنے افعال سے اور اپنے حرکات سے اور اپنے خوف شدید سے اور اپنے ہولناک اور ہراساں دل سے عظمت اسلامی کو قبول کیا اور یہ حالت ایک رجوع کرنے کی قسم ہے جو الہام کے استثنائی فقرہ سے کسی قدر تعلق رکھتی ہے کیونکہ جو شخص عظمت اسلامی کو ردّ نہیں کرتا بلکہ اس کا خوف اُس پر غالب ہوتا ہے وہ ایک طور سے اسلام کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگرچہ ایسا رجوع عذاب آخرت سے بچا نہیں سکتا مگر عذاب دنیوی میں بیباکی کے دنوں تک ضرور تاخیر ڈال دیتا ہے۔ یہی وعدہ قرآن کریم اور بائیبل میں موجود ہے۔ اور جو کچھ ہم نے مسٹر عبد اللہ آتھم کی نسبت اور اس کے دل کی حالت کے بارہ میں بیان کیا یہ باتیں بے ثبوت نہیں بلکہ مسٹر عبد اللہ آتھم نے اپنے تئیں سخت مصیبت زدہ بنا کر اور اپنے تئیں شدائد غربت میں ڈال کر اور اپنی زندگی کو ایک ماتمی پیرایہ پہنا کر اور ہر روز خوف اور ہراس کی حرکات صادر کر کے اور ایک دُنیا کو اپنی پریشانی اور دیوانہ پن دکھلا کر نہایت صفائی سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت اور صداقت کو قبول کر لیا۔ کیا یہ بات جھوٹ ہے کہ اس نے پیشگوئی کے رُعبناک مضمون کو پورے طور پر اپنے پر ڈال لیا اور جس قدر ایک انسان ایک سچی اور واقعی بلا سے ڈر سکتا ہے اسی قدر وہ اس پیشگوئی سے ڈرا۔ اس کا دل ظاہری حفاظتوں سے مطمئن نہ ہو سکا اور حق کے رُعب

نے اس کو دیوانہ سا بنا دیا۔ سو خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اس کو ایسی حالت میں ہلاک کرے کیونکہ یہ اس کے قانون قدیم اور سنّتِ قدیمہ کے مخالف ہے اور نیز یہ الہامی شرط سے مغائر اور برعکس ہے۔ اور اگر الہام اپنی شرائط کو چھوڑ کر اَور طور پر ظہور کرے تو گو جاہل لوگ اس سے خوش ہوں مگر ایسا الہام الہامِ الٰہی نہیں ہو سکتا اور یہ غیر ممکن ہے کہ خدا اپنی قرار دادہ شرطوں کو بھول جائے کیونکہ شرائط کا لحاظ رکھنا صادق کے لیے ضروری ہے اور خدا اصدق الصادقین ہے۔ ہاں جس وقت مسٹر عبداللہ آتھم اس شرط کے نیچے سے اپنے تئیں باہر کرے اور اپنے لیے اپنی شوخی اور بیباکی سے ہلاکت کے سامان پیدا کرے تو وہ دن نزدیک آ جائیں گے اور سزائے ہاویہ کامل طور پر نمودار ہوگی اور یہ پیشگوئی عجیب طور پر اپنا اثر دکھائے گی۔

اور توجہ سے یاد رکھنا چاہیئے کہ ہاویہ میں گرائے جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پُورے کئے اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہوگیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لیے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں بے شک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بُھگت لیا، لیکن وہ بڑا ہاویہ جو موت سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں کسی قدر مہلت دی گئی کیونکہ حق کا رُعب اس نے اپنے سر پر لے لیا اس لیے وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اس شرط سے کسی قدر فائدہ اُٹھانے کا مستحق ہوگیا۔ جو الہامی عبارت میں درج ہے اور ضرور ہے کہ ہر ایک امر کا ظہور اسی طور سے ہو جس طور سے خدا تعالیٰ کے الہام میں وعدہ ہوا۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس ہمارے بیان میں وہی شخص مخالفت کریگا، جس کو مسٹر عبداللہ آتھم کے ان تمام واقعات پر پُوری اطلاع نہ ہوگی اور یا جو تعصب اور بُخل اور سیہ دلی سے حق پوشی کرنا چاہتا ہے۔

اور اگر عیسائی صاحبان اب بھی جھگڑیں اور اپنی مکارانہ کارروائیوں کو کچھ چیز سمجھیں یا کوئی اور شخص اس میں شک کرے تو اس بات کے تصفیہ کے لیے کہ فتح کس کو ہوئی آیا اہلِ اسلام کو جیسا کہ درحقیقت ہے یا عیسائیوں کو جیسا کہ وہ ظلم کی راہ سے خیال کرتے ہیں تو مَیں ان کی پردہ دری کے لیے مباہلہ کے لیے طیار ہوں۔ اگر وہ دروغگوئی اور چالاکی سے باز نہ آئیں تو مباہلہ اس طور پر ہوگا کہ ایک تاریخ مقرر ہو کر ہم فریقین ایک میدان میں حاضر ہوں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کھڑے ہو کر تین مرتبہ ان الفاظ کا اقرار کریں کہ اس پیشگوئی کے عرصہ میں اسلامی رُعب ایک طرفۃ العین کے لیے بھی میرے دل پر نہیں آیا اور مَیں اسلام اور نبی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناحق پر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں اور صداقت کا خیال تک نہیں آیا اور حضرت عیسیٰ کی ابنیّت اور الوہیت پر یقین رکھتا رہا اور رکھتا ہوں اور ایسا ہی یقین جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے عیسائی رکھتے ہیں اور اگر مَیں نے خلاف واقعہ کہا ہے اور حقیقت کو

چھپایا ہے تو اے خدائے قادر مجھ پر ایک برس میں عذاب موت نازل کر۔ اس دُعا پر ہم آمین کہیں گے اور اگر دعا کا ایک سال تک اثر نہ ہوا اور وہ عذاب نازل نہ ہوا جو جھوٹوں پر نازل ہوتا ہے تو ہم ہزار روپیہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو بطور تاوان کے دیں گے۔ چاہیں تو پہلے کسی جگہ جمع کرا لیں۔ اور اگر وہ ایسی درخواست نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ وہ کاذب ہیں اور غلو کے وقت اپنی سزا پائیں گے۔ ہمیں صاف طور پر الہاماً معلوم ہو گیا ہے کہ اس وقت تک عذاب موت ٹلنے کا یہی باعث ہے کہ عبداللہ آتھم نے حق کی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کی وجہ سے قبول کر کے ان لوگوں سے کسی درجہ پر مشابہت پیدا کر لی ہے جو حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس لیے ضرور تھا کہ ان کو کسی قدر اس شرط کا فائدہ ملتا۔ اور اس امر کو وہ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جو اُن کے حالات پر غور کریں اور ان کی تمام بیقراریوں کو ایک جگہ میزان دے کر دیکھیں کہ کہاں تک پہنچ گئی تھیں۔ کیا وہ ہاویہ تھا یا کچھ اَور تھا۔ اور اگر کوئی ناحق انکار کرے تو اس کے سمجھانے کے لیے وہ قطعی فیصلہ ہے جو مَیں نے لکھ دیا ہے تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ ہم اپنے مخالفین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہی سچ ہے ہاں یہی سچ ہے۔ اور ہم پھر مکرر لکھتے ہیں کہ ضرور مسٹر عبداللہ آتھم نے کسی قدر ہاویہ کی سزا بھگت لی ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ قطرب اور مانیا کے مقدمات بھی ان کے دماغ کو نصیب ہو گئے ہیں جن کی طرف الہام الٰہی کا ہم اشارہ پاتے ہیں اور جس کے نتائج عنقریب کھلیں گے۔ کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ پس اے حق کے طالبو۔ یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ بجگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا تو بیشک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دُور رہا۔ مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت۔ اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیشگوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اُس کے ان مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بیشک ہاویہ میں گرا۔ ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور جو ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا۔ کیونکہ اس نے عظمتِ اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط

نوٹ :۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ یہ ہزار روپیہ باضابطہ تحریر لینے کے بعد پہلے دے دیں گے۔ یہ قطعی اقرار ہے۔ منہ

نوٹ :۔ درخواست کے لیے روز اشاعت سے یعنی بذریعہ اشتہار پہنچنے کے بعد ایک ہفتہ کی میعاد ہے ۔

سے فائدہ اُٹھا لیا مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہنچ گئی اور وہ درد اور دُکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا۔ اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا ہوا۔ اور کلمۂ اسلام اونچا ہوا۔ اور عیسائیت نیچے گری فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

یہ تو مسٹر عبد اللہ آتھم کا حال ہوا مگر اس کے باقی رفیق بھی جو فریق بحث کے لفظ میں داخل تھے اور جنگ مقدس کے مباحثہ سے تعلق رکھتے تھے خواہ وہ تعلق اعانت کا تھا یا بانی کار ہونے کا یا مجوز بحث یا حامی ہونے کا یا سرگروہ ہونے کا، ان میں سے کوئی بھی اثر ہاویہ سے خالی نہ رہا۔ اور اُن سب نے میعاد کے اندر اپنی اپنی حالت کے موافق ہاویہ کا مزہ دیکھ لیا۔ چنانچہ اول خدا تعالیٰ نے پادری رائٹ کو لیا جو دراصل اپنے رتبہ اور منصب کے لحاظ سے اس جماعت کا سرگروہ تھا اور وہ عین جوانی میں ایک ناگہانی موت سے اس جہان سے گذر گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی بے وقت موت سے ڈاکٹر مارٹین کلارک اور ایسا ہی اس کے دوسرے تمام دوستوں اور عزیزوں اور ماتحتوں کو سخت صدمہ[1] پہنچایا اور ماتمی کپڑے پہنا دیئے اور اس کی بیوقت موت نے ان کو ایسے دُکھ اور درد میں ڈالا جو ہاویہ سے کم نہ تھا۔ اور ایسا ہی پادری ہاول بھی ایسی سخت بیماری میں پڑا کہ ایک مدّت کے بعد مَر مَر کے بچا اور پادری عبد اللہ بھی سخت بیماریوں کے ہاویہ میں گرا اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا۔ اور جہاں تک ہمیں علم ہے ان میں سے کوئی بھی ماتم اور مصیبت یا ذلّت اور رسوائی سے خالی نہ رہا اور نہ صرف یہی بلکہ انہیں دنوں میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص طور پر سخت ذلّت اور رسوائی ان کو پہنچائی جس سے تمام ناک کٹ گئے اور وہ لوگ مسلمانوں کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے کیونکہ مَیں نے خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر عیسائی پادریوں کی علمی قلعی کھولنے کے لیے اور اس بات کے ظاہر کرنے کے لیے کہ قرآن اور اسلام پر حملہ کرنے کے لیے زبان دانی کی ضرورت ہے اور یہ لوگ زبان عربی سے بے بہرہ ہیں۔ ایک کتاب جس کا نام نور الحق ہے عربی فصیح میں تالیف کی اور عماد الدین اور دوسرے تمام باقی پادریوں کو رجسٹری کرا کر خط بھیجے گئے کہ اگر عربی دانی کا دعویٰ ہے جو اسلامی مسائل میں خوض کرنے اور قرآنی فصاحت پر حملہ کرنے کے لیے ضروری ہے تو اس کتاب کے مقابل پر ایسا ہی عربی میں کتاب بناویں اور پانچ ہزار روپیہ انعام پاویں۔ اور اگر انعام کے بارہ میں شک ہو تو پانچ ہزار روپیہ پہلے جمع کرا دیں۔ اور یہ بھی لکھا گیا کہ اسلامی صداقت کا یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے۔ اگر اس کو توڑ دیں اور عربی میں ایسی کتاب بلیغ فصیح بنا دیں

فٹ نوٹ[1] پادری رائٹ صاحب کی وفات پر جو افسوس گرجا میں ظاہر کیا گیا اس میں عیسائیوں کی مضطربانہ اور خوفزدہ حالت کا نظارہ مفصلہ ذیل الفاظ سے آئینۂ دل میں منقش ہو سکتا ہے جو اس وقت پر یچر کے مرعوب اور مغضوب دل سے نکلے اور وہ یہ ہیں۔ آج رات خدا کے غضب کی لاٹھی بے وقت ہم پر چلی اور اس کی خفیہ تلوار نے بیخبری میں ہم کو قتل کیا۔ ویس رائٹ صاحب امرتسر کے آنریری مشنری تھے اور علاوہ ازیں پادری فورمن لاہور میں مرے۔

تو انعام مذکور بلا تامل ان کو ملے گا۔ جس جگہ چاہیں اپنی تسلی کیلئے روپیہ جمع کرالیں اور بالمقابل کتاب بنانے کی حالت میں نہ صرف انعام بلکہ آئندہ تسلیم کیا جائے گا کہ درحقیقت وہ اپنے دعویٰ کے موافق مولوی ہیں اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ قرآن شریف کی فصاحت بلاغت پر اعتراض کریں۔ اور نیز وہ بالمقابل کتاب بنانے سے ہمارے الہام کا کذب بھی بڑے سہل طریق سے ثابت کردیں گے اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو پھر ثابت ہوگا کہ وہ جھوٹ اور افتراء سے اپنے تئیں مولوی نام رکھتے ہیں اور درحقیقت جاہل اور نادان ہیں اور نیز اس صورت میں وہ ہزار لعنت بھی ان پر پڑے گی جو رسالہ نور الحق کے چار صفحوں میں بلکہ کچھ زیادہ میں صرف اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ اگر یہ پادری لوگ بالمقابل رسالہ نہ بناسکیں اور نہ اپنے تئیں مولوی اور عربی دان کہلانے سے باز آویں اور نہ قرآن کی اعجازی فصاحت پر حملہ کرنے سے رکیں تو یہ ہزار لعنت ان پر قیامت تک ہے، لیکن باوجود ان سخت لعنتوں کے جو مرنے سے کروڑ ہا درجہ بدتر ہیں پادری عماد الدین اور دوسرے تمام پنجاب اور ہندوستان کے عیسائی جو مولوی کہلاتے اور عربی دان ہونے کا دم مارتے تھے جواب لکھنے سے عاجز رہ گئے۔ اور باوجود اس کے اپنے ناجائز حملوں سے باز نہ آتے بلکہ انہیں دنوں میں پادری عماد الدین نے شرم اور حیا کو علیحدہ رکھ کر قرآن شریف کا ترجمہ چھاپا اور اپنی طرف سے اس پر نوٹ لکھے اور اس ہزار لعنت کا پہلا وارث اپنے تئیں بنایا اور جیسا کہ مباحثہ کی پیشگوئی میں درج تھا کہ اس فریق کو سخت ذلت پہنچے گی جو عمداً جھوٹ کو اختیار کررہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے ویسا ہی وہ تمام ذلت اور رسوائی ان نادان پادریوں کے حصہ میں آئی اور آئندہ کسی کے آگے مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہے اور ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ سب لوگ فریق بحث میں داخل اور مسٹر عبد اللہ آتھم کے معین اور حامی تھے۔ بلکہ بحث کے بعد بھی یہ لوگ خیانت کے طور پر اخباروں کے کالم سیاہ کرتے رہے۔ اب دانا سوچ لے کہ ہر یک کو ہاویہ ان میں سے نصیب ہوا یا کچھ کسر رہ گئی۔ اور ہم اس جگہ ہر یک دانا اور روشن دل کو انصاف کے لیے منصف بناتے ہیں کہ کیا اس قدر ذلت اور رسوائی ہاویہ کا نمونہ ہے یا نہیں۔ اور کیا وہ ذلت جس کا الہامی عبارت میں وعدہ تھا اس سے یہ لوگ بچ سکے یا پورا پورا حصہ لیا۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ اس نے بعد پیشگوئی کے ہر یک پہلو سے ان لوگوں کو ملزم کیا اور سب پر پیشگوئی کو جال کی طرح ڈال دیا۔ بعض کو اسرائیلی قوم کے نافرمانوں کی طرح دن رات کے دھڑکا اور خوف اور ہول کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ جیسے مسٹر عبد اللہ آتھم کہ خدا تعالیٰ نے اس کے دل پر وہم کو مستولی کردیا اور وہ قوم یہود کی طرح جان کے ڈر سے جا بجا بھٹکتا پھرا۔ اور دیوانہ پن کے حالات ان میں پیدا ہوگئے اور اُس کے حواس اُڑ گئے۔ اور قطرب اور مانیا کی بیماری کا بہت سا حصہ اس کو دیا گیا اور اس کے دماغ کی صحت جاتی رہی اور ہوش میں فرق آیا۔ اور ہر وقت موت سامنے دکھائی دی اور اس نے اس قدر خوف اور ڈر اور ہول کو اپنے دل میں جگہ دی کہ عظمت اسلام پر مُہر لگادی اور اپنے اس خوف اور دھڑکا کو شہر بشہر لئے پھرا۔ اور ہزاروں کو اس بات پر گواہ بنادیا کہ اس کے دل نے اسلام کی بزرگی اور صداقت کو قبول کرلیا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ وہ اس لیے شہر بشہر بھاگتا

پھر اکہ مسلمانوں کے قتل کرنے سے ڈرتا تھا کیونکہ امرتسر کے پولیس کا کچھ ناقص اور ادھورا انتظام نہ تھا تا وہ لدہانہ کی پولیس کی پناہ لیتا اور پھر لدہانہ میں کسی نے اس پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا تا وہ فیروزپور کی طرف بھاگتا۔

پس اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اسلامی ہیبت کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہوگیا جو قطرب کی بیماری میں مبتلا ہو۔ اور حقانی عظمت نے اس کے دماغ پر بہت کچھ کام کیا جس کی وہ برداشت نہ کر سکا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس غم میں ایک سوداتی کی طرح پایا۔ پس اس نے اپنے الہامی وعدوں کے موافق اس وقت تک اس کو تاخیر دی جب تک وہ اپنی بیباکی کی طرف رجوع کر کے بدزبانی اور توہین اور گستاخی کی طرف میل کرے۔ اور شوخی اور بیباکی کے کاموں کی طرف قدم آگے رکھ کر اپنے لیے ہلاکت کے اسباب پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی غیرت کا محرک ہو اور اگر کوئی انکار کرے کہ ایسا نہیں اور وہ اسلامی عظمت سے نہیں ڈرا تو اس پر واجب ہوگا کہ اس ثبوت کے لیے مسٹر عبداللہ آتھم کو اس اقرار اور حلف کے لیے آمادہ کرے جس سے ایک ~~ہزار~~ روپیہ بھی اس کو ملے گا۔ ورنہ ایسے شخص کا نام بجز نادان متعصب کے اور کیا رکھ سکتے ہیں۔ کیا یہ بات سچائی کے کھولنے کے لیے کافی نہیں کہ ہم نے صرف عبداللہ آتھم کے حالات پیش نہیں کئے مگر ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دے دیا۔ اور یاد رکھو کہ وہ اس اشتہار کی طرف رُخ نہیں کریگا۔ کیونکہ کاذب ہے۔ اور اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ وہ اس خوف سے مرنے تک پہنچ چکا تھا اور یاد رہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم میں کامل عذاب کی بنیادی اینٹ رکھ دی گئی ہے اور وہ عنقریب بعض تحریکات سے ظہور میں آجائے گی۔ خدا تعالیٰ کے تمام کام اعتدال اور رحم سے ہیں اور کینہ ور انسان کی طرح خواہ نخواہ جلد باز نہیں اور اس کی تلوار ڈرنے والے دل پر نہیں چلتی بلکہ سخت اور بیباک پر اور وہ اپنے لفظ لفظ کا پاس کرتا ہے۔ پس جس حالت میں الہامی عبارت میں مدعا یہ تھا کہ حق کی طرف کسی قدر جھکنے کی حالت میں موت وارد نہیں ہوسکتی بلکہ موت اسی حالت میں ہوگی کہ جبکہ بیباکی اور شوخی میں زیادتی کرے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ مسٹر عبداللہ آتھم پر ایسے دنوں میں موت آجاتی جبکہ اس نے اپنے مضطربانہ افعال سے ایک جہان کو دکھا دیا کہ عظمت اسلام اس کے دل پر سخت اثر کر رہی ہے اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ جس دل پر اسلامی پیشگوئی کی عظمت بہت ہی غالب ہوگئی گو اس دل نے اپنے نفسانی تعلقات کی وجہ سے اپنے مذہب کو چھوڑنا نہ چاہا۔ مگر بیشک اس کے دل نے حق کی تعظیم کر کے رجوع کرنے والوں میں اپنے تئیں شامل کر لیا بلکہ ایسا ڈرا کہ بہت سے عام مسلمان بھی ایسا نہیں ڈرتے۔ غلبۂ خوف نے اسکو سودائی سا بنا دیا۔ سو خدا تعالیٰ کے کمال رحم نے یہ ادنیٰ فائدہ اس سے دریغ نہ کیا کہ ہاویہ کی کامل سزا میں الہامی شرط کے موافق تاخیر ڈال دی گو ہاویہ کی سزا سے بچ نہ سکا مگر کامل سزا سے بچ گیا۔ جس قدر خدا تعالیٰ نے اُس پر رُعب ڈال دیا۔ یہ وہ امر ہے جو اس زمانہ کے صفحہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

اور ہم مکرر لکھتے ہیں کہ اس کا ثبوت اس نے اپنی خوفزدہ حالت سے آپ دے دیا۔ اور اگر کوئی متعصب اب بھی شک کرے تو پھر دوسرا معیار وہی ہے جو کہ ہم لکھ چکے ہیں اور ہم زور سے کہتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم اس مقابلہ کی طرف

رجوع نہیں کریگا کیونکہ وہ اپنے دل کے حالات سے بے خبر نہیں اور اس کا دل گواہی دیگا کہ ہمارا الہام سچّا ہے گو وہ اس بات کو ظاہر نہ کرے مگر اس کا دل اس بیان کا مصدق ہوگا، لیکن اگر دنیا کی ریاکاری سے اس مقابلہ پر آتے گا تو پھر الٰہی عذاب کامل طور سے رجوع کرے گا۔ اور ہم حق پر ہیں اور دنیا دیکھے گی کہ ہماری یہ باتیں صحیح ہیں یا نہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ بھی دکھا دیا کہ فریق مخالف جو بحث کرنے والے یا ان کے حامی یا بانی کار یا مجوز تھے کوئی بھی ان میں سے مَسِ عذاب سے نہیں بچا۔ جیسا کہ ہم ابھی تفصیل کر چکے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے مبارک وہ جو اس کے تمام پہلوؤں کو سوچیں اور اپنے نفسوں پر ظلم نہ کریں۔ ہم بے ثبوت کسی پر جبر کرنا نہیں چاہتے بلکہ یہ واقعات آفتاب کی طرح روشن ہیں اور ہم غور کرنے کیلئے سب کے آگے رکھتے ہیں اور اگر کوئی ایسا ہی اندھا ہو جو کچھ سمجھ نہ سکے تو ہم نے اس اشتہار میں اس کے لیے ایک ایسا معیار جدید مقرر کر دیا ہے جو بڑی صفائی سے اس کو مطمئن کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ فطرتی فہم اور انصاف سے حصہ رکھتا ہو اور تعصب کی تاریکی کے نیچے دبا ہوا نہ ہو اور نہ عقل سے بے بہرہ ہو۔

اور مسلمان مخالفوں کو چاہیئے جو خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تعصب اور انکار میں دوسری قوموں کے شریک نہ بن جائیں کیونکہ دوسری قومیں خدا تعالیٰ کی سُنتوں اور عادتوں سے ناواقف ہیں اور اس کی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے بے خبر۔ مگر اسلامی تعلیم پانے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ کیونکر خدا تعالیٰ پیشگوئیوں میں اپنی شرائط کی رعایت رکھتا ہے۔ بلکہ بعض وقت خدا تعالیٰ ایسی شرائط کا بھی پابند ہوتا ہے جو پیشگوئیوں میں بتصریح بیان نہیں کی گئیں تاکہ اپنے بندوں کی آزمائش کرے۔ اور بعض وقت یہ آزمائش بہت ہی دقیق ہوتی ہے جو بظاہر عدم ایفاء وعدہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اس بحث کو سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب کے انیسویں مقالہ صفحہ ۱۱۵۔ اور نیز دوسرے مقامات میں بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب فیوض الحرمین کے صفحہ ۷۴ میں اسی بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ تحقیق کرنے والے ان مقامات کو دیکھیں اور غور کریں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو صریح فتح کے آثار اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ چاہیئے کہ لوگ تعصب کو الگ کر کے سوچیں کہ کیا کیا آثار نمایاں اس پیشگوئی کے ظاہر ہو گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فریق مخالف پر یعنی اس سارے گروہ پر جو جو حادثے پڑے وہ اتفاقی ہیں اور خدا تعالیٰ کے ارادے کے بغیر ظاہر ہو گئے ہیں۔

اے مسلمانو! برائے خدا اس میں غور کرو اور ان میں حصہ نہ لو جن کی آنکھیں تعصب سے جاتی رہیں جن کے دل مارے بخل کے موٹے ہو گئے۔ ہماری پیشگوئی خدا تعالیٰ نے جہاں تک الہامی الفاظ اور شرائط اس کے ذمہ وار تھے۔

نوٹ:۔ یہ ثابت ہے کہ یہ عاجز کسی جگہ کا بادشاہ نہ تھا بلکہ قوم کا متروک اور مسلمانوں کی نظر میں کافر اور اپنے چال چلن کی رو سے کوئی خونریز اور ڈاکو نہیں تھا۔ پھر اس قدر دہشت کہاں سے پڑ گئی۔ اگر یہ خوف حق نہیں تھا تو اور کیا تھا۔

بہت صفائی سے پوری کردی۔ اب وہ رسہ جو ہم نے دروغگو نکلنے کی حالت میں اپنے لیے تجویز کیا تھا ان عیسائیوں کے گلے میں پڑ گیا جن پر یہ قضا و قدر نازل ہوئی۔ اور اس رسہ کے وہ نادان بھی شریک ہیں جو سمجھنے والا دل نہیں رکھتے اور تعصب نے ان کو اندھا کر دیا۔ بیشک فتح اسلام ہوئی اور نصاریٰ کو ہر طرف سے ذلت اور رسوائی پہنچی۔ خدا تعالیٰ کی آواز نے اس فتح کو روشن کر کے دکھا دیا اور آئندہ اور بھی اپنے فضل و کرم سے دکھائے گا مگر عیسائی لوگ شیطانی منصوبہ اور شیطانی آواز سے چاہتے ہیں کہ فتح کا دعویٰ کریں لیکن خدا ان کے مکر کو پاش پاش کر دے گا۔ ضرور تھا کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے کیونکہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے جس کا ماحصل اور مُدعا یہ ہے کہ اس مہدی موعود کے وقت جو آخری زمانہ میں آنے والا ہے مہدی کے گروہ اور عیسائیوں کا ایک مباحثہ واقعہ ہوگا اور آسمانی آواز یعنی آسمانی نشانوں اور علامتوں اور قراین سے یہ ثابت ہوگا کہ الحق مع آل محمدؐ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ جو آل کی طرح اور اس کے وارث ہیں حق پر ہیں اور شیطانی مکاید سے جابجا یہ آواز آئے گی کہ الحق مع آل عیسیٰ یعنی جو عیسیٰ کے لوگ کہلاتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ مگر آخر خدا تعالیٰ کھول کر دکھلا دے گا کہ آل محمد ہی حق پر ہے اور دین اسلام ہی کی فتح ہے۔ سو اے مخالف لوگو دانستہ اپنے تئیں ہلاک مت کرو۔ حق اسلام کے ساتھ ہے اور ہوگا مبارک وہ دل جو باریک سمجھ رکھتے ہیں اور تعصب اور بُخل کے گڑھے میں نہیں گرتے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

المشتہر خاکسار غلام احمدؐ از قادیان۔ گورداسپور
مورخہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اوّل کے صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۲ پر ہے)

۱۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی کی تھی اس کی حقیقت

چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کی میعاد پوری ہو گئی۔ اور ابھی پیشگوئی کے پورے ہونے کا نام ونشان نہیں۔ اس لیے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لیے لکھا جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کے دو حصہ تھے۔ پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد بیگ کی وفات معہ اس کی دوسری مصیبتوں کے تھی اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کی نسبت تھا جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔ یہ دونوں حصّے ایک ہی پیشگوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے۔ چنانچہ مدت دو سال گذر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا اور جیسا کہ پیشگوئی کا منشاء تھا اس نے اپنی زندگی میں پیشگوئی کے بعد اپنے بیٹے کی وفات اور دو ہمشیروں کی وفات اور کئی قسم کی حرج اور تکالیف مالی اور کئی ناکامیاں دیکھ کر آخر مقام ہوشیار پور میں میعاد کے اندر وفات کی اور اس حصہ پیشگوئی کی نسبت میاں شیخ بٹالوی صاحب نے اپنی اشاعۃ السنہ میں لکھا کہ اگرچہ یہ پیشگوئی تو پوری ہو گئی مگر یہ الہام سے نہیں بلکہ علم رمل یا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئی۔ غرض اس بات سے بڑے بڑے دشمن بھی انکار نہ کر سکے کہ اس پیشگوئی کا نصف حصہ بڑی صفائی سے پورا ہو گیا۔ باقی رہا دوسرا حصہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے یہ اگر میعاد مقررہ میں پورا نہ ہوا بلکہ میعاد کے بعد پورا ہوا تو اس پر وہی لوگ اعتراض کریں گے جن کو خدا تعالیٰ کی ان سنتوں اور قانون سے بیخبری ہے جو اس کی پاک کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں جو تخویف اور انذار کی پیشگوئیاں جس قدر ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں اور اگر وہ لوگ نزول عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں تو وہ عذاب کسی ایسے وقت پر جا پڑتا ہے کہ جب وہ لوگ

اپنی پہلی عادات کی طرف پھر رجوع کریں۔ یہی سنّت اللہ ہے کہ قرآن کریم اور دوسری الٰہی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے اور چونکہ یہ سنّت مستمرہ اور عادت قدیمہ حضرت باری جل اسمہٗ کی ہے جس کا ذکر اس کی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے اس لیے انذار اور تخویف کے الہامات میں کچھ ضرور نہیں ہوتا کہ شرط کے طور پر اس سُنّت اللہ کا الہام میں ذکر بھی کیا جائے۔ کیونکہ کوئی الہام اس سنّت اللہ کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں دائمی طور پر پائی جاتی ہے۔ وجہ یہ کہ ہر ایک الہام کے لیے کتاب الٰہی بطور امام اور مہیمن کے ہے اور ضرور ہے کہ الہام اپنے امام کی سنن اور حدود سے تجاوز نہ کرے ورنہ وہ الہام الٰہی نہیں ہو سکتا۔

اب بعد اس تمہید کے جاننا چاہیئے کہ یہ پیشگوئی بھی بطور انذار اور تخویف کے تھی۔ اور موت کا وعدہ بھی بطور عذاب کے وعدہ کے تھا۔ کیونکہ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جو دختر احمد بیگ مسمّٰی سلطان محمد سے بیاہی گئی۔ اس کا والد اور اس کے اقارب اور عزیز بہت بیدین تھے اور تکذیب حق میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اور ایک ان میں سے سخت دہریہ تھا جو اسلام سے مُرتد ہو کر اسلام کے مخالف اشتہار چھپاتا اور خدا تعالیٰ کے پاک دین کی بے ادبیاں کرتا تھا اور دوسرے سب اس کے موافق اور محب تھے۔ سو ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مرتبہ اُس نے اشتہار چھپایا اور اسلام کی بہت توہین کی اور اس عاجز سے اسلام کی صداقت کے لیے نشان چاہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر ٹھٹھا کیا اور دوسرے اس سے الگ نہیں ہوئے بلکہ اس کے ساتھ رہے اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو وہ نشان دکھلاوے جس سے وہ ذلیل ہوں۔ پس اُس نے اُس تمام ملحد گروہ کے حق میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ وَیَرُدُّهَا اِلَیْکَ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰهِ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ یعنی ان لوگوں نے ہمارے نشانوں کی تکذیب کی اور ان سے ٹھٹھا کیا۔ سو خدا اُن کے شر دور کرنے کے لیے تیرے لیے کافی ہوگا اور انہیں یہ نشان دکھلائے گا کہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا یعنی آخر وہ تیرے نکاح میں آئے گی۔ اور خدا سب روکیں درمیان سے اُٹھا دے گا۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ تیرا رب ایسا قادر ہے کہ جس کام کا وہ ارادہ کرے اس کام کو وہ اپنے

نوٹ :۔ اس عادت اللہ سے تو سارا قرآن اور پہلی سماوی کتابیں بھری ہوئی ہیں کہ عذاب کی پیشگوئیوں کی میعاد توبہ اور استغفار سے اور حق کی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈالنے سے ٹلتی رہی ہے۔ جیسا کہ یونس نبی کا قصہ ہی اس پر شاہد ہے جن کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی تھی، لیکن حضرت آدم سے لے کر ہمارے نبی صلعم تک ایسی کوئی نظیر کسی نبی کے عہد میں نہیں ملے گی اور نہ کسی ربّانی کتاب میں اس کا پتہ ملے گا کہ کسی شخص یا کسی قوم نے عذاب کی خبر سُن کر اور اس کی میعاد سے مطلع ہو کر قبل نزول عذاب توبہ اور خوف الٰہی کی طرف رجوع کیا ہو اور پھر بھی ان پر پتھر برسے ہوں یا اور کسی عذاب سے وہ ہلاک کئے گئے ہوں اور اگر کسی کی نظر میں کوئی بھی نظیر ہو تو پیش کرے اور یاد رکھے کہ وہ ہرگز کسی ربّانی کتاب سے پیش نہیں کر سکے گا پس ناحق ایک متفق علیہا صداقت سے انکار کر کے اپنے تئیں جہنم کا ایندھن نہ بناویں۔ منہ

منشاء کے موافق ضرور پورا کرتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اس قوم کے لیے نشان تھا جو بیباکی اور نافرمانی اور ٹھٹھے میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے اور اس الہام کی تفصیل یعنی فقرہ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللهُ کی شرح دوسرے الہاموں سے یہ معلوم ہوئی تھی کہ خدا تعالیٰ احمد بیگ کو نکاح سے تین سال کے اندر بلکہ بہت قریب موت دے گا اور اس کے داماد کو اڑھائی سال کے اندر روز نکاح سے وفات دے گا اور جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں احمد بیگ میعاد کے اندر یعنی روز نکاح سے چھ ماہ بعد وفات پا گیا اور اس نے ڈرانے والے الہام کی کیفیت دیکھ لی جو اس کو سنایا گیا تھا۔ ویسا ہی اس کے بیدین اقارب کو اس کے مرنے کا صدمہ کامل طور پر پہنچ گیا، لیکن اس کا داماد جو ڈھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا۔ اور نہ صرف اس کے دل پر بلکہ اس کے تمام متعلقین کو اس خوف اور حزن نے گھیر لیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب دو آدمی کی موت ایک ہی پیشگوئی میں بیان کی گئی ہو اور ایک ان میں سے میعاد کے اندر مر جائے تو وہ جو دوسرا باقی ہے اس کی بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ ایک ہی موت کے دونوں نیچے تھے۔ پس جو زندہ رہ گیا ہے وہ جب ایسی موت کو دیکھتا ہے ایک ایسا جانکاہ غم اس کو پکڑ لیتا ہے کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یعنی وہ بھی قریب قریب میت ہی کے ہوتا ہے۔ سو ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ احمد بیگ کے مرنے کے بعد جس کی موت پیشگوئی کی ایک جزو تھی دوسری جُز والے کا کیا حال ہوا ہوگا گویا وہ جیتا ہی مر گیا ہوگا۔ چنانچہ اس کے بزرگوں کی طرف سے دو خط ہمیں بھی پہنچے جو ایک حکیم صاحب باشندۂ لاہور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے جن میں انہوں نے اپنے توبہ اور استغفار کا حال لکھا ہے سو ان تمام قرائن کو دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ تاریخ وفات سلطان محمد قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ ایسی تاریخیں جو تخویف اور انذار کے نشانوں میں سے ہوتی ہیں ہمیشہ بطور تقدیر معلق کے ہوتی ہیں اور سلطان محمد اور اس کے اقارب اس لیے مجرم ٹھہر گئے کہ انہوں نے یہ گناہ کیا کہ ان کو ہم نے بار بار بوساطت بعض مخلصوں اور نیز خطوط کے ذریعہ سے بہت کھول کر سُنا دیا تھا کہ یہ پیشگوئی ایک قوم سرکش کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے تم ان کے ساتھ مل کر ویسے ہی مستوجب عذاب مت بنو مگر چونکہ وہ بھی سخت دل اور دنیا پرست تھے اس لیے انہوں نے نہ مانا اور اسی طرح ٹھٹھا اور ہنسی کی اور اپنی بیباکی سے اس رشتہ سے دستکش نہ ہوئے۔ مگر احمد بیگ کی وفات کے بعد ان کے دلوں پر سخت رُعب طاری ہوا۔ اور انہوں نے ربّانی پیشگوئی کے خوف و غم کو کسی قدر اپنے دلوں پر غالب کر لیا۔ اور اگرچہ سخت دل بہت تھے لیکن احمد بیگ کے مرنے نے اُن کی کمر توڑ دی اور اسی وجہ سے انکی طرف سے عذر اور پشیمانی کے خط بھی پہنچے اور جبکہ وہ اپنے دلوں میں بہت ڈرے اور سخت ہراساں ہوئے پس ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی سُنّت قدیمہ کے موافق تاریخ عذاب کو کسی اور موقع پر ڈال دے یعنی ان دنوں پر جبکہ وہ لوگ اپنی حالت بیباکی اور تکبّر اور غفلت کی طرف کامل طور سے رجوع کر لیں کیونکہ عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے

جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے لیکن نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لیے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالےٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ سو ان دنوں کے بعد جب خدا تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو دیکھے گا کہ سخت ہو گئے اور انہوں نے اس ڈھیل اور مہلت کا قدر نہ کیا جو چند روز تک ان کو دی گئی تھی تو وہ اپنی پاک کلام کی پیشگوئی پوری کرنے کے لیے متوجہ ہوگا اور اسی طرح کریگا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں۔ اب اس عظیم الشان پیشگوئی سے ظاہر ہے کہ وہ کیا کیا کرے گا اور کون کون سی قہری قدرت دکھلائے گا اور کس کس شخص کو روک کی طرح سمجھ کر اس دنیا سے اٹھا لے گا۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جو قریباً سات برس سے شائع ہو چکی ہے اور اس وقت سے بذریعہ اشتہارات شائع ہے جبکہ احمد بیگ کی دختر کا سلطان محمد سے ناطہ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ کسی کے خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس جگہ ناطہ ہوگا۔ سو خدا نے اور روکیں تو اس عورت کے نکاح کے بعد اٹھا لیں یعنی احمد بیگ اور اس کی دو ہمشیرہ کو جو سخت مانع تھی اس دنیا سے اٹھا لیا۔ باقی جو کچھ خدا تعالیٰ کریگا لوگ دیکھیں گے۔ یہ نشان ہے جو ایسے لوگوں کو دیا جائے گا جو ہماری قوم اور کنبہ سے خدا سے اور خدا کے دین سے منکر اور اس غفلت خانہ سے محبت لگائے بیٹھے ہیں، لیکن اب بہتیرے جاہل اس میعاد گذرنے کے بعد ہنسی کریں گے[1] اور اپنی بدنصیبی سے صادق کا نام کاذب رکھیں گے، لیکن وہ دن جلد آتے جاتے ہیں کہ جب یہ لوگ شرمندہ ہوں گے اور حق ظاہر ہوگا اور سچائی کا نور چمکے گا اور خدا تعالیٰ کے غیر متبدل وعدے پورے ہو جائیں گے۔ کیا کوئی زمین پر ہے جو ان کو روک سکے؟ بدبخت انسان بدظنی کی طرف جلدی کرتا ہے۔ اور حلیم طبیعت اور عمیق فکر کے ساتھ نہیں سوچتا۔

اے بدفطرتو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ۔ لعنتیں بھیجو، ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغگو رکھو، لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔ تم ہم پر لعنت کرو تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ میں نے

---

[1] نوٹ :- جاننا چاہیئے کہ اسلامی پیشگوئیاں بھی منجملہ سماوی علوم کے ایک عظیم الشان علم ہے جو ربانی کتاب کی سنتوں اور قانون سے باہر نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ ان کی نسبت کچھ رائے ظاہر کریں اُن پر فرض ہے کہ پہلے ربانی کتاب کا علم ان کو حاصل ہو کیونکہ وہ پیشگوئیاں الٰہی کتاب کے زیر سایہ چلتی ہیں۔ منہ

بہت چاہا کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں اور تاریکی سے تمہیں نکالوں اور نور کے فرزند بناؤں، لیکن تمہاری بدبختی تم پر غالب آگئی۔ سو اب جو چاہو لکھو۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے جب تک وہ دن نہ آوے کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ ضرور تھا کہ تمہیں ابتلاء میں ڈالے اور تمہاری آزمایش کرے تا تمہارے جھوٹے دعوے فہم اور فراست اور تقویٰ اور علم قرآن کے تم پر کھل جائیں۔

یاد رکھو کہ عورت مذکورہ کے نکاح کی پیشگوئی اس قادر مطلق کی طرف سے ہے جس کی باتیں ٹل نہیں سکتیں لیکن قرآن بتلا رہا ہے کہ ایسی پیشگوئیوں کی میعادیں معلق تقدیر کی قسم میں سے ہوتی ہیں۔ لہٰذا ان کی تبدل اور تغیر کی وجوہ پیدا ہونے کے وقت ضرور وہ تاریخیں اور میعادیں ٹل جاتی ہیں۔ یہی سنت اللہ ہے جس سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ پس ہر ایک پیشگوئی جو وحی اور الہام کے ذریعہ سے ہوگی ضرور ہے کہ وہ اسی سنّت کے موافق ہو جو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں قرار پاچکی ہے اور اس زمانہ میں اس سے یہ فائدہ بھی منصور ہے کہ جو علوم ربّانی دنیا سے اُٹھ گئے تھے پھر لوگوں کی ان پر نظر پڑے اور معارف فرقانی کی تجدید ہو جائے اور نہ صرف پیشگوئی ظاہر ہو بلکہ ساتھ اس کے معارف بھی تازہ ہو جائیں اور اس پیشگوئی کے متعلق جو دقیقہ معرفت ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اسی قوم کے ڈرانے کے لیے ہے جن کی طبیعتوں میں الحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا تھا۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے پہلے کلمات میں ہی فرمایا کہ یہ لوگ میری آیتوں کی تکذیب کرتے اور میرے نشانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ پس جبکہ یہ پیشگوئی انذار اور تخویف پر مشتمل تھی اور موت کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے اس لیے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی اس سنّت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بتصریح موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مہیمن اور امام کتاب میں یہ دائمی قاعدہ باندھ دیا ہے کہ فاسقوں اور کافروں کے رجوع اور توبہ سے میعاد عذاب میں تاخیر واقعہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب وہ فسق اور کُفر اور سرکشی اور شوخی اور تکبر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اسباب ہلاکت پیدا کر لیتے ہیں تو وہ لازوال وعدہ ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ اور جب کتاب الٰہی میں ایک صریح سنّت اللہ موجود ہو جس کی رعایت بہرحالت ضروری ہے تو الہام میں یہ ضروری نہیں ہوگا کہ شرط کے طور پر اس سنّت کا ذکر کیا جائے کیونکہ الہام ہمیشہ کتاب الٰہی کا تابع اور اس کی شرائط کا پابند ہے اور ممکن نہیں کہ صحیح اور حق الہام اس کے برخلاف ہو۔ پس اگر الہام میں ایک بات کا شرط کے طور صریح ذکر موجود ہو یا نہ ہو، لیکن اگر اس بات کا کلام الٰہی میں صریح ذکر موجود ہے اور وہ سنت اللہ ہے تو بموجب آیت کریمہ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا[1] وہ سنت اللہ اگر اس کا موقعہ الہامی پیشگوئی میں پیدا ہو جائے تو ضرور پوری ہوگی اور ممکن نہ ہوگا کہ اس کے

---

[1] الاحزاب: ۶۳

برخلاف الہام ظاہر ہوسکے[1] مثلاً اگر کسی الہام میں عذاب کے طور پر کسی سرکش انسان کے لیے وعدہ ہے کہ وہ فلاں تاریخ تک مرے گا اور اس کا مرنا عذاب کے طور پر ہوگا اور الہام میں کوئی اور شرط بصراحت موجود نہیں۔ یعنی یہ نہیں بیان کیا گیا کہ اگر وہ سرکشی کے طریق کو چھوڑ دیگا تو عذاب ملتوی ہو جاتے گا۔ سو اگر ایسے الہام کی میعاد میں وہ شخص جس کی نسبت الہام ہے توبہ اور استغفار کرے اور اپنے دل پر اس الہام الٰہی کی عظمت کو ڈال لے تو سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ وہ عذاب کا وقت ٹل جاتا ہے اور دوسرے وقت پر عذاب جا پڑتا ہے یعنی جب پھر سرکشی کی طرف رجوع کرے تو عذاب نازل ہو جاتا ہے اور یہ تاخیر عذاب ایک مہلت دہی کے طور پر ہوتی ہے۔ پس اگر وہ شخص اس تاخیر عذاب کی وجوہ بکلّی اپنے سر پر سے اُٹھا لیوے۔ مثلاً اگر کافر ہے تو سچ مچ مسلمان ہو جائے۔ اور اگر ایک جُرم کا مرتکب ہے تو سچ مچ اس جرم سے دست بردار ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے ظلّ امان میں آ جاتا ہے۔ پھر اگر کبھی مرتا بھی ہے تو عذاب سے نہیں بلکہ موت مقدّر کی ضرورت کے باعث سے مرتا ہے، لیکن اگر سرکشی کو اور ان تمام امور کو جو اس کی سرکشی پر شاہد اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے مخالف ہوں چھوڑنا نہ چاہے اور سچی اطاعت سے دُور رہے تو پھر اس عذاب سے بچ نہیں سکتا جو اس کے لیے مقدر ہے، یہ تعلیم قرآن اور خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کی ہے اور اسی کے نیچے وہ تمام الہامات ہیں جو اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں اور کوئی الہام اس سنت اللہ کے مخالف نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ بظاہر مخالف ہو تو اس کے صحیح[2] وہی ہونگے جو اس سنّت اللہ کے موافق ہوں پس یہی ربّانی الہامات کی اصل حقیقت اور سچّی فلاسفی ہے جس کے ماننے کے بغیر انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا، لیکن دُنیا میں بہتیرے ایسے یاوہ گو اور احمق ہیں جو اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے کہ اگر کسی الہام میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میعاد مقرر ہو تو ضرور وہ میعاد اپنے وقت مقررہ پر پوری ہونی چاہیئے مگر ایسے لوگ اپنی بیوقوفی اور حماقت کی وجہ سے نہایت ہی قابل رحم ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں کا خدا تعالیٰ کی کامل صفات اور ربانی کتاب کے موافق ظاہر ہونا ضروری ہے جبکہ وہ نہایت ہی رحیم و کریم و حلیم ہے۔ اور ڈرنے والے کو ایسے طور سے نہیں پکڑتا جیسا کہ سخت دل اور بیباک کو پکڑتا ہے اور سچّی توبہ اور صدقہ اور خیرات سے عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس کے وعدے اور اس کی پیشگوئیاں اس کی صفات کے مخالف نہ ہوں۔ اور یہ بات تو عام لوگوں کے لیے ہے جو خدا تعالیٰ کی کتابوں کو غور سے نہیں دیکھتے، لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن کریم میں تدبّر کر سکتے ہیں اور ان الٰہی سنتوں کے واقف ہیں جو اُس مقدس کتاب میں درج ہیں۔ وہ ہمارے اس بیان کو خوب سمجھتے ہیں اور ان کی سخت بے ایمانی ہوگی اگر وہ اس کا

---

[1] نوٹ:۔ یہ بالکل سچ اور سراسر سچ ہے کہ سنت اللہ کے مخالف یعنی اس عادت اللہ کے مخالف جو ربانی کتابوں میں قرار پاچکی ہے کوئی الہام ظاہر نہیں ہوسکتا۔ چاہیئے کہ رائے لگانے سے پہلے اس بات پر خوب زور سے بحث کرلو۔ پھر رائے لگاؤ ورنہ وہ رائے سراسر ملحدانہ ہوگی۔ منہ

[2] "معنی" کا لفظ کاتب سے اصل اشتہار میں رہ گیا ہے اس لیے ہم نے بھی نہیں لکھا۔ (المرتب)

انکار کریں۔ لیکن چونکہ وہ اس طوفان حسد اور تعصب کے وقت کسی قسم کی بے ایمانی سے نہیں ڈرتے اسلئے ان کی پردہ دری کے لیے ایک اور انتظام کی ضرورت ؎۱ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی طرح اپنی بے ایمانی اور یاوہ گوئی سے باز نہ آویں تو ہم ان میں سے شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو اس فیصلہ کے لیے منتخب کرتے ہیں کہ اگر وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک ہمارے اس بیان کا مُنکر ہو اور اس کا یہ دعویٰ ہو کہ کوئی ایسی الہامی پیشگوئی جس میں عذاب موت کے لیے کوئی تاریخ مقرر کی گئی ہو اس تاریخ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا یہ قانون قدرت اور سنّت قدیمہ نہیں ہے کہ وہ ایسے شخص یا ایسی قوم کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے جن کی نسبت وہ وعدہ عذاب ہے دوسرے وقت پر جا پڑے تو طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں اس بارہ میں نصوص صریحہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ کی ہم سے سُنیں اور صرف دو گھنٹہ تک ہمیں مہلت دیں تا ہم کتاب اور سُنّت اور پہلی سماوی کتابوں کے دلائل شافیہ اپنی تائید دعویٰ میں ان کے سامنے پیش کر دیں۔ پھر اگر وہ قبول کریں تو چاہیئے کہ حیا اور شرم کر کے آئندہ ایسی پیشگوئیوں کی تکذیب نہ کریں بلکہ خود مؤید اور مصدق ہو کر دوسرے منکروں کو سمجھاتے رہیں اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور تقویٰ کا طریق اختیار کریں۔ اور اگر ان نصوص اور دلائل سے مُنکر ہوں اور ان کا یہ خیال ہو کہ یہ دعویٰ نصوص صریحہ سے ثابت نہیں ہو سکا اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں تو ہم ان کے لیے دو سو روپیہ نقد کا انعام مقرر کرتے ہیں کہ وہ اسی جلسہ میں تین مرتبہ بدیں الفاظ قسم کھائیں کہ:۔

اے خدا قادر ذوالجلال جو جھوٹوں کو سزا دیتا اور سچّوں کی حمایت کرتا ہے۔ مَیں تیری ذات کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ جو کچھ دلائل پیش کئے گئے وہ سب باطل ہیں اور تیری ہرگز یہ عادت نہیں کہ عذاب کے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خایف اور ہراساں ہونے سے تاخیر کر دے۔ بلکہ ایسی پیشگوئی سراسر جھوٹ ہے یا شیطانی ہے اور ہرگز تیری طرف سے نہیں اور اے قادر خدا۔ اگر تو جانتا ہے کہ مَیں نے جھوٹ بولا ہے اور حق کے برخلاف کہا ہے تو مجھے ذلّت اور دُکھ کے عذاب سے ہلاک کر اور جس کی میں نے تکذیب کی ہے اس کو میری ذلّت اور میری تباہی اور میری موت دکھا دے اور اس دُعا کے ساتھ ہر یک دفعہ ہم آمین کہیں گے۔ اور تین مرتبہ دُعا ہو گی اور تین مرتبہ ہی آمین اور بعد اس کے بلا توقف اس قسم کھانے والے کو دو سو روپیہ نقد دیا جائے گا۔ اور ہم واپسی کی

؎۱ نوٹ:۔ اس انتظام کی اس لیئے ضرورت ہے کہ بعض ملحد جن کے سیاہ دل ہیں ضرور یہ کہیں گے کہ اب اپنے بچاؤ کے لیے یہ باتیں بنالی ہیں۔ لہٰذا واجب ہے کہ یہ فیصلہ قرآن کریم اور آثار نبویہ کے رو سے کیا جائے اور مومن کو چاہیئے کہ ہر یک مقدمہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ردّ کرے اور ہر ایک امر میں خدا کی کتاب کو معیار بناوے۔ اور جو شخص قرآن اور رسولؐ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اور کوئی اور راہ ڈھونڈے تو وہ وہی ہے جو بے ایمان اور حیلہ ساز ہے۔ منہ

شرط نہیں کرتے۔ ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی سخت موذی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو اور لوگ عبرت پکڑیں اور راہ راست پر آویں اور شیاطین کے پنجہ سے مخلصی پاویں، لیکن اگر کوئی اب بھی باز نہ آوے اور بیجا تکذیب سے زبان بند نہ کرے تو وہ صریح ظالم اور خدا تعالیٰ کی کتاب سے مُنہ پھیرنے والا ہے پس حق کے طالبوں کو چاہیئے کہ ایسے دروغگو اور مفسد کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں کیونکہ اس نے سچائی کی طرف رُخ نہیں کیا اور دانستہ جھوٹ کی پیروی کی۔ اس سے زیادہ ہم کیا لکھیں اور کیا کہیں اور کس طور سے ایسے دلوں کو سمجھاویں جو دانستہ حق سے منہ پھیر رہے ہیں۔ اگر ہمارے مخالف سچے ہیں تو اس طریق فیصلہ کو قبول کریں ورنہ جو لوگ صاف اور سچے فیصلہ سے انکار کریں اور تکذیب سے باز نہ آویں تو ان پر نہ انسان بلکہ فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ ؎

راقم غلام احمد از قادیان

۶ ستمبر ۱۸۹۴ء

تعداد اشاعت ۵۰۰۰ (مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ سائز کے ۸ صفحوں پر ہے)

یہ اشتہار ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کا ہے [illegible]
حضور اقدس [illegible] کی کتاب [illegible] میں 437
بعنوان حاشیہ [illegible]
[illegible]
6.6.10

۱۲۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر

امرتسر کے مباحثہ میں جو عیسائیوں کے ساتھ ہوا تھا اس میں جو ہم نے پیشگوئی کی تھی۔ اسکے دو حصّے تھے:

۱- اوّل یہ کہ فریق مخالف جو حق پر نہیں ہاویہ میں گرے گا اور اس کو ذلّت پہنچے گی۔

۲- دوسری یہ کہ اگر حق کی طرف رجوع کرے گا تو ذلّت اور ہاویہ سے بچ جائے گا۔

اب ہم فریق مخالف کی اس جماعت کا پیچھے سے حال بیان کریں گے جنہوں نے بنفس خود بحث نہیں کی بلکہ معاون یا حامی یا سرگروہ ہونے کی حیثیت سے اس فریق میں داخل تھے۔ اور پہلے ہم مختصر الفاظ میں مسٹر عبداللہ آتھم کا حال بیان کرتے ہیں جو فریق مخالف سے خاص مباحثہ کے لیے اس فریق کی طرف سے تجویز کیئے گئے تھے۔ ان کی نسبت الہامی فقرہ یعنی ہاویہ کے لفظ کی تشریح ہم نے یہ کی تھی کہ اس سے موت مراد ہے، بشرطیکہ حق کی طرف وہ رجوع نہ کریں۔ اب ہمیں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلا دیا کہ انہوں نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم اور غم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی۔ کیونکہ ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ اپنے دل میں لحاظ رکھتا۔ اور وہی رحیم اور کریم خدا ہے جس نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے، کہ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ[1]۔ یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیک کام کرے وہ بھی ضائع نہیں ہوگا اور ضرور اس کا اجر پائے گا۔ سو مسٹر عبداللہ آتھم نے الہامی شرط کے موافق کسی قدر اسلامی سچائی کی طرف جھکنے سے اپنا اجر پالیا۔ ہاں جب پھر بے باکی اور سخت گوئی اور گستاخی کی طرف میل کریگا تو وہ وعدہ ضرور اپنا کام کریگا اس ہمارے وعدے کا ثبوت اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت اور وہم اور سراسیمگی اور شہر بشہر بھاگتے پھرنے سے آپ دکھا دیا، لیکن ہم اپنی فتحیابی کا قطعی فیصلہ کرنے کے لیے اور تمام دنیا کو دکھانے کے لیے کہ کیونکر ہم کو فتح نمایاں حاصل ہوئی یہ سہل اور آسان طریق تصفیہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے نزدیک

---

[1] الزلزال : ۸

ہمارا یہ بیان بالکل کذب اور دروغ اور افترا ہے تو وہ مرد میدان بن کر اس اشتہار کے شائع ہونے سے ایک[ل] ہفتہ تک ہماری مفصلہ ذیل تجویز کو قبول کر کے ہم کو اطلاع دیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ اگر اس پندرہ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ان کو سچائی اسلام کے خیال نے دل پر ڈرانے والا اثر نہیں کیا اور نہ عظمت اور صداقتِ الہام نے گرداب غم میں ڈالا اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اسلامی توحید کو انہوں نے اختیار کیا اور نہ ان کو اسلامی پیشگوئی سے دل میں ذرہ بھی خوف آیا اور نہ تثلیث کے اعتقاد سے وہ ایک ذرہ متزلزل ہوئے تو وہ فریقین کی جماعت کے روبرو تین مرتبہ انہیں باتوں کا انکار کریں کہ مَیں نے ہرگز ایسا نہیں کیا اور عظمتِ اسلام نے ایک لحظہ کے لیے بھی دل کو نہیں پکڑا اور مَیں مسیح کی ابنیّت اور الوہیّت کا زور سے قائل رہا اور قائل ہوں اور دشمن اسلام ہوں اور اگر مَیں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر ایک ہی برس کے اندر وہ ذلّت کی موت اور تباہی آوے جس سے یہ بات خلق اللہ پر کُھل جائے کہ مَیں نے حق کو چھپایا۔ جب مسٹر آتھم صاحب یہ اقرار کریں تو ہر ایک مرتبہ کے اقرار میں ہماری جماعت آمین کہے گی۔ تب اسی وقت ایک[الے] ہزار روپیہ کا بدرہ باضابطہ تمسّک لے کر ان کو دیا جائے گا۔ اور وہ تمسّک ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین کی طرف سے بطور ضمانت کے ہوگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ یہ ہزار روپیہ بطور امانت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے پاس رکھا گیا اور اگر وہ حسب اقرار اپنے کے ایک سال کے اندر فوت ہو گئے تو اس روپیہ کو ہم دونو ضامن بلاتوقف واپس دے دیں گے اور واپس کرنے میں کوئی عذر اور حیلہ نہ ہوگا۔ اور اگر وہ انگریزی مہینوں کی رُو سے ایک سال کے اندر فوت نہ ہوئے تو یہ روپیہ ان کا ملک ہو جائے گا۔ اور ان کی فتحیابی کی ایک علامت ہوگی۔ اور اگر ہمارا رجسٹری شدہ اشتہار پا کر جو اُن کے نام اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کے نام ہوگا تاریخ وصول سے ایک ہفتہ تک انہوں نے اس مقابلہ کے لیے درخواست نہ کی تو سمجھا جائے گا کہ فتح اسلام پر انہوں نے مُہر لگا دی اور ہمارے الہام کی تصدیق کر لی۔ یہ فیصلہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے سچے بندوں کی سچائی ظاہر کرنے کے لیے کریگا اور جھُوٹ کے منصوبہ کو نابود کر دے گا اور دروغ کے پُتلے کو پاش پاش کر دیگا۔ اور اس اقرار کے لیے ہم مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو یہ تکلیف نہیں دیتے ہیں کہ وہ امرتسر میں ہمارے مکان پر آویں۔ بلکہ ہم ان کے بُلانے کے بعد معہ ہزار روپیہ کے اُن کے مکان پر آویں گے اور ان کے بُلانے کی تاریخ سے ہمیں اختیار ہوگا کہ تین ہفتہ تک کسی تاریخ میں روپیہ لے کر ان کے پاس معہ اپنی جماعت کے حاضر ہو جائیں۔ اور ان پر واجب ہوگا کہ ہمارے

نوٹ [لہ]۔ ایک ہفتہ کی میعاد تھوڑی نہیں بلکہ بہت ہے کیونکہ امرتسر سے قادیان میں دوسرے دن خط پہنچ جاتا ہے اور ہر چند اس قدر میعاد دینا مصلحت کے برخلاف ہے کیونکہ جو فریق درحقیقت شکست یافتہ ہے وہ انہیں چند روز میں سادہ لوحوں کو دھوکہ دے کر ہزاروں کو ورطہ ضلالت میں ڈال سکتا ہے مگر اتماماً للحجۃ یہ وسیع میعاد دی گئی ہے۔

بلانے کے لیے رجسٹری شدہ خط بھیجیں۔ پھر ہم اطلاع پا کر تین ہفتہ کے اندر معہ ہزار روپیہ کے حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ وعدہ خلاف کرنے والے اور کاذب ٹھیریں گے اور ہم خود ان کے مکان پر آئیں گے اور ان کو کسی قدم رنجہ کی تکلیف نہ دیں گے۔ ہم ان کو اتنی بھی تکلیف نہیں دیں گے کہ اس اقرار کے لیے کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں بلکہ وہ بخوشی اپنے بستر پر ہی لیٹے رہیں اور تین مرتبہ وہ اقرار کر دیں جو لکھ دیا گیا ہے اور ہم ناظرین کو مکرر یاد دلاتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی نسبت ہماری پیشگوئی کے دو پہلو تھے یعنی یا تو ان کی موت اور یا اُن کا حق کی طرف رجوع اور رجوع کرنا دل کا فعل ہے جس کو خلقت نہیں جانتی اور خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ اور خلقت کے جاننے کے لیے یہ فیصلہ ہے جو ہم نے کر دیا۔ اور خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو اس بات کی طرف تحریک نہ دی کہ وہ اس اثناء میں بدزبانی اور سخت گوئی کو کمال تک پہنچا کر موت کے اسباب اپنے لیے جمع کرتے بلکہ ان کے دل میں عظمتِ اسلام کا خوف ڈال دیا تا وہ اس شرط سے فائدہ اُٹھالیں جو رجوع کرنے والوں کے لیے الہامی الفاظ میں لکھے گئے تھے اور خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ عیسائیوں کو کچھ عرصہ تک جھوٹی خوشی پہونچاوے اور پھر وہ فیصلہ کرے جس سے درحقیقت اندھے آنکھیں پائیں گے اور بہروں کے کان کھلیں گے اور مُردے زندہ ہوں گے اور بخیل اور حاسد سمجھیں گے کہ انہوں نے کیسی غلطی کی۔ امرتسر کے عیسائی اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ خداوند مسیح نے مسٹر عبداللہ آتھم کو بچا لیا سو اب اگر وہ اپنے تئیں سچے خیال کرتے ہیں تو اُن پر واجب ہے کہ مقابلہ سے ہمت نہ ہاریں۔ کیونکہ اگر وہ مصنوعی خدا انکا درحقیقت بچانے والا ہی ہے تو ضرور اس آخری فیصلہ پر بچالے گا۔ کیونکہ اگر موت وارد ہو گئی تو سب عیسائیوں کی رُوسیاہی ہے۔ چاہیئے کہ اپنے اس مصنوعی خداوند پر توکل کر کے اپنی پیٹھ نہ دکھلاویں، لیکن یاد رکھیں کہ ہرگز ان کو فتح نہیں ہوگی۔ جو شخص آپ فوت ہو گیا ہے وہ دوسرے کو فوت ہونے سے کب روک سکتا ہے۔ روکنے والا ایک ہے جو حیّ قیّوم ہے جس کے ہم پرستار ہیں۔

یہ تو ہم نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کا حال بیان کیا جو فریق مخالف میں سے بحث کے لیے منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس فریق مخالف میں سے جو لوگ بطور معاون یا حامی یا سرگروہ تھے ان کا کیا حال ہوا۔ انہوں نے بھی کچھ ہاویہ کا مزا چکھا ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ ضرور چکھا۔ اور میعاد کے اندر ہر ایک نے کامل طور سے چکھا۔ چنانچہ پادری رائٹ صاحب جو بطور سرگروہ تھے میعاد کے اندر عین جوانی میں اس دُنیا سے کوچ کر گئے اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب اپنی مصیبت میں رہے۔ غالباً وہ ان کے جنازہ پر بھی حاضر نہیں ہو سکے۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے دل کو ان کی بے وقت موت کا ایسا صدمہ پہنچا کہ بس مجروح کر دیا۔ اور فریق مخالف کے گروہ میں سے جو بطور معاونوں کے تھے۔ ان میں سے ایک پادری ٹامس ہاول تھا جس نے بار بار محرف کتابوں کو پڑھ کر اپنا حلق پھاڑا۔ اور لوگوں کا مغز کھایا۔ وہ مباحثہ کے بعد ہی ایسا پکڑا

گیا۔ اور ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ مَر مَر کے بچا۔ اور ایک معاون عبداللہ پادری تھا جو چُپکے چُپکے قرآن شریف کی آیتیں دکھاتا اور عبرانی کے ٹوٹے پھوٹے حرف پڑھتا تھا۔ اس کو بھی میعاد کے اندر سخت بیماری نے موت تک پہنچایا۔ اور معلوم نہیں کہ بچا یا گذر گیا۔ باقی رہا پادری عماد الدین اس کے گلے میں ہزار لعنت کی ذلّت کا لمبا رسہ پڑا جو نور الحق کے جواب سے عاجز ہونے سے اس کو اور اس کے تمام بھائیوں کو نصیب ہوا۔ اب فرمایئے اس تمام فریق سے ہاویہ سے کون بچا۔ کسی ایک کا تو نشان دیں۔ ہمارے یہ ثبوت ہیں جو ہم نے لکھ دیئے۔ بالآخر ہم یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر اب بھی کوئی مولوی مخالف جو اپنی بدبختی سے عیسائی مذہب کا مددگار ہے یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسوں والا سکھ ہماری فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اُس کے لیے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور ہزار روپیہ نقد ان کو دلا دے جس کے دینے میں ہم ان کی حلف کے بعد ایک منٹ کی توقف کا بھی وعدہ نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا نہ کرے اور محض اوباشوں اور بازاری بدمعاشوں کی طرح ٹھٹھا ہنسی کرتا پھرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں بلکہ اس کی فطرت میں خلل ہے۔ سو اگر بجز اس تحقیق کے تکذیب کرے تو وہ کاذب ہے اور لعنۃ اللّٰہ علے الکاذبین کا مصداق۔ اور اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے پاس جانے کے لیے اس کو کچھ مسافت طے کرنی پڑتی ہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے خرچ سے اس کے لیے یکّہ یا ٹٹو یا ڈولی، جو کچھ چاہیے مہیّا کر دیں گے۔ اور اگر وہ ہندو ہے یا کیسوں والا سکھ یا کوئی اور غیر مذہب والا ہے تو اس کی غذا کے لیے بھی ہم نقد دے دیں گے۔ یہ نہایت صفائی کا فیصلہ ہے اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا اور شکست خوردہ قرار دے یا بازاروں میں ٹھٹھا یا ہنسی کرتا پھرے اور بغلیں بجاتا پھرے۔ ہاں جو لوگ ناجائز طور کی عداوت رکھتے ہیں وہ ناجائز تہمتوں کا طومار باندھ کر ناحق اسلام کے دشمن بن جاتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ اسلام کا خدا سچا خدا ہے جو نہ کسی عورت کے پیٹ سے نکلا اور نہ کبھی بھوکا اور پیاسا ہوا۔ وہ ان سب تہمتوں سے پاک ہے جو اس کی نسبت کوئی خیال کرے کہ ایک مدّت تک اس کی خدائی کا انتظام درست نہ تھا اور نجات دینے کی کوئی راہ اور سبیل اسے نہیں ملتی تھی۔ یہ تو مدت کے بعد گویا ساری عمر بسر کر کے سوجھی کہ مریم سے اپنا بیٹا پیدا کرے۔ اور مریم کی پیدائش سے پہلے یہ کفارہ کی تدبیر اس کے خیال میں نہ گذری اور نہ کامل خدا کی نسبت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صرف نام ہی کا پرمیشر ہے ورنہ سب کچھ جیو اور پرکرتی وغیرہ آپ ہی آپ قدیم سے ہے۔ نہیں بلکہ وہ قادر مطلق اور کل کا خالق ہے۔

اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں کیا بھید ہے کہ پیشگوئی کے دو پہلو میں سے موت کے پہلو کی طرف خدا تعالیٰ نے مسٹر عبداللہ آتھم کے لیے رخ نہ کیا اور دوسرا پہلو لے لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ موت کا پہلو مجروح اور تختۂ مشق اعتراضات ہو گیا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ مرنا کیا نئی بات ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب پہلے

موت کا فتویٰ دے چکے ہیں کہ چھ مہینہ تک فوت ہو جاوے گا - اور کوئی کہتا تھا کہ بڈھا ہے - کوئی کہتا تھا کمزور ہے موت کیا تعجب ہے - کوئی کہتا تھا کہ جادو سے ماردیں گے یہ شخص بڑا جادوگر ہے - سو خدائے حکیم و علیم نے دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے اور خیالات پر سے اس کا اثر اُٹھا دیا ہے - اس لیے دوسرا پہلو اختیار کیا - اور اس پہلو سے جادو کا گمان کرنے والے بھی شرمندہ ہونگے کیونکہ دلوں کو حق کی طرف پھیرنا جادوگروں کا کام نہیں بلکہ خدا اور اس کے نبیوں اور رسولوں کا کام ہے - سو اس وقت تک خدا تعالیٰ نے مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی موت کو ان وجوہات سے ٹال دیا اور مسٹر عبداللہ آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دے دیا، لیکن اب عیسائیوں کی رائیں بدل گئیں اور بھولا بسرا خداوند مسیح کہیں سے نکل آیا - یہ اُن زبانوں پر جاری ہو گیا کہ خداوند مسیح بڑا ہی قادر خدا ہے جس نے مسٹر عبداللہ آتھم کو بچا لیا - اس لیے ضرور ہوا کہ خدا تعالےٰ اس مصنوعی خدا کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرے کہ کیا یہ عاجز انسان جس کا نام ربنا المسیح رکھا گیا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے - سو اب موت کے پہلو کا وقت آ گیا - اب ہم دیکھیں گے کہ عیسائیوں کا خدا کہاں تک طاقت رکھتا ہے اور کہاں تک اس مصنوعی خدا پر ان لوگوں کا توکل ہے - اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور جواب کے منتظر ہیں -

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؛

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۹ ستمبر ۱۸۹۴ء

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اوّل میں بطور ضمیمہ کے چار صفحوں پر ہے)

(۱۲۵)

فتح اسلام   فتح اسلام   فتح اسلام

اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ مرتبہ دوم

یہ دوہزار روپیہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کے حلف پر بلا توقف انکے حوالہ کیا جاویگا

دوہزار کا اشتہار   بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   دوہزار کا اشتہار

اَلۡحَقُّ مَعَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

ہم نے ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کے اشتہار میں لکھا تھا کہ آتھم صاحب نے ایام پیشگوئی میں ضرور حق کی طرف رجوع کرلیا اور اسلام کی عظمت کا اثر اپنے دل پر ڈال لیا۔ اگر یہ سچ نہیں تو وہ نقد ایک ہزار روپیہ لیں اور قسم کھالیں کہ انہوں نے اس خوف کے زمانے میں رجوع نہیں کیا۔ چنانچہ اسی حقیقت کو خلق اللہ پر ظاہر کرنے کے لیے تین رجسٹری شدہ خط[1] آتھم صاحب اور ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین صاحب کی خدمت میں روانہ کئے گئے۔ کل ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب کی طرف سے وکیل کے طور پر انکاری خط آیا جس سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ آتھم صاحب کسی طور سے قسم کھانا نہیں چاہتے اور باوجودیکہ دس ستمبر ۱۸۹۴ء سے ایک ہفتہ کی میعاد دی گئی تھی مگر وہ میعاد بھی گذر گئی۔ مگر بجز ایک انکاری خط کے اور کوئی خط نہیں آیا۔ پس کیا اب بھی یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب نے ضرور پیشگوئی کے زمانے میں اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دے کر حق کی طرف

---

[1] مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کی طرف خط ۔ مسٹر آتھم صاحب آپ کو معلوم ہے کہ کس قدر جھوٹے بے ایمانوں نام کے مسلمان میا مولوی یا عیسائیوں نے یہ خلاف واقعہ خبر اُڑا دی ہے کہ آپ نے باوجودیکہ خدا تعالےٰ کے سچے اور پاک دین اسلام کی طرف کچھ بھی رجوع نہ کیا پھر بھی وعید موت سے بچ گئے اور عیسائی غالب رہے اور پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اور اللہ جل شانہٗ جس کی عظمت اور ہیبت سے زمین اور آسمان کانپتے ہیں اس نے مجھ کو خبر دی ہے کہ آپ نے خوف کے دنوں میں نہایت ہم وغم کی حالت میں درپردہ اسلام کی طرف رجوع کرلیا یعنی اسلامی عظمت کو اپنے دل میں بٹھا لیا جس کو آپ پوشیدہ رکھتے ہیں۔

رجوع کرلیا تھا۔ اگر اب بھی بعض متعصّب یا ناقص الفہم لوگ شک رکھتے ہیں تو اب ہم یہ دوسرا اشتہار دو ہزار روپیہ انعام کے شرط سے نکالتے ہیں۔ اگر آتھم صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ میں نے پیشگوئی کی مدت کے اندر عظمت اسلامی کو اپنے دل پر جگہ ہونے نہیں دی اور برابر دشمنِ اسلام رہا اور حضرت عیسیٰ کی ابنیّت اور الوہیّت اور کفّارہ پر مضبوط ایمان رکھا تو اسی وقت نقد دو ہزار روپیہ ان کو بہ شرائط قرار دادہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء بلا توقف دیا جائے گا۔ اور اگر ہم بعد قسم دو ہزار روپیہ دینے میں ایک منٹ کی بھی توقف کریں تو وہ تمام لعنتیں جو نادان مخالف کر رہے ہیں ہم پر وارد ہوں گی اور ہم بلاشبہ جھوٹے ٹھہریں گے اور قطعاً اس لایق ٹھہریں گے کہ ہمیں سزائے موت دی جائے اور ہماری کتابیں جلا دی جائیں اور ملعون وغیرہ ہمارے نام رکھے جائیں۔ اور اگر اب بھی آتھم صاحب باوجود اس قدر انعام کثیر کے قسم کھانے سے مُنہ پھیر لیں تو تمام دشمن و دوست یاد رکھیں کہ انہوں نے محض عیسائیوں سے خوف کھا کر حق کو چھپایا ہے۔ اور اسلام غالب اور فتحیاب

اس لیے اس نے جو غیبوں کا جاننے والا اور انسان کے عمیق اور چھُپے ہوئے خیالات کو دیکھنے والا ہے، اپنے وعدہ اور شرط کے موافق اس عذاب سے آپ کو بچا لیا جو اس صورت میں نازل ہوتا جبکہ آپ اس شرط کے موافق کچھ بھی اپنی اصلاح نہ کرتے اور نہ اسلامی عظمت سے ہراساں ہوتے۔ اور اگر نعوذ باللہ یہ الہام الٰہی آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے تو میں آپ کو اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کیا اور جس کی طرف آپ کو جانا ہے کہ عام جلسہ میں تین مرتبہ قسم کھا کر میرے روبرو اس کی تکذیب کر دیں اور صاف کہہ دیں کہ یہ الہام جھوٹا ہے اور اگر سچا ہے اور میں نے ہی جھوٹ بولا ہے تو اے قادر غیور خدا مجھ کو سخت عذاب میں مبتلا کر اور اسی میں مجھ کو موت دے۔ تب میں مع اپنے چند عاجز مخلصوں کے جو لعنتوں کا نشانہ ہو رہے ہیں آمین کہوں گا اور رب العرش سے چاہوں گا کہ میرا اور آپ کا قطعی فیصلہ کر دے۔ جو کچھ میں نے الہام سُنایا ہے بجز خدا تعالےٰ اور میرے اور آپ کے دل کے اور کسی کو خبر نہیں۔ سو میں اسی مالک کی آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ میرے الہام کے مکذّب ہیں تو میرے روبرُو حلفاً اقرار مذکور کر کے آسمانی فیصلہ کا دروازہ کھول دیں۔ ہم ستائے گئے اور دُکھ دیئے گئے اور ہم پر لعنتیں ہوئیں اور ہم جھوٹے سمجھے گئے۔ اس لیے ناچار میں تیسری مرتبہ آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ کو اس قادر توانا کی قسم ہے جس کے جلال سے ملائک پر بھی لرزہ پڑتا ہے کہ آپ حلفاً عام جلسہ میں میرے روبرو اس طور کی قسم کھا کر جو میں اشتہار میں بتلا چکا ہوں مجھ سے فیصلہ کرو تا کاذب ہلاک ہو اور جھوٹا تباہ ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو آپ نے میری سچائی اور میری صداقت پر مُہر لگا دی اور ان شریر مسلمانوں اور عیسائیوں کا جھوٹا اور روسیاہ ہونا ثابت کر دیا کہ جو گدھے کی طرح زور زور سے چیخیں مار کر کہہ رہے ہیں عیسائیوں کی فتح ہوئی۔ اب دُعا پر ختم کرتا ہوں۔ اے حیّ و قیوم حق کو ظاہر کر اور اپنے وعدہ کے موافق جھوٹوں کو پامال کر دے۔ آمین ؏

ہے[1] پہلے تو ان کے حق کی طرف رجوع کرنے کا صرف ایک گواہ تھا یعنی ان کی وہ خوف زدہ صورت جس میں انہوں نے پندرہ مہینے بسر کئے اور دوسرا گواہ یہ کھڑا ہوا کہ انہوں نے باوجود ہزار روپیہ نقد ملنے کے قسم کھانے سے انکار کیا ہے۔ اب تیسرا گواہ یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔ اگر اب بھی قسم کھانے سے انکار کریں تو رجوع ثابت۔ کیا کوئی سچا موت سے ڈر کر انکار کر سکتا ہے۔ کیا ہر ایک جان خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں جب کہ عیسائیوں کا مقولہ ہے کہ ان کی جان مسیح نے بچائی اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہرگز نہیں، ہرگز نہیں بلکہ اسلامی عظمت کو اپنے دل میں جگہ دینے سے الہام کی شرط کے موافق جان بچ گئی۔ تو اب اس جھگڑے کا فیصلہ بجز ان کی قسم کے اور کیونکر ہو۔ اگر یہی بات سچی ہے کہ صرف مسیح نے ان پر فضل کیا۔ تو اب اس معرکہ کی لڑائی میں جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں ضرور مسیح ان پر فضل کریگا۔ اور اگر یہ بات سچی ہے کہ انہوں نے درحقیقت خوف کے دنوں میں اپنے دل میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا تھا تو اب منکر از قسم کھانے کے بعد ضرور بغیر تخلّف اور بغیر استثناء کسی شرط کے ان پر موت آئے گی۔ غرض یہ فیصلہ تو نہایت ضرور ہے۔ اس سے وہ کہاں اور کیونکر گریز کر سکتے ہیں[2] اور اگر اب بھی باوجود اس دو ہزار روپیہ کے جو نقد بلا تکلیف حلوائے بے دود کی طرح ان کو ملتا ہے قسم کھانے سے انکار کریں تو سارا جہان گواہ رہے کہ ہم کو فتح کامل ہوئی اور عیسائی کھلے طور پر

---

[1] نوٹ: الہامی پیشگوئی نہ صرف آتھم صاحب کے متعلق تھی بلکہ اس تمام مخالف فریق کے متعلق تھی جو اس جنگ مقدس کے لیے اپنے اپنے طور پر خدمتوں کے لیے مقرر تھے۔ آتھم صاحب کے ہاتھ میں تو وہ نابکار اور شکستہ تلوار پکڑائی گئی تھی جو سچائی کا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتی تھی۔ اور باقی فریق میں سے کوئی بطور معاون اور کوئی مشیر جنگ اور کوئی سرگروہ تھا۔ پس آخر اس جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ کوئی ان میں سے پندرہ مہینے کے اندر مارا گیا۔ کوئی زخمی ہوا۔ اور کوئی لعنت کی ہزار کڑی والی زنجیر میں گرفتار ہو کر ہمیشہ کے لیے ذلّت کے قید خانے میں ڈالا گیا۔ اور آتھم صاحب خوف کھا کر بھاگ گئے اور اسلامی عظمت کے جھنڈے کے نیچے پناہ لی۔ منہ

[2] نوٹ: مسٹر عبد اللہ آتھم نے یہ ایّام انعقاد شرائط مباحثہ اپنے ایک تحریری عہد سے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ ہمیں اطلاع دی تھی کہ وہ کسی نشان کے دیکھنے سے ضرور اپنے عقائد کی اصلاح کریں گے یعنی دین اسلام قبول کریں گے۔ سو یہ خط بھی ایک گواہ ان کی اندرونی حالت کا ہے کہ وہ سچائی کے قبول کرنے کے لیے پہلے ہی سے مستعد تھے۔ پھر جب یہ الہام اپنے پُر رُعب مضمون میں انہیں کے بارہ میں ہوا اور انہیں پر پڑا اور الہام بھی موت کا الہام جو بالطبع ہر یک پر گراں گذرتی ہے اور ہر یک اپنی چند روزہ زندگی کو عزیز رکھتا ہے اور یہ اپنے اسلام لانے کا وعدہ انہوں نے اس وقت کیا تھا کہ جب انہیں اس بات کا خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نشان مطلوب انہیں کی موت کے بارے میں ہوگا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کریں۔ اور وہ الہام نہایت تشدد اور تاکید سے اور ایسے پُر زور الفاظ میں سُنایا گیا جس سے بڑھ کر ممکن نہیں

شکست پاگئے اور ہمارا تو یہ حق تھا کہ اوّل دفعہ کے اشتہار پر ہی کفایت کرتے کیونکہ جب ہزار روپیہ نقد دینے سے وہ قسم نہ کھا سکے تو صریح ان پر حجت پوری ہوگئی مگر ہم نے نہایت موٹی عقل کے لوگوں اور حاسدوں اور متعصبوں کی حالت پر رحم کر کے مکرر یہ ۲۰۰۰ دو ہزار روپیہ کا اشتہار بطور تیسرے گواہ اپنی صداقت کے جاری کیا ہے۔ ہمارے مولوی مکفّر جو عیسائیوں کی فتح کو بدل وجان چاہتے ہیں سب مل کر اُن کو سمجھاویں کہ ضرور قسم کھاویں اور اُن کی بھی عزت رکھ لیں اور اپنی بھی۔ قطعی فیصلہ تو یہ ہے جو قسم کے کھانے یا انکار کرنے سے ہو نہ وہ یکطرفہ الہام جس کے ساتھ صریح شرط رجوع بحق کرنے کی لگی ہوئی تھی اور جس شرط پر عملدرآمد کا ثبوت آتھم صاحب نے اپنی خوفناک حالت دکھلانے سے آپ ہی دے دیا بلکہ نور افشاں ۱۴ ستمبر ۱۸۹۴ء صفحہ بارہ[12] پہلے ہی کالم کی پہلی ہی سطر میں ان کا یہ بیان لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ شاید مَیں مارا بھی جاؤں گا۔ اسی کالم میں یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے یہ باتیں کہہ کر رو دیا۔ اور رونے سے جتلایا کہ مَیں بڑے دُکھ میں رہا۔ پس ان کا رونا بھی ایک گواہی ہے کہ ان پر اسلامی پیشگوئی کا بہت سخت اثر رہا۔ ورنہ اگر مجھ کو کاذب جانتے تھے تو ایسی کیا مصیبت پڑی تھی جس کو یاد کر کے اب تک رونا آتا ہے۔ پھر اب سب سے بڑھ کر گواہ یہ ہے کہ انہوں نے ہزار روپیہ لے کر قسم کھانا منظور نہیں کیا ورنہ جس شخص کو وہ پندرہ مہینے کے متواتر تجربہ سے جھوٹا ثابت کر چکے ہیں اس کے سراسر جھوٹ بیان کے ردّ کرنے کے لیے خواہ نخواہ غیرت جوش مارنی چاہیئے تھی اور چاہیئے تھا کہ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ قسم کھانے کو طیار ہو جاتے۔ کیونکہ اپنے آپ کو سچا سمجھتے تھے اور مجھے صریح کاذب۔

خیر اب ہم الزام پر الزام دینے کے لیے ایک اَور ہزار روپیہ خرچ کر دیتے ہیں اور یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار جو ہماری صداقت کے لیے بطور گواہ ثالث ہے جاری کرتے ہیں۔ اور ہمارے مخالف یاد رکھیں کہ اب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ کیوں نہیں کھائیں گے۔ اپنے جھوٹا ہونے کی وجہ سے۔ اور یہ کہنا کہ شاید

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) تو کیا یہ نہایت قریب قیاس نہیں کہ ایسے مستعد اور قابلِ انفعال دل پر ایسی پُرزور تقریر نے بہت بُرا اثر کیا ہوگا۔ اور انہوں نے ایسے منذر الہام کو سُن کر ضرور متاثر ہو کر اندر ہی اندر اپنی اصلاح کی ہوگی جیسے ان کے دوسرے مضطربانہ حالات بھی اس پر شاہد ہیں۔ اور نیز اس خط سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ ہرگز تثلیث اور مسیح کے خون اور کفارہ پر مطمئن نہیں تھے کیونکہ ایک ایسا شخص جو اپنے عقائد پر سچے دل سے مطمئن ہو وہ ہرگز یہ بات زبان پر نہیں لا سکتا کہ بعض نشانوں کے دیکھنے سے ان عقائد کو ترک کر دُوں گا۔ اصل خط ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہمارے پاس موجود ہے جو صاحب شک رکھتے ہیں دیکھ لیں۔ منہ

حلّ الاشکال:۔ بعض مخالف مولوی صاحبوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ایک دُشنام دہی کی قسم ہے کہ مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو اس طور سے اور اس شرط سے بد اصل اور ولدالحرام قرار دیا ہے کہ نہ تو وہ اس خلاف حق کلمہ سے مُنہ بند کریں کہ

ان کو یہ دھڑکہ ہو کہ ایک برس میں مرنا ممکن ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ کون مارے گا۔ کیا ان کا خداوند مسیح یا کوئی اور۔ پس جبکہ یہ دو خداؤں کی لڑائی ہے ایک سچا خدا جو ہمارا خدا ہے اور ایک مصنوعی خدا جو عیسائیوں نے بنالیا ہے تو پھر اگر آتھم صاحب حضرت مسیح کی خدائی اور اقتدار پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ آزما بھی چکے ہیں تو پھر اُن کی خدمت

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) اسلام اور عیسائیت میں عیسائیوں کی فتح ہوئی اور نہ مسٹر آتھم صاحب کو قسم کھانے پر آمادہ کریں۔ اور وجہ اعتراض یہ بیان کی گئی ہے کہ آتھم صاحب پر ہمارا کچھ زور اور حکم تو نہیں تا خواہ نخواہ قسم کھانے پر اُن کو مستعد کردیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ اے بے ایمانو اور دل کے اندھو اور اسلام کے دشمنو اگر آتھم صاحب قسم کھانے سے گریز کر رہے ہیں تو اس سے کیا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یا یہ نتیجہ کہ درحقیقت آتھم صاحب نے دل میں اسلام کی طرف رجوع کرلیا ہے تبھی تو وہ جھوٹی قسم کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جبکہ تم نیم عیسائی ہوکر بدل وجان زور لگا رہے ہو کہ آتھم صاحب کسی طرح اقرار کردیں کہ میں درحقیقت ایام میعاد پیشگوئی میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن رہا اور عاجز انسان کو خدا جانتا رہا تو پھر اگر آتھم صاحب درحقیقت پکے عیسائی اور دشمن اسلام ہیں تو اُن کو ایسی قسم سے کون روکتا ہے جس کے کھانے کے ساتھ دو ہزار روپیہ نقد ان کو ملیگا اور جس کے نہ کھانے سے یہ ثابت ہوگا کہ عظمت اسلام ضرور ان کے دل میں سما گئی اور عیسائیت کے باطل اصول ان کی نظر میں حقیر اور مکروہ معلوم ہوتے۔ اے نیم عیسائیو ذرہ اور زور لگاؤ اور آتھم صاحب کے پَیروں پر سر رکھ دو۔ شاید وہ مان لیں اور یہ پلید لعنت تم سے ٹل جائے۔ ہائے افسوس عیسائی گریز کریں اور تم اصرار کرو۔ عجیب سرشت ہے۔ اے نیم عیسائیو آج تم نے وہ پیشگوئی پوری کردی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو ستّر ہزار میری اُمت میں سے دجّال کے ساتھ مل جائے گا۔ سو آج تم نے دجّالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملادی تا جو اس پاک زبان پر جاری ہوا تھا وہ پورا ہو جاتے تمہیں وہ حدیث بھی بھُول گئی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک فتنہ ہوگا جس میں عیسائی کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور مہدی کے لوگ کہیں گے کہ ہماری فتح ہوئی اور عیسائیوں کے لیے شیطان گواہی دے گا کہ اَلْحَقُّ فِیْ اٰلِ عِیْسٰی اور مہدی کے لوگوں کے لیے رحمٰن گواہی دے گا کہ اَلْحَقُّ فِیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ سو اب سوچو کہ وہی وقت آگیا۔ عیسائیوں نے شیطانی مکائد سے پنجاب اور ہندوستان میں کیا کچھ نہ کیا۔ یہی شیطانی آواز ہے اب رحمانی آواز کے منتظر رہو۔ والسّلام علٰی من اتّبع الھدٰی۔ منہ

یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا الہام کی رُو سے آتھم صاحب کی پوشیدہ حالت پر اطلاع پانا کہ انہوں نے ضرور اسلامی عظمت اور صداقت کی طرف رجوع کیا ہے آتھم صاحب کے واسطے ایک نشان ہے اور اگرچہ کوئی دوسرا سمجھے یا نہ سمجھے مگر آتھم صاحب کا دل ضرور گواہی دے گا کہ یہ وہ پوشیدہ امر ہے جو ان کے دل میں تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے جو علیم و حکیم ہے اپنے بندہ کو اس سے اطلاع دی اور ان کے اس غم و ہم سے مطلع فرمایا جو محض اسلامی شوکت اور صداقت کے قبول کرنے کی وجہ سے تھا نہ کسی اور وجہ سے اور یہی وجہ ہے کہ اب وہ میرے سامنے ہرگز مقابل پر نہیں آئیں گے کیونکہ مَیں صادق ہوں اور الہام سچّا ہے۔ منہ ؏

میں عرض کردیں کہ اب اس قطعی فیصلہ کے وقت میں مجھ کو ضرور زندہ رکھیو۔ یوں تو موت کی گرفت سے کوئی بھی باہر نہیں۔ اگر آتھم صاحب چونسٹھ ۶۴ برس کے ہیں تو عاجز قریباً ساٹھ برس کا ہے اور ہم دونوں پر قانون قدرت یکساں مؤثر ہے، لیکن اگر اسی طرح کسی قسم کی راستی کی آزمایش کے لیے ہم کو دی جائے تو ہم ایک برس کیا دس برس تک اپنے زندہ رہنے کی قسم کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ دینی بحث کے وقت میں ضرور خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور ایسا شخص تو سخت بے ایمان اور دہریہ ہوگا کہ جس کو ایسی بحث میں یہ خیال آوے کہ شاید میں اتفاقاً مر جاؤں۔ کیا زندہ رہنا اور مرنا اس کے خدا کے ہاتھ نہیں۔ کیا بغیر حکم حاکم کے یونہی اتفاقی طور پر لوگ مرجاتے ہیں۔ اور نیز اتفاق اور امکان تو دونوں پہلو رکھتا ہے۔ مرنا اور نہ مرنا بھی بلکہ نہ مرنے کا پہلو قوی اور غالب ہے۔ کیونکہ مرجانا تو ایک نیا حادثہ ہے جو ہنوز معدوم ہے اور زندہ رہنا ایک معمولی امر ہے جو موجود بالفعل ہے۔ پھر موت سے غم کرنا صریح اس امر کا ثبوت ہے کہ اپنے خدا کے کامل اقتدار پر ایمان نہیں۔ حضرت یہ تو دو خداؤں کی لڑائی ہے۔ اب وہی غالب ہوگا جو سچا خدا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے خدا کی ضرور یہ قدرت ظاہر ہوگی کہ اس قسم والے برس میں ہم نہیں مریں گے، لیکن اگر آتھم صاحب نے جھوٹی قسم کھائی تو ضرور فوت ہو جائیں گے تو جاتے انصاف ہے کہ آتھم صاحب کے خدا پر کیا حادثہ نازل ہوگا کہ وہ ان کو بچا نہیں سکے گا اور منجی ہونے سے استعفا دے دے گا۔ غرض اب گریز کی کوئی وجہ نہیں۔ یا تو مسیح کو قادر خدا کہنا چھوڑیں اور یا قسم کھالیں۔ ہاں اگر عام مجلس میں یہ اقرار کردیں کہ اُن کے مسیح ابن اللہ کو برس تک زندہ رکھنے کی تو قدرت نہیں مگر برس کے تیسرے حصہ یا تین دن تک البتہ قدرت ہے اور اس مدت تک اپنے پرستار کو زندہ رکھ سکتا ہے تو ہم اس اقرار کے بعد چار مہینہ یا تین دن ہی تسلیم کرلیں گے۔ اگر اب بھی یہ دو ہزار روپیہ کا اشتہار پا کر منہ پھیر لیا تو ہر ایک جگہ ہماری کامل فتح کا نقارہ بجے گا اور عیسائی اور نیم عیسائی سب ذلیل اور پست ہو جائیں گے اور ہم اس اشتہار کے روز اشاعت سے بھی ایک ہفتہ کی میعاد آتھم صاحب کو دیتے ہیں اور باقی وہی شرائط ہیں جو اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء میں بتصریح لکھ چکے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء

تعداد اشاعت دس ہزار (۱۰۰۰۰) — مطبوعہ ریاض ہند امرتسر

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{4}$ کے چار صفحوں پر ہے) (یہ اشتہار ضمیمہ انوار الاسلام میں ہے)

(۱۲۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ[۱]

اشتہار

انعامی تین ہزار روپیہ

بمرتبہ سویم

اس تحریر میں آتھم صاحب کے لیے تین ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ انعام بعد قسم بلا توقف دو معتبر متمول لوگوں کا تحریری ضمانت نامہ لے کر ان کے حوالہ کیا جاویگا اور اگر چاہیں تو قسم سے پہلے ہی باضابطہ تحریر لے کر یہ روپیہ ان کے حوالہ ہو سکتا ہے یا ایسے دو شخصوں کے حوالہ ہو سکتا ہے جن کو وہ پسند کریں اور اگر ہم بشرائط مذکورہ بالا روپیہ دینے سے پہلو تہی کریں تو ہم کاذب ٹھہریں گے۔ مگر چاہیئے کہ ایسی درخواست روز اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر آوے اور ہم مجاز ہوں گے کہ تین ہفتہ کے اندر کسی تاریخ پر روپیہ لیکر آتھم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں، لیکن اگر آتھم صاحب کی طرف سے رجسٹری شدہ خط آنے کے بعد ہم تین ہفتہ کے اندر تین ہزار روپیہ نقد لے کر امرتسر یا فیروز پور یا جس جگہ پنجاب کے شہروں میں سے آتھم صاحب فرماویں ان کے پاس حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ہوگئے اور بعد میں ہمیں کوئی حق باقی نہیں رہے گا جو انہیں ملزم کریں بلکہ خود ہم ہمیشہ کے لیے ملزم اور مغلوب اور جھوٹے متصور ہوں گے۔

ہماری اس تحریر کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ان مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں سے متعلق ہے جو خواہ نخواہ عیسائیوں کو فتحیاب قرار دیتے ہیں اور ہماری فتح کے دلائل قاطعہ کو کمزور خیال کرتے ہیں اور اپنی خبث باطنی اور بخل اور غباوت کی وجہ سے اس سیدھی اور صاف بات کو نہیں سمجھتے جو نہایت بدیہی اور واضح ہے اور دوسرے حصہ میں آتھم صاحب کی خدمت میں ایک خط ہے جس میں ہم نے ان پر حجت اللہ پوری کردی ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ بخیل مولویوں اور ناواقف مسلمانوں اور عیسائیوں کے اعتراض یہ ہیں جو

---

[۱] الاعراف : ۹۰

ہم ذیل میں لکھ کر دفع کرتے ہیں :-

اعتراض اوّل - پیشگوئی تو جھوٹی نکلی اب تاویلیں کی جاتی ہیں۔

الجواب :- منصف بنو اور سوچو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور آنکھیں کھول کر اس الہام کو پڑھو جو مباحثہ کے اختتام پر لکھا گیا تھا۔ کیا اس کے دو پہلو تھے یا ایک تھا۔ کیا اس میں صریح اور صاف طور پر نہیں لکھا تھا کہ ہاویہ میں گرایا جاوے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اب قسماً کہو کیا اس کو تاویل کہہ سکتے ہیں یا صریح شرط موجود ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا اختیار نہ تھا کہ دو پہلوؤں میں سے جس کو چاہتا اسی کو پورے ہونے دیتا۔ کیا ہم نے پیچھے سے تاویل کے طور پر کوئی بات بنالی یا پہلے سے صاف اور کُھلی کُھلی شرط موجود ہے۔

۲- اعتراض دوئم - بیشک شرط موجود تو ہے مگر یہ کہاں سے اور کیونکر ثابت ہوا کہ آتھم صاحب نے خوف کے دنوں میں رجوع اسلام کی طرف کر لیا تھا اور اسلامی عظمت کو دل میں بٹھا لیا تھا۔ کیا کسی نے اس کو کلمہ پڑھتے سُنا یا نماز پڑھتے دیکھا بلکہ وہ تو اب بھی اخباروں میں یہی چھپواتا ہے کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔

الجواب - آتھم صاحب کا بیان بحیثیت شاہد مطلوب ہے نہ بحیثیت مدعا علیہ۔ پس آتھم صاحب بغیر اس قسم غلیظ کے جس کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں اور جس کے لیے اب ہم تین ہزار روپیہ نقد ان کو دیتے ہیں جو کچھ بیان فرما رہے ہیں یا اخباروں میں چھپوا رہے ہیں وہ سب بیان ایک مدعا علیہ کی حیثیت میں ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص مدعی علیہ کی حیثیت سے عدالت میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنی ذاتی اغراض اور سوسائٹی اور اپنے دوسرے دنیوی مصالح کے لحاظ سے نہ ایک دفعہ بلکہ لاکھ دفعہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس وقت حلف دروغی کا مجرم نہیں۔ اس قانون قدرت کو ہریک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ قسم کے وقت دروغگو کو ضرور پکڑتا ہے۔ اس لیے اگر جھوٹے بے ایمان کو کوئی قسم غلیظ دی جاوے مثلاً بیٹا مر جانے کی ہی قسم ہو تو ضرور اس وقت وہ ڈرتا ہے اور حق کا رُعب اس پر غالب آجاتا ہے۔ پس یہی سبب ہے کہ آتھم صاحب قسم نہیں کھاتے اور صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار کئے جاتے ہیں۔ پس اس عجیب تماشا کو لوگ دیکھ لیں کہ ہم تو ان کو بحیثیت گواہ کھڑا کر کے اور گواہوں کی طرح ایک قسم غلیظ دیکر اس الہام کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جس سے وہ منکر ہیں اور وہ بار بار بحیثیت ایک مدعیٰ علیہ کے اپنا عیسائی ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ یہ کس قدر دھوکا ہے جو لوگوں کو دے رہے ہیں۔ اس دجالی فرقے کے مکروں کو دیکھو جو کیسے باریک ہیں۔ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت خوف کے دنوں میں اور ان دنوں میں جو دیوانوں کی طرح وہ بھاگتے پھرتے تھے اور جبکہ اُن پر بہت سا اثر دہشت پڑا ہوا تھا درحقیقت اسلامی عظمت اور صداقت سے متاثر نہیں تھے تو کیوں اب بحیثیت ایک گواہ کے کھڑے ہو کر قسم نہیں کھاتے اور کیوں اس طریق فیصلہ سے گریز کر رہے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ اس طور سے قسم کھانے[1] سے اُن کی جان

[1] نوٹ: اس قسم کا نام قسم آئینی ہے یعنی وہ قسم موکد بعذاب موت کھائیں اور ہم آمین کہیں۔ آخری فیصلہ قسم ہے اس لئے قانون انگریزی نے بھی ہریک قوم عیسائی وغیرہ کے لئے عند الضرورت قسم پر حصر رکھا ہے۔ منہ

نکلتی ہے جس طور کو ہم نے اپنے اشتہار ہزار روپیہ اور پھر اشتہار دو ہزار روپیہ میں بتصریح بیان کیا ہے یعنی یہ کہ وہ عام مجمع میں ہماری حاضری کے وقت ان صاف اور صریح لفظوں میں قسم کھاویں کہ مَیں نے میعاد پیشگوئی میں اسلام کی طرف ایک ذرّہ رجوع نہیں کیا اور نہ اسلامی صداقت اور عظمت نے میرے دل پر کوئی ہولناک اثر ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی رُوحانی ہیبت نے ایک ذرّہ بھی میرے دل کو پکڑا بلکہ مَیں مسیح کی الوہیت اور ابنیّت اور کفارہ پر پورا اور کامل یقین رکھتا رہا۔ اور اگر مَیں خلاف واقعہ کہتا ہوں اور حقیقت کو چھپاتا ہوں تو اے قادر خدا مجھے ایک سال کے اندر ایسے موت کے عذاب سے نابود کر جو جھوٹوں پر نازل ہونا چاہیئے۔ یہ قسم ہے جس کا ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں اور جس کے لیے ہم اشتہار شائع کرتے کرتے آج تین ہزار روپیہ تک پہنچے ہیں ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ ہم باضابطہ تحریر بے کر یعنی حسب شرائط اشتہار نہم ستمبر ۱۸۹۴ء تمسک لکھوا کر یہ تین ہزار روپیہ قسم کھانے سے پہلے دے دیں گے اور بعد میں قسم لیں گے۔ پھر کیوں آتھم صاحب پر اس بات کے سننے سے غشی پر غشی طاری ہو رہی ہے۔ کیا اب وہ مصنوعی خدا فوت ہو گیا جس نے پہلے نجات دی تھی یا اس سے اب منجی ہونے کے اختیار چھین لئے گئے ہیں۔ ہمیں بالکل سمجھ نہیں آتا کہ کیسی شوخی اور دجالیت ہے کہ یُوں تو آتھم صاحب بحیثیت ایک مدعا علیہ کے بہت باتیں کریں یہانتک کہ اسلام کو جھوٹا مذہب بھی قرار دے دیں اور شیخی کی باتیں منہ سے نکالیں مگر جب بحیثیت شاہد ٹھہرا کر بطرز مذکورہ بالا ان سے قسم لینے کا مطالبہ ہو تو ایسی خاموشی کے دریا میں غرق ہو جائیں کہ گویا وہ دُنیا میں ہی نہیں رہے۔

کیا اے ناظرین! ان کے اس طرز طریق سے ثابت نہیں ہوتا کہ ضرور دال میں کالا ہے۔ غضب کی بات ہے کہ ایک ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا مگر وہ چپ رہے۔ پھر دو ہزار روپیہ دینا کیا اور رجسٹری کر کے اشتہار بھیجا۔ پھر بھی ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی اور دونوں میعادیں گذر گئیں۔ اب یہ تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ کیا کسی کو اُمید ہے کہ اب وہ قسم کھانے کے لیے میدان میں آئیں گے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو جھوٹ کی موت سے مر گئے۔ اب قبر سے کیونکر نکلیں۔ ان کو تو یہ باتیں سُنکر غش آتا ہے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں اور ایک عاجز اور خاکی انسان کو خدا بنا کر اسکی پرستش کر رہے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ میعاد کی زندان سے نکلے بولتے بھی نہیں تھے اور سرنگوں رہتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ شیطانی سوسائٹی سے مل کر اور دجالی ہوا کے لگنے سے دل سخت ہو گیا اور خدا تعالیٰ کے احسان کو بُھلا دیا۔ پس ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک سخت دل اور دُنیا پرست آدمی ایک ایسے مقدمہ میں پھنس جائے جس سے اس کو جان کا اندیشہ یا دائم الحبس ہونے کا خوف ہو تب وہ دل میں خدا تعالیٰ کو پُکارتا ہے اور اپنی بد افعالیوں سے باز رہے اور پھر جب رہائی پا جائے تو اس رہائی کو بخت اور اتفاق پر حمل کرے اور خدا تعالیٰ کے احسانوں کو بُھلا دیوے۔ قرآن کو کھول کر دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے کہ جو فرعونی

صفت کا کوئی شعبہ اپنے اندر رکھتے ہیں کس قدر مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایک کشتی کی بھی مثال ہے جب غرق ہونے لگی۔ پس اب آتھم صاحب اپنی دہریت پر ناز نہ کریں۔ ذرہ قسم کھاویں پھر عنقریب دیکھیں گے کہ خدا ہے اور وہی خدا ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے نہ وہ کرو ڑھا اور بے شمار برسوں کے بعد مریم عاجزہ کے پیٹ سے نکلا۔ اور پھر حباب کی طرح ناپدید ہوگیا۔

۳۔ اعتراض سوئم: یہ ہے کہ یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کسی پنڈت یا ہندے یا رمّال یا جفری کی پیشگوئی پر بھی جب کسی کی موت کی نسبت وہ بیان کرے تو ضرور بوجہ بشریت اس پیشگوئی کا خوف اور دہشت دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر آتھم صاحب کے دل پر بھی اسلامی پیشگوئی کی دہشت طاری ہوئی ہو تو کیوں اس خوف کو بھی بشریت کی طرف منسوب نہ کیا جاوے۔

الجواب: بشر تو بشریت سے کبھی منفک نہیں ہوتا لیکن جب بقول آپ کے اسلامی پیشگوئی کی عظمت اور صداقت نے آتھم صاحب کے دل پر اثر کیا اور ان کو ایک شدید خوف میں ڈال دیا تو بموجب تصریح قرآن کریم کے یہ بھی ایک رجوع کی قسم ہے کیونکہ اسلامی پیشگوئی کی تصدیق درحقیقت اسلام کی تصدیق ہے۔ مثلاً منجم کی پیشگوئی سے وہ شخص ڈرتا ہے جو نجوم کو کچھ چیز سمجھتا ہے اور رمّال کی پیشگوئی سے وہی شخص خائف ہوتا ہے جو رمل کو کچھ حقیقت خیال کرتا ہے۔ اسی طرح اسلامی پیشگوئی سے وہی شخص ہراساں اور لرزاں ہوتا ہے جس کا دل اس وقت اسلام کا مکذّب نہیں بلکہ مصدّق ہے اور ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اس قدر اسلام کی عظمت اور صداقت کو مان لینا اگرچہ نجات اخروی کے لیے مفید نہیں مگر عذاب دنیوی سے رہائی پانے کے لیے مفید ہے جیسا کہ قرآن کریم نے اس بارہ میں بار بار مثالیں پیش کی ہیں اور بارہا فرمایا ہے کہ ہم نے خوف اور تضرّع کے وقت کفار کو عذاب سے نجات دے دی حالانکہ ہم جانتے تھے کہ وہ پھر کفر کی طرف عود کریں گے۔ پس اسی قرآنی اصول کے موافق آتھم صاحب شدید خوف میں مبتلا ہو کر کچھ دنوں کے لیے موت سے نجات پا گئے کیونکہ انہوں نے اس وقت عظمت اور صداقت اسلامی کو قبول کیا اور ردّ نہ کیا جیسا کہ علاوہ ہمارے الہام کے ان کا پریشان حال ان کی اس اندرونی حالت پر گواہ رہا۔ اور اگر یہ باتیں صحیح نہیں ہیں اور اسلام کا خدا ان کے نزدیک سچا خدا نہیں تو قسم کھانے سے کیوں وہ بھاگتے ہیں اور کونسا پہاڑ ان پر گرے گا جو انہیں کچل ڈالے گا۔ کیا وہ تجربہ نہیں کر چکے جو ہم جھوٹے ہیں۔ پس جھوٹوں کے مقابل پر تو پہلے سے زیادہ دلیری کے ساتھ میدان میں آنا چاہیئے[1]

---

[1] حاشیہ: بعض مخالف مولوی نام کے مسلمان اور ان کے چیلے کہتے ہیں کہ جبکہ ایک مرتبہ عیسائیوں کی فتح ہو چکی تو پھر بار بار آتھم صاحب کا مقابلہ پر آنا انصافاً ان پر واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اے بے ایمانو نیم عیسائیو دجّال کے ہمراہیو اسلام کے دشمنو۔ کیا پیشگوئی کے دو پہلو نہیں تھے۔ پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرے پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اپنے اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔ کیا وہ نہیں ڈرتے رہے۔ کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا

مگر حقیقت یہ ہے کہ وہی جھوٹے اور ان کا مذہب جھوٹا اور اُن کی ساری باتیں جھوٹی ہیں اور اس پر یہی دلیل کافی ہے کہ جیسا کہ جھوٹے بزدل اور ہراساں ہوتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اپنے جھوٹ کی شامت سے سچ مچ مر ہی نہ جائیں یہی حال ان کا ہو رہا ہے۔ اگر آتھم صاحب پندرہ مہینہ کے تجربہ سے مجھے کاذب معلوم کر لیتے تو ان سے زیادہ میرے مقابل پر اور کوئی بھی دلیر نہ ہوتا اور وہ قسم کھانے کے لیے مستعد ہو کر اس طرح میدان میں دوڑ کر آتے کہ جس طرح چڑیا کے شکار کی طرف باز دوڑتا ہے۔ مطالبہ قسم پر ان کو باغ باغ ہو جانا چاہیئے تھا کہ اب جھوٹا دشمن قابو میں آگیا۔ مگر یہ کیا آفت پڑی کیوں اب تجربہ کے بعد مقابل پر نہیں آتے۔ یہی سبب ہے کہ انہیں میرے الہام کی حقیقت معلوم ہے دوسرے احمق عیسائی اور مسلمان نہیں جانتے مگر وہ خوب جانتے ہیں۔

ناظرین! کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ میدان میں قسم کھانے کے لیے آجائیں گے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کبھی جھوٹے بھی ایسی بہادری دکھلاتے ہیں جو ایمانی قوت پر مبنی ہو۔ ان کے تو ڈر ڈر کے دست نکلتے رہے۔ غشی پر غشی طاری ہوتی رہی۔ سو خدا نے جو سزا دینے میں دھیما اور رحم میں سب سے بڑھ کر ہے اپنی الہامی شرط کے موافق اُن سے معاملہ کیا۔ اب چڑیا اپنے پنجرہ سے نکلی ہوئی پھر کیونکر اسی پنجرہ میں داخل ہو جائے۔

پیارے ناظرین! کیا تم ہماری تحریروں کو غور سے نہیں دیکھتے۔ کیا سچائی کی شوکت تمہیں ان کے اندر معلوم نہیں ہوتی۔ کیا نور فراست تمہارا گواہی نہیں دیتا کہ یہ ایمانی قوت اور شجاعت اور یہ استقلال دروغگو سے کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیا مَیں پاگل ہو گیا یا میں دیوانہ ہوں کہ اگر قطعی طور پر مجھے علم نہیں دیا گیا تو یونہی تین ہزار روپیہ برباد کرنے کو طیار ہو گیا ہوں۔ ذرا سوچو اور اپنے صحیح وجدان سے کام لو۔ اور یہ کہنا کہ کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر رہا ہو کس قدر صداقت کا خون کرنا ہے۔ اگر اثر نہیں تھا تو کیوں آتھم صاحب چوروں کی طرح بھاگتے پھرے اور کیوں اپنی سچائی کی بناء پر اب قسم کھانے کے لیے میدان میں نہیں آتے خط پر خط رجسٹری کرا کر بھیجے گئے وہ مُردے کی طرح بولتے نہیں۔

۴۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ایک صاحب اپنے اشتہار میں مجھ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ تم نے مباحثہ میں آتھم صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تم عمداً حق کو چھپا رہے ہو۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ وہ اس

بقیہ حاشیہ:

اقرار نہیں کیا پھر اگر وہ ڈر انسانی تلوار سے تھا نہ آسمانی تلوار سے تو اس شبہ کے مٹانے کے لیے کیوں قسم نہیں کھاتے پھر جبکہ اس طرف سے ہزارہا روپیہ کے انعام کا وعدہ نقد کی طرح پا کر پھر بھی قسم سے انکار اور گریز ہے تو عیسائیوں کی فتح کیا ہوئی۔ کیا تمہاری ایسی تیسی ہے۔ منہ

وقت بھی بقول تمہارے اسلام کو حق جانتے تھے۔ پس پیشگوئی کی میعاد میں کونسی نئی بات اُن سے ظہور میں آئی۔

الجواب۔ جاننا چاہیئے کہ امن کی حالت میں اپنے کُفر کی حمایت کر کے حق کو چھپانا اور اپنے مخالفانہ دلائل کو کمزور سمجھ کر پھر بھی بحث کے وقت انہیں کو فروغ دینا اور اسلامی دلائل کو بہت قوی پا کر پھر بھی اُن سے عمداً حق پوشی کی راہ سے منہ پھیرنا یہ اَور بات ہے، لیکن خوف کے دنوں میں درحقیقت اسلامی صداقت کا خوف اپنے دل پر ڈال لینا یہاں تک کہ شدّت خوف سے دیوانہ سا ہو جانا یہ اَور چیز ہے اور دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور موجب التواء عذاب شق دوم ہے نہ شق اوّل۔

۵۔ پانچواں اعتراض یہ ہے کہ ایک سال کی میعاد کی کیا ضرورت ہے خدا ایک دن میں جھوٹے کو مار سکتا ہے۔

الجواب: ہاں بیشک خداتے قادر ذوالجلال ایک دن میں کیا بلکہ ایک طرفۃ العین میں مار سکتا ہے مگر جب اس نے الہامی تفہیم سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تو اس کی پیروی کرنا لازم ہے کیونکہ وہ حاکم ہے مثلاً وہ اپنی قدرت کے رُو سے ایک دن میں انسان کے نُطفہ کو بچّہ بنا سکتا ہے، لیکن جب اس نے اپنے قانون قدرت کے ذریعہ سے ہمیں سمجھا دیا کہ یہی اس کا ارادہ ہے کہ نو مہینہ میں بچّہ بناوے تو بعد اس کے نہایت چالاکی اور گُستاخی ہوگی کہ ہم ایسا اعتراض کریں۔ کیا ہمیں خدا تعالیٰ کے ارادوں اور حکموں کی پیروی کرنا لازم ہے یا یہ کہ اپنے ارادوں کا اُس کو پیرو بناویں۔ اس کی قدرت تو دونوں پہلو رکھتی ہے چاہے تو ایک طرفۃ العین میں کسی کو ہلاک کر دے۔ اور چاہے تو کسی اور مُدّت تک مثلاً ایک سال تک کسی پر موت وارد کرے اور پھر جب اسی کی تفہیم سے معلوم ہوا کہ اپنی قدرت کے وارد کرنے میں اس نے ایک سال کی مدّت کو ارادہ کیا ہے تو یہ کہنا سخت بے جا ہے کہ یہ ارادہ اس کی قدرت کے مخالف ہے۔ صدہا کام ہیں جو وہ ایک دم میں کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا، دُنیا کو بھی چھ دن میں بنایا اور کھیتوں کو بھی اس مدّت تک پکاتا ہے جو اس نے مقرر کر رکھی ہے اور ہر اک شے کے لیے اس کے قانون قدرت میں اجل مقرر ہے۔ پس قانون الہام بھی اسی قانون قدرت کے مشابہ صفات باری کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ سیاپا ایسے لوگ کیوں کر رہے ہیں جو حضرت مسیح کو قادر مطلق خیال کرتے ہیں۔ کیا اُن کا وہ مصنوعی خدا ایک سال تک آتھم صاحب کو بچا نہیں سکتا حالانکہ ان کی عمر بھی کچھ ایسی بڑی نہیں ہے بلکہ میری عمر سے صرف چند سال ہی زیادہ ہیں۔ پھر اس مصنوعی خدا پر کون سی ناتوانی طاری ہو جائے گی کہ ایک سال تک بھی ان کو بچا نہیں سکے گا۔ ایسے خدا پر نجات کا بھروسہ رکھنا بھی سخت خطرناک ہے جو ایک سال کی حفاظت سے بھی عاجز ہے۔ کیا ہم نے عہد نہیں کیا کہ ہمارا خدا اس سال میں ضرور ہمیں مرنے سے بچائے گا اور آتھم صاحب کو اس جہان سے رخصت کر دیگا کیونکہ وہی قادر اور سچا خدا ہے جس سے بدنصیب عیسائی مُنکر ہیں اور اپنے جیسے انسان کو خدا بنا بیٹھے ہیں۔

تبھی تو بزدل ہیں اور ایک سال کے لیے بھی اس پر بھروسہ نہیں آسکتا۔ اور سچ ہے باطل معبودوں پر بھروسہ کیونکر ہوسکے اور نور فطرت کیونکر گواہی دیوے کہ ایسا عاجز معبود ایک سال تک بچا سکے گا۔ بلکہ ہم نے تو اشتہار ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں یہ بھی لکھدیا ہے کہ اگر آتھم صاحب اپنے مصنوعی خدا کو ایسا ہی کمزور اور گیا گذرا یقین کر بیٹھے ہیں تو اتنا کہہ دیں کہ وہ ابن اللہ کے نام کا خدا ایک سال تک مجھے بچا نہیں سکتا تو ہم اس اقرار کے بعد تین دن ہی منظور کرلیں گے۔ مگر وہ کسی طرح میدان میں نہیں آویں گے کیونکہ جھوٹے کو اپنے جھوٹ کا دھڑکا شروع ہوجاتا ہے اور سچے کے مقابل پر آنا اس کو ایک موت کا مقابلہ معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ چھٹا اعتراض یہ ہے کہ کیا خدا آتھم کے منافقانہ رجوع سے اپنے زبردست وعدہ کو ٹال سکتا تھا حالانکہ وہ خود ہی فرماتا ہے وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا[1] یعنی جب وعدہ پہنچ گیا تو کسی جان کو مہلت نہیں دی جاتی۔

الجواب۔ آپ سُن چکے ہیں کہ وہ وعدہ خدا تعالیٰ کے الہام میں قطعی وعدہ نہ تھا اور نہ فیصلہ ناطق تھا بلکہ مشروط بشرط تھا اور بصورت پابندی شرط کے وہ شرط قرار دادہ بھی وعدہ میں داخل تھی۔ سو آتھم نے خوف کے دنوں میں بیشک حق کی طرف رجوع کیا اور وہ رجوع منافقانہ نہیں تھا اس لیے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق موت میں تاخیر ڈال دی افسوس کہ نادان لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ انسان کی فطرت میں یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ وہ باوجود شقی ازلی ہونے کے شدّت خوف اور ہول کے وقت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیتا ہے لیکن اپنی شقاوت کی وجہ سے پھر بلا سے رہائی پاکر اس کا دل سخت ہوجاتا ہے۔ جیسے فرعون کا دل ہر ایک رہائی کے وقت سخت ہوتا رہا سو ایسے رجوع کا نام خدا تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں منافقانہ رجوع نہیں رکھا کیونکہ منافق کے دل میں کوئی سچا خوف نازل نہیں ہوتا اور اس کے دل پر حق کا رُعب اثر نہیں ڈالتا۔ لیکن اس شقی کے دل میں راہ راست کی عظمت کو خیال میں لاکر ایک سچا خوف پیشگوئی کے سُننے کے وقت میں بال بال میں پھر جاتا ہے مگر چونکہ شقی ہے اس لیے یہ خوف اسی وقت تک رہتا ہے جب تک نزول عذاب کا اس کو اندیشہ ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن کریم اور بائبل میں بکثرت ہیں جن کو ہم نے رسالہ انوار الاسلام میں بتفصیل لکھ دیا ہے۔

غرض منافقانہ رجوع درحقیقت رجوع نہیں ہے، لیکن جو خوف کے وقت میں ایک شقی کے دل میں واقعی طور پر ایک ہراس اور اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے اس کو خدا تعالیٰ نے رجوع میں ہی داخل رکھا ہے اور سنت اللہ نے ایسے رجوع کو دنیوی عذاب میں تاخیر پڑنے کا موجب ٹھہرایا ہے گو اخروی عذاب ایسے رجوع سے ٹل نہیں سکتا مگر دنیوی عذاب ہمیشہ ٹلتا رہا ہے اور دوسرے وقت پر پڑتا رہا ہے۔ قرآن کو غور سے دیکھو اور جہالت کی باتیں مت کرو اور یاد رہے کہ آیۃ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا کو اس مقام سے

---

[1] المنافقون : ۱۲

کچھ تعلق نہیں ۔اس آیت کا تو مُدعا یہ ہے کہ جب تقدیر مبرم آجاتی ہے تو ٹل نہیں سکتی ۔مگر اس جگہ بحث تقدیر معلّق میں ہے جو مشروط بشرائط ہے ۔جبکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آپ فرماتا ہے ۔کہ میں استغفار اور تضرع اور غلبہ خوف کے وقت میں عذاب کو کفار کے سر پر سے ٹال دیتا ہوں اور ٹالتا رہا ہوں پس اس سے بڑھ کر سچا گواہ اور کون ہے جس کی شہادت قبول کی جائے ۔

۷۔ ساتواں اعتراض یہ ہے ۔اگر رجوع کے بعد عذاب ٹل سکتا ہے تو اب بھی اگر آتھم قسم کھا کر پھر اندر ہی اندر رجوع کرلے تو چاہیئے کہ عذاب ٹل جائے تو اس صورت میں ایک شریر انسان کے لیے بڑی گنجائش ہے اور ربانی پیشگوئیوں کا بالکل اعتبار اُٹھ جائے گا ۔

الجواب :قسم کھانے کے بعد خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فیصلہ قطعی کرے ۔سو قسم کے بعد ایسے مکّار کا پوشیدہ رجوع ہرگز قبول نہیں ہوگا کیونکہ اس میں ایک دُنیا کی تباہی ہے اور قسم فیصلہ کے لیے ہے اور جب فیصلہ نہ ہوا اور کوئی مکّار پوشیدہ رجوع کرکے حق پر پردہ ڈال سکا تو دُنیا میں گمراہی پھیل جائے گی ۔اس لیے قسم کے بعد خدا تعالیٰ کا عزماً یہ ارادہ ہوتا ہے کہ حق کو باطل سے علیحدہ کردے تا امر مشتبہ کا فیصلہ ہو جائے ۔

۸۔آٹھواں اعتراض یہ ہے کہ اگر صداقت کا صرف اقبال یا اقرار باعث تاخیر موت ہے تو ہم اہل اسلام کو کبھی موت نہیں آنی چاہیئے کیونکہ صداقت کے پیرو ہیں ۔جبکہ دشمن خدا ذرا سے منافقانہ رجوع کے باعث جو وہ بھی پوشیدہ ہے موت سے بچ جائے تو ہم جو علیٰ رؤس الاشہاد رجوع کئے بیٹھے ہیں بے شک حیات جاودانی کے مستحق ہیں ۔

الجواب :عزیز من جو لوگ سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل ہیں اور پھر بعد اس کے ایسے کام نہیں کرتے جو اس کلمہ کے مخالف ہیں بلکہ توحید کو اپنے دل پر وارد کرکے رسالت محمدیہ کے جھنڈے کے نیچے ایسی استقامت سے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کوئی ہولناک آواز بندوق یا توپ کی ان کو اس جگہ سے جنبش نہیں دے سکتی اور نہ تیز تلواروں کی چمکیں ان کی آنکھوں کو خیرہ کر سکتی ہیں اور نہ وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو کر اس جھنڈے سے باہر آسکتے ہیں بے شک وہ لوگ حیات جاودانی پائیں گے ۔کس خبیث نے کہا کہ نہیں پائیں گے اور وہ دائمی زندگی کے ضرور ہی وارث ہوں گے کون ملعون کہتا ہے کہ نہیں وارث ہوں گے لیکن ایک کافر یا فاسق کا خوف کے دنوں میں کچھ مدت تک عذاب سے بچ جانا یہ خدا رحیم کی طرف سے ایک مہلت دینا ہے تا شاید وہ ایمان لاوے یا اس پر حجت پوری ہو جائے اور جب اللہ تعالیٰ ایک کافر کو اپنے غضب کی آگ سے ہلاک کرنا چاہے تو اس کی یہی سنتِ قدیم ہے کہ وہ خوف سے بھرے ہوئے رجوع کے وقت خواہ وہ رجوع بعد ایام خوف قائم رہنے والا ہو یا نہ ہو ضرور عذاب کو کسی دوسرے وقت پر ٹال دیتا ہے مگر مومنوں کی موت اگر اس کا وقت پہنچ گیا ہو تو وہ بطور عذاب نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب کی

طرف پہنچتا ہے۔ اور وہ مرنے کے بعد اس لذت اور راحت کے وارث ہو جاتے ہیں جس کی نظیر اس دُنیا میں نہیں۔ مگر کافر کے لیے موت جہنم کا پہلا زینہ ہے جو اس سے گرتے ہی واصل ہاویہ ہوتا ہے۔

۹۔ نواں اعتراض یہ ہے کہ اگر پادری رائیٹ فریق مخالف میں سے پیشگوئی کی میعاد میں مرگئے تو اس کے مقابلہ میں آپ کے کئی مقرب عیسائی ہو گئے۔

الجواب: اے صاحب۔ آپ متوجہ ہو کر سُنیں اور ہم سچ کہتے ہیں اور کاذب پر لعنت اللہ ہے کہ ہمارا کوئی مقرب یا بیعت کا سچا تعلق رکھنے والا عیسائی نہیں ہوا۔ ہاں دو بدچلن اور خراب اندرون آدمی آنکھوں کے اندھے جن کو دین سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا منافقانہ طور کے بیعت کرنے والوں میں داخل ہو گئے تھے، لیکن ہم نے یہ معلوم کر کے کہ یہ بدچلن اور خراب حالت کے آدمی ہیں ان کو اپنے مکان سے نکال دیا تھا اور ناپاک طبع پا کر بیعت کے سلسلہ سے الگ کر دیا تھا۔ اب فرمائیے کہ ان کا ہم سے کیا تعلق رہا اور ان کے مُرتد ہونے سے ہمیں کیا رنج پہنچا۔ پادریوں پر یہ بھی زوال آیا کہ اُن کو انہوں نے قبول کیا اور آخر دیکھیں گے کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے حرام خور آدمی کسی قوم کے لیے جائے فخر نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کو اس بیان میں شک ہو تو قادیان میں آویں اور ہم سے پورا پورا ثبوت لے لیں، لیکن رائٹ تو اپنی اس حیثیت منصبی اور سرگروہی کی عزت سے معطّل نہیں کیا گیا تھا۔ اور وہی تھا جس نے مباحثہ کے پہلے انگریزی میں شرائط لکھے تھے۔ پھر آپ کیوں ایسی صریح اور چمکتی ہوئی صداقت پر خاک ڈالتے ہیں۔ یہ بات نہایت صاف ہے کہ اس جنگ میں جس کا نام پادریوں نے خود اپنے منہ سے جنگ مقدس رکھا تھا شکست کی چاروں صورتیں ان بندہ پرست نصرانیوں کو نصیب ہوئیں کیونکہ کوئی ان میں سے مارا گیا اور کوئی زخمی ہوا یعنی بیمار شدید ہوا اور مَر مَر کے بچا اور کوئی لعنتوں کے زنجیر میں گرفتار ہوا۔ اور کوئی بھاگ گیا اور اسلامی جھنڈے کے نیچے پناہ لے کر جان بچائی۔ پس اس کُھلی کُھلی اور فاش شکست سے انکار کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پرلے درجہ کی بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے، لیکن اگر مغلوب اور ذلیل پادریوں کو خواہ نخواہ غالب قرار دینا ہے تو ہم آپ کی زبان کو نہیں پکڑ سکتے۔ ورنہ سچ تو یہی ہے کہ اس پیشگوئی کے بعد پادریوں پر بہت ہی ذلت کی مار پڑی ہے۔ عین میعاد پیشگوئی میں پادری رائٹ صاحب عین جوانی میں جہنم کی رونق افروزی کے لیے اس دُنیا سے بُلائے گئے اور ان کی موت پر اس قدر سیاپے اور دردناک نوحے ہوئے کہ عیسائیوں نے آپ اقرار کیا کہ بے وقت ہم پر قہر نازل ہوا۔

پھر دوسری ذلت دیکھو کہ پچاس برس کی مولویت کا دعویٰ جس کی بناء پر عماد الدین وغیرہ کا اسلامی تعلیم میں دخل دینا جاہلوں کی نظر میں معتبر سمجھا جاتا تھا نجاست کی طرح جھوٹ کی بدبُو سے بھرا ہوا نکلا اور یکدفعہ بوسیدہ بنیاد کی طرح گر گیا اور ہزار لعنت کا رسّہ ہمیشہ کے لیے تمام ان پادریوں کے گلے میں پڑ گیا جو علم عربی میں دخل رکھنے کا دم مارتے تھے۔ کیا یہ ایسی ذلت اور رسوائی ہے جو کسی کے چھپانے سے چھپ سکے اور کیا یہ وہ

پہلی ذلت نہیں ہے جو پادریوں کو ہندوستان میں اور پنجاب میں نصیب ہوئی جس کے اشتہارات یورپ اور امریکہ اور تمام بلاد میں پھیل کر عام طور پر جہالت اور دروغگوئی ان پادریوں کی جو مولوی کہلاتے تھے ثابت ہوئی اور ہمیشہ کے لیے یہ داغ ان کی پیشانی پر لگ گیا جو اب ابدالدھر تک دُور نہیں ہوسکتا۔کیا ایسی ذلت کی کوئی نظیر ہمارے فریق میں پیشگوئی کے بعد آپ نے دیکھی۔بھلا ذرا کلمہ طیبہ پڑھ کر بیان تو کرو تا ہم بھی سُنیں۔اور پھر یہ ذلتیں اور رسوائیاں ابھی ختم کہاں ہوتیں۔ہمارا اشتہار پر اشتہار نکالنا یہانتک کہ تین ہزار تک انعام دینا اور آتھم صاحب کی قسم کھانے سے جان نکلنا۔کیا اس سے اسلام کی ہیبت اور صداقت بدیہی طور پر ثابت نہیں۔کیا اب بھی عیسائیوں کے ذلیل اور جھوٹے ہونے میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے۔اور آپ کا یہ کہنا کہ رات کو آتھم کی موت کے لیے دعائیں مانگنا یہ بھی ایک عذاب تھا۔سبحان اللہ کس قدر مسلمان کہلا کر بیہودہ باتیں آپ کے مُنہ سے نکل رہی ہیں سچے مسلمان ہمیشہ غلبہ اسلام کے لیے دُعائیں مانگتے ہیں اور تہجد بھی پڑھتے ہیں اور نماز میں بھی ان کو رقت طاری ہوتی ہے اور آیت یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا[1] کا مصداق ہوتے ہیں۔اگر یہی عذاب ہے تو ہماری دُعا ہے کہ قیامت میں بھی یہ عذاب ہم سے الگ نہ ہو۔دُعا کرنا ہمیشہ نبیوں کا طریق اور صلحاء کی سنت ہے اور عین عبادت ہے اس کا نام عذاب رکھنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو دُنیا کے کیڑے ہیں اور رُوحانی جہان سے بےخبر ہیں۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مومن صادق پر اس وقت دُکھ اور عذاب کی حالت وارد ہوتی ہے کہ جب نماز کی رقت اور پُررقت دعا اس سے فوت ہوجاتی ہے۔اے غافلو یہ تو دینداروں اور راستبازوں کا بہشت ہے نہ کہ عذاب ؎

ہردم براہ جاناں سوزلیست عاشقاں را

زجہال چہ دید آنکس کہ ندید ایں جہاں را

۱۰- دسواں اعتراض یہ کہ پادری عمادالدین تو ایک جاہل آدمی ہے اور عربی سے بےبہرہ۔وہ بچارا عربی کتابوں کا جواب کیونکر لکھتا۔

الجواب۔ایسا جاہل ایک مدت دراز سے مولوی کہلاتا تھا اور ہزاروں نادان اس کو مولوی سمجھتے تھے تو کیا اس کی ان تالیفات سے ذلت نہیں ہوئی اور کیا وہ بباعث عاجز رہ جانے کے اس ہزار لعنت کا مستحق نہ ہوا جو نورالحق کے چار صفحہ میں لکھی گئی۔ماسوا اس کے اے حضرت اس سے تو ان تمام پادریوں کی ناک کٹ گئی جو مولوی کہلاتے تھے اور مولویت کے دھوکہ سے جاہلوں پر بد اثر ڈالتے تھے نہ صرف عمادالدین کا ناک۔کیا ایسی ثابت شدہ ذلت اور لعنت کی نظیر ہماری جماعت کو بھی پیش آئی۔آپ عیسائیوں کے حامی تو بنے۔اب حلفاً پورا پورا جواب دیں۔

---

[1] الفرقان : ۶۵

۱۱۔ گیارھواں اعتراض یہ ہے کہ ایک ہندوزادہ سعد اللہ نام لدھیانہ سے اپنے اشتہار ۱۶؍ ستمبر ۱۸۹۴ء میں لکھتا ہے کہ صرف دل میں حق کی عظمت کو ماننا اور اپنے عقائد باطلہ کو غلط سمجھنا کسی طرح عمل خیر نہیں بن سکتا یہ دجّال قادیانی کا ہی کام ہے کہ اس کا نام رجوع بحق رکھے۔

الجواب۔ اے احمق دل کے اندھے دجّال تو تُو ہی ہے جو قرآن کریم کے برخلاف بیان کرتا ہے اور نیز اپنی قدیم بے ایمانی سے ہمارے بیان کو محرّف کر کے لکھتا ہے۔ ہم نے کب اور کس وقت کہا جو ایسا رجوع جو خوف کے وقت میں ہو اور پھر انسان اس سے پھر جائے نجات اخروی کے لیے مفید ہے۔ بلکہ ہم تو بار بار کہتے ہیں کہ ایسا رجوع نجات اخروی کے لیے ہرگز مفید نہیں۔ اور ہم نے کب آتھم نجاست خور مشرک کو بہشتی قرار دیا ہے۔ یہ تو سراسر تیرا ہی افتراء اور بے ایمانی ہے۔ ہم نے تو قرآن کریم کی تعلیم کے موافق صرف یہ بیان کیا تھا کہ کوئی کافر اور فاسق جب عذاب کے اندیشہ سے عظمت اور صداقت اسلام کا خوف اپنے دل میں ڈال لے اور اپنی شوخیوں اور بے باکیوں کی کسی قدر رجوع کے ساتھ اصلاح کر لے تو خدا تعالیٰ وعدہ عذاب دنیوی میں تاخیر ڈال دیتا ہے۔ یہی تعلیم سارے قرآن میں موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ جلّشانہٗ کفار کا قول ذکر کر کے فرماتا ہے۔ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ[۱] اور پھر جواب میں فرماتا ہے اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ[۲]۔ یعنی کافر عذاب کے وقت کہیں گے کہ اے خدا ہم سے عذاب دفع کر کہ ہم ایمان لاتے۔ اور ہم تھوڑا سا یا تھوڑی مدّت تک عذاب دُور کر دیں گے مگر تم اے کافرو پھر کفر کی طرف عود کرو گے۔ پس ان آیات سے اور ایسا ہی ان آیتوں سے جن میں قریب الغرق کشتیوں کا ذکر ہے۔ صریح منطوق قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب دنیوی ایسے کافروں کے سر پر سے ٹل جاتا ہے جو خوف کے دنوں اور وقتوں میں حق اور توحید کی طرف رجوع کریں گو امن پاکر پھر بے ایمان ہو جائیں۔

بھلا اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اپنے معلّم شیخ بٹالوی کو کہو کہ قسم کھا کر بذریعہ تحریر یہ ظاہر کرے کہ ہمارا یہ بیان غلط ہے کیونکہ تم تو جاہل ہو تم ہرگز نہیں سمجھو گے اور وہ سمجھ لے گا۔ اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیونکہ ہمارے بیان میں سچائی کا نُور دیکھے گا اور قرآن کے مطابق پائے گا۔ پس اب بتلا کہ کیا دجّال تیرا ہی نام ثابت ہوا یا کسی اَور کا۔ حق سے لڑتا رہ۔ آخر اے مُردار دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹؍ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت الہام ہوا ہے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اور ہم نے اس طرح پر آتھم کا رجُوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کہا۔ کیا تُو سوچتا نہیں کہ اگر وہ سچا ہے تو کیوں قسم نہیں کھاتا۔ اگر یہی سچ ہے تو وہ سچی قسم کھانے سے کس پہاڑ کے نیچے آکر دب جائے گا۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ آتھم صاحب کا صرف بحیثیت مدعا علیہ انکار

[۱] الدخان : ۱۳ [۲] الدخان : ۱۶

کرتے رہنا کچھ بھی چیز نہیں جھوٹ بولنا نصاریٰ کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر بندہ پرست لوگ جھوٹ نہ بولیں تو اَور کون بولے۔ مگر ہمارا تو یہ مطلب اور مدعا ہے کہ بحیثیت ایک گواہ کے کھڑا ہو کر مجمع عام میں اس مضمون کی قسم کھا جائیں جس کی ہم بار بار تعلیم کرتے ہیں مگر گیا اس نے اب تک قسم کھائی ہرگز نہیں اور تعجب کہ ہم نے لکھا تھا کہ جو ولد الحلال ہے اور درحقیقت عیسائی مذہب کو ہی غالب سمجھتا ہے تو چاہیئے کہ ہم سے دو ہزار روپیہ لے اور آتھم صاحب سے ہمارے منشاء کے موافق قسم دلا دے۔ پھر جو کچھ چاہے ہمیں کہتا رہے ورنہ یونہی اسلامی بحث پر مخالفانہ حملہ کرنا اور زبان سے مسلمان کہلانا کسی ولد الحلال کا کام نہیں۔ مگر میاں سعد اللہ صاحب نے آج تک آتھم صاحب کو قسم کھانے پر مستعد نہ کیا مگر عیسائیوں کو غالب سمجھتا رہا اور اپنے پر دانستہ وہ لقب لے لیا جس کو کوئی نیک طینت لے نہیں سکتا اور پھر یہ نادان کہتا ہے کہ اگر مرنا ہی عذاب کی نشانی ہے تو قادیانی بھی ضرور ایک دن اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اے احمق تیری کیوں عقل ماری گئی۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا۔ یوں تو انبیاء بھی فوت ہو گئے بلکہ بعض شہید ہوئے اور ان کے دشمن فرعون اور ابوجہل وغیرہ بھی مر گئے یا مارے گئے، لیکن وہ موت جو مقابلہ کے وقت اہلِ حق کی دُعا سے یا اہلِ حق کی ایذاء سے یا اہلِ حق کی پیشگوئی سے اشقیاء پر وارد ہوتی ہے وہ عذاب کی موت کہلاتی ہے کیونکہ جہنم تک پہنچاتی ہے۔ مگر اہلِ حق اگر شہید بھی ہو جائیں تو وہ خدا کے فضل سے بہشت میں جاتے ہیں۔

۱۲۔ بارھواں اعتراض اسی ہندو زادہ کا یہ ہے کہ جب کوئی عمل نہ چلا تو ڈھکوسلا بنا لیا کہ آتھم نے رجوع بحق کیا ہے۔

الجواب۔ ہاں اے ہندو زادہ اب ثابت ہوگیا کہ ضرور تو حلال زادہ ہے۔ ہماری اس شرط پر کہ کوئی آتھم کو قسم دینے سے پہلے تکذیب نہ کرے خوب ہی تو نے عمل کیا آفرین آفرین۔ سچ کہہ کہ یہ ڈھکوسلا اب بنا لیا یا الہام میں پہلے سے شرط تھی اور کیا اس شرط کے تصفیہ کے لیے ضرور نہ تھا کہ آتھم قسم کھا لیتا۔ کیا قسم کے دو حرف مُنہ پر لانا اور تین ہزار روپیہ نقد لینا ایک سچے آدمی کے لیے کچھ مشکل ہے !!!

۱۳۔ بعض شبہات ایسے لوگوں کی طرف سے ہیں جو اخلاص رکھتے ہیں لیکن بباعث کمی معلومات بیخبر ہیں۔ پس ہم اس جگہ ان کے اوہام کو بھی بطور قولہ اقول دفع کر دیتے ہیں۔

قولہٗ آتھم اسلام کی طرف رجوع کرنے سے صریح اپنے خط مطبوعہ میں انکار کرتا ہے صرف قسم کھا لینا اور روپے لینا باقی رہا ہے۔

اقول یہ انکار بر رنگ شہادت انکار نہیں بلکہ ایسے طور کا انکار ہے جیسے بدمعاملہ مدعا علیہم کیا کرتے

ہیں۔ بس ایسا انکار اس دعویٰ کو توڑ نہیں سکتا جو خود آتھم صاحب کی عالی شہادت سے ثابت ہے کیا اس میں کچھ شک ہے کہ آتھم صاحب نے اپنی سراسیمگی اور دن رات کی پریشانی اور گریہ وبکا اور ہر وقت مغموم اور اندوہ ناک رہنے سے دکھا دیا کہ وہ ضرور اس پیشگوئی سے متاثر اور خائف رہے ہیں بلکہ آتھم صاحب نے خود رو رو کر مجلسوں میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتے رہے۔ چنانچہ ابھی ستمبر ۱۸۹۴ء کے مہینہ میں وہ اقرار نور افشاں میں چھپ بھی گیا ہے جس کی اب وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ پیشگوئی سے ہمیں خوف نہیں تھا اور نہ اسلامی عظمت کا اثر تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ کوئی مجھ کو مار نہ دیوے لیکن انہوں نے خوف کا صریح اقرار کر کے پھر اس کا کچھ ثبوت نہیں دیا کہ ایسا خوف جس نے ان کو حیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا کیا سارا مدار اس کا صرف اس وہم پر تھا کہ کوئی مجھ کو قتل نہ کر دیوے۔ پس جبکہ ہماری پیشگوئی کے بعد یہ سارا خوف تھا جس کے وہ خود اقراری ہیں جس کو یاد کر کے اب بھی وہ زار زار روتے ہیں تو ہمارا یہ حق ہے کہ ہم ان کی اس تاویل کو لانسلّم کی مدّ میں رکھ کر ان سے وہ ثبوت مانگیں جو موجب تسلّی ہو کیونکہ جبکہ وہ نفس خوف کے خود اقراری ہیں تو ہمیں انصافاً وقانوناً حق پہنچتا ہے کہ ان سے وہ قسم غلیظ لیں جس کے ذریعہ سے وہ حق بیان کر سکیں اور بغیر قسم کے ان کے بیانات لغو ہیں کیونکہ وہ باتیں بحیثیت مدعا علیہ کے ہیں۔

قولہ۔ آتھم صاحب کے ذمہ اس طرح پر قسم کھانا انصافاً ضروری نہیں۔

اقول۔ جبکہ آتھم صاحب کے وہ حالات جو پیشگوئی کی میعاد میں اُن پر وارد ہوتے جنہوں نے ان کو مارے خوف کے دیوانہ سا بنا دیا تھا بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ ایک ڈرانے والا اثر ضرور ان کے دل پر وارد ہوا تھا اور پھر بعد اس کے ان کی زبان کا اقرار بھی نور افشاں میں چھپ گیا کہ وہ ضرور اس عرصہ میں خوف اور ڈر کی حالت میں رہے اور جو ڈر کی وجوہ انہوں نے بیان کئے ہیں وہ ایسا دعویٰ ہے جس کو وہ ثابت نہیں کر سکے۔ پس اس صورت میں وہ خود انصافاً وقانوناً اس مطالبہ کے نیچے آ گئے کہ وہ اس الزام سے قسم کے ساتھ اپنی بریّت ظاہر کریں جو خود ان کے افعال اور ان کے بیان سے شُبہ کے طور پر اُن کے عاید حال ہوتا ہے۔ پس ان کی بریّت اس شُبہ سے جس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا۔ اسی میں ہے کہ وہ ایسی قسم جو مجھ مدعی کو مطمئن کر سکتی ہو یعنی میرے منشاء کے موافق ہو جلسہ عام میں کھالیں اور یاد رہے کہ درحقیقت ان کے ایسے افعال سے جو اُن کی خوفناک حالت پر اور اُنکے ڈر سے بھرے ہوتے دل پر پندرہ مہینہ تک گواہی دیتے رہے اور اُن کے ایسے بیان سے جو رو رو کر اس زمانہ کی نسبت بتلایا جو نور افشاں ماہ ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپ گیا یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ وہ ضرور ایّام پیشگوئی میں ڈرتے رہے۔ پس ان کا یہ دعویٰ کہ وہ عظمت حق کے خوف سے

نہیں ڈرے بلکہ قتل کئے جانے سے ڈرے۔ اس دعویٰ کا بار ثبوت قانوناً و انصافاً انہیں کے ذمہ تھا جس سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکے۔ لہٰذا ہمارے لیے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ ایک قابل اطمینان ثبوت کے لیے ان کو قسم پر مجبور کریں اور ان پر قانوناً واجب ہے کہ وہ اس طریق فیصلہ سے گریز نہ کریں جس طریق سے پورے طور پر اُن کے سر پر سے ہمارا شبہ اور الزام اُٹھ جاتے۔ یہی وہ طریق ہے جس کو قانون و انصاف چاہتا ہے۔ اب تم خواہ کسی وکیل یا بیرسٹر یا جج کو بھی پوچھ کر دیکھ لو۔ ہاں اگر آتھم صاحب اب حسب تجویز قرار دادہ ہماری کے قسم کھالیں تو بلا شبہ ان کی صفائی ہو جائے گی۔ اور اگر قسم کے ضرر سے بچ گئے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ واقعی طور پر اسلامی پیشگوئی سے ذرہ نہیں ڈرے بلکہ وہ اس لیے خائف رہے کہ ان کو یہ پُرانا تجربہ تھا کہ یہ عاجز خونی آدمی ہے ہمیشہ ناحق کے خون کرتا رہا ہے لہٰذا اب ان کا بھی ضرور خون کر دیگا۔

قولہ۔ اس قسم کی تحدی اور پھر مخفی طریقوں سے اس کا ثبوت۔

اقول۔ عقلمند کے لیے یہ مخفی طریقہ نہیں جس حالت میں پندرہ مہینہ تک آتھم صاحب کے خوف کے قصے اور ان کی سراسیمگی کی حالت دُنیا میں مشہور ہو گئی۔ پھر اب تک وہ زبان سے بھی رورو کر اقرار کرتے ہیں کہ میں ضرور ڈرتا رہا مگر تلواروں کا خوف تھا۔ گویا کسی راجہ یا نواب یا کسی ڈاکو نے ان کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ اور جب کہا جاتا ہے کہ یہ کمال درجہ کا خوف جو آپ سے ظاہر ہوا اگر یہ تلوار کا خوف تھا سچے دین کی عظمت اور قہر الٰہی کا خوف نہیں تھا تو آپ قسم کھالیں کیونکہ اب آپ کے یہ دل کا بھید بجز قسم کے فیصلہ نہیں پا سکتا تو آپ قسم کھانے سے کنارہ کر رہے ہیں۔ نہ ہزار روپیہ لیں۔ نہ دو ہزار روپیہ۔ اب اسی غرض سے تین ہزار روپیہ کا اشتہار جاری کیا گیا مگر قسم کی اب بھی اُمید نہیں۔ نواب انصافاً فرمایئے کہ کیا اب بھی ہمارے ثبوت کا طریقہ پوشیدہ ہے۔ دشمن تو اسی وقت سے پکڑا گیا کہ جب اس نے خوف کا اقرار کر کے پھر قسم کھانے سے انکار کیا۔ اور آپ کو یاد ہوگا کہ حدیبیہ کے قصہ کو خدا تعالیٰ نے فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے اور فرمایا ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا[1]۔ وہ فتح اکثر صحابہ پر بھی مخفی تھی بلکہ بعض منافقین کے ارتداد کا موجب ہوئی۔ مگر دراصل وہ فتح مبین تھی گو اس کے مقدمات نظری اور عمیق تھے۔ پس دراصل یہ فتح بھی حدیبیہ کی فتح کی طرح نہایت مبارک فتح اور بہت سی فتوحات کا مقدمہ اور بعض کے لیے موجب ابتلاء اور بعض کے لیے موجب اصطفاء ہے اور اس پیشگوئی کو بھی پوری کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں کہ الحق فی آلِ محمدؐ اور الحق فی آلِ عیسٰیؑ اور جو لوگ ابتلاء میں گرفتار ہوتے انہوں نے اپنی بدنصیبی سے اس پیشگوئی کے سارے پہلو غور سے نہیں دیکھے اور قبل اس کے جو غور کریں محض جہالت اور

[1] الفتح : ۲

سادگی سے اپنی کم عقلی کا پردہ فاش کر دیا اور کہا کہ یہ پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ اگر وہ اس سنت اللہ سے خبر رکھتے جس کو قران کریم نے پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ[1] تو جلدی کر کے اپنے تئیں ندامت کے گڑھے میں نہ ڈالتے مگر ضرور تھا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس زمانہ کے لیے پہلے سے فرمایا تھا وہ سب پورا ہوا۔ اور دوسرا دھوکہ ان کچے معترضوں کو یہ بھی لگا کہ وہ پیشگوئی کی عظمت اور کمال ظہور کو صرف اسی حد تک ختم کر بیٹھے حالانکہ جس الہام پر اس پیشگوئی کی کیفیت مبنی ہے اس میں یہ فقرات بھی ہیں۔ اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ وَلَا تَعْجَبُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔ وَبِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَآءَ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ۔ اِنَّا نَكْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِهٖ۔ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ وَهٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِيْلًا۔ دیکھو انوار الاسلام صفحہ ۲۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک الہام کے لیے وہ سنت اللہ بطور امام اور مہیمن اور پیشرو کے ہے جو قرآن کریم میں وارد ہو چکی ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی الہام اس سنت کو توڑ کر ظہور میں آوے کیونکہ اس سے پاک نوشتوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ پھر جبکہ قرآنی تعلیم نے صاف طور پر تبلا دیا کہ ایسا رجوع بھی دنیوی عذاب میں تاخیر ڈال دیتا ہے جو محض دل کے ساتھ ہو اور معہٰذا لک ایسا ناقص بھی ہو جو امن کے ایام میں قائم نہ رہے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ آتھم اپنے اس رجوع سے فائدہ نہ اُٹھاتا بلکہ اگر یہ شرط الہام میں بھی موجود نہ ہوتی تب بھی اس سنت اللہ سے فائدہ اُٹھانا ضروری تھا کیونکہ کوئی الہام ان سنتوں کو باطل نہیں کر سکتا جو قرآن کریم میں آچکی ہیں۔ بلکہ ایسے موقعہ پر الہام میں شرط مخفی کا اقرار کرنا پڑے گا جیسا کہ اس پر تمام اصفیاء اور اولیاء کا اتفاق ہے۔

۱۴۔ اعتراض چودھواں۔ دراصل آتھم صاحب کے حواس قائم نہیں ہیں اور اب تک کچھ دہشت زدہ ہیں اس لیے پادری صاحبان ان کو قسم کھانے پر آمادہ نہیں کر سکتے اس اندیشہ سے کہ شاید قسم کھانے کے وقت اسلام کا اقرار ہی نہ کرلیں۔

الجواب۔ اگر آتھم صاحب کے حواس میں خلل ہے تو سوال یہ ہے کہ آیا یہ خلل پیشگوئی کے پہلے بھی موجود تھا یا پیشگوئی کے بعد ہی ظہور میں آیا۔ اگر پیشگوئی کے پہلے موجود تھا تو ایسا خیال بدیہی البطلان ہے کیونکہ وہ اس حالت میں بحث کے لیے کیونکر اور کیوں منتخب کیے گئے اور طرفہ یہ کہ خود ڈاکٹر نے ان کو اس بحث کے لیے منتخب کیا تھا تو بجز اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ اُس وقت ڈاکٹر

[1] الزخرف: ۵۱

مارٹین کلارک کے حواس میں بھی خلل تھا۔ اور اگر یہ خلل پیشگوئی کے بعد میں پیدا ہوا تو پھر وہ پیشگوئی کی تاثیرات میں سے ایک تاثیر سمجھی جائیگی اور عذاب مقدر کا ایک جزو متصوّر ہوگا۔ اور اس صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جیسا کہ اکثروں کا خیال ہے کہ جو تحریریں آتھم صاحب کی طرف سے نور افشاں میں شائع کی گئیں ہیں یا جو اُن کے خطوط بعضوں کو پہنچے ہیں یہ باتیں ان کے دل و دماغ سے نہیں نکلیں بلکہ طوطے کی طرح ان کے مُنہ سے نکلوائی گئیں یا لکھوائی گئیں ہیں۔ ورنہ ان کو معلوم نہیں کہ ان کے مُنہ سے کیا نکلا یا اُن کے قلم نے کیا لکھا کیونکہ جبکہ حواس میں خلل ہے تو کسی بات پر کیا اعتماد۔

دوسرا حصّہ اس اشتہار کا خاص طور پر آتھم صاحب کی خدمت میں بطور خط کے ہے

اور وہ یہ ہے

از طرف عبداللہ الاحد احمد عافاہ اللہ و اید۔ آتھم صاحب کو معلوم ہو کہ مَیں نے آپ کا وہ خط پڑھا جو آپ نے نور افشاں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۴ء کے صفحہ ۱۰ میں چھپوایا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ اُس خط میں دونوں ہاتھ سے کوشش کر رہے ہیں کہ حق ظاہر نہ ہو۔ مَیں نے خدا تعالیٰ سے سچا اور پاک الہام پاکر یقینی اور قطعی طور پر جیسا کہ آفتاب نظر آجاتا ہے معلوم کر لیا ہے کہ آپ نے میعاد پیشگوئی کے اندر اسلامی عظمت اور صداقت کا سخت اثر اپنے دل پر ڈالا اور اسی بناء پر پیشگوئی کے وقوع کا ہم و غم کمال درجہ پر آپ کے دل پر غالب ہوا۔ مَیں اللہ جلّشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل صحیح ہے اور خدا تعالیٰ کے مکالمہ سے مجھ کو یہ اطلاع ملی ہے اور اُس پاک ذات نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ جو انسان کے دل کے تصورات کو جانتا اور اس کے پوشیدہ خیالات کو دیکھتا ہے[1] اور اگر میں اس بیان میں حق پر نہیں تو خدا مجھ کو آپ سے پہلے موت دے۔ پس اسی وجہ سے مَیں نے چاہا کہ آپ مجلس عام میں قسم غلیظ مؤکد بعذاب موت کھاویں ایسے طریق سے جو مَیں بیان کر چکا ہوں تا میرا اور آپ کا فیصلہ ہو جاتے اور دُنیا تاریکی میں نہ رہے اور اگر آپ چاہیں گے تو مَیں بھی ایک برس یا دو برس یا تین برس کے لیے قسم کھالوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سچا ہرگز برباد نہیں ہو سکتا بلکہ وہی ہلاک ہوگا جس کو جھوٹ نے پہلے سے ہلاک کر دیا ہے اگر صدق الہام اور صدق اسلام پر مجھے قسم دی جاتے تو مَیں آپ سے ایک پیسہ نہیں لیتا۔ لیکن آپ کی قسم

---

[1] نوٹ: بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ الہام پندرہ مہینہ کے اندر کیوں شائع نہ کیا۔ سو واضح ہو کہ پندرہ مہینہ کے اندر ہی یہ الہام ہو چکا تھا۔ پھر جبکہ الہام نے اپنی صداقت کا پورا ثبوت دے دیا تو ثابت شدہ امر کا انکار کرنا بے ایمانی ہے۔ منہ ؒ

کھانے کے وقت تین ہزار کے بدلے پہلے پیش کئے جائیں گے۔ یا تحریر باضابطہ لے کر پہلے ہی دے دیئے جائیں گے۔ اگر میں روپیہ دینے میں ذرہ بھی توقف کروں تو اسی مجلس میں جھوٹا ٹھہر جاؤں گا مگر وہ روپیہ ایک سال تک بطور امانت آپ کے ضامنوں کے پاس رہے گا۔ پھر آپ زندہ رہے تو آپ کی ملک ہو جائے گا اور اگر اس کے سوا میرے لیے میرے کاذب نکلنے کی حالت میں سزائے موت بھی تجویز ہو تو بخدا اس کے بھگتنے کے لیے بھی تیار ہوں مگر افسوس سے لکھتا ہوں کہ اب تک آپ اس قسم کے کھانے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر آپ سچے ہیں اور میں ہی جھوٹا ہوں تو کیوں میرے روبرو جلسہ عام میں قسم مؤکّد بعذاب موت نہیں کھاتے۔ مگر آپ کی یہ تحریریں جو اخباروں میں یا خطوط کے ذریعہ سے آپ شائع کر رہے ہیں بالکل سچائی اور راستبازی کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ یہ باتیں بحیثیت ایک مدعا علیہ کے آپ کے منہ سے نکل رہی ہیں جو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ بحیثیت ایک گواہ کے جلسہ عام میں حاضر ہوں یا چند ایسے خاص لوگوں کے جلسہ میں جن کی تعداد فریقین کی منظوری سے قائم ہو جائے آپ خوب سمجھتے ہیں کہ فیصلہ کرنے کے لیے اخیری طریق حلف ہے۔ اگر آپ اس فیصلہ کی طرف رُخ نہ کریں تو آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ آیندہ کبھی عیسائی کہلاویں۔ مجھے حیرت پر حیرت ہے کہ اگر واقعی طور پر آپ سچے اور میں مفتری ہوں تو پھر کیوں ایسے فیصلہ سے آپ گریز کرتے ہیں جو آسمانی ہوگا اور صرف سچے کی حمایت کرے گا اور جھوٹے کو نابود کر دے گا۔ بعض نادان عیسائیوں کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا ہو چکا عجیب حماقت اور بے دینی ہے۔ وہ اس امر واقعی کو کیونکر اور کہاں چھپا سکتے ہیں کہ وہ پہلی پیشگوئی دو پہلو پر مشتمل تھی۔ پس اگر ایک ہی پہلو پر مدار فیصلہ رکھا جائے تو اس سے بڑھ کر کونسی بے ایمانی ہوگی۔ اور دوسرے پہلو کے امتحان کا وہی ذریعہ ہے جو الٰہی تفہیم نے میرے پر ظاہر کیا یعنی یہ کہ آپ قسم مؤکّد بعذاب موت کھا جائیں۔ اب اگر آپ قسم نہ کھائیں اور یونہی فضول گو مدعا علیہوں کی طرح اپنی عیسائیت کا اظہار کریں تو ایسے بیانات شہادت کا حکم نہیں رکھتے بلکہ تعصّب اور حق پوشی پر مبنی سمجھے جاتے ہیں سو اگر آپ سچے ہیں تو میں آپ کو اس پاک قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام یا خاص میں حسب شرح بالا قسم مؤکّد بعذاب موت کھاویں تا حق اور باطل میں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جائے۔

اب میں آپ کی اس مہمل تقریر کی جو آپ نے پرچہ نور افشاں ۱۲؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں چھپوائی ہے حقیقت ظاہر کرتا ہوں کیا وہ ایک شہادت ہے جو فیصلہ کے لیے کار آمد ہو سکے ہرگز نہیں وہ تو مدعا علیہوں کے رنگ میں ایک یکطرفہ بیان ہے جس میں آپ نے جھوٹ بولنے اور حق پوشی سے ذرا خوف نہ کیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ بیان بطور بیان شاہد قسم کے ساتھ مؤکد نہیں بلکہ جاہلوں کے لیے ایک طفل تسلی ہے۔ پھر

آپ زبان دبا کر یہ بھی اس میں اشارہ کرتے ہیں کہ میں عام عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت والوہیت کے ساتھ متفق نہیں اور نہ میں ان عیسائیوں سے متفق ہوں جنہوں نے آپ کے ساتھ کچھ بیہودگی کی اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ قریب ستر برس کی میری عمر ہے اور پہلے اس سے اسی سال کے کسی پرچہ نور افشاں میں چھپا تھا کہ آپ کی عمر چونسٹھ برس کے قریب ہے پس میں متعجب ہوں کہ اس ذکر سے کیا فائدہ کیا آپ عمر کے لحاظ سے ڈرتے ہیں کہ شاید میں فوت ہو جاؤں مگر آپ نہیں سوچتے کہ بجز ارادہ قادر مطلق کوئی فوت نہیں ہو سکتا جبکہ میں بھی قسم کھا چکا اور آپ بھی کھائیں گے تو جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہوگا وہ دنیا پر اثر ہدایت ڈالنے کے لیے اس جہان سے اٹھا لیا جائے گا۔ اگر آپ چونسٹھ برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی۔ دو خداؤں کی لڑائی ہے ایک اسلام کا اور ایک عیسائیوں کا۔ پس جو سچا اور قادر خدا ہوگا وہ ضرور اپنے بندہ کو بچالے گا۔ اگر آپ کی نظر میں کچھ عزت اس مسیح کی ہے۔ جس نے مریم صدیقہ سے تولد پایا تو اس عزت کی سفارش پیش کر کے پھر میں آپ کو خداوند قادر مطلق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس اشتہار کے منشاء کے موافق عام مجلس میں قسم مؤکد بعذاب موت کھاویں۔ یعنی یہ کہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نے پیشگوئی کی میعاد میں اسلامی عظمت اور صداقت کا کچھ اثر اپنے دل پر نہیں ڈالا اور نہ اسلامی پیشگوئی کی حقانی ہیبت میرے دل پر طاری ہوئی اور نہ میرے دل نے اسلام کو حقانی مذہب خیال کیا بلکہ میں درحقیقت مسیح کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر یقین کامل کیساتھ اعتقاد رکھتا رہا۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اے قادر خدا جو دل کے تصورات کو جانتا ہے اس بے باکی کے عوض میں سخت ذلت اور دکھ کے ساتھ عذاب موت ایک سال کے اندر میرے پر نازل کر اور یہ تین مرتبہ کہنا ہوگا اور ہم تین مرتبہ آمین کہیں گے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو مسیح کی عزت کا کچھ بھی پاس ہے یا نہیں۔ زیادہ کیا لکھوں [1] والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؎

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور ۵؍اکتوبر ۱۸۹۴ء

مطبوعہ گلزار محمدی پریس لاہور — تعداد اشاعت دس ہزار

(یہ اشتہار $\frac{20\times26}{8}$ سائز کے ۳۰ صفحوں پر ہے)

---

[1] نوٹ:- میں اس جگہ ڈاکٹر مارٹین کلارک اور پادری عماد الدین صاحب اور دیگر پادری صاحبان کو بھی حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم کی عزت اور وجاہت کو اپنے اس قول کا درمیانی شفیع ٹھہرا کر خداوند قادر ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں کہ وہ آتھم صاحب کو حسب منشاء میری قسم کھانے کیلئے آمادہ کریں۔ ورنہ ثابت ہوگا کہ ان کے دل میں ایک ذرہ تعظیم حضرت مسیح کی عزت اور وجاہت کی نہیں ہے۔ منہ ؎

(۱۲۷)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ مرتبہ چہارم

یہ چار ہزار روپیہ حسب شرائط اشتہار ۹ ؍ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ؍ستمبر ۱۸۹۴ء و ۵ ؍اکتوبر ۱۸۹۴ء مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے پر بلا توقف ان کو دیا جائے گا۔

ناظرین! اس مضمون کو غور سے پڑھو کہ ہم اس سے پہلے تین اشتہار انعامی زر کثیر یعنی اشتہار انعامی ایک ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے کے لئے شائع کر چکے ہیں اور بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر مسٹر آتھم صاحب ہمارے اس الہام سے منکر ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم پر یہ ظاہر ہوا کہ آتھم صاحب ایام پیشگوئی میں اس وجہ سے بعذاب الٰہی فوت نہیں ہو سکے کہ انہوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا تو وہ جلسہ عام میں قسم کھالیں کہ یہ بیان سراسر افتراء ہے اور اگر افتراء نہیں بلکہ حق اور منجانب اللہ ہے اور میں ہی جھوٹ بولتا ہوں تو اے خدائے قادر اس جھوٹ کی سزا مجھ پر یہ نازل کر کہ میں ایک سال کے اندر سخت عذاب اٹھا کر مر جاؤں۔ غرض یہ قسم ہے جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں[1] اور ہم یہ بھی کھول کر تحریر کر چکے

---

[1] نوٹ: عیسائی لوگ اس لئے بندہ پرست ہیں کہ عیسیٰ مسیح جو ایک عاجز بندہ ہے ان کی نظر میں وہی خدا ہے اور یہ قول ان کا سراسر فضول اور نفاق اور دروغگوئی پر مبنی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ ہم عیسیٰ کو تو ایک انسان سمجھتے ہیں مگر اس بات کے ہم قائل ہیں کہ اس کے ساتھ اقنوم ابن کا تعلق تھا کیونکہ مسیح نے انجیل میں کہیں یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ اقنوم ابن سے میرا ایک خاص تعلق ہے اور وہی اقنوم ابن اللہ کہلاتا ہے نہ میں۔ بلکہ انجیل یہ بتلاتی ہے کہ خود مسیح ابن اللہ کہلاتا تھا اور جب مسیح کو زندہ خدا کی قسم دے کر سردار کاہن نے پوچھا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے تو اس نے یہ جواب نہ دیا کہ میں تو ابن اللہ نہیں بلکہ میں تو وہی انسان ہوں جس کو تیس برس سے دیکھتے چلے آتے ہو۔ ہاں

ہیں کہ قانون انصاف آتھم صاحب پر واجب کرتا ہے کہ وہ اس تصفیہ کے لیے ضرور قسم کھاویں کہ وہ پیشگوئی
کے ایام میں اسلامی صداقت سے خائف نہیں ہوتے بلکہ برابر بندہ پرست ہی رہے کیونکہ جبکہ
ڈرنے کا ان کو خود اقرار ہے۔ چنانچہ وہ اس اقرار کو کئی مرتبہ رو برو کر ظاہر کر چکے ہیں تو اب یہ بار ثبوت
انہیں کی گردن پر ہے کہ وہ الہامی پیشگوئی اور اسلامی صداقت سے نہیں ڈرے بلکہ اس لیے ڈرتے
رہے کہ ان کو متواتر یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ اس پیشگوئی سے پہلے اس عاجز نے ہزاروں کا خون کر دیا ہے

بقیہ حاشیہ: ابن اللہ وہ اقنوم ثانی ہے جس نے اب مجھ سے قریباً دو سال سے تعلق پکڑ لیا ہے بلکہ اس
نے سردار کاہن کو کہا کہ ہاں وہی ہے جو تو کہتا ہے۔ پس اگر ابن اللہ کے معنے اس جگہ وہی ہیں جو عیسائی مراد لیتے
ہیں تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ پھر کیونکر کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو انسان سمجھتے ہیں۔ کیا انسان
صرف جسم اور ہڈی کا نام ہے۔ افسوس کہ اس زمانہ کے جاہل عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن نے ہمارے عقیدہ کو نہیں
سمجھا۔ حالانکہ وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح نے خود اپنے منہ سے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ظاہر
ہے کہ سردار کاہن کا یہ کہنا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے اس کا مدعا یہی تھا کہ تو جو انسان ہے۔ پھر کیونکر انسان ہو کر
خدا کا بیٹا کہلاتا ہے۔ کیونکہ سردار کاہن جانتا تھا کہ یہ ایک انسان اور ہماری قوم میں سے یوسف نجار کی بیوی کا
لڑکا ہے۔ لہٰذا ضرور تھا کہ مسیح سردار کاہن کو وہ جواب دیتا جو اس کے سوال اور دلی منشاء کے مطابق ہوتا۔
کیونکہ نبی کی شان سے بعید ہے کہ سوال دیگر اور جواب دیگر ہو۔ پس عیسائیوں کے مصنوعی اُصول کے موافق یہ
جواب چاہیئے تھا کہ جیسا کہ تم نے گمان کیا ہے یہ غلط ہے اور میں اپنی انسانیت کی رو سے ہرگز ابن اللہ نہیں
کہلاتا بلکہ ابن اللہ تو اقنوم دوم ہے جس کا تمہاری کتابوں کے فلاں فلاں مقام میں ذکر ہے۔ لیکن مسیح نے ایسا
جواب نہ دیا بلکہ ایک دوسرے مقام میں یہ کہا ہے کہ تمہارے بزرگ تو خدا کہلاتے ہیں۔ پس ثابت ہے کہ دوسرے
نبیوں کی طرح مسیح نے بھی اپنے انسانی رُوح کے لحاظ سے ابن اللہ کہلایا۔ اور صحت اطلاق لفظ کے لیے گذشتہ
نبیوں کا حوالہ دیا۔ پھر بعد اس کے عیسائیوں نے اپنی غلط فہمی سے مسیح کو در حقیقت خدا کا بیٹا سمجھ لیا۔ اور
دوسروں کو بیٹا ہونے سے باہر رکھا پس اسی واقعہ صحیحہ کی قرآن مجید نے گواہی دی۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ اقنوم ثانی

ــه نوٹ: آتھم صاحب نے نور افشاں ۱۰ / اکتوبر ۱۸۹۴ء میں مطالبہ کی قسم کے بارہ میں یہ جواب شائع کیا ہے کہ اگر
مجھے قسم دینا ہے تو عدالت میں میری طلبی کرایئے یعنی بغیر جبر عدالت میں قسم نہیں کھا سکتا۔ گویا اُن کا ایمان عدالت کے جبر
پر موقوف ہے۔ مگر جو سچائی کے اظہار کے لیے قسم نہیں کھاتے وہ نیست و نابود کئے جائیں گے۔ یرمیاہ ۱۲/۱۷

اور اب بھی اپنی بات پوری کرنے کے لیے ضرور ان کا خون کر دے گا[1]۔ پس اسی وجہ سے ہمیں قانوناً وانصافاً حق پہنچا جو ہم پبلک پر اصل حقیقت ظاہر کرنے کے لیے آتھم صاحب سے قسم کا مطالبہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی کسی کے گھر میں مداخلت بیجا کرتا ہوا پکڑا جاوے تو صرف یہ اپنا ہی عذر اس کا سُنا نہیں جائے گا کہ وہ مثلاً حُقّہ پینے کے لیے آگ لینے آیا تھا بلکہ اس کی بریت اور صفائی کے لیے کسی شہادت کی حاجت ہوگی سو اسی طرح جب آتھم صاحب نے اپنے پندرہ مہینہ کے حالات اور نیز اقرار سے ثابت کر دیا کہ وہ ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتے رہے ہیں تو بیشک اُن سے یہ ایک ایسی بیجا حرکت صادر ہوئی جو اُن کی عیسائیت کے استقلال کے برخلاف تھی اور چونکہ وہ حرکت پیشگوئی کے زمانہ میں بلکہ بعض نمونوں کو دیکھ کر ظہور میں آئی اس لیے وہ اس مطالبہ کے نیچے آ گئے کہ کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ پیشگوئی کے رُعبناک اثر نے ان کا یہ حال بنا دیا تھا اور ضرور انہوں نے اسلامی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈال لیا تھا پس اسی وجہ سے انصاف اور قانون دونوں ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ہمارے منشاء کے موافق قسم کھا کر اپنی بریت ظاہر کریں، مگر وہ ایک جھوٹا عذر پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے۔ پس ان کی یہی مثال ہے کہ جیسے ایک چور بیجا مداخلت کے وقت میں پکڑا جاتے اور اس

بقیہ حاشیہ: کا مسیح کی انسانی روح سے ایسا اختلاط ہو گیا تھا کہ درحقیقت وہ دونو ایک ہی چیز ہو گئے تھے اس لیے مسیح نے اقنوم ثانی کی وجہ سے جو اس کی ذات کا عین ہو گیا تھا۔ خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ تو اس تقریر کا مآل بھی یہی ہوا کہ بموجب زعم نصاریٰ کے ضرور مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ کیونکہ جب اقنوم ثانی اس کے وجود کا عین ہو گیا اور اقنوم ثانی خدا ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلا کہ مسیح خدا بن گیا۔ سو یہ وہی ضلالت کی راہ ہے جس سے پہلے اور پچھلے عیسائی ہلاک ہو گئے اور قرآن نے درست فرمایا کہ یہ بندہ پرست ہیں۔ منہ ❖

---

[1] آتھم صاحب نے اپنی متواتر تحریروں میں میرے پر اور میرے بعض مخلصوں پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اس لیے اپنی موت سے ڈرتے رہے کہ مَیں اور میرے بعض دوست ان کے قتل کرنے کے لیے مستعد تھے اور گویا انہوں نے کئی دفعہ برچھیوں اور تلواروں کے ساتھ حملہ کرتے بھی دیکھا تو اس صورت میں اگر وہ اپنے بیجا الزاموں کو ثابت نہ کریں تو کم سے کم وہ اس جرم کے مرتکب ہیں جس کی تشریح دفعہ ۵۰۰ تعزیرات میں درج ہے وہ خوب جانتے تھے کہ کبھی میرے پر ڈاکو یا خونی ہونے کا الزام نہیں لگایا گیا اور میرا باپ گورنمنٹ میں ایک نیک نام رئیس تھا تو کیا اب تک وہ اس بیجا الزام سے زیر مطالبہ نہیں آتے اور کیا وہ اس بیہودہ عذر سے جو قسم کھانا میرے مذہب میں درست نہیں قانونی جرم سے بَری ہو سکتے ہیں اور انکے حق میں موت کی پیشگوئی ان کی درخواست سے تھی نہ خود بخود کیونکہ انہوں نے الہامی نشان مانگا تھا۔ منہ ❖

سے صفائی کے گواہ مانگے جائیں تو چور حاکم کو یہ کہے کہ میرے مذہب کی رو سے یہ منع ہے کہ مَیں صفائی کے گواہ پیش کروں یا اپنی بریّت کے لیے قسم کھاؤں۔ اس لیے مَیں آپ کی منت کرتا ہوں کہ مجھے یونہی چھوڑ دو۔ پس جیسا وہ احمق چور قانون عدالت کے برخلاف باتیں کر کے یہ طمع خام دل میں لاتا ہے کہ مَیں بغیر اپنی بریّت ظاہر کرنے کے یونہی چھوٹ جاؤں گا۔ اسی طرح آتھم صاحب اپنی سادہ لوحی سے بار بار انجیل پیش کرتے ہیں اور اس الزام سے بری ہونے کا ان کو ذرہ فکر نہیں جو خود ان کے اقرار اور کردار سے ان پر ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں اس پیشگوئی سے پہلے جو اُن کی نسبت کی گئی خوب معلوم تھا کہ احمد بیگ کی نسبت جو موت کی پیشگوئی کی گئی تھی جس کو ایڈیٹر نور افشاں نے چھاپ بھی دیا تھا اور جس کے بہت سے اشتہار بھی شائع ہو چکے تھے وہ کیسی صفائی سے پوری ہوئی۔ ان کو خوب یاد ہوگا کہ انہیں ایام انعقاد مباحثہ میں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بذریعہ ایک خط کے اُن پر ظاہر کر دیا گیا تھا۔ پس اسی سبب سے اس پیشگوئی کا غم انکے دل پر بہت ہی غالب ہوا۔ کیونکہ وہ نمونہ کے طور پر ایک پیشگوئی کا پورا ہونا ملاحظہ کر چکے تھے مگر میری قاتلانہ سیرت کی نسبت تو اُن کے پاس کوئی نمونہ اور کوئی ثبوت نہ تھا کیا ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت تھا کہ مَیں جس کی نسبت موت کی پیشگوئی کرتا ہوں اس کو خود قتل کر دیتا ہوں۔ پھر کیا کسی عقلمند کا قیاس اس بات کو باور رکھ سکتا ہے کہ جس بات کا اُن کے پاس کُھلا کُھلا نمونہ تھا بلکہ عیسائی پرچہ بھی اس کا گواہ تھا اس تجربہ کردہ اور آزمودہ بات کا تو کچھ بھی خوف ان کے دل پر طاری نہ ہوا مگر قتل کرنے کا خوف دل پر طاری ہو گیا جس کی تصدیق کے لیے کوئی نمونہ ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ شبہ کرنے کی کوئی وجہ تھی۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی مَیں نے کوئی ظالمانہ حرکت کی یا ادنیٰ زدوکوب کا استغاثہ کبھی میرے پر دائر ہوا۔ پس جبکہ میرے سابقہ اعمال کسی شر کا احتمال نہیں پیدا کرتے تھے اور دوسری طرف پیشگوئی کے پورے ہونے کا احتمال آتھم صاحب کی نظر میں کئی وجوہ سے قوی تھا کیونکہ وہ احمد بیگ کی موت کی پیشگوئی کا پورا ہونا مجھ سے سُن چکے تھے[1] اور اس پیشگوئی کی کیفیت میرے اشتہارات اور پرچہ نور افشاں میں پڑھ چکے تھے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کی نسبت پیشگوئی جس قوت اور شوکت اور پُرزور دعویٰ سے بیان کی گئی وہ بھی ان کو معلوم تھا تو اب ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں مل کر ویسے دل پر قوی اثر ڈالتی ہیں جو تازہ بتازہ نمونہ دیکھ چکا ہے۔ پس جبکہ ایک

---

[1] حاشیہ: مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری اور اس کے داماد کی نسبت ایک ہی پیشگوئی تھی اور احمد بیگ کی نسبت جو ایک حصہ پیشگوئی کا تھا وہ نور افشاں میں بھی شائع ہو چکا تھا۔ غرض احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔ اور اس کا فوت ہونا اس کے داماد اور تمام عزیزوں کے لیے سخت ہم و غم کا موجب ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ

طرف خوف اور ڈر کے یہ اسباب موجود ہوں اور دوسری طرف خود اقرار ہو کہ مَیں ایام پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا۔ پس کیا اب تک وہ اس مطالبہ کے نیچے نہیں آسکے کہ ہمیں وہ قسم کھا کر مطمئن کریں کہ اس قسم کا ڈر جس کے اسباب اور محرّک اور نمونے ان کی نظر کے سامنے موجود تھے وہ ہرگز ان کے دل پر غالب نہیں ہوا بلکہ ان تلواروں اور برچھیوں نے ان کو ڈرایا جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہ تھا۔ بہرحال اس دعویٰ کا بارِ ثبوت ان کی گردن پر ہے کہ یہ جان کا خوف جس کا وہ کئی دفعہ اقرار کرچکے اسلامی عظمت کے اثر اور پیشگوئی کے رُعب سے نہیں بلکہ کسی اَور وجہ سے تھا لیکن افسوس کہ آتھم صاحب نے باوجود تین اشتہار جاری ہونے کے اب تک اس طرف توجہ نہیں کی اور اپنی بریّت ظاہر کرنے کے لیے اس اطمینان بخش طریق کو اختیار نہیں کیا جس سے مجھ حقدار مطالبہ کی تسلّی ہوسکتی۔ کیا اس میں کچھ شک ہے کہ مجھے بیجا الزام لگانے کی وجہ سے قانوناً و انصافاً نہ عرفاً حق طلب ثبوت حاصل ہے اور کیا اس میں کچھ شُبہ ہے کہ اس بات کا بارِ ثبوت ان کے ذمہ ہے کہ وہ کیوں پندرہ مہینہ تک ڈرتے رہے اور مَیں ابھی بیان کرچکا ہوں کہ ڈرنے کی ثابت شدہ وجوہات میرے الہام کی صریح موید ہیں کیونکہ پیشگوئی کی شوکت اور قوت میرے پُرزور الفاظ سے اُن کے دل میں جم چکی تھی

بقیہ حاشیہ: اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آتے۔ جیسا کہ ہم نے اشتہار ۶؍ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں جو غلطی سے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء لکھا گیا ہے مفصل ذکر کردیا ہے۔ پس اس دوسرے حصہ یعنی احمد بیگ کے داماد کی وفات کے بارے میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ڈالی گئی[1] جیسا کہ ہم بار بار بیان کرچکے ہیں کہ انذار اور تخویف کی پیشگوئیوں میں یہی سنّت اللہ ہے کیونکہ خدا کریم ہے اور وعید کی تاریخ کو توبہ اور رجوع کو دیکھ کر کسی دوسرے وقت پر ڈال دینا کرم ہے اور چونکہ اس ازلی وعدہ کے رو سے یہ تاخیر خدائے کریم کی ایک سنّت ٹھہر گئی ہے جو اس کی تمام پاک کتابوں میں موجود ہے اس لیے اس کا نام تخلف وعدہ نہیں بلکہ ایفائے وعدہ ہے کیونکہ سنت اللہ کا وعدہ اس سے پورا ہوتا ہے بلکہ تخلف وعدہ اس صورت میں ہوتا کہ جب سنّت اللہ کا عظیم الشان وعدہ ٹال دیا جاتا۔ مگر ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس صورت میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ منہ

---

[1] نوٹ: احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے۔ ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا گیا۔ کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیشگوئی کو سُن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے اور شیخ بٹالوی کا یہ کہنا کہ نکاح کے بعد طلاق کے لیے ان کو فہمائش کی گئی تھی یہ سراسر افتراء ہے۔ بلکہ ابھی تو ان کا ناطہ بھی نہیں ہوچکا تھا جبکہ ان کو حقیقت سے اطلاع دی گئی تھی اور اشتہار تو کئی برس پہلے شائع ہوچکے تھے۔ منہ

اور پیشگوئی کی صداقت کا نمونہ مرزا احمد بیگ کی موت تھی جس کی سچائی اُن پر بخوبی کُھل چکی تھی۔ لیکن تلواروں سے قتل کئے جانے کا کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے نہ تھا۔ سو آتھم صاحب پر واجب تھا کہ اس الزام کو قسم کھانے سے اپنے سر پر سے اُٹھا لیتے لیکن عیسائیت کی قدیم بددیانتی نے ان کو اس طرف آنے کی اجازت نہیں دی بلکہ یہ جھوٹا بہانہ پیش کر دیا کہ قسم کھانا ہمارے مذہب میں منع ہے گویا ایسی تسلی بخش شہادت جو قسم کے ذریعہ سے حاصل ہوتی اور خصومت کو قطع کرتی اور الزام سے بَری کرتی اور امن اور آرام کا موجب ہوتی اور جو حق کے ظاہر کرنے کا انتہائی ذریعہ اور مجازی حکومتوں کے سلسلہ میں آسمانی عدالت کا رُعب یاد دلاتی ہے اور جھوٹے کا مُنہ بند کرتی ہے وہ انجیلی تعلیم کے رو سے حرام ہے جس سے عیسائی عدالتوں کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ لیکن ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ بالکل حضرت عیسٰیؑ پر بہتان ہے۔ حضرت عیسٰیؑ نے کبھی گواہی اور گواہی کے لوازموں کا دروازہ بند نہیں کرنا چاہا۔ حضرت عیسٰی خوب جانتے تھے[ل] کہ قسم کھانا شہادت کی رُوح ہے اور جو شہادت بغیر قسم ہے وہ مدعیانہ بیان ہے نہ شہادت پھر وہ ایسی ضروری قسموں کو جن پر نظام تحقیقات کا ایک بھارا مدار ہے کیونکر بند کر سکتے تھے۔ الٰہی قانون قدرت اور انسانی صحیفہ فطرت اور انسانی کانشنس خود گواہی دے رہا ہے کہ خصومتوں کے قطع کے لیے انتہائی حد قسم ہی ہے اور ایک راست باز انسان جب کسی الزام اور شُبہ کے نیچے آ جاتا ہے اور کوئی انسانی گواہی قابل اطمینان پیش نہیں کر سکتا تو بالطبع وہ خدا تعالیٰ کی گواہی سے اپنی راستبازی کی بنیاد پر مدد لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی گواہی یہی ہے کہ وہ اس ذات عالم الغیب کی قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کرے اور جھوٹا ہونے کی حالت میں خدا تعالیٰ کی لعنت اپنے پر وارد کرے۔ یہی طریق آخری فیصلہ کا نبیوں کے نوشتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر آتھم صاحب کہتے ہیں

نوٹ : وہ فلاسفر جن کا قول ہے کہ خدا رحم ہے اور خدا محبت ہے وہ بھی اس مقام میں سمجھ سکتے ہیں کہ ایک انسان اگر ایک وقت میں نہایت سرکشی اور ظلم اور بے ایمانی اور بیباکی کی حالت میں ہو۔ اور دوسرے وقت میں وہی انسان نہایت خوف اور تضرع اور رجُوع کی حالت میں ہو تو ان دونوں مختلف حالتوں کا ایک ہی نتیجہ ہرگز نہیں ہو سکتا پس کیونکر ممکن ہے کہ وہ حکم سزا کی پیشگوئی جو سرکشی اور بیباکی کی حالت میں ہوئی تھی وہ اطاعت اور خوف کی حالت میں قائم رہے اور اطاعت اور خوف کی حالت کے موافق کوئی پُر رحم امر صادر نہ ہو۔ منہ

[ل] نوٹ : کوئی سچی اور حقانی تعلیم مجرموں کو پناہ نہیں دے سکتی۔ پس جبکہ آتھم صاحب نے اس ڈر کا اقرار کر کے جس کو وہ کسی طرح سے چھپا نہیں سکتے یہ مجرمانہ عذر پیش کیا کہ یہ عاجز کئی دفعہ اقدام قتل کا مرتکب ہوا تھا۔ اس لیے دل پر موت کا ڈر غالب ہو گیا تو کیا انجیل آتھم صاحب کو اس مطالبہ سے بچائیگی کہ کیوں انہوں نے بیجا الزام لگایا۔ پھر کیونکر انجیل ان کو ایسی قسم سے روک سکتی ہے جس سے ان کی بریّت ہو۔ منہ

کہ قسم کھانا ممنوع اور ایمانداری کے برخلاف ہے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ عذر اُن کا بھی صحیح ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر صحیح ہے تو پھر وہ فی الحقیقت قسم کھانے سے معذور ہیں۔ لیکن اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ عیسائیوں کے ہر یک مرتبہ کے آدمی کیا مذہبی اور کیا دنیوی جب کسی شہادت کے لیے بلائے جائیں تو قسم کھاتے اور انجیل اُٹھاتے ہیں اور ایک بڑے سے بڑا پادری کسی عدالت میں کسی شہادت کے ادا کرنے کے لیے بُلایا جاتے تو کبھی یہ عذر نہیں کرتا کہ انجیل کی رُو سے قسم منع ہے بلکہ بطیب خاطر قسم کھاتا ہے بلکہ انگریزی سلطنت کے کل متعہد عہدہ دار اور پارلیمنٹ کے ممبر یہانتک کہ گورنر جنرل سب حلف اُٹھانے کے بعد اپنے عہدوں پر مامور ہوتے ہیں تو پھر کیا خیال کیا جائے کہ یہ تمام لوگ تعلیم انجیل پر ایمان رکھنے سے بے بہرہ ہیں اور صرف ایک آتھم صاحب مردِ مسیحی دنیا میں موجود ہیں جو حضرت عیسٰیؑ کی تعلیم پر ایسا ہی کامل ایمان انکو نصیب ہے جیسا کہ پطرس حواری اور پولُس رسول کو نصیب تھا۔ بلکہ اگر یہ بات فی الواقع سچ ہے کہ قسم کھانا انجیل کی رو سے منع ہے تو پھر آتھم صاحب کا ایمان پطرس اور پولس رسول کے ایمان سے بھی کہیں آگے بڑھا ہوا ہے کیونکہ آتھم صاحب کے نزدیک قسم کھانا بے ایمانی ہے، لیکن متی ۲۷ باب ۷۲ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ پطرس حواری بہشتی کُنجیاں والے نے بھی اس بے ایمانی سے خوف نہیں کیا۔ اور بغیر اس کے کہ کوئی قسم کھانے پر اصرار کرے۔ آپ ہی قسم کھالی۔ لیکن اگر آتھم صاحب کہیں کہ پطرس راستباز آدمی نہیں تھا کیونکہ حضرت مسیح نے اس کو شیطان کا لقب بھی دیا ہے مگر میں راستباز ہوں اور پطرس سے بہتر اس لیے قسم کھانا بے ایمانی سمجھتا ہوں تو اُن کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کے پولس رسُول نے بھی جو بقول عیسائیاں حضرت موسیٰ سے بھی بڑھ کر ہے قسم کھائی ہے۔ اگر اس کو بھی آپ ایمان سے جواب دیں تو خیر آپ کی مرضی۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ قسم کھانے کا ثبوت کیا ہے تو قرنتیان ۱۵ باب ۳۱ آیت دیکھ لیں جس میں پولس صاحب فرماتے ہیں۔ مجھے تمہارے اس فخر کی جو ہمارے خداوند مسیح یسُوع سے ہے قسم کہ مَیں ہر روز مرتا ہوں۔ اس جگہ ناظرین خوب غور سے سوچیں کہ جس حالت میں پطرس اور پولس رسول قسم کھائیں اور آتھم صاحب قسم کھانا بے ایمانی قرار دیں یعنی شرعی ممنوعات کی مدّ میں رکھیں جس کا ارتکاب بلاشبہ بے ایمانی ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حسب قول آتھم صاحب مسیح کے تمام حواری اور پولس رسول سب ممنوعات انجیل کے مرتکب اور ایمانی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔ کیونکہ بعضوں نے ان میں سے قسمیں کھائیں اور بعض اس طرح پر بے ایمانی کے کاموں میں شریک ہوئے کہ قسم کھانے والوں سے جُدا نہ ہوتے اور نہ امر معروف اور نہی منکر کیا۔ لیکن آجتک بجز آتھم صاحب کے کسی عیسائی نے اس اعتقاد کو شائع نہیں کیا کہ حضرت مسیح کے تمام حواری یہانتک کہ پولس رسول بھی ایمانی دولت سے تہیدست اور بے نصیب اور ممنوعات انجیل میں مبتلا تھے صرف اٹھارہ سو برس کے بعد آتھم صاحب کو یہ ایمان

دیا گیا۔ تعجب کہ اس قوم کے جھوٹ اور بد دیانتی کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اپنے نفس کے بچاؤ کے لیے اپنے بزرگوں کو بھی دولت ایمان سے بے نصیب قرار دیتے ہیں۔ اگر آتھم صاحب جان بچانے کے لیے صرف یہ بہانہ کرتے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مَیں سال تک مَر نہ جاؤں تو اس صورت میں لوگوں کو فقط اتنا ہی خیال ہوتا کہ اس شخص کا ایمان مسیح کی طاقت اور قدرت پر ضعیف ہے اور در حقیقت اپنے دل میں اس کو قادر نہیں سمجھتا، لیکن آتھم صاحب کا یہ ممانعت قسم کا بہانہ اُن کی بد دیانتی اور ردّی حالت کی کُھلے طور پر قلعی کھولتا ہے۔ کیونکہ اس بہانہ کو کوئی بھی باور نہیں کر سکتا کہ مسیح کے تمام حواری اور پولس رسول منہیات انجیل میں گرفتار ہو کر ایمانی دولت سے بے نصیب رہے اور یہ ایمان آتھم صاحب کے ہی حصہ میں آیا اور پھر مجھے یہ دعویٰ بھی سراسر جھوٹ معلوم ہوتا ہے کہ آتھم صاحب نے اب تک کسی عدالت میں قسم نہیں کھائی اور تمام حکام اس بات پر راضی رہے کہ آتھم صاحب کسی شہادت کے ادا کرنے کے وقت بغیر قسم اظہار لکھوا دیا کریں اور نہ مَیں باور کر سکتا ہوں کہ اگر آتھم صاحب اب بھی کسی شہادت کے لیے بلائے جائیں تو یہ عذر پیش کریں کہ چونکہ مَیں پارلیمنٹ کے ممبروں اور تمام متعہد عیسائی ملازموں حتّٰی کہ گورنر جنرل سے بھی زیادہ ایماندار ہوں اس لیے ہرگز قسم نہیں کھاؤں گا۔ آتھم صاحب خوب جانتے ہیں کہ بائبل میں نبیوں کی قسمیں بھی مذکور ہیں۔ خود مسیح قسم کا پابند ہوا۔ دیکھو متی ۲۷ باب ۶۳ آیت۔ خدا نے قسم کھائی۔ دیکھو اعمال ۷ باب ۶ آیت ۱۷۔ اور خدا کا قسم کھانا بموجب عقیدہ عیسائیوں کے مسیح کا قسم کھانا ہے کیونکہ بقول اُن کے دونوں ایک ہیں۔ اور جو شخص مسیح کے نمونہ پر اپنی عادات اور اخلاق نہیں رکھتا وہ مسیح میں سے نہیں ہے۔ اور یرمیا کی تعلیم کی رُو سے قسم کھانا عبادت میں داخل ہے دیکھو یرمیا باب ۴ آیت ۲۔ اور زبُور میں لکھا ہے کہ جو جھوٹا ہے وہی قسم نہیں کھاتا۔ دیکھو زبور ۶۳ آیت ۱۱۔ سو آتھم صاحب کے جھوٹا ہونے پر داؤد نبی حضرت عیسٰی کے دادا صاحب بھی گواہی دیتے ہیں۔ فرشتے بھی قسم کھاتے ہیں۔ دیکھو مکاشفات ۱۰/۶ پھر عبرانیوں کے چھ باب ۱۶ آیت میں مسیحیوں کا معلّم کہتا ہے کہ ہر یک قضیہ کی حد قسم ہے یعنی ہر یک جھگڑا آخر قسم پر فیصلہ پاتا ہے۔ توریت میں خدا نے برکت دینے کے لیے قسم کھائی دیکھو پیدائش ۲۲/۱۶ اور پھر اپنی حیات کی قسم کھائی۔ غرض کہاں تک لکھیں اور مضمون کو طول دیں۔ بائبل میں خدا کی قسمیں فرشتوں کی قسمیں نبیوں کی قسمیں[۱] موجود ہیں اور انجیل میں مسیح کی قسم پطرس کی قسم پولس کی قسم پائی جاتی ہے۔ اسی جہت سے عیسائیوں کے علماء نے جواز قسم پر فتویٰ دیا ہے۔ دیکھو تفسیر انجیل مؤلفہ پادری کلارک اور پادری عماد الدین مطبوعہ ۱۸۷۵ء۔

---

[۱] نوٹ: وہ بولا خداوند کی قسم جس کے آگے میں کھڑا ہوں۔ ۲۔ سلاطین ۵/۱۶ ؎

اور مسیح نے خدا تعالیٰ کی سچی قسم سے کسی جگہ منع نہیں کیا۔ بلکہ اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی آسمان کی قسم کھاوے یا زمین کی یا یروشلم کی یا اپنے سر کی۔ اور جو شخص ایسا سمجھے کہ خدا تعالیٰ کی سچی قسم کسی گواہی کے وقت کھانا منع ہے وہ سخت احمق ہے اور مسیح کے منشاء کو ہرگز نہیں سمجھا۔ اگر مسیح کا منشاء خدا تعالیٰ کی قسم کی ممانعت ہوتی تو وہ اپنی تفصیلی عبارت میں ضرور اس کا ذکر کرتا، لیکن اس نے متی ۵ باب ۳۴ آیت میں "کیونکہ" کے لفظ سے صرف یہ سمجھانا چاہا کہ تم آسمان اور زمین اور یروشلم اور اپنے نفس کی قسم مت کھاؤ۔ خدا تعالیٰ کی قسم کا اس میں ذکر بھی نہیں اور موسیٰ کی تعلیم پر اس میں یہ تصریح زیادہ ہے کہ صرف جھوٹی قسم کھانا حرام نہیں بلکہ اگر غیر اللہ کی قسم ہو تو اگرچہ سچی ہو وہ بھی حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تعلیم کے بعد حضرت مسیح کے حواری قسم کھانے سے باز نہیں آئے اور ظاہر ہے کہ حواری انجیل کا مطلب آتھم صاحب سے بہتر سمجھتے تھے اور ابتداء سے آجتک جواز قسم پر مسیحوں کے اکثر فرقوں میں اتفاق چلا آیا ہے۔

پھر اب سوچنا چاہیئے کہ جبکہ پطرس نے قسم کھائی۔ پولس نے قسم کھائی۔ مسیحیوں کے خدا نے قسم کھائی۔ فرشتوں نے قسم کھائی۔ نبیوں نے قسمیں کھائیں اور تمام پادری ذرہ ذرہ مقدمہ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے ممبر قسم کھاتے ہیں۔ ہر یک گورنر جنرل قسم کھا کر آتا ہے تو پھر آتھم صاحب ایسے ضروری وقت میں کیوں قسم نہیں کھاتے حالانکہ وہ خود اپنے اس اقرار سے کہ میں پیشگوئی کے بعد ضرور موت سے ڈرتا رہا ہوں ایسے الزام کے نیچے آگئے ہیں کہ وہ الزام بجز قسم کھانے کے کسی طرح ان کے سر پر سے اُٹھ نہیں سکتا[1] کیونکہ ڈرنا جو رجوع کی ایک قسم ہے ان کے اقرار سے ثابت ہوا۔ پھر بعد اس کے وہ ثابت نہ کر سکے کہ وہ صرف قتل کئے جانے سے ڈرتے تھے نہ انہوں نے حملہ کرتے ہوئے کسی قاتل کو پکڑا نہ انہوں نے یہ ثبوت دیا کہ ان سے پہلے کبھی اس عاجز نے چند آدمیوں کا خون کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کے دل میں بھی دھڑکا بیٹھ گیا کہ اسی طرح میں بھی مارا جاؤں گا بلکہ اگر کوئی نمونہ ان کی نظر کے سامنے تھا تو بس یہی کہ ایک پیشگوئی موت کی یعنی مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کی موت ان کے سامنے ظہور میں آئی تھی۔ لہٰذا جیسا کہ الہام الٰہی نے بتلایا ضرور وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرے اور یہ بات روئداد موجودہ سے بالکل برخلاف ہے کہ وہ پیشگوئی کی صداقت تجربہ شدہ سے نہیں ڈرے بلکہ ہمارا خونی ہونا جو ایک تجربہ کی رو سے ایک تحقیقی امر تھا اس سے ڈر گئے۔ پس اس الزام سے وہ بجز اس کے کیونکر بری ہو سکتے ہیں کہ بحیثیت ایک شاہد کے قسم کھائیں اور بموجب قول پولس رسول کے جو ہر یک مقدمہ کی حد قسم ہے اس مشتبہ امر کا فیصلہ کر لیں، لیکن یہ نہایت درجہ کی مکاری اور بد دیانتی ہے کہ قسم کی طرف تو رجوع نہ کریں اور یونہی

---

[1] نوٹ: الہامی پیشگوئی کی عظمت سے ڈرنا بموجب تصریح قرآن کریم اور بائبل کے رجوع میں داخل ہے اور رجوع عذاب میں تاخیر ڈالتا ہے۔ اس پر قرآن اور بائبل دونوں کا اتفاق ہے۔ منہ

حق پوشی کے طور پر جا بجا خط بھیجیں اور اخباروں میں چھپوائیں کہ میں عیسائی ہوں اور عیسائی تھا۔
اے صاحب! آپ کیوں خلق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ آپ کی ان مدعیانہ تقریروں کو وہی لوگ قبول کرینگے جن کا شیطانی مادہ پہلے سے یہی چاہتا ہے کہ حق ظاہر نہ ہو ورنہ ہریک منصف عقلمند جانتا ہے کہ آپ کا بیان صرف بحیثیت شاہد معتبر ہو سکتا ہے نہ ان فضول باتوں سے جو آپ شائع کر رہے ہیں۔ دُنیا میں عیسائی مذہب جھوٹ بولنے میں اوّل درجہ پر ہے جنہوں نے خدا کی کتابوں میں بھی بے ایمانی کرنے سے فرق نہیں کیا اور صدہا جعلی کتابیں بنالیں۔ پس کیا ایک بھلا مانس ان کے مدعیانہ بیان کو قبول کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اگر ایک شخص راستباز بھی ہو تو وہ ایک فریق مقدمہ بن کر اس بات کا ہرگز مستحق نہیں کہ اس کا بیان جو بحیثیت مدعی یا مدعا علیہ ہے اس طور سے قبول کیا جائے جیسا کہ گواہوں کے بیانات قبول کئے جاتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو عدالتوں کو گواہوں کی کچھ بھی ضرورت نہ ہوتی۔ قانون شہادت میں ایک انگریز نے یہ بات خوب لکھی ہے کہ اگر فلاں تاجر جو کروڑ ہا روپیہ کی مالی عزت رکھتا ہے اور صدہا روپیہ روز صدقہ کے طور پر دیتا ہے اگر کسی پر ایک پیسہ کا دعویٰ کرے تو گو وہ کیسا ہی متموّل اور مخیّر اور سخی سمجھا گیا ہے مگر بغیر کامل شہادت کے ڈگری نہیں ہو سکتی۔

تو اب بتلاؤ کہ آتھم صاحب کا یکطرفہ بیان جو صرف دعویٰ کے طور پر اغراض نفسانیہ سے بھرا ہوا اور روئداد موجودہ کے مخالف ہے کیونکر قبول کیا جائے اور کونسی عدالت اس پر اعتماد کر سکتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ صرف ہمارے الہام پر مدار نہیں رہا۔ بلکہ آتھم صاحب نے خود موت کے خوف کا اقرار اخباروں میں چھپوا دیا اور جا بجا خطوط میں اقرار کیا۔ اب یہ بوجھ آتھم صاحب کی گردن پر ہے کہ اپنے اقرار کو بے ثبوت نہ چھوڑیں بلکہ قسم کے طریق سے جو ایک سہل طریق ہے اور جو ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے ہمیں مطمئن کر دیں کہ وہ پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرے بلکہ وہ فی الحقیقت ہمیں ایک خونی انسان یقین کرتے اور ہماری تلواروں کی چمک دیکھتے تھے اور ہم انہیں کچھ بھی تکلیف نہیں دیتے بلکہ اس قسم[1] پر چار ہزار روپیہ بشرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء ان کی نذر کریں گے

نوٹ: ایک صاحب پشاور سے لکھتے ہیں کہ اگر عذاب کی پیشگوئی رجوع بدل کرنے سے ٹل جاتی ہے تو وہ ہرگز معیار صداقت نہیں ٹھہر سکتی اور اس پر تحدی نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے کہ عند اللہ انکار قسم بھی جب منکر پر قسم انصافاً واجب ہو ایک معیار صداقت ہے جس کو کتاب اللہ نے منکر پر حد شرعی جاری کرنے کے لیے

---

[1] نوٹ: یہ چار ہزار روپیہ ۴۰۰۰ آتھم صاحب کی درخواست آنے کے بعد پانچ ہفتہ میں انکے پاس حاضر کیا جائیگا۔ منہ

اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا یہ عذر کہ مسیحیوں کو قسم کھانے کی ممانعت ہے سخت ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے کیا پطرس اور پولس اور بہت سے عیسائی راستباز جو اوّل زمانہ میں گذر چکے مسیحی نہیں تھے یا وہ بے ایمان تھے۔ کیا آتھم صاحب اس گورنمنٹ میں کسی ایک معزز عیسائی کا حوالہ دے سکتے ہیں جس نے شہادت کے لیے حاضر ہو کر قسم کھانے سے انکار کیا ہو۔ اب مناسب ہے کہ اگر آتھم صاحب کو بہرحال حیلہ سازی ہی پسند ہے اور کسی طرح قسم کھانا نہیں چاہتے تو اس عذر بیہودہ کو اب چھوڑ دیں کہ قسم کھانا ممنوع ہے کیونکہ پُورے طور پر ہم نے اس کی بیخکنی کر دی ہے بلکہ چاہیئے کہ اپنے دجّالوں کے مشورہ سے جان بچانے کے لیے کوئی نیا عذر پیش کریں اور نیم عیسائی یاد رکھیں کہ آتھم صاحب کبھی قسم نہیں کھائیں گے بلکہ اس عذر کو چھوڑ کر کوئی اور دجّالی حیلہ نکالیں گے کیونکہ ہماری نسبت وہ اپنے دل میں جانتے ہیں کہ ہم سچے اور ہمارا الہام سچّا ہے۔ لیکن کوئی عذر پیش نہیں جائے گا جب تک میدان میں آ کر ہمارے روبرو قسم نہ اُٹھاویں۔ یقیناً آتھم صاحب تمام پادریوں اور نیم عیسائیوں کے منہ پر سیاہی مل رہے ہیں جو قسم نہیں کھاتے۔

ایک عیسائی صاحب لکھتے ہیں کہ روپیہ دینا صرف لاف وگزاف ہے۔ یعنی آتھم صاحب قسم تو

بقیہ حاشیہ:۔ معتبر سمجھا ہے۔ پھر جس شخص نے چار ہزار روپیہ تک اتمام حجّت کی رقم لے کر قسم کھانے کے لیے جرأت نہ کی تو کیا اس نے اپنے افعال سے ثابت نہ کر دیا کہ ضرور اس نے رجوع بحق کیا تھا۔ اور جس قانونی مطالبہ سے یعنی قسم سے ملزم نے سخت گریز کی تو کیا وہ معیار صداقت نہیں اور کیا وہ اب تک ایسا رجوع رہا جس پر کوئی بھی دلیل نہیں اور یہ کہنا کہ اب تک وہ انکار کئے جاتا ہے کیسی بدفہمی ہے اگر وہ حقیقی طور پر منکر ہوتا تو پھر ایسی قسم کے کھانے سے جس کا کھانا اس پر انصافاً واجب تھا کیوں گریز کرتا۔ پس اس کا قسم نہ کھانا یہی اقرار ہے جس کو عقل سلیم سمجھتی ہے اور یہ کہنا کہ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ یہ دوسری نافہمی ہے۔ مماثلت کی نظیریں بتلادی گئی ہیں۔ غور سے پڑھو۔ اور یہ کہنا کہ ایک جھوٹا بھی ایسی پیشگوئی موت کی کر کے آخر عدم وقوع کے وقت یہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ دلی رجوع کے باعث عذاب ٹل گیا ہے۔ یہ بھی انصاف اور تدبّر سے بعید ہے بلکہ حق اور ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی اور شخص بھی ایسی ہی پیشگوئی کرے اور یہی تمام واقعات ہوں تو قانون انصاف سے بعید ہوگا کہ ایسے شخص کو ہم کاذب کہیں جس کا صدق ملزم کے گریز سے ظاہر ہو رہا ہو بلکہ جھوٹا وہی کہلائے گا جو اس مطالبہ سے گریز کرے جو انصافاً اس پر عاید ہوتا ہے یعنی قسم نہ کھاوے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو صرف یہاں تک تو محدود نہیں رکھا اور اس کے کاموں میں عمیق حکمتیں اور مصالح ہیں اور انجام نمایاں فتح ہے۔ پس اُن پر افسوس جو جلد بازی سے اپنے ایمان اور عاقبت کو برباد کر رہے ہیں اور جس قدر ایک کسان مولی گاجر کا بیج بو کر ایک وقت تک مولیوں گاجروں کی انتظار کرتا ہے ان لوگوں میں اتنا بھی صبر نہیں۔ منہ

کھائیں مگر ان کو یہ دھڑکہ ہے کہ روپیہ نہیں ملے گا۔ سو یاد رہے کہ یہ بالکل فضول گوئی اور ڈوموں کی طرح صرف رندانہ کلام ہے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم قسم کھانے سے پہلے باضابطہ تمسک لے کر حسب شرائط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء کل روپیہ آتھم صاحب کے ضامنوں کے حوالہ کر دیں گے اور ہمیں منظور ہے کہ آتھم صاحب کے دو داماد ہیں جو معزز عہدوں پر ہیں ضامن ہو جائیں۔ اگر ہم تکمیل تمسک کے بعد ایک طرفۃ العین کی بھی روپیہ دینے میں توقف کریں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ٹھہریں گے اور ضامنوں کو اختیار ہوگا کہ ہمیں آتھم صاحب کی دہلیز میں پیر نہ رکھنے دیں۔ جب تک بعد تکمیل تمسک روپیہ وصول نہ کرلیں۔ اور ایسا انتظام ہوگا کہ دس معزز گواہ کے روبرو اور ان کی وساطت سے روپیہ دیا جائے گا اور تمسک لیا جائے گا اور ان دس گواہوں کی اس تمسک پر شہادت ہوگی اور وہ تمسک چند اخباروں میں چھپوا دیا جائے گا۔ اور اس تمسک میں ضامنوں کی طرف سے یہ اقرار ہوگا کہ اگر تاریخ تمسک سے ایک سال تک پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور آتھم صاحب صحیح وسالم رہے تو یہ کل روپیہ آتھم صاحب کی ملکیت ہو جائے گا ورنہ ضامن کل روپیہ بلا توقف واپس کرینگے۔

اب آخر میں ہم پھر آتھم صاحب کو حضرت عیسیٰ مسیح کی عزت کو بطور سفارشی پیش کر کے اس زندہ خدا کی قسم دیتے ہیں جو جھوٹوں اور سچوں کو خوب جانتا ہے کہ اس طریق تصفیہ کو ہرگز ردّ نہ کریں۔ وہ تو بقول خود ہمارا جھوٹا ہونا اور ہمارے الہام کا باطل ہونا اور مسیح کا معین و مددگار ہونا تجربہ کر چکے۔ اب کیوں بعد تجربہ کے مَرے جاتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ میری عمر قریب ۶۴ یا ۶۸ برس کی ہے۔ اے صاحب بموجب قول ساٹھا پاٹھا کے آپ تو ابھی بچے ہیں کونسی بڑی عمر ہو گئی ہے۔ ماسوا اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا زندہ رکھنا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہیں۔ یہ کیسی بے ایمان قوم ہے جو اپنے تئیں سچا سمجھ کر پھر بھی خدا تعالیٰ پر توکل نہیں کر سکتی۔ دیکھو میری عمر بھی تو قریب ساٹھ برس کے ہے اور ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانون قدرت کے نیچے ہیں۔ مگر مَیں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مقابلہ کے وقت ضرور مجھے زندہ رکھ لے گا۔ کیونکہ ہمارا خدا قادر اور حیّ و قیوم ہے۔ مریم عاجزہ کے بیٹے کی طرح نہیں اور ہم اس اشتہار کے بعد پھر ایک ہفتہ تک انتظار کریں گے۔

اے ہماری قوم کے اندھو نیم عیسائیو کیا تم نے نہیں سمجھا کہ کس کی فتح ہوئی۔ کیا حق بجانب آدمی کی وہ نشانیاں ہیں جو آتھم صاحب ظاہر کر رہے ہیں۔ یا یہ نشانیاں جو اُن پُرہیبت اور متواتر اشتہارات سے روشن ہو رہی ہیں۔ کیا یہ استقامت کسی جھوٹے میں آ سکتی ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ اس کے ساتھ نہ ہو۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ سب سچ مگر نشان کونسا ظاہر ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کے قوی اثر نشان کے طور پر ضرور فریق مخالف پر پڑے اور جیسا کہ شکست خوردہ

لوگوں کا حال ہوتا ہے یہی بُرا حال اس جنگ مقدس میں ان کو پیش آیا اور چاروں صورتیں ذلت اور تباہی کی ان کو پیش آگئیں اور ہنوز بس نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ مَیں بس نہیں کروں گا جب تک اپنے قوی ہاتھ کو نہ دکھلاؤں اور شکست خوردہ گروہ کی سب پر ذلت ظاہر نہ کروں۔ ہاں اس نے اپنی اس عادت اور سنّت کے موافق جو اس کی پاک کتابوں میں مندرج ہے آتھم صاحب کی نسبت تاخیر ڈال دی کیونکہ مجرموں کے لیے خدا کی کتابوں میں یہ ازلی وعدہ ہے جس کا تخلف روا نہیں کہ خوفناک ہونے کی حالت میں ان کو کسی قدر مہلت دی جاتی ہے اور پھر اصرار کے بعد پکڑے جاتے ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی پاک کتابوں کے وعدہ کا لحاظ رکھتا کیونکہ اس پر تخلف وعدہ جائز نہیں، لیکن جو الہامی عبارات میں تاریخیں مقرر ہیں وہ کبھی ان سنت اللہ کے وعدوں سے جو قرآن میں درج ہیں برخلاف واقع نہیں ہو سکتیں کیونکہ کوئی الہام وحی الٰہی کی قرارداد شرائط سے باہر نہیں ہو سکتا۔ اب اگر آتھم صاحب قسم کھالیویں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفاء کر کے دُنیا کو دھوکہ دینا چاہا، لیکن ہم اس موخر الذکر شق کی نسبت ابھی صرف اتنا کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نشان کو ایک عجیب طور پر دکھلانا ارادہ کیا ہے جس سے دُنیا کی آنکھ کھلے اور تاریکی دور ہو اور وہ دن نزدیک ہیں دُور نہیں مگر اس وقت اور گھڑی کا علم جب دیا جائے گا تب اس کو شائع کر دیا جائے گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؛

شیخ محمد حسین بٹالوی

ہم کو ایک مخلص کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بٹالوی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق اور نیز اشتہار ۶؍ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے متعلق جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت شائع کیا گیا تھا۔ چند اعتراض کئے ہیں جن کا جواب معہ تصریح اعتراض ذیل میں لکھتا ہوں۔

قولہ: بیچارہ عبداللہ آتھم عیسائی ان کے مذہب میں قسم کھانا منع ہے۔ لالچ کرنا منع ہے۔

الجواب: اگر قسم کھانا منع ہے تو پطرس نے کیوں قسم کھائی۔ پولس نے کیوں قسم کھائی۔ خود مسیح

نوٹ: اگر میاں محمد حسین بٹالوی آتھم صاحب کی وکالت کر کے یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے تو اُن پر واجب ہے کہ عیسائیوں کے مددگار بن کر اپنے اس ہذیان کا پورا پورا ثبوت دیں اور اس اشتہار کا رد لکھائیں ورنہ بجز اس کے اور کیا کہیں کہ لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ؛

نے کیوں قسم کی پابندی کی ۔ انگریزی عدالتوں نے کیوں عیسائیوں کے لیے قسم مقرر کی بلکہ قانون کے رو سے دوسروں کے لیے اقرار صالح اور عیسائیوں کے لیے حلف ہے تحریف اور تلبیس یہود اور نصاریٰ کے عادات میں سے ہے لیکن نہ معلوم کہ ان مولویوں نے کیوں یہ عادات اختیار کر لیئے ۔ سو اَے اسلام کے دشمنو، ان خیانتوں سے باز آجاؤ ۔ کیا یہودیوں کا انجام اچھا ہوا کہ تا تمہارا بھی نیک انجام ہو ۔ اور لالچ وہ حرص ہے جو دیانت اور دین کے برخلاف ہو ۔ پس جبکہ ہم انعام کے طور پر خود روپیہ پیش کرتے ہیں اور آتھم صاحب اپنی نفسانی خواہش سے نہیں مانگتے بلکہ ہم خود دیتے ہیں اور قسم کھانا اُن کے مذہب میں نہ صرف جائز بلکہ لکھا ہے کہ جو قسم نہ کھاوے وہ جھوٹا ہے تو ایسے روپیہ کا لینا جو بغیر میل نفس کے ہے لالچ میں کیونکر داخل ہوا ۔

قولہ ۔ یہ قرآن میں نہیں کہ عذاب کا وعدہ آیا اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا ۔

الجواب : تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ استغفار قبل نزول عذاب ہو تو وقت نزول عذاب ٹل جاتا ہے ۔ بائیبل میں ایک بنی اسرائیل کے بادشاہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس کی نسبت صاف طور پر وحی وارد ہو چکی تھی کہ پندرہ دن تک اُس کی زندگی ہے پھر فوت ہو جائے گا ، لیکن اس کی دعا اور تضرع سے خدا تعالیٰ نے وہ پندرہ دن کا وعدہ پندرہ سال کے ساتھ بدلا دیا اور موت میں تاخیر ڈال دی ۔ یہ قصہ مفسرین نے بھی لکھا ہے بلکہ اور حدیثیں اس قسم کی بہت ہیں جن کا لکھنا موجب طول ہے بلکہ علاوہ وعید کے ٹلنے کے جو کرم مولا میں داخل ہے اکابر صوفیہ کا مذہب ہے جو کبھی وعدہ بھی ٹل جاتا ہے اور اس کا ٹلنا موجب ترقی درجات اہل کمال ہوتا ہے ۔ دیکھو فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ صاحب اور فتوح الغیب سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہما[1] ۔ اور وقتوں اور میعادوں کا ٹلنا تو ایک ایسی سنّت اللہ ہے جس سے بجز ایک سخت جاہل کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا ۔ دیکھو حضرت موسیٰ کو نزول توریت کے لیے تیس رات کا وعدہ دیا تھا اور کوئی ساتھ شرط نہ تھی مگر وہ وعدہ قائم نہ رہا اور اس پر دس دن اور بڑھائے گئے جس سے

---

[1] نوٹ : ان بزرگوں نے جو عدم ایفاء وعدہ خدا تعالےٰ پر جائز رکھا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ جائز ہے کہ جس بات کو انسان نے اپنے ناقص علم کے ساتھ وعدہ سمجھ لیا ہے وہ علم باری میں وعدہ نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ ایسے مخفی شرائط ہوں جن کا عدم تحقق عدم تحقق وعدہ کے لیے ضروری ہو اور علامہ محقق سید علی بن سلیمان مغربی نے اپنی کتاب وشی الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج کے صفحہ ۱۲۶ میں تحت حدیث یخشی ان تکون الساعۃ لکھا ہے ۔ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم لکمال معرفتہ بربہ لا یری وجوب شئ علیہ تعالیٰ الکون الساعۃ لا تقوم الا بعد تلک المقدمات اے خروج الدجال وغیرہ وان وعدبہ ۔ یعنی آنحضرت صلعم اپنے کمال معرفت کی وجہ سے قبل از قیامت ان علامات کا ظاہر ہونا ضروری نہیں سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ پر یہ حق واجب نہیں خیال کرتے تھے کہ اس کے وعدہ کے موافق دجال اور دابۃ الارض اور مہدی موعود وغیرہ

بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے فتنہ میں پڑے۔ پس جبکہ اس نص قطعی سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے وعدہ کی تاریخ کو بھی ٹال دیتا ہے جس کے ساتھ کسی شرط کی تصریح نہیں کی گئی تھی تو وعید کی تاریخ میں عند الرجوع تاخیر ڈالنا خود کرم میں داخل ہے۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ اگر تاریخ عذاب کسی کے توبہ استغفار سے ٹل جائے تو اس کا نام تخلف وعدہ نہیں کیونکہ بڑا وعدہ سنّت اللہ ہے۔ پس جبکہ سنّت اللہ پوری ہوئی تو وہ ایفاء وعدہ ہوا نہ تخلف[1] وعدہ۔

بقیہ حاشیہ :۔

علامات موعودہ پوری ہوں پھر قیامت آوے بلکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ ممکن ہے کہ قیامت آ جائے اور ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو۔ اور کسی قدر اسی کے موافق مواہب لدنیہ کی شرح میں لکھا ہے جو امام علامہ محمد بن عبد الباقی کی طرف سے ہے اور جواز نسخ اخبار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۴ شرح مذکور۔ لیکن میرے نزدیک ان بزرگوں کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کو فی الحقیقت وعدہ سمجھ کر پھر جواز عدم ایفائے وعدہ کے قائل تھے کیونکہ تخلف وعدہ ایک نقص ہے جو خدا تعالیٰ پر جائز نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے ہوں گے کہ خروج دجّال اور ظہور مہدی وغیرہ یہ سب مواعید تو برحق ہیں لیکن ممکن ہے کہ اُن کے ظہور کے لیے شرائط ہوں جن کے عدم سے یہ بھی حیّز عدم میں رہیں اور یا ممکن ہے کہ ایسے طور سے یہ وعدے ظہور میں آ جائیں کہ ان پر اطلاع بھی نہ ہو کیونکہ سنّت اللہ میں پیشگوئیوں کے ظہور کے لیے کوئی ایک طور اور طریق مقرر نہیں کبھی اپنے ظاہری معنوں پر پوری ہوتی ہیں اور کبھی تاویلی طور پر۔ بہرحال آنحضرت صلعم کے اس طریق اتقاء سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس زمانہ کے علماء کس قدر اس تقویٰ کے طریق سے دُور جا پڑے ہیں۔ منہ

---

[1] حاشیہ :۔ اگر بیچارہ شیخ بٹالوی کے دل کو دھڑکا پکڑتا ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ[2] اور تاریخ مقررہ کی کمی بیشی کرنا تخلف وعدہ کی ایک جزو ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ وعدہ سے مراد وہ امر ہے جو علم الٰہی میں بطور وعدہ قرار پا چکا ہے نہ وہ امر جو انسان اپنے خیال کے مطابق اس کو قطعی وعدہ خیال کرتا ہو۔ اسی وجہ سے المیعاد پر جو الف لام ہے وہ عہد ذہنی کی قسم میں سے ہے یعنی وہ امر جو ارادہ قدیمہ میں وعدہ کے نام سے موسوم ہے گو انسان کو اس کی تفاصیل پر علم ہو یا نہ ہو وہ غیر متبدل ہے۔ ورنہ ممکن ہے جو انسان جس بشارت کو وعدہ کی صورت میں سمجھتا ہے اس کے ساتھ کوئی ایسی شرط مخفی ہو جس کا عدم تحقق اس بشارت کی عدم تحقق کے لیے ضرور ہو کیونکہ شرائط کا ظاہر کرنا اللہ جلّشانہ پر حق واجب نہیں ہے۔ چنانچہ اسی بحث کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بسط سے لکھا ہے اور مولوی عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی فتوح الغیب کی شرح میں اس میں بہت عمدہ بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدر کی لڑائی میں تضرّع اور دُعا کرنا اسی خیال سے تھا کہ الٰہی مواعید اور بشارات میں احتمال شرط مخفی ہے اور یہ اس لیے

[2] آل عمران : ۱۰

قولہ : عذاب موت اگر استغفار سے ٹل جاتا ہے تو اس کی نظیر دو۔

الجواب : اے نادان اس کی نظیر قرآن آپ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ - فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ[1] - اب ظاہر ہے کہ ان آیات کا حاصل مطلب یہی ہے کہ جب بعض گنہگاروں کو ہلاک کرنے کے لیے خدا تعالےٰ اپنے قہری ارادہ سے اس دریا میں صورت طوفان پیدا کرتا ہے جس میں ان لوگوں کی کشتی ہو تو پھر اُن کی تضرع اور رجوع پر ان کو بچا لیتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ پھر وہ مفسدانہ حرکات میں مشغول ہوں گے۔ کیا اس طوفان سے یہ غرض ہوتی ہے کہ کشتی والوں کو صرف خفیف خفیف چوٹیں لگیں مگر ہلاک نہ ہوں۔ اے شیخ ذرا شرم کرنا چاہیئے اس قدر عقل کیوں ماری گئی کہ نصوص بدیہیہ سے انکار کیے جاتے ہو۔

قولہ : یونس کا وعدہ بھی شرطیہ تھا۔

الجواب : فتح البیان اور ابن کثیر اور معالم کو دیکھو۔ یعنی سورۃ الانبیاء، سورہ یونس اور والصافات کی تفسیر پڑھو اور تفسیر کبیر صفحہ ۱۸۸ سے غور سے پڑھو تا معلوم ہو کہ ابتلاء کی وجہ کیا تھی۔ یہی تو تھی کہ حضرت یونسؑ قطعی طور پر عذاب کو سمجھے تھے۔ اگر کوئی شرط منجانب اللہ ہوتی تو یہ ابتلا کیوں آتا چنانچہ صاحب تفسیر کبیر لکھتا ہے انھم لما لم یومنوا اوعدھم بالعذاب فلما کشف العذاب منھم بعد ما توعدھم خرج منھم مغاضباً۔ یعنی یونس نے اس وقت عذاب کی خبر سُنائی جبکہ اس قوم کے ایمان سے نومید ہو چکا۔ پس جبکہ عذاب اُن پر سے اُٹھایا گیا تو غضبناک ہو کر نکل گیا۔ پس ان تفسیروں سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اوّل یونسؑ نے اس قوم کے ایمان کے لیے بہت کوشش کی اور جبکہ کوشش بے سود معلوم ہوئی اور یاس کلی نظر آئی تو انہوں نے خدا تعالیٰ کے وحی سے عذاب کا وعدہ دیا جو تین دن کے بعد نازل ہو گا۔ اور صاحب تفسیر کبیر نے جو پہلا قول نقل کیا ہے اس کے سمجھنے میں نادان شیخ نے دھوکہ کھایا ہے اور نہیں سوچا کہ اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ میں وہ عبارت لکھی ہے جس سے ثابت ہوا ہے کہ عذاب موت کی پیشگوئی بلاشرط تھی اور یہی آخری قول قولِ مفسرین اور ابن مسعود اور حسن اور شعبی اور سعید بن جبیر اور وہب

بقیہ حاشیہ :

سنّت اللہ ہے کہ تا اس کی خاص بندوں پر ہیبت اور عظمت الٰہی مستولی رہیں۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں میں بیشک تخلف نہیں وہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے علم میں ہیں پورے ہو جاتے ہیں، لیکن انسان ناقص العقل کبھی ان کو تخلف کی صورت میں سمجھ لیتا ہے کیونکہ بعض ایسی مخفی شرائط پر اطلاع نہیں پاتا جو پیشگوئی کو دوسرے رنگ میں لے آتے ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ الہامی پیشگوئیوں میں یہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ وہ ہمیشہ ان شرائط کے لحاظ سے پوری ہوتی ہیں جو سنت اللہ میں اور الٰہی کتاب میں مندرج ہو چکی ہیں گو وہ شرائط کسی ولی کے الہام میں ہوں یا نہ ہوں۔ منہ

[1] یونس : ۲۳، ۲۴

کا ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں وعدہ کی تاریخ ٹلنا نصوص قرآنیہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے جیسا کہ آیت وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً[1] اُس کی شاہد ناطق ہے تو وعید کی تاریخیں جو نزول عذاب پر دال ہوتی ہیں جس کا ٹلنا اور رد بلا ہونا توبہ اور استغفار اور صدقات سے باتفاق جمیع انبیاء علیہم السلام ثابت ہے۔ پس ان تاریخوں کا ٹلنا بوجہ اولیٰ ثابت ہوا۔ اور اس سے انکار کرنا صرف سفیہ اور نادان کا کام ہے نہ کسی صاحب بصیرت کا۔ 30

اور صاحب تفسیر کبیر اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۶۴ میں لکھتے ہیں۔ ان ذنبه يعني ذنب يونس كان لان الله تعالٰى وعده انزال الاهلاك بقومه الذين كذبوه فظن انه نازل لا محالة فلاجل هذا الظن لم يصبر على دعاءهم فكان الواجب عليه ان يستمر على الدعاء لجواز ان لا يهلكهم الله بالعذاب۔ یعنی یونس کا یہ گناہ تھا کہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ملا تھا کہ اس کی قوم پر ہلاکت نازل ہوگی کیونکہ انہوں نے تکذیب کی۔ پس یونسؑ نے سمجھ لیا کہ یہ عذاب موت قطعی اور اٹل ہے اور ضرور نازل ہوگا۔ اسی ظن سے وہ دُعا ہدایت پر صبر نہ کر سکا اور واجب تھا کہ دعا ہدایت کئے جاتا کیونکہ جائز تھا کہ خدا دُعا ہدایت قبول کرلے اور ہلاک نہ کرے۔ اب بولو شیخ جی کیسی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ یونسؑ نبی وعدہ اہلاک کو قطعی سمجھتا تھا اور یہی اس کے ابتلا کا موجب ہوا کہ تاریخ موت ٹل گئی۔

اور اگر اس پر کفایت نہیں تو دیکھو امام سیوطی کی تفسیر درمنثور سورۃ انبیاء۔ قال اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال لما دعا يونس على قومه اوحى الله اليه ان العذاب يصبحهم فلما رأوه جاروا الى الله وبكى النسآء والولدان ورغت الابل و فصلانها وخارت البقر وعجاجيلها ولعت الغنم وسخالها فرحمهم الله فصرف ذالك العذاب عنهم و غضب يونس وقال كذبت فهو قوله اذ ذهب مغاضبًا۔ یعنی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جبکہ یونس نے اپنی قوم پر بددعا کی سو خدا تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ صبح ہوتے ہی عذاب نازل ہوگا۔ پس جبکہ قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو خدا تعالیٰ کی طرف تضرع کیا اور عورتیں اور بچے روتے اور اُونٹنیوں نے ان کے بچّوں سمیت اور گائیوں نے ان کے بچھڑوں کے سمیت اور بھیڑ بکری نے ان کے بزغالوں سمیت خوف کھا کر شور مچایا۔ پس خدا تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا اور عذاب کو ٹال دیا اور یونسؑ غضبناک ہوا کہ مجھے تو عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا۔ یہ قطعی وعدہ کیوں خلاف واقعہ نکلا۔ پس یہی اس آیت کے معنے ہیں کہ یونس غضبناک ہوا۔

اب دیکھو کہ یہاں تک یونسؑ پر ابتلا آیا کہ کذبت اس کے مُنہ سے نکل گیا یعنی مجھ پر کیوں ایسی وحی

[1] اعراف: ۱۴۳

نازل ہوئی جس کی پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ اگر کوئی شرط اس وعدہ کے ساتھ ہوتی تو یونس باوجودیکہ اس کو خبر پہنچ چکی تھی کہ قوم نے حق کی طرف رجوع کر لیا کیوں یہ بات مُنہ پر لاتا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی۔ اور اگر کہو کہ یونس کو ان کے ایمان اور رجوع کی خبر نہیں پہنچی تھی اور اس وہم میں تھا کہ باوجود کفر پر باقی رہنے کے عذاب سے بچ گئے اس لیے اس نے کہا کہ میری پیشگوئی خلاف واقعہ نکلی۔ سو اس کا دندان شکن جواب ذیل میں لکھتا ہوں جو سیوطی نے زیر آیت وان یونس الخ لکھا ہے قال و اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن عباسٍ قال بعث اللہ یونس الی اھل قریۃ فردوا علیہ فامتنعوا منہ فلمّا فعلوا ذالک اوحی اللہ الیہ انی مرسل علیھم العذاب فی یوم کذا وکذا فاخرج من بین اظھرھم فاعلم قومہ الذی وعدھم اللہ من عذابہٖ ایاھم فلمّا کانتِ اللیلۃ التی وعد العذاب فی صبیحتِھا فراٰہ القوم فحذروا فخرجوا من القریۃ الی براز من ارضھم وفرقوا کل دابۃ وولدھا ثم عجوا الی اللہ و اتابوا واستقالوا فاقالھم اللہ وانتظر یونس الخبر عن القریۃ و اھلھا حتی مربہ مار فقال ما فعل اھل القریۃ قال فعلوا ان یخرجوا الی براز من الارض ثم فرقوا بین کل ذات ولد وولدھا ثم عجوا الی اللہ وانابوا فقبل مِنھم و اخر عنھم العذاب فقال یونس عند ذلک لا ارجع الیھم کذابا ومضی علٰی وجھہٖ۔ یعنی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یہ حدیث لکھی ہے کہ خدا نے یونس نبی کو ایک بستی کی طرف مبعوث کیا۔ پس انہوں نے اس کی دعوت کو نہ مانا اور رُک گئے سو جبکہ انہوں نے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ نے یونس کی طرف وحی بھیجی کہ مَیں فلاں دن میں ان پر عذاب نازل کروں گا۔ سو یونس نے اس قوم کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ فلاں تاریخ کو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ اور ان میں سے نکل گیا۔ پس جبکہ وہ رات آئی جس کی صبح کو عذاب نازل ہونا تھا سو قوم نے عذاب کے آثار دیکھے سو وہ ڈر گئے اور اپنی بستی سے ایک وسیع میدان میں نکل آئے جو انہیں کی زمین کی حدود میں تھا اور ہر ایک جانور کو اس کے بچّے سے علیحدہ کر دیا یعنی رحیم خدا کے رجوع دلانے کے لیے یہ حیلہ سازی کی جو شیر خوار بچوں کو خواہ وہ انسانوں کے تھے یا حیوانوں کے ان کی ماؤں سے علیحدہ پھینک دیا اور اس مفارقت سے ایک قیامت کا شور اس میدان میں برپا ہوا۔ ماؤں کو ان کے شیر خوار بچوں کو جنگل میں دُور ڈالنے سے سخت رقت طاری ہوئی اور اس طرف بچوں نے بھی اپنی پیاری ماؤں سے علیحدہ ہو کر اور اپنے تئیں اکیلے پا کر دردناک شور مچایا اور اس کارروائی کے کرتے ہی سب لوگوں کے دل درد سے بھر گئے اور نعرے مار مار کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع کیا اور اس سے معافی چاہی تب رحیم خدا نے جس کی رحمت سبقت لے گئی ہے یہ حال زار ان کا دیکھ کر ان کو معاف کر دیا۔ اور ادھر حضرت یونس عذاب کے منتظر تھے اور دیکھتے تھے کہ آج اس بستی اور اس کے لوگوں کی کیا خبر آتی ہے یہانتک کہ ایک رہگذر مسافر ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ

اس بستی کا کیا حال ہے اس نے کہا کہ انہوں نے یہ کارروائی کی کہ اپنی زمین کے ایک وسیع میدان میں نکل آئے۔ اور ہر ایک بچہ کو اس کی ماں سے الگ کر دیا۔ پھر اس دردناک حالت میں ان سب کے نعرے بلند ہوئے اور تضرع کی اور رجوع کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی تضرع کو قبول کر لیا اور عذاب میں تاخیر ڈال دی۔ پس یونسؑ نے ان باتوں کو سن کر کہا کہ جبکہ حال ایسا ہوا یعنی جبکہ ان کی توبہ منظور ہو گئی اور عذاب ٹل گیا تو مَیں کذاب کہلا کر ان کی طرف نہیں جاؤں گا۔[۱] سو وہ تکذیب سے ڈر کر اس ملک سے نکل گیا۔

اب فرمایئے۔ شیخ جی ابھی تسلی ہوئی یا کچھ کسر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وحی قطعی عذاب کی نہ ہوتی اور کوئی دوسرا پہلو ایمان لانے کا قوم کو بتلایا ہوتا تو وہ میدان میں ایسی دردناک صورت اپنی نہ بناتے بلکہ شرط کے ایفاء پر عذاب ٹل جانے کے وعدہ پر مطمئن ہوتے۔ ایسا ہی اگر حضرت یونسؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہوتا کہ ایمان لانے سے عذاب ٹل جائے گا تو وہ کیوں کہتے کہ اب مَیں اس قوم کی طرف نہیں جاؤں گا کیونکہ میں ان کی نظر میں

---

[۱] نوٹ:۔ یونہ یعنی یونس نبی کی کتاب میں جو بائبل میں موجود ہے۔ باب ۳ آیت ۴ میں لکھا ہے:۔

اور یونہ شہر میں (یعنی نینوہ میں) داخل ہونے لگا اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا۔ چالیس اور دن ہونگے تب نینوہ برباد کیا جائے گا۔ ۵ تب نینوہ کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے بڑے تک ٹاٹ پہنا اور خدا نے ان کے کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنے بُرے راہ سے باز آئے۔ تب خدا اس بدی سے کہ اس نے کہی تھی کہ میں اُن سے کروں گا پچھتا کے باز آیا اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔ باب۴۔ پر یونہ اس سے ناخوش ہوا اور نپٹ رنجیدہ ہو گیا۔ ۲۔ اور اس نے خداوند کے آگے دُعا مانگی۔ ۳۔ اب اے خداوند مَیں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان کو مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے۔ تم کلامہ

اب اے شیخ جی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یونس نبی کی کتاب سے بھی قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ موت کا عذاب ٹل گیا اور یہ بھی یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ اس پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی۔ اسی لیے تو یونس نے رنجیدہ ہو کر دُعا کی کہ اب میرا مرنا بہتر ہے۔ شیخ جی اب تو آپ ہر یک پہلو سے قابو میں آگئے۔ آپ عام جلسہ میں بمقام لاہور عہد کر چکے ہو کہ مَیں اس بات کی قسم کھاؤں گا کہ موت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اب قسم کھاویں تا خدا تعالیٰ جھوٹے کو واصل جہنم کرے ورنہ یہ سخت بے ایمانی ہوگی کہ قسم کھانے کا عہد کر کے پھر توڑ دیا جاوے اور اگر آپ نے قسم نہ کھائی تو یہی سمجھا جائے گا کہ صرف دو۲ سو روپیہ کے طمع نفسانی نے آپ میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا اور پھر جب قسم کھانے کی کوئی راہ نہ دیکھی تو اندر ہی اندر وہ جوش تحلیل پا گیا اور بجائے اس کے اپنی بیوقوفی پر ایک ندامت باقی رہ گئی مگر کیا تعجب کہ پھر بھی قسم کھا لو کیونکہ بے ایمان آدمی پاک نوشتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتا اور دہریہ پن کی رگ سے اپنے انجام کو نہیں سوچتا اور یاد رہے کہ اس معافی سے عیسائیوں کے کفارہ کی بھی بیخکنی ہو گئی کیونکہ یونسؑ کی قوم صرف اپنی توبہ اور استغفار سے بچ گئی اور یونس تو یہی چاہتا تھا کہ ان پر عذاب نازل ہو۔ منہ

کذاب ٹھہر چکا۔ جبکہ وہ سُن چکے تھے کہ قوم نے توبہ کی اور ایمان لے آئی۔ پس اگر یہ شرط بھی ان کی وحی میں داخل ہوتی تو اُن کو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ پیشگوئی پوری ہوئی نہ یہ کہ وہ وطن چھوڑ کر ایک بھاری مصیبت میں اپنے تئیں ڈالتے۔ قرآن کا لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ سخت ابتلا میں پڑے اور حدیث نے کیفیت ابتلا کی یہ بتلائی۔ پس اب بھی اگر کوئی شیخ و شاب منکر ہو تو یہ صریح اس کی گردن کشی ہے۔

اور ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو پورا کر دے گا اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا۔ اور ہرگز یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوں گی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ[1]۔ اور مَیں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دُختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو اُن کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلّت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر مَیں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجّال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیمؑ کے ساتھ اور اسحٰق کے ساتھ اور اسمٰعیلؑ کے ساتھ اور یعقوبؑ کے ساتھ اور موسیٰ کیساتھ اور داؤد کیساتھ اور مسیح ابن مریم کے ساتھ اور خیر الانبیاء محمد صلعم کے ساتھ اور اس اُمّت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلّتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما۔ لیکن اگر تیری رحمت میرے ساتھ ہے اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا اَنْتَ وَجِيْهٌ فِيْ حَضْرَتِيْ اِخْتَرْتُكَ لِنَفْسِيْ اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا يَحْمَدُكَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهٖ۔ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا يَا عِيْسٰى الَّذِيْ لَا يُضَاعُ وَقْتُهٗ۔ اور تو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اور تُو ہی ہے جس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا قُلْ اِنِّيْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور تو ہی ہے جو غالباً مجھے ہر روز کہتا رہتا ہے اَنْتَ مَعِيْ وَاَنَا مَعَكَ تو میری مدد کر اور میری حمایت کے لیے کھڑا ہو جا۔ وَاِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔

راقم خاکسار **غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور**

۲۷؍ اکتوبر ۱۸۹۴ء

(تعداد اشاعت ۴۰۰۰) ریاض ہند امرتسر (یہ اشتہار $\frac{26\times20}{8}$ کے ۱۶ صفحوں پر ہے)

---

[1] الاعراف: ۹۰

(۱۲۸)

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ
میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمانداری پرکھنے کیلئے جنہوں
نے اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص کافر اور دجّال اور شیطان
ہے اور اس پر لعنت اور سبّ و شتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے اور اس اشتہار کے وہ سب
مکفر مخاطب ہیں جو کافر اور اکفر کہنے سے باز نہیں آتے خواہ لدھیانوی ہیں یا امرتسری یا غزنوی یا بٹالوی
یا گنگوہی یا پنجاب اور ہندوستان کے کسی اور مقام میں الا لعنة اللّٰہ علی الکافرین المکفرین الذی
یکفرون المسلمین۔ اب ان سب پر واجب ہے کہ اپنے ہم جنس مولوی محمد حسن صاحب
لدھیانوی کو قسم دلا کر ہزار روپیہ ہم سے لے لیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ وہ سب بباعث
تکفیر مسلم اور انکار حق کے ابدی لعنت میں مبتلا ہو کر تمام شیاطین
کے ساتھ جہنم میں پڑیں گے اور نیز یاد رہے کہ
قسم اسی مضمون کی ہوگی جو اشتہار ہذا
میں درج ہے

اے علمائے مکفرین ان آثار اور اخبار کی نسبت کیا کہتے ہو[۱] جن کو امام عبد الوہاب شعرانی اور دوسرے اکابر متقدمین نے اپنی اپنی کتابوں میں مبسوط طور پر نقل کیا ہے جن میں سے کچھ حصہ مولوی صدیق حسن خان بھوپالوی نے اپنی فارسی کتابوں حجج الکرامہ وغیرہ میں بطور اختصار لکھا ہے کہ مہدی موعود کے چار نشان خاص ہیں جن میں اس کا غیر شریک نہیں۔

۱۔ یہ کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور اس کا نام کافر اور دجّال اور بے ایمان رکھیں گے اور تمام مل کر

---

[۱] نوٹ:- یہ کہنا بے جا ہوگا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں یا بعض روایات مجروح ہیں یا حدیث منقطع اور مرسل ہے۔ کیونکہ جس حدیث کی پیشگوئی واقعی طور پر سچی نکلی اس کا درجہ فی الحقیقت صحاح سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی صداقت بدیہی طور پر ظاہر ہوگئی۔ غرض جب حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی تو پھر بھی اس میں شک کرنا صریح بے ایمانی ہے۔

اسکی تکذیب کرینگے اور اسکی تحقیر اور سب وشتم کے لیے کمر باندھیں گے اور اس کی نسبت نہایت سخت کینہ پیدا کرینگے اور اس کو ملحد اور مُرتد خیال کریں گے اور اس کی نسبت مشہور کریں گے کہ یہ تو اسلام کی بیخکنی کر رہا ہے یہ مہدی کیسا ہے اور لعنت اور کافر کافر کہنے کو موجب ثواب اور اجر سمجھیں گے اور اس کو اس زمانہ کے مولوی ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ مگر آخری دنوں میں جب اس کی حقیقت کُھل جاتے گی محض نفاق سے مان لیں گے دل سے نہیں۔ اور مہدی کو قبول کرنے والے اکثر عوام یا گوشہ گزیں یا پاک دل فقراء ہوں گے جو اپنے صحیح مکاشفات سے اس کو شناخت کریں گے مگر مولویوں کو بُجز اس کے اور کوئی حصہ نہیں ملے گا کہ اس کو بے دین اور کافر اور دجال کہیں گے اور اس وقت کے مولوی ان سب سے بدتر ہوں گے جو زمین پر رہتے ہیں۔ ان کی زیرکی اور فراست جاتی رہے گی وہ عمیق باتوں کو سُن کر فی الفور انکار کر دیں گے کہ یہ باتیں تو ہمارے قدیم عقاید کے مخالف ہیں۔

۲۔ دوسرا نشان مہدی موعودؑ کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ماہ رمضان میں خسوف کسوف ہوگا اور پہلے اس سے جیسا کہ منطوق حدیث صاف بتلا رہا ہے کبھی کسی رسول یا نبی یا محدّث کے وقت میں خسوف کسوف کا اجتماع رمضان میں نہیں ہوا۔ اور جب سے کہ دُنیا پیدا ہوتی ہے کسی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت کے وقت میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے نہیں ہوتے اور اگر کوئی کہے کہ اکٹھے ہوتے ہیں تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ مگر حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ مہدی کے ظہور سے پہلے چاند گرہن اور سورج گرہن ماہ رمضان میں ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں تو ممکنات میں سے تھا کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کو ماہ رمضان میں دیکھ کر ہر یک مفتری مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور امر مشتبہ ہو جاتے۔ کیونکہ بعد میں مدعی ہونا سہل ہے اور جب بعد میں کئی مدعی ظاہر ہو گئے تو صاف طور پر کوئی مصداق نہ رہا۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مہدی موعود کے دعویٰ کے بعد بلکہ ایک مدّت گذرنے کے بعد یہ نشان "تائید دعویٰ کے طور پر ظاہر ہو جیسا کہ ان لمھدینا اٰیتین ای لتائید دعوی مھدینا اٰیتن صاف دلالت کر رہی ہے اور اس طور سے کسی مفتری کی پیش رفت نہیں جاتی اور کوئی منصوبہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ مہدی کا ظہور بہت پہلے ہو کر پھر مؤید دعویٰ کے طور پر سورج گرہن بھی ہو گیا نہ یہ کہ ان دونوں کو دیکھ کر مہدی نے سر نکالا۔ اس قسم کے تائیدی نشان ہمارے سید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی پہلی کتابوں میں لکھے گئے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد ظہور میں آتے اور دعویٰ کے مصدق اور مؤید ہوتے۔ غرض ایسے نشان قبل از دعویٰ مہمل اور بیکار ہوتے ہیں کیونکہ ان میں گنجائش افتراء بہت ہے اور اس پر اَور بھی قرینہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خسوؔف اور کسوؔف اور مہدی کا رمضان کے مہینے میں موجود ہونا خارق عادت ہے اور اجتماع خسوف کسوف خارق عادت نہیں۔

۳۔ تیسرا نشان مہدی موعود کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ایک فتنہ ہوگا اور نصاریٰ اور مہدی کے لوگوں کا ایک جھگڑا پڑ جائے گا۔ نصاریٰ کے لیے شیطان آواز دے گا کہ الحق فی آل عیسیٰ یعنی حق عیسیٰ کے لوگوں میں ہے اور فتح عیسائیوں کی ہے اور مہدی کے لوگوں کے لیے آسمانی آواز آئے گی یعنی نشانوں اور تائیدوں کے ساتھ ربّانی گواہی یہ ہوگی کہ الحق فی آل محمّد یعنی حق مہدی کے لوگوں میں ہے۔ آخر اس آواز کے بعد شیطانی تاریکی اُٹھ جائے گی اور لوگ اپنے امام کو شناخت کر لیں گے۔

۴۔ چوتھی مہدی کی یہ نشانی ہوگی کہ اس کے وقت میں بہت سے مسلمان یہودی طبع دجّال سے مل جائیں گے۔ یعنی وہ لوگ بظاہر مسلمان کہلائیں گے اور دجّال کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دیں گے یعنی نصاریٰ کے دعویٰ فتح کے مصدّق ہوں گے۔

یہ چار نشانیاں ایسی ہیں کہ مہدی کے لیے خاص ہیں اور اگرچہ اس زمانہ سے پہلے بھی بہت سے اہل اللہ اور بزرگوں کو کافر ٹھہرایا گیا۔ مگر نشانی کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہدی موعود کی اس زور شور سے تکفیر کی جائے گی کہ اس سے پہلے کبھی مولویوں نے ایسے زور شور سے کسی کی تکفیر نہیں کی ہوگی اور نہ کسی کو ایسے زور شور سے دجّال کہا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس عاجز کو نہ صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا۔ ایسا ہی ممکن ہے کہ پہلے بھی کسی مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے ہو گئے ہوں مگر یہ کبھی نہیں ہوا۔ اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے اس زمانہ کے دنیا کی ابتدا سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں ایسے طور سے اکٹھے ہو گئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت بھی موجود ہو۔ ایسا ہی اگرچہ پہلے بھی نصاریٰ سے مباحثات مذہبی ہوتے رہے ہیں لیکن جو نصاریٰ نے اب شوخیاں دکھلائیں اور تمام ملک میں شیطانی آوازیں سنائیں اور گدھوں پر سوار ہوئے اور بہروپ بنائے۔ ایسا استہزاء ان کی طرف سے کبھی ظہور میں نہیں آیا اور نہ اس استہزاء کا بدل جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والا ہے جو ربّانی آواز ہے کبھی ایسا ظاہر ہوا جیسا کہ بعد اس کے ظاہر ہوگا۔ سننے والے یاد رکھیں ایسا ہی اگرچہ بعض مسلمان جو منافق طبع ہیں پادریوں کے ساتھ اس سے پہلے بھی مداہنہ کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں مگر جو اب مولویوں اور ان کے ناقص العقل چیلوں نے ان پادری دجّالوں کی ہاں کے ساتھ ہاں ملائی اور ان کو فتحیاب قرار دیا اور ان کی خوشی کے ساتھ خوشی منائی اور شوخی اور چالاکی سے صدہا اشتہار لکھے اور اہلِ حق پر لعنتیں بھیجیں اور ان لعنتوں سے نصاریٰ کو خوش کیا اور نصاریٰ کو غالب قرار دیا اس کی نظیر تیرہ سو برس میں کسی صدی میں نہیں پائی جاتی۔ پس یہ اسی پیشگوئی کا ظہور ہے کہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ ستّر ہزار مسلمان کہلانے والے دجّال کے ساتھ مل جائیں گے۔ اب علماء مکفرین بتلاویں کہ یہ باتیں پوری ہو گئیں یا نہیں۔ بلکہ یہ دو علامتیں یعنی مہدی ہونے کے مدعی کو بڑے زور شور سے کافر اور

دجّال کہنا اور نصاریٰ کی تائید کرنا اور ان کو فتحیاب قرار دینا اپنے ہاتھ سے مولویوں نے ایسے طور سے پوری کیں جن کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ نادانی سے پہلے باہم مشورہ کرکے سوچ نہ لیا کہ اس طور سے تو ہم دو نشانیوں کا تو آپ ہی ثبوت دے دینگے جس شدّومد سے اس عاجز کی تکفیر کی گئی ہے اگر پہلے بھی کسی مہدی ہونے کے مدعی کی اس زور و شور سے تکفیر ہوئی ہے اور یہ لعن طعن کی بارش اور کافر اور دجّال کہنا اور دین کا بیخکن قرار دینا اور تمام مُلک کے علماء کا اس پر اتفاق کرنا اور تمام ممالک میں اس کو شہرت دینا پہلے بھی وقوع میں آیا ہے تو اس کی نظیر پیش کریں جو طابق النعل بالنعل کا مصداق ہو۔ ورنہ مہدی موعود کی ایک خاص نشانی انہوں نے اپنے ہاتھ سے قائم کردی۔ اور اگر پہلے بھی ایسا اتفاق انہوں نے نصاریٰ سے کیا ہے اور ان کو غالب قرار دیا ہے تو اس کی بھی نظیر بتلاویں اور اگر پہلے بھی کسی ایسے شخص کے وقت میں جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو چاند گرہن اور سُورج گرہن رمضان میں اکٹھے ہوگئے ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں اور اگر پہلے بھی کسی مہدی کے لوگوں اور نصاریٰ کا کچھ جھگڑا پڑا ہو اور نصاریٰ نے اپنی فتحیابی کیلئے ایسی شیطانی آوازیں نکالی ہوں تو اس کی نظیر بھی بتلاویں اور ہم ہر چہار نظیروں کے پیش کرنے والے کے لیے ہزار روپیہ نقد انعام مقرر کرتے ہیں۔ ہم اس روپیہ کے دینے میں کوئی شرط مقرر نہیں کرتے۔ صرف اس قدر ہوگا کہ بعد درخواست یہ ہزار روپیہ محمد حسن صاحب لدھیانوی کے پاس تین ہفتہ کے اندر جمع کرا دیا جاوے گا اور مولوی صاحب موصوف ایک تاریخ پر جو اُن کی طرف سے مقرر ہو فریقین کو اپنے مکان پر بُلا کر بلند آواز سے تین مرتبہ قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعات جو پیش کئے گئے بے نظیر نہیں ہیں اور جو کچھ ان کی نظیریں بتلائی گئی ہیں وہ واقعی طور پر صحیح اور درست اور یقینی اور قطعی ہیں اور بخدا ان نشانیوں کے مصداق ہونے کا مدعی درحقیقت کافر ہے اور مَیں بصیرت کاملہ سے کہتا ہوں کہ ضرور وہ کافر ہے اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر وہ عذاب اور قہرِ الٰہی نازل ہو، جو جھوٹوں پر ہوا کرتا ہے اور ہم ہر یک مرتبہ کے ساتھ آمین کہیں گے اور واپسی روپیہ کی کوئی شرط نہیں اور نہ عذاب کے لیے کوئی میعاد مقرر ہے۔ ہمارے لیے یہ کافی ہوگا کہ یا تو مولوی صاحب خدا تعالیٰ سے ڈریں اور قسم نہ کھائیں اور یا تمام مکفروں کے سرگروہ بن کر قسم کھائیں اور اس کے ثمرات دیکھیں۔ اور ہم اس جگہ علمائے وقت کی خدمت میں بادب عرض کرتے ہیں کہ وہ تکفیر اور انکار میں جلدی نہ کریں۔ کیا ممکن نہیں کہ جس کو وہ جھوٹا کہتے ہیں اصل میں سچا وہی ہو۔ پس جلدی کرکے ناحق کی رُوسیاہی کیوں لیتے ہیں۔ کیا کسی جھوٹے کے لیے آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں یا کبھی خدا نے کسی جھوٹے کو ایسی لمبی مہلت دی کہ وہ بارہ برس سے برابر الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کرکے دن رات خدا تعالےٰ پر افتراء کرتا ہو اور خدا تعالیٰ اس کو نہ پکڑے بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو ایک تو بیان کریں ورنہ اس قادر منتقم سے ڈریں جس کا غضب انسان کے غضب

سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور اس بات پر خوش نہ ہوں کہ بعض مسائل میں اختلاف ہے۔ اور ذرہ دل میں سوچ لیں کہ اگر مہدی موعود تمام مسائل رطب یابس میں علمائے وقت سے اتفاق کرنے والا ہوتا تو کیوں پہلے سے احادیث میں یہ لکھا جاتا کہ علماء اس کی تکفیر کریں گے اور سمجھیں گے کہ یہ دین کی بیخکنی کر رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ مہدی کی تکفیر کے لیے علماء اپنے پاس اپنے فہم کے مطابق کچھ وجوہ رکھتے ہوں گے جن کی بناء پر اس کو کافر اور دجّال قرار دیں گے۔ فاتقوا اللہ یا اولی الابصار والسلام علیٰ من خشی الرحمٰن واتقٰی واتبع الحق واھتدٰی۔

(یہ اشتہار انوار الاسلام طبع اوّل کے صفحہ ۴۶ سے ۵۰ تک درج ہے)

(۱۲۹)

اشتہار لایق توجہ گورنمنٹ

جو

جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لفٹنٹ گورنر پنجاب

اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لیے شائع کیا گیا

سول ملٹری گزٹ کے پرچہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۴ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شائع کی گئی ہے جس کی غلطی گورنمنٹ پر کھولنا ضرور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب راقم نے اپنی غلط فہمی یا کسی اہلِ غرض کے دھوکہ دینے سے ایسا اپنے دل میں میری نسبت سمجھ لیا ہے کہ گویا میں گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور مخالفانہ ارادے اپنے دل میں رکھتا ہوں، لیکن یہ خیال ان کا سراسر باطل اور دُور از انصاف ہے۔ اگر ان کو سچے واقعات سے کچھ بھی خبر ہوتی تو اس قدر قابل شرم جھوٹ پر ان کا ہاتھ اور قلم ہرگز دلیری نہ کرتا۔ یہ بات گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں کہ یہ راقم ایک نیک نام خاندان میں سے ہے اور میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب ایک نیک نام اور معزز رئیس تھے جنہوں نے ہریک موقعہ پر عمدہ عمدہ خدمات بجا لاکر اپنے تئیں مورد مراحم گورنمنٹ ثابت کیا تھا اور گورنری دربار میں ان کو کُرسی ملتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی خدمات ان کی ایسی تھیں کہ وہ ایک پختہ ثبوت اس خیر خواہی اور خیر اندیشی کا ہے جو قدیم سے اس خاندان سے ہوتی رہی یعنی یہ کہ انہوں نے (عین ان ایام میں کہ ہندوستان میں آتش فساد اور مفسدہ پھیل رہی تھی اور قدرتی اتفاق سے رعایا کے لیے یہ موقعہ پیش آیا تھا کہ وہ اس بات میں آزمائی جائیں کہ کہاں تک وہ گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ ہیں) اپنے افعال سے صاف طور پر بار بار حکام پر ظاہر کر دیا کہ ہم تمام مال و جان سے اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق گورنمنٹ برطانیہ کی امداد کے لیے حاضر ہیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ پچاس۵۰ گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس۵۰ سوار بھی بہم پہنچا کر ۱۸۵۷ء کے شور و شر کے وقت میں گورنمنٹ کی نذر کئے۔ اور پھر

دوسری مرتبہ چودہ گھوڑے نذر کئے۔ اور اسی طرح وہ اور وقتوں میں بھی خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہے اور وقتاً فوقتاً خوشنودی کی چٹھیات پاتے رہے اور انعام بھی ملتے رہے[1] اور چالیس برس اپنی عمر عزیز کے انہی خدمات میں انہوں نے بسر کئے اور پھر بعد اُن کے انتقال کے میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات گورنمنٹ میں مشغول رہا۔ اور پھر ان کے بعد مَیں ایک گوشہ نشین آدمی تھا جس کی دنیوی طریق پر زندگی نہیں تھی اور نہ اس کے کامل اسباب مہیا تھے۔ تاہم میں نے برابر ۱۶ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھیرا لیا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف بُلاؤں اور ان کو سچی اطاعت کی طرف ترغیب دوں۔ چنانچہ مَیں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اپنی ہر یک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا[2] کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ بار بار اس بات پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے اس لیے مسلمانان ہند پر لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابل پر بد ارادوں سے رُکیں بلکہ اپنی سچی شکر گذاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھلادیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ☆ یعنی احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور کچھ نہیں۔ اور یہ بات قطعی اور فیصلہ شدہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ مسلمانان ہند کی محسن ہے کیونکہ سکھوں کے زمانہ میں ہمارے دین اور دُنیا دونوں پر مصیبتیں تھیں۔ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو دُور سے ابر رحمت کی طرح لایا اور ان مصیبتوں سے اس گورنمنٹ کے عہدِ دولت نے ایک دم میں ہمیں چھوڑا دیا۔ پس اس گورنمنٹ کا شکر نہ کرنا بد ذاتی ہے اور جو شخص ایسے احسانات دیکھ کر پھر نفاق سے زندگی بسر کرے اور سچے دل سے شکر گذار نہ ہو تو بلا شبہ کافر نعمت ہے[3]۔ ہماری ایمانداری کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم تہ دل سے اقرار کریں کہ درحقیقت یہ گورنمنٹ ہماری مُحسن ہے۔ ہم اس گورنمنٹ

---

[1] نوٹ: سرلیپل گریفن کی کتاب تذکرہ رئیسان پنجاب میں میرے والد صاحب کا مفصل ذکر ہے۔ یاد رہے کہ میرے والد صاحب کا نام میرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے والد کا نام میرزا عطا محمد ہے۔ منہ

[2] نوٹ: دیکھو براہین احمدیہ، شہادۃ القرآن۔ سرمہ چشم آریہ۔ آئینہ کمالات اسلام حمامۃ البشریٰ۔ نور الحق وغیرہ

[3] نوٹ: اس زمانہ میں اکثر عیسائی معلموں نے یہ اعتراض غلط فہمی سے اسلام پر کیا ہے کہ اسلام جبر اور تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ ایسے معترضوں نے قرآن کریم کی ان تعلیموں پر غور نہیں کی جن میں لکھا ہے کہ تم دوسری قوموں کے ظلم اور ایذا کی برداشت کر کے نرمی کے ساتھ دعوتِ حق کرو۔ خاص کر عیسائیوں کے مقابل پر یہ حکم تھا کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ☆☆ یعنی جب تو کسی عیسائی معلم کے ساتھ بحث کرے تو حکمت اور نیک نصیحتوں کے ساتھ بحث کر جو نرمی اور تہذیب سے ہو۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بہتیرے اس زمانہ کے جاہل اور

☆ الرحمٰن: ۶۱ ☆☆ النحل: ۱۲۶

کے قدوم میمنت لزوم سے ہزاروں بلاؤں سے بچے اور ہمیں وہ آزادی ملی جس کے ذریعہ سے ہم دین اور دُنیا دونوں درست کر سکتے ہیں۔ پس اگر اب بھی ہم اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ نہ ہوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے ناشکرے ٹھہرینگے۔ یہ وہ تمام باتیں ہیں جن کو مَیں نے مختلف کتابوں میں شائع کیا اور سولہ برس تک برابر میں اس خدمت کو بجالاتا رہا۔ مگر نہ اس خیال سے کہ ریاکاروں کی طرح گورنمنٹ کو خوش کروں بلکہ میں نے ایمانداری کی راہ سے فی الحقیقت گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کو ایسا ہی پایا کہ جن کے شکر میں مجھ سے اب تک یہی ہوسکا کہ مَیں بذریعہ ان تالیفات کے مسلمانوں کے خیالات کو درست کروں اور ان کے دل

بقیہ حاشیہ:۔ نادان مولوی اپنی حماقت سے یہی خیال رکھتے ہیں کہ جہاد اور تلوار سے دین کو پھیلانا نہایت ثواب کی بات ہے اور وہ پردہ اور نفاق سے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن وہ ایسے خیال میں سخت غلطی پر ہیں اور ان کی غلط فہمی سے الٰہی کتاب پر الزام نہیں آسکتا۔ واقعی سچائیاں اور حقیقی صداقتیں کسی جبر کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ جبر اس بات پر دلیل ٹھہرتا ہے کہ رُوحانی دلائل کمزور ہیں کیا وہ خدا جس نے اپنے پاک رسول پر یہ وحی نازل کی کہ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ یعنی تو ایسا صبر کر کہ جو تمام اولوالعزم رسولوں کے صبر کے برابر ہو۔ یعنی اگر تمام نبیوں کا صبر اکٹھا کر دیا جائے تو وہ تیرے صبر سے زیادہ نہ ہو اور پھر فرمایا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1] یعنی دین میں جبر نہیں چاہیئے اور پھر فرمایا کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[2] یعنی عیسائیوں کے ساتھ حکمت اور نیک وعظوں کے ساتھ مباحثہ کر نہ سختی سے۔ اور پھر فرمایا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ[3]۔ یعنی مومن وہی ہیں جو غصہ کو کھا جاتے ہیں اور یاوہ گو اور ظالم طبع لوگوں کے حملوں کو معاف کر دیتے ہیں اور بیہودگی کا بیہودگی سے جواب نہیں دیتے۔ کیا ایسا خُدا یہ تعلیم دے سکتا تھا کہ تم اپنے دین کے منکروں کو قتل کر دو اور ان کے مال لُوٹ لو اور اُن کے گھروں کو ویران کر دو بلکہ اسلام کی ابتدائی کارروائی جو حکم الٰہی کے موافق تھی صرف اتنی تھی کہ جنہوں نے ظالمانہ طور سے تلوار اُٹھائی وہ تلوار ہی سے مارے گئے اور جیسا کیا ویسا اپنا پاداش پا لیا یہ کہاں لکھا ہے کہ تلوار کے ساتھ منکروں کو قتل کرتے پھرو یہ تو جاہل مولویوں اور نادان پادریوں کا خیال ہے جس کی کچھ بھی اصلیت نہیں۔ اس لئے خُدا نے جو راستی کا حامی ہے اور کسی صداقت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اس زمانہ میں اس عاجز کو مامور کر کے ارادہ کیا کہ جہاد کا الزام اسلام پر سے اُٹھا دے اور لوگوں کو دکھا دے کہ اسلام اپنی ترقیوں میں جبر اور تلوار کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اپنی رُوحانی طاقت سے دلوں پر اثر کرتا ہے۔ اور جو نادان مولوی جہاد کے مسئلہ کا وِرد زبان پر رکھتے ہیں گویا وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کے دامنِ پاک کو چار طرفہ اعتراضوں کی پلیدی سے آلودہ کریں۔ یہ معقول روشنی کا وقت اسلام کی بریّت ظاہر کرنے کا وقت ہے اور بخدا وہ حقیقت میں بری اور نہایت اعلیٰ شان کا مذہب ہے جو اسی خُدا کو پیش کرتا ہے جو درحقیقت خدا ہے اور نجات کو کسی

---

[1] البقرۃ: ۲۵۷ [2] النحل: ۱۲۶ [3] اٰل عمران: ۱۳۵

گورنمنٹ کی طرف پھیروں۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ بعض جاہل مولوی میری ان تحریرات سے ناراض ہیں اور مجھے علاوہ اور وجوہ کے اس وجہ سے بھی کافر قرار دیتے ہیں لیکن مجھے ان کی ناراضگی کی کچھ پرواہ نہیں۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ جو شخص بندوں کے احسانات کا شکرگزار نہیں وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر گذار نہیں۔ کیونکہ نیک اندیش اور عادل بادشاہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ پس جو شخص اس بادشاہ کا شکرگذار نہیں اس نے خدا تعالیٰ کی نعمت کو رَدّ کیا اور چونکہ مَیں نے دیکھا کہ بلاد اسلامی روم و مصر وغیرہ کے لوگ ہمارے واقعات سے مفصّل طور پر آگاہ نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور اس کے عدل اور رحم سے فائدہ اُٹھایا وہ اس سے بے خبر ہیں اس لیے مَیں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلادِ شام اور روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کئے۔ اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلادِ شام اور روم کی طرف روانہ کیا اور بعض

بقیہ حاشیہ:۔ بناوٹی کفارہ سے نہیں بلکہ سچی پاکیزگی سے وابستہ کرتا ہے پس اس کی طرف جہاد اور جبر کو منسوب کرنا ایک ظلم صریح ہے۔ ہمارے اس ملک میں وہ لوگ نہایت خطرناک خیالات میں گرفتار ہیں جو ایک ایسے خونی مسیح کے منتظر ہیں جو اُن کے زعم میں عیسائیوں کے ساتھ سخت لڑائیاں کر کے ان کی صلیبوں کو توڑ دے گا اور ان کے خنزیروں کو قتل کر دے گا۔ گویا وہ اسلام پر ایک نیا الزام قائم کرانے کے لیے آئے گا نہ پہلے غلط الزاموں کو دُور کرنے کے لیے۔ ایسا ہی یہ لوگ ایک خونی مہدی کے منتظر ہیں جو دُنیا کو خون سے بھر دے گا بلکہ ایک گروہ ان میں سے ایک شخص سید احمدؒ نام کا منتظر ہے جس نے سکھوں سے لڑائی کی تھی اور ان کا خیال ہے کہ وہ زندہ ہے اور پھر دنیا میں اس کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ ان کی ایک جماعت پلوسہ کے قریب یاغستان میں ابتک پڑی ہے اور غالباً اور کئی ان کے ہم خیال ہندوستان میں ہوں گے۔ اسی بناء پر بعض مولویوں سے مفسدانہ حرکات ۱۸۵۷ء میں ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ اُن میں سے مولوی عبدالعزیز برادر مولوی محمد ساکن لدھیانہ ہیں جن کی نسبت سرکاری کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بماہ جون ۱۸۵۷ء ہمراہ پدر خود باغی مفسدوں کیساتھ دہلی چلے گئے اور مفسدوں میں شامل رہے۔ اور پھر ۱۸۵۹ء میں دہلی سے گرفتار ہوتے اور آخر بدمعاشوں کی فہرست میں درج کئے گئے۔ دیکھو روبکار ۴ر دسمبر ۱۸۵۸ء دفتر ضلع لدھیانہ۔ اور جو فتویٰ تکفیر مولوی نذیر حسین دہلوی کی طرف سے اس عاجز کی نسبت شائع ہوا ہے اور جو اشتہار تکفیر اس فتویٰ پر زور دینے کے لیے اسی عبدالعزیز مولوی اور اسکے بھائیوں کی طرف سے نکلا ہے ان کاغذات کو اگر کبھی گورنمنٹ غور سے دیکھے تو ثابت ہوگا کہ یہ سب لوگ درحقیقت ایک ہی ہیں ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے دن رات منتظر ہیں۔ سول ملٹری گزٹ کی کسقدر سادہ لوحی ہے کہ جو شخص ایسے خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے اسی کو مفسد قرار دیتا ہے اور مفسدوں کے خیالات سے بیخبر ہے۔ والسلام۔ منہ

عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں۔ اور یہ ہزارہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔

شاید اس جگہ ایک نادان سوال کرے گا کہ اس قدر خیر خواہی غیر ممکن ہے کہ ہزارہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس گورنمنٹ کی خوبیوں کو تمام ملکوں میں پھیلایا جاوے۔ لیکن ایک عقلمند جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک شریف اور ایماندار آدمی اس سے تمتع اُٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق اور محبت کے رنگ میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ تا اس احسان کا معاوضہ دے۔ ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا۔ پس مجھے طبعی جوش نے ان کارروائیوں کے لیے مجبور کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ اگر سول ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر کو ان واقعات کی کچھ بھی اطلاع ہوتی تو وہ ایسی تحریر جو انصاف اور سچائی کے برخلاف ہے ہرگز شائع نہ کرتا۔

میرے اس دعویٰ پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیر خواہ ہوں دو ایسے شاہد ہیں کہ اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو تب بھی وہ دروغگو ثابت ہوگا۔ (اوّل) یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے میں سولہ۱۶ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانان ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں جن میں برابر یہی تاکید اور یہی مضمون ہے۔ پس اگر کوئی نااندیش یہ خیال کرے کہ سولہ۱۶ برس کی کارروائی میری کسی نفاق پر مبنی ہے تو اس بات کا اس کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی رومؔ اور شامؔ اور مصر اور مکّہ اور مدینہ وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ انگریزی کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ کارروائی کیونکر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے۔ کیا ان ملکوں کے باشندوں سے بجز کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع تھی۔ کیا سول ملٹری گزٹ کے پاس کسی ایسی خیر خواہ گورنمنٹ کی کوئی اَور بھی نظیر ہے؟ اگر ہے تو پیش کریں۔ لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جس قدر میں نے کارروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی کے لیے کی ہے اس کی نظیر نہیں ملے گی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ عیسائی مذہب کو میں اس کی موجودہ صورت کے لحاظ سے ہرگز صحیح نہیں سمجھتا کوئی انسان کیسا ہی برگزیدہ ہو اس کو ہم کسی طرح خدا نہیں کہہ سکتے۔ بلاشبہ وہ تعلیم جو انسان کو سچی توحید سکھاتی اور حقیقی خدا کی طرف رجوع دیتی ہے وہ قرآن کریم میں پائی جاتی ہے۔ قرآن بڑی سلوکی سے اسی خدا کو خدا قرار دیتا ہے جو قدیم سے اور ازل سے قانون قدرت کے آئینہ میں نظر آتا رہا ہے اور آرہا ہے پس جس مذہب کی خدا دانی ہی غلط ہے اس مذہب سے عقلمند کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ جو لوگ نفسانی ہستی سے فنا ہو گئے ان کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا سے ہی نکلے ہیں کیونکہ انہوں نے خدا میں ہو کر ایک نئی اور

نورانی پیدائش پائی۔ اور خدا نے ان کو اپنے ہاتھ سے ایسا صاف کیا کہ فی الحقیقت وہ ایک نئے طور سے پیدا ہوئے لیکن ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ درحقیقت الٰہ العالمین وہی ہیں۔ خدا میں فانی ہو کر نئی پیدائش پانا کسی ایک انسان سے مخصوص نہیں بلکہ جس نے ڈھونڈا وہ پائے گا اور جو آیا اُسے بُلا لیا جائے گا۔ لیکن جس کریم خدا نے ہمیں یہ باتیں سکھائی ہیں اس نے یہ بھی سکھایا ہے کہ ہم محسن سلطنت کے شکر گذار رہیں۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ ہم نیکی دیکھ کر اُس کے عوض بدی کریں بلکہ یہ تعلیم ہے کہ احسان کے عوض احسان کریں اور جو لوگ کسی محسن سلطنت کے احسان مند ہو کر پھر اسی کی نسبت بد ارادے دل میں رکھتے ہیں وہ وحشی نادان ہیں نہ مسلمان اور ہم نے اگر کسی کتاب میں پادریوں کا نام دجّال رکھا ہے یا اپنے تئیں مسیح موعود قرار دیا ہے تو اس کے وہ معنی مراد نہیں جو بعض ہمارے مخالف مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم کسی ایسے دجال کے قائل نہیں جو اپنا کُفر بڑھانے کے لیے خونریزیاں کرے اور نہ کسی ایسے مسیح اور مہدی کے قائل ہیں جو تلوار کے ذریعہ سے دین کی ترقی چاہے۔ یہ اس زمانہ کے بعض کوتہ اندیش مسلمانوں کی غلطیاں ہیں جو کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کے منتظر ہیں۔ چاہیئے کہ گورنمنٹ ہماری کتابوں کو دیکھے کہ کس قدر ہم اس اعتقاد کے دشمن ہیں اور کس قدر عام مولوی اس وجہ سے میرے دشمن ہو گئے ہیں کہ میں نے اُن کے خونی مہدی اور خونی مسیح سے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار بلکہ منجانب اللہ ان باتوں کا صحیح ہونا بیان کر کے اور مہدی اور مسیح کے منصب کو صرف رُوحانی تعلیم تک محدود رکھ کر ان کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا۔ اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کا کمال یہ نہیں ہے کہ کوئی مصلح آتے ہی خدا تعالیٰ کے بندوں کو قتل کرنا شروع کرے یا قتل کے منصوبے باندھے۔ کوئی سچائی قتل کرنے سے ثابت نہیں ہوگی بلکہ اس پر الزام آئے گا۔ بلکہ دین کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ دلائل شافیہ اور براہین ساطعہ کے روشن اور مجلّی ہتھیار رکھتا ہو نہ یہ کہ ایسا دین ہو کہ لوہے کی تلواروں کے ساتھ اپنی سچائی تسلیم کرانا چاہے اور اسلام نے اگر کسی زمانہ میں تلوار اُٹھائی تو وہ دین کی اشاعت کے لیے ہرگز نہیں تھی بلکہ جنہوں نے اسلام پر تلوار اُٹھائی اور اسلام کو نابود کرنا چاہا اُنکو اسلام نے بھی تلوار کے ساتھ جواب دیا مگر اسی حد تک جو امن قائم ہو جائے اور عام آزادی میں کوئی روک نہ رہے پھر دوسرے زمانوں میں اکثر نادانوں میں غلطیاں پھیل گئیں اور انہوں نے ابتدائی جہادوں کی اصل حقیقت کو اُلٹے طور پر سمجھ لیا۔ پس انہیں غلطیوں کے نابود کرنے کے لیے ہم نے کمرِہمت باندھی۔ سو دجّال کے لفظ سے مُراد دجل کرنے والے لوگ ہیں یعنی ایسے لوگ جن کو کسی زمانہ میں حق ملا تھا مگر انہوں نے حق کو خالص نہ رہنے دیا بلکہ اس کے ساتھ باطل ملا دیا اور سکّہ قلب چلایا۔ سو ہر یک محقق کی دانست میں اس زمانہ کے پادری ایسے ہی ہیں کیونکہ ان کو ایک پاک ہدایت ملی تھی اور وہ انجیل تھی جس میں سراسر نیک اور پاک تعلیم اور الٰہی اسرار تھے۔ مگر انہوں نے ارادتاً اُس کے ساتھ اس قدر باطل ملایا اور باطل تاویلیں کیں کہ اب اُن کا وہ خدا نہیں جس کا جلال ظاہر

کرنے کے لیے حضرت مسیح تشریف لاتے تھے اور جو ایک سادہ تعلیم سے انجیل میں بیان کیا گیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی رکیک تاویلوں کے ساتھ اس پاک تعلیم کو ایسا بدل ڈالا کہ گویا ایک نئی انجیل بنائی پس دجل کی حقیقت ان پر ثابت ہے تو اس صورت میں ایسے معلموں کو اگر ہم دجال نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔ بے شک حضرت مسیح باخدا انسان تھے۔ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ نہایت مقدس تھے۔ مگر یہ تعلیم ان کی نہیں ہے جو آجکل دی جاتی ہے۔ الٰہی انصاف ہرگز یہ حکم نہیں دے سکتا کہ زید گناہ کرے اور خالد پکڑا جاتے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ خدا بھی بیٹے رکھتا ہو اور پھر باپ بیٹا عمر میں کمال میں، جلال میں، مساوی اور تین بھی ہوں اور پھر ایک بھی۔ یہ سب الٰہی تعلیم پر زیادت ہے جو بدقسمت انسانوں نے دلیری سے کر لی ہے ورنہ انجیل میں تثلیث کا نام و نشان نہیں۔ اگر حق محض پر زیادت کی جاتے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔ سو یہ دجل پادریوں کے حصہ میں آیا۔ اس لیے جو شخص اس کی اصلاح کرے اس کا نام مسیح ہے کیونکہ اس نے مسیح کی سچی اور پاک تعلیم کو جھوٹ سے الگ کر کے دکھلا دیا۔ پس اس خیال سے جو اس نے خدا سے قوت پا کر مسیح کے خاص عہدے کا کام کیا مسیح کہلایا اور مسیح موعود ٹھہرا۔ اور چونکہ اس نے خدا تعالیٰ سے ہدایت پائی نہ کسی دوسرے ہادی سے اس لیے وہ مہدی بھی ٹھیرا۔ سو ہمارے مذہب کی اصل حقیقت یہ ہے اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ دروغگو ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

(المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء

(گلزار محمدی پریس لاہور میں باہتمام مالک چھپی) (یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے ۷ صفحوں پر ہے)

(۱۳۰)

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور نیز عام اطلاع کے لیے

چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خود غرض مخالف واقعاتِ صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعاتِ صحیحہ نہیں مل سکے۔ ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں۔ سو ہم اسی اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ہنگامہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں اور ہم اور ہماری جماعت اوّل درجہ پُرامن اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ ہماری تعلیم یہی ہے کہ جو شخص ہم سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے تئیں ہر ایک شرارت اور جذباتِ نفسانی سے پاک کرے اور اپنی نیک چلنی اور صبر اور حلم کا لوگوں کو نمونہ دکھاوے اور کوشش کرے کہ تا ایک راستباز اور بے شر انسان ثابت ہو اور جہانتک ممکن ہو ہر ایک دشمن اور یاوہ گو کی بدگوئی پر صبر کرے اور ہر ایک اشتعال اور جذبہ نفسانیہ سے اپنے تئیں بچاوے اور اپنی موت یاد رکھے اور ایک غریب مزاج آدمی کی طرح اپنے تئیں بنائے رکھے اور بندگان خدا کا سچا خیر خواہ اور تعصب سے دُور رہے۔ یہ تو اخلاقی نصیحت ہے اور ساتھ اس کے سولہ برس سے میں اپنی جماعت کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کے سچے خیر خواہ بنے رہو اور دل سے اس کا شکر کرو کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دُور ہوئیں۔ ہم مظلوم تھے ہمارے لیے عدالت کے دروازے کُھلے۔ ہم قید میں تھے ہمارے لیے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے اور پھر وہ قائم کئے گئے۔ کیا کوئی شریف انسان ایسی بد ذاتی کرے گا کہ اپنے محسن سے دل میں کینہ رکھے اور نیکی کی جگہ بدی کرنے کے لیے تاکتا رہے۔ ہرگز نہیں۔

پس جو شخص ہم میں سے اور ہماری جماعت میں سے ہے چاہیئے کہ وہ اس نصیحت کو ہماری آخری نصیحت سمجھے اور ہمیشہ مرتے دم تک اسی کا پابند رہے اور جو شخص اس اُصول کو اپنا دستور العمل نہ بناوے وہ ایک ناپاک طبع اور ہم سے خارج ہے اور ہم میں سے وہی ہے اور وہی ہوگا جو اس نصیحت کا پابند رہے۔ یہ وہ نصائح ہیں جو بار بار ہم اپنی جماعت کو دیتے ہیں جن سے ہماری ۱۶ برس کی تالیفات بھری ہوئی ہیں اور نہ صرف چُھپ کر بلکہ بہادر بن کر غیر ملکوں اور عربستان اور بلاد روم میں ہم نے اس رائے کو

شائع کیا ہے۔ اب نتیجہ نکالنے والے نکال لیں کہ اس شد و مد سے دَولتِ برطانیہ کے فرماں بردار ہونے کے لیے برابر ۱۶ برس سے نصیحت کرتے رہنا اور غیر ملکوں تک کتابوں کو پہنچانا یہ کس کا کام ہے۔ آیا مخالف منافق کا یا سچے مخلص کا۔ اور مذہبی امور میں ہمارا طریقہ کسی اوباشانہ جوش پر ہرگز مبنی نہیں۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم توحید اور اس پاک نبی سے پیار کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے دوبارہ سچے خدا کی شناخت دُنیا میں قائم ہوئی۔ سو یہ سچائی سے پیار ہے۔ جو ہم میں ہے اور ہمارے ساتھ جائے گا۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ محبت اور پیار سے اور رو رو کر یہ بھی دُعا کرتے ہیں کہ الٰہی ہمارے محسنوں پر بھی یہ احسان کر کہ وہ تجھ کو پہچان لیں اور دُنیا میں اُن کو خوش رکھ اور سعادت کے ابدی حصّہ کی بھی توفیق بخش۔ اور یاد رہے کہ ہمارا ہرگز یہ شیوہ نہیں کہ خواہ نخواہ لوگوں سے بحثیں کرتے پھریں یا خود بخود کسی کے لیے پیشین گوئیاں کریں جب تک کسی کی طرف سے خود اصرار اور درخواست نہ ہو اور نہ کوئی ہماری ایسی پیشین گوئی شائع ہوئی جس کو کوئی منصف غور کرنے کے بعد باطل کہہ سکے اور ہم انشاء اللہ دو ماہ تک ایک مبسوط مضمون میں اس کا ثبوت دیں گے۔

والسّلام علٰی من اتبع الھدٰی ؏

المشـــــــــــــــــــــــــتہر

مرزا غلام احمد قادیانی

مورخہ ۲۷؍ فروری ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۴}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

اسلامیہ پریس لاہور

(۱۳۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلّی

اشتہار کتاب مِنَنُ الرّحمٰن

یہ ایک نہایت عجیب و غریب کتاب ہے جس کی طرف قرآن شریف کے بعض پُر حکمت آیات نے ہمیں توجہ دلائی۔ سو قرآن عظیم نے یہ بھی دُنیا پر ایک بھاری احسان کیا ہے جو اختلاف لغات کا اصل فلسفہ بیان کر دیا اور ہمیں اس دقیق حکمت پر مطلع فرمایا کہ انسانی بولیاں کس منبع اور معدن سے نکلی ہیں۔ اور کیسے وہ لوگ دھوکہ میں رہے جنہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا جو انسانی بولی کی جڑ خدا تعالےٰ کی تعلیم ہے۔ اور واضح ہو کہ اس کتاب میں تحقیق الالسنہ کی رو سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دُنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اُس زبان میں نازل ہوا ہے جو اُمّ الالسنہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ الٰہی کتاب کی تمام تر زینت اور فضیلت اسی میں ہے جو ایسی زبان میں ہو جو خدا تعالیٰ کے مُنہ سے اور اپنی خوبیوں میں تمام زبانوں سے بڑھی ہوئی اور اپنے نظام میں کامل ہو۔ اور جب ہم کسی زبان میں وہ کمال پاویں جس کے پیدا کرنے سے انسانی طاقتیں اور بشری بناوٹیں عاجز ہوں اور وہ خوبیاں دیکھیں جو دوسری زبانیں ان سے قاصر اور محروم ہوں اور وہ خواص مشاہدہ کریں جو بجز خدا تعالیٰ کے قدیم اور صحیح علم کے کسی مخلوق کا ذہن ان کا موجد نہ ہو سکے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ زبان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سو کامل اور عمیق تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ زبان عربی ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان باتوں کی تحقیقات میں اپنی عمریں گذاری ہیں اور بہت کوشش کی ہے جو اس بات کا پتہ لگاویں جو اُمّ الالسنہ کون سی زبان ہے مگر چونکہ ان کی کوششیں خط مستقیم پر نہیں تھیں اور نیز خدا تعالیٰ سے توفیق یافتہ نہ تھے اس لیے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور یہ بھی وجہ تھی کہ عربی زبان کی طرف ان کی پوری توجہ نہیں تھی بلکہ ایک بخل تھا۔ لہٰذا وہ حقیقت شناسی سے محروم رہ گئے اب ہمیں خدا تعالیٰ کی مقدس اور پاک کلام قرآن شریف سے اس بات کی ہدایت ہوئی کہ وہ الہامی زبان اور اُمّ الالسنہ جس کے لیے پارسیوں نے اپنی جگہ اور عبرانی والوں نے اپنی جگہ اور آریہ قوم نے اپنی جگہ دعوے کئے کہ انہیں کی وہ زبان ہے۔ وہ عربی مبین ہے۔ اور دوسرے تمام دعویدار

غلطی پر اور خطاء پر ہیں۔ اگرچہ ہم نے اس رائے کو سرسری طور پر ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنی جگہ پر پُوری تحقیقات کر لی ہے اور ہزارہا الفاظ سنسکرت وغیرہ کا مقابلہ کرکے اور ہر ایک لغت کے ماہروں کی کتابوں کو سُنکر اور خوب عمیق نظر ڈال کر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ زبان عربی کے سامنے سنسکرت وغیرہ زبانوں میں کچھ بھی خوبی نہیں پائی جاتی بلکہ عربی کے الفاظ کے مقابل پر ان زبانوں کے الفاظ لنگڑوں، لولوں، اندھوں، بہروں، مبروصوں، مجذوموں کے مشابہ ہیں جو فطرتی نظام کو بکلّی کھو بیٹھے ہیں اور کافی ذخیرہ مفردات کا جو کامل زبان کے لیے شرط ضروری ہے، اپنے ساتھ نہیں رکھتے۔ لیکن اگر ہم کسی آریہ صاحب یا کسی پادری صاحب کی رائے میں غلطی پر ہیں اور ہماری یہ تحقیقات ان کی رائے میں اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ہم ان زبانوں سے ناواقف ہیں تو اوّل ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طرز سے ہم نے اس بحث کا فیصلہ کیا ہے اس میں کچھ ضروری نہ تھا کہ ہم سنسکرت وغیرہ زبانوں کے املاء، انشاء سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ ہمیں صرف سنسکرت وغیرہ کے مفردات کی ضرورت تھی سو ہم نے کافی ذخیرہ مفردات کا جمع کر لیا اور پنڈتوں اور یورپ کے زبانوں کے ماہروں کی ایک جماعت سے اُن مفردات کے ان معنوں کی بھی جہاں تک ممکن تھا تنقیح کر لی اور انگریز محققوں کی کتابوں کو بھی بخوبی غور سے سُن لیا اور اِن باتوں کو مباحثات میں ڈال کر بخوبی صاف کر لیا۔ اور پھر سنسکرت وغیرہ کے زبان دانوں سے مکرر شہادت لے لی جس سے یقین ہو گیا کہ درحقیقت ویدک سنسکرت وغیرہ زبانیں اُن خوبیوں سے عاری اور بے بہرہ ہیں جو عربی زبان میں ثابت ہوئیں۔

پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کسی آریہ صاحب یا کسی اور مخالف کو یہ تحقیقات ہماری منظور نہیں تو ان کو ہم بذریعہ اس اشتہار کے اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے زبان عربی کی فضیلت اور کمال اور فوق الالسنہ ہونے کے دلائل اپنی اس کتاب میں مبسوط طور پر لکھ دیئے ہیں جو بتفصیل ذیل ہیں۔

۱۔ عربی کی مفردات کا نظام کامل ہے۔ ۲۔ عربی اعلیٰ درجہ کی علمی وجوہ تسمیہ پر مشتمل ہے۔ جو فوق العادت ہیں۔ ۳۔ عربی کا سلسلہ اطراد مواد اتم و اکمل ہے۔ ۴۔ عربی کی تراکیب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں۔ ۵۔ عربی زبان انسانی ضمائر کا پُورا نقشہ کھینچنے کے لیے پوری پوری طاقت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ ہماری کتاب کے چھپنے کے بعد اگر ممکن ہو تو یہ کمالات سنسکرت یا کسی اور زبان میں ثابت کرے یا اس اشتہار کے پہنچنے کے بعد ہمیں اپنے منشاء سے اطلاع دے کہ وہ کیونکر اور کس طور سے اپنی تسلّی کرنا چاہتا ہے یا اگر اس کو ان فضائل میں کچھ کلام ہے یا سنسکرت وغیرہ کی بھی کوئی ذاتی خوبیاں بتلانا چاہتا ہے تو بے شک پیش کرے۔ ہم غور سے اس کی بات کو سُنیں گے مگر چونکہ اکثر وہمی مزاج اس قسم کے بھی ہر یک قوم میں پائے جاتے ہیں کہ یہ خدشہ ان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے کہ شاید سنسکرت وغیرہ میں کوئی ایسے چھپے ہوئے کمالات ہوں جو انہیں لوگوں کو معلوم ہوں جو اُن زبانوں کی کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے

ہیں اس لیے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچ ہزار ''صہ'' روپیہ کا انعامی اشتہار شائع کر دیا ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ صرف کہنے کی بات نہیں۔ بلکہ کسی آریہ صاحب یا کسی اور صاحب کی درخواست کے آنے پر پہلے ہی ایسی جگہ جمع کرا دیا جائے گا جس میں وہ آریہ صاحب یا اَور صاحب بخوبی مطمئن ہوں اور سمجھ لیں کہ فتح یابی کی حالت میں بغیر حرج کے وہ روپیہ ان کو وصول ہو جائے گا، مگر یاد رہے کہ روپیہ جمع کرانے کی درخواست اس وقت آنی چاہیئے جبکہ تحقیق الالسنہ کی کتاب چھپ کر شائع ہو جائے اور جمع کرانے والے کو اس امر کے بارے میں ایک تحریری اقرار دینا ہو گا کہ اگر وہ پانچ ہزار ''صہ'' روپیہ جمع کرانے کے بعد مقابلہ سے گریز کر جائے یا اپنی لاف وگزاف کو انجام تک پہنچا نہ سکے تو وہ تمام حرجہ ادا کرے جو ایک تجارتی روپیہ کے لیے کسی مدت تک بند رہنے کی حالت میں ضروری الوقوع ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ؃

عبد الحق غزنوی کے مباہلہ کا بقیّہ

عبد الحق غزنوی نے اپنے بے ہودہ اشتہار میں مباہلہ میں فتحیاب ہونے کا بہت سوچ فکر کے بعد یہ حیلہ نکالا تھا کہ بھائی کے مرنے سے اس کی بیوی میرے قبضہ میں آئے۔ اور یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ آئندہ لڑکا پیدا ہونے کی اُمید ہے۔ اسکے جواب میں ہم نے اپنے رسالہ انوار الاسلام میں لکھ دیا تھا کہ بھائی کا مرنا اور اس کی ضعیفہ بیوہ کو نکاح میں لانا کوئی مراد یابی کی بات نہیں۔ بلکہ اس کا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے۔ وہ ضعیفہ جو اپنی جوانی کا اکثر حصّہ کھا چکی تھی اُس کو نکاح میں لاکر تو ناحق عبد الحق نے روٹی کا خرچ اپنے گلے ڈال لیا۔ اب معلوم ہوا ہو گا کہ ایسے بیہودہ نکاح سے دُکھ خریدا یا خوشی ہوئی۔ باقی رہا لڑکا پیدا ہونا، اس کا عبد الحق نے ابتک کوئی اشتہار نہیں دیا۔ شاید وہ پیٹ کے اندر ہی اندر گُم ہو گیا یا بموجب آیت فرقانی لڑکی پیدا ہوئی اور مونہہ کالا ہو گیا۔ لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے عبد الحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم اُسی رسالہ انوار الاسلام میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ اس الہام کے مطابق ۷؍ ذی قعد ۱۳۱۲ھ میں مطابق ۲۴؍ مئی ۱۸۹۵ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا۔ والسّلام علےٰ من اتّبع الھُدیٰ ؃

راقم خاکسار غلام احمد عفی عنہ

مطبوعہ ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ضیاء الحق مطبوعہ ۱۸۹۵ء کے ٹائیٹل صفحہ اندرونی و آخری صفحوں پر ہے)

؃ ؃ ؃

(۱۳۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا[۱]

آریہ صاحبوں کے ملاحظہ کیلئے ایک ضروری اشتہار

چونکہ اس وقت کتاب منن الرّحمٰن☆ میری طرف سے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ رہی ہے
اور اس کتاب میں ایک تقریب پر آریہ صاحبوں اور عام ہندوؤں کے مسئلہ نیوگ کا بھی ذکر کرنا پڑے گا۔
اس لیے مَیں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس اشتہار کے ذریعہ سے بعض واقفکار آریہ صاحبوں سے۔ بحث

☆ یہ کتاب دُنیا کی زبانوں کی تنقیح اور تحقیق کے لیے میں نے تالیف کی ہے اس کتاب کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ صرف عربی زبان ہی ایسی زبان ہے کہ جو خدائے قادر مطلق کی وحی اور الہام سے ابتدائے زمانہ میں انسان کو ملی۔ اور وہی اُمُّ الْاَلْسِنَة یعنی تمام زبانوں کی ماں ہے اور نہ صرف اسی قدر کہ تمام زبانیں اسی میں سے نکلی ہیں بلکہ مَیں نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یہی ایک زبان ہے جو پاک اور کامل اور علوم عالیہ کا ذخیرہ اپنے مفردات میں رکھتی ہے اور دوسری زبانیں ایک کثافت اور تاریکی کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہیں۔ اس لیے وہ اس قابل ہرگز ہو نہیں سکتیں کہ خدا تعالیٰ کا کامل اور محیط کلام ان میں نازل ہو کیونکہ ان زبانوں کی کم مائیگی اور کجی اور ناقص بیانی معارف الٰہیہ کے فوق الطاقت بوجھ کو اُٹھا نہیں سکتی۔ غرض اس کتاب میں بڑی صفائی سے اور بڑے روشن اور بدیہی دلائل سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک اور کامل اور روشن اور پُر اسرار پُر حکمت کلام جو دائمی ہدایت لے کر دُنیا میں آیا ہو وہ صرف اسی زبان میں آسکتا ہے جو ان معارف اور حقائق کو بیان کرنے کے لیے اپنے اندر کامل وسعت رکھتی ہو سو اِس فیصلہ کے مطابق صرف قرآن شریف ہی اللہ تعالیٰ کی وہ کامل کتاب ٹھہرتی ہے جو حقیقی اور کامل اور ابدی تعلیم لے کر دُنیا میں آئی اور دوسری کتابیں جو آسمانی کہلاتی ہیں اگر مان بھی لیں کہ کوئی

[۱] الشمس: ۱۰

کروں اور پھر اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں لکھوں۔ یا اگر وہ مجھے اس کی معقولیت سمجھا دیں تو لکھنے سے دستکش رہوں۔ کیونکہ میری نظر میں نیوگ کا عقیدہ ایک ایسا قابل شرم عقیدہ ہے کہ اس کے بیان میں گو کیسا ہی تہذیب سے کام لیا جائے پھر بھی بوجہ خبیث نفس مضمون کے ناگفتنی باتیں لکھنی پڑتی ہیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی صاحب پیچھے سے کوئی بات زبان پر لاویں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اگر کسی کا کچھ عذر ہو تو اب پیش کر لے میں بخوشی اُس کے عذر کو سنوں گا اور اگر قبول کے قابل ہو تو قبول کر لوں گا۔ کیونکہ اس جگہ نفسانیت منظور نہیں۔ صرف اظہار حق منظور ہے۔ اب ضروری استفسار ذیل میں لکھتا ہوں:۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ان میں سے خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی تو وہ ایک قانون مختص القوم کی طرح یا مختص الوقت کی طرح صرف چندروزہ مصلحت کیلئے آئی ہوگی۔ لہٰذا جیسا کہ وہ خود ناقص تھیں ایسا ہی ناقص بولی میں اُتریں مگر کامل کتاب کے لیے کامل بولی میں اُترنا ضروری تھا۔ کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا لہٰذا قرآن شریف عربی زبان میں اُترا جو اپنے ہر یک پہلو کے رو سے کامل ہے۔

غرض منن الرحمٰن کو ہم نے اسی مدعا سے تالیف کیا ہے کہ تا کامل بولی کے ذریعہ کامل کتاب کا ثبوت دیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کے ساتھ پانچہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے۔ جو شخص چاہے یہ روپیہ ہم سے پہلے جمع کرالے۔ اگر وہ ثابت کر دیوے کہ وہ دلائل جو اس طرف سے عربی زبان کے اُمّ الالسنہ اور وحی اللہ ہونے کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں ایسے دلائل یا ان سے بہتر کسی اور زبان کے بارے میں پیش ہو سکتے ہیں تو وہ پانچ ہزار روپیہ جو جمع کرایا جائے گا اس کا ہوگا۔ یہ اشتہار صرف کہنے کی بات نہیں۔ بلکہ ہماری طرف سے یہ ایمانی اقرار ہے کہ ہر یک ایسا شخص جو مقابلہ کرنے کے لیے علمی لیاقت رکھتا ہو یعنی اگر وہ انگریزی کا حامی ہے تو انگریزی دان ہو اور اگر سنسکرت کا حامی ہے تو سنسکرت دان ہو اُس کی درخواست آنے کے وقت نقد پانچہزار روپیہ ایسی جگہ پر جمع کرا دیا جائے گا جو اس کی مرضی کے مطابق اور قرین انصاف ہو۔ غرض یہ اُس کا حق ہوگا کہ ہر طرح سے پوری تسلی کرلے۔ ہاں اُس پر یہ لازم ہوگا کہ ہمارا تحریری اقرار نامہ لے کر اپنی طرف سے بھی یہ اقرار نامہ لکھ دے کہ اگر وہ ایک مدت مقررہ تک جس کا تصفیہ بعد میں ہو جائے گا مقابلہ پر کچھ نہ لکھے یا ایسا لکھے جو منصفوں کی نظر میں ہیچ ہو تو اس مدت تک وہ تجارت کے کام کا روپیہ جو اُس کے انتظار پر بند رہے گا اس کا مناسب ہرجانہ اس کو دینا ہوگا اور یہ روپیہ منصفوں کی ڈگری دینے سے اُس شخص کو مل جائے گا جو اپنی زبان کو فضائل خاصّہ غالبہ کی رُو سے ام الالسنہ ثابت کرے اور اس کا اختیار ہوگا کہ رسید باضابطہ کے ذریعہ سے وہ تمام روپیہ جو منصفوں

استفسار

اے آریہ صاحبان آپ لوگ اس سے بیخبر نہیں کہ پنڈت دیانند صاحب نے وید کی شُرتیوں کے حوالہ سے نیوگ[1] کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے ایک یہ بھی قسم لکھی ہے کہ اگر مرد اس مردمی کی قوت سے ناقابل ہو جس سے اولاد پیدا ہوسکے تو وہ اپنی بیوی کو اجازت دیوے تاکسی دوسرے سے اولاد حاصل کرے۔ تب وہ شخص جس کو اجازت دی گئی ہے اسی گھر میں جہاں اس عورت کا خاوند رہتا ہے اس کی بیوی سے ہم بستر ہوگا اور نہ صرف ایک دفعہ بلکہ کئی سال تک اور جب تک کہ دس بچے ہوجائیں وہ اس سے ہمبستری کرسکتا ہے مگر ساتھ اس کے یہ بھی حکم ہے کہ عورت اپنے خاوند کی خدمت اور سیوا میں بھی لگی رہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسی گھر میں اس دیّوث خاوند کا رہنا بھی ضروری ہے جس کی عورت سے دن رات ایک اجنبی اس کی آنکھوں کے سامنے بدکاری کر رہا ہے اور ایسے زانی کا نام جو پرائی عورت سے بدکاری کرے۔ وید کی رو سے بیرج داتا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بیرج داتا اسی عورت سے اپنے لیے بھی اولاد لے سکتا ہے۔ اور یہ بھی درج ہے کہ اگر کسی عورت کے لڑکیاں ہی پیدا ہوں تو اس کا بھی فرض ہے جو اپنے پتی کی اجازت سے نیوگ کراوے اور کسی بیرج داتا کو اپنے گھر میں بلاوے اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے یعنی اسی گھر میں اس عورت سے صحبت کرے اور ایک دراز مدّت تک کرتا رہے۔ اب آپ لوگ معاف

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

کے پاس ہے جمع کرادیوے۔ اور ہم اس بات کو بدل قبول کرتے ہیں کہ اس فیصلہ کے لیے مسلمانوں میں سے کوئی منصف نہ ہو۔ بلکہ اگر مثلاً یہ نزاع آریہ صاحبوں کی طرف سے ہو تو ہمیں منظور ہے کہ منصف دو شریف اور فاضل آریہ اور دو معزز اور لائق عیسائی انگریز ہوں جو دونوں زبانوں میں مہارت رکھتے ہوں اور کثرت رائے پر فیصلہ ہو مگر اس شرط سے کہ وہ کثرت رائے حلف کے ساتھ مؤکّد ہو اور اگر یہ نزاع بعض پادری صاحبوں کی طرف سے ہو تو ایسا ہی انہیں بھی اختیار ہے کہ اپنے منصف دو عیسائی اور دو اور شخص جو رائے ظاہر کرنے کے قابل ہوں مقرر کریں۔ ہمیں یہ تقرری بہرحال منظور ہوگی۔ کچھ بھی عذر نہیں ہوگا۔ منہ

---

[1] آریوں میں نیوگ نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ پنڈت دیانند ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ پاپ تو نیوگ کے روکنے میں ہے۔ سو جس کا نہ کرنا پاپ ہے اس کا کرنا واجب ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ اجمیر۔ اور ہم مستقل رسالہ میں جو عنقریب چھپنے والا ہے اس کو مفصل بیان کر دیں گے۔

فرماویں کہ ہم نے آپ کے ویدکی تعلیم کا یہ حصہ اس غرض سے نہیں لکھا کہ آپ کے دلوں کو دکھاویں بلکہ صرف اس استفسار کی غرض سے تحریر کیا ہے کہ کیا آپ لوگ ایسی شرتیوں کو بھی ایشر بانی سمجھتے ہیں۔ اور کیا آپ لوگوں میں سے کسی کی انسانی حمیت اور غیرت اس بات کو قبول کرتی ہے کہ اس کے جیتے جی نیوگ کے بہانہ سے اس کا چھوٹا بھائی یا برادری میں سے کوئی مشٹنڈا اسکی پیاری بیوی پر صحبت کی غرض سے حملہ کرے بلکہ باجازت وید کام بھی کر ڈالے یا کوئی برہمن اس کی عورت کے ساتھ ایسی حرکت کا مرتکب ہو اور وہ باوجود قوت اور شہوت اور طاقت اور روبرو موجود ہونے کے الگ ہو بیٹھے اور کچھ چوں نہ کرے بلکہ پاس کی کوٹھری میں خاموش پڑا رہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ ایک اجنبی اس کے سہروں کی منکوحہ اور برأت کی بیاہتا سے جو نام و ننگ کے خاندان سے آئی تھی، ہمخواب اور بغل گیر ہے اور صرف بوس و کنار پر بس نہیں کیا بلکہ حرکت زنا سے اس کمبخت خاوند کی ساری پت اور عزت کو خاک میں ملا دیا اور پھر بھی ذرا غیرت اس کی جوش نہ مارے۔

اے آریہ صاحبان۔ میں اس وقت تمہارے ہی پرمیشر کی تمہیں قسم دیتا ہوں اور تمہاری ہی کانشنس کی شہادت تم سے چاہتا ہوں کہ کیا تمہاری مردانہ غیرت اور شریفانہ حمیت اس بات پر برداشت کرسکتی ہے کہ یہ بے شرمی کا کام تمہارے گھر میں اور تمہاری نظر کے سامنے ہو اور تم چپکے اس کو دیکھتے رہو اور ایسی تعلیموں سے بیزار نہ ہو جنہوں نے یہ دن تمہیں دکھلائے۔ اور لعنت کا طبق تمہارے گلے میں ڈالا۔ میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کس قدر ایک شریف انسان کو قدرتی اور طبعی طور پر اپنی عورت کے لیے حمیت اور غیرت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس قدر بھی روا نہیں رکھتا کہ اس کے گھر سے اُس کی بیوی کی اُونچی آواز اُٹھے اور اجنبی لوگ اس کو سُنیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک غیرت مند انسان تھوڑے ظن کے ساتھ اپنی عورت کو قتل بھی کر دیتا ہے اور زنا کی حالت میں تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کُتوں کی طرح پھینک دیتا ہے اور اپنے لیے اس بے شرمی کی زندگی سے مرنا قبول کر لیتا ہے۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کا وید یہ کیسی ہدایت لایا جو انسانی فطرت کی طبعی شرم و حیا اور حمیت کے برخلاف ہے کیا کوئی شریف الفطرت اس بات پر راضی ہو سکتا ہے کہ اولاد کی خواہش سے یا لڑکیوں کی کثرت کے بعد لڑکا پیدا ہونے کی تمنا سے ایک اجنبی کو اپنے گھر میں آپ بُلا لاوے اور اپنی عورت کو اس سے ہمبستر کرادے اور آپ الگ بیٹھا جوش شہوت کی حرکات دیکھتا رہے۔ کیا اب بھی آپ لوگ اِس تعلیم کو خدا تعالےٰ کی تعلیم کہیں گے؟

اے میرے پیارے ہموطنو! اس خدا سے ڈرو جو ہرگز ناپاکی کے راہوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ اس کے بندوں میں زنا پھیلے اور حرامی اولاد پیدا ہو۔ ایسے بیٹے کی خواہش پر بھی ہزار لعنت ہے جس کی والدہ اپنے عزیز خاوند کو چھوڑ کر دوسرے کے آگے پڑتی ہے اور تُف اس اولاد پر جو حرام کاری کے ذریعہ

سے حاصل کی جاتی ہے۔ عزیزو! ذرا سوچو! کہاں ہے تمہاری شرافت۔ کہاں ہے تمہاری انسانی حمیت۔ کہاں ہے تمہارا کانشنس۔ غیر کا نطفہ تمہارا بیٹا ہرگز نہیں ہوگا اور ناحق بے حیائی سے اپنی عورتوں کی پاکدامنی کو گندگی میں ڈال دوگے۔ دُنیا میں کنجر سب سے زیادہ بے شرم اور فاسق قوم ہے مگر وہ بھی اپنی بہُو سے حرامکاری نہیں کراتے۔ مگر تم پر افسوس کہ جائز رکھتے ہو کہ تمہاری بہُو بھی تمہارے بیٹے کے سوا کسی اور کے پاس جاوے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ مَیں نے اسی تفتیش کے لیے قادیان میں ایک جلسہ قرار دیکر آریہ صاحبوں سے اس حقیقت کو دریافت کرنا چاہا۔ چنانچہ ۳۰ جولائی ۱۸۹۵ء کو ایک مسجد میں یہ جلسہ منعقد ہوا۔ اور چار آریہ صاحبان شامل جلسہ ہوئے۔ اور جب ان سے دریافت کیا گیا تو بعض نے کہا کہ ہمیں خبر نہیں۔ ہم نے ستیارتھ پرکاش کا یہ مقام نہیں پڑھا اور بعض نے بڑے استقلال سے بیان کیا کہ آریہ دھرم کا صرف یہ عقیدہ ہے کہ بیوہ نیوگ کے ذریعہ سے اولاد لے سکتی ہے مَیں نہیں جانتا کہ انہوں نے اصل واقعہ کو کیوں چھپایا۔ میرے خیال میں انسانی شرم نے ان کو اجازت نہیں دی اور جب میرے بعض مخلصوں نے ان کو وہ مقام پڑھ کر سُنایا تو پھر دوسرا عذر یہ پیش ہوا کہ یہ طریق اس حالت میں ہے کہ جب خاوند ہرگز عورت کے پاس جا نہ سکے۔ پھر جب کھول کر بتلایا گیا کہ ستیارتھ پرکاش میں یہ صاف لکھا ہے کہ ایسا نامرد ہو جو ناقابلِ اولاد ہو پس اس میں وہ نامرد بھی داخل ہیں جو صُحبت کرنے پر تو پورے قادر ہیں مگر منی قابلِ اولاد نہیں۔ مثلاً منی میں کیڑے نہیں یا پتلی ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ ایسا ہو کہ ہرگز صحبت نہ کرسکتا ہو بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر مرد قابل اولاد ہو مگر لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں تب بھی نیوگ ہوگا تو یہ جواب سُن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک پنڈت جی بولے کہ بیشک ایسی حالتوں میں بھی نیوگ کرانا کچھ مضائقہ نہیں۔ اور ہم ایسے نیوگ پر راضی ہیں۔ غرض اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عام ہدایت وید کی یہی ہے کہ آریہ لوگ ضرورتوں کے وقت اپنی بیویوں اور بہو بیٹیوں سے نیوگ کرایا کریں۔ مگر ظاہر ہے کہ انسانی کانشنس اس کو قبول نہیں کرتا۔ اور انسان کی فطرتی حمیت اور غیرت ہزار بیزاری سے اس کام پر لعنت بھیجتی ہے اور انسان تو انسان ایک مُرغ بھی اپنی مُرغیوں کے لیے غیرت رکھتا ہے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ اگر اس بارے میں کوئی اور آریہ صاحب بھی بحث کرنا چاہتے ہوں تو ہم

نوٹ:۔ شاید آریہ کہیں گے کہ یہ زنا نہیں۔ مگر جس حالت میں خاوند موجود ہے اور بیٹا بھی اسی کا بیٹا کہلائیگا اور عورت بھی اسی کی عورت رہے گی اور طلاق دی نہیں گئی تو پھر یہ زنا نہیں تو اور کیا ہے اور منو لکھتا ہے کہ نیوگ کے دنوں میں بھی خاوند کو صحبت کرنے کا اختیار ہے (دیکھو منو)

اپنے خرچ سے ان کو ان کی درخواست پر قادیان میں بُلا سکتے ہیں۔ اور ۱۵ راگست ۱۸۹۵ء تک مُہلت ہے۔

راقم

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

۳۱ ر جولائی ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ۱۸/۴ × ۲۲ کے دو صفحہ پر علیحدہ ہے اور
آریہ دھرم طبع اوّل کے حاشیہ صفحہ ۲ لغایت ۱۲ پر بھی ہے)

(۱۳۳)

کہاں ہیں جو نانک کے ہیں خاک پا
جو کرتے ہیں اس راہ میں جاں فدا
وہ سوچیں کہ کیا لکھ گیا پیشوا
وصیت میں کیا کہہ گیا برملا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ

کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں
محمدؐ کی رہ پر یقیں رکھتے ہیں
اُٹھو سونیوالو کہ وقت آگیا
تمہارا گُرو تم کو سمجھا گیا

مبارکباد مبارکباد

آج ہم بڑی خوشی سے اس اشتہار کو جو محض ہمدردی بنی نوع کے لحاظ سے لکھا گیا ہے شائع کرتے ہیں۔ اور ان تمام صاحبوں کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں جو پنڈت دیانند کے اُن دلآزار الفاظ سے شکستہ دل تھے جو انہوں نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں اپنے قدیمی بخل اور تعصب کی وجہ سے باوا نانک صاحب جیسے نیک دل سادہ قوم کے برگزیدہ گُرو کی نسبت لکھے ہیں اور محض سفلہ پن اور ایک کمینہ حسد سے باوا صاحب کی نسبت یہ کلمات استعمال کئے ہیں کہ وہ جاہل اور نادان اور لالچی اور دُنیا پرست اور مکّار اور فریبی اور گنوار اور بے علم اور متکبر اور مغرور اور اپنی اغراض نفسانی کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا دینے والا ایک ٹھگ اور گمراہ تھا۔ ان مکروہ اور دلآزار باتوں سے جو گالیوں کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ کون شریف اور نیک سرشت ہے جو دیانند کی اس کارروائی کو قابل اعتراض نہیں سمجھتا۔ اور کون منصف اور حق شناس ہے جو اِن کلمات کے قائل کو ایک گندہ طبع اور بدزبان خیال نہیں کرتا۔ ہمیں یقین تھا کہ سکھ صاحبان اِن ناپاک کلمات کا جواب ضرور دیں گے اور اپنی اُس محبت اور غیرت کو جو باوا نانک صاحب کی نسبت رکھتے ہیں لوگوں پر ظاہر کریں گے۔ مگر افسوس کہ اب تک اُنکی طرف سے کچھ آواز نہیں اُٹھی۔ لہٰذا ہمیں ایسے راستباز انسان کے لیے سچی ہمدردی نے مجبور کیا کہ ہم ہی کچھ لکھیں اور جب کہ ہم نے غور کی کہ کس بات نے دیانند کو ایسی سخت زبانی پر آمادہ کیا تو اسی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ باوا نانک صاحب نے اپنے گرنتھ میں آریوں کے وید کی نسبت محض حق گوئی کی راہ سے جیسا کہ حق پسندان کی عادت تھی، وہ رائے ظاہر کی جو حقیقت میں سچی اور اپنے محل پر ہے اور راست گوئی کے جوش میں کسی کی بھی پروا نہیں رکھی یہاں تک کہ یہ بھی کہدیا کہ ویدوں میں بجز گمراہ کرنے والی باتوں کے اور کچھ بھی نہیں[1] اور ہم جانتے ہیں کہ باوا نانک صاحب

نوٹ[1] ہم نے رسالہ ست بچن میں صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ باوا نانک صاحب نے چاروں ویدوں کی اپنے پرزور کلام سے تکذیب کی ہے۔ بلکہ ایک بڑی بات جو شکر گذاری کے قابل ہے۔ یہ ہے کہ باوا صاحب موصوف

نے محض حقیقت شناسی اور ہندوؤں کی ہمدردی سے نصیحت کے طور پر ایسی باتیں کہی ہیں اور سچ کہا ہے جو کچھ کہا ہے۔ باوا نانک صاحب کو وید سے کچھ بغض نہ تھا بلکہ اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے اور وید سے خوب واقف تھے کیونکہ گیانی اور عارف تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ بے اصل طور پر وید کی مذمت کرتے لیکن اس نااہل پنڈت نے باوا نانک صاحب کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا اور نہ ان کے عارفانہ کلام کو سمجھا اور ناحق گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس لیے ہم نے باوا نانک صاحب کی تائید میں دو رسالے لکھے ہیں۔ (۱) اوّل ایک رسالہ ہے جس کا نام ہم نے ست بچن رکھا ہے کیونکہ اس رسالہ میں باوا نانک صاحب کے بچن کی تصدیق کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا یہ بچن جو چاروں وید کہانی اور خدا کی سچی تعریفوں سے بے نصیب ہیں فی الواقع صحیح اور درست ہے اور نیز ہم نے اس رسالہ میں دیانند کے ان تمام الزامات کے جوابات دیئے ہیں جو وہ باوا صاحب پر قائم کرتا ہے اور نیز باوا صاحب کی کچھ کرامتیں لکھی ہیں اور باوا صاحب کی زندگی اور دیانند کی زندگی کا موازنہ کیا ہے۔ ایسا ہی بعض معارف اور بیان کی باتیں باوا نانک صاحب کی درج کی ہیں (۲) دوسرے رسالہ کا نام آریہ دھرم رکھا ہے جس میں باوا صاحب کے اس قول کا ثبوت دیا ہے جو ویدوں کی نسبت انہوں نے بڑے زور سے اپنے سکھوں کو بتایا ہے اور خوب ثابت کیا ہے کہ باوا صاحب اپنے اس قول میں بالکل سچے ہیں اور ویدوں کی خراب تعلیم کا ایک ایسا نمونہ دیا ہے جس کے ماننے کے بغیر کسی عقلمند کو بن نہیں پڑتا۔ اور اُس میں باوا نانک صاحب کے قول کی خوب تصدیق ہوتی ہے اور یہ دونوں رسالے ایک ہی جلد میں چھاپے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے اور قیمت دونوں

نے نہایت عمدہ دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ دُنیا میں سچا مذہب جو ذریعہ نجات ہے صرف اسلام ہے اور اپنی زندگی میں اپنے قول اور فعل سے صداقت اسلام پر گواہیاں دیں اور نہایت وضاحت سے بپایۂ ثبوت پہنچا دیا ہے کہ وہ اس پاک جماعت کے سرگرم مسلمانوں میں سے اور اس راہ میں فدا شدہ ہیں۔ چنانچہ وہ تمام ثبوت ہم نے رسالہ ست بچن میں لکھ دیئے ہیں۔ تا باوا صاحب کے رُوحانی کمالات لوگوں پر کُھل جائیں۔ سو ہر یک حق کے طالب کو چاہیئے کہ یہ دونو رسالے منگوائے۔ اور ہمارے مخالف نادان مولوی ڈوب مریں کہ باوجود اس قدر لاف و گزاف کے انہوں نے اسلام کی کچھ بھی خدمت نہیں کی۔ صرف مسلمانوں کو کافر بنانا جانتے ہیں۔ مگر باوا صاحب چھ۶ کروڑ ہندوؤں کو اپنے قول و فعل سے اسلام کی ترغیب دے گئے اور ایسے طور سے اپنے اقوال سے اور اپنے افعال سے اسلام کی سچائی کی گواہی دی کہ جب تک انسان خدا تعالےٰ کی راہ میں سچ مچ فدا شدہ نہ ہو ایسا کامل نمونہ ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ واہ باوا نانک صاحب آپ بے شک عزت کے لائق ہیں۔ آپ کا وصیت نامہ جو اسلام کی سچائی کے لیے ایک سُوتی کپڑا پر لکھا ہوا کابلی مل کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔ اُس کا ذکر بھی رسالہ ست بچن میں بتفصیل کیا گیا ہے۔ منہ

رسالوں کی ۶؍ علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی ہے۔ جن صاحبوں کو شوق ہو قیمت بھیج کر منگا سکتے ہیں۔

بالآخر واضح رہے کہ عنقریب دوسرا نمبر رسالہ نورُ القرآن کا بھی نکلنے والا ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اخلاق اور قرآن کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اور پہلا نمبر جس میں ضرورتِ قرآن کے دلائل اور انجیل کی ناقص تعلیم کے بدنتیجے لکھے گئے ہیں پہلے چھپ چکا ہے جو موجود ہے۔

پھر اس کے بعد ایک بڑی کتاب مِننُ الرّحمٰن شائع کی جائے گی جس سے ویدوں کا سارا پردہ کُھل جائے گا۔ اس روز عام ہندوؤں کو معلوم ہوگا جو حقیقت میں وہ تمام باتیں سچی تھیں جو باوا نانک صاحب نے ویدوں کی نسبت کہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ باوا صاحب کی اس سے بڑی کرامت ثابت ہوگی جو انہوں نے اپنی روشن ضمیری سے پہلے ہی ویدوں کی نسبت وہ باتیں کہیں جو کامل تحقیقات کے بعد سچی نکلیں اور اسی بات کا نام کرامت ہے اور کتاب منن الرّحمٰن میں بڑی مضبوط دلائل سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ سنسکرت زبان اور ایسا ہی دوسری زبانیں عربی کے بگڑے ہوئے الفاظ ہیں۔ اور یہ زبانیں پیچھے سے شائع ہوئی ہیں اور سب زبانوں کی ماں جو خدا تعالےٰ کی وحی اور الہام سے پہلے انسان کو ملی عربی ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کی کامل کتاب جو قرآن شریف ہی ہے عربی میں ہی نازل ہوئی۔ غرض یہ کتاب ایسی برکتوں اور معارفِ جدیدہ سے بھری ہوئی ہے جس سے اُمید ہے کہ تمام قومیں عام برکتیں اس سے حاصل کریں گی

والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ ؀

خاکسار

غلام احمد قادیانی ۹؍ستمبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{26\times20}{4}$ کے ایک صفحہ پر ہے)

فہرست کتب۔ موجودہ در مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداس پور پنجاب۔ براہین احمدیہ جلد چہارم ۸؍ للعہ سرمہ چشم آریہ ۱۲؍ شحنہ حق ۶؍ فتح اسلام ۴؍ توضیح مرام ۴؍ ازالہ اوہام ۳ ؍ فیصلہ آسمانی ۱؍ آئینہ کمالات اسلام اردو مع التبلیغ عربی مترجم فارسی عصہ برکات الدعا ۲؍ شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان ۶؍ تحفہ بغداد عربی ۲؍ حمامۃ البشریٰ......ہ نور الحق حصہ اول و دوم معہ ترجمہ اردو ۲؍ اتمام الحجہ ۳؍ کرامات الصادقین یعنی تفسیر سورۂ فاتحہ عربی مع قصائد ہ سر الخلافہ ۸؍ نور القرآن نمبر اول ماہواری رسالہ ۴؍ جون جولائی اگست ۹۵ء بذریعہ وی پی یا قیمت پیشگی بھیج کر جو چاہیں خریدیں۔ فقط

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(۱۲۴)

نوٹس

بنام آریہ صاحبان و پادری صاحبان و دیگر صاحبان مذاہب مخالف ان*

مسلمانوں کی طرف سے جن کے نام نیچے درج ہیں و نیز ایک التماس

گورنمنٹ عالیہ کی

توجہ کے لایق

اے صاحبان مندرجہ عنوان نہایت ادب اور تہذیب سے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم سب فرقے مسلمان اور ہندو اور عیسائی وغیرہ ایک ہی سرکار کے جو سرکار انگریزی ہے، رعایا ہیں لہٰذا ہم سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسے امور سے دستکش رہیں جن سے وقتاً فوقتاً ہمارے حکام کو دقتیں پیش آویں یا بیہودہ نزاعیں باہمی ہو کر کثرت سے مقدمات دائر ہوتے ہیں اور نیز جب کہ ہمسائیگی اور قرب وجوار کے حقوق درمیان ہیں۔ تو یہ بھی مناسب نہیں کہ مذہبی مباحثات میں ناحق ایک فریق دوسرے فریق پر بے اصل افترا قایم کر کے اس کا دل دُکھاوے اور ایسی کتابوں کے حوالے پیش کرے جو اس فریق کے نزدیک مسلّم نہیں ہیں۔ یا ایسے اعتراض کرے جو خود اپنے دین کی تعلیم پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ چونکہ اب تک مناظرات و مباحثات کے لیے کوئی ایسا قاعدہ باہم قرار یافتہ نہیں تھا جس کی پابندی یا وہ گو لوگوں کو ان کی فضول گوئی سے روکتی۔ لہٰذا پادریوں میں سے پادری عماد الدین و پادری ٹھاکر داس

* حاشیہ۔ پادری صاحبان اگر ہماری اس نصیحت کو غور سے سُنیں تو بے شک اپنی بزرگی اور شرافت ہم پر ثابت کریں گے اور اس حق پسندی اور صلحکاری کے موجب ہوں گے جس سے ایک راستباز اور پاک دل شناخت کیا جاتا ہے اور وہ نصیحت صرف دو باتیں ہیں جو ہم پادری صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا چاہتے ہیں۔

و پادری فنڈل صاحب وغیرہ صاحبان اور آریہ صاحبوں میں سے منشی کنہیا لال الکھ دھاری اور منشی اندرمن مراد آبادی اور لیکھرام پشاوری نے اپنا یہی اُصول مقرر کر لیا کہ ناحق کے افتراؤں اور بے اصل روایتوں اور بے بنیاد قصوں کو واجبی اعتراضات کی مدافعت میں پیش کیا۔ مگر اصل قصور تو اس میں پادری صاحبوں کا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں نے اپنے ذاتی تعصب اور کینہ کی وجہ سے جوش تو بہت دکھلایا مگر براہ راست اسلام کی کتابوں کو وہ دیکھ نہ سکے۔ وجہ یہ کہ بباعث جہالت اور کم استعدادی دیکھنے کا مادہ نہیں تھا۔ سو انہوں نے اپنی کتابوں میں پادریوں کے اقوال کا نقل کر دینا غنیمت سمجھا۔ غرض ان تمام لوگوں نے بے قیدی اور آزادی کی گنجائش پاکر افتراؤں کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور ناحق بیوجہ اہل اسلام کا دل دُکھایا اور بہتوں نے اپنی بد ذاتی اور مادری

نصیحت اول

اوّل: یہ کہ وہ اسلام کے مقابل پر ان بیہودہ روایات اور بے اصل حکایات سے مجتنب رہیں جو ہماری مسلّم اور مقبول کتابوں میں موجود نہیں اور ہمارے عقیدہ میں داخل نہیں اور نیز قرآن کے معنی اپنی طرف سے نہ گھڑ لیا کریں۔ بلکہ وہی معنی کریں جو تواتر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور پادری صاحبان اگرچہ انجیل کے معنی کرنے کے وقت ہر یک بے قیدی کے مجاز ہوں مگر ہم مجاز نہیں ہیں۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے معصیت عظیمہ ہے۔ قرآن کی کسی آیت کے معنی اگر کریں تو اس طور سے کرنے چاہیئے کہ دوسری قرآنی آیتیں ان معنوں کی مؤید اور مفسر ہوں، اختلاف اور تناقض پیدا نہ ہو کیونکہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کے لیے بطور تفسیر کے ہیں اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی انہیں معنوں کی مفسر ہو۔ کیونکہ جس پاک اور کامل نبی پر قرآن نازل ہوا وہ سب سے بہتر قرآن شریف کے معنی جانتا ہے۔ غرض اتم اور اکمل طریق معنے کرنے کا تو یہ ہے لیکن اگر کسی آیت کے بارے میں حدیث صحیحہ مرفوع متصل نہ مل سکے تو ادنیٰ درجہ استدلال کا یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیت کے معنی دوسری آیات بینات سے کئے جاویں، لیکن ہرگز یہ درست نہیں ہوگا کہ بغیر ان دونو قسم کے التزام کے اپنے ہی خیال اور رائے سے معنی کریں۔ کاش اگر پادری عماد الدین وغیرہ اس طریق کا التزام کرتے تو نہ آپ ہلاک ہوتے اور نہ دوسروں کی ہلاکت کا موجب ٹھہرتے۔

دوسری نصیحت اگر پادری صاحبان سُنیں تو یہ ہے کہ وہ ایسے اعتراض سے پرہیز کریں جو خود ان کی کتب مقدسہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک بڑا اعتراض جس سے بڑھ کر شاید اُن کی نظر میں اور کوئی اعتراض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہے وہ لڑائیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ اُن کفار سے کرنی پڑیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں تیرہ برس تک انواع اقسام کے ظلم کئے

بدگوہری سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگائے یہاں تک کہ کمال خباثت اور اس پلیدی سے جو ان کے اصل میں تھی اس سیّد المعصومین پر سراسر دروغگوئی کی راہ سے زنا کی تہمت لگائی۔ اگر غیرتمند مسلمانوں کو اپنی محسن گورنمنٹ کا پاس نہ ہوتا تو ایسے شریروں کو جن کے افترا میں یہانتک نوبت

بقیہ حاشیہ

اور ہریک طریق سے ستایا اور دُکھ دیا اور پھر قتل کا ارادہ کیا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ اپنے اصحاب کے مکّہ چھوڑنا پڑا۔ اور پھر بھی باز نہ آئے اور تعاقب کیا اور ہریک بے ادبی اور تکذیب کا حصّہ لیا اور جو مکّہ میں ضعفاء مسلمانوں میں سے رہ گئے تھے ان کو غایت درجہ دُکھ دینا شروع کیا۔ لہٰذا وہ لوگ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے ظالمانہ کاموں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ اُن پر موافق سنّت قدیمہ الٰہیہ کے کوئی عذاب نازل ہو۔ اور اس عذاب کی وہ قومیں بھی سزاوار تھیں جنہوں نے مکّہ والوں کو مدد دی۔ اور نیز وہ قومیں بھی جنہوں نے اپنے طور سے ایذاء اور تکذیب کو انتہاء تک پہنچایا اور اپنی طاقتوں سے اسلام کی اشاعت سے مانع آئے۔ سو جنہوں نے اسلام پر تلواریں اُٹھائیں وہ اپنی شوخیوں کی وجہ سے تلواروں سے ہی ہلاک کئے گئے۔ اب اس صورت کی لڑائیوں پر اعتراض کرنا اور حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی ان لڑائیوں کو بُھلا دینا جن میں لاکھوں شیرخوار بچے قتل کئے گئے۔ کیا یہ دیانت کا طریق ہے یا ناحق کی شرارت اور خیانت اور فساد انگیزی ہے۔ اس کے جواب میں حضرات عیسائی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں میں بہت ہی نرمی پائی جاتی ہے کہ اسلام لانے پر چھوڑا جاتا تھا اور شیرخوار بچوں کو قتل نہیں کیا اور نہ عورتوں کو اور نہ بڈھوں کو اور نہ فقیروں اور مسافروں کو مارا اور نہ عیسائیوں اور یہودیوں کے گرجاؤں کو مسمار کیا، لیکن اسرائیلی نبیوں نے ان سب باتوں کو کیا۔ یہاں تک کہ تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ شیرخوار بچے قتل کئے گئے۔ گویا حضرات پادریوں کی نظر میں اس نرمی کی وجہ سے اسلام کی لڑائیاں قابل اعتراض ٹھہریں کہ ان میں وہ سختی نہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی نبیوں کی لڑائیوں میں تھی۔ اگر اس درجہ کی سختی پر یہ لڑائیاں بھی ہوتیں تو قبول کر لیتے کہ درحقیقت یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اب ہریک عقلمند کے سوچنے کے لائق ہے کہ کیا یہ جواب ایمانداری کا جواب ہے۔ حالانکہ آپ ہی کہتے ہیں کہ خدا رحیم ہے اور اس کی سزا رحم سے خالی نہیں۔ پھر جب موسیٰ کی لڑائیاں باوجود اس سختی کے قبول کی گئیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ٹھہریں تو کیوں اور کیا وجہ کہ یہ لڑائیاں جو ابھی رحم کی خوشبو ساتھ رکھتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتیں اور ایسے لوگ کہ ان باتوں کو بھی خدا تعالیٰ کے احکام سمجھتے ہیں کہ شیرخوار بچے ان کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں اور ماؤں کو ان کے بچوں کے سامنے بے رحمی سے مارا جاوے وہ کیوں ان لڑائیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھیں جن میں یہ شرط ہے کہ پہلے مظلوم ہو کر پھر ظالم کا مقابلہ کرو۔ منہ

پہنچی، وہ جواب دیتے جو اُن کی بد اصلی کے مناسب حال ہوتا۔ مگر شریف انسانوں کو گورنمنٹ کی پاسداریاں ہر وقت روکتی ہیں اور وہ طمانچہ جو ایک گال کے بعد دوسری گال پر عیسائیوں کو کھانا چاہیئے تھا ہم لوگ گورنمنٹ کی اطاعت میں محو ہو کر پادریوں اور ان کے ہاتھ کے اُکسائے ہوئے آریوں سے کھا رہے ہیں۔ یہ سب بُردباریاں ہم اپنی محسن گورنمنٹ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کریں گے کیونکہ ان احسانات کا ہم پر شُکر کرنا واجب ہے جو سکھوں کے زوال کے بعد ہی خدا تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے اور نہایت بد ذاتی ہو گی۔ اگر ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی ہم میں سے ان نعمتوں کو فراموش کر دے۔ جو اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے مسلمانوں کو ملی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہو گا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لیے دُعا گو ہیں اور اگرچہ گورنمنٹ کی عنایات سے ہریک کو اشاعت مذہب کے لیے آزادی ملی ہے، لیکن اگر سوچ کر دیکھا جائے تو اس آزادی کا پورا پورا فائدہ محض مسلمان اُٹھا سکتے ہیں۔ اور اگر عمداً آپ نہ اُٹھاویں تو اُن کی بد قسمتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اپنی عام مہربانیوں کی وجہ سے مذہبی آزادی کا ہریک قوم کو عام فائدہ دیا اور کسی کو اپنے اصولوں کی اشاعت سے نہیں روکا۔ لیکن جن مذہبوں میں سچائی کی قوت اور طاقت نہیں اور ان کے اُصول صرف انسانی بناوٹ ہیں اور ایسے قابل مضحکہ ہیں جو ایک محقق کو ان کی بیہودہ کتھا اور کہانیاں سُن کر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے کیونکر اُن مذہبوں کے واعظ اپنی ایسی باتوں کو وعظ کے وقت دلوں میں جما سکتے ہیں اور کیونکر ایک پادری مسیح کو خدا کہتے ہوئے ایک دانشمند شخص کو اس حقیقی خدا پر ایمان رکھنے سے برگشتہ کر سکتا ہے جس کی ذات مرنے اور مصیبتوں کے اُٹھانے اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونے اور پھر مصلوب ہو جانے سے پاک ہے اور جس کا جلالی نام قانون قدرت کے ہریک صفحہ میں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہم نے خود بعض منصف مزاج عیسائیوں سے خلوت میں سُنا ہے کہ جب ہم کبھی مسیح کی خدائی کا بازاروں میں وعظ کرتے ہیں تو بعض وقت مسیح کے عجز اور اضطرار کی سوانح پیش نظر آجانے سے بات کرتے کرتے ایسا انفعال دل کو پکڑتا ہے کہ بس ہم ندامت میں غرق ہی ہو جاتے ہیں۔ غرض انسان کو خدا بنانے والا کیا وعظ کرے گا اور کیونکر اس عاجز انسان میں اس قادر خدا کی عظمت کا نمونہ دکھائے گا جس کے حکم سے ایک ذرہ بھی زمین و آسمان سے باہر نہیں اور جس کا جلال دکھلانے کے لیے سورج چمکتا اور زمین طرح طرح کے پھُول نکالتی ہے۔ ایسا ہی ایک آریہ کیا وعظ کرے گا۔ کیا وہ دانشمندوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ تمام رُوحیں اور اُن کی قوتیں اور طاقتیں اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہیں اور کسی کے سہارے سے ان کا وجود اور بقا نہیں اور یا یہ کہہ سکتا ہے کہ وید کی یہ تعلیم عمدہ ہے کہ خاوند والی عورتیں اولاد کی غرض سے دوسروں سے ہمبستر ہو جایا کریں۔ ابھی ہمیں

تجربہ ہوا ہے کہ جب ہماری بعض جماعت کے لوگوں نے کسی آریہ یا اُن کے پنڈت سے نیوگ کی حقیقت بازار میں پوچھی جہاں بہت سے آدمی موجود تھے تو وہ آریہ یا پنڈت شرمندہ ہوا۔ اور چپکے سے کہا کہ آپ اندر چل کر مجھ سے یہ گفتگو کریں۔ بازار میں لوگ سُن کر ہنسی کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جن لوگوں کا اپنا ہی یہ حال ہے کہ ایسے عقائد اور اعمال کی نسبت اپنا ہی کانشنس ان کا اُن کے عقیدہ کو دھکے دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا تو پھر وہ غیروں کو کیا وعظ کریں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو نہایت ہی گورنمنٹ کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ گورنمنٹ کے اس قانون کا وہی اکیلے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ بیچارے پادری صدہا روپیہ خرچ کر کے ایک ہندو کو قابو میں لاتے ہیں اور وہ آخر بعد آزمائش مسلمانوں کی طرف آجاتا ہے اور یا صرف پیٹ کا بندہ ہو کر محض دنیوی لالچ سے انہیں میں گذارہ کرتا ہے، لیکن ہمیں اپنے دلآزار ہمسائیوں مخالفوں سے ایک اَور شکایت ہے۔ اگر ہم اس شکایت کے رفع کے لیے اپنی محسن اور مہربان گورنمنٹ کو اس طرف توجہ نہ دلاویں تو کس کو دلاویں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہبی مخالف صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصّوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتب مسلّمہ اور مقبولہ کی رُو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کے مفتریات ہیں۔ ہمارا دل دکھاتے ہیں۔ اور ایسی باتوں سے ہمارے سیّد و مولےٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام ونشان نہیں۔ اس سے زیادہ ہمارے دل دُکھانے کا اور کیا موجب ہوگا کہ چند بے بنیاد افتراؤں کو پیش کر کے ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا اور بدکاری کا الزام لگانا چاہتے ہیں۔ جس کو ہم اپنی پوری تحقیق کی رُو سے سیّد المعصومین اور ان تمام پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔ اس صورت میں صرف یہی ظلم نہیں کہ ناحق اور بیوجہ ہمارا دل دُکھایا جاتا ہے اور اس انصاف پسند گورنمنٹ کے ملک میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں اور بڑے بڑے پیرایوں میں ہمارے اس مقدس مذہب کی توہین کی جاتی ہے بلکہ یہ ظلم بھی ہوتا ہے کہ ایک حق اور راست امر کو محض یاوہ گوئی کے ذخیرہ سے مشتبہ اور کمزور کرنے کے لیے کوشش کی جاتی ہے۔ اگر گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ درجہ کے حکام دو تین روز اس بات پر بھی خرچ کریں کہ ہم میں سے کسی منتخب کے روبرو ایسے بیجا الزامات کی وجہ ثبوت ہمارے مذکورہ بالا مخالفوں سے دریافت فرماویں تو زیرک طبع حکام کو فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر یہ لوگ بے ثبوت بہتانوں سے سرکار انگریزی کے وفادار رعایا اہلِ اسلام پر ظلم کر رہے ہیں۔

ہم نہایت ادب سے گورنمنٹ عالیہ کی جناب میں یہ عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ ہماری محسن

گورنمنٹ ان احسانوں کو یاد کر کے جواب تک ہم پر کئے ہیں ایک یہ بھی ہماری جانوں اور آبروؤں اور ہمارے ٹوٹے ہوئے دلوں پر احسان کرے کہ اس مضمون کا ایک قانون پاس کر دیوے یا کوئی سرکلر جاری کرے کہ آئندہ جو مناظرات اور مجادلات اور مباحثات مذہبی امور میں ہوں ان کی نسبت ہر یک قوم مسلمانوں اور عیسائیوں اور آریوں وغیرہ میں سے دو امر کے ضرور پابند رہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ ایسا اعتراض جو خود معترض کے ہی الہامی کتاب یا کتابوں پر جن کے الہامی ہونے پر وہ ایمان رکھتا ہے، وارد ہو سکتا ہو۔ یعنی وہ امر جو بناء اعتراض کے ہے ان کتابوں میں بھی پایا جاتا ہو جن پر معترض کا ایمان ہے۔ ایسے اعتراض سے چاہیئے کہ ہر یک ایسا معترض پرہیز کرے۔

(۲) دوم اگر بعض کتابوں کے نام بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے کسی فریق کی طرف سے اس غرض سے شائع ہو گئے ہوں کہ درحقیقت وہی کتابیں اُن کی مسلّم اور مقبول ہیں تو چاہیئے کہ کوئی معترض ان کتابوں سے باہر نہ جائے۔ اور ہر یک اعتراض جو اس مذہب پر کرنا ہو، انہیں کتابوں کے حوالہ سے کرے اور ہرگز کسی ایسی کتاب کا نام نہ لیوے جس کے مسلّم اور مقبول ہونے کے بارے میں اشتہار میں ذکر نہیں۔ اور اگر اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو بلا تامل اس سزا کا مستوجب ہو جو دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند میں مندرج ہے۔ یہ التماس ہے جس کا پاس ہونا ہم بذریعہ کسی ایکٹ یا سرکلر کے گورنمنٹ عالیہ سے چاہتے ہیں۔ اور ہماری زیرک گورنمنٹ اس بات کو سمجھتی ہے کہ اس قانون کے پاس کرنے میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں بلکہ ہر یک قوم پر اس کا اثر مساوی ہے۔ اور اس قانون کے پاس کرنے میں بے شمار برکتیں ہیں جن سے عامہ خلائق کے لیے امن وعافیت کی راہ کھلتی ہیں۔ اور صدہا بیہودہ نزاعوں اور جھگڑوں کی صف لپیٹی جاتی ہے اور اخیر نتیجہ صلحکاری اور اُن شرارتوں کا دُور ہو جانا ہے جو فتنوں اور بغاوتوں کی جڑھ ہوتے ہیں اور دن بدن مفاسد کو ترقی دیتے ہیں۔ اور ہماری قلم جو ہر یک وقت اس گورنمنٹ عالیہ کی مدح وثنا میں چل رہی ہے اس قانون کے پاس ہونے سے اپنی گورنمنٹ کو دوسروں پر ترجیح دینے کے لیے ایک ایسا وسیع مضمون پائے گی جو آفتاب کی طرح چمکے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا معلوم کہ روز کی لڑائیوں اور بیہودہ جھگڑوں کی کہاں تک نوبت پہنچے گی۔ بیشک اس سے پہلے توہین کے لیے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات میں موجود ہے لیکن وہ ان مراتب کے تصفیہ پا جانے سے پہلے فضول اور نکمّی ہے اور خیانت پیشہ لوگوں کے لیے گریز گاہ وسیع ہے۔

اور پھر ہم اپنے مخالف فریقوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی برائے خدا ایسی تدبیر کو منظور کریں جس کا نتیجہ سراسر امن اور عافیت ہے۔ اور اگر یہ احسن انتظام نہ ہوا تو علاوہ اور مفاسد اور فتنوں کے ہمیشہ سچائی کا خون ہوتا رہے گا۔ اور صادقوں اور راستبازوں کی کوششوں کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکلے

گا۔ اور نیز رعایا کی باہمی نااتفاقی سے گورنمنٹ کے اوقات بھی ناحق ضائع ہوں گے۔ اس لیے ہم مراتب مذکورہ بالا کو آپ سب صاحبوں کی خدمت میں پیش کر کے یہ نوٹس آپ صاحبوں کے نام جاری کرتے ہیں اور آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ ہماری کُتب مسلّمہ مقبولہ جن پر ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور جن کو ہم معتبر سمجھتے ہیں، بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

اوّل قرآن شریف۔ مگر یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے معنے ہمارے نزدیک وہی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں۔ کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں اور نیز قرآن کے کامل اور یقینی معنوں کے لیے اگر وہ یقینی مرتبہ قرآن کے دوسرے مقامات سے میسّر نہ آسکے یہ بھی شرط ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل بھی اس کی مفسّر ہو۔ غرض ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے ہرگز جائز نہیں۔ پس ہر یک معترض پر لازم ہو گا کہ کسی اعتراض کے وقت اس طریق سے باہر نہ جائے۔

دوم دوسری کتابیں جو ہماری مسلّم کتابیں ہیں اُن میں سے اوّل درجہ پر صحیح بخاری ہے۔ اور اس کی وہ تمام احادیث ہمارے نزدیک حجّت ہیں جو قرآن شریف سے مخالف نہیں اور اُن میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اور اس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں۔ کہ قرآن اور صحیح بخاری سے مخالف نہ ہو۔ اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا، نسائی، ابو داؤد، دار قطنی کتب حدیث ہیں۔ جن کی حدیثوں کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین سے مخالف نہ ہوں۔ یہ کتابیں ہمارے دین کی کتابیں ہیں۔ اور یہ شرائط ہیں جن کی رو سے ہمارا عمل ہے۔

اب ہم قانونی طور پر آپ لوگوں کو ایسے اعتراضوں سے روکتے ہیں جو خود آپ کی کتابوں اور آپ کے مذہب پر وارد ہوتے ہیں۔ کیونکہ انصاف جن پر قوانین مبنی ہیں ایسی کارروائی کو صحت نیت میں داخل نہیں کرتا۔ اور ہم ایسے اعتراضوں سے بھی آپ لوگوں کو منع کرتے ہیں جو اُن کتابوں اور اُن شرائط پر مبنی نہیں جن کا ہم اشتہار میں ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسی کارروائی بھی تحقیق حق کے برخلاف ہے۔ پس ہر یک معترض پر واجب ہو گا کہ کسی اعتراض کے وقت ان کتابوں اور ان شرائط سے باہر نہ جائے۔ اور ضروری ہو گا کہ اگر آئندہ آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ہماری کسی تالیف کا ردّ لکھے یا ردّ کے طور پر کوئی اشتہار شائع کریں یا کسی مجلس میں تقریری مباحثہ کرنا چاہیں تو ان شرائط مذکورہ بالا کی پابندی سے باہر قدم نہ رکھیں۔ یعنی ایسی باتوں کو بصورت اعتراض پیش نہ کریں جو آپ لوگوں کی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہوں اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو اُن کتابوں کی پابندی اور اس طریق کی پابندی سے نہیں ہیں جو ہم اشتہار میں شائع کر چکے ہیں۔

غرض اس طریق مذکورہ بالا سے تجاوز کر کے ایسی بیہودہ روائتوں اور بے سروپا قصوں کو ہمارے سامنے ہرگز پیش نہ کریں اور نہ شائع کریں۔ جیسا کہ یہ خائنانہ کارروائیاں پہلے اس سے ہندوؤں میں سے اندرمن مرادآبادی نے اپنی کتابوں تحفہ اسلام و پاداش اسلام وغیرہ میں دکھلائیں۔ اور پھر بعد اس کے یہ ناپاک حرکتیں مسمّی لیکھرام پشاوری نے جو محض نادان اور بے علم ہے، اپنی کتاب تکذیب براہین اور رسالہ جہاد اسلام میں کیں اور جیسا کہ یہی بیہودہ کارروائیاں پادری عمادالدین نے اپنی کتابوں میں اور پادری ٹھاکرداس نے اپنے رسائل میں اور صفدر علی وغیرہ نے اپنی تحریروں میں لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے کیں۔ اور سخت دھوکے دے دے کر ایک دنیا کو گندگی اور کیچڑ میں ڈال دیا۔ اور اگر آپ لوگ اب بھی نہیں اس نوٹس کے جاری ہونے کے بعد بھی اپنی خیانت پیشہ طبیعت اور عادت سے باز نہیں آئیں گے تو دیکھو ہم آپ کو ہلا ہلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ اب یہ حرکت آپ کی صحت نیّت کے خلاف سمجھی جائے گی اور محض دلآزاری اور توہین کی مدّ میں متصوّر ہوگی۔ اور اس صورت میں ہمیں استحقاق ہوگا کہ عدالت سے اس افتراء اور توہین اور دلآزاری کی چارہ جوئی کریں اور دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کی رو سے آپ کو ماخوذ کرائیں اور قانون کی حد تک سزا دلائیں۔ کیونکہ اس نوٹس کے بعد آپ اپنی ناواقفی اور صحت نیت کا عذر پیش نہیں کر سکتے اور آپ سب صاحبوں کو بھی اختیار ہوگا کہ اپنی مقبولہ مسلّمہ کتابوں کا اشتہار دے دیں۔ اور بعد اس کے اگر کوئی مسلمان معترض اپنے اعتراض میں آپ کے اشتہار کا پابند نہ ہو۔ اور کوئی ایسا اعتراض کرے کہ جو اُن کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کے مقبول ہونے کی نسبت آپ اشتہار دے چکے ہیں۔ یا کوئی ایسا امر مورد اعتراض ٹھہراوے جو خود اسلام کی تعلیم میں موجود ہے تو بیشک ایسا معترض مسلمان بھی آپ لوگوں کے اشتہار کے بعد اسی دفع ۲۹۸ کی رو سے سزا پانے کے لائق ہوگا جس دفعہ سے ہم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اب ذیل میں اس نوٹس دینے والوں کے دستخط اور مواہیر ہیں۔ فقط

قادیان

حضرت اقدس امام امام مہدی و مسیح موعود میرزا غلام احمد علیہ السلام
حضرت مولوی حاجی حافظ حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثم قادیانی
حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی مولوی حکیم فضل دین
بھیروی صاحبزادہ محمد سراج الحق صاحب جمالی نعمانی قادیانی سابق
سرساوی سید ناصر نواب صاحب دہلوی حال قادیانی صاحبزادہ

افتخار احمد صاحب لدھیانوی قادیانی صاحبزادہ منظور محمد صاحب //
مولوی حاجی حافظ احمد اللہ خان صاحب مولوی نورالحسن صاحب
روالی منشی محمد خاں صاحب کپورتھلہ قاضی ضیاء الدین صاحب
قاضی کوٹی ضلع گوجرانوالہ شیخ عبدالرحیم صاحب نو مسلم سابق
لیس دفعدار رسالہ نمبر ۱۲ چھاؤنی سیالکوٹ مولوی قطب الدین صاحب بدوملوی
مفتی فضل الرحمٰن صاحب مدرس جموں منشی جلال الدین صاحب
میر منشی رجمنٹ نمبر ۱۲ اسواران بنگال منشی غلام محمد صاحب خوشنویس

امرتسری مولوی فیض احمد صاحب جہلمی میرزا یعقوب بیگ صاحب
طالب علم اسسٹنٹ سرجن کلاس میڈیکل کالج لاہور میرزا ایوب بیگ
صاحب طالب علم بی اے کلاس گورنمنٹ کالج لاہور شیر محمد
خان صاحب طالب علم ایف اے کلاس ؍؍ شیخ
غلام محی الدین صاحب کتب فروش جہلم مرزا اسمٰعیل قادیانی
بابو غلام رسول صاحب سابق اسٹیشن ماسٹر راولپنڈی ڈسٹرکٹ
شیخ عبداللہ صاحب پٹواری سنوری شیخ حامد علی صاحب قادیانی
منشی تاج الدین صاحب کلرک اگزیمنز آفس ریلوے لاہور۔
منشی نبی بخش صاحب ؍؍ شیخ عبدالرحمٰن صاحب شیخ عبدالعزیز
صاحب شیخ مسیح اللہ صاحب شاہجہان پوری حاجی وریام
صاحب خوشابی سید مقبول حسن صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں
سید محمد کبیر صاحب دہلوی شیخ شہاب الدین صاحب

سیالکوٹ

مولوی عبدالکریم صاحب مولوی حکیم ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب
منشی غلام قادر فصیح صاحب رئیس مالک پنجاب پریس۔ سید
حامد شاہ صاحب اہلمد معافیات سید محمود شاہ صاحب شیخ
مولا بخش صاحب سوداگر سید امیر علی شاہ صاحب سارجنٹ ڈسکہ
میاں شادی خان صاحب میاں عطا محمد صاحب اوورسیر غلام حیدر خان
صاحب ڈپٹی انسپکٹر نارووال۔ عبدالعزیز صاحب

بھیرہ ضلع شاہ پور

شیخ فضل الٰہی صاحب آنریری مجسٹریٹ شیخ غلام نبی صاحب
وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی میاں غلام محمد صاحب ضلعدار
انہار پیر چن صاحب چودہری حافظ دل احمد صاحب بی اے
سکنڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول مولوی گل محمد صاحب مدرس بورڈ
سکول بابو غلام جیلانی صاحب مدرس سکول پنڈ دادن خان۔
شیخ نذیر محمد صاحب فارسٹ انجینئر۔ شیخ علی محمد صاحب انگلش
ٹیچر بورڈ سکول شیخ عبدالعزیز صاحب ایف اے۔ شیخ محمد مبارک
صاحب اپیل نویس ملک سمند خان صاحب عرضی نویس سید
لال شاہ صاحب عرضی نویس قاضی غلام شاہ صاحب سوداگر
اسپاں قاضی مولا بخش صاحب ذیلدار و میونسپل کمشنر چنیوٹ
حکیم علاؤالدین صاحب شیخوپوری سردار محمد چراغ خان صاحب
رئیس ساہیوال کرسی نشین درباری نمبر اول و جاگیردار نسلاً بعد
نسل و اہل جیوری و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ مخدوم محمد صدیق صاحب
مخدوم محمد عثمان صاحب میاں الٰہ بخش صاحب نمبردار جھول پور
بابو محمد اسحاق صاحب اوورسیر۔ قاضی سید امام شاہ صاحب
عرضی نویس راجہ کرم داد خان صاحب ذیلدار ملک وال۔
راجہ محمد خان صاحب ذیلدار کوٹ احمد خان
راجہ خان صاحب ذیلدار جیون وال
راجہ محمد حیات خان صاحب ذیلدار وچھی
میاں عالم دین صاحب ذیلدار نمتاس میاں شیخ صدر الدین صاحب
پراچہ میونسپل کمشنر و مالگذار منشی محمد پناہ صاحب سوداگر چرم و
مالگذار سید ستار شاہ صاحب مالگذار علی پور سید امام شاہ
صاحب سربراہ ذیلدار و مالگذار علی پور پیر لقمان شاہ صاحب
نمبردار شیخ عالم دین صاحب پٹواری بابو غلام محمد صاحب
مختار و سنکرٹری سید زمان شاہ صاحب عرضی نویس
عباس خان صاحب بھرت مفتی الٰہی بخش صاحب
مفتی محمد حسین صاحب مدرس سکول حکیم فضل احمد
صاحب طبیب سرکار مولوی علی محمد صاحب روالی مولوی
محمد یسٰین صاحب ڈھڈی شیخ دین محمد صاحب ملازم نہر

شیخ محمد امین صاحب سابق کرنل فوج سفر مینا امیر صاحب
والئی کابل شیخ سراج الدین صاحب پرچہ سوداگر کابل
میاں شیخ محمد بخش صاحب تلوار چنیوٹی ملک غلام محمد
خان صاحب راجڑ ملک دوست محمد خان صاحب نمبردار بھولوال
میاں رحیم بخش صاحب مختار عام ملک حاکم خان صاحب خان بہادر
ملک حسن خان صاحب نمبردار راجڑ ملک جلال خان صاحب
نمبردار جہادا ملک جوایا خان صاحب چوہدری محمد بخش صاحب
نمبردار پنڈی کوٹ چوہدری پیرو نمبردار ایضاً
شیخ صدر الدین صاحب قریشی و نمبردار چوہدری ولی داد
صاحب جہانیوالا میاں گل محمد صاحب مختار ملک
شیر محمد بہادر خان چوہدری غلام محمد نمبردار ٹھاہڑ
چوہدری زیادہ صاحب نمبردار چوہدری ہادو صاحب
نمبردار ایضاً شیخ الہ بخش صاحب رئیس شیخوپور
سلطان عارب خان صاحب ذیلدار کہا ملک شیر محمد ولد
سلطان مقرب مولوی عبدالکریم صاحب اخوند میاں خدا بخش
میاں غلام حسین صاحب میاں محمد رفیق صاحب مدرس
اینگلو سنسکرت اسکول شیخ محمد حسن صاحب کاتب
مستری قطب الدین صاحب مستری اسمٰعیل صاحب
مستری قمر الدین صاحب مستری غلام نبی صاحب
مستری نور احمد صاحب مستری محمد اسلام صاحب
حکیم احمد دین صاحب مولوی سردار محمد صاحب برادرزادہ
مولوی نور الدین صاحب محمد عبدالرحمٰن صاحب
طالب علم ہائی سکول میاں عالم دین صاحب مولوی
احمد دین صاحب مدرس عربی سکول بھیرہ میاں خادم حسین
صاحب مدرس اینگلو سنسکرت سکول بھیرہ حکیم شیخ
قادر بخش صاحب احمد آبادی میاں نجم الدین صاحب
بابو امام الدین صاحب سب اوورسیر محمد حیات صاحب نقشہ نویس
میاں محمد صدیق صاحب پٹواری مولوی عالم دین صاحب
قریشی میاں کامل الدین صاحب قریشی حکیم مولوی شیر محمد
صاحب بھن میاں شیر علی صاحب ایف اے کلاس
مولوی نظام الدین صاحب مدرس

لاہور

چودہری نبی بخش صاحب بی اے اسلامیہ کالج
خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے پروفیسر اسلامیہ کالج
خواجہ ضیاء الدین صاحب ایضاً ایضاً ایضاً
میر عبدالواحد صاحب ایضاً ایضاً ایضاً
منشی عبداللہ صاحب ایضاً ایضاً ایضاً
مولوی فضل کریم صاحب ״ ״ ״
مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔پروفیسر اسلامیہ کالج
منشی سعد الدین خان صاحب بی۔اے۔محمد ایوب
صاحب بی۔او۔ایل۔چودہری سردار خاں صاحب ملازم
دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب مولوی احمد صاحب
ایضاً ایضاً سید خورشید انور صاحب
ایضاً ایضاً منشی رحیم بخش صاحب ایضاً
مرزا محبوب بیگ صاحب ایضاً
میاں حفیظ اللہ صاحب ״ معلم ایل ایل،بی،اے،کلاس
منشی محمد الدین صاحب ״ پروفیسر بہاولپور کالج
مولوی عمر الدین صاحب ایم،اے،سنٹرل ماڈل سکول
شیخ عبدالقادر صاحب بی،اے،سب اڈیٹر اخبار پنجاب
غلام حسین صاحب بی،اے،ہیڈ ماسٹر تلہ گنگ۔

از دفتر ایگزامینر ریلوے لاہور

مولا بخش صاحب مولوی محمد علی صاحب غلام حسین صاحب
حافظ فضل احمد صاحب خلیفہ محمد شریف صاحب
منشی غلام محمد صاحب فضل الدین صاحب
نظام الدین صاحب محمد یوسف صاحب
معراج الدین صاحب*۔

دفتر لوکو لاہور

عبدالرحمن صاحب کلرک علم دین صاحب //
بوٹا خان صاحب // خدا بخش صاحب //
گیلانی بخش صاحب // شہاب الدین صاحب //
وزیر شاہ صاحب // میر امیر شاہ صاحب // ☆

دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب

غلام محمد صاحب کلرک منشی نظام الدین صاحب //
شرف الدین صاحب محمد علی صاحب منشی احمد دین صاحب
خوشدل نجابت اللہ صاحب
اللہ بخش صاحب محمد یٰسین صاحب نوازش علی
صاحب میر میراث علی صاحب۔

متعلمان ٹریننگ کالج لاہور

اللہ داد خان صاحب محمد نواز خان صاحب
سراج الحق صاحب سید فرزند علی صاحب محمد تقی صاحب
خدا بخش صاحب صدر الدین صاحب رحمت اللہ صاحب
خورشید عالم صاحب کرم دین صاحب اس فہرست کے ۵۱ نام
ہیں اس قدر بطور اختصار لکھے گئے ہیں۔

تاجران لاہور

شیخ محمد رفیع صاحب اینڈ برادرس سوداگران انارکلی
حافظ محمد حسین صاحب سوداگر مینجر محمد رفیع صاحب
شیخ نبی بخش صاحب مینجر کشمیری شاپ
رمضان خان اینڈ کو انارکلی شیخ رحمت اللہ صاحب
سوداگر بمبئی ہاؤس شیخ قادر بخش صاحب سوداگر انارکلی
حاجی کریم بخش صاحب سوداگر انارکلی نواب محمد ابراہیم صاحب
پروپرائٹر ویسٹرن سوپ کمپنی حاجی عبدالرحیم و محمد یعقوب
سوداگران انارکلی شیخ نصیر الدین محمد یعقوب صاحب
مالک ڈرکٹ حال لاہور انارکلی غلام محی الدین صاحب
پروپرائیٹر بڑسٹیم کمپنی شیخ غلام حسین غلام حیدر صاحب
مالکان وکٹر کلاتھ کمپنی لاہور سیٹھ غلام علی صاحب انارکلی
شیخ محمد عیدو صاحب سوداگر انارکلی حسن علی اسمٰعیل جی صاحب
سوداگر انارکلی شیخ محمد عارف محمد اسحٰق صاحب سوداگران
انارکلی ڈاکٹر کلن خان صاحب سرجن ڈینٹسٹ انارکلی
خلیفہ رجب الدین صاحب رئیس و سوداگر برنج لاہور
محمد چنو صاحب سوداگر ریشم شیخ محمد عالم صاحب مینجر
گجراتی شاپ انارکلی شیخ احمد بخش صاحب تاجر چرم //
حاجی شیخ رحمت اللہ صاحب //
شیخ محمد صدیق صاحب مینجر

*نوٹ اس دفتر کے کل ۲۱ نام ہیں۔ ☆اس دفتر کے کل نام ۳۲ ہیں اور لاہور کے ایک ہزار سے زیادہ نام ہیں
بباعث طوالت تھوڑے لکھے گئے فقط

ویسٹرن سوپ کمپنی شیخ محبوب بخش صاحب سوداگر انارکلی

آئمہ مساجد لاہور

مولوی محمد یار صاحب امام مسجد طلائی مولوی غلام حسین صاحب امام مسجد گمٹی حافظ غلام علی صاحب محمد علی صاحب مفتی فصیح الدین صاحب عبد الطیف صاحب حافظ اللہ دتا صاحب مولوی جواہر علی صاحب مولوی عنایت اللہ صاحب امام مسجد پرانی انارکلی مولوی حسام الدین صاحب محلہ ستھاں مولوی نور الدین صاحب امام مسجد ؍؍ خلیفہ امام الدین صاحب امام غلام محمد صاحب ولد مولوی فتح محمد صاحب امام مسجد لوہاری منڈی امام محمد عالم صاحب مولوی احمد دین صاحب مولوی حافظ وزیر محمد صاحب امام غلام محمود صاحب

رؤساء لاہور

ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب گمٹی بازار ماسٹر شیر محمد صاحب آرٹ سکول احمد رضا خان صاحب رئیس رام پور حال وارد لاہور میر تقی صاحب مدرس ایچ سن سکول منشی کرم الٰہی صاحب دفتر نہر محمد لطیف خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر حاجی عبد الحکیم خان صاحب ٹھیکہ دار میاں فرید بخش صاحب نقشہ نویس دفتر نہر چناب سرکل میاں چنن دین صاحب پنجاب بنک لاہور نواب الدین صاحب نقشہ نویس بھاٹی دروازہ منشی میراں بخش صاحب اکونٹنٹ محکمہ نہر بھاٹی دروازہ کریم بخش کاردار زمیندار بھاٹی دروازہ محمد ابراہیم خان صاحب اور سیر ملازم امیر کابل خورشید عالم صاحب کلرک چیف کورٹ پنجاب نصیر الدین صاحب نقشہ نویس جلال الدین صاحب نقشہ نویس حسین بخش صاحب نقشہ نویس میراں بخش صاحب نقشہ نویس احمد بخش صاحب نقشہ نویس مفتی غلام حیدر صاحب سٹور کیپر نہر چناب شیخ کریم الدین صاحب پنشنر ماسٹر غلام نبی صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول اسلامیہ کالج ماسٹر کریم خان صاحب ناظم پرائمر عبد الشکور خان صاحب دفتر فنانشل کمشنر پنجاب پیر محمد عثمان صاحب ملک ہیرا صراف صاحب محلہ ککے زئی الٰہی بخش صاحب سوداگر پشمینہ کوچہ جراحاں میاں چنن دین صاحب ہیڈ کلرک ٹریفک آفس لاہور میاں اسلام الدین صاحب کلرک ایضاً میاں سیف الدین صاحب ایضاً حافظ عبد العزیز صاحب نقشہ نویس دفتر چیف انجینئر ریلوے منشی نور الٰہی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع لاہور حکیم مبارک دین صاحب بھاٹی دروازہ مرزا فدا حسین صاحب کلرک ریلوے عبد الرحمٰن صاحب ڈسٹرکٹ اور سیر عبد اللطیف صاحب شاہ دین صاحب مینیجر مطبع پنجاب آبزور محمود علی خان صاحب نقشہ نویس دفتر سول سیکرٹریٹ گورنمنٹ پنجاب محمد فضل علی صاحب کمیشن ایجنٹ سعادت علی خان صاحب نائب داروغہ آبکاری لاہور منشی کرم الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ نصرت الاسلام مولا بخش صاحب مالک نیولائل پریس شیخ گلاب الدین صاحب انور علی صاحب پنشنر خواجہ عزیز الدین صاحب سوداگر برنج جلال الدین صاحب محرر چونگی بابو عید محمد صاحب نقشہ دفتر فنانشل کمشنر عبد اللہ خاں صاحب فدا علی صاحب کلرک دفتر نہر۔ شیخ گلاب دین صاحب مختار عدالت میاں مہتاب الدین صاحب سپروائزر پبلک ورکس ڈاکٹر غلام علی صاحب ایل ایم ایس مرزا امان اللہ بیگ صاحب پنشنر منشی محمد امیر الدین صاحب کوٹھی دار منشی خیر الدین صاحب۔ حاجی محمد عبد الصمد صاحب میونسپل کمشنر و ٹھیکہ دار لاہور

وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ

مولوی عنایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ مانانوالہ قاضی سید محمد صاحب ذمہ دار و مالگذار کوٹ قاضی قاضی سراج الدین صاحب نمبردار رر مولوی وزیر محمد صاحب مدرس اول عربی وفارسی شیخ غلام قادر صاحب سوداگر چرم منشی نبی بخش صاحب مدرس مشن سکول شیخ محمد حیات صاحب تاجر کتب بابو فضل دین صاحب گڈس کلرک شیخ پیر محمد صاحب سوداگر غلام رسول صاحب نقشہ نویس میاں شیخ محمد دین صاحب محرر کمیٹی میاں شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر حکیم سلطان علی صاحب شیخ دین محمد صاحب ٹھیکہ دار منشی نجم الدین صاحب اسٹام فروش میاں عمر بخش صاحب سوداگر چوب سید اکبر علی شاہ صاحب شیخ فتح دین صاحب سوداگر شیخ احمد جان صاحب ماسٹر عنایت اللہ صاحب مشن سکول شیخ الہ بخش صاحب سوداگر آہن حافظ گلاب خان صاحب سارٹر سفری ڈاک قاضی محمد یوسف صاحب مالگذار

جموں

خلیفہ نورالدین صاحب تاجر کتب مولوی محمد صادق صاحب فارسی مدرس ہائی سکول خواجہ جمال الدین صاحب لاہوری بی، اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول محمد شاہ صاحب ٹھیکدار مستری محمد عمر صاحب مستری محمد دین صاحب ملازم ریلوے احمد پور حافظ محمد دین صاحب ٹھیکدار وردی پولیس میاں اللہ دتا صاحب سوداگر چرم شیخ محمد الدین صاحب سوداگر چرم منشی نبی بخش صاحب سوداگر اللہ دتا صاحب

خوشاب ضلع شاہپور پنجاب

مولوی حبیب شاہ صاحب قریشی بلندخان صاحب سید حیدرشاہ صاحب مولوی فضل الدین خان صاحب مولوی غلام احمد صاحب کہکی مولوی فتح دین صاحب مولوی غلام احمد صاحب بہادرخان صاحب ذیلدار ورئیس سید عبدالمجید شاہ صاحب قریشی جوائے خان صاحب انہیر عالم خان صاحب میونسپل کمشنر پیر رنگ شاہ صاحب قریشی پیر غلام مرتضی شاہ صاحب قریشی۔ پیر جمال الدین صاحب قریشی مولوی دین محمد صاحب قریشی۔ سید راجہ شاہ صاحب سید ستار شاہ صاحب سید جلال شاہ صاحب سید عالم شاہ صاحب عبدالمجید

گوڑیانی ضلع رہتک

وزیر محمد خان ہیڈ ماسٹر گوڑیانی عبدالصمد خان صاحب دفعدار محمد اسماعیل خان صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ کڑیانوالہ ضلع ایاز محمد خان صاحب نائب مدرس کلانور ضلع گجرات پنجاب امیر خان صاحب محرر کمیٹی عطا محمد خاں صاحب ذیلدار وممبر ڈسٹرکٹ بورڈ شاہ محمد خان صاحب سوداگر عمدہ خان صاحب سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول بہادر گڈھ سردار خان صاحب دفعداری سلوتری نمبر3 رسالہ پنجاب کریم بخش صاحب سوداگر اسپاں قاضی سید محمود الحسن صاحب قادری قاضی عزیز الحسن صاحب سید رحمت علی شاہ صاحب عنایت خان صاحب جمعدار محمد سعید خان صاحب سوداگر اسپاں عبداللطیف خان صاحب سوداگر قاضی محمد یعقوب صاحب محمد یعقوب خان صاحب سوداگر عبدالمناف صاحب سوداگر عبدالصمد صاحب سوداگر خدابخش صاحب پنشن خوار ریاست گوالیار الٰہی بخش صاحب سوار پنشن خوار

غلام دین خان صاحب سوداگر اسپاں ڈاکٹر محمد ظہیر الدین خان صاحب
منظور احمد صاحب سوداگر اسپاں نیاز احمد صاحب سوداگر اسپاں
عطا محمد خان صاحب // // نیاز محمد خاں صاحب // //
سردار خان صاحب // // عبداللہ خان صاحب // //
محمد حسن خان صاحب// // عبدالرزاق خان صاحب // //

جہلم

منشی محمد نواب خان صاحب تحصیلدار جہلم مولوی برہان الدین صاحب
میاں عبداللہ خان برادر تحصیلدار جہلم شیخ غلام محی الدین صاحب
عرضی نویس مولوی حافظ محمد قاری صاحب مولوی غلام علی
صاحب رہتاسی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست مولوی گلاب دین
صاحب مدرس رہتاس اللہ دتا صاحب نائب محافظ دفتر
سپرنٹنڈنٹ جھنگ محمد امین صاحب تاجر کتب مولوی خاں ملک
شیخ غلام نبی صاحب تاجر راولپنڈی ساکن کہوتیاں
شیخ ابراہیم صاحب جہلم

الہ آباد

شیخ عبدالغنی صاحب کمپوزیٹر سید رمضان علی صاحب
ہیڈ کانسٹیبل پولیس دفتر الہ آباد سید جیون علی صاحب //
سید فرزند حسین صاحب ایضاً سید دلدار علی صاحب
سب انسپکٹر سید احسان علی صاحب زمیندار مہروند
سید اہتمام علی صاحب ہیڈ کانسٹبل پنشنر شیخ امیر علی صاحب
پنشنر عبدالغنی صاحب ہیڈ کانسٹبل پنشنر سید منصب علی
صاحب ڈاکٹر محلہ کٹڑہ شیخ نعمت اللہ صاحب ہیڈ کانسٹبل
شیخ غلام محمد صاحب انسپکٹر پولیس محمد احمد خان صاحب
ہیڈ کانسٹبل پنشنر محمد عبدالرحمٰن خان صاحب ایضاً سید نیاز علی صاحب
بدایونی محلہ دوندی پور حال محرر ملک ریاست رام پور قاضی احسن الدین
صاحب قریشی اکبر آبادی پولیس الہ آباد حاجی نجف علی صاحب
شیخ حرمت علی صاحب کراری محلہ باراں دری خدا بخش صاحب ولد غوث
محمد صاحب تاجر جونپوری حال الہ آباد شیخ اکبر علی صاحب
حسینی خان صاحب محلہ کٹڑہ سعداللہ خان صاحب //

انبالہ

بابو محمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر نہر میاں محمد اسماعیل
صاحب نقشہ نویس

کپورتھلہ

منشی ظفر احمد صاحب اپیل نویس میاں روشن دین صاحب
ٹھیکیدار منشی اروڑا صاحب نقشہ نویس عدالت منشی عبدالرحمٰن
صاحب اہلمد جرنیلی قاضی شیخ احمد صاحب منشی فیاض علی صاحب
محرر پلٹن نمبر اول حسو خان صاحب میاں حبیب الرحمٰن صاحب مالک
و نمبردار موضع حاجی پور میاں سردار خان صاحب کورٹ دفعدار
رسالہ امپیریل سروس مولوی محمد حسین خان صاحب کھیوٹ دار موضع
بھاگوارائیں حکیم سید مہتاب علی صاحب اہلمد نظامت بشیر احمد کانسٹبل۔

قصور

شیخ امین الدین صاحب میونسپل کمشنر مرزا فضل بیگ صاحب مختار
حکیم فتح محمد صاحب ڈاکٹر بوڑا خان صاحب اسسٹنٹ سرجن
مولوی فضل حق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ سکول میاں حسین
خان صاحب ٹھیکیدار سکول۔

لدھیانہ

منشی رحیم بخش صاحب ممبر میونسپل کمیٹی لدھیانہ منشی عبدالحق صاحب لدھیانہ شیخ شہاب الدین صاحب لدھیانہ منشی ابراہیم صاحب تاجر قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکیدار شکرم شہزادہ عبدالمجید صاحب محلہ اقبال گنج مولوی نور محمد صاحب مانگٹ تاج محمد صاحب کلارک میونسپل کمیٹی کرم الٰہی صاحب کانسٹبل مرزا حکیم رحمت اللہ صاحب تاجر کتب سید عنایت علی شاہ صاحب محلہ صوفیاں۔

پشاور

مولوی غلام حسن صاحب رجسٹرار بابو الہ بخش صاحب جہلمی کلارک محکمہ ملٹری ورکس چھاؤنی کوہ چراٹ علاقہ پشاور شیخ عبدالرحیم صاحب محلہ کوٹلہ فیلباناں احمد جان ولد محمد کمال صاحب محلہ نو

بٹالہ

منشی عبدالعزیز صاحب عرف نبی بخش صاحب نمبردار و ممبر کمیٹی بابو علی محمد صاحب مالک مطبع شعلہ نور میاں محمد امین صاحب میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار لکڑی۔

پٹیالہ

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب سول سرجن چھاؤنی پٹیالہ شیخ منشی محمد حسین صاحب مراد آبادی شیخ عبیداللہ صاحب مولوی حافظ عظیم بخش صاحب مولوی محمد یوسف صاحب سنوری

بلاد متفرقات

ڈاکٹر عبدالشکور صاحب سرسہ ضلع حصار مولوی غلام امام صاحب عزیز الوعظین منی پور ملک آسام منشی زین الدین صاحب محمد ابراہیم صاحب انجینئر چیچ پوکلی کالی چوکی بمبئی سید تفضل حسین صاحب تحصیلدار شکوہ آباد ضلع مین پوری منشی عبدالعزیز صاحب محرر دفتر نہر جمن غربی دہلی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب حاجی اللہ رکھا صاحب تاجر ساجن کمپنی مدراس سیٹھ محمد صالح صاحب مدراس سیٹھ علی محمد صاحب بنگلور مولوی حسن علی صاحب واعظ اسلام بھاگلپور صوبہ بہار مولوی انوار حسین خان صاحب رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی شیخ مولوی حسین عرب صاحب یمانی محدث بھوپال مولوی محمد بشیر صاحب بھوپال سابق مہتمم مدارس ریاست مذکور ابو الحبیب محبوب احمد مدرس مدرسہ ملتان بابو الہ بخش صاحب گوڈس کلرک ریلوے سٹیشن پھلور منشی محمد فضل حق صاحب مختار کار ساکن سراوہ ضلع میرٹھ میاں عبدالواسع صاحب مولوی عبداللہ صاحب ملتان اندرون پاک دروازہ سید خلعت علی شاہ صاحب ڈپٹی انسپکٹر ڈنگہ ضلع گجرات بابو غلام محی الدین صاحب گوڈس کلرک پھلور چودہری رستم علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر گورداسپور مولوی سید محمد عسکری خان صاحب تحصیلدار کڑہ ضلع الہ آباد مولوی میر مردان علی صاحب منتظم صدر محاسب سرکار نظام حیدر آباد مولوی سید ظہور علی صاحب وکیل حیدر آباد دکن شیخ یوسف علی صاحب رئیس صاحب نشام ضلع حصار سارجنٹ درجہ اول انسپکٹری ریاست جیند مرزا محمد امین بیگ صاحب رئیس بھالوجی ریاست کھیتڑی علاقہ جیپور خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر چکردتہ مولوی جمال الدین صاحب سید والہ ضلع منٹگمری

مولوی عبداللہ صاحب ٹھٹھا شیر کا ضلع ״ حاجی سید عبدالہادی
صاحب سب اورسیر ضلع شملہ میرزا نیاز بیگ صاحب ضلعدار نہر۔
ضلع ملتان منشی احمد جان صاحب مدرس گوجرانوالہ غلام جیلانی
صاحب مدرس گہڑونوہ مولوی وزیرالدین صاحب مدرس مدرسہ
ریاست نادون مولوی حاکم شاہ صاحب ״ امانت خان
صاحب عرضی نویس مولوی عبدالحکیم صاحب آصف موضع دہارواڑ
علاقہ بمبئی مولوی محمد افضل صاحب کملہ ضلع گجرات پنجاب
مولوی محمد اکرم صاحب ״ مولوی محمد شریف صاحب ״ مولوی
نظام صاحب الدین صاحب رنگ پور ضلع جھنگ حافظ نور احمد صاحب
سوداگر لدھیانہ مولوی سید تلطف حسین صاحب تاجر دہلوی
پھاٹک حبش خان محمد عبدالرحیم صاحب موس پاٹر صدر انبالہ
فضل حسین صاحب قصبہ جھابو ضلع بجنور حافظ امام الدین صاحب
امام مسجد کپورتھلہ مستری جانی صاحب کپورتھلہ حافظ محمد علی صاحب
امام مسجد کپورتھلہ میاں محمد صاحب زمیندار بوٹ کپورتھلہ
مولوی صادق حسین صاحب اٹاوہ

امرتسر

شیخ یعقوب علی صاحب اڈیٹر اخبار فیروز میاں عطاء اللہ
صاحب سوداگر مس میاں قطب الدین صاحب سوداگر مس
مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ
مولوی غلام محمد صاحب مختار عدالت و سپرنٹنڈنٹ مطبع روز بازار
حافظ عبدالرحمٰن صاحب ملازم محکمہ مال دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر
میاں فیروز الدین صاحب سوداگر و پروپرائیٹر اخبار فیروز
میاں علی محمد صاحب مدرس ایم بی سکول مولوی نیاز علی خان صاحب
سوداگر مالک مطبع وکیل پنجاب شیخ کرم الٰہی صاحب سارجنٹ پولیس
میاں اسداللہ صاحب سوداگر پشمینہ میاں غلام رسول صاحب ٹھیکدار
مستری کریم بخش صاحب میاں خیرالدین صاحب ٹھیکیدار حکیم رحیم بخش صاحب
میاں نورالدین صاحب سوداگر پشمینہ محمد غلام قادر صاحب ٹھیکیدار داروغہ فضل دین
صاحب میاں حبیب اللہ خان صاحب میاں خیرالدین صاحب سوداگر
حافظ احمد صاحب سوداگر میاں محمد عبداللہ صاحب شال مرچنٹ
میاں مجھو صاحب گدی نشین لوپوکے تحصیل اجنالہ

ہوشیار پور و جالندھر

امیر المومنین صاحب سرشتہ دار محکمہ نہر منٹگمری باشندہ
ہوشیار پور احمد جان صاحب امین محکمہ نہر ساکن نندا چور
ضلع ہوشیار پور حکیم غلام رسول صاحب شیخ رحمت علی
صاحب کتب فروش شیخ مہر علی صاحب رئیس اعظم
ہوشیار پور شیخ جان محمد صاحب ممبر میونسپل کمیٹی شیخ محمد بخش
صاحب طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور مستری محمد صدیق صاحب
فیض محمد صاحب تار بابو ہوشیار پور محمد حیات خان صاحب
عرضی نویس حسین بخش صاحب ٹھیکیدار جالندھر محی الدین
صاحب پوسٹل کلرک ہوشیار پور حکیم غلام رسول صاحب
شیخ رحمت علی صاحب تاجر کتب عبدالعلی صاحب رئیس
جالندھر شیخ محمد بخش صاحب عرضی نویس سید محبوب عالم
صاحب سربراہ ذیلدار جالندھر محمد وزیر علی صاحب رئیس جالندھر
شیخ شادی صاحب سوداگر فضل الدین صاحب
سوداگر شیخ عمر بخش صاحب وقائع نگار شیخ محمد بخش
صاحب سوداگر برکت علی صاحب مولوی عبدالکریم صاحب
رحمت علی صاحب کلرک محکمہ ڈاک پیر بخش صاحب سوداگر
شمس الدین صاحب سوداگر چرم امام الدین صاحب ״
کرم الٰہی صاحب اللہ یار صاحب ایضاً چراغ الدین صاحب ״
حاجی خلیل اللہ صاحب خدا بخش صاحب سوداگر

سید رستم علی صاحب محمد علی صاحب نمبردار بستی
سید مہتاب علی صاحب سید سندی شاہ صاحب حسنی چشتی۔
منشی علی گوہر خان صاحب برنچ پوسٹ ماسٹر۔ عمر بخش
صاحب مختار عدالت سید محمد صاحب منشی فاضل صاحب
مدرس نواب خان صاحب شیخ نور احمد صاحب محمد بخش
خان صاحب مثل خواں ولی احمد خان صاحب نائب شرف
سید امیر الدین صاحب نقل نویس صدر محمد عالم خان صاحب
نائب شرف محمد گوہر صاحب سابق شرف عدالت حال پنشنر
حکیم ابراہیم صاحب بستی شاہ قلی سید قاضی دوست محمد صاحب
آنریری مجسٹریٹ شہر جالندھر نیاز محمد صاحب وکیل مرزا
نواب بیگ صاحب سارجنٹ درجہ اول محمد اکبر علی صاحب نمبردار بستی
سید غلام حسین صاحب ڈاکٹر سید احمد شاہ صاحب مترجم کمشنری
مولوی رحمت علی صاحب غلام حسین صاحب سابق صوبہ دار
میجر سردار بہادر آنریری مجسٹریٹ و سب رجسٹرار شہر جالندھر
حیدر خان صاحب نمبردار افغاناں

مالیر کوٹلہ

نواب صاحب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ مولوی مرزا
خدا بخش صاحب اتالیق نواب صاحب موصوف
نواب خاں صاحب حکیم الہ بخش صاحب

بلاد متفرقات

منشی عبد المجید صاحب محرر دفتران گورداسپور شہامت علی خان صاحب
عرضی نویس نادون ضلع کانگڑہ عبد الرحمن خان صاحب
مختار عدالت سلیمان علی صاحب ناظر کمشنری جالندھر
برکت علی خان صاحب نائب تحصیلدار برکت علی شاہ صاحب
عرضی نویس مولوی حکیم محمد فضل صاحب محمد برکت علی صاحب
کلرک پبلک بک چھاؤنی جالندھر شاہ دین صاحب عرضی نویس
محمد بخش صاحب اپیل نویس فتح گڈھ غلام رسول صاحب نائب مدرس
سکول بجواڑہ غیاث الدین صاحب طالب علم۔ ایف۔ اے کلاس
رانا محمد بخش صاحب ذیلدار ہریہ

سہارنپور وغیرہ

عبد الحمید صاحب سہارنپور محمد خان صاحب سامانہ
ریاست پٹیالہ محمد یسٰین خاں صاحب پوہڑ ضلع سہارن پور
محمد عارف صاحب ساکن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر
احمد حسن صاحب گنگوہ ضلع سہارنپور محمد امیر خان صاحب پٹھہڑ
ضلع سہارنپور علی محمد صاحب سہارنپور عبد اللطیف
خان صاحب پٹواری فہیم الدین تاجر کتب سہارنپور
محمد اسمٰعیل صاحب جلدگر ریاست مالیر کوٹلہ عبد العزیز
صاحب سہارنپور امیر حسن صاحب ساکن سہارن پور
غلام محمد خاں صاحب ساکن سہارن پور محمد نعیم خان صاحب
آنریری مجسٹریت و رئیس سہارنپور احسان الحق صاحب
گنگوہ ضلع سہارنپور محمد یوسف صاحب رئیس انصاری
رحمت اللہ خان صاحب سہارنپوری محمد حسین صاحب سوداگر
حاجی محمد عمر صاحب سوداگر سہارنپور احمد بیگ صاحب // //
حافظ محمد حسین صاحب // حاجی محمد اسمٰعیل صاحب // //
نور احمد احمد صاحب // // محمد ابراہیم صاحب رئیس
سہارنپور فضل رحیم صاحب رئیس سہارنپور مولوی قمر الدین
صاحب مدرس عربی سہارنپور محمد زکریا صاحب ساکن
سہارنپور امام علی صاحب نمبردار بلاس پور ضلع سہارنپور
علاؤ الدین صاحب سہارن پور احمد جان صاحب سہارنپور

احمد حسین صاحب سہارنپور محمد یٰسین صاحب
سوداگر سہارن پور زین الدین احمد صاحب سوداگر
سہارن پور منشی رحیم بخش صاحب سہارن پور
محمد ابراہیم صاحب سہارن پور نبی بخش صاحب سہارنپور
حمید اللہ صاحب سہارنپور محمد ابراہیم صاحب سوداگر
سہارنپور وحید خان صاحب امروہہ ضلع مراد آباد حکیم اللہ خان
صاحب ضلع بلند شہر ظہور اللہ صاحب کھاتولی ضلع مظفر نگر
اللہ دیا صاحب تھانہ بھون ضلع مظفر نگر نبی بخش صاحب
حسین بخش صاحب بھون // // منظور محمد صاحب
// // رحیم بخش صاحب // // محمد اسماعیل صاحب
رئیس سہارنپور سید حیدر حسن صاحب سہارنپور
مناظر الدین صاحب سہارن پور محمد صدیق سہارن پور
حافظ نور رمضان صاحب پانی پت ضلع کرنال محمد عمر الدین صاحب
عبدالرحمٰن صاحب سہارنپور ذوالفقار خان صاحب
سوداگر سہارنپور محمد ابراہیم صاحب سہارنپور سرفراز خان
صاحب تھانہ دار پنشنر سہارنپور عمر خان صاحب //
حافظ کریم بخش صاحب // عبدالکریم صاحب //
عبدالحئی و کریم بخش صاحبان // علاؤالدین صاحب مدرس
مدرسہ انجمن اسلام سہارنپور ساکن نور محل ضلع جالندھر۔

ملتان وعلاقہ ملتان

مرزا نیاز بیگ صاحب ساکن کلانور گورداسپور الطاف حسین
صاحب سب اورسیر موہال نہر سدہ نی ملتان عبدالغنی صاجب
سب اورسیر // // میاں محمد صاحب ٹھیکیدار محمد بخش
صاحب مجیٹھ موہال نہر سدہ نے اسسٹنٹ سب اورسیر
محب علی صاحب گرداور ملتان امام بخش پنسال نویس اللہ دتا
صاحب گرداور نہر راجباہ ہتار ضلع ملتان غلام صاحب چپراسی
موہال نہر سدہ نے محمود بخش صاحب گرداور راجباہ ہتار ضلع
ملتان نبی بخش صاحب گرداور نہر // // برکت علی صاحب
گرداور نہر // // الٰہی بخش صاحب امیدوار ساکن
ملتان سابق محرر محکمہ انہار ملتان۔ اللہ داد صاحب گرداور
نہر // محمد حسن خان صاحب زمعیدار مہتاب نمبردار
موضع ہتار ضلع ملتان

اجنالہ ضلع امرتسر وغیرہ

برکت علی شاہ صاحب اجنالہ ضلع امرتسر ڈاکٹر محمد یٰسین
صاحب وٹرنری اسسٹنٹ جسر وال ضلع امرتسر امام الدین
صاحب دوکاندار // // کرم الدین صاحب منصرم
ساکن فتح گڈھ ضلع لاہور مولوی غلام صاحب مدرس اول
جسر وال ضلع امرتسر شیخ نبی بخش صاحب دوکاندار // //
بلند خاں صاحب رئیس نیپال ضلع امرتسر
حیدر حسین صاحب قانوں گوئے اجنالہ ضلع امرتسر
محمد وارث صاحب محرر // // فضل الدین صاحب عرضی
نویس // // علی بخش صاحب نمبردار ملک پور ضلع امرتسر
کریم بخش صاحب نمبردار // // عبدالواحد صاحب پٹواری
// روڈے خاں صاحب جمعدار ملک پور //
پیر بخش صاحب لوہار ساکن لوہارکہ ضلع //
حسن محمد صاحب شیخ دلاور صاحب زمیندار
نبی بخش صاحب مدرس اجنالہ ضلع امرتسر محسن علی
دوم مدرس اجنالہ // متوطن قلعہ سوبھا سنگھ سیالکوٹ
غلام دستگیر صاحب نائب مدرس اجنالہ متوطن جسر وال //
شیخ رحیم بخش صاحب قطب شاہ صاحب // غلام حسین

صاحب قاضی // قاضی غلام رسول صاحب جسـروال
// کرم الدین صاحب پٹواری پنال // خدا بخش صاحب
نائب تحصیلدار حصہ دار ڈہ پھلووال ضلع // غلام رسول
صاحب امام مسجد ڈہ پھلووال // عبداللہ خان صاحب
پنشن خوار جسروال // محمد ابراہیم صاحب لوہیاں //
شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر جسـروال // شیخ عمر بخش
صاحب حوالدار عیسٰی پور // خلیل خان صاحب اعلیٰ نمبردار
عمرپور // شاہ سوار صاحب مالک عمرپور // ابراہیم خان
صاحب حصہ دار عمر // فتح خان حصہ دار عمرپور // فضل الدین
صاحب موروثی عمرپور // فیروز خان صاحب حصہ دار
عمرپور // دین محمد صاحب اجنالہ // میاں ہیرا صاحب
زمیندار کمال پور میاں بڈھا صاحب حصہ دار وساہوکار نسوکے
// نبی بخش صاحب راجپوت چماری // اللہ داد خاں
صاحب ولد علی اکبر خاں صاحب نمبردار محلانوالہ
قاضی امام الدین صاحب نسوکے // چوہدری امام الدین
صاحب علاقہ امرتسر غلام محمد صاحب نمبردار کمال پور خرد
محمد یار علی نمبردار شہزادہ // مقبول حسین صاحب ہیڈ ماسٹر
سکول رامداس // فضل حسین صاحب گرداور قانون
گوئے حلقہ چماری ضلع امرتسر قاضی اکبر علی صاحب
وثیقہ نویس حمزہ کلاں // گلو خان صاحب نمبردار اعلےٰ
// // ہاشم علی صاحب وثیقہ نویس // // حکیم گوہر علی
صاحب // // صادق شاہ صاحب چمیاری //
محمد خان صاحب نمبردار جسووال ضلع امرتسر

بلاد متفرقات

فتح محمد صاحب بزدار بلوچ ساکن لیہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان
سید بہادر علی شاہ صاحب چنیوٹ ضلع جھنگ
عبداللہ خاں صاحب لیہ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان
شمس الدین صاحب میونسپل کمیٹی کشمیر ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور
پیر بخش صاحب تار بابو وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ مولاداد
صاحب اسسٹنٹ مینجر سیالکوٹ غلام جیلانی صاحب
سوداگر سیالکوٹ محمد ابراہیم صاحب // ضلع امرتسر
مولا بخش صاحب گماشتہ۔ غلام رسول صاحب سوداگر //
اللہ بخش صاحب سابق ڈپٹی انسپکٹر لاہور // شیخ
عبداللہ قریشی جزیرہ مکہ معظمہ۔ محمد حافظ صاحب
ڈپٹی انسپکٹر کشمیر ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور رحیم بخش
صاحب نقشہ نویس لاہور محمد شریف صاحب ٹھیکہ دار
ہیلاں ضلع گجرات نور علی صاحب سوداگر پشاور //
کرم الدین صاحب سوداگر وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ
شیخ عبدالغفار صاحب سوداگر کشمیر // محمد خلیل صاحب
سوداگر // // سید غلام رسول صاحب واعظ کشت دار
جموں شہاب الدین صاحب منصرم کشمیر ارجن ضلع
راولپنڈی عبدالعزیز صاحب سوداگر کشمیری غلام محمد صاحب
// // عبدالرحیم صاحب سوداگر // عبدالعزیز صاحب
سابقہ منشی حوالات کشمیر سید حسن علی صاحب منصرم
بندوبست بٹالہ ضلع گورداسپور حاجی محمد نور دین صاحب
سابق وزیرعظم راجہ جموں غلام جیلانی صاحب سوداگر
ماسٹر خدا بخش صاحب کشمیر حبیب اللہ صاحب
شال مرچنٹ کشمیر سید حبیب شاہ صاحب خلف
غلام محی الدین صاحب لدھیانہ فضل الٰہی صاحب
سب اورسیر مولوی محمد حافظ اللہ صاحب کشمیری
بابو محمد دین صاحب دفتر ریزیڈنسی کشمیر بابو دل محمد

صاحب ایضاً مصطفیٰ شاہ صاحب خانقاہ
شاہ ہمدان رحمت اللہ علیہ مہر صدرالدین صاحب
〃 مہر بہار شاہ صاحب 〃 محمد حسین سراج صاحب
ایرانی محمد حسن سراج صاحب ایرانی

نوٹ: ان صاحبوں کے سوا اور بہت سے صاحب ہیں جنہوں نے نوٹس پر دستخط کئے ہیں۔ اگر سب لکھے جاتے تو چار ہزار سے زیادہ نوبت پہنچتی۔ مگر طول سے اندیشہ کر کے اسی قدر پر کہ (۷۰۴) ہیں کفایت کی گئی ہے۔ منہ

راقم خاکسار خادمِ دین مصطفیٰ غلام احمد قادیانی

۲۲ر ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ نوٹس آریہ دھرم مطبوعہ باراول کے صفحہ ۵۷ تا ۷۲ پر ہے)

(۱۳۵)

(یہ وہ خطوط ہیں جو مسلمانوں کی خدمت میں دستخط کرانے کے لیے بھیجے گئے ہیں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امّا بعد اے غمخوارانِ دین اسلام ومحبانِ خیر الانام علیہ الف الف سلام۔ مَیں اس وقت ایک نہایت ضروری التماس آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور

خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں

کہ اس التماس کے قبول کرنے کے لیے آپ لوگوں کے سینوں کو کھولے اور اس مقصد کے فوائد آپ لوگوں کے دلوں میں الہام کرے کیونکہ کوئی امر گو کہ کیسا ہی عمدہ اور سراسر خیر اور مصلحت پر مبنی ہو مگر تب بھی اس کی بجا آوری کے لیے جب تک خدا تعالیٰ سے قوت نہ ملے ہرگز انسان ضعیف البنیان سے ہو نہیں سکتا۔ اور وہ

التماس یہ ہے

کہ آپ صاحبوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ ان دنوں میں دینی مباحثات ومناظرات کا اس قدر ایک طوفان برپا ہے کہ جہاں تک تاریخ وفا کرسکتی ہے اس کی کوئی نظیر پہلے زمانوں میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس معاملہ میں اس قدر تالیفات بڑھ گئی ہیں کہ پادری صاحبان کی ایک رپورٹ میں مَیں نے پڑھا ہے کہ چند سال میں چھ کروڑ کتابیں ان کی طرف سے شائع ہوئیں۔ ایسا ہی اہلِ اسلام کی طرف سے کروڑ ہا تو نہیں مگر صدہا رسالوں تک تو نوبت پہنچی ہوگی۔ اور آریہ صاحبوں کی کتابیں جو اسلام کے مقابل پر یا عیسائیوں کے مقابل لکھی گئی ہیں اگرچہ تعداد میں تو کم ہیں مگر گالیاں دینے اور دلآزار کلمات لکھنے میں اوّل نمبر پر ہیں اور یہ بے تہذیبی اور بدزبانی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جو کسی قوم کے پیشوا کو گالی دینا اس کا اُصول نہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اُن پیمبروں پر ایمان لاتے

ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر یک قوم میں کوئی نہ کوئی مصلح گذرا ہے اور ہمیں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم پورے علم کے بغیر کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا[1] سو یہ پاک عقائد ہمیں بے جا بد زبانیوں اور متعصبانہ نکتہ چینیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے مخالف چونکہ تقویٰ کی راہوں سے بالکل دُور اور بے قید اور خلیع الرسن ہیں اور قرآن کریم جو سب سے پیچھے آیا اُن کو طبعاً بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ جلد فحش گوئی اور بد زبانی اور توہین کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور سچی باتوں کے مقابل پر افتراؤں سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اس تیس سال کے عرصہ میں ہمارے مخالفوں نے اس قدر فحش گالیاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتابوں میں دی ہیں اور اس قدر افتراء اسلامی تعلیم پر کئے ہیں کہ میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ تیرہ سو گذشتہ سالوں میں یعنی اسلام کے ابتدائی زمانہ سے آجتک اس کی نظیر نہیں پاؤ گے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ ناجائز طریق ترقی پر ہے۔ اس لیے ہر یک ایسے سچے مسلمان کا فرض ہے کہ جو درحقیقت اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے کہ ایسے موقعہ پر بے غیرتوں اور بے ایمانوں کے رنگ میں بیٹھا نہ رہے۔ بلکہ جیسا کہ اپنی حفظ عزت کے لیے کوشش کرتا ہے اور جب عزت برباد ہونے کا کوئی موقعہ پیش آوے تو جہانتک طاقت وفا کرتی اور بس چل سکتا ہے اپنی آبرو کے بچاؤ کے لیے کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑتا بلکہ ہزارہا روپیہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے ایسا ہی شریف اور سچے مسلمانوں کے لیے بھی زیبا ہے کہ اس پیارے رسول کی عزت کے لیے بھی جس کی شفاعت کی اُمید رکھتے ہیں، کوشش کریں اور ایمانی نمونہ دکھلانے سے نامراد نہ جائیں۔

شاید بعض صاحبوں کی یہ رائے ہو کہ کیا ضرور ہے کہ اسلام کی طرف سے مذہبی تالیفات ہوں اور کیوں اس طریق کو اختیار نہ کیا جائے کہ مخالفوں کی تحریرات کا جواب ہی نہ دیں۔ اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اوّل تو کوئی مذہب بغیر دعوت اور امر معروف و نہی منکر کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور اگر ایسا ہونا فرض بھی کریں تو پھر اسلام جیسا کوئی مذہب مصیبت زدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں پادری صاحبان و آریہ صاحبان وغیرہ پورے زور و شور سے اسلام پر حملہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کو نابود کر دیں اور ہر یک رنگ سے کیا علم طبعی کے نام سے اور کیا علم طب اور تشریح کے بہانہ سے اور

---

[1] نوٹ:۔ یعنی جس بات کا تجھ کو یقینی علم نہیں دیا گیا اس بات کا پیرو کار مت بن۔ اور یاد رکھ کہ کان اور آنکھ اور دل جس قدر اعضا ہیں ان سب اعضا سے باز پُرس ہوگی۔ منہ (بنی اسرائیل: ۳۷)

کیا علم ہیئت کے پردہ میں انواع اقسام کے دھوکے لوگوں کو دے رہے ہیں۔ اور ٹھٹھے اور ہنسی اور تحقیر کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ پھر اگر ہمارے معزز بھائیوں کی طرف سے یہی تدبیر ہے کہ چُپ رہو اور سُنے جاؤ تو یہ خاموشی مخالفوں کی یکطرفہ ڈگری کا موجب ہوگی اور نعوذ باللہ ہماری خاموشی ثابت کردے گی کہ ہر یک الزام اُن کا سچا ہے۔ اور اگر ہم الزامی جواب دیں چنانچہ کئی سال سے دیئے جاتے ہیں تو کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور ہمارا وقت برباد جاتا ہے اور بار بار وہی باتیں اور وہی بہتان ہتک آمیز الفاظ کے ساتھ سُناتے ہیں۔ جو لوگ حیا اور شرم کو چھوڑ دیں ان کا مُنہ بجز قانون کے اور کون بند کرے اور ہم اپنے بھائیوں کے صوابدید سے کل مناظرات اور مباحثات اور تحریر اور تقریر سے دست بردار ہو سکتے ہیں اور چُپ رہ سکتے ہیں مگر کیا ہمارے معزز بھائی ذمہ وار ہو سکتے ہیں کہ مخالفانہ حملہ کرنے سے ہندوستان کے تمام پادریوں اور آریوں اور برہموؤں کو بھی چُپ کرا دینگے اور اگر نہیں کرا سکتے اور اُن کی گالیوں اور سب و شتم کی کوئی اور تدبیر اُن کے ہاتھ میں نہیں تو پھر یہ بات کیوں حرام ہے کہ ہم اپنی محسن گورنمنٹ سے اس بارہ میں مدد لیں۔ اور اُن آئندہ خطرات سے اپنی قوم اور نیز دوسری قوموں کو بھی بچالیں جو ایسے بے قیدی کے مناظرات میں ضروری الوجود ہیں۔

سو بھائیو یہ تدبیر عمدہ نہیں ہے کہ ہر روز ہم گالیاں سُنیں اور روا رکھیں کہ ہندوؤں کے لڑکے بازاروں میں بیٹھ کر اور عیسائیوں کی جماعتیں ہر یک کوچہ گلی میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں نکالیں اور آئے دن پُر توہین کتابیں شائع کریں بلکہ اس وقت ضروری تدبیر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے سرکاری قانون سے مدد لیں اور اس درخواست کے موافق جو گورنمنٹ کی توجہ کے لیے علیحدہ لکھی گئی ہے۔ اس مضمون کا گورنمنٹ عالیہ سے قانون پاس کراویں کہ آئندہ مناظرات و مجادلات میں بغرض رفع فتنہ وفساد عام آزادی اور بے قیدی کو محدود کر دیا جاوے۔ اور ہر یک قوم کے لوگ اعتراض و نکتہ چینی کے وقت ہمیشہ دو باتوں کے پابند رہیں۔

(۱) یہ کہ ہر یک فریق جو کسی دوسرے فریق پر کوئی اعتراض کرے تو صرف اُس صورت میں اعتراض کرنے کے وقت نیک نیت سمجھا جائے کہ جب اعتراض میں وہ باتیں نہ پائی جائیں جو خود اس کے مسلّم عقیدہ میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی ایسا اعتراض نہ ہو جو وہ اس کے عقیدہ پر بھی وارد ہوتا ہو اور وہ بھی اس سے ایسا ملزم ہو سکتا ہو جیسا کہ اُس کا مخالف۔ اور اگر کوئی اس قاعدہ سے تجاوز کرے اور وہ تجاوز ثابت ہو جاوے، تو بغیر حاجت کسی دوسری تحقیقات کے یہ سمجھا جاوے کہ اس نے محض بدنیتی سے ایک مذہبی امر میں اپنے مخالف کا دل دُکھانے کے لیے یہ حرکت کی۔

(۲) یہ کہ ہر یک معترض ایسے اعتراض کرنے کا ہرگز مجاز نہ ہو کہ جو اُن کتب مشتہرہ کے مخالف ہو

جن کو کسی فریق نے حصر کے طور پر اپنی مسلمہ کتابیں قرار دے کر ان کی نسبت اشتہار شائع کرایا ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کرے تو قانوناً یہ قرار دیا جاوے کہ اُس نے ایک ایسا امر کیا جو نیک نیتی کے برخلاف ہے۔اور جو شخص ان دونوں تجاوزوں میں سے کوئی ایک تجاوز کر کے یا دونوں کر کے کسی قسم کی صریح ہجو یا اشارہ یا کنایہ سے کسی فریق کا دل دُکھاوے تو وہ دفعہ ۲۹۸ تعزیرات کا مجرم قرار دے کر اس سزا کا مستوجب سمجھا جاتے جو قانون کی حد تک ہے۔

یہ قانون ہے جس کا پاس کرانا ضروری ہے۔سوا ے بزرگو اور دین اسلام کے غمخوارو۔ براتے خدا اس تحریر پر غور کر کے اس درخواست کو اپنے دستخطوں سے مزین کرو۔جو اس قانون کے پاس کرنے کے لیے لکھی گئی ہے تا فساد انگیز جھگڑے کم ہو جائیں اور گورنمنٹ کو آرام ملے اور ملک میں صلح کاری اور امن پیدا ہو۔ اور ملک کے باشندوں کے کینے ترقی کرنے سے رک جائیں۔بھائیو اس قانون کے پاس ہونے میں بہت ہی برکتیں ہیں اور سچے دین کو اس سے بہت ہی مدد ملتی ہے اور مفسدوں اور افتراء پردازوں کے منہ بند ہو جاتے ہیں۔گورنمنٹ کے کسی منشاء کے مخالف یہ کارروائی نہیں۔ بلکہ ہماری دانا گورنمنٹ خود ایسی باتوں کو ہمیشہ سوچتی ہے جس سے اس ملک کے فتنے اور فساد کم ہوں۔ اور لوگ ایکدل ہو کر گورنمنٹ کی خدمت میں مشغول رہیں۔اور نیز یہ وہ مبارک طریق ہے جن سے آئندہ بیجا حملہ کرنے والے رُک جائیں گے۔اور ہر یک جاہل متعصب مناظرہ اور مجادلہ کے لیے جرأت نہیں کر سکے گا۔ اور یہ امر تمام ان لوگوں کے لیے مفید ہے جو یا وہ گوؤں کا کسی تدبیر سے منہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی صاحب نے ایسے مبارک محضر پر دستخط نہ کئے جس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت مفتری لوگوں کے افتراؤں سے بچ جاتی ہے اور اسلام بہت سے کینہ اور سراسر دروغ حملوں سے امن میں آجاتا ہے تو اس کا اسلام نہایت بودا اور تاریکی میں پڑا ہوا ثابت ہوگا۔اور ہم عزم بالجزم رکھتے ہیں کہ جیسا کہ اس موقع پر ہم دینی غمخواروں کا با عزت نام مخلصانہ دُعائے خیر کے ساتھ نہایت شوق سے شائع کریں گے تا اُن کی مردی اور سعادت عامہ خلائق پر ظاہر ہو۔ ایسا ہی ہم ایک پُر درد تقریر کے ساتھ ان بخیل اور پست فطرت لوگوں کے نام بھی اپنے رسالہ میں شائع کر دیں گے جنہوں نے ہمارے سیّد و مولیٰ محمّد مصطفیٰ خاتم الانبیاء فخر الاصفیاء کی حمایت عزت کے لیے کچھ بھی غمخواری اور حمیت ظاہر نہ کی۔ بھائیو کیا یہ مناسب ہے کہ آپ لوگ تو عزت کی کرسیوں پر بیٹھیں۔اور بڑے بڑے القاب پائیں اور ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر یک طرف سے گالیاں دی جائیں اور تحریر و تقریر میں سراسر افتراء سے نہایت بے عزتی اور توہین کی جاتے اور آپ لوگ ایک ادنیٰ تدبیر کرنے سے بھی دریغ کریں۔ نہیں ہرگز نہیں۔شریف اور نجیب لوگ ہرگز دریغ نہیں کریں گے اور جو خبیث النفس

دریغ کرے گا وہ مسلمان ہی نہیں۔

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد　　　　که از بہر دُنیا دہد دین بباد

راقم خاکسار خادمِ دینِ مصطفےٰ غلام احمد قادیانی

۲۲ر ستمبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے آخر پر چار صفحات پر مشتمل ہے)

۱۳۶

یہ وہ درخواست ہے جو بمراد منظوری گورنمنٹ میں بعد تکمیل دستخطوں کے بھیجی جائے گی

درخواست

یہ درخواست مسلمانانِ برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ مذہبی مباحثات اور مناظرات کو اُن ناجائز جھگڑوں سے بچانے کے لیے جو طرح طرح کے فتنوں کے قریب پہنچ گئے ہیں اور خطرناک حالت پیدا کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع بے قیدی ان میں طوفان کی طرح نمودار ہوگئی ہے۔ دو مندرجہ ذیل شرطوں سے مشروط فرما دیا جاوے اور اسی طرح اس وسعت اور بے قیدی کو روک کر ان خرابیوں سے رعایا کو بچایا جاوے جو دن بدن ایک مہیب صورت پیدا کرتی جاتی ہیں۔ جن کا ضروری نتیجہ قوموں میں سخت دشمنی اور خطرناک مقدمات ہیں۔ ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام وہ فرقے جو ایک دوسرے سے مذہب اور عقیدہ میں اختلاف رکھتے ہیں، اپنے فریق مخالف پر کوئی ایسا اعتراض نہ کریں جو خود اپنے پر وارد ہوتا ہو۔ یعنی اگر ایک فریق دوسرے فریق پر مذہبی نکتہ چینی کے طور پر کوئی ایسا اعتراض کرنا چاہے جس کا ضروری نتیجہ اس مذہب کے پیشوا یا کتاب کی کسرِ شان ہو جس کو اس فریق کے لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے مانتے ہوں تو اُس کو اِس امر کے بارے میں قانونی ممانعت ہو جاتے کہ ایسا اعتراض اپنے فریق مخالف پر اس صورت میں ہرگز نہ کرے جبکہ خود اس کی کتاب یا اس کے پیشوا پر وہی اعتراض ہو سکتا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے اعتراض سے بھی ممانعت فرمادی جاتے جو ان کتابوں کی بناء پر نہ ہو جن کو کسی فریق نے اپنے مسلّم اور مقبول کتابیں ٹھہرا کر ان کی ایک چھپی ہوئی فہرست اپنے ایک کُھلے کُھلے اعلان کے ساتھ شائع کرادی ہو۔ اور صاف اشتہار دے دیا ہو کہ یہی وہ کتابیں ہیں جن پر میرا عقیدہ ہے اور جو میری مذہبی کتابیں ہیں۔ سو ہم تمام درخواست کنندوں کی التماس یہ ہے کہ ان دونوں شرطوں کے بارے میں ایک قانون پاس ہو کر اس کی خلاف ورزی کو ایک مجرمانہ حرکت قرار دیا جاوے اور ایسے تمام مجرم دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند یا جس دفعہ کی رُو سے سرکار مناسب سمجھے، سزایاب ہوتے رہیں

اور جن ضرورتوں کی بناء پر ہم رعایا سرکار انگریزی کی اس درخواست کے لیے مجبور ہوتے ہیں وہ بہ تفصیل ذیل ہیں:۔

اوّل یہ کہ ان دنوں میں مذہبی مباحثوں کے متعلق سلسلہ تقریروں اور تحریروں کا اس قدر ترقی پذیر ہوگیا ہے اور ساتھ ہی اس کے اس قدر سخت بدزبانیوں نے ترقی کی ہے کہ دن بدن باہمی کینے بڑھتے جاتے ہیں اور ایک زور کے ساتھ فحش گوئی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا دریا بہہ رہا ہے۔ اور چونکہ اہل اسلام اپنے برگزیدہ نبی اور اس مقدس کتاب کے لیے جو اس پاک نبی کی معرفت اُن کو ملی نہایت غیرت مند ہیں۔ لہٰذا جو کچھ دوسری قومیں طرح طرح کے مفتریانہ الفاظ اور رنگا رنگ کی پُرخیانت تحریر اور تقریر سے ان کے نبی اور ان کی آسمانی کتاب کی توہین سے اُن کے دل دُکھا رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا زخم اُن کے دلوں پر ہے کہ شاید اُن کے لیے اس تکلیف کے برابر دُنیا میں اور کوئی بھی تکلیف نہ ہو۔ اور اسلامی اصول ایسے مہذبانہ ہیں کہ یاوہ گوئی کے مقابل پر مسلمانوں کو یاوہ گوئی سے روکتے ہیں۔ مثلاً ایک معترض جب ایک بیجا الزام مسلمانوں کے نبی علیہ السلام پر کرتا ہے اور ٹھٹھے اور ہنسی اور ایسے الفاظ سے پیش آتا ہے جو لبسا اوقات گالیوں کی حد تک پہنچ جاتے ہیں تو اہل اسلام اس کے مقابل پر اس کے پیغمبر اور مقتداء کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر وہ پیغمبر اسرائیلی نبیوں میں سے ہے تو ہر یک مسلمان اس نبی سے ایسا ہی پیار کرتا ہے جیسا کہ اس کا فریق مخالف۔ وجہ یہ کہ مسلمان تمام اسرائیلی نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کی نسبت بھی وہ جلدی نہیں کرتے کیونکہ انہیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی ایسا آباد ملک نہیں جس میں کوئی مصلح نہیں گذرا۔ اس لیے گذشتہ نبیوں کی نسبت خاص کر اگر وہ اسرائیلی ہوں۔ ایک مسلمان ہرگز بدزبانی نہیں کرسکتا۔ بلکہ اسرائیلی نبیوں پر تو وہ ایسا ہی ایمان رکھتا ہے جیسا کہ نبی آخر الزمان کی نبوت پر، تو اس صورت میں وہ گالی کا گالی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں جب بہت دُکھ اُٹھاتا ہے تو قانون کی رُو سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے۔ مگر قانونی تدارک بدنیتی کے ثابت کرنے پر موقوف ہے جس کا ثابت کرنا موجودہ قانون کی رُو سے بہت مشکل امر ہے۔ لہٰذا ایسا مستغیث اکثر ناکام رہتا ہے اور مخالف فتحیاب کو اور بھی توہین اور تحقیر کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لیے یہ بات بالکل سچی ہے کہ جس قدر تقریروں اور تحریروں کی رُو سے مذہب اسلام کی توہین ہوتی ہے۔ ابھی تک اس کا کوئی کافی تدارک قانون میں موجود نہیں۔ اور دفعہ ۲۹۸ حق الامر کے ثابت کرنے کے لیے کوئی ایسا معیار اپنے ساتھ نہیں رکھتی۔ جس سے صفائی کے ساتھ نیک نیتی اور بدنیتی میں تمیز ہو جائے یہی سبب ہے کہ نیک نیتی کے بہانہ سے ایسی دلآزار کتابوں کی کروڑوں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا ان شرائط کا ہونا ضروری ہے جو واقعی حقیقت کے کھلنے کے لیے بطور مؤید ہوں۔ اور صحتِ نیّت اور عدم صحت کے پرکھنے کے لیے بطور معیار کے ہوسکیں۔ سو وہ معیار وہ دونوں

شرطیں ہیں جو اُوپر گذارش کردی گئی ہیں۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ جو شخص کوئی ایسا اعتراض کسی فریق پر کرتا ہے جو اُن کتابوں میں نہیں پایا جاتا جن کو فریق معترض علیہ نے اپنی مسلمہ مقبولہ کتابیں قرار دیکر اُن کے بارے میں اپنے مذہبی مخالفوں کو بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے مطلع کر دیا ہے، تو بلا شبہ ثابت ہو جاتا ہے کہ شخص معترض نے صحتِ نیّت کو چھوڑ دیا ہے۔ تو اس صورت میں ایسے مکّار اور فریبی لوگ جن حیلوں اور تاویلوں سے اپنی بدنیتی کو چھپانا چاہتے ہیں وہ تمام حیلے نکمّے ہو جاتے ہیں اور بڑی سہولت سے حکام پر اصل حقیقت کُھل جاتی ہے۔ اور اگرچہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یاوہ گو لوگوں کی زبانیں روکنے کے لیے یہ ایک کامل علاج ہے مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ یاوہ گوئیوں اور ناحق کے الزاموں کا اس سے علاج ہو جائے گا۔

دوسری ضرورت اس قانون کے پاس ہونے کے لیے یہ ہے کہ اس بے قیدی سے مُلک کی اخلاقی حالت روز بروز بگڑتی جاتی ہے۔ ایک شخص سچّی بات کو سُن کر پھر اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ کسی طرح جھوٹ اور افتراء سے مدد لے کر اس سچ کو پوشیدہ کر دیوے اور فریق ثانی کو خواہ نخواہ ذلّت پہنچاوے سو ملک کو تہذیب اور راست روی میں ترقی دینے کے لیے اور بہتان طرازی کی عادت سے روکنے کے لیے یہ ایک ایسی عمدہ تدبیر ہے جس سے بہت جلد دلوں میں سچّی پرہیزگاری پیدا ہو جائے گی۔

تیسری ضرورت اس قانون کے پاس کرنے کی یہ ہے کہ اس بے قیدی سے ہماری مُحسن گورنمنٹ کی قانون پر عقل اور کانشنس کا اعتراض ہے۔ چونکہ یہ دانا گورنمنٹ ہر یک نیک کام میں اوّل درجہ پر ہے تو کیوں اس قدر الزام اپنے ذمّہ رکھے کہ کسی کو یہ بات کہنے کا موقعہ ملے کہ مذہبی مباحثات میں اس کے قانون میں احسن انتظام نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بے قیدی سے صلحکاری اور باہمی محبت دن بدن کم ہوتی جاتی ہے اور ایک فریق دوسرے فریق کی نسبت ایسا اشتعال رکھتا ہے کہ اگر ممکن ہو تو اس کو نابود کر دیوے اور اس تمام نااتفاقی کی جڑ مذہبی مباحثات کی بے اعتدالی ہے۔ گورنمنٹ اپنی رعایا کے لیے بطور معلّم کے ہے۔ پھر اگر رعایا ایک دوسرے سے درندہ کا حکم رکھتی ہو۔ تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قانونی حکمت عملی سے اس درندگی کو دُور کر دے۔

چوتھی یہ کہ اہلِ اسلام گورنمنٹ کی وہ وفادار رعایا ہے جن کی دلی خیر خواہی روز بروز ترقی پر ہے اور اپنے جان و مال سے گورنمنٹ کی اطاعت کے لیے حاضر ہیں اور اس کی مہربانیوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کوئی بات خلاف مرضی گورنمنٹ کرنا نہایت بیجا خیال کرتے ہیں اور دل سے گورنمنٹ کے مطیع ہیں۔ پس اس صورت میں ان کا حق بھی ہے کہ ان کی دردناک فریاد کی طرف گورنمنٹ عالیہ توجہ کرے۔ پھر یہ درخواست بھی کوئی ایسی درخواست نہیں جس کا صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور دوسروں کو نہیں بلکہ

ہریک قوم اس فائدہ میں شریک ہے اور یہ کام ایسا ہے جس سے مُلک میں صلحکاری اور امن پیدا ہوتا ہے اور مقدمات کم ہوتے ہیں اور بدنیت لوگوں کا مُنہ بند ہوتا ہے اور جیساکہ بیان کیا گیا ہے اس کا اثر مسلمانوں سے خاص نہیں۔ ہریک قوم پر اس کا برابر اثر ہے۔ آخر ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری اس گورنمنٹ کو ہمیشہ کے اقبال کے ساتھ ہمارے سروں پر خوش و خرم رکھے اور ہمیں سچی شکر گذاری کی توفیق دے۔ اور ہماری محسن گورنمنٹ کو اس مخلصانہ اور عاجزانہ درخواست کی طرف توجہ دلادے۔ کہ ہریک توفیق اسی کے ارادہ اور حکم سے ہے۔ آمین۔

الملتمسین

اہل اسلام رعایا گورنمنٹ جن کے نام علیحدہ نقشوں میں درج ہیں

(مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء)

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

(یہ اشتہار آریہ دھرم طبع اوّل کے آخر چار صفحات پر مشتمل ہے)

☆ ☆ ☆

(۱۳۷)

باعث تالیف آریہ دھرم وست بچن

یہ بات ہر یک کو معلوم ہے کہ ہم برسوں تک آریوں کے مقابل پر بالکل خاموش رہے۔ قریباً چودہ برس کا عرصہ ہو گیا کہ جب ہم نے پنڈت دیانند اور اندرمن اور کنہیالال کی سخت بدزبانی کو دیکھ کر اور ان کی گندی کتابوں کو پڑھ کر کچھ ذکر ہندوؤں کے وید کا براھین احمدیہ میں کیا تھا۔ مگر ہم نے اس کتاب میں بجز واقعی امر کے جو ویدوں کی تعلیم سے معلوم ہوتا تھا، ایک ذرہ زیادتی نہ کی، لیکن دیانند نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں اور اندرمن نے اپنی کتابوں میں اور کنہیالال نے اپنی تالیفات میں جس قدر بدزبانی اور اسلام کی توہین کی ہے، اس کا اندازہ ان لوگوں کو خوب معلوم ہے جنہوں نے یہ کتابیں پڑھی ہونگی۔ خاص کر دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں وہ گالیاں دیں اور سخت زبانی کی جن کا مرتکب صرف ایسا آدمی ہو سکتا ہے جس کو نہ خدا تعالےٰ کا خوف ہو، نہ عقل ہو، نہ شرم ہو، نہ فکر ہو، نہ سوچ ہو۔ غرض ہم نے ان سفلہ مخالفوں کے افتراؤں کے بعد صرف چند ورق براہین میں آریوں کے خیالات کے بارہ میں لکھے۔ اور بعد ازاں ہم باوجودیکہ لیکھرام وغیرہ نے اپنی ناپاک طبیعت سے بہت سا گند ظاہر کیا اور بہت سی توہین مذہب کی کی، بالکل خاموش رہے۔ ہاں سرمہ چشم آریہ اور شحنہ حق جن کی تالیف پر نو برس گذر گئے، آریوں کی ہی تحریک اور سوالات کے جواب میں لکھے گئے۔ چنانچہ سرمہ چشم آریہ کا اصل موجب منشی مرلیدھر آریہ تھے۔ جنہوں نے بمقام ہوشیارپور کمال اصرار سے مباحثہ کی درخواست کی۔ اور سرمہ چشم آریہ درحقیقت اس سوال و جواب کا مجموعہ ہے جو مابین اس عاجز اور منشی مرلیدھر کے مارچ ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ پھر ان کتابوں کی تالیف کے بعد آج تک ہم خاموش رہے اور چودہ[۱۴] برس سے آجتک یا اگر ہوشیارپور کے مباحثہ سے حساب کرو تو نو[۹] برس سے آجتک ہم بالکل چُپ رہے۔ اور اس عرصہ میں طرح طرح کے گندے رسالے آریوں کی طرف سے نکلے اور گالیوں سے بھری ہوئی کتابیں اور اخباریں انہوں نے شائع کیں۔ مگر ہم نے بجز اعراض اور خاموشی کے اور کچھ بھی کارروائی نہیں کی۔ پھر جب آریوں کا غلو حد سے بڑھ گیا اور ان کی بے ادبیاں انتہا تک پہنچ گئیں تو اب یہ رسالہ آریہ دھرم لکھا گیا۔

ہمارے بعض اندھے مولوی جو ہر ایک بات میں ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں اور آریوں اور عیسائیوں کو بالکل معذور سمجھ کر ہر یک سخت زبانی ہماری طرف منسوب کرتے ہیں ان کو کیا کہیں اور ان کی نسبت کیا لکھیں۔ وہ تو بخل اور حسد کی زہر سے مر گئے۔ اور ہمارے بغض سے اللہ اور رسولؐ کے بھی دشمن ہو گئے۔ اے سیاہ دل لوگو! تمہیں صریح جھوٹ بولنا اور دن کو رات کہنا کس نے سکھایا۔ گو یہ سچ ہے کہ ہم نے براہین میں ویدوں کا کچھ ذکر کیا۔ مگر اس وقت ذکر کیا کہ جب دیانند ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ستیارتھ پرکاش میں صدہا گالیاں دے چکا اور اسلام کی سخت توہین کر چکا اور ہندو بچے ہر یک گلی کوچہ میں اسلام کے مُنہ پر تھوکنے لگے۔ پس کیا اس وقت واجب نہ تھا کہ ہم بھی کچھ ویدوں کی حقیقت کھولیں اور آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ[1] پر عمل کر کے اپنے مولیٰ کو راضی کریں۔ اور پھر اس وقت سے آج تک ہم خاموش رہے، لیکن آریوں کی طرف سے اس قدر گندی کتابیں اور گندی اخباریں توہین اسلام کے بارے میں اس وقت تک شائع ہوتیں کہ اگر ان کو جمع کریں تو ایک انبار لگتا ہے یہ کیسا خبث باطن ہے کہ مسلمان کہلا کر پھر ظلم کے طور پر ان لوگوں کو ہی حق بجانب سمجھتے ہیں جو سالہا سال سے ناحق شرارت اور افتراء کے طور پر اسلام کی توہین کر رہے ہیں۔

اے مولویت کے نام کو داغ لگانے والو!!! ذرا سوچو کہ قرآن میں کیا حکم ہے۔ کیا یہ روا ہے کہ ہم اسلام کی توہین کو چپکے سنتے جائیں۔ کیا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالی جائیں اور ہم خاموش رہیں۔ ہم نے برسوں تک خاموش رہ کر بھی دیکھا۔ ہم دُکھ دیئے گئے اور صبر کرتے رہے مگر پھر بھی ہمارے بدگمان دشمن باز نہ آئے۔ اگر تمہیں شک ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے ہی عیسائیوں اور آریوں کو توہین مذہب کے لیے برانگیختہ کیا ہے۔ ورنہ یہ بیچارے نہایت سلیم المزاج اور اسلام کی نسبت خاموش تھے۔ بے ادبی اور توہین نہیں کرتے تھے اور نہ گالیاں نکالتے تھے تو آئندہ ایک جلسہ کرو۔ پھر اگر یہ ثابت ہو کہ زیادتی ہماری طرف سے ہے اور ابتداء سے ہم ہی محرک ہوئے اور ہم نے ہی ان لوگوں کے بزرگوں کو ابتداءً گالیاں دیں تو ہم ہر ایک سزا کے سزاوار ہیں، لیکن اگر اسلام کے دشمنوں کا ہی ظلم ثابت ہو تو ایسے خبیث طبع مولویوں کو کسی قدر سزا دینا ضروری ہے جو ہماری عداوت کے لیے اسلام کو درندوں کے آگے پھینکتے ہیں۔ ہر یک امر کی حقیقت تحقیقات کے بعد کھلتی ہے۔ اگر سچے ہیں تو ایک جلسہ کریں پھر اگر ہم کاذب نکلیں تو بیشک ہندوؤں اور عیسائیوں کی تائید میں ہماری کتابیں جلا دیں اور ہرگز ایسا جلسہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان لعنتی لوگوں کے اب دل مجذوم ہو گئے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ محض افتراء کے طور پر بخل کے تقاضا سے ان کی مُنہ سے یہ باتیں نکل رہی ہیں۔ لیکن باوا نانک صاحب کے بارہ میں جو ہم نے رسالہ ست بچن لکھا ہے اس میں ہم نے باوا صاحب کی نسبت کوئی توہین کا لفظ استعمال نہیں

[1] الشوریٰ : ۴۰

کیا۔ بلکہ ہمارا یہ رسالہ اُن کی تعریف اور توصیف سے بھرا ہوا ہے اور ہم ایسے نیک منش اور قابلِ تعریف انسان کی مذمت کرنا سراسر خبث اور ناپاکی کا طریق جانتے ہیں۔ اور ہماری رائے ان کی نسبت یہی ہے کہ وہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جن پر خدا تعالیٰ کے برکات نازل ہوتی ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھُدٰی

الراقم خاکسار غلام احمد

(یہ اشتہار آریہ دھرم وست بچن طبع اوّل کے ٹائٹیل کے آخری دو صفحوں پر ہے)

---

(۱۳۸)

قابل توجہ ناظرین[1]

اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اُسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اُس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے اور آنحضرتؐ کے بارے میں پیشگوئی کی تھی بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹمار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذّب تھا اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لیے ہمیں تعلیم نہیں دی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے حق میں صاف فرمادیا ہے کہ اگر کوئی انسان ہو کر خدائی کا دعویٰ کرے تو ہم اس کو جہنّم میں ڈالیں[2] گے۔ اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسُوع کے ذکر کرنے کے وقت اُس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی اگر نابینا نہ ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ اور اگر نیک اور ایماندار ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں۔

---

[1] (یہ اعلان آریہ دھرم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان طبع اوّل کے ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے)

[2] وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔
الانبیاء : ۳۰

٭ ٭ ٭

(۱۳۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

انما الاعمال بالنیات

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ بٹالہ نے ہمارے اس خط کے جواب میں جو ہم نے ۲۲؍ستمبر ۱۸۹۵ء کو بمراد دستخط کرانے مسلمانوں کے درخواست توسیع دفعہ ۲۹۸ پر معہ درخواست مذکور کے شائع کیا تھا اور مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں بھی اس غرض کے لیے رجسٹری کرا کر بھیجا گیا تھا۔ آپ نے ایک مختصر رسالہ میں جو زرد کاغذ پر چھپا ہے بڑی مضبوطی اور استقلال سے یہ وعدہ کیا ہے کہ "اس خدمت کا بیڑا اُٹھانے کے لیے ہم حاضر ہیں[1] بشرطیکہ آپ اپنا قدم بیچ سے نکال دیں اور اپنا اور اپنے گروہ کا استعفاء بذریعہ اخبارات و اشتہارات مشتہر کر دیں۔ پھر دیکھیں بندہ اس کام کو کیونکر بجا لاتا ہے۔ آپ علیحدہ ہو جائیں۔ پھر اس کام کا حُسن انجام ملاحظہ فرمائیں۔" یہ ان کی عبارت ہے

---

[1] نوٹ :۔ یہ رسالہ مولوی محمد حسین صاحب کا فضل الٰہی چٹھی رساں کی معرفت ہم کو ملا۔ مولوی صاحب نے اپنے اس چوورقہ رسالہ میں جو میری طرف بھیجا اپنے ہی ہاتھ سے ۲۰ غلطیاں نکال کر نہایت بدشکل کر دیا۔ عربی لفظوں کی غلطیوں میں تو خیر معذور تھے۔ مگر ساتھ اس کے اردو کی غلطیاں بھی جائے تعجب ہے۔ اب بہتر ہے کہ اس رسالہ کو وہ دوبارہ چھپوا دیں تا کہ کسی کو بدظنی کا موقعہ نہ ملے۔ مولوی صاحب کو لفظی غلطیاں تو رسالہ کے چھپنے کے بعد یاد آ گئیں مگر اس درایت کی غلطی پر وہ مطلع نہ ہو سکے، کہ فاحسن معہم کے معنے اُلٹے سمجھ لیے۔ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کو نیکی سے ہٹا کر ان کے کام کی آپ خواہش کریں یا یہ کہ وہ بھی کریں اور آپ بھی اُن کے شریک ہو جائیں۔ منہ ؁

جس کو انہوں نے بڑے پُر زور وعدہ کے ساتھ شائع کیا ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بندہ ایسے کام پہلے کر چکا ہے اور اس کی قومی خدمات گورنمنٹ اور قوم میں مسلّم ہیں۔ اور سپریم گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹوں تک عزت و اعتبار کے ساتھ رسائی ہے۔ اور اس کی گذارشیں مؤدبانہ کو گورنمنٹ عزت و اعتبار کی نگاہ سے دیکھتی اور سُنتی ہے۔ اس تمام تحریر پر مَیں نے غور کی اور ایک عمیق فکر کے بعد میرے دل نے یہی فتویٰ دیا کہ چونکہ ہماری جماعت ابھی بہت تھوڑی ہے اور اکثر لوگ ان مولوی صاحبوں کے ایسے مسخر ہیں کہ ہماری سیدھی بات بھی ان کی نظر میں اُلٹی معلوم ہوتی ہے اور ہمارا قدم درمیان آنے سے ایک ایسی کراہت دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر وہ کام کرنا بھی ہو تب بھی ہرگز نہ کریں۔ اس لیے اگر یہ کام ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جس کی تجویزات سے قوم کو کراہت نہ ہو تو ہمارا مدعا جو خدمت دین متین ہے بہر حال حاصل ہے اور تازہ تجربہ نے اس بات کی طرف اَور بھی توجہ دلائی۔ کیونکہ میں نے اس کام کے لیے کسی قدر سخت الفاظ سے طبیعتوں کو جوش بھی دلایا اور کسی قدر درشتی بھی اپنے خط اور کارڈ میں جو اس بارہ میں چھاپا گیا۔ استعمال کی، مگر اکثر لوگوں نے مجھ سے اور میرے کام سے ایسی نفرت ظاہر کی کہ بجز انکار یا گالیوں کے اور کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ ہاں مَیں اس وقت شکر کے ساتھ مولوی تلطّف حسین صاحب دہلوی اور مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی مصنّف تفسیر حقانی اور شیخ حاجی عبد الرحیم صاحب انبالوی شافعی المذہب اور مولوی محمّد بشیر صاحب بھوپالوی اور شیخ حسین عرب صاحب یمانی ثم بھوپالوی کا ذکر کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی سعادت فطرت اور جوش حمیت اسلام اور محبت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے نقشہ منسلکہ درخواست پر اپنے اپنے دستخط کر کے میرے پاس بھیج دیئے۔ سو مَیں اُن کا تہ دل سے شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے باوجود بعض مسائل کی مخالفت کے پھر میرے پر ثابت کیا کہ وہ درحقیقت اللہ جلشانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیرت رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو اس کا اجر بخشے اور ان کے اس عمل کو قبول فرماوے۔ ایسا ہی مولوی امیر حسین صاحب متوطن بھیں ضلع جہلم نے وعدہ کیا اور لکھا کہ میں بھی اپنے دستخط اور بہت سے لوگوں کے دستخط کرا کر بھیجوں گا مگر ابھی ان کی کارروائی میرے پاس نہیں پہنچی۔ خدا اُن کو بھی اس کا بہت اجر دے۔ آمین

بہر حال اب تک دو ہزار پچہتر ۲۰۷۵ دستخط اکثر معزز لوگوں کے ہو کر میرے پاس پہنچے جن میں بعض علماء اور بعض رئیسان پنجاب ہندوستان اور بعض عہدہ داران تحصیلدار وغیرہ اور بعض انگریزی دفتروں کے کلرک و ہیڈ کلرک اور بعض وکلاء اور مختار کاران اور بعض نامی تاجران پنجاب و ہندوستان ہیں، اس کام میں وہ بڑے صدق سے پیش قدم ہوئے، خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ غرض اس کارروائی کے لیے پشاور اور حیدر آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور اٹاوہ اور مدراس وغیرہ بلاد ہندوستان اور پنجاب میں اس

عاجز کے مخلص سرگرمی سے کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہر روز اُن کی کارروائی کے نقشے پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے سب دوستوں کو اپنی خاص رحمتوں سے متمتع فرماوے۔ اور مَیں اس وقت نواب محسن الملک سیّد مہدی علیخاں صاحب مقیم علیگڑھ کے تلطّف اور مہربانی کا بھی شکر کرتا ہوں کہ انہوں نے بھی اس موقعہ پر نہایت ہمدردی سے خط لکھا۔ اور ان کے خط سے مترشح ہوا کہ وہ کثرت رائے اور اجتماع اہلِ بصیرت کے بعد دستخط کرنے کو تیار ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں بہت ہی اُمید دلائی کہ وہ کسی طرح ہمدردی دینی سے دریغ نہیں کریں گے۔ غرض ہماری کارروائی اس حد تک پہنچی تھی۔ اور ابھی پشاور اور کلکتہ اور مدراس اور بمبئی اور حیدر آباد کے دوستوں کی کارروائی ہمیں موصول نہیں ہوئی تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب نے ۱۲؍ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنا رسالہ ایک چٹھی رساں کے ہاتھ بھیج دیا۔ اس رسالہ میں بہت زور کے ساتھ مولوی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ کام فقط مجھ سے ہی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوگا کسی دوسرے سے نہیں۔ تب مَیں نے خیال کیا کہ شاید یہ دعویٰ صحیح ہو کیونکہ مولوی صاحب موصوف ایک گروہ کثیر کے ہم خیال ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس قانون کے پاس کرانے کے لیے جس میں پاس کے بعد فریق مخالف اسلام پر نہایت مشکلات پڑیں گے اور جہانتک ممکن ہوگا زور لگائیں گے کہ گورنمنٹ کو اس قانون کے پاس کرنے سے روک دیا جاوے۔ وجہ یہ کہ اس سے ان کی پُرخیانت کارروائیاں یک لخت بند ہو جائیں گی۔ لہٰذا اس وقت وہ طریق اختیار کرنا مناسب ہے جس طریق سے ایسی درخواست پر لاکھوں دستخط ہو جائیں۔ اگرچہ مجھے اپنے دوستوں کی کوششوں پر نظر کر کے حق الیقین کی طرح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہماری سعی اور جہد سے کم سے کم پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار کے قریب دستخط ہو جائیں گے اور بڑی آسانی سے ہو جائیں گے کیونکہ نہایت زور شور سے یہ کارروائی شروع ہے، لیکن جب مَیں غور کرتا ہوں کہ یہ کس مرتبہ کی درخواست ہے اور اسلام کے لیے کیسے اعلیٰ نتائج اس میں مخفی اور مستور ہیں اور دینی مخالفوں کے لیے قانون پاس ہونے کی حالت میں کیا کیا ناکامیاں اور نامرادیاں دامنگیر ہونے والی ہیں تو میرا دل یہ قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ کم سے کم ایسے دستخط دس لاکھ سے کم نہ ہوں اور کچھ شک نہیں کہ علماء اور مولوی صاحبوں کے دستخط ایسی درخواست پر بہت ہی مؤثر ہو نگے کیونکہ گورنمنٹ جانتی ہے کہ مذہبی امور کے بہت سے مصالح کی لگام انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں ایسی درخواست کو ایک واجب درخواست بنانے کے لیے ایسے قانون دانوں کے دستخط بھی ضرور ہونے چاہئیں جو نامی وکلاء اور بیرسٹر ہوں۔ تا گورنمنٹ کو درخواست پر غور کرنے کے لیے ان لوگوں کے دستخط بطور مؤید کے ہو جائیں، لیکن چونکہ یہ کام بہت عظیم الشان ہے اور مولوی صاحبوں کا کسی طرح سے یہ منشا نہیں کہ یہ کام ہمارے ہاتھ سے ہو اس لیے امرتسر کے مولوی صاحبوں نے ہماری وجہ سے اس کام کو فضول

اور غیر مفید ٹھہرایا۔ اور بہتوں نے مجھے یہ بھی کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا فتنہ پادریوں اور آریوں سے زیادہ ہے اور جا بجا اشتہار شائع کر کے اس کارروائی کو روکنا چاہا اور میرے کینے سے روا رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ وہ ناجائز افتراء ہوتے رہیں۔ جو مومنوں کے دلوں کو پاش پاش کرتے ہیں۔ جیسا ابھی پادری ٹی ویمس ریواڑی نے وہ افتراء کیا اور وہ گندی گالیاں دیں کہ کسی ادنیٰ حیثیت کے آدمی کو بھی نہیں دی جاتیں۔ پس میں نے سوچا کہ چونکہ مولویوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی کچھ بھی پروا نہ کرنا دراصل میرے ہی کینہ کی وجہ سے ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کی معصیت میں مَیں بھی شریک سمجھا جاؤں۔ اس لیے میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی درخواست پر اس کام سے اپنے تئیں علیحدہ کرنا مناسب سمجھا کیونکہ دراصل ان علماء کی لاپروائی اور سخت دلی کا باعث میرا ہی وجود ہے اور میرے کینے سے یہ روا رکھا جاتا ہے کہ جو کچھ مخالف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں، وہ دیتے رہیں بلکہ ان کو معذور اور ناقابل الزام ٹھیرایا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں اگر میرا قدم درمیان نہ ہونے سے مولوی صاحبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ غیرت دکھلاویں اور اس گناہ سے اپنے تئیں بچالیں جو میری وجہ سے جھوٹے بہانوں کے ساتھ اُنکو اختیار کرنا پڑا۔ تو یقین ہے کہ مجھے اس سے ثواب ملے گا۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور دین اسلام کی حمایت کے لیے ایک کام انجام دیا جاوے۔ سو مناسب نہیں کہ میری وجہ سے وہ کام حیّز التواء میں رہ جاوے۔ اگرچہ میرا دل دینی خدمت سے استعفاء نہیں دیتا۔ اور اللہ جلّشانہ اور رسول اللہ صلعم کے راہ میں فدا ہے اور ہوگا جب تک کہ مَیں اس جہان سے گذر جاؤں۔ وَوَاللّٰہِ اِنَّ حَیَاتِیْ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ لیکن میری اس میں کونسی کسرِ شان ہے کہ مَیں چند الفاظ سے اپنے اندرونی مخالفوں کو خوش کر کے ان کے ہاتھ سے رسول اللہ صلعم کے لیے ایسی خدمت لوں۔ اس لیے مَیں بڑی خوشی سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس چاکری کو قبول کرتے ہیں اور صدق دل سے کمر باندھنے کو تیار ہیں تو مَیں اس کام اور شغل سے اپنے تئیں فارغ کرتا ہوں۔ اور آپکے وعدے پر بھروسہ کر کے میری طرف سے یہی تحریر بطور استعفاء ہے۔ سو یاد رہے کہ ہم اپنا اور اپنے گروہ کا استعفاء اس شرط سے پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے وعدہ کو پورا کریں۞۔ اور ہمیں کسی ناموری کی ہوس نہیں اور نہ کسی شکر کی خواہش۔ صرف یہ خواہش ہے کہ آپ سادگی اور نیک نیتی سے ہماری اس تحریر کو قبول کر کے جلد کام میں لگ جائیں کہ عمر کا اعتبار نہیں۔ اب ایسا ہی ہوگا کہ یہ درخواست ہماری یا ہمارے گروہ کی کسی شخص کی طرف

۞ حاشیہ: مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے جو کچھ آخر کو کرنا ہے وہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے مگر بالفعل تو انہوں نے ہمارے چلتے کام کو روک دیا۔ اس بات کے اظہار کی کچھ حاجت نہیں کہ بڑے زور سے یہ کارروائی

سے گورنمنٹ میں بھیجی نہیں جائے گی اور ہماری جماعت کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوگا۔آپ کا دعویٰ ہے کہ ایسے کاموں کے لیے میرے اوقات وقف ہیں اور گورنمنٹ سے میرے محکم تعلقات ہیں۔ سو ہمیں اس روز بہت خوشی ہوگی جب آپ کا یہ قول مقرونِ عمل سمجھا جائے گا اور اس سے زیادہ اس دن جب آپ کی یہ محنت حسب مراد پھل لائے گی۔اب جہانتک الفاظ تھے میں اپنی بے تعلقی اور اپنی جماعت کی بے تعلقی کے اظہار میں ادا کر چکا۔باقی رہا آپ کا اپنی اس تحریر میں بھی مجھے دجال کہنا، شیطان اور کافر کے نام سے موسوم کرنا۔سو میں اس وقت ان باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتا اور نہ سختی کے مقابل پر سختی کرنا چاہتا ہوں۔کیونکہ میں نے یہ خط محض جناب مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور سچائی اور بزرگی کی حمایت کی نیت سے لکھا ہے۔اور اس وقت اگر میری نظر کے سامنے کسی کی سخت باتیں اور دشنام دہی ہے تو پادری ٹی ولیمس اور عماد الدین وغیرہ اور پادری فتح مسیح کی وہ گالیاں ہیں جو انہوں نے ہمارے سید و مولیٰ سید المطہرین رسول اللہ صلعم کے حق میں نہایت مکروہ الفاظ میں لکھی ہیں پادری فتح مسیح کا خط اس وقت میرے سامنے پڑا ہے جس میں اس ناپاک طبع نے لکھا ہے کہ نعوذ باللہ وہ شخص یعنی آنحضرت ایک زانی آدمی تھا اور اس کے اعتراضات کا ردّ رسالہ نور القرآن میں لکھ رہا ہوں

تمام پنجاب اور ہندوستان میں چل رہی تھی۔چنانچہ آج کی تاریخ ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء تک دستخط کرنے والوں کا عدد دو ہزار پچھتر تک پہنچ گیا۔یہ لوگ کچھ عوام الناس میں سے نہیں۔بلکہ گورنمنٹ کے معزز عہدہ دار اور وکلاء اور مختار کاران اور رئیسان پنجاب و ہندوستان و معزز سوداگر اس میں بکثرت داخل ہیں اور ابھی بہت سے شہر باقی ہیں۔جن سے دستخط ہو کر واپس نہیں آئے۔اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اس کام کے وقت بھی اپنی معمولی درندگی کو نہیں چھوڑا بلکہ سبّ و شتم کے الفاظ زور سے ظاہر کئے مگر ہم نہیں چاہتے کہ اس وقت اپنے بدگو کو بدگوئی سے یاد کر کے ایک اور بحث شروع کر دیں۔یہ لطف و نرمی اور مدارات کا وقت ہے۔ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص ہماری عداوت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں دریغ کرے۔ہماری سب عزتیں اللہ اور رسولؐ کے راہ میں قربان ہیں۔اگر کسی نے ہمیں دجال کہا یا شیطان کہا یا کافر کہا تو اگر ہم فی الحقیقت ایسے ہی ہیں۔تو ایسے شخص کو ثواب کا مستحق سمجھنا چاہیئے لیکن اگر اس عالم الغیب کے نزدیک جس کی دلوں پر نظر ہے، اصلی واقعات اس کے برخلاف ہیں تو وہ ایسے شخص کو جو مومن کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور اپنے معاندانہ اصرار سے باز نہیں آتا، بے سزا نہیں چھوڑیگا۔بیشک ریاکار شیطانی اغراض والے جو اپنے تئیں نیک اور اہل اللہ ظاہر کرتے ہیں۔اور اپنے کاموں میں دجل اور تلبیس رکھتے ہیں عند اللہ کتوں سے بدتر ہیں اور ان کا انجام برا ہوتا ہے کیونکہ

ایسا ہی اس وقت پادری ٹی ولیمس ریواڑی کا رسالہ میری نظر کے سامنے موجود ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ نعوذ باللہ ’’وہ شخص یعنی آنحضرت سرغنہ ڈکیتی، دغاباز، زینب کا عاشق تھا جس نے زینب کو دیکھ کر بدخواہش کی، چوری کرانے والا۔ ڈکیتی کرانے والا بُت پرست، ناحق کا خون کرنے والا تھا۔ مرتے دم تک ڈکیتی اور لوٹ مار اس کا طریق رہا‘‘ اب جب یہ گالیاں اس پاک کو دی جاتی ہیں جو تمام پاکوں کا سردار ہے پھر اگر اس پُرظلمت زمانہ میں مجھ کو بھی کسی نے دجال کہا یا شیطان کہا تو مَیں کیا افسوس کروں۔ ان ہزاروں پتھروں میں سے جو اس پاکوں کے سردار پر پھینکے جاتے ہیں، اگر ایک دو پتھر میرے پر بھی پھینکے گئے تو مجھے فخر کرنا چاہیئے کہ ظلمت نے مجھ سے بھی دشمنی کی جیسا کہ اس نُور سے دشمنی کی۔ مگر مجھے امرتسر کے مولویوں پر سخت افسوس ہے جنہوں نے واشگاف لکھ دیا ہے کہ یہ گالیاں تمہاری گالیوں سے کچھ بڑی نہیں۔ افسوس کہ اگر یہ گالیاں ان کے باپ یا ماں کو دی جائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں تو کب کے عدالتوں میں استغاثہ کرنے کے لیے دوڑتے ہائے افسوس یہ دِل کیسے پتھر ہو گئے۔

اور آپ نے جو میرے حق میں گورنمنٹ کے باغی ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے یہ شاید اس لیے کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ نالش اور استغاثہ کرنے کی میری عادت نہیں ورنہ آپ ایسے صریح جھوٹھ سے ضرور بچتے جس میں قانونی گرفت کے نیچے ایسا مدعی آسکتا ہے۔ آپ نے ایک واہیات بات بنا رکھی ہے کہ ہشت سالہ پیشگوئی ایسی تھی۔ مگر آپ قانونی مواخذہ سے نہیں ڈرتے۔ کیا آپ کی یہی دیانت ہے کہ اس بارہ میں نہ آپ نے کوئی میری تحریر دیکھی اور نہ تقریر سُنی۔ ناحق ایک غلط اور بے اصل خیال دل میں جما لیا میں آپ کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ گو آپ کی گورنمنٹ سے کیسی ہی محبت اور اُلفت کے تعلقات ہوں تاہم ضرور افتراؤں سے ڈرا کریں کہ یہ باتیں جو آپ کے مُنہ سے نکلتی ہیں آپ کے لیے سخت خطرناک ہیں۔ مَیں گورنمنٹ عالیہ انگریزی کا دل سے خیر خواہ ہوں اور وہ خیر خواہی جو مال اور جان اور قلم

بقیہ حاشیہ

وہ ضلالت کو شائع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دراصل کوئی ایسا نہ ہو اور صرف سمجھوں کا پھیر ہو تو کیا خدائے کریم اس کو ضائع کر دے گا، ہرگز نہیں بلکہ جو حالات کسی شخص کے اس غیب دان کے نزدیک محقق ہیں وہ انہیں کے لحاظ سے اس کے ساتھ معاملہ کریگا۔ کیونکہ انجام کار ان کے لیے ہے۔ جو اس کے ہیں۔ سو یہ باتیں اس وقت تذکرہ کے لائق نہیں۔ صرف ہم مولوی صاحب کی خدمت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ اپنی کسل اور غفلت سے ہماری ان تمام کارروائی کو مسمار نہ کر دیں بلکہ سارے دل اور ساری جان سے کوشش کریں تا اسی نام کے لائق ٹھہریں جس نام کے حاصل کرنے کا انہوں نے ارادہ کیا ہے اور اس سے ڈریں کہ انجام کار منصف لوگ ان کا کوئی اَور نام نہ رکھ دیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ منہ

سے مجھ سے اور میرے بزرگوں سے گورنمنٹ ممدوحہ کی نسبت ظہور میں آئی، اگر آپ کے وجود اور آپ کے بزرگوں کے وجود میں کوئی شخص اس کا نمونہ تلاش کرنا چاہے تو تضیع اوقات ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خیر خواہی ہوگی کہ مَیں سچے دل سے نہ منافقانہ طور پر اس گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا گناہ سمجھتا ہوں اور اس بات کو فرض جانتا ہوں کہ اس کی شکر گذاری کی جائے۔ اور اس کی خدمت گذاری میں قصور نہ کریں اور اس کی اطاعت میں دریغ نہ کریں۔ اور میں آپ کی طرح کسی خونی مہدی کا منتظر بھی نہیں تا گورنمنٹ کی نظر میں میرے اصول خطرناک ہوں۔ آپ لوگ جو دلوں میں خیالات رکھتے ہیں اس دانا گورنمنٹ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ لوگوں کے عقیدے کچھ چھپے ہوئے نہیں۔ مگر مَیں تو ایسے عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہوں کہ کسی وقت بھی اس مُحسن گورنمنٹ کی نسبت کوئی بغاوت کا ارادہ مخفی طور پر بھی دل میں رکھا جاوے۔ کئی ہزار روپیہ کی کتابیں اس غرض کے لیے شائع کر چکا ہوں کہ تا لوگ اس غلطی سے بچ جائیں کہ ناحق اس گورنمنٹ کو غیر مذہب کی گورنمنٹ تصور کرکے درندگی اور خونخواری کے خیالات ظاہر کریں اور ہر وقت یہی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں سچی محبت اس گورنمنٹ کی پیدا ہو۔ بیشک میں جیسا کہ میرے خدا نے میرے پر ظاہر کیا صرف اسلام کو دُنیا میں سچا مذہب سمجھتا ہوں، لیکن اسلام کی سچی پابندی اسی میں دیکھتا ہوں کہ ایسی گورنمنٹ جو درحقیقت محسن اور مسلمانوں کے خون اور آبرو کی محافظ ہے اس کی سچی اطاعت کی جائے میں گورنمنٹ سے ان باتوں کے ذریعہ سے کوئی انعام نہیں چاہتا۔ مَیں اُس سے درخواست نہیں کرتا کہ اس خیر خواہی کی پاداش میں میرا کوئی لڑکا کسی معزّز عہدہ پر ہو جائے۔ یہ میرا ایک عقیدہ ہے جو سچائی اور شکر گذاری کی پابندی سے رکھتا ہوں نہ کسی اور غرض سے میری رائے قدیم سے گورنمنٹ کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کی۔ سو تم خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ اور ناحق کی تہمتیں مت لگاؤ کہ یہ دنیوی زندگی معہ اپنے تمام لوازم کے بہت جلد ختم ہو جائیگی۔ اور جلد تر ایک تبدیلی ہو کر دوسرے عالم میں پہنچائے جاؤ گے اور اس سچے حاکم کی جناب میں پیش کئے جاؤ گے جس کی دلوں اور جانوں پر حکومت ہے۔ سوچو اور خوب سوچو کہ عنقریب اس ذات سے معاملہ ہے جو دلوں کے مخفی در مخفی بھیدوں کو جانتا ہے۔ ولمقت اللّٰہ اکبر من مقتکم لو کنتم تعلمون۔

خدا تعالیٰ ہدایت دے اور وہ باتیں الہام کرے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آمین

نوٹ: میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کرکے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید میں شائع کیں ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی۔ باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گذاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں جو انصاف کی رو سے اعتقاد تھا۔ وہ ظاہر کر دیا۔ منہ

بالآخر مَیں اپنے دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ مَیں نے محض للہ مولوی محمد حسین صاحب کے مواعید پر نظر کرکے اپنے مخلصوں کے دستخطوں کی اور درخواست کے بھیجنے کی کارروائی سے اپنے تئیں الگ کر لیا ہے۔ آپ صاحبان رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ ہمارے کام خدا تعالیٰ کے لیے ہیں اور چاہیئے کہ آپ لوگ ان کی منشاء کے موافق اس کارروائی سے الگ ہو جاویں۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہی شرط ہے کہ ہم بالکل اس کام سے الگ ہو جاویں اور اگر اسی طور سے آنحضرت صلعم کی حفظ عزت کے لیے احسن طور پر قانونی وسائل پیدا ہو جاویں تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس کے مخالف کوئی حرکت کریں اور کام کے خارج ہوں۔ آپ لوگوں کو خدا تعالےٰ بیشک سعی اور نیت کا اجر دے گا۔ واللہ لا یضیع اجر المحسنین

۱۲ ر اکتوبر ۱۸۹۵ء   راقم

خاکسار غلام احمد قادیانی

التماس بخدمت صاحبان اخبار

ہم اسلام کے سچے ہمدرد اور شریف اہل اسلام اڈیٹران اخبار کی للّٰہی ہمتوں سے اُمید رکھتے ہیں کہ اس خط کو اپنے اپنے اخبار میں چھاپ کر ثواب حاصل کریں ۞   غلام احمدؐ

نوٹ شرط یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب ماہ بماہ اپنی کارروائی شائع کرتے رہیں۔ منہ

(۱۴۰)

اشتہار کتاب ست بچن و آریہ دھرم

واضح ہوکہ پہلے اس سے جس قدر اشتہار کتاب ستؔ بچن اور آریہ دھرم[1] کی نسبت شائع ہوئے تھے وہ اس وقت لکھے گئے تھے کہ جبکہ ابھی کتاب موصوف تمام وکمال چھپی نہیں تھی۔ اور ہمارا خیال تھا کہ شاید تین یا چار جزو تک اس کتاب کی ضخامت ہو جائیگی۔ سو اسی خیال سے قیمت تھوڑی رکھی گئی تھی لیکن بعد میں کتاب ستؔ بچن بوجہ طرح طرح کے نادر اور عجیب تحقیقاتوں کے بہت بڑھ گئی۔ اور دونو کتابوں کی ضخامت دو سو صفحہ سے بھی زیادہ ہوگئی۔ اور باوا نانک صاحب کی صحیح صحیح سوانح کے متعلق بڑی محنت ہمیں اُٹھانی پڑی اور اپنے دوستوں کو تحقیقات موقعہ کے لیے دُور و دراز فاصلہ کے شہروں میں بھیجنا پڑا۔ اور بعض سفر ہم نے معہ اپنی جماعت کے خود بھی کئے۔ اس لیے ست بچن کی تالیفات میں اس قدر مالی خرچ بڑھ گیا کہ اگر ہم فی نسخہ پانچ روپیہ بھی قیمت رکھتے تو اُن مصارف اور جدوجہد کے مقابل پر یہ قیمت بہت تھوڑی تھی۔ لیکن ہم نے عوام کے فائدہ کے لیے ایک ادنیٰ قیمت یعنی ڈیڑھ روپیہ قیمت مقرر کر دی ہے اور پھر زیادہ تر یہ رعایت بھی دی گئی کہ یہ قیمت دونوں رسالوں ست بچن اور آریہ دھرم کی ہے۔ مگر یاد رہے کہ اگر ایسے سکھ صاحبان جو والیؔ ریاست یا معزز جاگیردار یا امراء اور کُرسی نشینوں میں سے ہیں یا وہ تمام صاحبان جو معزز عہدوں پر یا والیٔ ملک ہیں۔ اس کتاب کو خریدنا چاہیں تو کسی صورت میں پانچ روپیہ سے کم نہیں لیے جائیں گے کیونکہ یہ قیمت چھپائی اور کاغذ وغیرہ کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایسے مصارف کے لحاظ سے ہے جو ہمیں اس تحقیق اور تفتیش میں پیش آئے۔ اور اس کتاب کے ساتھ جا بجا ہر یک موقعہ مناسب کے نقشے بھی شامل ہیں۔ اور انگریزی تحقیقاتوں کا خلاصہ انگریزی زبان میں آخر کتاب کے شامل کیا گیا ہے۔ اور بہت سے ایسے حقائق و معارف اس میں درج ہیں کہ طالب حق لوگوں کے لیے بے بہا جواہرات کے حکم میں ہیں۔ اور ایک باب میں باوا نانک صاحب کے وہ کرامات بیان کی گئی

---

[1] نوٹ:۔ کتاب ست بچن اور آریہ دھرم ایک ہی جلد میں ہے۔ علیحدہ علیحدہ فروخت نہیں ہوگی۔ منہ

ہیں۔ جن سے اُن کی قبولیت کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر شاید سکھ صاحبان اس بات کے سننے سے خوش نہ ہوں گے کہ مَیں نے بابا نانک صاحب کے مذہب کے بارے میں ان سے اتفاق نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ کامل تحقیقات نے جس طرف مجھے کھینچا، اضطراری طور پر اسی طرف مجھے جانا پڑا۔ مگر با این ہمہ مجھے بار بار اپنی کتاب میں اقرار کرنا پڑا ہے کہ درحقیقت بابا نانک صاحب ان منتخب لوگوں میں سے تھے جن کی زندگی کو عنایت الٰہی اپنے لیے خاص کر لیتی ہے۔ اور اس پاک گروہ میں سے تھے جن کے دلوں میں محبت الٰہی یوں بھر جاتی ہے جیسے ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ مَیں نے بابا صاحب کے رُوحانی کمالات کی نسبت ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے مدلّل بیانوں کا جلوہ دکھلایا ہے کہ اگر آدمی نہایت درجہ کا غبی نہ ہو تو ضرور اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ بیانات صحیح ہیں۔ اور آریہ دھرم میں ویدوں کی تعلیم کا نمونہ دکھلایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مَیں نے ہر یک امر میں صحتِ نیت اور نتائج تحقیق سے کام لیا ہے۔ اور بلاشبہ میری یہ کتاب اُن لوگوں کے لیے چشمہ آب حیات کا حکم رکھتی ہے جو سچائی کے طالب ہوں۔

المشتہر

خاکسار غلام احمدؐ

۱۵؍نومبر ۱۸۹۵ء

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) (یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر ہے)

(۱۴۱)

لایق توجّہ گورنمنٹ

چونکہ سکھ صاحبوں کے بعض اخبار نے اپنی غلط فہمی سے ہمارے رسالہ ست بچن کو ایسا خیال کیا ہے کہ گویا ہم نے وہ رسالہ کسی بدنیتی اور دلآزاری کی نیّت سے تالیف کیا ہے۔ اس لیے ہم گورنمنٹ کے حضور میں اس بات کو ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ رسالہ جو ستؔ بچن کے نام سے موسوم ہے، نہایت نیک نیتی اور پوری پوری تحقیق کی پابندی سے لکھا گیا ہے۔ اصل غرض اس رسالہ کی اُن بیجا الزاموں کا رفع دفع کرنا ہے جو آریوں کے سرگروہ دیانند پنڈت نے بابا نانک صاحب پر اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لگاتے ہیں اور نہایت نالائق لفظوں اور تحقیر آمیز فقروں میں باوا صاحب موصوف کی توہین اور تحقیر کی ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نہایت قوی اور مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ باوا صاحب اپنے کمال معرفت اور گیان کی وجہ سے ہندوؤں کے ویدوں سے بالکل الگ ہو گئے تھے اور انہوں نے دیکھا کہ جس خدا کی خوبیوں میں کوئی نقص اور کسی عیب کی تاریکی نہیں۔ اور ہر یک جلال اور قدرت اور تقدس اور کامل الوہیت کی بے انتہا چمکیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ وہی پاک ذات خُدا ہے جس پر اہل اسلام عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی کمال خدا ترسی کی وجہ سے اپنا عقیدہ اسلام ٹھہرایا۔ چنانچہ یہ تمام وجوہات ہم اس رسالہ میں لکھ چکے ہیں۔ اور ایسے واضح اور بدیہی طور پر یہ ثبوت دے چکے ہیں کہ بغیر اس کے ماننے کے انسان کو بَن نہیں پڑتا اور ماسوائے اس کے یہ رائے کہ باوا صاحب اپنی باطنی صفائی اور اپنی پاک زندگی کی وجہ سے مذہب اسلام کو قبول کر چکے تھے صرف ہماری ہی رائے نہیں بلکہ ہماری اس کتاب سے پہلے بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی یہی رائے لکھی ہے اور وہ کتابیں مدت دراز پہلے ہماری اس تالیف سے برٹش انڈیا میں تالیف ہو کر شائع بھی ہو چکی ہیں چنانچہ مَیں نے بطور نمونہ پادری ہیوز کی ڈکشنری کے چند اوراق انگریزی اس رسالہ کے آخر میں شامل کر دیئے ہیں جن میں پادری صاحب موصوف بڑے دعویٰ سے باوا صاحب کا اسلام ظاہر کرتے ہیں اور یہ ڈکشنری تمام برٹش انڈیا میں خوب شائع ہو چکی ہے۔ سکھ صاحبان بھی اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ اس صورت میں یہ خیال کرنا کہ اس رائے میں مَیں ہی اکیلا ہوں یا میں نے ہی پہلے اس رائے کا

اظہار کیا ہے، یہ بڑی غلطی ہے۔ ہاں مَیں نے وہ تمام دلائل جو دوسروں کو نہیں مل سکے۔ اِس کتاب میں اکٹھے کرکے لکھ دیئے ہیں۔ جن محقق انگریزوں نے مجھ سے پہلے یہ رائے ظاہر کی کہ باوا صاحب درحقیقت مسلمان تھے ان کے پاس کامل دلائل کا ذخیرہ نہ تھا۔ مگر میری تحقیق سے یہ امر بدیہی طور پر کُھل گیا اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ پادری ہیوز کی اس رائے پر جو بزبان انگریزی کتاب ہذا کے آخر میں شامل ہے توجہ فرماوے۔ اور مَیں سکھ صاحبوں سے اس بات میں اتفاق رکھتا ہوں۔ کہ بابا نانک صاحب درحقیقت خدا تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے تھے اور اُن میں سے تھے جن پر الٰہی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے صاف کئے جاتے ہیں۔ اور مَیں ان لوگوں کو شریر اور کمینہ طبع سمجھتا ہوں کہ ایسے بابرکت لوگوں کو توہین اور ناپاکی کے الفاظ کے ساتھ یاد کریں۔ ہاں مَیں نے تحقیق کے بعد وہ پاک مذہب جس سے سچے خدا کا پتا لگتا ہے اور جو توحید کے بیان میں قانون قدرت کا ہمزبان ہے، اسلام کو ہی پایا ہے۔ سو مَیں خوش ہوں کہ جس دولت اور صاف روشنی کو مجھے دیا گیا مجھ سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے باوا صاحب کو بھی وہی دولت دی۔ سو یہ ایک سچائی ہے جس کو مَیں چھپا نہیں سکتا۔ اور میں اپنا اور باوا صاحب کا اس میں فخر سمجھتا ہوں کہ یہ پاک توحید خدا کے فضل نے ہمیں دی۔

خاکسار

غلام احمد قادیانی

۲۰ نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار ست بچن آریہ دھرم طبع اول کے ٹائٹل پر ہے)

---

(۱۴۲)

کتاب ست بچن کا تھوڑا سا مضمون نمونے کے طور پر

ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ کتاب ست بچن کا کسی قدر مضمون نمونے کے طور پر شائع کریں۔ تا سکھ صاحبان اور دیگر صاحبان کو کچھ حقیقت معلوم ہو۔ یہ کتاب معہ آریہ دھرم کے ۲۲۴ صفحہ کے قریب ہے اور دونوں ایک ہی جلد میں ہیں۔ اور ایک دوسری سے علیحدہ فروخت نہیں ہوگی۔ اور باوجود مصارف کثیرہ کے قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ[1] رکھی ہے۔ اس میں بہت سے معارف اور حقائق ایسے درج ہیں کہ اگر اس کے فروخت ہونے کے بعد کسی کو اس کی خوبیوں پر اطلاع ہوئی تو اُسے آہ کھینچ کر کہنا پڑے گا کہ کیوں میں نے اس کا ایک نسخہ خرید نہ لیا۔ اور جس قدر بابا نانک صاحب پر آریوں نے جھوٹے الزام لگاتے ہیں اور جس قدر دیانند نے توہین کے ارادہ سے بابا صاحب موصوف کی نسبت بدزبانی کی ہے اُن تمام اعتراضات کا اس کتاب میں دندان شکن جواب دیا گیا ہے اور اس میں عام فائدہ کے لیے سچے مذہب کی شناخت کی علامتیں بھی لکھی ہیں۔ اور نیز مذاہب کی تنقیح اور تحقیق کے بارہ میں ایک مبسوط بیان ہے۔ غرض یہ ایک جدید طرز کی کتاب ہے جو باوا صاحب کے وفادار سکھوں کو جو پنجاب میں سترہ لاکھ سے کم نہیں ہونگے اس بزرگ خدا رسیدہ کے پیروی کے لیے بُلاتی ہے۔ اس کتاب میں بابا نانک صاحب کی بزرگیاں اور خوبیاں آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ سچے اخلاص مندوں کو لازم ہے کہ اب خریداری میں دیر نہ کریں کیونکہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ بابرکت کتاب بہت جلد فروخت ہوگی۔ اور جو شخص دیر کے بعد درخواست بھیجے گا۔ مجھ کو کم امید ہے کہ اس کے لیے یہ کتاب باقی رہے۔ اور اب ہم کتاب کے مضامین میں سے ایک مضمون بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

باوا نانک صاحب پر پادریوں کا حملہ

یہ عجیب بات ہے کہ اس زمانہ کے پادری جس قدر دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرنے کے لیے اپنا وقت اور اپنا مال خرچ کر رہے ہیں اس کا کروڑواں حصہ بھی اپنے مذہب کی آزمائش اور تحقیق میں خرچ نہیں کرتے۔ حالانکہ جو لوگ ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور خدائے ازلی ابدی غیر متغیّر قدوس پر یہ

[1] اس کتاب کے ساتھ معیار المذاہب بھی شامل ہے

مصیبت روا رکھتے ہیں کہ وہ ایک عورت کے پیٹ میں نو مہینہ تک بچہ بن کر رہا اور خون حیض کھاتا رہا اور انسانوں کی طرح ایک گندے راہ سے پیدا ہوا۔ اور پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا، ایسے قابل شرم اعتقاد والوں کو چاہیئے تھا کہ کفارہ کا ایک جھوٹا منصوبہ پیش کرنے سے پہلے اس قابل رحم انسان کی خدائی ثابت کرتے اور پھر دوسرے لوگوں کو اُس عجیب خدا کی طرف بلاتے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کو اپنے مذہب کا ذرہ بھی فکر نہیں۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ ایک پرچہ امریکن مشن پریس لودھیانہ میں سے پنجاب ریلجس بُک سوسائٹی کی کارروائیوں کے واسطے ایم وایلی مینجر کے اہتمام سے نکلا ہے۔ جس کی سُرخی یہ ہے۔ وہ گرو جو انسان کو خدا کا فرزند بنا دیتا ہے۔ اس پرچہ میں سکھ صاحبوں پر حملہ کرنے کے لیے آو گرنتھ کا یہ شعر ابتدائی تقریر میں لکھا ہے۔

جے سو چانداَ اوگویں سورج چڑھے ہزار ایتے چانن ہُندیاں گُربن گھور اندھار

یعنی اگر سَو چاند نکلے اور ہزار سُورج طلوع کرے تو اتنی روشنی ہونے پر بھی گورو یعنی مُرشد اور ہادی کے بغیر سخت اندھیرا ہے۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ افسوس ہمارے سکھ بھائی ناحق دس بادشاہوں کو گورو مان بیٹھے ہیں اور اس ست گورو کو نہیں ڈھونڈتے جو منش کو دیوتا بنا سکتا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ "وہ ست گورو یسوع مسیح ہے جس نے اپنی جان قربان کی اور گنہگاروں کے بدلے آپ لعنتی ہوا۔ اس کے ماننے سے لوگ گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں" اور پھر سکھ صاحبوں کو مخاطب کرکے لکھتا ہے کہ جن لوگوں کو آپ اب تک گورو سمجھے بیٹھے ہیں اور اُن سے روشنی پانے کی اُمید رکھتے ہیں، وہ لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ آپ کے تاریک دل کو روشن کریں۔ ہاں اس گورو یسوع مسیح میں یہ خاصیت ہے کہ کیسا ہی دل تاریک اور ناپاک کیوں نہ ہو وہ اس کو روشن اور پاک کر سکتا ہے غرض یہ کہ تم یسوع کو خدا کرکے مان لو۔ پھر تم خاصے پاک اور پوتر ہو جاؤ گے اور سب گناہ جھڑ جائیں گے اور منش سے دیوتا بن جاؤ گے، مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر انسانوں کو ہی خدا بنانا ہے تو کیا اس قسم کے خدا ہندوؤں میں کچھ کم ہیں۔ باوا صاحب ہندوؤں کے مت سے کیوں بیزار ہوئے۔ اسی لیے تو ہوئے کہ اُن کا وید بھی فانی چیزوں کو خدا قرار دیتا ہے۔ اور پانی اور آگ اور ہوا اور سُورج اور چاند کو پرستش کے لائق سمجھتا ہے اور اس سچے خدا سے بے خبر ہے جو ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ پھر جبکہ باوا صاحب اس سچے خدا پر ایمان لائے جس کی بے مثل اور کامل ذات پر زمین و آسمان گواہی دے رہا ہے۔ اور نہ صرف ایمان لاتے بلکہ اس کے انوار کی برکتیں بھی حاصل کریں۔ تو پھر اُن کے پیروؤں کی عقلمندی سے بہت بعید ہے کہ وہ اس تعلیم کے بعد جو اُن کو دی گئی ہے پھر باطل خداؤں کی طرف رجوع کریں۔ ہندو لوگ ہزارہا برس ایسے خداؤں کی آزمائش کر چکے ہیں اور نہ سرسری طور پر بلکہ بہت تحقیق کے بعد ایسے خُدا اُن کو چھوڑنے پڑے۔

اب پھر اس جھوٹھی کیمیا کی تمنا ان کی دانشمندی سے بہت دُور ہے باوا نانک صاحب نے اس خدا کا دامن پکڑا تھا جو مرنے اور جنم لینے سے پاک ہے اور جو لوگوں کے گناہ بخشنے کے لیے آپ لعنتی بننے کا محتاج نہیں اور نہ کسی کی جان بچانے کے لیے اپنی جان دینے کی اُس کو حاجت ہے مگر ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ عیسائیوں کا یہ کیسا خدا ہے جس کو دوسروں کے چھوڑانے کے لیے بجز اپنے تئیں ہلاک کرنے کے اور کوئی تدبیر ہی نہیں سُوجھتی ۔ اگر درحقیقت زمین و آسمان کا مدبّر اور مالک اور خالق یہی بیچارہ ہے تو پھر خدائی کا انتظام سخت خطرہ میں ہے ۔ بیشک یہ خواہش تو نہایت عمدہ ہے جو انسان گناہ سے پاک ہو مگر کیا گناہ سے پاک ہونے کا یہی طریق ہے کہ ہم کسی غیر آدمی کی خودکشی پر بھروسہ رکھ کر اپنے ذہن میں آپ ہی یہ فرض کرلیں کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے ۔ بالخصوص ایسا آدمی جو انجیل میں خود اقرار کرتا ہے، جو میں نیک نہیں۔ وہ کیونکر اپنے اقتدار سے دوسروں کو نیک بنا سکتا ہے ۔ اصل حقیقت نجات کی خداشناسی اور خدا پرستی پر ہے ۔ پس ایسے لوگ جو اس غلط فہمی کے دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں جو مریم کا صاحبزادہ ہی خدا ہے ۔ وہ کیسے حقیقی نجات کی امید رکھ سکتے ہیں ۔ انسان کی عملی اور اعتقادی غلطیاں ہی عذاب کی جڑھ ہیں ۔ وہی درحقیقت خدا تعالیٰ کے غضب سے آگ کی صورت پر متمثل ہوں گی ۔ اور جس طرح پتھر پر سخت ضرب لگانے سے آگ نکلتی ہے ۔ اسی طرح غضب الٰہی کی ضرب انہیں بداعتقادیوں اور بدعملیوں سے آگ کے شعلے نکالے گی اور وہی آگ بداعتقادوں اور بدکاروں کو کھا جائیگی جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ بجلی کی آگ کے ساتھ خود انسان کی اندرونی آگ شامل ہو جاتی ہے تب دونوں مِل کر اس کو بھسم کر دیتی ہیں اِسی طرح غضبِ الٰہی کی آگ بداعتقادی اور بداعمالی کی آگ کیساتھ ترکیب پاکر انسان کو جلا دے گی ۔ اسی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے ۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ[1] یعنی جہنم کیا چیز ہے وہ خدا کے غضب کی آگ ہے جو دلوں پر بھڑکے گی یعنی وہ دل جو بداعمالی اور بداعتقادی کی آگ اپنے اندر رکھتے ہیں وہ غضب الٰہی کی آگ سے اپنے آگ کے شعلوں کو مشتعل کریں گے ۔ تب یہ دونو قسم کی آگ باہم مل کر ایسا ہی اُن کو بھسم کرے گی جیسا کہ صاعقہ گرنے سے انسان بھسم ہوجاتا ہے ۔ پس نجات وہی پائیگا جو بداعتقادی اور بدعملی کی آگ سے دُور رہے گا ۔ سو جو لوگ ایسے طور کی زندگی بسر کرتے ہیں کہ نہ تو سچے خداشناسی کی وجہ سے اُن کے اعتقاد درست ہیں اور نہ وہ بداعمالیوں سے باز رہتے ہیں ۔ بلکہ ایک جھوٹے کفارہ پر بھروسہ کرکے دلیری سے گناہ کرتے ہیں وہ کیونکر نجات پا سکتے ہیں یہ بیچارے اب تک سمجھے نہیں کہ درحقیقت ہر یک انسان کے اندر ہی دوزخ

---

[1] الھمزۃ: ۷، ۸

کا شعلہ اور اندر ہی نجات کا چشمہ ہے۔ دوزخ کا شعلہ فرو ہونے سے خود نجات کا چشمہ جوش مارتا ہے۔ اُس عالم میں خدا تعالیٰ یہ سب باتیں محسوسات کے رنگ میں مشاہدہ کرا دے گا اگر عیسائیوں کو اس سچے فلسفہ کی خبر ہوتی تو مارے شرمندگی کے کسی کو مُنہ نہ دکھا سکتے۔ ہزاروں فسق و فجور اور مکر اور فریب کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ ہم گناہ سے پاک ہو گئے ہیں عجیب قسم کی چالاکی ہے۔ جس مذہب کا یہ اُصول ہے کہ مسیح کی خودکشی نے تمام عبادتوں اور نیک کاموں اور نیک عملوں کو نکمّا اور ہیچ کر دیا ہے اور ان کی ضرورت کچھ بھی باقی نہیں رہی۔ کیا ایسے عقیدے کے لوگوں کی نسبت کچھ اُمید کر سکتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کی بندگی میں دل لگاویں اور سچے دل سے تمام بدکاریوں کو چھوڑ دیں۔ پھر جبکہ ایسے قابلِ شرم عقیدہ میں گرفتار ہو کر انواع اقسام کی غفلتوں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں گرفتار ہو رہے ہیں تو تعجب ہے کہ اپنے حال پر کچھ بھی نہیں روتے اور اپنی مصیبت پر ایک ذرہ ماتم نہیں کرتے۔ بلکہ خود اندھے ہو کر دوسروں پر کمی بصارت کی تہمت لگاتے ہیں۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ جس قدر باوا نانک صاحب کے اشعار میں توحید الٰہی کے متعلق اور سچی وحدانیت کے بیان کرنے میں عمدہ عمدہ مضامین پائے جاتے ہیں اگر وہ موجودہ انجیلوں میں پائے جاتے تو ہمیں بڑی ہی خوشی ہوتی۔ مگر ایسی جعلی کتابوں میں سچے حقائق اور معارف کیونکر پائے جائیں جو حقیقی خدا دانی اور حقیقی خدا پرستی اور حقیقی نجات کے بھید سے بہت ہی دُور جا پڑے ہیں۔ نادانوں کے منہ پر ہر وقت کفارہ اور مسیح کی خودکشی اور ایک فانی انسان کا خدا ہونا چڑھا ہوا ہے اور باقی تمام اعمال صالحہ سے فراغت کر رکھی ہے۔ بیشک خدا کے بندوں اور اپنے بنی نوع کے لیے جان دینا اور انسان کی بھلائی کے لیے دُکھ اُٹھانا نہایت قابل تعریف امر ہے۔ مگر یہ بات ہرگز قابلِ تعریف نہیں کہ ایک شخص بے اصل وہم پر بھروسہ کر کے کنوئیں میں کود پڑے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے۔ جان قربان کرنے کا یہ طریق تو بیشک صحیح ہے کہ خدا کے بندوں کی معقول طریقہ سے خدمت کریں اور ان کی بھلائی میں اپنے تمام انفاس خرچ کر دیں اور اُن کے لیے ایسی کوشش کریں کہ گویا اس راہ میں جان دے دیں۔ مگر یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اپنے سر پر پتھر ماریں یا کنوئیں میں ڈوب مریں یا پھانسی لے لیں۔ اور پھر تصور کریں کہ اس بیجا حرکت سے نوع انسان کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔ عیسائیوں کو سمجھنا چاہیئے کہ باوا نانک صاحب حقیقی نجات کی راہوں کو خوب معلوم کر چکے تھے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ وہ پاک ذات بجز اپنی سعی اور کوشش کے نہیں ملتا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ خدا ہر یک جان سے اُسی جان کی قربانی چاہتا ہے نہ کسی غیر کی۔ زید کی خودکشی بکر کے کام نہیں آتی۔ بات یہی سچ ہے کہ خدا کو وہی پاتے ہیں جو آپ خدا کے ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ ہر یک ناپاکی

کے دروازے اپنے پر بند کرتے ہیں انہیں پر اس پاک کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور در حقیقت مرد بھی وہی ہیں کہ آپ نیک کام کرکے اس کا پھل پاویں ؎

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است — رفتن بہ پائے مردئ ہمسایہ در بہشت

المشتہر خاکسار غلام احمد قادیانی

(مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان) — ۲۵ر نومبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے چار صفحہ پر ہے)

(۱۴۳)

ناظرین کیلئے ضروری اطلاع

ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کے مقابل یہ نمبر نور القرآن کا جاری ہوا ہے۔ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے۔ اور اپنی ذاتی خباثت سے اس امام الطیّبین و سید المطہّرین پر سراسر افتراء سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا ان کے سننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہٰذا محض ایسے یاوہ گو لوگوں کے علاج کے لیے جواب ترکی بہ ترکی دینا پڑا۔ ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے۔ اپنی نجات کے لیے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم اُن کی حیثیت کے موافق ہر طرح اُن کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں، لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اوّلین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا۔ یعنی اُن بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کی چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور ایسے پاکوں کو جو ہزار ہا درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سُن کر اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیئے، عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ بیچارے کچھ بھی مُنہ سے نہیں بولتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے، لیکن یاد رہے کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور

گالیاں دینے میں اوّل نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے۔ جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے جس مولوی کی خواہش ہو وہ آکر دیکھ لیوے۔ اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے۔ اب تو وہ اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں کہ کسی طرح سبّ وشتم سے باز ہی نہیں آتے۔ ہم سنتے سنتے تھک گئے۔ اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اس کے باپ کو بھی گالی دے اور ہم نے جو کچھ کہا واقعی کہا۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

خاکسار غلام احمد

۲۰؍ دسمبر ۱۸۹۵ء

(یہ اشتہار نور القرآن حصّہ دوم کے ٹائٹل پر ہے)

(۱۴۴)

جلسہ تحقیقِ مذاہب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چونکہ خدائے عزّوجل نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو جو برٹش انڈیا میں سکونت پذیر ہیں گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ رکھ کر ہر طرح کا امن اور آزادی بخشی ہے جس کا شکر و سپاس ہم سب پر واجب ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل بے غایت نے وہ سارے سامان ہم لوگوں کے لیے میسّر کر دیئے ہیں جو مذاہب کے تحقیق اور تدقیق کے لیے ضروری ہیں۔ پھر اس پر زیادہ رحمت الٰہی یہ ہے کہ ہر ایک فریق اپنے مذہبی کتابوں کا پورا پورا سامان اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ سے گو کیسی ہی درمیان بُعد مسافت ہو، بڑے آرام سے ملاقات کر سکتا ہے اور جو لوگ دنیا میں نیکی کے پھیلانے کا ارادہ رکھتے ہیں ہر یک پہلو سے اُن کے لیے آسانی ہو گئی ہے۔ دین کے خادموں کے لیے کئی طور سے خادم پیدا ہو گئے ہیں چنانچہ سفر کے لیے ریل خادم ہے جس کی سواری پہلے زمانے کے بادشاہوں کو بھی میسّر نہیں آئی اور خبروں کے جلد پہنچانے کے لیے تار برقی خادم ہے۔ اور تالیفات کے چھاپنے کے لیے چھاپے خانے خادم ہیں۔ اور کتابوں کے شائع کرنے کے لیے ڈاکخانے خدمت دے رہے ہیں۔ کتابت کے لیے عمدہ سے عمدہ کاغذ میسّر آ سکتے ہیں۔ اور لکھنے کے لیے آہنی قلمیں موجود ہیں۔ جن کے تراشنے اور بنانے کی بھی حاجت نہیں۔ حفظِ اوقات کے لیے نادر نادر اور نفیس نفیس گھڑیاں مل سکتی ہیں۔ حفظ صحت کے لیے انواع اقسام کی ادویہ میسّر آ سکتی ہیں۔ ہر یک انسان اپنے ہم مشربوں پر اگرچہ زمین کے کنارہ پر ہوں، اطلاع پا سکتا ہے۔ ہر یک شخص اپنے مذہب کے عارفوں سے پورے طور پر مشورہ لے سکتا ہے۔ ایک جگہ بالمشافہ گفتگو کرنے کے لیے مشرق اور مغرب کے آدمی بڑی آسانی سے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ چند گھنٹے میں صدہا کوس کا سفر طے ہو سکتا ہے۔ ہر یک مذہب میں کتابیں اس قدر تالیف ہو گئی ہیں جن کا شمار صرف خدا تعالیٰ کو

معلوم ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے ہریک قوم میں قدرتی طور پر مذہب کے بارہ میں ایک جوش بھی پایا جاتا ہے۔ مذہبی تحقیق کے لیے غیبی تحریک سے ایک ہوا چل رہی ہے۔ تمام راہیں کھل گئیں ہیں۔ تمام مشکلات حل کر دی گئی ہیں۔ مختلف زبانوں کا علم لوگوں میں بڑھتا جاتا ہے گویا خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمام قوموں کو ایک قوم بنا دے۔ سو یہ بات بالکل سچ ہے کہ اگر ان تمام وسائل کو احقاقِ حق کے لیے احسن طور پر استعمال میں لایا جاوے اور تمام قوموں کے اکابر دین اور صاحبانِ معرفت نیک نیتی سے حق کے ظاہر ہونے کے لیے ایک جگہ مل کر کوشش کریں اور تعصّبات سے دُور ہو کر بھائیوں کی طرح باہمی اتفاق سے اپنے اپنے دین اور کتاب کی خوبیاں آہستگی اور ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے پر ظاہر کریں تو کچھ تعجب نہیں کہ اس اتفاق کی برکت سے سچے مذہب کے انوار لوگوں پر ظاہر ہو جاویں۔ اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہو گی کہ جب اس قدر وسائل اظہار حق کے خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے موجود کر دیئے ہیں تو ہم ان خداداد نعمتوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھاویں اور ایسی تجویزیں نہ سوچیں جو بذریعہ استعمال ان وسائل کے اظہار حق کے لیے مدد دے سکتے ہیں۔ اور ایسے حیلے بجا نہ لاویں جو بنی نوع کی ہمدردی کے لیے نہایت موثر ہوں بلکہ اس صورت میں ہم بڑے گنہگار ٹھہریں گے اگر ہم ان خداداد نعمتوں کا قدر نہ کریں اور عملی طور پر خلق اللہ کو ان کا فائدہ نہ پہنچاویں اور یونہی غفلت سے ان تمام نعمتوں کو ضائع کر دیں۔ اور اپنی بنی نوع کی ہمدردی سے لاپروائی اختیار کریں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس کام کے انجام دینے کے لیے ایک مہذبانہ جلسہ مذاہب متفرقہ کا اسی جگہ یعنی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں انعقاد پاوے اور اس جلسہ کے متعلق جو قواعد ہیں جن کی پابندی ہر ایک فریق کو ضروری ہو گی۔ تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جہانتک ممکن ہو اس جلسہ پر ہر ایک قوم کے اکابر علماء میں سے ایک نامی فاضل تشریف لاویں۔ یعنی موسوی مذہب کا ایک فاضل اور عیسائی مذہب کا ایک فاضل اور آریہ مذہب کا ایک فاضل اور مجوسی مذہب کا ایک فاضل اور برہمو مذہب کا ایک فاضل اور جین مذہب کا ایک فاضل اور بدھ مذہب کا ایک فاضل اور سناتن دھرم کا ایک فاضل اور دہریوں میں سے ایک فلاسفر اور ہماری طرف سے ہم۔

(۲) دوسرے یہ کہ بزرگان مذاہب کا تعہد مہمانداری اخیر تک ہمارے ذمہ رہے گا اور وہ پاک چیزیں جن پر شرع اور تہذیب کا اعتراض نہ ہو۔ ہریک فریق کے مذہب کے موافق اُن کے لیے میسّر کر دی جائیں گی (۳) تیسرے یہ کہ ان بزرگوں کی آمد و رفت کا کرایہ اگر وہ آپ ادا کرنے میں خوشی ظاہر نہ کریں ہمیں دینا ہو گا اور جو کرایہ قادیان تک پہنچنے کے لیے کافی متصور ہو گا، اسی قدر آمد و رفت کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار رکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم سے جس قدر آدمی چاہیں ساتھ

لے آویں۔ مگر ہماری طرف سے صرف ایک شخص کے حساب سے ان کو کرایہ دیا جائے گا اور مہمانداری میں بھی حفظ انتظام کے لیے یہی قاعدہ ملحوظ رہے گا اور جو بزرگ آمد و رفت کا کرایہ ہم سے طلب کرنا چاہیں ان پر لازم ہوگا کہ وہ پہلے سے اطلاع دے دیں۔ تا اِن مصارف کا کُل روپیہ ایک جگہ جمع رہ کر ہر یک خواستگار کو رخصت کے وقت دیا جائے (۴) چوتھے یہ کہ فروکش ہونے کے مکانات کا کرایہ بھی ہمارے ذمہ رہے گا۔ اور اس کا تمام انتظام بھی جو رہنے کے لیے کافی ہو ہمیں ہی کرنا ہوگا (۵) پانچویں یہ کہ یہ جلسہ برابر ایک ماہ تک رہے گا اور مہینہ کے تیس۳۰ دن تمام تقریر کرنے والوں میں مساوی طور پر تقسیم کئے جائیں گے مثلاً اگر تقریر کرنے والے دس۱۰ ہوں گے تو ہر ایک متکلم کے حصے میں تین تین۳۳ آئیں گے۔ اور اگر چھ۶ ہوں گے تو پانچ پانچ دن حصہ میں آئیں گے۔ (۶) چھٹے ہر ایک صاحب کی تقریر کرنے کی ترتیب یہ ہوگی کہ جن صاحبوں کو اپنے مذہب کے اوّل ہونے کا دعویٰ ہو۔ یعنی جو صاحب اپنی کتاب کی نسبت تقدم زمانی کے مدعی ہوں جیسے آریہ صاحبان۔ یہی صاحب پہلے دن میں تقریر کریں گے اور دوسرے دن وہ تقریر کریں گے جو دوسرے درجہ پر باعتبار زمانہ کتاب کے ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس سب سے آخر دن میں وہ صاحب تقریر کرینگے جن کی الہامی کتاب اُن کے بیان کے موافق آخری ہو۔ اور جبکہ ہر ایک گروہ ایک ایک دن کے حساب سے اپنی اپنی تقریریں ختم کریں گے تو پھر نئے سرے سے اسی ترتیب سے تقریر کرنا شروع کریں گے۔ غرض اسی انتظام کے لحاظ سے تیس۳۰ دن کی میعاد پوری کی جائے گی۔ اور اگر ایسی صورت ہو کہ آخری دنوں میں آخر پر تقریر کرنے والوں کو میعاد مقررہ میں سے دن نہ مل سکیں تو دو یا تین دن اور بڑھا دیئے جائیں گے تا کوئی صاحب اس وقت سے محروم نہ رہے جو دوسروں کو دیا گیا ہے۔

(۷) ساتویں ہر یک تقریر کرنے والا دوسرے مذہب کا ذکر ہرگز نہیں کرے گا بلکہ صرف اپنے مذہب اور اپنے اصول کی خوبیاں بیان کرے گا۔ ہاں اس کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ جو اعتراض اس کے مذہب پر غیر قومیں کرتی ہیں نرمی اور تہذیب سے اس کا جواب دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس صورت میں اپنی تقریر کا نقصان آپ اُٹھائے گا۔

(۸) آٹھویں یہ کہ مذہب کی خوبیوں کے بیان کرنے کے وقت یہ ضروری ہوگا کہ بیان کرنے والا سب سے پہلے اس طریق معرفت کو بیان کرے جو خدا تعالیٰ کے اقرار یا انکار کی نسبت اُس کو معلوم ہے اور اپنے مشرب کے موافق اس بات پر بھی دلائل پیش کرے کہ مذہب کی کیوں ضرورت ہے اور انسان کی نجات اُن وسائل پر کیوں موقوف ہے جن کو وہ پیش کرتا ہے۔ یا اگر دہریہ ہے تو اس بارے میں جو چاہے بیان کرے اور ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ جس طور اور جس طرز سے چاہے اپنے مذہب اور اپنی کتاب اور اپنی رائے کی تائید میں مفصل تقریر کرے، مگر کسی مذہب کی تحقیر اور توہین سے قطعاً پرہیز کرنا ہوگا۔ ہاں یہ ضروری ہوگا کہ ہر یک پابند

کتاب جو جو خوبی اپنے مذہب کی بیان کرتا ہے وہ سب خوبیاں اپنی الہامی کتاب کی اصل زبان سے معہ پورے پتہ اور نشان کے پیش کرے۔ مثلاً اسلام کے عالِم پر فرض ہوگا کہ اس کی تائید میں قرآن کی آیت سناوے فقط کوئی ترجمہ پیش نہ کرے۔ اور عیسائی عالِم پر فرض ہوگا کہ اپنے عقیدہ کے موافق اُس اصل کتاب کی عبارت پڑھے جس کے الفاظ کو وہ الہامی مانتا ہے فقط کسی ترجمہ کو نہ سُناوے اور آریہ پنڈت پر واجب ہوگا کہ وید کی اصل سنسکرت عبارت کا وہ مقام معہ ترجمہ سناوے اور یہ تمام عبارتیں تحریری مضمون میں معہ صحیح حوالہ کے لکھے ہوتے ہونا شرط ہے۔

(۹) نویں یہ کہ ہر ایک قوم میں سے ایسا فاضل منتخب ہو کر آنا چاہیئے جو اپنی الہامی کتاب پر نظر رکھتا ہو اور فی الواقعہ اس کو اس کتاب کا علم بھی ہو جس کتاب کی تائید میں وہ کلام کرتا ہے۔ مثلاً اگر آریہ صاحب ہوں تو وہ ایسے چاہیئے کہ وید کو بآسانی پڑھ سکتے ہوں۔ اور اگر عیسائی صاحب ہوں تو ایسے چاہیئے کہ بائیبل کو اس کی اصل زبان میں پڑھ سکتے ہوں۔ کیونکہ جو شخص آپ ہی بے خبر ہے اس کی تقریر محققوں کی نظر میں قابلِ اعتماد نہیں ٹھہر سکتی اور نہ کچھ وقعت اور عزت رکھتی ہے۔ مگر جو صاحب کسی کتاب کے پابند نہیں جیسے برہمو اور دہریہ وہ ان شرائط سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱۰) یہ یاد رہے کہ یہ تمام تحریریں جو سُنائی جائیں گی اُردو میں ہوں گی۔ اور الہامی کتابوں کی اصل عبارتیں اصل زبان میں لکھ کر اُردو میں اُن کا ترجمہ ہوگا۔ ہاں ہر یک صاحب کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ اُردو میں اپنے مضمون کو لکھ نہ سکیں یا وہ کسی دن بیماری وغیرہ سے معذور ہوں تو وہ مضمون کو اپنے کسی ایسے رفیق کے سپرد کر دیں کہ ان کی تحریر کا ترجمہ اُردو میں کر کے یا انہیں کی اُردو تحریر حاضرین جلسہ کو سُنا دیں۔ مگر اس تمام تحریر کے وہی ذمہ دار ہوں گے اور انہیں پر لازم ہوگا کہ اس تحریر پر دستخط کر کے ہمارے اس سکرتری کے حوالہ کریں جو اس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ اور وہ تمام تحریر انہیں کی تحریر متصور ہوگی۔

(۱۱) گیارھویں کوئی صاحب تقریر کرنے والوں میں سے مجاز نہ ہوں گے کہ بغیر تحریر کے زبانی تقریر کریں اور نہ اس بات کے لیے مجاز ہوں گے کہ تحریر پڑھنے کے وقت کچھ زبانی کلمات اس میں ملا دیں بلکہ وہ ایک ایسی تحریر اپنی طرف سے سُنائیں گے جو خوشخط اُردو میں اور اُردو کے دستخط میں لکھی ہوئی ہوگی اور نیچے اس کے پورے پتہ کے ساتھ ان کے دستخط ہوں گے اور سُنانے کے بعد وہی تحریر سکرتری کے حوالہ کر دیں گے اور ان کو اختیار ہوگا کہ ایک نقل اس کی اپنے پاس بھی رکھیں۔

(۱۲) بارھویں یہ کہ جس صاحب کی کوئی تحریر قواعد منضبطہ بالا کی رُو سے نہ ہو، وہ کسی تقریر کرنے کے مجاز نہ ہوں گے اور نہ ان کا حق ہوگا کہ آمد و رفت کا کرایہ طلب کریں۔ ہاں ان کی مہمانداری اور عزت اسی طرح کی جائے گی جیسا کہ اور مہمانوں کی۔

(۱۳) تیرھویں یہ کہ یہ بات ہمارے ذمہ ہوگی جو اُن تمام تقریروں کو چھاپ کر ایک جلد میں شائع کردیں اور وہ تمام تقریریں ہمارے سکرتری کے حوالہ کردی جائیں گی۔

(۱۴) چودھویں یہ کہ ہریک صاحب جو جلسہ مذہب میں تقریر کرنے کی غرض سے شامل ہونا چاہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ اپریل ۹۶ء کے اخیر تک ہم کو اپنے اس ارادہ سے اطلاع دے دیں۔ اور اگر کسی ایک قوم کی طرف سے ایسی درخواست کرنے والے کئی صاحب ہوں گے تو ان میں سے صرف ایک ایسا شخص انتخاب کیا جائے گا جو اس قوم کی کثرت رائے سے تجویز کیا گیا ہو۔

(۱۵) پندرھویں یہ کہ جب یہ تصفیہ ہو چکے گا کہ مذہبی تقریروں کے لیے فلاں فلاں صاحب مقرر ہوئے تو پھر ایک دوسرے اشتہار سے اس جلسہ کی تاریخ کو شائع کیا جائے گا۔ مگر وہ تاریخ کم سے کم چھ ماہ بعد تصفیہ مذکورہ سے ہوگی۔ لہٰذا یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہر ایک دین کے بزرگ فاضل اس کی طرف متوجہ ہوں اور بغرض احقاق حق اور ہمدردی بنی نوع قواعد متذکرہ بالا کو مدنظر رکھ کر اس جلسہ میں شامل ہونے کے لیے ہمیں اطلاع بخشیں اور جہاں تک ممکن ہو ہمیں اپنے عنایت ناموں سے اپنے ارادہ سے جلد مطلع فرماویں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ جلسہ اظہار حق کے لیے بہت مؤثر ہوگا۔ اس میں ہر ایک فریق تہذیب اور نرمی سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے گا۔ دوسرے مذہب سے کچھ سروکار نہیں ہوگا۔ مَیں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ یہ جلسہ نہایت امن اور اطمینان سے ہوگا۔ مگر مَیں دوبارہ اس بات کو یاد دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ چونکہ غرض اظہار حق ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہ جلسہ ایک ماہ تک رہے دُنیا کے ادنیٰ ادنیٰ مقدمات جب عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں تو حکام وقت تحقیق اور تفتیش کی غرض سے کئی مہینوں کے بعد ایک پیچیدہ مقدمہ کو فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر دین کے مسائل تو دُنیا کے مقدمات کی نسبت نہایت دقیق در دقیق ہیں۔ اور طالب حق پر لازم ہے جو ان کو بار بار سوچے اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگے تا وہ چھپی ہوئی حقیقتیں اس پر ظاہر کرے۔ سو ان وجوہات کے باعث سے ایک ماہ اس جلسہ کے لیے ضروری طور پر قرار پایا۔ اور جو صاحب دین کی تحقیق کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ایسی تحقیقاتوں میں بنی نوع کی ہمدردی دیکھتے ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ اس قلیل عرصہ کی نسبت کچھ عذر معذرت نہیں کریں گے۔ انسان دُنیا کے کاموں میں بہت سے برس ضائع کر دیتا ہے۔ اور دین تو وہ نعمت ہے جس کے نتائج جاودانی ہیں۔

اب مَیں اس دُعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و کریم اس جلسہ میں شریک ہونے کے لیے ہر یک مذہب کے بزرگ کو دل میں شوق اور محبت ڈال اور خاتمہ اس کارروائی کا اپنی رضامندی کے موافق کر۔ آمین۔

بالآخر یاد رہے کہ اگر اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد اخیر اپریل تک کسی فریق کی طرف سے کوئی درخواست نہ پہنچی تو نہایت افسوس کے ساتھ التواء جلسہ کا باعث اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی

۲۹ر دسمبر ۹۵ء

مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۶×۲۰/۸ کے چار صفحہ پر ہے)

(۱۴۵)

مسٹر آتھم صاحب اور پادری فتح مسیح

یہ بات ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت تک پانچ اشتہار اس بارے میں نکال چکے ہیں کہ درحقیقت وہ ہماری پیشگوئی جو آتھم صاحب کے متعلق تھی پوری ہوگئی چاہیئے تھا کہ عیسائی صاحبان اپنی غلطی سے رجوع کرتے اور پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار شائع کر دیتے۔ ان پر اس بات کا سمجھنا نہایت آسان تھا کہ پیشگوئی کیساتھ رجوع الی الحق کی شرط لگی ہوئی تھی اور آتھم صاحب سے ایسی حرکات صادر ہوگئیں تھیں کہ جو بآواز بلند پکار رہی تھیں کہ شرط پوری ہوگئی اور انہوں نے پیشگوئی کے بعد اپنے ڈرتے رہنے کا اقرار صاف لفظوں میں کر دیا تھا اور اُن باتوں کا اب تک انہوں نے ثبوت نہیں دیا تھا۔ جو اپنے خوف کی بنیاد انہوں نے قرار دی تھیں یعنی سانپ کا حملہ اور تلواروں اور نیزوں والوں کا حملہ۔ سو بالضرور یہ بات کُھل گئی تھی کہ وہ صرف پیشگوئی سے ہی ڈرتے رہے۔ اور تنزّل کے طور پر آتھم صاحب کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر وہ اپنے بے دلیل دعووں کا کوئی اور ثبوت نہیں دے سکتے تو وہ قسم ہی کھا جائیں مگر انہوں نے قسم کھانے سے بھی انکار کیا۔ اب اس سے زیادہ ان کے جھوٹ کُھلنے پر اور کیا دلیل ہو سکتی تھی کہ انہوں نے خود اپنے مُنہ سے خوف کا اقرار کر کے اور اپنے خیال سے وہ خوف دکھلا کر پھر یہ ثبوت نہیں دیا کہ ان کا وہ خوف پیشگوئی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان حملوں کی وجہ سے تھا جو اُن پر کئے گئے اور نہ قسم کھائی۔ الہامی شرط خود بتلا رہی تھی کہ اس پیشگوئی میں رجوع الی الحق ممکنات میں سے ہے۔ تبھی تو الہام میں یہ شرط داخل کی گئی تھی۔ اور یہ نہایت غلطی تھی کہ باوجود شرط کے صرف مرنے کی ہی انتظار کی جاتے۔ بلکہ ہر ایک شخص کو چاہیئے تھا کہ شرط کے مضمون پر بھی غور کرتا اور آتھم صاحب کے حال اور قال کو جانچتا کہ کیا وہ پیشگوئی کے بعد اپنے پہلے استقلال اور استقامت اور متعصبانہ وضع پر قائم رہے یعنی انہوں نے اپنی ثابت قدمی اور عادتِ معہود کا مرکز نہ چھوڑا، لیکن افسوس کہ باوجود اس کے کہ آتھم صاحب سے بہت سی بے قراریاں ظاہر ہوئیں اور بہت سے قوی قرائن ان کی خوف زدہ حالت پر پیدا ہوتے، لیکن ان کی طرف سے ان خوفوں کی نسبت بیہودہ عذرات کا کوئی ثبوت بھی پیش نہ ہوا۔ یہانتک کہ انہوں نے قسم بھی نہیں کھائی۔ مگر عیسائی صاحبان اب تک پیشگوئی کی نسبت یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔

یہ بیچارے ذرہ نہیں سوچتے کہ کیا اس پیشگوئی کا پورا ہونا صرف ایک پہلو رکھتا تھا یا دو پہلو میں سے کسی ایک پر پوری آسکتی تھی۔ اگر آتھم صاحب کی پہلی حالت میں کچھ بھی تزلزل نہ آتا اور نہ وہ خوف کا اقرار کرتے تو موت کا پہلو پیشگوئی کے واقعہ ہو جانے کی ضروری نشانی ہوتی، لیکن جبکہ اُن کا ڈرنا ثابت ہو گیا اور وہ وجوہ خوف کے ثابت نہ ہو سکے جو آتھم صاحب نے پیش کئے تھے۔ تو رجوع الی الحق کا پہلو بپایہ ثبوت پہنچ گیا جس کے ساتھ پیشگوئی کا پورا ہونا اس بات میں محصور ہو گیا کہ آتھم صاحب موت سے بچ جاویں۔ ہم نے رسالہ ضیاء الحق میں یہ باتیں تفصیل سے لکھ دی ہیں۔ ہر ایک صاحب اس کو غور سے پڑھیں۔

لیکن اب اِس اشتہار کے شائع کرنے کا یہ موجب ہے کہ ہمارے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں بٹالہ کے سٹیشن پر پادری فتح مسیح سے ان کی ملاقات ہوئی اور پادری صاحب نے آتھم صاحب کا ذکر کر کے فرمایا۔ کہ انہوں نے قسم کھانے سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ یہ جماعت ایک حقیر اور ذلیل جماعت ہے جن کی تعداد چار پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ آدمی ہوں گے۔ ان کے مقابل پر کیا قسم کھاویں۔ اور بجز اُن کے تمام مسلمان یہی یقین رکھتے ہیں کہ آتھم صاحب فتحیاب ہو گئے ہیں۔ پس چونکہ یہ تقریر فتح مسیح صاحب کی سراسر واقعہ کے برخلاف ہے اور آتھم صاحب نے ہرگز یہ عذر نہیں کیا۔ اور یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ ہماری جماعت صرف پندرہ آدمی ہیں بلکہ وہ کئی ہزار اہل علم اور عقل آدمی ہیں۔ جن میں بہت سے معزز مولوی صاحبان بھی داخل ہیں۔ اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ تمام مسلمان آتھم صاحب کی فتح پر یقین رکھتے ہیں اور پیشگوئی کو جھوٹی جانتے ہیں۔ کیونکہ ہماری نظر میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں کہ وہ سچے دل سے سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی اپنے دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو پر پوری ہو گئی۔ سو چونکہ فتح مسیح صاحب نے اپنی قدیم عادت کی وجہ سے یہ ایک صریح جھوٹ بولا ہے جیسا کہ بٹالہ میں ایک مرتبہ اپنے ملہم ہونے کا ایک جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لیے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ یہ مکروہ جھوٹ ان کا پبلک پر کھول دیا جاتے۔ سو ہم اشتہار دیتے ہیں کہ فتح مسیح صاحب اگر سچے ہیں تو بذریعہ کسی چھپی ہوئی تحریر کے ہم کو اطلاع دیں کہ کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط وہ چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں جو حقیقت میں پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اور پادری صاحبوں کو شکست آئی۔ اگر ہم پندرہ سے سو گنا زیادہ پیش کر دیں تو کیا وہ آتھم صاحب سے قسم دلائیں گے یا نہیں۔ بیشک ان کی عیسائی ایمانداری کا اب یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی بات اور دعویٰ پر قائم رہ کر بلا توقف ہمیں اطلاع دیں کہ کس عدد کے پیش کرنے پر وہ آتھم صاحب سے قسم دلا دیں گے۔ کیا ہزار یا دو ہزار یا تین ہزار یا چار ہزار آدمی کے دستخط پر ان کا پندرہ کا دعویٰ باطل ہو جاتے گا یا نہیں۔ ہم ہر طرح اس بات کا تصفیہ کرنا چاہتے ہیں۔ پادری فتح مسیح صاحب کو چاہیئے کہ جلد اطلاع دیں کہ پندرہ سے زیادہ ان کی اصطلاح میں کس قدر جماعت کا نام ہے۔ اور ان کے نزدیک

جس قدر کا نام کلیسیا ہے۔ وہ جماعت کس عدد تک ہے تا اسی قدر جماعت کے دستخط کرا کر ان کے پاس بھیجے جائیں۔ اور ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسے محضر نامہ کے پہنچنے کے بعد فی الفور آتھم صاحب کو میدان میں لاویں۔ اور اگر وہ اشتہار کے شائع ہونے کی تاریخ سے بیس ۲۰ دن تک ایسی درخواست نہ بھیجیں تو ایک دوسرے اشتہار سے ان کی دروغگوئی شائع کی جاتے گی۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ دس ہزار مسلمان کا بھی یہ تحریری بیان پیش کیا جاتے کہ آتھم صاحب کے متعلق پیشگوئی سچی نکلی ہے، مگر تب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ اگر پادری صاحبان ملامت کرتے کرتے ان کو ذبح بھی کر ڈالیں۔ تب بھی وہ میرے مقابل پر قسم کھانے کے لیے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ دل میں جانتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ میری سچائی کے لیے یہ نمایاں دلیل کافی ہے کہ آتھم صاحب میرے مقابل پر میرے مواجہہ میں ہرگز قسم نہیں اُٹھائیں گے اگرچہ عیسائی لوگ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اگر وہ قسم کھالیں تو یہ پیشگوئی بلاشبہ دوسرے پہلو پر پوری ہو جائے گی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ بدبخت انسان چاہتا ہے کہ اپنے مُنہ کی پھونکوں سے سچائی کے نُور کو بجھا دے۔ مگر وہ نور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اسکی الٰہی طاقت محافظ ہوتی ہے وہ کسی کے بجھانے سے بجُھ نہیں سکتا۔ اب ہم منتظر رہیں گے کہ پادری فتح مسیح کی طرف سے کیا جواب آتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی ایسا جواب نہیں آئے گا جو ایمانداری اور طلب حق پر مبنی ہو۔ صرف جھوٹا عذر ہوگا جس کی بدبو دور سے آتے گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۰ ر دسمبر ۱۸۹۵ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان (یہ اشتہار $\frac{۲۰ \times ۲۶}{۸}$ کے چار صفحہ پر ہے)

۱۴۶

ضیاء الحق

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رسالہ ضیاء الحق کی نسبت ہمارا یہ ارادہ تھا کہ منن الرحمٰن کے ساتھ اس کو شائع کریں اور اسی کے حصوں میں سے ایک حصہ اس کو ٹھہراویں، لیکن بالفعل ہم نے رسالہ مذکورہ کی چند کاپیوں کا شائع کرنا اس لیے مناسب سمجھا کہ بعض ناواقف اور متعصب اب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گویا وہ پیشگوئی جو آتھم کی نسبت کی گئی تھی وہ غلط نکلی۔ سو جس قدر ضیاء الحق کی کاپیاں اب ہم اپنے ہاتھ سے روانہ کرتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی درخواست پر ہرگز یہ رسالہ روانہ نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں کہ درخواست کنندہ منن الرحمٰن کی خریداری کی درخواست کرے۔ کیونکہ یہ رسالہ اسی کتاب کا ایک حصہ کیا گیا ہے۔ اور کتاب منن الرحمٰن انشاء اللہ دسمبر ۱۸۹۵ء تک چھپ جائے گی۔ تب اس کے نکلنے کے وقت یہ رسالہ بھی ایک حصہ اس کا متصور ہو کر شائع کیا جائے گا۔ بالفعل ہم چند نسخے جو پچاس ۵۰ سے زیادہ نہیں محض اس غرض سے شائع کرتے ہیں کہ تا آتھم کے مقدمہ میں ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جلد تر اس غلط فہمی کے گڑھے سے نکالیں کیونکہ ہمارے اندھے مخالف اب تک اس سچائی کو دیکھ نہیں سکے، جو پیشگوئی میں چمک رہی ہے چنانچہ چند روز ہوتے ہیں کہ ہم نے نور افشاں ۱۳ ستمبر ۱۸۹۵ء میں پرچہ بھارت سدھار ۲۴ اگست ۱۸۹۵ء کا ایک مضمون پڑھا ہے جس میں صاحب پرچہ یہ لکھتا ہے کہ ایک سال اور بھی گذر گیا اور عبد اللہ آتھم اب تک زندہ موجود ہیں۔ فقط جو لوگ ایسے خیالات شائع کرتے ہیں اُن کی حالت دو ۲ صورتوں سے خالی نہیں۔ ایک تو یہ کہ شاید اب تک انہوں نے ہمارے رسالہ انوار الاسلام کو بھی نہیں دیکھا جس میں اُن تمام وساوس کا جواب مفصل موجود ہے۔ اور دوسری یہ کہ گو انہوں نے رسالہ انوار الاسلام کو دیکھا ہو بلکہ دوسرے تمام اشتہاروں کو بھی دیکھ لیا ہو مگر وہ تعصّب جو آنکھوں کو اندھا کر دیتا اور دل کو تاریک کر دیتا ہے اس نے دیکھا ہوا بھی اَن دیکھا کر دیا۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی عقل پر، انہوں نے تو انسان بن کر انسانیت کو بھی داغ لگایا۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا تھا کہ اگر عبد اللہ آتھم

ہماری درخواست پر ہمارے سامنے وہ قسم نہیں کھاتے گا جس کے الفاظ بار ہا ہم نے اپنے اشتہاروں میں شائع کئے ہیں تب بھی وہ ضرور ایک سال تک مر جائے گا اور جبکہ ہم نے ایسا اشتہار کوئی شائع نہیں کیا بلکہ اس کا سال کے اندر فوت ہو جانا قسم کے ساتھ مشروط رکھا تھا۔ پس اس صورت میں تو اسکے ایک سال تک نہ مرنے کی وجہ سے ہماری ہی سچائی ثابت ہوتی۔ کیونکہ اس نے اپنی اس گریز سے جو رجوع الی الحق پر ایک واضح دلیل تھی کھُلا کھُلا فائدہ اُٹھا لیا۔ یہ الزام تو اس وقت زیبا تھا کہ وہ ہمارے مقابل پر میدان میں آکر اُس قسم کو بالفاظ کھا لیتا جو ہم نے پیش کی تھی اور پھر سال کے اندر فوت نہ ہوتا۔ ہم نے تو چار ہزار روپیہ پیش کر کے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا کہ آتھم صاحب شرطی روپیہ پہلے جمع کرا لیں اور جلسہ عام میں تین مرتبہ یہ قسم کھائیں کہ پیشگوئی کے دنوں میں ہرگز مَیں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور ہرگز اسلام کی عظمت میرے دل پر مؤثر نہیں ہوئی۔ اور اگر مَیں جھوٹ کہتا ہوں تو اے قادر خدا۔ ایک سال تک مجھ کو موت دے کر میرا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر۔ یہ مضمون تھا جو ہم نے نہ ایک مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ شائع کیا۔ اور ہم نے ایک ہزار سے چار ہزار تک انعام کی نوبت پہنچائی اور کئی دفعہ کہہ دیا تھا کہ یہ زبانی دعویٰ نہیں۔ پہلے روپیہ جمع کرا لو اور پھر قسم کھاؤ۔ اور اگر ہم روپیہ داخل نہ کریں اور صرف فضول گوئی ثابت ہو تو پھر ہمارے جھوٹے ہونے کے لیے کسی اَور دلیل کی حاجت نہیں۔ لیکن کوئی ہمیں سمجھا دے کہ آتھم نے ان باتوں کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ میدان میں آیا۔ کیا اس نے قسم کھالی۔ کیا اس نے ہم سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ کیا اُس نے اپنے اُس بیان کو بپایۂ ثبوت پہنچا دیا کہ مَیں ایام پیشگوئی میں ڈرتا تو ضرور رہا مگر اسلام کی عظمت سے نہیں بلکہ تین حملے بندوقوں اور تلواروں والوں نے میرے پر کئے۔ جن میں سے پہلا حملہ تعلیم یافتہ سانپ کا تھا جس نے امرتسر سے نکالا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اس الہام کا صاف یہ مطلب تھا کہ صرف اس صورت میں آتھم صاحب پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرائے جائیں گے کہ جب وہ حق کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔ اور آپ لوگوں کو اس بات کا بھی اقرار کرنا عقلاً و انصافاً ضروری ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ انہوں نے رجوع بحق کیا تھا تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ وہ مرنے سے محفوظ رکھا جاتا۔ کیونکہ اگر تب بھی مر جاتا تو اس میں کیا شک ہے کہ اس صورت میں پیشگوئی کی شرط جھوٹی ٹھہرتی۔ بلکہ پیشگوئی ہی باطل ثابت ہوتی۔ وجہ یہ کہ پیشگوئی کا مفہوم یہی چاہتا تھا کہ شرط کے پُوری کرنے کی حالت میں ضرور آتھم میعاد معینہ میں زندہ رہے۔ اب جبکہ یہ امر طے ہو گیا کہ پیشگوئی صرف موت کی ہی خبر نہیں دیتی تھی بلکہ اپنے دوسرے پہلو سے آتھم کو اس کے حیات کی بھی خوشخبری دیتی تھی اور شرط کے بجا لانے کے وقت اس کا زندہ رہنا ایسا ہی پیشگوئی کی سچائی پر دلالت کرتا تھا جیسا کہ اس صورت میں دلالت کرتا

کہ وہ بوجہ عدم پابندیٔ شرط فوت ہو جاتا تو پھر یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ پیشگوئی کی شرط کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور نہ خدا سے ڈرتے ہیں اور نہ اُس ذلّت سے جو انصاف کو چھوڑنے کی حالت میں لعنت کی طرح دامنگیر ہو جاتی ہے۔

صاحبو اگر پہلے نہیں سمجھا تو اب سمجھ لو کہ یہ پیشگوئی درحقیقت دو پہلو رکھتی تھی جس کی تاثیر نہ صرف مرنا تھا بلکہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے زندہ رہنا اور موت سے بچ جانا بھی اس کی ضروری تاثیر تھی۔ پھر اگر ہمارے مخالفوں اور جلد بازوں کے دلوں میں انصاف ہوتا تو صرف عدم موت پر سیاپا نہ کیا جاتا بلکہ شرط کے مفہوم کو تنقیح طلب امر ٹھہراتے۔ یعنی یہ امر کہ آیا آتھم نے حق کی طرف رجوع کیا یا نہیں پھر اگر دیکھتے کہ اس کے اُن حالات سے جو اُس نے پیشگوئی کے اثناء میں ظاہر کئے۔ اور ان حالات سے جو مطالبہ قسم کے وقت اُس نے دکھلائے رجوع ثابت نہیں ہوتا تو جس طرح چاہتے شور مچاتے، لیکن افسوس کہ ان ظالم بداندیشوں نے اس طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ اے دُنیا کے دانشمندو خدا کے لیے بھی کچھ عقل خرچ کرو۔ اور ذرا سوچو کہ جس حالت میں پیشگوئی میں شرط موجود تھی اور آتھم نے نہ صرف اپنی مضطربانہ افعال سے ثابت کیا کہ پیشگوئی کے اثناء میں عیسائیت کا استقلال اس سے الگ ہو گیا تھا اور اسلامی عظمت نے ایک دیوانہ سا اس کو بنا دیا تھا۔ بلکہ اُس نے اپنی زبان سے بھی اقرار کیا جو نور افشاں میں چھپ گیا کہ مَیں اثناء پیشگوئی میں ضرور ڈرتا رہا لیکن نہ اسلام سے بلکہ اس لیے کہ میرے پر متواتر تین حملے ہوئے یعنی امرتسر اور لودھیانہ اور فیروزپور میں۔ مگر وہ ان حملوں کو ثابت نہ کر سکا بلکہ مارٹن کلارک وغیرہ نے نالش کے لیے اس کو بہت اُٹھایا اور بہت ہی زور لگایا جس سے اس نے صاف انکار کر دیا اور میّت کی طرح اپنے تئیں بنا لیا۔ اگر وہ سچا تھا تو سچائی کا جوش ضرور اس میں ہونا چاہیئے تھا۔ اور اگر اپنے لیے نہیں تو اپنے دین کے لیے ضرور اس بات کا ثبوت دینا اس کے ذمہ تھا کہ جس ڈر کا اس کو اقرار ہے وہ محض تین حملوں کے وجہ سے تھا، نہ اسلامی عظمت کی وجہ سے۔ اور ہر یک ادنیٰ استعداد کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس نے اپنے اس دعویٰ کا ثبوت نہیں دیا جو بطور روک کے اس کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ بلکہ تین حملوں کا ڈر ایک بے ثبوت بناوٹ اور بیہودہ روک تھی جو واقعی ڈر کے مخفی رکھنے کے لیے پیش کی گئی تھی۔ اگر وہ سچا ہوتا تو ضرور نالش کر کے اس کو ثابت کرتا یا کسی اور طور سے اس واقعہ کو بپایہ ثبوت پہنچاتا۔ پس جبکہ اس نے خوف کا اقرار تو کیا مگر ان وجوہ کو ثابت نہ کر سکا جو خوف کی بنیاد ٹھہرا لی تھی۔ تو ضروری طور پر اس خوف کو پیشگوئی کی عظمت اور اسلام کے رُعب کی طرف منسوب کرنا پڑا۔ اس صورت میں ہمیں کچھ ضرور نہیں تھا کہ کوئی انعامی اشتہار دیتے یا قسم کے لیے اس کو مجبور کرتے۔ کیونکہ ان قرائن نے جو اُس نے آپ ہی اپنے اقوال اور افعال اور حرکات سے ظاہر کئے تھے، اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا

تھا کہ وہ ضرور اسلامی عظمت سے ڈرتا رہا اور قرآن کریم اور نیز عیسائیوں کی کتابوں کے موافق رجوع کے لیے اسی قدر بات کافی تھی کہ اس کے دل نے اسلامی عظمت کو مان لیا۔ مگر ہم نے صرف اس قرائنی ثبوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ متواتر چار اشتہار مع انعام رقم کثیر کے جاری کئے اور اُن میں لکھا کہ وہ قرائن جو تم نے آپ ہی اپنے افعال اور اقوال اور حرکات سے پیدا کئے تمہیں اس امر کا ملزم کرتے ہیں کہ تم ضرور عظمت اسلامی سے ڈر کر اُس شرط کو پُورا کرنے والے ٹھہرے جو پیشگوئی میں درج تھی پھر اگر تم سے بہت ہی نرمی کریں اور فرض کے طور پر ثابت امر کو مشتبہ تصور کرلیں تب بھی اس اشتباہ کا دُور کرنا جو تم نے اپنے ہاتھوں سے آپ پیدا کیا۔ انصافاً و قانوناً تمہارے ہی ذمہ ہے۔ سو اسکا تصفیہ یوں ہے کہ اگر وہ خوف جس کا تمہیں خود اقرار ہے اسلام کی عظمت سے نہیں تھا بلکہ کسی اور وجہ سے تھا تو قسم کھا جاؤ۔ اور اس قسم پر تمہیں چار ہزار روپیہ نقد ملے گا اور ایک سال گذرنے کے بعد اگر تم سالم رہ گئے تو وہ سب روپیہ تمہارا ہی ہو جائے گا، لیکن اس نے ہرگز قسم نہ کھائی۔ مَیں نے اس کو اس کے خدا کی بھی قسم دی مگر حق کی ہیبت کچھ ایسی دل پر بیٹھ گئی تھی کہ اس طرف منہ کرنا بھی اس کو موت کے برابر تھا۔ مَیں نے اس پر یہ بھی ثابت کردیا کہ عیسائی مذہب میں کسی نزاع کے فیصلہ کرنے کے لیے قسم کھانا منع نہیں بلکہ ضروری ہے۔ مگر آتھم نے ذرّہ توجہ نہ کی۔ اب ایماناً سوچو کہ یہ امر تنقیح طلب جو سچی رائے ظاہر کرنے کا مدار تھا کس کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور کون بھاگ گیا۔

اے مخالف لوگو! کیا کوئی تم میں سے سوچنے والا نہیں! کیا ایک بھی نہیں؟ کیا کسی کو بھی خدا تعالیٰ کا خوف نہیں۔ کیا کوئی بھی تم میں سے ایسا نہیں کہ جو سیدھے دل سے اس واقعہ میں غور کرے۔ اس قدر افتراء کیوں ہے۔ کیوں دلوں پر ایسے پردے ہیں جو سیدھی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس بات کو کہتے ہوئے کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ کیوں تم کو خدا کا خوف نہیں پکڑتا۔ کیوں تمہارا دل کانپ نہیں جاتا۔ کیا تم انسان ہو یا بالکل مسخ ہو گئے۔ وہ آنکھیں کہاں گئیں جو حق کو دیکھتی ہیں۔ وہ دل کدھر چلے گئے جو سچائی کو فی الفور سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے کوئی بے ایمانی بڑھ کر نہیں کہ جو سچی بات کو ناحق جھوٹ بنایا جاوے۔ اور نہ اس سے کوئی بدذاتی زیادہ بدتر ہے جو جھوٹ پر خواہ نخواہ ضد کی جاوے۔ اب کونسی دلائل باقی ہیں جو ہم تمہارے پاس بیان کریں۔ اور ثبوت میں کونسی کسر رہ گئی ہے جو وہ کسر نکالی جاوے۔ خدایا یہ کیسے اندھے ہیں کہ اس بات کو مُنہ پر لانے کے وقت کہ پیشگوئی غلط نکلی، پیشگوئی کی شرط کو بُھول جاتے ہیں۔ یا الٰہی یہ کیسی بے ایمانی اور بدذاتی ہے جو ہمیں ناحق بار بار ستایا جاتا ہے اور کوئی بھلا مانس آتھم کو جاکر نہیں پوچھتا کہ تم اس ضروری قسم سے کیوں گریز کر گئے اور کیوں عیسائی مذہب پر سیاہی مل دی۔ اور کیوں ایسی قسم نہ کھائی جو عقلاً و انصافاً و قانوناً نہایت ضروری تھی اور تم پر واجب ہو چکی تھی۔

اے لوگو اس قدر غلو سے باز آجاؤ اور ڈرو کیونکہ وہ ہستی حق ہے جس کو تم بھولتے ہو اور وہ پاک ذات سچ ہے جس کی اس تعصّب میں تمہیں کچھ بھی پروا نہیں۔ اُس سے ڈرو۔ کیونکہ کوئی بیہودہ بات نہیں جس کا حساب نہیں لیا جاتے گا۔ اور مجھے اسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آتھم اب بھی قسم کھانا چاہے۔ اور انہیں الفاظ کے ساتھ جو مَیں پیش کرتا ہوں ایک مجمع میں میرے روبرو تین مرتبہ قسم کھاوے اور ہم آمین کہیں تو مَیں اسی وقت چار ہزار روپیہ اس کو دُوں گا۔ اگر تاریخ قسم سے ایک سال تک زندہ سالم رہا تو وہ اس کا روپیہ ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد یہ تمام قومیں مجھ کو جو سزا چاہیں دیں۔ اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو مَیں عذر نہیں کروں گا۔ اور اگر دُنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں جو سخت تر سزا ہے تو مَیں انکار نہیں کروں گا اور خود میرے لیے اس سے زیادہ کوئی رُسوائی نہیں ہوگی کہ مَیں ان کی قسم کے بعد جس کی میرے ہی الہام پر بنا رہے جُھوٹا نکلوں۔

پس اے یاوہ گو لوگو۔ بد ذاتی کے منصوبوں کو چھوڑو اور کسی طرح آتھم صاحب کو اس بات پر راضی کرو تا راستبازوں کے حق میں وہ فیصلہ ہو جائے جو ہمیشہ سنّت اللہ کے موافق ہوا کرتا ہے اور اگر صرف گالیاں دینا مطلب ہے تو ہم تمہارا مونہہ پکڑ نہیں سکتے اور نہ کچھ اس سے غرض ہے کیونکہ قدیم سے یہی سنّت اللہ ہے کہ ہمیشہ نابکار اور بدسرشت سچّوں کو گالیاں دیا کرتے ہیں اور ہریک طرف سے دُکھ دیا جاتا ہے اور آخر انجام اُن کے لیے ہوتا ہے۔ یہ آج تم میں ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ سولہ برس سے حق کی دعوت کر رہا ہوں۔ تمہیں یہ بھی سمجھ نہیں کہ مفتری جلد ضائع ہو جاتا ہے اور خدا پر جھوٹ بولنے والا جھاگ کی طرح نابود کیا جاتا ہے۔ جن کو لوگ اس صدی کے لیے سچے مجدد کہتے تھے وہ مدت ہوئی کہ مر گئے اور جو اُن کی نظر میں جھوٹا ہے وہ ابتک صدی کے باراں برس گذرنے پر بھی زندہ ہے۔ پس اے مسلمان مخالفو جو اپنے تئیں مسلمان سمجھتے ہو اپنی جانوں پر رحم کرو۔ کیونکہ یہ اسلام نہیں ہے جو تم سے ظاہر ہو رہا ہے۔ نئی صدی نے تمہیں ایک مجدّد کی حدیث یاد دلائی۔ تم نے اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ کسوف

نوٹ ۱: آتھم نے قسم کھا کر اس شُبہ کو دُور نہ کیا جو ڈرتے رہنے کے اقرار سے اس کی نسبت جم گیا تھا۔ بلکہ قسم کھانے سے سخت گریز کر کے ایک اور شبہ اپنے پر قائم کر لیا۔ منہ

نوٹ ۲: شیخ بٹالوی محمد حسین نے مولوی نواب صدیق حسن خان کو مجدد صدی چہار دہم ٹھہرایا تھا۔ سو وہ صدی کے آتے ہی اس جہان سے گذر گئے اور بعض ملّاؤں نے مولوی عبد الحی لکھنوی کو صدی کا مجدّد خیال کیا تھا۔ انہوں نے بھی پہلے فوت ہو کر اپنے ایسے دوستوں کو شرمندہ کیا۔ منہ

خسوف نے تمہیں مہدی کے آنے کی بشارت دی۔ مگر تم نے اس کو بھی ایک بیہودہ بات کی طرح ٹال دیا تمام بزرگوں کی فراستیں اور مکاشفات مسیح موعود کے لیے ایک اجماعی قول کی طرح چودھویں صدی تک تم نے سُن لیں۔ پر تم نے اس کو بھی ردّ کر دیا۔ قرآن کو چھوڑا۔ اور ان حدیثوں کو بھی ترک کر دیا جو قرآن کے مطابق ہیں۔ مگر یاد رکھو کہ تم کاذب ہو۔ ضرور تھا کہ تم اس آخری صادق کے مکذّب ہوتے کیونکہ جو کچھ اس پاک نبی نے تمہارے حق میں فرمایا تھا۔ ضرور تھا کہ وہ سب پُورا ہو۔

بعض لوگ نہایت ناسمجھی سے کہا کرتے ہیں کہ اس طور سے پیشگوئی کے پورے ہونے میں فائدہ کیا نکلا اور حق کے طالبوں کو کیا فیض حاصل ہوا۔ سو انہیں اگر دانشمند ہیں تو اُن تمام پیشگوئیوں کو نظر کے سامنے لے آنا چاہیئے جو خدا کے پاک نبیوں کی معرفت پوری ہوئیں۔ تا معلوم ہو کہ پیشگوئیوں میں خدا تعالیٰ کی ایک خاص غرض نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض وقت قدرت کا ظاہر کرنا مدّنظر ہوتا ہے اور بعض وقت اُن علوم اور اسرار کا ظاہر کرنا مقصود الٰہی ہوتا ہے جو پیشگوئیوں کے متعلق ہیں جن کو عوام نہیں جانتے اور بعض وقت ایک باریک پیشگوئی لوگوں کے امتحان کے لیے ہوتی ہے تا خدا تعالیٰ انہیں دکھلا دے کہ اُن کی عقلیں کہاں تک ہیں اور ہم لکھ چکے ہیں کہ حدیث نبوی کی رُو سے اس پیشگوئی میں کج دل لوگوں کا امتحان بھی منظور تھا اس لیے باریک طور پر پوری ہوئی۔ مگر اس کے اور بھی لوازم ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں گے جیسا کہ کشف ساق کی پیشگوئی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ والسلام علٰی من اتبع الھُدٰی ؎

راقم

میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

قادیان۔ گورداسپور

ہماری نئی تالیفات

ست بچن　　　　آریہ دھرم

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے ۸ صفحوں پر ہے)

(۱۴۷)

جُمعہ کی تعطیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امابعد ای برادران دین وغمخواران شرع متین۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مَیں نے پہلے اس سے محض ہمدردی دین اسلام کی نیّت سے گورنمنٹ میں ایک عرضداشت مسلمانوں کی طرف سے بھیجنے کی تجویز کی تھی اور یہ چاہا تھا کہ جو مخالفوں کی طرف سے تحقیر اور توہین ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو رہی ہے اور ناخداترس مخالف انواع اقسام کی بیجا تہمتیں اور بے اصل بہتان اس سیّد المعصومین پر لگا رہے ہیں اور سب وشتم اور سخت زبانی کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے، اس کے روکنے کے لیے کوئی احسن انتظام ہو جائے چنانچہ اسی غرض کے لیے مَیں نے یہ کوشش کی کہ غیرتمند مسلمان اس عرضداشت پر دستخط کریں اور اس قانون کو پاس کرانا چاہیں کہ آئندہ کُل مذہبی مباحثات ومناظرات کو خواہ تحریری ہوں یا تقریری دو شرطوں میں محدود کر دیا جائے یعنی یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر کوئی ایسا اعتراض نہ کرے جو خود اسی کے مذہب پر وارد ہوتا ہو۔ کیونکہ یہ امر نیک نیتی کے برخلاف ہے۔ دوسری یہ شرط کہ کوئی معترض دوسرے فریق پر ایسے طور سے اعتراض کرنے کا مجاز نہ ہو کہ اعتراض کی بناء وہ کتابیں ٹھیرائی ہوں جو فریق معترض علیہ کی اُن مسلّمہ مقبولہ کتابوں میں سے نہیں ہیں جن کے ناموں کی فہرست وہ چھاپ کر شائع کر چکا ہو۔ یہ انتظام ایسا تھا کہ نہ صرف اسلام کو مفید تھا بلکہ ہر ایک گروہ اس سے فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ اور ایسی سرگرمی سے یہ اشتہار شائع کئے گئے کہ چند روز میں پانچہزار سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے دستخط ہو کر میرے پاس پہنچ گئے۔ چنانچہ دو ہزار پچہتر دستخط کا ہونا تو مَیں پہلے ہی شائع کر چکا ہوں۔ اور بعد میں جو دستخط پہنچے ان کے ملانے سے پانچ ہزار کی نوبت پہنچی۔ اور مجھے یقین تھا کہ اگر یہ کام دو ماہ تک بھی ہمارے ہاتھ میں رہتا تو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار تک بڑی آسانی سے عرضداشت پر مسلمانوں کے دستخط ہو جاتے اور تین چار ماہ تک تو یقینی اور قطعی امر تھا کہ ایک لاکھ معزز مسلمانوں کے دستخط ہو کر درخواست کو گورنمنٹ کی خدمت میں روانہ کیا جاتا۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہمارے اشتہارات کے شائع ہونے کے ساتھ ہی

ایک اشتہار شائع کردیا کہ میں اس کام کو بہت جلدی انجام دے دوں گا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ گورنمنٹ سے اس کام کو منظور بھی کرادوں گا کیونکہ میرا گورنمنٹ میں نہایت درجہ رسوخ ہے اور درخواست کی کہ تم اس کام سے بکلی کنارہ کش ہو کر یہ کام میرے سپرد کر دو پھر دیکھو کہ کیسی کامیابی میرے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ سو میں نے مولوی صاحب موصوف کی اس تحریر کو پڑھ کر خیال کیا کہ جس حالت میں انہوں نے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس قانون کو پاس کرا سکتے ہیں اور بڑے زور سے وعدہ کیا ہے کہ کامیابی کی بڑی امید ہے تو بہتر ہے کہ اُن کی درخواست کے موافق ہم اس کام سے کنارہ کش ہو جائیں اور اُن کی شرط کے موافق اپنا اور اپنی جماعت کا قدم بیچ سے نکال دیں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور ۳۱ر اکتوبر ۱۸۹۵ء کو اپنے استعفاء اور کنارہ کشی کا اشتہار[1] شائع کر دیا اور لکھ دیا کہ اب یہ کام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ یقین دلاتے ہیں کہ احسن طور پر اس کام کو انجام دیں گے اور بڑی اُمید دلاتے ہیں کہ حسب مرضی ہمارے قانون توسیع دفعہ ۲۹۸ کو پاس کرادیں گے۔ مگر افسوس کہ آج تک اس پر دو مہینہ سے کچھ زیادہ گذر گئے مگر اب تک کوئی کارروائی ان کی ظہور میں نہیں آئی اور نہ آئندہ آنے کی اُمید ہے کیونکہ پہلے تو انہوں نے بڑے زور شور سے زرد جو درفہ اس کام کے پورا کر دینے کے لیے شائع کیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر میرے ہاتھ میں یہ کام دیا جائے تو میں اس کو حسب المراد انجام دے دُوں گا، لیکن جب یہ کام ان کو سُپرد کیا گیا تو چونکہ اُن کی صرف اتنی ہی غرض تھی کہ ہمارا چلتا ہوا کام روک دیا جائے اس لیے وہ چپکے ہو کر بیٹھ گئے اور میری طرف ایک خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ تم اپنی کتابیں کہ جو حال میں مخالفین مذہب کے حملوں کے ردّ میں لکھی گئی ہیں شائع ہونے سے روک دو اور اس طرح اُن کو تلف کر کے وہ بُرا اثر لوگوں میں پھیلنے دو جس کے مٹانے کے لیے یہ تالیفات ہیں تب میں یہ کارروائی کروں گا ورنہ نہیں۔ جب یہ خط ان کا پہنچا تو مجھ کو اُن کے حال پر رونا آیا کہ یا الٰہی ان لوگوں کی کہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ عجیب تحکم ہے کہ ہمارے مخالف ہمارے سیّد و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صریح گالیاں دیں۔ طرح طرح کی ناپاک تہمتیں لگاویں یہاں تک کہ نعوذ باللہ زنا و ڈکیتی وغیرہ کے بہتان اس پاک ذات کی نسبت شائع کریں اور نہایت بُری باتیں آنجناب کے حق میں کہیں۔ اور یہ مولوی ہمیں اس قدر قلم اُٹھانے سے بھی منع کریں کہ ہم بطریق مدافعت ان کا جواب لکھیں اور اُن کی زہرناک باتوں سے لوگوں کو بچاویں اور دستخط کرانے کے لیے یہ شرط ٹھیراویں کہ مخالف جو چاہیں کریں مگر ہم اپنے پیارے رسول کی عزت کے لیے کچھ بھی غیرت نہ دکھلاویں۔ ہائے افسوس

---

[1] یہ اشتہار جلد ہذا کے صفحہ ‌ پر زیر نمبر ۱۳۴ درج ہے (المرتب)

یہ کیسا زمانہ ہے۔ یہی قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اگر یہ مولوی صاحب پہلے ہمارے مخالفوں کو اسلام پر حملہ کرنے سے روکتے اُن کی کتابیں اور رسالے اور اخباریں شائع ہونے سے بند کرا دیتے اور پھر ہمیں بھی بند کرنے کے لیے کہتے یا بالمقابل ان سے بھی بند کرنے کا وعدہ لے لیتے تو ایک بات بھی تھی مگر یہ کس قسم کا تحکم ہے کہ ہم تو پانچ چھ سال تک جب تک گورنمنٹ قانون پاس نہ کرے مخالفوں کی گالیاں اور جھوٹے الزام سُن کر ان کے زہرناک اثر روکنے کے لیے مجاز نہ ہوں مگر وہ لوگ جو چاہیں سو کریں۔

پھر جس حالت میں ہماری کتابوں میں صرف **واقعات صحیحہ** کا بیان ہے اور تمام مخالفوں کی کتابیں بیجا افتراؤں سے بھری ہوئی ہیں تو کیا ہماری کتابوں کو شائع ہونے سے روکنا اور اُن کی کتابوں کے شائع ہونے پر رضامندی ظاہر کرنا کسی سچے مسلمان کا کام ہے۔ اگر مولوی صاحب آریوں اور پادریوں کے وکیل بن کر ہماری کتابوں پر کوئی نکتہ چینی کریں اور کوئی افتراء ثابت کرنا چاہیں تو ہرگز انکو میسّر نہ ہوگا مگر ہم آریوں اور پادریوں کے صدہا افتراء ثابت کرتے ہیں۔

اب حاصل کلام یہ کہ اس طرح پر مولوی صاحب موصوف نے ہماری اس کارروائی کو برباد کیا۔ لوگ اس انتظار میں ہوں گے کہ مولوی صاحب کچھ کام کر رہے ہیں۔ مگر مولوی صاحب کا مطلب صرف دین کو نقصان پہنچانا تھا اور ہمارے کام میں حرج ڈالنا تھا۔ اُن کو ہماری کتابوں کے تلف کرنے کی کیوں فکر پڑ گئی اور مخالفوں کی وہ کروڑہا کتابیں اُن کو بھول گئیں جو گالیوں اور بہتانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ تو ظاہر تھا کہ قانون پاس ہونے سے ایسے لوگوں کی کتابیں خود ردّی ہو جائیں گی جو خلاف واقعہ باتوں پر مشتمل ہونگی اور اُن کی اشاعت ایک جرم میں داخل ہوگی۔ انہیں اغراض کے لیے تو قانون کی حاجت تھی۔ غرض مولوی محمد حسین صاحب کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اُن سے یہ کام ہونا ممکن نہیں اگر ان میں ایک ذرہ اسلام کی خیرخواہی باقی ہے تو چاہیئے کہ اپنا استعفاء اسی طرح شائع کریں جس طرح ہم نے شائع کیا تھا اور خدا تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی چاہیں جو ناحق فضول گوئی سے چلتے کام کو روک دیا اور ہم یہ وعدہ نہیں کرتے کہ ضرور قانون کو پاس کرا دیں گے۔ یہ امر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن ہم مولوی صاحب کی طرح فارغ نہیں بیٹھیں گے اور جہاں تک بشری طاقت ہے اس کام کے لیے کوشش کریں گے۔

اب اے بھائیو ایک دوسرا کام ہے جو میں شروع کرنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ یقیناً سمجھیں کہ سرکار انگریزی اس درخت کی طرح ہے جو پھلوں سے لدا ہوا ہو۔ اور ہر ایک شخص جو میوہ چینی کے قواعد کی رعایت سے اس درخت کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے تو کوئی نہ کوئی پھل اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ ہماری بہت سی مرادیں ہیں جن کا مرجع اور مدار خدا تعالیٰ نے اس گورنمنٹ کو بنا دیا ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ وہ ساری مرادیں اس مہربان گورنمنٹ سے ہمیں حاصل ہوں۔ مگر اس مقصد کے بعد جو دفعہ ۲۹۸ کی

توسیع کے متعلق ہے ایک اور ہمارا مقصد ہے جس کے حصول سے پنجاب اور ہندوستان کے مسلمانوں کو گورنمنٹ کی عنایات سے وہ عزت ملے گی جس کو وہ مدت دراز سے کھو چکے ہیں۔ اور اس صورت میں ایک نئی شکرگذاری کے گیت اُن پر واجب ہوں گے اور نہایت خوشی سے گورنمنٹ کی بقاء دولت اور حکومت کے لیے نعرے ماریں گے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ جب سے اس ملک ہند میں اسلامی سلطنت نے اپنی بنیاد ڈالی تب سے جمعہ کی تعطیل صدہا برسوں سے اس ملک میں جاری رہی۔ چنانچہ اس کے آثارِ باقیہ میں سے یہ بات ہے کہ اب تک بعض ریاستوں میں باوجود ہندو ہونے کے جمعہ کی تعطیل ریاست کے دفتروں اور عدالتوں میں رہی ہے اور چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے اتوار کی تعطیل کو مقرر کر کے عیسائیوں اور ہندوؤں کو وہ حق دے دیا ہے جو ایک مذہبی دن کے متعلق ان کو ملنا چاہیئے تھا تو پھر مسلمان بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ اس مہربان گورنمنٹ سے اپنے حق کا بھی ادب اور انکسار کے ساتھ مطالبہ کریں۔

بھائیو۔ آپ خوب جانتے ہو کہ جمعہ اسلام میں صرف ایک عید کا ہی دن نہیں بلکہ وہ تجدیدِ احکام دین کا بھی ایک خاص روز ہے جس میں مسلمانوں کے کانوں میں اسلام کے پاک وصایا تازہ طور پر پڑتی ہیں اور بھولے ہوتے مسائل نئے سرے سے یاد دلائے جاتے ہیں۔ اس دن میں ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ مسجد میں حاضر ہو اور دینی وصایا کو سُنے۔ اور اپنے ایمان کو تازہ کرے اور اپنی معلومات کو بڑھاوے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس نحوست سے ملازمت پیشہ لوگوں کو جمعہ کے لیے فرصت نہیں ملتی بہت سی مسجدیں ویران نظر آتی ہیں چونکہ جمعہ مسلمانوں کے لیے دو قسم کے غسل کا دن ہے۔ ایک جسم کا غسل جس کے بعد سفید پوشاک پہنی جاتی ہے اور ایک دل کا غسل یعنی توبہ اور استغفار جس کے بعد لباس التقویٰ پہنایا جاتا ہے اس لیے جمعہ میں یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اخلاص اور سچی ایمانداری سے جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا رہے اور ہدایتوں کو سُنتا رہے اور گھر میں توبہ نصوح کا تحفہ ساتھ لاتا رہے اُس کو دوسرے دنوں میں بھی نماز کی توفیق دی جاتی ہے اور جمعیتِ باطنی اس کو عطا کی جاتی ہے جس کی طرف جمعہ کے لفظ میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے۔ علاوہ اس کے اس سے مومنوں کا تعارف بڑھتا ہے۔ بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے۔ نیک اخلاق میں ایک شخص دوسرے کا وارث بن جاتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں خاص طور پر جمعہ کے لیئے تاکید کی ہے بلکہ سورۃ کا نام بھی سورہ جمعہ رکھ دیا ہے۔ اور احادیث[1] میں جمعہ کے

[1] عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد همت ان امر رجلاً یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعة بیوتهم✡۔ منه

✡ (مسند احمد بن حنبل ص ۴۰۲/۱)

ترک کرنے میں سخت وعید بھی ہے۔ اسلئے نہایت ضرورت ہے کہ ہر ایک مسلمان گورنمنٹ سے اس حق کے طلب کرنے کے لیے اس درخواست پر دستخط کرے جو اسی غرض سے گورنمنٹ میں بھیجی جائے گی جس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ اور یاد رکھیں کہ یہ نہایت مبارک کام ہے اور اس کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ جمعہ کی تعطیل سے نماز کی طرف مسلمانوں کو ایک خاص توجہ پیدا ہو جائے گی اور کروڑہا نئے آدمی مساجد میں داخل ہو کر تمام ملک کی مساجد کو آباد کر دیں گے۔ اسلامی شوکت بھی ظاہر ہو گی اور بہت سے ایسے نیک نتیجے نکلیں گے جن کی تحریر مبسوط بیان کو چاہتی ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ہر ایک نیک دل انسان ضرور اس درخواست پر دستخط کرے گا۔ بجز ایسے شخص کے کہ درحقیقت ناپاک طبع اور مُرتدوں کے رنگ میں ہو۔ خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے دلوں میں القاء کرے اور اپنے الہام سے اس بابرکت کام کی طرف توجہ دلاوے۔

اس جگہ مولوی صاحبوں کی خدمت میں خصوصیت کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ وہ بھی دستخط کرنے سے ثوابِ آخرت حاصل کریں۔ یہ فرض کیا کہ ہم اُن کی نظر میں کافر اور بیدین اور اس جہنم کے لائق ہیں جس کی سزا ابدالآباد اور جس کا عذاب دائمی اور غیر منقطع ہے۔ مگر اپنے اس بے دلیل خیال سے اس نیکی سے محروم نہ رہ جائیں۔ یوں ہی سمجھ لیں کہ کبھی دین کو خدائے تعالیٰ فاسقوں کے ذریعہ سے بھی مدد دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ کسی مجبوری سے اس چودھویں صدی کے سر پر جس کی طرف مدت سے آنکھیں لگی ہوئی تھیں کوئی صالح بحیثیت مجدّد و مبعوث نہ ہو سکا جو اعلاء کلمہ اسلام کے لیے یہ تمام ضروری کام کرتا تو ناچار اس صالح کی جگہ ایک فاسق کام کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔ رہا ان باتوں کا اصل تصفیہ سو وہ جلد دن آئے گا کہ خدائے تعالیٰ آپ فیصلہ کر دے گا۔ اسمعوا یا قومی واترکوا لومی وما ادعوکم الّا الی السداد۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

یکم جنوری ۱۸۹۶ء

نوٹ:۔ یہ بات یاد رہے کہ جو صاحب اس درخواست پر دستخط نہیں کرینگے وہ اس حرکت سے ظاہر کریں گے کہ انہوں نے اس ملک کو دارالحرب قرار دیا ہے ۞

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے چار صفحوں پر شائع ہوا ہے)

---

(۱۴۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

درخواست بحضور نواب گورنر جنرل و وائسرائے کشور ہند بالقابہ
بمراد منظوری تعطیل جمعہ

یہ عرضداشت مسلمانان برٹش انڈیا کی طرف سے جن کے نام ذیل میں درج ہیں بحضور جناب گورنر جنرل ہند دام اقبالہ اس غرض سے بھیجی گئی ہے کہ تا گورنمنٹ عالیہ معروضات ذیل پر توجہ فرما کر تمام برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے لیے جمعہ کی تعطیل منظور فرماوے۔ وجوہات عرضداشت یہ ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے مذہبی عبادات اور دینی فرائض کے ادا کرنے کے لحاظ سے بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ اتوار عیسائیوں اور ہندوؤں کے لیے۔ پس چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے عیسائیوں اور ہندوؤں کی بجا آوری رسوم عبادت وغیرہ کے لیے اتوار کی تعطیل مقرر کر رکھی ہے تو اس صورت میں یہ گروہ کثیر مسلمانوں کا جو گورنمنٹ کے لُطف اور احسان کا ایسا ہی امیدوار ہے جیسا کہ عیسائی اور ہندو گروہ یہ حق رکھتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ان کے لیے بھی جمعہ کے دن کی تعطیل عطا فرماوے۔

(۲) دوسرے یہ کہ صرف یہی بات نہیں کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے بعض خاص عبادات اور رسُوم کی بجا آوری کے لیے مقرر ہے۔ بلکہ اس کے ترک کرنے کی حالت میں قرآن شریف اور احادیث میں سخت وعید ہے۔ لہٰذا مذہبی حیثیت سے جمعہ ترک کرنے میں ہر ایک مسلمان دیندار اپنے تئیں ایک گناہ عظیم کا مرتکب خیال کرتا ہے اور ہر ایک بڑے جوش سے اس بات کا خواہاں ہے کہ سرکار انگریزی ضرور یہ تعطیل برٹش انڈیا میں منظور فرماوے۔

(۳) تیسرے یہ کہ تمام نیک دل اور پاک طبع مسلمان جو گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ ہیں التزام جمعہ کی رسم کو اس محسن گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی اور دلی وفاداری کے لیے ایک علامت ٹھہراتے ہیں۔

مگر بعض دوسرے نالائق نام کے مسلمان جن کی تعداد قلیل ہے اس ملک برٹش انڈیا کو دار الحرب قرار دے کر اپنے خود تراشیدہ خیالات کے رُو سے جمعہ کی فرضیت سے منکر ہیں۔ کیونکہ ان کا گمان ہے جو برٹش انڈیا دار الحرب ہے اور دار الحرب میں جمعہ فرض نہیں رہتا۔ پس کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے بدباطن کمال صفائی سے شناخت کئے جائیں گے۔ کیونکہ اگر باوجود تعطیل کے پھر بھی وہ جمعہ کی نمازوں میں حاضر نہ ہوئے تو یہ بات کُھل جائے گی کہ درحقیقت وہ نالائق اس گورنمنٹ کے ملک کو دار الحرب ہی قرار دیتے ہیں۔ تبھی تو جمعہ کی پابندی سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ سو اس صورت میں یہ مبارک دن نہ صرف مسلمانوں کی عباداتِ خاصہ کا ایک دن ہوگا بلکہ گورنمنٹ کے لیے بھی ایک سچے مخبر کا کام دے گا اور ایک معیار کی طرح کھرے اور کھوٹے میں فرق کر کے دکھلاتا رہے گا۔ چنانچہ اس درخواست پر بھی صرف انہیں سچے خیر خواہوں کے دستخط درج ہیں جو اس ملک کو دار الحرب قرار نہیں دیتے۔ اور دلی سچائی سے گورنمنٹ کی حکومت کو قبول کر لیا ہے اور اپنے لیے سراسر برکت اور رحمت سمجھا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جمعہ کی تعطیل سے ایسے لوگ جو غلطیوں میں پڑے ہوتے ہیں اثر پذیر بھی ہوں گے اور گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ بہت ترقی پذیر ہوں گے اور بدباطن تارک الجمعہ بڑی آسانی سے شناخت کئے جائیں گے یہ بات دوبارہ گورنمنٹ کو یاد دلائی جاتی ہے کہ ایک جمعہ ہی مسلمانوں میں اس بات کی علامت ہے کہ کون شخص اس ملک گورنمنٹ کو دار الحرب قرار دیتا ہے اور کون اس کی نفی کرتا ہے۔ سو جو شخص گورنمنٹ برطانیہ کی رعیت ہو کر جمعہ کی فرضیت کا قائل ہے اور اس کا ترک کرنا معصیت سمجھتا ہے وہ ہرگز اس ملک کو دار الحرب قرار نہیں دے گا اور سچے دل سے گورنمنٹ کا خیر خواہ ہوگا لیکن جو شخص برٹش انڈیا میں جمعہ کی فرضیت کا منکر ہے وہ در پردہ اس ملک کو دار الحرب قرار دیتا ہے اور سچا خیر خواہ نہیں۔ سو جمعہ ان دونوں فریقوں کے پرکھنے کے لیے ایک معیار ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ اسلامی تعطیلیں ہندوؤں کی تعطیلوں سے نصف سے بھی کم ہیں پس اس صورت میں بھی گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ جمعہ کی تعطیل کرنے سے اس نقصان کا جبر کرے۔

(۵) پانچویں یہ کہ چونکہ جمعہ کی تعطیل ہم مسلمانوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس لیے ہم یہ بھی بادب التماس کرتے ہیں کہ اگر ہماری محسن گورنمنٹ اتوار کی تعطیل کو ہمارے لیے موقوف رکھ کر اس کی عوض ہمیں صرف جمعہ کی تعطیل دے دے تو ہم تب بھی بصدقِ دل راضی ہیں۔ مگر بہرحال ہم رعایا کی درخواست یہی ہے کہ جمعہ کی تعطیل ہو۔

(۶) چھٹے یہ کہ ہماری مہربان گورنمنٹ کو اس بات کا خوب علم ہے کہ تمام اسلامی سلطنتیں اور ریاستیں

قدیم سے جمعہ کی تعطیل کرتے ہیں۔ سلطنت روم میں جمعہ کی تعطیل ہے اور حیدر آباد کی ریاست وغیرہ میں بھی جمعہ کی تعطیل ہی مقرر ہے تو اس صورت میں گورنمنٹ کے احسانات پر ہمیں یہی توقع ہے کہ ہم اس فیاض گورنمنٹ کی رعایا ہو کر پھر ایسے بد قسمت نہ ٹھیریں کہ دوسرے مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی دیکھ کر کہ وہ دوسری ریاستوں میں اس عظیم الشان مذہبی دن کی تعطیل سے مذہبی فرائض کو بخوبی بجالاتے ہیں آتش رشک میں جلا کریں۔ چونکہ ہم سچے دل سے گورنمنٹ کے اور گورنمنٹ ہماری ہے اور دائمی تعلقات اور بقاء دولت۔ گورنمنٹ کے لیے سچے دل سے دُعا کرتے ہیں تو کیا ہم گوارا کر سکتے ہیں کہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں یہ ارمان ہمارے دل میں چلا جائے کہ کیوں ہمارے لیے وہ بات حاصل نہیں جو دوسری ریاستوں کی رعایا کو حاصل ہے۔ یہ بھی عاجزانہ عرض ہے کہ ہم رعایا نے اب تک گورنمنٹ میں اس بات کی کبھی تحریک نہیں کی کیونکہ یہی رعیتانہ ادب کا تقاضا دیکھا کہ صبر اور آہستگی سے اس درخواست کو پیش کریں۔ سو اب بڑی امید کے ساتھ پیش کی گئی۔

(۷) ساتویں یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ میں عرض کر دینے کے لائق ہے کہ یہ روز جمعہ جس کی تعطیل کے لیے ہم مسلمان رعایا یہ عرضداشت بھیجتے ہیں۔ اگرچہ بہت اہم کام اس میں عبادات کا خاص طور پر ادا کرنا اور اسلامی ہدایات کو اپنے علماء سے سُننا ہے، لیکن اور کئی رسوم مذہبی بھی اسی دن میں ادا ہوتی ہیں۔ اور خدا نے ہمیں قرآن میں اس دن کے التزام کی اس قدر تاکید کی ہے کہ خاص اسی کے التزام کے لیے ایک سُورت قرآن میں ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور حکم ہے کہ سب کام چھوڑ کر جمعہ کے لیے مسجدوں میں حاضر ہو جاؤ۔ سو ہر یک دیندار کو یہی غم ہے کہ ہم ہمیشہ کے لیے خدا کے نافرمان نہ ٹھیریں۔

(۸) آٹھویں یہ کہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں ہمیشہ اس ملک میں جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی۔

(۹) ہم رعایا کی یہ بھی تمنا ہے کہ جس طرح اسلامی ریاستوں میں ان سلاطین کا شُکر کے ساتھ خطبہ میں ذکر ہوتا ہے جو مذہبی اُمور میں قرآن کے منشا کے موافق مسلمانوں کو آزادی دیتے ہیں۔ ہم بھی جمعہ کی تعطیل کے شکریہ میں اور بلاد کے مسلمانوں کی طرح یہ دائمی شکر جمعہ کے ممبروں پر اپنا وظیفہ کریں کہ سرکار انگریزی نے علاوہ اور مراحم اور الطاف کے ہم پر یہ بھی عنایت کی نظر کی جو ہمارے دینی عظیم الشان دن کو جو مدت سے اس ملک برٹش انڈیا میں مردہ کی طرح پڑا تھا پھر نئے سرے سے زندہ کر دیا۔ سو بلاشبہ یہ ایسا احسان ہوگا کہ مسلمانوں کی ذریت کبھی اس کو فراموش نہیں کرے گی اور اسلامی تاریخ میں ہمیشہ عزت کے ساتھ یہ شکر ادا کیا جائے گا۔

بالآخر ہم رعایا کی دُعا ہے کہ ہماری گورنمنٹ کو خدا تعالیٰ ہمارے سروں پر رکھے اور ہماری اس

عاجزانہ التماس کو قبول کرنے کے لیے آپ اس کے دل میں القاء کرے۔ پھر ہمیں اس شکر کی توفیق بخشے جو ایسی خسروانہ مراحم کے پاداش میں ہر ایک انسان کا فرض ہے اور ہم رعایا جو اس درخواست کو بامید منظوری گورنمنٹ عالیہ میں روانہ کرتے ہیں ان کے نام معہ کل پتہ ونشان منسلکہ نقشوں میں درج ہیں۔

المُلتمسین

اہلِ اسلام وفادار رعایا گورنمنٹ برٹش انڈیا

جو اس ملک کو دارالحرب نہیں سمجھتے

یکم جنوری ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء اسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ کے چار صفحوں پر درج ہے)

(۱۴۹)

قابلِ توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ

میرزا غلام احمدؐ از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لیے تجویز کیا گیا کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایسے مفسدانہ عقیدہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہوں، لیکن چونکہ اس امتحان کے وقت بڑی آسانی سے ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں۔ جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں اس لیے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولٹیکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہانتک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر اُن لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ جو ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہو گا اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اس عقیدہ کا آدمی ہے، لیکن ہم گورنمنٹ میں با ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی اُن نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام مندرج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان میں سے ایک سادہ نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں:۔

نمبر شمار	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

ہدایت۔ اگر اس نقشہ کی دستخطوں سے خانہ پوری ہو چکے تو چاہیئے کہ اسی طرح کے اور اسی نمونہ کے اور قلمی نقشے بنا کر ان پر جہاں تک ممکن ہو دستخط کرائے جائیں مگر یہ یاد رہے کہ ہر ایک صاحب اپنا نام اور پتہ خوشخط لکھیں کہ تا پڑھنے میں دقت نہ ہو اور ہر ایک نقشہ کے آخر پر کل دستخطوں کی میزان لکھ دیں۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ کے چار صفحوں پر معہ نقشہ درج ہے)

ان وفادار رعایا کے دستخط اور مواہیر جو حسب تفصیل عرضداشت منسلکہ نقشہ ہذا گورنمنٹ عالیہ انگریزی میں اس بات کے لئے ملتجی ہیں کہ آئندہ کل دفاتر محکمہ جات اور سرکاری مدارس اور کالجوں کے لئے اتوار کے ساتھ جمعہ کی تعطیل بھی دی جائے۔

نمبر شمار	نام معہ لقب وعہدہ	سکونت	ضلع	کیفیت

(۱۵۰)

پادری صاحبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری یعنی

تفسیر انجیل متی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

یہ بات ظاہر ہے کہ پادری صاحبوں نے لکھوکھا روپیہ اسلام کی نکتہ چینی میں خرچ بھی کیا مگر پھر بھی ناکام ہی رہے اور بجائے اس کے کہ قرآنی تعلیم میں کوئی عیب نکال سکتے خود محرّک اس بات کے ہوئے کہ تا اس پاک کلام کے انوار اور برکات دنیا پر ظاہر ہوں۔ اس جگہ یہ بھی سوال ہے کہ کیا انہوں نے اب تک کوئی انجیل کی خوبی دکھلائی۔ کیا کوئی ایسی تفسیر لکھی جس سے انجیل کے اسرار ظاہر ہوتے ہوں۔ اس کے جواب میں بافسوس کہنا پڑتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ جس قدر تفسیروں پر ہمیں نظر پڑی ہیں وہ ایسی مہمل اور بیہودہ ہیں جو ہر یک سطر کے پڑھنے سے ہنسی آتی ہے۔ اور پھر ان کی غفلت اور جہالت پر ایک کامل غور کے بعد رونا بھی آتا ہے۔ اب چونکہ پادری صاحبان کسی انجیل کی تفسیر ایک محقق کی طرز پر لکھ نہیں سکے۔ اور ایسی تفسیر کے لیے درحقیقت زمانہ موجودہ تڑپ رہا ہے۔ اور اب تک ہم عیسائی صاحبوں کا مُنہ دیکھتے رہے کہ شاید ان کی طرف سے کوئی تفسیر محققانہ طرز سے شائع ہو۔ مگر اب ان کی موٹی عقلوں اور سطحی خیالوں کا بار بار تجربہ ہو کر ثابت ہوگیا کہ وہ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ انجیل کی تفسیر لکھ سکیں۔ اور یقین ہوگیا کہ اُن پر ایسی اُمید رکھنا محض لاحاصل ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے حالِ زار پر رحم کر کے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا اور خدائے تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے وہ حقائق اور معانی ہم پر کُھلے کہ جب تک کامل تائید الٰہی کسی شخص کے شامل حال نہ ہو ہرگز ایسے حقائق کسی پر کُھل نہیں سکتے۔ اور میں اس وقت اس تفسیرِ مقدس کی زیادہ تعریف لکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ ہر ایک شخص چھپنے اور شائع ہونے کے بعد خود معلوم کر لے گا کہ کس پایہ کی تفسیر ہے بعض پادری صاحبوں نے باوجود نہایت تنگ اور محدود ہونے معلومات کے قرآن شریف کا ترجمہ لکھ کر شائع کیا اور بجز اس کے کچھ نہ دکھلایا کہ چند مشہور ترجموں میں سے اپنی مرضی کے موافق التقاط کر کے کچھ کچھ دجل اور تلبیس کے طور پر بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ کام

نہ کچھ مشکل اور نہ عجیب تھا۔ ہاں اگر اس میں کچھ عجیب بات تھی تو وہی قدیمی تحریف تھی جو اس قوم کے حصّہ میں آگئی ہے۔ مگر عنقریب منصفین معلوم کریں گے جو ہماری تفسیر انجیل محققانہ طرز پر ہوگی اور دلوں کو ان سچائیوں سے منور کرے گی جو حق کے طالبوں کی مراد اور مقصود ہیں۔ واضح رہے کہ اس تفسیر کی دُنیا کو نہایت ضرورت تھی اور ہزاروں کے دل اس فیصلہ کے لیے جوش میں تھے کہ اس زمانہ میں کس تعلیم کو تمام تعلیموں سے اکمل واتم و اعلیٰ وارفع سمجھا جاتے چنانچہ عیسائی بجاتے خود اصرار کرتے تھے کہ انجیل کی تعلیم اعلیٰ اور اکمل ہے اور اہل اسلام نہ اپنے دعویٰ سے بلکہ خدا کی پاک کلام کی رُو سے اس بات پر زور دیتے تھے کہ وہ تعلیم جو اعلیٰ اور اکمل دُنیا میں آئی وہ صرف قرآن شریف ہے مگر عیسائیوں کو اس سچی بات کے سُننے کی برداشت نہیں تھی بلکہ جیسا کہ ہمیشہ جاہلوں اور سفیہوں اور کمبخت جلد بازوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بجائے فکر اور تدبّر کے ٹھٹھے اور ہنسی کی طرف جُھک جاتے ہیں یا بے اصل افتراؤں سے کام لیتے ہیں یہی عادت عیسائیوں کی تھی۔ سو ہم نے اس تفسیر کو یکطرفہ طور پر نہیں لکھا بلکہ اس خیال سے کہ اس تقریب پر قرآن اور انجیل کا مقابلہ اور موازنہ بھی ہو جاوے، جا بجا انجیلی تعلیم کے مقابل پر قرآنی تعلیم کو دکھلایا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ طرز ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہوگی جو انجیل اور قرآن شریف کی تعلیم کو بالمقابل وزن کرنا چاہتے ہوں۔ اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ نو تعلیم یافتہ لوگ جو زیرک ہیں اس طرز سے سب سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں گے۔ اور مَیں نے اس تفسیر میں یہ بھی مناسب دیکھا ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور یسوع صاحب کے اخلاق کا بھی باہم مقابلہ کیا جاوے۔ کیونکہ اس بارے میں بھی اکثر عیسائی صاحبوں کو بہت دھوکا لگا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تمام التزام تفسیر میں کئے گئے ہیں۔ اور یہ تفسیر محض ان پادری صاحبوں کی امداد کے لیے لکھی گئی ہے کہ جو اب تک انجیل کو وہ مرتبہ دیتے ہیں جو قرآن مجید کو دینا چاہیئے تھا۔ مگر ہم اس جگہ پادری فتح مسیح صاحب متعین فتح گڑھ ضلع گورداسپورہ کا شکر ادا کرنے سے رہ نہیں سکتے۔ جنہوں نے بڑے اصرار سے اس تفسیر کے لکھنے کے لیے ہمیں آمادہ کیا۔ ہاں اس شکر کے کسی قدر پادری عمادالدین صاحب بھی حصّہ دار ہیں جنہوں نے ترجمہ قرآن شریف لکھ کر ہمیں اس بات کے لیے توجہ دی کہ تا ہم ان پر ظاہر کریں کہ تفسیر لکھنا اس کو کہتے ہیں۔ افسوس کہ پادری عمادالدین صاحب نے اپنی بے اصل تالیفات میں عمر ہی ضائع کی۔ اب چاہیئے کہ اس تفسیر کو خرید کر کے بہت محبت اور پیار سے پڑھیں۔ بلکہ ہم پادری ٹھاکر داس صاحب اور پادری صفدر علی صاحب اور ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب اور پادری طامس ہاول صاحب اور اس تفسیر کے اصل موجب پادری فتح مسیح صاحب کو بھی صلاح دیتے ہیں کہ وہ ضرور اس تفسیر مقدس کو اس کے چھپنے کے بعد منگوائیں اور خدائے تعالیٰ سے دُعا مانگ کر غور سے پڑھیں کہ وہ بلاشبہ ان کو ایک سچے معلّم کی طرح رُوح اور راستی کا سبق دے

گی اور بہت سی تاریکیوں سے نکال دے گی[1] والسلام علیٰ من اتبع الھدے۔

۲۶ جنوری ۱۸۹۶ء

المشتہر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ایک صفحہ پر درج ہے)

---

[1] شیخ بٹالوی محمد حسین بٹالوی جو اہل قبلہ کو کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔ اب اس تفسیر کے شائع ہونے سے پہلے اسی انجیل کی تفسیر لکھے تا اس کی علمی اور ایمانی قوت معلوم ہو۔ ورنہ ایسی لیاقت قابل شرم ہے جیسا کہ اس نے عیسائیوں کے مباحثہ کی نسبت ہمارے پندرہ دن فی البدیہہ تقریر پر ہماری ہی باتیں چورا چورا کر ڈھائی برس میں گھر میں بیٹھ کر نکتہ چینی کا مضمون تیار کیا اور مرمر کر اور دوسروں سے مدد لیکر ہمارے پندرہ دن کی جگہ تیس مہینے خرچ کئے۔ منہ

(۱۵۱)

دو عیسائیوں میں محاکمہ

انجیل متی ۵ باب میں ہے کہ "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔" اس تعلیم پر ایک صاحب خیرالدین نام عیسائی نے ڈرتے ڈرتے اعتراض کیا ہے کہ ایسے احکام اس طبعی قانون خود حفاظتی کے برخلاف ہیں جو جمیع حیوانات بلکہ پرندوں اور کیڑوں میں بھی نظر آرہا ہے اور ثابت نہیں ہوسکتا کہ کسی زمانہ میں باستثناء ذات مسیح کے ان احکام پر کسی شخص نے عمل بھی کیا ہے۔ چنانچہ یہ سوال ان کا نور افشاں ۲۰ر دسمبر ۱۸۹۵ء میں درج ہوچکا ہے۔ درحقیقت یہ سوال خیرالدین صاحب کا نہایت عمدہ اور کامل اور ناقص تعلیم کے لیے ایک معیار تھا۔ مگر افسوس کہ پرچہ نور افشاں ۳ر جنوری ۱۸۹۶ء میں پادری ٹھاکر داس نے اس قابل قدر اور بیش قیمت سوال کا ایسا نکما اور بیہودہ جواب دیا ہے جس سے ایک محقق طبع انسان کو ضرور ہنسی آئیگی۔ اس لیے مَیں نے مناسب سمجھا کہ سوال اور جواب کی کچھ حقیقت محاکمہ کے طور پر ظاہر کر کے اُن لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں جو حقیقی سچائیوں کے بھُوکے اور پیاسے ہیں۔

واضح ہو کہ پادری ٹھاکر داس صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انجیل میں جانی یا مالی ضرر کی حالت میں ترک مقابلہ کے یہ معنی ہیں کہ ظالم سے انتقام حکومت ہی لیوے آپ مقابلہ نہ کریں۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی ظالم کسی جان کو ضرر شدید پہنچا دیوے یا مال کو لے لیوے تو انجیل کا منشاء یہ ہے کہ بتوسط حاکم چارہ جوئی کی جاتے۔

اب غور سے سوچنا چاہیئے کہ انجیل متی کی اصل عبارت جس کے یہ معنی کئے گئے ہیں یہ ہے کہ "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ اس جگہ غور طلب یہ امر ہے کہ ترکِ مقابلہ کے کیا معنی ہیں؟ کیا صرف یہی کہ اگر کوئی ظالم آنکھ پھوڑ دے، یا دانت نکال دے تو بتوسط حکام اس کو سزا دلانی چاہیئے۔ خود بخود اس کی آنکھ نہیں پھوڑنی چاہیئے اور نہ دانت نکالنا چاہیئے۔ اگر یہی معنی ہیں تو توریت پر زیادت کیا ہوگی۔ کیونکہ توریت بھی تو یہی ہدایت دیتی ہے کہ ظالموں کو قاضیوں کی معرفت سزا ملے۔ خروج ۲۱ باب میں خدا موسیٰ کو کہتا ہے کہ تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت۔ اور توریت بتلا رہی ہے کہ یہ تمام سزائیں قاضیوں کی تجویز کے موافق عمل میں آویں۔ مگر پادری ٹھاکر داس صاحب کہتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم میں توریت پر یہ زیادت ہے

کہ ایک مظلوم حکّام کی معرفت انتقام لیوے۔ یعنی یہودیوں کو تو اختیار تھا کہ ظالم کو بغیر توسط حکّام کے خود سزا دے دیں۔ مگر انجیل نے قاضیوں اور حاکموں کے سوا کسی کو سزا دینے کے لیے مجاز قرار نہیں دیا۔ گویا قاضیوں کے عہدے تجویز کرنے والی انجیل ہی ہے۔ توریت میں اس کا کچھ ذکر نہیں مگر ظاہر ہے کہ ایسا خیال صریح خلاف واقعہ ہے۔ اور پادری صاحب نے بھی کوئی ایسی آیت توریت کی پیش نہیں کی جس سے یہ سمجھا جائے کہ توریت ہر ایک کو سزا دینے کا اختیار دیتی ہے۔ بلکہ یہ بات تو ہر ایک توریت پڑھنے والے کو معلوم ہے کہ توریت کی تمام سزائیں اور حدود قاضیوں کی معرفت عمل میں آتی تھیں۔ اور جرائم کی پاداش کا توریت میں بھی انتظام تھا کہ قاضیوں کے ذریعہ سے ہر ایک مجرم سزا پاوے۔ اور اگر اس تقریر سے پادری صاحب کا یہ مطلب ہے کہ گو توریت میں قاضیوں کے ذریعہ سے سزائیں تو ہوتی تھیں مگر خود حفاظتی کے لیے جس قدر مقابلہ کی ضرورت تھی یہودی لوگ اس مقابلہ کے لیے مجاز تھے۔ اب انجیل میں کمال یہ ہے کہ عیسائی اس مقابلہ کے لیے مجاز نہیں ہیں بلکہ حکم ہے کہ ظالم کا منشاء پورا ہونے دیں۔ مثلاً اگر کوئی ظالم ایک عیسائی کی آنکھ پھوڑنا چاہے تو عیسائی کو چاہیئے کہ بخوشی اس کو پھوڑنے دے اور پھر کانا یا اندھا ہونے کے بعد عدالت میں جا کر نالش کر دے۔ تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کس قسم کی اخلاقی تعلیم ہے اور ایسے اخلاق سے نفسانی جذبات پر کس قسم کا اثر پڑے گا۔ بلکہ ایسا انسان نہایت بدبخت انسان ہے کہ اپنی آنکھ ناحق ضائع کرا کر پھر صبر نہ کر سکا اور اپنی قوت انتقام کو حکام کے ذریعہ سے ایسے وقت میں عمل میں لایا جو اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتا تھا۔ ایسے عیسائی سے تو یہودی ہی اچھا رہا جس نے خود حفاظتی کو کام میں لا کر اپنی آنکھ کو بچا لیا۔ شاید پادری ٹھاکر داس صاحب کہیں کہ ترکِ مقابلہ اس حالت میں ہے جبکہ کوئی شخص تھوڑی تکلیف پہنچانا چاہے، لیکن اگر سچ مچ آنکھ پھوڑنے یا دانت نکالنے کا ارادہ کرے تو پھر خود حفاظتی کے لیے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ تو یہ خیال پادری صاحب کا انجیل کی تعلیم کے مخالف ہوگا۔ متی باب ۵ آیت ۳۸ میں صریح یہ عبارت ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ ۳۹۔ پر مَیں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیری داہنی گال پر طمانچہ مارے دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے۔" اور ظاہر ہے کہ اگر کسی کے منہ پر ایک زور آور کے ہاتھ سے ظالمانہ ارادہ سے ایک زور کا طمانچہ لگے تو اس ایک ہی طمانچہ سے دانت بھی نکل سکتے ہیں۔ اور آنکھ بھی پھوٹ سکتی ہے۔ اور یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے تو اس سے ان کا بھی یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ تا دوسری طرف کے بھی دانت نکلیں اور آنکھ بھی پھوٹے اور اندھا ہو جائے نہ صرف کانا رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دشمن ظالم کا پُر زور طمانچہ مادرِ مہربان کے طمانچہ کی طرح نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ایک ہی طمانچہ سے ایک ہی ضرب سے دانت بھی نکال ڈالے گا اور آنکھ بھی۔

پس اس تعلیم سے تو یہی ثابت ہوا کہ اگر سچے عیسائی ہو تو دانت اور آنکھ نکالنے دو اور مقابلہ نہ کرو۔ اور اپنی آنکھ اور دانت کو مت بچاؤ۔ سو اس وقت وہی اعتراض انجیل پر ہوگا جو خیر الدین صاحب نے پیش کیا ہے۔

اور اس آیت کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر کوئی ظالم تمہاری آنکھ نکال دے یا دانت توڑ دے تو یہ کوشش بھی مت کرو کہ اس کی آنکھ بھی پھوڑی جائے یا اس کا دانت بھی نکال دیا جائے۔ یعنی نہ آپ انتقام لو اور نہ حکّام کے ذریعہ سے انتقام کی خواہش کرو۔ کیونکہ اگر انتقام ہی لینا ہے تو پھر ایسی تعلیم کو توریت پر کیا فوقیت ہے۔ آپ سزا دینا یا حکّام سے سزا دلوانا ایک ہی بات ہے۔ اور اگر کوئی عیسائی کسی ظالم کو حکّام کے ذریعہ سے سزا دلاتے، تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ توریت بھی تو ایسے موقعہ پر یہ اجازت نہیں دیتی کہ ایسے مجرم کی شخص مظلوم آپ ہی آنکھ پھوڑ دے یا دانت نکال دے بلکہ ہدایت کرتی ہے کہ ایسا شخص حکّام کے ذریعہ سے چارہ جوئی کرے۔ پس اس صورت میں مسیح کی تعلیم میں کونسی زیادتی ہوئی۔ یہ تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی۔

اس جگہ ہم صفائی بیان کے لیے پادری صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر مثلاً کسی موقعہ پر کوئی ایسا اتفاق ہو جائے کہ کوئی ظالم آپ کی آنکھ پھوڑ دے یا آپ کا ایک دانت نکال دے تو انجیل کی رُو سے آپ ایسے ظالم سے کس طرح پیش آئیں گے۔ اگر کہو کہ اس وقت ہم بدی کا بدی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرینگے مگر عدالت کے ذریعہ سے انتقام لیں گے۔ تو یہ کارروائی انجیلی تعلیم کا ہرگز منشاء نہیں ہے۔ کیونکہ اگر آنکھ کے بدلے ضرور آنکھ کو پھوڑنا ہے۔ اور کسی قاضی یا حاکم کی طرف رجوع کرنا ہے تو یہ توریت کی تعلیم ہے جو آپ کے یسوع صاحب کے وجود سے بھی پہلے بنی اسرائیل میں رائج تھی اور اب بھی کمزور اور ضعیف لوگ کب شریروں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ بھی تو فوجداری اور مالی مقدمات میں عدالتوں کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ مگر متی کے پانچ باب میں جس طرزِ بیان کو آپ کے یسوع صاحب نے اختیار کیا ہے یعنی توریت کے احکام پیش کر کے جا بجا کہا ہے کہ اگلوں سے یہ کہا گیا ہے مگر مَیں تمہیں یہ کہتا ہوں اس طرز سے صاف طور پر اُن کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ توریت کی تعلیم سے کچھ علاوہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اگر مقام متنازعہ فیہ میں توریت سے زیادہ کوئی بات نہیں بلکہ جیسا کہ ایک یہودی کسی ظالم کے ہاتھ سے ظلم اُٹھا کر عدالت سے چارہ جوئی کرنا چاہتا ہے یہی انجیل کی بھی تعلیم ہے تو پھر مسیح کا یہ دعویٰ کہ پہلی کتاب میں تو یہ کہا گیا ہے مگر مَیں یہ کہتا ہوں محض لغو ٹھہرتا ہے سوال تو یہ ہے کہ مسیح نے جو توریت کی تعلیم آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت بیان کر کے پھر اپنی ایک نئی تعلیم بتلائی جو اس سے بہتر ہے وہ کیا ہے۔ اب جبکہ نئی تعلیم کوئی بھی ثابت نہ ہو سکی۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ مسیح نے صرف دھوکہ دیا ہے اور پادری ٹھاکر داس صاحب

یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے یسوع صاحب کا ظالم کے مقابلہ سے اپنے چیلوں کو منع کرنا صرف چھوٹی چھوٹی باتوں تک محدود ہے اور کہتے ہیں کہ ترکِ مقابلہ سے یہ مطلب ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں جیسے کہ مثلاً گال پر طمانچہ کھانا بدلہ لینے کا محل نہیں ہے بلکہ ایسی حالتوں میں برداشت کرنا فرض ہے۔ مگر وہ اپنے اس بیان سے ثابت کرتے ہیں کہ انجیل کی منشاء سے وہ کیسے ناواقف ہیں۔ اے صاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ ظالم کا مونہہ پر طمانچہ مارنا چھوٹی چھوٹی باتوں میں داخل ہے۔ شاید اب تک آپ نے کسی زبردست کا طمانچہ نہیں کھایا افسوس کہ موسیٰ کا طمانچہ بھی آپ کو یاد نہ رہا کہ اس کا کیا نتیجہ تھا۔ اگر اس جگہ طمانچہ سے صرف ایک پیار اور محبت کا طمانچہ ہے جس میں آنکھ یا دانت کے نکلنے کا خطرہ نہیں تو آپ کے یسوع صاحب ایک نادان اور ژولیدہ زبان ٹھیریں گے جن کا کلام غیر منظم اور پریشان ہے کہ تعلیمی مقابلہ دکھلانے کے وقت آنکھ اور دانت کے مقابل پر گال کے طمانچہ کا ذکر کرتے ہیں جو محض ایک بے تعلق امر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر گال کے طمانچہ میں آنکھ اور دانت کا ذکر کچھ بھی ملحوظ نہیں تو یہ عبارت سخت بے جوڑ اور منقطع ہوگی۔ اور سابق اور لاحق کا کچھ بھی باہم ربط نہ ہوگا۔ اگر یسوع صاحب کا وہی منشاء تھا جو پادری صاحب نے سمجھا ہے تو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ تم سُن چکے ہو کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ آنکھ اور دانت کے عوض تو تم ظالم کا مقابلہ کرو لیکن اگر کوئی ہلکا سا طمانچہ مارے جس سے نہ آنکھ پھوٹے اور نہ دانت نکلے تو اس کی برداشت کرو۔ مگر آپ کے یسوع صاحب نے ایسا نہیں کہا بلکہ انہوں نے تو آنکھ اور دانت کا ذکر کر کے پھر اپنی تعلیم کی فوقیت دکھلانے کے لیے ایسے عضو کا ذکر کیا جس پر ایک زور کا طمانچہ لگنے سے آنکھ اور دانت دونوں نکل سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا کلام بے ربط اور دیوانوں کی طرح نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ جانتے ہیں کہ یسوع صاحب کا مدعا تو یہی تھا۔ کہ موسیٰ کی کتاب میں آنکھ نکالنے کی سزا آنکھ لکھی ہے مگر میری تعلیم اخلاقی صورت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ پس اگر یسوع صاحب کے قول کے اس جگہ وہ معنی کئے جاویں جن سے موسیٰ اور یسوع کی تعلیم ایک ہی بن جاتے تو پھر اُن کا وہ اصل مقصد جو اخلاقی تعلیم کا زیادہ نمونہ دکھلانا ہے بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی توریت میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ تم ہلکے ہلکے طمانچے کھا کر ان کے عوض بھی طمانچے مارا کرو اور ذرہ ذرہ سی باتوں میں مقدمے بناؤ۔ بلکہ توریت میں صرف ایسی باتوں کو قانونِ قصاص میں داخل کیا ہے جن کو ایک متوسط العقل آدمی مواخذہ کے لائق سمجھتا ہے جیسے آنکھ پھوڑنا، دانت نکالنا، جان سے مارنا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اگر ایسے ایسے شدید حملوں کو نہ روکا جاتے تو بنی آدم کی زندگی ایک دن بھی ممکن نہیں۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی ذرہ جسم پر انگلی بھی لگا دے تو اس پر بھی مقابلہ کے طور پر اُنگلی لگا دینی چاہیئے۔ یہ تو وحشیانہ حرکات ہیں اور نبیوں کی تعلیمیں ایسی رذیلانہ مقابلہ کی ہرگز رغبت نہیں دیتیں کہ جس میں اخلاقی حالت

کا بالکل ستیاناس ہو جاتے اور انسان ان نادان بچوں کی طرح بن جاتے جو ذرّہ ذرّہ سی بات میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔

پھر پادری ٹھاکر داس صاحب نے جب دیکھا کہ انجیل کی یکطرفہ تعلیم پر درحقیقت عقل اور قانونِ قدرت کا سخت اعتراض ہے تو ناچار ایک غرق ہونے والے کی طرح قرآن شریف کو ہاتھ مارا ہے تا کوئی سہارا ملے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن[1] جیسی کتاب میں بھی اس کے یعنی اس انجیل کے حکم کی تعریف کی گئی ہے۔ اور پھر ایک آیت کا غلط ترجمہ پیش کرتے ہیں کہ اگر بدلہ دو تو اس قدر بدلہ دو جس قدر تمہیں تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے اور اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ انجیلی تعلیم کے موافق ہے۔ مگر یہ کچھ تو اُن کی غلطی اور کچھ شرارت بھی ہے۔ غلطی اس وجہ سے کہ یہ لوگ علم عربیت سے محض ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ اس لیے ان کو کچھ بھی استعداد نہیں کہ قرآن کے الفاظ سے اس کے صحیح معنی سمجھ سکیں[1] اور شرارت یہ کہ آیت صریح بتلا رہی ہے کہ اس میں انجیل کی طرح صرف ایک ہی پہلو درگذر اور عفو پر زور نہیں دیا گیا بلکہ انتقام کو تو حکم کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور عفو کی جگہ صبر کا لفظ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے جو سزا دینے میں جلدی نہیں چاہیئے اور عفو کرنے کے لیے کوئی حکم نہیں دیا۔ مگر پھر بھی پادری ٹھاکر داس صاحب نے دانستہ اپنی آنکھ کو بند کر کے خواہ نخواہ قرآن شریف کی کامل تعلیم کو انجیل کی ناقص اور نکمّی تعلیم کے ساتھ مشابہت دینا چاہا ہے۔

---

[1] حاشیہ: یہ کلمہ کہ قرآن جیسی کتاب میں بھی، ایک تحقیر کا کلمہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی بزرگ اور مقدس کتاب کی نسبت پادری صاحب نے استعمال کیا ہے۔ ہمیں بڑا تعجب ہے کہ یہ مُردہ پرست قوم اللہ جلشانہٗ کے پاک کلام سے اس قدر کیوں بغض رکھتی ہے۔ منہ

نوٹ: یہ بے علمی کی شامت ہے کہ ۱۰؍ جنوری ۱۸۹۶ء پرچہ نور افشاں میں کسی نادان عیسائی نے اپنے یسوع کو مصداق قول اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کا ٹھیرایا۔ سو انہیں یاد رہے کہ فقر قابل تحسین وہ ہے جس میں صاحب فقر کی سخاوت اور ایثار کا ثبوت ملے یعنی اس کو دنیا دی جاتے مگر وہ دنیا کے مال کو دنیا کے محتاجوں کو دے دے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ لکھوکھا روپیہ پایا اور محتاجوں کو دے دیا۔ ایک مرتبہ ایک کافر کو اونٹوں اور بکریوں کا پہاڑ بھرا ہوا بخش دیا۔ آپ کے یسوع کا کسی محتاج کو ایک روٹی دینا بھی ثابت نہیں۔ سو یسوع نے دنیا کو نہیں چھوڑا بلکہ دُنیا نے یُسوع کو چھوڑا۔ ان کو کب مال ملا جس کو لے کر انہوں نے محتاجوں کو دے دیا۔ وہ خود تو بار بار روتے ہیں کہ میرے لیے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ ایسے فقر کے رنگ میں تو دُنیا میں ہزارہا لنگوٹی پوش موجود ہیں جن کو داؤد نبی نے مورد غضب الٰہی قرار دیا ہے۔ اور ایسے فقر کے لیے یہ حدیث ہے۔ الفقر سواد الوجہ فی الدّارین۔ منہ

ناظرین یاد رکھیں کہ قرآن شریف کی آیت جس کا غلط ترجمہ ٹھاکر داس صاحب نے پیش کیا ہے، یہ ہے۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ[1]۔ یعنی اگر تم ایذاء کے بدلے ایذاء دو تو اسی قدر دو جس قدر تم کو ایذاء دیا گیا اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنا ان کے لیے بہتر ہے جو سزا دینے میں دلیر ہیں اور اندازہ اور حد سے گذر جاتے ہیں اور بدرفتار ہیں یعنی محل اور موقعہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ اَلصّٰبِرِیْنَ میں جو صبر کا لفظ ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ بے تحقیق اور بے محل سزا دینا۔ اسی وجہ سے آیت میں خدائے تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا لَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ بلکہ فرمایا لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس جگہ لفظ صبر کے وہ معنی نہیں ہیں جو پہلے لفظ میں ہیں۔ اور اگر وہی معنی ہوتے، تو بجائے لَكُمْ کے لِلصّٰبِرِيْنَ رکھنا بے معنی اور بلاغت کے برخلاف ہوتا۔ لغتِ عرب میں جیسا کہ صبر روکنے کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی بیجا دلیری اور بدرفتاری، بے تحقیق کسی کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اب ناظرین سوچ لیں کہ اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہر ایک مومن پر یہ بات فرض کی گئی ہے کہ وہ اسی قدر انتقام لے جس قدر اس کو دُکھ دیا گیا ہے، لیکن اگر وہ صبر کرے یعنی سزا دینے میں جلدی نہ کرے تو ان لوگوں کے لیے صبر بہتر ہے جن کی عادت چالاکی اور بدرفتاری اور بداستعمالی ہے یعنی جو لوگ اپنے محل پر سزا نہیں دیتے بلکہ ایسے لوگوں سے بھی انتقام لیتے ہیں کہ اگر اُن سے احسان کیا جائے تو وہ اصلاح پذیر ہو جائیں یا سزا دینے میں ایسی جلدی کرتے ہیں کہ بغیر اس کے جو پوری تحقیق اور تفتیش کریں ایک بیگناہ کو بَلا میں گرفتار کر دیتے ہیں۔ اُن کو چاہیئے کہ صبر کریں۔ یعنی سزا دینے کی طرف جلدی نہ دوڑیں۔ اوّل خوب تحقیق اور تفتیش کریں۔ اور خوب سوچ لیں کہ سزا دینے کا محل اور موقعہ بھی ہے یا نہیں۔ پھر اگر موقعہ ہو تو دیں ورنہ رُک جائیں۔ اور یہ مضمون صرف اسی آیت میں نہیں بیان کیا گیا بلکہ قرآن شریف کی اور کئی آیتوں میں بھی بیان ہے۔ چنانچہ ایک جگہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ[2] یعنی بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص عفو کرے اور ایسی عفو ہو کہ اس سے کوئی اصلاح مقصود ہو تو وہ خدا سے اپنا اجر پائے گا یعنی بے محل اور بے موقعہ عفو نہ ہو جس سے کوئی بد نتیجہ نکلے اور کوئی فساد پیدا ہو بلکہ ایسے موقعہ پر عفو ہو جس سے کسی صلاحیت کی اُمید ہو اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بنی آدم کی طبیعتیں یکساں واقعہ نہیں ہوتیں اور گناہ کرنے والوں کی عادتیں اور استعدادیں ایک طور کی نہیں ہوا کرتیں بلکہ بعض تو سزا کے لائق ہوتے ہیں اور بغیر سزا کے ان کی اصلاح ممکن نہیں اور بعض عفو اور درگذر سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور سزا دینے سے چڑ کر اور بھی بدی پر مستحکم ہو جاتے ہیں۔ غرض یہ تعلیم وقت اور موقعہ بینی کی قرآن شریف میں جا بجا پائی جاتی ہے اگر ہم تفصیل سے لکھیں تو ایک بڑا رسالہ بن جاتا ہے۔

---

[1] النحل: ۱۲۷ [2] الشوریٰ: ۴۱

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ توریت میں آیا ہے کہ ”خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع کیا اور فاران[1] کے پہاڑ سے ان پر چمکا“ اسی طرح حقیقی چمک ہر ایک تعلیم کی اسلام سے ہی پیدا ہوئی ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی کلام کا کامل معانقہ قرآن نے ہی کرایا ہے۔ توریت نے سزاؤں پر زور دیا تھا اور چونکہ انجیل ایسے وقت میں نازل ہوئی جبکہ یہود میں انتقام کشی کی عادتیں اور کینہ اور بغض حد سے بڑھ گیا تھا اس لیے انجیل میں عفو اور درگذر کی تعلیم ہوئی۔ مگر یہ تعلیم نفس الامر میں عمدہ نہ تھی بلکہ نظام الٰہی کی دشمن تھی۔ لہٰذا حقیقی تعلیم کا تلاش کرنے والا انجیل کی تعلیم پر بہت ہی شک کرے گا اور ممکن ہے کہ ایسے معلم کو ایک نادان اور سادہ لوح قرار دے۔ چنانچہ یورپ کے محققوں نے ایسا ہی کہا، مگر یاد رہے کہ اگرچہ انجیل کی تعلیم بالکل نکمی اور سراسر ہیچ ہے، لیکن حضرت مسیح اس وجہ سے معذور ہیں کہ انجیل کی تعلیم ایک قانون دائمی اور مستمر کی طرح نہیں تھی بلکہ اس محدود ایکٹ کی طرح تھی جو مختص المقام اور مختص الزمان اور مختص القوم ہوتا ہے۔ یورپ کے وہ روشن دماغ محقق جنہوں نے یسوع کو نہایت درجہ کا نادان اور سادہ لوح اور علم وحکمت سے بے بہرہ قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس عذر پر اطلاع پاتے تو یقین تھا کہ وہ اپنی تحریروں میں کچھ نرمی کرتے، لیکن مخلوق پرست لوگوں نے اور بھی اہلِ تحقیق کو بیزار کیا۔ عزیزو یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ اس زمانہ کے محقق اور آزاد طبیعت ایک مُردہ خوار کو ایسا بُرا اور قابل لعن طعن اور حقیر نہیں سمجھتے جیسا کہ ایک مُردہ پرست مشرک کو۔

غرض انجیل کی ناقص اور نکمی اور بیہودہ تعلیم اگرچہ اہلِ تحقیق کے نزدیک نہایت ہی بدبُودار اور قابلِ نفرت ہے، لیکن چونکہ اُس وقت کے یہود بھی ایک گری ہوئی حالت میں تھے اور خدائے تعالیٰ جانتا تھا کہ اس تعلیم کو جلد ترنیست ونابود کیا جائے گا۔ لہٰذا ایک مختصر زمانہ کے لیے جو چھ سو برس سے زیادہ نہ تھا یہ تعلیم یہودیوں کو دی گئی۔ مگر چونکہ فی الواقع حق اور حکمت پر مبنی نہیں تھی اس لیے خدائے تعالیٰ کی کامل کتاب نے جلد نزول فرما کر دُنیا کو اس بیہودہ تعلیم سے نجات بخشی۔ یہ بات بدیہی اور صاف ہے کہ انسان اس دُنیا میں بہت سے قویٰ لے کر آیا ہے اور تمام حیوانات کے متفرق قویٰ کا مجموعہ انسان میں پایا جاتا ہے اس لیے وہ دوسروں کا سردار بنایا گیا۔ پس انسان کی تکمیل کے لیے وہی تعلیم حقیقی ہے جو اس کی تمام قوتوں کی تربیت کرے نہ کہ اور تمام شاخوں کو کاٹ کر صرف ایک ہی شاخ پر زور ڈال

---

[1] فاران عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں دو بھاگنے والے اور مصدر اس کا فرار ہے۔ چونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ مطہرہ صدیقہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا سارہ کی بدخوئی اور ظلم کے ہاتھ سے تنگ آکر الہام الٰہی سے مکہ معظمہ کی زمین میں بھاگ آئے اس لیے اس زمین کا نام فاران ہوا یعنی دو بھاگنے والے۔ منہ

دے۔ تعلیم سے مطلب تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام قوتوں کو حد اعتدال پر چلا کر حقیقی طور پر انسان بن جائے اور اس کی تمام قوتیں خدائے تعالیٰ کے آستانہ پر کامل عبودیت کے ساتھ سر رکھدیں اور اپنے اپنے محل اور موقعہ پر چلیں۔ اور ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ انسان میں کوئی قوت بُری نہیں۔ صرف اُن کی بد استعمالی بُری ہے۔ مثلاً حسد کی قوت کو بہت ہی بُرا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک حاسد دوسرے کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اور وہ نعمت اپنے لیے پسند کرتا ہے، لیکن درحقیقت غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حسد کا اصل مفہوم بُرا نہیں۔ کیونکہ اصل مفہوم اس قوت کا جو بد استعمالی سے بُری شکل پیدا کرلیتا ہے صرف اس قدر ہے کہ سب سے بڑھ کر آگے قدم رکھے اور اچھی باتوں میں سب سے سبقت لے جائے اور پیش قدمی کا ایسا جوش ہو جو کسی کو اپنے برابر دیکھ نہ سکے۔ پس چونکہ حاسد میں سبقت کرنے کا مادہ جوش مارتا ہے لہٰذا ایک شخص کو ایک نعمت میں دیکھ کر یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت میرے لیے ہو اور اس سے دُور ہو جائے تا اس طرح پر اس کو سبقت حاصل ہو۔ سو یہ اس پاک قوت کی بد استعمالی ہے۔ ورنہ مجرد سبقت کا جوش اپنے اندر بُرا نہیں ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ[1] یعنی خیر اور بھلائی کی ہر ایک قسم میں سبقت کرو اور زور مار کر سب سے آگے چلو۔ سو جو شخص نیک وسائل سے خیر میں سبقت کرنا چاہتا ہے وہ درحقیقت حسد کے مفہوم کو پاک صورت میں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی طرح تمام اخلاق رذیلہ اخلاق فاضلہ کی مسخ شدہ صورتیں ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے انسان میں تمام نیک قوتیں پیدا کیں۔ پھر بد استعمالی سے وہ بدنما ہوگئیں۔ اسی طرح انتقام کی قوت بھی درحقیقت بُری نہیں ہے فقط اس کی بد استعمالی بُری ہے۔ اور انجیل نے جو انتقامی قوت کو بُرا قرار دیا اگر وہ عذر ہمیں یاد نہ ہوتا جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں تو ہم ایسی تعلیم کو شیطانی تعلیم قرار دیتے۔ مگر اب کیونکر قرار دیں کیونکہ خود حضرت مسیح اپنی تعلیم کے نکمّی اور ناقص ہونے کا اقرار کرکے اپنے حواریوں کو کہتے ہیں کہ

”بہت سی باتیں ہیں کہ ابھی تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ تمام باتیں تمہیں سمجھا دے گا۔“

یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ میری تعلیم نکمّی اور ناقص ہے اور آنے والا نبی کامل تعلیم لائیگا۔ عیسائیوں کا یہ عذر بالکل جاہلانہ عذر ہے کہ یہ پیشگوئی اُس روز پوری ہوئی جب حواریوں نے طرح طرح کی زبانیں بولی تھیں۔ کیونکہ طرح طرح کی زبانیں بولنا کوئی نئی تعلیم نہیں ہوسکتی۔ وہ زبانیں تو عیسائیوں نے محفوظ بھی نہیں رکھیں بولنے کے ساتھ ہی معدوم ہوگئیں۔ ہاں اگر عیسائیوں کے ہاتھ میں کوئی ایسی نئی تعلیم ہے جو حضرت مسیح کے اقوال میں نہیں پائی جاتی تو اسے پیش کرنا چاہیئے تا دیکھا جائے کہ وہ اس عفو اور درگذر کی تعلیم کو کیونکر بدلاتی ہے۔

---

[1] البقرة: ۱۴۹

اگر عیسائیوں میں انصاف ہوتا تو حضرت مسیح کا اپنی تعلیم کو ناقص قرار دینا اور ایک آنے والے نبی کی اُمید دلانا ہمارے مولیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کے لیے بڑا قرینہ تھا خصوصاً اس حالت میں کہ خود انجیل کی ناقص تعلیم ایک کامل کتاب کو چاہتی تھی ۔ پھر ایک یہ بھی بڑا قرینہ تھا کہ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ تم میں ان باتوں کی برداشت نہیں ۔ اس میں صریح اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تمہاری استعدادیں اور تمہاری فطرتیں اس تعلیم کے مخالف پڑی ہیں ۔ پھر جبکہ فطرت میں تبدیلی ممکن نہیں اور نہ حضرت مسیح کے وقت میں وہ فطرتیں مبدل ہو سکیں تو پھر کسی دوسرے وقت میں ان کی تبدیلی کیونکر ممکن ہے پس یہ صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ تعلیم تمہیں نہیں دی جائے گی بلکہ تمہاری ذریّت اس تعلیم کا زمانہ پائے گی اور ان کو وہ استعدادیں دی جائیں گی جو تمہیں نہیں دی گئیں ۔ یہ تو ہم نے پادری ٹھاکر داس صاحب کی نسبت وہ باتیں لکھی ہیں جن کا انصاف کی رُو سے لکھنا مناسب تھا لیکن خیرالدین صاحب کی یہ غلطی ہے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ یسُوع انجیلی تعلیم کا پابند تھا ۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ اگر یسُوع اس کی تعلیم کا پابند ہوتا تو فقیہوں فریسیوں کو بدزبانی سے پیش نہ آتا ۔ یسُوع کے ہاتھ میں صرف زبان تھی سو خوب چلائی ۔ کسی کو حرامکار کسی کو سانپ کا بچہ، کسی کو سُست اعتقاد قرار دیا ۔ اگر کچھ اختیار ہوتا تو خدا جانے کیا کرتا ۔ ہم اس کے حلم اور عفو کے بغیر امتحان کے کیونکر قائل ہو جائیں اور کیوں یہ بات سچ نہیں کہ ”ستر بی بی از بیچادری“ کہاں یسُوع کو یہ موقعہ ملا کہ وہ یہود کے سزا دینے پر قادر ہوتا اور پھر درگذر کرتا ۔ ہاں یہ اخلاقِ فاضلہ ہمارے سیّد و مولیٰ افضل الانبیاء و خیر الاصفیاء محمد مصطفیٰ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں کہ آپ نے جب مکہ والوں پر فتح پائی ، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا تھا اور صدہا ناحق کے خون کئے تھے ، اور یقین رکھتے تھے کہ اپنی خونریزیوں کے عوض میں ٹکڑے ٹکڑے کئے جاویں گے اُن سب کو بخش دیا اور کہا کہ جاؤ مَیں نے سب کو آزاد کر دیا ۔ عیسائیوں کی اگر نیک قسمت ہے تو اب بھی اس آفتاب صداقت کو شناخت کریں اور مُردہ پرستی سے باز آئیں ۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰے

غلام احمد قادیانی

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۸ کے ۸ صفحوں پر درج ہے) مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان

---

(۱۵۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادری صاحبوں کیلئے ایک احسن طریق فیصلہ

عیسائی صاحبوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو لوگ تثلیث کا عقیدہ اور یسوع کا کفارہ نہیں مانتے وہ ہمیشہ کے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور وہ اعتقاد جو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے مسلمانوں کو سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ بجز توحید کے نجات نہیں۔ یہی توحید ہے جس کی رو سے تمام دُنیا سے مؤاخذہ ہوگا خواہ قرآن ان کو نہ پہنچا ہو کیونکہ یہ انسان کے دل میں فطرتی نقش ہے کہ اس کا خالق اور مالک اکیلا خدا ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس توحید میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو زبردستی منوانی پڑے۔ کیونکہ انسانی دل کی بناوٹ کے ساتھ ہی اس کے نقوش انسان کے دل میں منقش کئے جاتے ہیں۔ مگر جیساکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے غیر محدود خدا کو تین اقنوم میں یا چار اقنوم میں محدود کرنا اور پھر ہر ایک اقنوم کو کامل بھی سمجھنا اور ترکیب کا محتاج بھی اور پھر خدا پر یہ روا رکھنا کہ وہ ابتدا میں کلمہ تھا۔ پھر وہی کلمہ جو خدا تھا مریم کے پیٹ میں پڑا اور اس کے خون سے مجسم ہوا اور معمولی راہ سے پیدا ہوا اور سارے دُکھ خسرہ چیچک دانتوں کی تکلیف جو انسان کو ہوتی ہیں، سب اُٹھائے آخر کو جوان ہو کر پکڑا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ نہایت گندہ شرک ہے جس میں انسان کو خدا ٹھہرایا گیا ہے۔ خدا اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کے پیٹ میں پڑے اور مجسم ہو اور دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو۔ انسانی فطرت اس کو قبول نہیں کر سکتی کہ خدا پر ایسے دُکھ کی مار اور یہ مصیبتیں پڑیں اور وہ جو تمام عظمتوں کا مالک اور تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے اپنے لیے یہ تمام ذلّتیں روا رکھے۔ عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا کی اس رسوائی کا یہ پہلا ہی موقعہ ہے اور اس سے پہلے اس قسم کی ذلّتیں خدا نے کبھی نہیں اُٹھائیں کبھی یہ امر وقوع میں نہیں آیا کہ خدا بھی انسان کی طرح کسی عورت کے رحم میں نطفہ میں مخلوط ہو کر قرار پکڑ گیا ہو۔ جیسے کہ لوگوں نے خدا کا نام

سُنا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ بھی انسان کی طرح کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جن کا عیسائیوں کو خود اقرار ہے اور اس بات کا بھی اقرار ہے کہ گو پہلے یہ تین اقنوم تین جسم علیحدہ نہیں رکھتے تھے مگر اب اس خاص زمانہ سے جس کو اب ۱۸۹۶ برس جاتا ہے تینوں اقنوم کے لیے تین علیحدہ علیحدہ جسم مقرر ہو گئے۔ باپ کی وہ شکل ہے جو آدم کی کیونکہ اس نے آدم کو اپنی شکل پر بنایا دیکھو توریت پیدائش باب ا آیت ۲۷۔ اور بیٹا یسُوع کی شکل پر مجسم ہوا۔ دیکھو یوحنا باب ا آیت ا۔ اور رُوح القدس کبوتر کی شکل پر متشکل ہوا۔ دیکھو متی باب ۳ آیت ۱۶۔ اب جس نے عیسائیوں کے ان تینوں مجسّم خداؤں کا درشن کرنا ہو اور ان کی جسمانی تثلیث کا نقشہ دیکھنا منظور ہو تو کچھ ضرور نہیں کہ اُن کی طرف التجا لے جائے۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے کتاب ست بچن میں سکھ صاحبوں کے مخفی چولہ کی تمام گرو کے چیلوں کو زیارت کرا دی ہے۔ اسی طرح ہم یسُوع کے شاگردوں کو ابھی ان کے تین مجسم خداؤں کے درشن کرا دیتے ہیں اور اُن کے سہ گوشہ تثلیثی خدا کو دکھا دیتے ہیں۔ چاہیئے کہ اس کے آگے جھکیں اور سیس نوا ویں اور وہ یہ ہے جس کو ہم نے عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے لیا ہے۔

عیسائیوں کا مثلث خُدا اور اسکے تین ممبران کمیٹی

جو اقنوم کہلاتے ہیں



یہ تینوں مجسم خدا عیسائیوں کے زعم میں ہمیشہ کے لیے علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں اور پھر بھی یہ تینوں مِل کر ایک خدا ہے۔ لیکن اگر کوئی بتلا سکتا ہے تو ہمیں بتلا دے کہ باوجود اس دائمی تجسّم اور تغیر کے یہ تینوں ایک کیونکر ہیں۔ بھلا ہمیں کوئی ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین اور پادری ٹھاکر داس کو باوجود ان کے علیحدہ علیحدہ جسم کے ایک کر کے تو دکھلا دے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر تینوں کو کوٹ کر بھی بعض کا گوشت بعض کے ساتھ ملا دیا جائے۔ پھر بھی جن کو خدا نے تین بنایا تھا ہرگز ایک نہیں ہو سکیں گے۔ پھر جبکہ اس فانی جسم کے حیوان باوجود امکان تحلیل اور تفرق جسم کے ایک نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسے تین مجسّم جن میں بموجب عقیدہ عیسائیاں تحلیل اور تفریق جائز نہیں، کیونکر ایک ہو سکتے ہیں۔

یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ عیسائیوں کے یہ تین خدا بطور تین ممبر کمیٹی کے ہیں۔ اور بزعم ان کے تینوں کی اتفاق رائے سے ہر ایک حکم نافذ ہوتا ہے یا کثرت رائے پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ گویا خدا کا کارخانہ بھی جمہوری سلطنت ہے۔ اور گویا اُن کے گاڈ صاحب کو بھی شخصی سلطنت کی لیاقت نہیں۔ تمام مدار کونسل پر ہے۔

غرض عیسائیوں کا یہ مرکب خدا ہے جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے۔ پادری صاحبان ایسے خدا والے مذہب پر تو ناز کرتے ہیں، لیکن اسلام جیسے مذہب کی جو ایسے خلاف عقل باتوں سے پاک ہے توہین اور تحقیر کر رہے ہیں اور دن رات یہی شغل ہے کہ اپنے دجّالی فریبوں سے خدا کے پاک اور صادق نبی کو کاذب ٹھہرا دیں اور بُری بُری تصویروں میں اس نورانی شکل کو دکھلا دیں۔ بعض پلید فطرت پادریوں نے اپنی تالیفات میں اس طرح ہمارے سیّد و مولیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کھینچ کر دکھلائی ہے کہ گویا وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی خونی صورت ہے اور غصہ سے بھرا ہوا کھڑا ہے اور ایک ننگی تلوار ہاتھ میں ہے اور بعض غریب عیسائیوں وغیرہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کو کچھ انصاف اور ایمان میں سے حصہ ہوتا تو اس تصویر سے پہلے موسیٰ کی تصویر کھینچ کر دکھلاتے اور اس طرح کھینچتے کہ گویا ایک نہایت سخت دل اور بیرحم انسان ہاتھ میں تلوار لے کر شیر خوار بچوں کو اُن کی ماؤں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔ اور ایسا ہی یشوع بن نون کی تصویر پیش کرتے اور اس تصویر میں یہ دکھلاتے کہ گویا اس نے لاکھوں بے گناہ بچوں کو اُن کی ماؤں کی سمیت ٹکڑے ٹکڑے کر کے میدان میں پھینک دیا ہے۔ اور چونکہ ان کے عقیدہ کے موافق یسوع خدا ہے اور یہ ساری بے رحمی کی کارروائیاں اس کے حکم سے ہوتی ہیں اور وہ مجسّم خدا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ سب سے پہلے اُس کی تصویر کھینچ کر اس کے ہاتھ میں کم سے کم تین تلواریں دی جاتیں پہلی وہ تلوار جو اُس نے موسیٰ کو دی اور بے گناہ شیر خوار بچوں کو قتل کروایا۔ دوسری وہ تلوار جو یشوع بن نون کو دی۔ تیسری وہ تلوار جو داؤد کو دی۔ افسوس! کہ اس

حق پوش قوم نے بڑے بڑے ظلموں پر کمر باندھ رکھی ہے۔

اگر تلوار کے ذریعہ سے خدا کا عذاب نازل ہونا خدا کی صفات کے مخالف ہے تو کیوں نہ یہ اعتراض اوّل موسیٰ سے ہی شروع کیا جائے جس نے قوموں کو قتل کر کے خون کی نہریں بہا دیں اور کسی کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا۔ قرآنی جنگوں نے تو توبہ کا دروازہ بھی کھلا رکھا۔ جو عین قانون قدرت اور خدا کے رحم کے موافق ہے کیونکہ اب بھی جب خدائے تعالیٰ طاعون اور ہیضہ وغیرہ سے اپنا عذاب دُنیا پر نازل کرتا ہے تو ساتھ ہی طبیبوں کو ایسی ایسی بوٹیاں اور تدبیروں کا بھی علم دے دیتا ہے جس سے اس آتش وبا کا انسداد ہو سکے۔ سو یہ موسیٰ کے طریق جنگ پر اعتراض ہے کہ اس میں قانون قدرت کے موافق کوئی طریق بچاؤ قائم نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض بعض جگہ قائم بھی کیا گیا ہے مگر کلّی طور پر نہیں۔ الغرض جبکہ یہ سنت اللہ یعنی تلوار سے ظالم منکروں کو ہلاک کرنا قدیم سے چلی آتی ہے تو قرآن شریف پر کیوں خصوصیت کے ساتھ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا موسیٰ کے زمانہ میں خدا کوئی اَور تھا اور اسلام میں کوئی اور ہو گیا۔ یا خدا کو اس وقت لڑائیاں پیاری لگتی تھیں اور اب بُری دکھائی دیتی ہیں۔

اور یہ بھی فرق یاد رہے کہ اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اُٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اوّل آپ تلوار اُٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اوّل آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اُٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو۔ قرآن کے رو سے یہ بدمعاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا، لیکن توریت نے یہ فرق کسی جگہ کھول کر بیان نہیں فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنی جلالی اور جمالی احکام میں اس خطِ مستقیم عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے جس کی نظیر دُنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں۔ مگر اندھے دشمن پھر بھی اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ان کی فطرت روشنی سے عداوت اور ظلمت سے محبت رکھتی ہے۔

اب اس اشتہار کی تحریر سے یہ غرض ہے کہ ہم نے بڑے لمبے تجربہ سے آزما لیا ہے کہ یہ لوگ بار بار ملزم اور لاجواب ہو کر پھر بھی نیش زنی سے باز نہیں آتے اور اس شخص کو تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں جس نے خود اقرار کیا کہ "میں نیک نہیں" اور جس نے شراب خواری اور قمار بازی اور کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ڈلوا کر اور اس کو یہ موقعہ دے کر کہ وہ اس کے بدن سے بدن لگاوے اپنی تمام اُمّت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حرام نہیں۔ سو ایسے شخص کو تو انہوں نے خدا بنا لیا۔ مگر خدا کے مقدس نبیوں کو جن کی زندگی محض خدا کے لیے تھی اور جو تقویٰ کے باریک راہوں کو سکھا گئے بُرا کہنا اور گالیاں دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ اب تک یہ لوگ باز نہیں آتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہجو میں نہایت ناپاک اور رنجیدہ تھیٹر نکالتے ہیں اور نہایت بُری تصویروں میں اس پاک وجود کو دکھلاتے ہیں۔

اب ایسے کذابوں سے زبانی مباحثات سے کیونکر فیصلہ ہو۔ ہم جھوٹے کو دندان شکن جواب سے ملزم تو کر سکتے ہیں مگر اس کا منہ کیونکر بند کریں۔ اس کی پلید زبان پر کونسی تھیلی چڑھاویں؟ اس کے گالیاں دینے والے منہ پر کونسا قفل لگاویں؟ کیا کریں؟ کیا کوئی اس سے بیخبر ہے کہ نالائق عمادالدین نے اس پاک ذات نبی کی نسبت کیا کیا گندے الفاظ استعمال کئے جس سے تمام مسلمانوں کے کلیجے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے نور افشاں پرچہ لودیانہ میں کیسے کیسے ہفتہ وار محض افتراء کی بنیاد پر توہین اسلام کے کلمات لکھے جاتے ہیں۔ ریواڑی والے پادری نے کس قدر مسلمانوں کا دل جلایا اور ہمارے سید و مولیٰ کو ڈاکو اور رہزن قرار دیا۔ غرض کہاں تک لکھیں۔ ان ظالم پادریوں نے لاکھوں گالیاں ہمارے نبی کریمؐ کو دے کر ہمارے دلوں کو زخمی کر دیا۔

لیکن ہم ظالم ہوں گے اگر ساتھ ہی یہ بھی گواہی نہ دیں کہ ان کارروائیوں میں گورنمنٹ پر کوئی الزام نہیں بلاشبہ گورنمنٹ ہر یک قوم کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ مذہبی مناظرات کی آزادی جیسا کہ پادریوں کو حاصل ہے ویسا ہی ہمیں بھی ہے۔ اگر ہم گورنمنٹ کے انصاف پر یقین نہ رکھتے تو ممکن نہ تھا کہ ان اپنی شکایتوں کا اظہار بھی کر سکتے۔ لیکن ہم گورنمنٹ کو یہ تکلیف دینا ہی نہیں چاہتے کہ وہ مذہبی مباحثات کی آزادی کو بالکل بند کر دے۔ ہاں ہمارا مدعا یہ ہے کہ ان شرائط کی پابندی سے کسی قدر اس آزادی کو محدود کر دیا جاتے جس کی نسبت ہم ایک علیحدہ اشتہار شائع کر چکے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ اپنی مہمات ملکیہ میں مصروف ہے۔ اس کو اس فیصلہ کے لیے تو فرصت نہیں کہ توحید اور تین مجسّم خداؤں کے عقیدہ کے بارہ میں کچھ اپنی رائے لکھے اور وہ کارروائی کرے جیسا کہ تیسری صدی کے بعد کانسٹنٹائن فرسٹ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اڑھائی سو بشپ کو جمع کر کے اپنے اجلاس میں موحّد عیسائیوں اور تین اقنوم کے قائل عیسائیوں کا باہم مباحثہ کرایا تھا اور آخر کار فرقہ موحدین کو ڈگری دی تھی اور خود اُن کا مذہب بھی قبول کر لیا تھا۔ ایسا ہی یہ گورنمنٹ عالیہ بھی کرے[1] لیکن یہ گورنمنٹ ایسے تنازعات میں پڑتا نہیں

---

[1] حاشیہ: عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ تیسری صدی کے بعد ایجاد ہوا ہے جیسا کہ ڈر یپر بھی اپنی کتاب میں بڑے بڑے علماء کے حوالہ سے لکھتا ہے۔ موجد اس مسئلہ کا بشپ اتھاناسی اس اسکندرائن تھا جو صدی سوم کے بعد ہوا ہے جب اس نے یہ مسئلہ شائع کرنا چاہا تو اسی وقت بشپ ایری اِسن اس کا منکر کھڑا ہو گیا اور یہاں تک اس مباحثہ میں عوام اور خواص کا مجمع ہوا کہ روم کے بادشاہ تک خبر پہنچ گئی۔ اتفاقاً اس کو مباحثات سے دلچسپی تھی۔ اس

چاہتی۔ پس یہ روز افزوں جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں۔ مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی۔ بلکہ جیسے جیسے مباحثات بڑھتے جاتے ہیں ویسے ہی کینے بھی ساتھ ساتھ ترقی پکڑتے جاتے ہیں سو اس نومیدی کے وقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریق فیصلہ ہے اگر پادری صاحبان قبول کر لیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس بحث کا جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے۔

اوّل مجھے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایسا خدائی فیصلہ کرانے کے لیے سب سے زیادہ مجھے جوش ہے اور میری دلی مراد ہے کہ اس طریق سے یہ روز کا جھگڑا انفصال پا جائے۔ اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو مَیں اپنی کُل املاک منقولہ و غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کی قیمت سے کم نہیں ہوں گی عیسائیوں کو دے دوں گا اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لیے کافی سزا ہوگی۔ علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا۔ کہ عیسائی فتحیاب ہوئے اور مَیں مغلوب ہوا۔ اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس اشتہار میں کوئی بھی شرط نہ ہوگی لفظاً نہ معناً۔

اور ربّانی فیصلہ کے لیے طریق یہ ہوگا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب جو پادری صاحبان مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں [1] میدانِ مقابلہ کے لیے جو تراضی فریقین سے مقرر کیا جاتے طیار ہوں۔ پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدانِ مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدائے تعالیٰ

---

[1] نوٹ: ان صاحبوں میں سے کوئی منتخب ہونا چاہیئے۔ اوّل ڈاکٹر مارٹین کلارک۔ دوسرے پادری عماد الدین۔ پھر پادری ٹھاکر داس یا حسام الدین بمبئی یا صفدر علی بھنڈارہ یا طامس ہاول یا فتح مسیح بشرط منظوری دیگران۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ

نے چاہا کہ اس اختلاف کو اپنے حضور میں ہی فریقین کے علماء سے رفع کرا دے۔ چنانچہ اسکے اجلاس میں بڑی سرگرمی سے یہ مباحثات ہوئے اور نہایت لُطف کے ساتھ کونسل کی کُرسیاں بچھیں اور مناظرہ کرنے والے دو سو پچاس نامی پادری تھے۔ آخر موحّدین کا فرقہ جو یسوع کو محض انسان اور رسول جانتا تھا غالب آیا۔ اسی دن بادشاہ نے یونی ٹیرین کا مذہب اختیار کیا اور چھ بادشاہ اس کے بعد موحّد رہے۔ چنانچہ جس قیصر کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا جس کا ذکر صحیح بخاری میں پہلے صفحہ میں ہی موجود ہے وہ بھی موحّد ہی تھا اس نے قرآن کے اس مضمون پر اطلاع پاکر کہ مسیح صرف انسان ہے تصدیق کی جیسا کہ نجاشی نے بھی جو عیسائی بادشاہ تھا قسم کھا کر کہا کہ یسوع کا رُتبہ اس سے ذرہ زیادہ نہیں جو قرآن نے اس کی نسبت لکھا ہے مگر نجاشی اس کے بعد کُھلا کُھلا مسلمان ہو گیا۔ منہ

سے دُعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے خدا تعالیٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کی رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذّب قوموں پر کیا کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرعون پر کیا۔ نمرود پر کیا اور نوح کی قوم پر کیا اور یہود پر کیا۔ حضرات پادری صاحبان یہ بات یاد رکھیں کہ اس باہمی دُعا میں کسی خاص فریق پر نہ لعنت ہے نہ بددُعا ہے۔ بلکہ اس جھوٹے کو سزا دلانے کی غرض سے ہے جو اپنے جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک جہان کے زندہ ہونے کے لیے ایک کا مرنا بہتر ہے۔ پادری صاحبان خوب جانتے ہیں کہ جھوٹوں پر یسوع نے بھی بددُعائیں کی ہیں۔ چنانچہ یسوع متی باب ۲۳ میں یہود کے علماء کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ "اے سانپو اور سانپ کے بچّو تم جہنم کے عذاب سے کیونکر بھاگو گے۔ ۳۶ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا یعنی عذاب۔ اور باب ۲۳ آیت ۱۳ میں یسوع بار بار جھوٹوں مکاروں کی تباہی چاہتا ہے اور ویل کا لفظ استعمال کرتا ہے جو ہمیشہ بددُعا کے لیے آتا ہے غرض ایسا جھوٹا جو جھوٹ کو کسی طرح چھوڑنا نہ چاہے اس کا وجود تمام فتنوں سے زیادہ فتنہ ہے اور فتنہ کو ہر یک طرح سے فرو کرنا راستبازوں کا فرض ہے۔ پس جس حالت میں عیسائی نہایت غلو سے کہتے ہیں کہ دینِ اسلام انسان کا افتراء ہے اور اہلِ اسلام دلی یقین رکھتے ہیں کہ عیسائی درحقیقت انسان پرست ہیں تو کیا لازم نہیں ہے کہ جس طرح ہو سکے یہ بات فیصلہ پا جائے۔

ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی، بت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں اور مریم کا بیٹا کشتلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ مگر کیا کبھی آپ لوگوں نے توجہ کی۔ یوں تو آپ لوگ تمام دُنیا کے مذہبوں پر حملہ کر رہے ہیں مگر کبھی اپنے اس مثلث خدا کی نسبت بھی کبھی غور کی۔ کبھی یہ خیال آیا کہ وہ جو تمام عظمتوں کا مالک ہے اس پر انسان کی طرح کیونکر دُکھ کی مار پڑ گئی۔ کبھی یہ بھی سوچا کہ خالق نے اپنی ہی مخلوق سے کیونکر مار کھا لی۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ بندے ناچیز اپنے خدا کو کوڑے ماریں، اس کے مُنہ پر تھوکیں اس کو پکڑیں اس کو سُولی دیں اور وہ مقابلہ سے عاجز رہ جائے بلکہ خدا کہلا کر پھر اس پر موت بھی آجائے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ تین مجسم خدا ہوں۔ ایک وہ مجسم جس کی شکل پر آدم ہوا۔ دوسرا یسوع تیسرا کبوتر[1] اور تینوں میں سے ایک بچہ والا اور دو لاولد۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ خدا شیطان کے پیچھے پیچھے چلے اور شیطان اس سے سجدہ چاہے اور اس کو دُنیا کی طمع دے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ شخص جس کی ہڈیوں میں خدا گھسا ہوا تھا ساری رات رو رو کر دُعا کرتا رہا اور پھر بھی استجابتِ دُعا سے محروم اور

---

[1] نوٹ: عیسائی صاحبان کبوتروں کو شوق سے کھاتے ہیں حالانکہ کبوتر ان کا دیوتا ہے۔ اُن سے ہندو اچھے رہے کہ اپنے دیوتا بیل کو نہیں کھاتے۔ منہ

بے نصیب ہی رہا۔کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ خدائی کے ثبوت کے لیے یہود کی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ یہود اس عقیدہ پر ہزار لعنت بھیجتے ہیں اور سخت انکاری ہیں اور کوئی ان میں ایسا فرقہ نہیں جو تثلیث کا قائل ہو۔اگر یہود کو موسیٰ سے آخری نبیوں تک یہی تعلیم دی جاتی تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ لاکھوں آدمی جو بہت سے فرقوں میں منقسم تھے اس تعلیم کو سب کے سب بھول جاتے۔کیا یہ بات سوچنے کے لائق نہیں کہ عیسائیوں میں قدیم سے ایک فرقہ موحّد بھی ہے جو قرآن شریف کے وقت میں بھی موجود تھا اور وہ فرقہ بڑے زور سے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ تثلیث کا گندہ مسئلہ صرف تیسری صدی کے بعد نکلا ہے اور اب بھی اس فرقہ کے لاکھوں انسان یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں اور ہزارہا کتابیں ان کی شائع ہو رہی ہیں۔پس جبکہ اس قدر ملزم ہو کر پھر بھی پادری صاحبان اپنی بدزبانیوں سے باز نہیں آتے تو کیا اس وقت خدا کے فیصلہ کی حاجت نہیں؟ ضرور حاجت ہے تا جو جھوٹا ہے ہلاک ہو جائے جو گروہ جھوٹا ہوگا اب بلاشبہ بھاگ جائے گا اور جھوٹے بہانوں سے کام لے گا۔

سو اے پادری صاحبان دیکھو کہ مَیں اس کام کے لیے کھڑا ہوں۔اگر چاہتے ہو کہ خدا کے حکم سے اور خدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے تو آؤ تا ہم ایک میدان میں دُعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تا جھُوٹے کی پردہ دری ہو۔یقیناً سمجھو کہ خُدا ہے اور بیشک وہ قادر موجود ہے اور وہ ہمیشہ صادقوں کی حمایت کرتا ہے۔سو ہم دونوں میں سے جو صادق ہوگا خُدا ضرور اس کی حمایت کرے گا۔یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل ہے وہ اس جنگ کے بعد ذلت دیکھے گا اور جو اُس کی نظر میں عزیز ہے وہ عزت پائے گا۔

آتھم کے مقدمہ میں دیکھ چکے ہو کہ باوجود اُس کے بہت سے منصوبوں کے پھر آخر حق ظاہر ہو گیا۔کیا تمہارے دل قبول نہیں کر گئے کہ آتھم کا قسم سے انکار کرنا اور نالش سے انکار کرنا اور حملوں کا ثبوت دینے سے انکار کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ اُس نے ضرور الہامی شرط کے موافق حق کی طرف رجوع کر لیا تھا۔تمہیں معلوم ہے کہ باوجود اس کے کہ ملامتی اشتہاروں کی بہت ہی اُس کو مار پڑی۔مگر وہ اس الزام سے اپنے تئیں بری نہ کر سکا جو اس کے اقرار خوف اور بے ثبوت ہونے عذر حملوں سے اس پر وارد ہو چکا تھا یہانتک کہ اُس موت نے اس کو آ پکڑا جس سے وہ ڈرتا رہا اور ضرور تھا کہ وہ انکار کے بعد جلد مرتا کیونکہ خدا تعالےٰ کی پاک پیشگوئیوں کی رُو سے بھی سزا اُس کے لیے ٹھہر چکی تھی۔سو اس خدا سے خوف کرو جس نے آتھم کو بڑی سرگردانیوں کے گرداب میں ڈال کر آخر اپنے وعید کے موافق ہلاک کر دیا۔خدا کی کھُلی کھُلی پیشگوئیوں سے منہ پھیرنا بدطینیوں کا کام ہے نہ نیک لوگوں کا۔اور جھوٹ کے مُردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔میاں حسام الدین عیسائی لکھتے ہیں کہ آتھم چار دن تک بیہوش رہا مگر وہ اس کا

بستر نہیں بیان کر سکے کہ کیوں چار دن تک بیہوش رہا۔ سو جاننا چاہیئے کہ یہ چار دن کی سخت جاں کندن کے اُن چار افتراؤں کی اسی دُنیا میں اُس کو سزا دی گئی جو اس نے زہر خورانی کے اقدام کا افترا کیا۔ سانپ چھوڑنے کا افترا کیا۔ لودیانہ اور فیروزپور کے حملہ کا افترا کیا۔ اور عیسائیوں کے خوش کرنے کے لیے اصل وجہ خوف کو چھپایا۔ سو عیسائیوں کے لیے اس سے زیادہ اور کوئی شرم کی جگہ نہیں کہ آتھم اُن کے مذہب کے جھوٹا ہونے پر گواہی دے گیا۔ اب اگر آتھم کی گواہی پر اعتبار نہیں تو اس نئے طریق سے دوبارہ حجت اللہ کو پُورا کرالینا چاہیئے اور اس نئے طریق میں کوئی شرط بھی نہیں۔ سیدھی بات ہے کہ اگر باہم دُعا کرنے کے بعد جس کے ساتھ فریقین کی طرف سے آمین بھی ہوگی میرے مقابل کا شخص ایک سال تک خدا تعالےٰ کے فوق العادت عذاب سے بچ گیا تو جیسا کہ مَیں لکھ چکا ہوں تاوان مذکورہ بالا ادا کروں گا۔

اور مَیں حضرات پادری صاحبان کو دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اس طرح کا طریق دُعا اُن کے مذہب اور اعتقاد سے ہرگز منافی نہیں۔ اور حضرت یسُوع صاحب نے باب ۲۳ آیت ۱۳ متی میں خود اس طریق کو استعمال کیا ہے اور وَیل کے لفظ سے فقیہوں اور فریسیوں پر بد دُعا کی ہے۔ اب اگر عیسائی صاحبان کوئی اور لفظ استعمال کرنے سے تامّل کریں تو وَیل کے لفظ کو ہی استعمال کرنا تو خود ان پر واجب ہے کیونکہ ان کے مُرشد اور ہادی نے بھی یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ وَیل کے معنی سختی اور لعنت اور ہلاکت کے ہیں۔ سو ہم دونوں اس طرح پر دُعا کریں گے کہ اے خدائے قادر اس وقت ہم بالمقابل دو فریق کھڑے ہیں۔ ایک فریق یسُوع بن مریم کو خدا کہتا اور نبی اسلام کو سچا نبی نہیں جانتا اور دوسرا فریق عیسٰی بن مریم کو رسُول مانتا اور محض بندہ اس کو یقین رکھتا اور پیغمبر اسلام کو درحقیقت سچا اور یہود اور نصاریٰ میں فیصلہ کرنے والا جانتا ہے۔ سو ان دونوں فریق میں سے جو فریق تیری نظر میں جھوٹا ہے اس کو ایک سال کے اندر ہلاک کر اور اس پر اپنا وَیل نازل کر۔ اور چاہیئے کہ ایک فریق جب دُعا کرے تو دوسرا آمین کہے اور جب وہ فریق دُعا کرے تو یہ فریق آمین کہے۔

اور میری دلی مراد ہے کہ اس مقابلہ کے لیے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو منتخب کیا جائے کیونکہ وہ موٹا اور جوان عمر اور اوّل درجہ کا تندرست اور پھر ڈاکٹر ہے۔ اپنی عمر درازی کا تمام بندوبست کرلے گا یقیناً ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب ضرور ہماری اس درخواست کو قبول کرلیں گے۔ کیونکہ انہیں یسُوع ابن مریم کے خدا بنانے کا بہت شوق ہے اور سخت نامردی ہوگی کہ اب وہ اس وقت بھاگ جائیں اور اگر وہ بھاگ جائیں تو پادری عماد الدین صاحب اس مقابلہ کے لائق ہیں جنہوں نے ابن مریم کو خدا بنانے کے لیے ہر ایک انسانی چالاکی کو استعمال کیا اور آفتاب پر تھوکا ہے اور اگر وہ بھی اس خوف سے بھاگ گئے کہ خدا کا وَیل ضرور انہیں کھا جائے گا۔ تو حسام الدین یا صفدر علی یا ٹھاکر داس یا طامس ہاول

اور بالآخر فتح مسیح اس میدان میں آوے یا کوئی اور پادری صاحب نکلیں اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد دو ماہ تک کوئی بھی نہ نکلا اور صرف شیطانی عذر بہانہ سے کام لیا تو پنجاب اور ہندوستان کے تمام پادریوں کے جھوٹے ہونے پر مُہر لگ جائے گی۔ اور پھر خدا اپنے طور سے جھوٹھ کی بیخ کنی کرے گا۔ یاد رکھو کہ ضرور کرے گا کیونکہ وقت آگیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

میرزا غلام احمد از قادیان

۱۴ ستمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار $\frac{20 \times 26}{8}$ انجام آتھم کے ۳۴ تا ۴۴ صفحہ پر ہے)

---

(۱۵۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

(رسالہ دعوت قوم)

(مندرجہ انجام آتھم صفحہ ۴۵ تا ۷۲)

اِشتہار مُباہلہ

بغرض دعوت ان مسلمان مولویوں کے جو اس عاجز کو کافر اور کذاب اور مفتری اور دجّال اور جہنّمی قرار دیتے ہیں

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ[1]

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر ہے

چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے زیادہ گذر گیا ہے اور نہ فقط علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغوا سے ہزار ہا ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاریٰ اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں اگرچہ اس تمام فتنہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلمانوں میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا۔ بلکہ نذیر حسین کے دجّالانہ فتویٰ کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس پر ایمان لے آئے۔ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادتمند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر

---

[1] الاعراف : ۹۰

افترا ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہمیں معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے یا ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے یا ملائک سے انکاری یا حشر ونشر وغیرہ اصول عقائد اسلام سے منکر ہیں یا صوم وصلوٰۃ وغیرہ ارکانِ اسلام کو نظرِ استخفاف سے دیکھتے یا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقاید اور ان اعمال کے منکروں کو ملعون اور خسر الدنیا والآخرۃ یقین رکھتے ہیں۔

اگر ہمیں ہمارے دعویٰ کے موافق قبول کرنے کے لیے یہی مابہ النزاع ہے تو ہم بلند آواز سے بار بار سُناتے ہیں کہ ہمارے یہی عقائد ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے جس کے لیے یہ اشتہار مباہلہ لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرما کر اس صدی چہار دہم کا مجدّد قرار دیا ہے اور ہر یک مجدّد کا بلحاظ حالت موجودہ زمانہ کے ایک خاص کام ہوتا ہے جس کے لیے وہ مامور کیا جاتا ہے۔ سو اس سُنّت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت کے توڑنے کے لیے مامور ہے یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے واحد لاشریک کی کسرِ شان کی ہے یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں کے ذریعہ سے فرو کیا جاوے۔ اس بات کی کس کو خبر نہیں کہ دُنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے جو کمال کو پہنچ گیا ہے اور الٰہی تعلیم کا سخت مخالف ہے یعنی کفارہ اور تثلیث کی تعلیم جس کو صلیبی فتنہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے کیونکہ کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموّج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے اور اس نے ابتداء سے اپنے نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خبر دی تھی کہ جس شخص کی ہمت اور دُعا اور قوتِ بیان اور تاثیرِ کلام اور انفاسِ کافر کش سے یہ فتنہ فرو ہوگا اسی کا نام اس وقت عیسیٰ اور مسیح موعود ہوگا۔

اگرچہ وہ پیشگوئیاں بہت سے نازک اور لطیف استعارات سے بھری پڑی ہیں مگر اُن میں جو نہایت واضح اور کُھلا کُھلا اور موٹا نشان مسیح موعود کے بارے میں لکھا گیا ہے وہ کسرِ صلیب ہے یعنی صلیب کو توڑنا یہ لفظ ہر یک عقلمند کے لیے بڑی غور کے لائق ہے اور یہ صاف بتلا رہا ہے کہ وہ مسیح موعود عیسائیت کے موجزن فتنہ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا نہ کسی اور زمانہ میں، کیونکہ صلیب پر سارا مدار نجات کا رکھنا کسی اور دجّال کا کام نہیں ہے۔ یہی گروہ ہے جو صلیبی کفارہ پر زور دے رہا ہے اور اس کو فروغ دینے کے لیے ہر ایک

دجل کو کام میں لا رہا ہے۔
دجال بہت گذرے ہیں اور شاید آگے بھی ہوں مگر وہ دجالِ اکبر جن کا دجل خدا کے نزدیک ایسا مکروہ ہے کہ قریب ہے جو اس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہی گروہ مشتِ خاک کو خدا بنانے والا ہے۔ خدا نے یہودیوں اور مشرکوں اور دوسری قوموں کے طرح طرح کے دجل قرآن شریف میں بیان فرمائے مگر یہ عظمت کسی کے دجل کو نہیں دی کہ اس دجل سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ پس جس گروہ کو خدا نے اپنے پاک کلام میں دجالِ اکبر ٹھہرایا ہے ہمیں نہیں چاہیئے کہ اس کے سوا کسی اور کا نام دجالِ اکبر رکھیں۔ نہایت ظلم ہوگا کہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور دجالِ اکبر تلاش کیا جاتے۔

یہ بات کسی پہلو سے درست نہیں ٹھہر سکتی کہ حال کے پادریوں کے سوا کوئی اَور بھی دجال ہے جو اُن سے بڑا ہے کیونکہ جبکہ خدا نے اپنی پاک کلام میں سب سے بڑا یہی دجال بیان فرمایا ہے تو نہایت بے ایمانی ہوگی کہ خدا کی کلام کی مخالفت کر کے کسی اَور کو بڑا دجال ٹھہرایا جاتے۔ اگر کسی ایسے دجال کا کسی وقت وجود ہو سکتا تو خدا تعالیٰ جس کا علم ماضی اور حال اور مستقبل پر محیط ہے اسی کا نام دجالِ اکبر رکھتا نہ ان کا نام۔ پھر یہ نشان دجالِ اکبر کا جو حدیث بخاری کے صریح اس اشارہ سے نکلتا ہے کہ یکسرُ الصّلیب صاف بتلا رہا ہے کہ اس دجالِ اکبر کی شان میں سے یہ ہوگا کہ وہ مسیح کو خدا ٹھہرائے گا اور مدارِ نجات صلیب پر رکھے گا۔

یہ بات عارفوں کے لیے نہایت خوشی کا موجب ہے کہ اس جگہ نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ کا تظاہر ہو گیا ہے جس سے تمام حقیقت اس متنازعہ فیہ مسئلہ کی کُھل گئی کیونکہ قرآن نے تو اپنے صریح لفظوں میں دجالِ اکبر پادریوں کو ٹھہرایا اور اُن کے دجل کو ایسا عظیم الشان دجل قرار دیا کہ قریب ہے جو اس سے زمین و آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور حدیث نے مسیح موعود کی حقیقی علامت یہ تبلائی کہ اس کے ہاتھ پر کسرِ صلیب ہوگا اور وہ دجالِ اکبر کو قتل کرے گا۔ ہمارے نادان مولوی نہیں سوچتے کہ جبکہ مسیح موعود کا خاص کام کسرِ صلیب اور قتلِ دجالِ اکبر ہے اور قرآن نے خبر دی ہے کہ وہ بڑا دجل اور بڑا فتنہ جس سے قریب ہے کہ نظام اس عالم کا درہم برہم ہو جاتے اور خاتمہ اس دنیا کا ہو جاتے وہ پادریوں کا فتنہ ہے تو اس سے صاف طور پر کُھل گیا کہ پادریوں کے سوا اور کوئی دجالِ اکبر نہیں ہے۔ اور جو شخص اب اس فتنہ کے ظہور کے بعد اَور کی انتظار کرے وہ قرآن کا مکذب ہے۔

اور نیز جبکہ لُغت کی رُو سے بھی دجال ایک گروہ کا نام ہے جو اپنے دجل سے زمین کو پلید کرتا ہے اور حدیث کی رو سے نشان دجالِ اکبر کا حمایت صلیب ٹھہرا تو باوجود اس کُھلی کُھلی تحقیق کے وہ شخص نہایت درجہ کور باطن ہے کہ جو اب بھی حال کے پادریوں کو دجالِ اکبر نہیں سمجھتا۔ ایک اَور بات ہے جس سے

ہمارے نادان مولوی اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اس بات کے خود قائل ہیں کہ دجّالِ معہود کا بجز حرمین کے تمام زمین پر تسلط ہو جائے گا۔ سو اگر دجّال سے مراد کوئی اور رکھا جائے، تو یہ حدیث قرآن کی صریح پیشگوئی سے مخالف ہو جائیگی کیونکہ قرآنِ شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ قیامت تک زمین پر غلبہ اور تسلط دو قوموں میں سے ایک قوم کا ہوتا رہے گا۔ یا اہلِ اسلام کا یا نصاریٰ کا۔ پس قرآن کے رُو سے ایسے دجّال کو جو اپنی خدائی کا دعویٰ لے کر آئے گا زمین پر قدم رکھنے کی جگہ نہیں اور قرآن اسکے وجود کو روکتا ہے ہاں استعارہ کے طور پر نصاریٰ کا دعویٰ خدائی ثابت ہے کیونکہ چاہتے ہیں کہ کلوں کے زور سے تمام زمین و آسمان کو اپنے قابو میں کر لیں یہاں تک کہ مینہ برسانے کی قدرت بھی حاصل ہو جائے۔ پس اس طرح پر وہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

غرض یہ وہ امور ہیں جن کو حال کے مولوی نہیں سمجھتے اور اہلِ اسلام میں انہوں نے بڑا بھاری فتنہ اور تفرقہ ڈال رکھا ہے اور نہایت بیہودہ اور رکیک تاویلات سے نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ سے مونہہ پھیر رہے ہیں۔ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اہلِ حدیث ہیں مگر اب تو انہوں نے قرآن کو بھی چھوڑا اور حدیث کو بھی سو جبکہ مَیں نے دیکھا کہ قرآن شریف اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن کے دلوں میں عظمت نہیں اور جلیل الشان اکابر آئمہ کی شہادت بھی جیسا کہ امام بخاری اور ابن حزم اور امام مالک کی شہادت جو حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کی نسبت بار بار لکھی گئی ہے ان کے نزدیک کچھ چیز نہیں ہے۔ مجھ کو اس پہلو سے بکلی نومیدی ہوئی کہ وہ منقولی بحث و مباحثہ کے ذریعہ سے ہدایت پا سکیں[1] پس خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ مَیں دوسرا پہلو اختیار کروں جو اصل بنیاد میرے دعوے کی ہے یعنی اپنے سچے ملہم ہونے کا ثبوت کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر وہ لوگ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے سچا ملہم سمجھتے اور میرے الہامات کو میرا ہی افترا۔ یا شیطانی وساوس خیال نہ کرتے تو اس قدر سبّ اور شتم اور ہنسی اور ٹھٹھا اور تکفیر اور بد تہذیب کے ساتھ پیش نہ آتے بلکہ اپنے بہت سے ظنونِ فاسدہ کا حُسن ظن کے غلبہ سے آپ فیصلہ کر لیتے کیونکہ کسی کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے یقین کے بعد وہ مشکلات ہرگز پیش نہیں آتیں کہ جو اس حالت میں پیش آتی ہیں کہ انسان کے دل پر اس کے کاذب ہونے کا خیال غالب ہوتا ہے۔ یہ

---

[1] حاشیہ : منقولی بحث مباحثہ کی کتابیں جو میری طرف سے چھپی ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے جو در حقیقت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور دوبارہ آنا ان کا بطور بروز مراد ہے نہ بطور حقیقت۔ وہ یہ ہیں۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ اتمام الحجۃ۔ تحفہ بغداد۔ حمامۃ البشریٰ۔ نور الحق دو حصہ۔ کرامات الصادقین۔ سر الخلافہ۔ آئینہ کمالاتِ اسلام۔

سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے میری سچائی کے سمجھنے کے لیے بہت سے قرائن واضح ان کو عطا کئے تھے۔ میرا[۱] دعویٰ صدی کے سر پر تھا۔ میرے[۲] دعویٰ کے وقت میں خسوف کسوف ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ میرے[۳] دعویٰ الہام پر پورے بیس[۲۰] برس گذر گئے اور مفتری کو اس قدر مہلت نہیں دی جاتی۔ میری[۴] پیشگوئی کے مطابق خدا نے آتھم کو کچھ مہلت بھی دی اور پھر مار بھی دیا۔ مجھ[۵] کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے اور اس قدر میری کلام کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدائے تعالیٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت نہیں دی جاتی لیکن مخالف مولویوں نے ان باتوں میں سے کسی بات پر غور نہیں کی۔

سو اب چونکہ تکذیب اور تکفیر ان کی انتہا تک پہنچ گئی اس لیے وقت آگیا کہ خدائے قادر اور علیم اور خبیر کے ہاتھ سے جھوٹے اور سچے میں فرق کیا جاتے۔ ہمارے مخالف مولوی اس بات کو جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں ایسے شخص سے کسقدر بیزاری ظاہر کی ہے جو خدائے تعالیٰ پر افتراء باندھے یہاں تک کہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اگر بعض قول میرے پر افتراء کرتا تو میں فی الفور پکڑ لیتا اور رگِ جان کاٹ دیتا۔ غرض خدا تعالےٰ پر افتراء کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں فلاں الہام مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے حالانکہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ ایک ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کی سزا میں صرف جہنم کی ہی وعید نہیں بلکہ قرآن شریف کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری اسی دُنیا میں دست بدست سزا پا لیتا ہے اور خدائے قادر وغیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے۔ اگر ان مولویوں کا دل تقویٰ کے رنگ سے کچھ بھی رنگین ہوتا اور خدا تعالیٰ کی عادتوں اور سُنتوں سے ایک ذرہ بھی واقف ہوتے تو اُن کو معلوم ہوتا کہ ایک مفتری کا اس قدر دراز عرصہ تک افتراء میں مشغول رہنا بلکہ روز بروز اس میں ترقی کرنا اور خدا تعالےٰ کا اس کے افتراء پر اس کو نہ پکڑنا بلکہ لوگوں میں اس کو عزت دینا دلوں میں اس کی قبولیت ڈالنا اور اس کی زبان کو چشمہ حقائق ومعارف بنانا یہ ایک ایسا امر ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے دُنیا کی بنیاد ڈالی ہے اس کی نظیر ہرگز نہیں پائی جاتی۔ افسوس کہ کیوں یہ منافق مولوی خدا تعالیٰ کے احکام اور مواعید کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتے کیا اُن کے پاس حدیث یا قرآن شریف سے کوئی نظیر موجود ہے کہ ایک ایسے خبیث طبع مفتری کو خدا تعالیٰ نہ پکڑے جو اس پر افتراء پر افتراء باندھے اور جھوٹے الہام بنا کر اپنے تئیں خدا کا نہایت ہی پیارا ظاہر کرے اور محض اپنے دل سے شیطانی باتیں تراش کر اس کو عمداً خدا کی وحی قرار دیوے اور کہے کہ خدا کا حکم ہے کہ لوگ میری پیروی کریں اور کہے کہ خدا مجھے اپنے الہام میں فرماتا ہے کہ تو اس زمانہ میں تمام مومنوں کا سردار ہے حالانکہ اس کو کبھی الہام نہ ہوا ہو۔ اور نہ کبھی خدا نے اس کو مومنوں کا سردار

ٹھہرایا ہو اور کہے کہ مجھے خدا مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو ہی مسیح موعود ہے جس کو مَیں کسرِ صلیب کے لیے بھیجتا ہوں حالانکہ خدا نے کوئی ایسا حکم اس کو نہیں دیا اور نہ اس کا نام عیسٰی رکھا۔ اور کہے کہ خدائے تعالےٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ مجھ سے تُو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید۔ تیرا مقامِ قُرب مجھ سے وہ ہے جس سے لوگ بے خبر ہیں۔ حالانکہ خدا اس کو مفتری جانتا ہے۔ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور مردودوں اور مخذولوں کے ساتھ اس کا حصّہ قرار دیتا ہے۔ پھر کیا یہی خدا تعالےٰ کی عادت ہے کہ ایسے کذّاب اور بیباک مفتری کو جلد نہ پکڑے یہانتک کہ اس افتراء پر بیس[۲۰] برس سے زیادہ عرصہ گذر جائے۔

کون اس کو قبول کر سکتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھُوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے اس لمبے عرصہ تک اس جھُوٹے کو چھوڑ دے جس کی نظیر دُنیا کے صفحہ میں مِل ہی نہیں سکتی۔ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَے اللّٰهِ كَذِبًا[۱] یعنی اس سے زیادہ تر ظالم اَور کون ہے جو خدا تعالےٰ پر جھوٹ باندھے۔ بیشک مفتری خدا تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ پر افتراء کرنے والا جلد مارا جاتا ہے۔

سو ایک تقویٰ شعار آدمی کے لیے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا بلکہ میرے ظاہر اور میرے باطن اور میرے جسم اور میری روح پر وہ احسان کئے جن کو مَیں شمار نہیں کر سکتا۔ مَیں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب مَیں بوڑھا ہو گیا۔ اور ابتداء دعویٰ پر بیس[۲۰] برس سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا بہت سے میرے دوست اور عزیز جو مجھ سے چھوٹے تھے فوت ہو گئے اور مجھے اس نے عمرِ دراز بخشی اور ہر یک مشکل میں میرا متکفّل اور متولّی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ پر افتراء باندھتے ہیں۔ اب بھی اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اَور فیصلہ ہے۔ اور وہ یہ کہ مَیں اُن الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو مَیں شائع کر چکا ہوں مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں۔ اس طرح پر کہ مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان کروں کہ مَیں درحقیقت اس کے شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور درحقیقت اس نے مجھے چہار دہم صدی کے سر پر بھیجا ہے کہ تا مَیں اس فتنہ کو فرد کروں کہ جو اسلام کے مخالف سب سے زیادہ فتنہ ہے اور اسی نے میرا نام عیسٰی رکھا ہے اور کسرِ صلیب کے لیے مجھے مامور کیا ہے لیکن نہ کسی جسمانی حربہ سے بلکہ آسمانی حربہ سے۔ اور یہ سب اس کا کلام ہے۔ اور وہ خاص الہامات اس کے جو اس وقت مَیں مخالف مولویوں کو سُناؤں گا اُن میں سے بطور نمونہ چند الہامات اس جگہ لکھتا ہوں۔ ان میں سے بعض الہامات بیس[۲۰] برس کے عرصہ سے ہیں جو مختلف ترتیبوں اور کمی بیشی کے ساتھ بار بار القاء ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں :۔

۱: الانعام : ۲۲

یَا عِیْسٰی الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃٍ لَّا یَعْلَمُھَا

اے وہ عیسیٰ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تو میری جناب میں وہ مرتبہ رکھتا ہے جس کا لوگوں کو

الْخَلْقُ ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ فَحَانَ اَنْ

علم نہیں۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید سو وقت آگیا کہ تو

تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ ۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی

لوگوں میں شناخت کیا جائے اور مدد دیا جائے۔ وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت

وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۔ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ۔

اور دین حق کیساتھ بھیجا تا اس دین کو سب دینوں پر غالب کرے۔ خدا کی پیشگوئیوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔ وہ رحمٰن ہے جس نے قرآن سکھلایا۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآءُھُمْ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ ۔

تاکہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تاکہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ ۔ قُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَھَلْ

ہم تیرے لیے ٹھٹھا کرنیوالوں کے لیے کافی ہیں۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا

اَنْتُمْ مُؤْمِنُوْنَ ۔ قُلْ عِنْدِیْ شَھَادَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۔

تم ایمان لاتے ہو ۔ کہہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم قبول کرتے ہو

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ

میرے ساتھ میرا خدا ہے وہ عنقریب مجھے کامیابی کی راہ دکھائیگا۔ انکو کہہ کہ اگر تم خدا سے محبّت کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ - هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ تَنَزَّلُ

تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔ کیا مَیں بتلاؤں کہ کن پر شیطان اُترا کرتے ہیں۔ ہر ایک

عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ - يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ

جھوٹے مفتری پر اُترتے ہیں۔ ارادہ کرتے ہیں کہ خدا کے نُور کو اپنے منہ

بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ - سَنُلْقِيْ

کی پھُونکوں سے بجھا دیں اور خدا اپنے نُور کو کامل کریگا اگرچہ کافر کراہت ہی کریں۔ عنقریب ہم

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ - اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهٰٓى اَمْرُ

ان کے دلوں پر رُعب ڈال دیں گے۔ جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور زمانہ کا امر ہماری

الزَّمَانِ اِلَيْنَا اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ - اِنِّيْ مَعَكَ - كُنْ مَّعِيْ اَيْنَمَا

طرف رجوع کرے گا کہا جائیگا کہ کیا یہ سچ نہ تھا۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ میرے ساتھ ہو

كُنْتَ - كُنْ مَعَ اللّٰهِ حَيْثُمَا كُنْتَ - كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

جہاں تُو ہووے خدا کے ساتھ ہو جہاں تو ہووے۔ تم بہتر اُمّت ہو جو لوگوں کے نفع کے لیے

لِلنَّاسِ - اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا يَرْفَعُ اللّٰهُ ذِكْرَكَ - وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

نکالے گئے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے خدا تیرے ذکر کو بلند کریگا۔ اور دُنیا اور آخرت میں

عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ - يَا اَحْمَدُ يَتِمُّ اِسْمُكَ وَلَا يَتِمُّ

اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا۔ اے احمد تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا

اِسْمِيْ - اِنِّيْ رَافِعُكَ اِلَيَّ - اَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ -

نام پورا ہو۔ مَیں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں۔ مَیں نے اپنی محبّت کو تجھ پر ڈال دیا۔

شَانُكَ عَجِيْبٌ وَّ اَجْرُكَ قَرِيْبٌ - اَلْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ مَعَكَ كَمَا

تیری شان عجیب ہے - تیرا اجر قریب ہے - زمین و آسمان تیرے ساتھ ہے جیسا کہ

هُوَ مَعِیْ[1] اَنْتَ وَجِيْهٌ فِیْ حَضْرَتِیْ - اِخْتَرْتُكَ لِنَفْسِیْ - اَنْتَ

وہ میرے ساتھ ہے - تُو میری جناب میں وجیہ ہے - میں نے تجھے اپنے لیے چن لیا - تو دُنیا

وَجِيْهٌ فِی الدُّنْيَا وَحَضْرَتِیْ - سُبْحَانَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى -

اور میری جناب میں وجیہ ہے - پاک ہے وہ خدا جو بہت برکتوں والا اور بہت بلند ہے -

زَادَ مَجْدَكَ - يَنْقَطِعُ اٰبَاءُكَ وَ يُبْدَءُ مِنْكَ - نُصِرْتَ

تیری بزرگی کو اس نے زیادہ کیا - اب سے تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائیگا اور خدا تجھ سے شروع کریگا - تو رُعب کیساتھ

بِالرُّعْبِ وَ اُحْيِيْتَ بِالصِّدْقِ - اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ نُصِرْتَ

مدد دیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا - اے صدیق تو مدد دیا گیا -

وَقَالُوْا لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ - اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ -

اور مخالف کہیں گے کہ اب گریز کی جگہ نہیں - خدا نے تجھے ہم پر اختیار کر لیا اگرچہ ہم کراہت کرتے تھے -

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَآ اِنَّا كُنَّا خَاطِئِيْنَ - لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

اے ہمارے خدا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے - آج تم پر اے رجوع کرنے والو کچھ سرزنش نہیں

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ - وَمَا كَانَ اللّٰهُ

خدا تمہیں بخش دے گا اور وہ ارحم الراحمین ہے - اور خدا ایسا نہیں کہ

[1] حاشیہ:- ھُوَ کا ضمیر واحد باعتبار واحد فی الذہن یعنی مخلوق ہے اور ایسا محاورہ قرآن شریف میں بہت ہے

(انجام آتھم ص۵۵ حاشیہ)

لِيَـتْرُكَكَ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ - وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى

تجھے یونہی چھوڑدے جب تک پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔ اور خدا اپنے امر پر غالب

اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ - اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ

ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے ۔ جب خدا کی مدد اور فتح آئی

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ -

اور اس کا کلمہ پورا ہوا کہا جاتے گا کہ یہ وہی ہے جس میں تم جلدی کرتے تھے ۔

اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ - سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ

مَیں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں تو مَیں نے آدم کو پیدا کیا۔ مَیں نے اس کو برابر کیا اور اپنی رُوح

رُّوْحِىْ - يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ وَيُحْيِ الدِّيْنَ وَلَوْكَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا

اس میں پھونکی۔ شریعت کو قائم کریگا اور دین کو زندہ کریگا اور اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا

بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ - سُبْحٰنَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا - خَلَقَ اٰدَمَ

تب بھی اسے پا لیتا ۔ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرایا ۔ آدم کو پیدا کیا

فَاَكْرَمَهٗ - جَرِىُّ اللّٰهِ فِىْ حُلَلِ الْاَنْبِيَآءِ - اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

اور اس کو عزت دی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلہ میں ۔ وہ لوگ جو کافر ہوگئے اور خدا کی راہ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَدَّ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ - شَكَرَ اللّٰهُ سَعْيَهٗ

سے روکنے لگے ایک فارسی الاصل آدمی نے انکے خیالات کو رد کیا۔ خدا اسکی کوشش کا شکرگذار ہے

كِتَابُ الْوَلِىِّ ذُوالْفِقَارِ عَلِىٍّ يَكَادُ زَيْتُهٗ يُضِىْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ

اس ولی کی کتاب ایسی ہے جیسے علی کی ذوالفقار۔ اس کا تیل یونہی چمکنے کو ہے اگرچہ آگ چھو بھی

نَارٌ - خُذُوا التَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ يَآ اَبْنَآءَ الْفَارِسِ - اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ

نہ جاتے - توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو - ہم نے اس کو

قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَانِ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَكَانَ اَمْرُ

قادیان کے قریب اُتارا ہے اور حق کے ساتھ اُتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اُترا ہے اور جو

اللّٰهِ مَفْعُوْلًا - اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ - سَيُهْزَمُ

خدا نے ٹھہرا رکھا تھا وہ ہونا ہی تھا - کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت انتقام لینے والی ہیں - سب بھاگ جائیں گے

الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ - يَا عَبْدِىْ لَا تَخَفْ اِنِّىْ اَسْمَعُ وَاَرٰى -

اور پیٹھ دکھلائیں گے - اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سُنتا ہوں -

اَلَمْ تَرَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو کم کرتے چلے آتے ہیں اس کی طرفوں سے - کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ خدا

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ - صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ وُلْدِ

ہر چیز پر قادر ہے - محمدؐ پر اور اس کے آل پر درود بھیج وہ بنی آدم

اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِيّٖنَ - اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ - فَاصْدَعْ

کا سردار اور خاتم الانبیاء ہے تو صراط مستقیم پر ہے - پس جو کچھ حکم

بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ - وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلٰى رَجُلٍ

ہوتا ہے کھول کر بیان کر اور جاہلوں سے کنارہ کر - اور کہتے ہیں کہ دو شہروں میں سے ایک

مِّنْ قَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ وَقَالُوْا اَنّٰى لَكَ هٰذَا اِنْ هٰذَا لَمَكْرٌ

بڑے آدمی کو خدا نے کیوں مامور نہ کیا - اور کہتے ہیں کہ تجھے کہاں یہ رُتبہ یہ تو مکر ہے کہ

مَکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَۃِ۔ وَ اَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ۔ یَنْظُرُوْنَ

مل جل کر بنایا گیا ہے اور کئی لوگوں نے اس مکر میں اس شخص کی مدد کی ہے۔ تجھے دیکھتے

اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ

ہیں اور تو انہیں نظر نہیں آتا اے لوگو جان لو کہ زمین مرگئی تھی اور خدا پھر اسے نئے سرے

مَوْتِھَا۔ وَمَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ

زندہ کررہا ہے۔ اور جو خدا کا ہو خدا اس کا ہوجاتا ہے۔ خدا اُن کے ساتھ ہے جو

اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ قَالُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔

پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور انکے ساتھ ہے جو نیکوکار ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام افتراء ہے۔

قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُہٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامٌ شَدِیْدٌ۔ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا

کہہ اگر مَیں نے افتراء کیا ہے تو یہ سخت گناہ میری گردن پر ہے۔ آج تو ہمارے نزدیک

مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ۔ وَ اِنَّ عَلَیْکَ رَحْمَتِیْ فِی الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ۔ وَاِنَّکَ

بارُتبہ اور امین ہے۔ اور تیرے پر دین اور دُنیا میں میری رحمت ہے۔ اور تُو

مِنَ الْمَنْصُوْرِیْنَ۔ یَحْمَدُکَ اللّٰہُ مِنْ عَرْشِہٖ۔ یَحْمَدُکَ اللّٰہُ وَ

مدد دیا گیا ہے۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے

یَمْشِیْٓ اِلَیْکَ۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ۔ کَمِثْلِکَ دُرٌّ لَّا یُضَاعُ۔

اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ خبردار خدا کی مدد قریب ہے۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جاتا

بُشْرٰی لَکَ یَآ اَحْمَدِیْ۔ اَنْتَ مُرَادِیْ وَ مَعِیْ۔ اِنِّیْ نَاصِرُکَ۔

تجھے خوشخبری ہو اے میرے احمد۔ تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ مَیں تیرا مددگار ہوں۔

اِنِّیْ حَافِظُکَ - اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا - أَکَانَ لِلنَّاسِ

مَیں تیرا حافظ ہوں۔ مَیں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا۔ کیا لوگوں کو

عَجَبًا - قُلْ ھُوَ اللّٰہُ عَجِیْبٌ - یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ -

تعجب ہوا۔ کہہ وہ خدا عجیب ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے۔

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ - وَتِلْکَ الْاَیَّامُ

وہ اپنے کاموں میں پوچھا نہیں جاتا اور دوسرے پوچھے جاتے ہیں۔ اور یہ دن ہم لوگوں

نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ - وَقَالُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اخْتِلَاقٌ - اِذَا نَصَرَ اللّٰہُ

میں پھیرتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو ضرور افتراء ہے۔ خدا جب مومن کو

الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَہٗ الْحَاسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ - قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ

مدد دیتا ہے تو زمین پر اس کے کئی حاسد بنا دیتا ہے۔ کہہ خدا ہے جس نے یہ الہام کیا۔ پھر انکو

خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ - لَا تُحَاطُ اَسْرَارُ الْاَوْلِیَآءِ - تَلَطَّفْ بِالنَّاسِ

چھوڑ دے تا اپنی کج فکریوں میں بازی کریں۔ اولیاء کے اسرار پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ لوگوں سے لطف کیساتھ پیش

وَتَرَحَّمْ عَلَیْھِمْ - اَنْتَ فِیْھِمْ بِمَنْزِلَۃِ مُوْسٰی - وَاصْبِرْ عَلٰی

آ اور ان پر رحم کر۔ تو ان میں بمنزلہ موسیٰ کے ہے۔ اور ان کی باتوں

مَا یَقُوْلُوْنَ - وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ - اَنْتَ مِنْ مَّآئِنَا وَ

پر صبر کر۔ اور منعم مکذبوں کی سزا مجھ پر چھوڑ دے۔ تو ہمارے پانی میں سے ہے

ھُمْ مِّنْ فَشَلٍ [1]

اور وہ لوگ فشل سے

[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وَاِذَاقِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْاکَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا أَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ

اور جب انکو کہا جاتے کہ ایمان لاؤ جیساکہ اچھے آدمی ایمان لاتے تو جواب میں کہتے ہیں کہ کیا اس طرح ایمان لائیں جیساکہ

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ

سفیہ اور بیوقوف ایمان لائے خوب یاد رکھو کہ درحقیقت بیوقوف اور سفیہ یہی لوگ ہیں۔مگر انہیں معلوم نہیں کہ ہم کیسی غلطی پر ہیں انکو کہدے کہ اگر تم

حاشیہ صفحہ سابقہ :۔ ﴿﴾ یہ جو فرمایا کہ تو ہمارے پانی میں سے ہے اور وہ لوگ فشل سے ہے۔اس جگہ پانی سے مراد ایمان کا پانی، استقامت کا پانی تقوے کا پانی وفا کا پانی صدق کا پانی حُبّ اللہ کا پانی ہے جو خدا سے ملتا ہے اور فشل بزدلی کو کہتے ہیں جو شیطان سے آتی ہے اور ہر یک بے ایمانی اور بدکاری کی جڑ بزدلی اور نامردی ہے جب قوت استقامت باقی نہیں رہتی تو انسان گناہ کی طرف جُھک جاتا ہے۔غرض فشل شیطان کی طرف سے ہے۔ اور عقائد صالحہ اور اعمال طیبہ کا پانی خدا تعالیٰ کی طرف سے جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے تو اس وقت اگر بچہ سعید ہے اور نیک ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے اور بد ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے اور شیطان اس میں شراکت رکھتا ہے اور بطور استعارہ وہ شیطان کی ذرّیت کہلاتی ہے اور جو خدا کے ہیں وہ خدا کے کہلاتے ہیں جن کو پہلی کتابوں میں بطور استعارہ ابناء اللہ کہا گیا ہے۔چنانچہ یہ لفظ آدم اور یعقوب وغیرہ بہت سے نبیوں پر استعمال ہوا ہے اور انجیل میں مسیح ابن مریم پر بھی استعمال پایا ہے اور کسی کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں۔ صرف بلحاظ مذکورہ بالا استعمال پاتا رہا ہے۔چنانچہ مسیح ابن مریم کی نسبت احادیث سے جو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے مَس سے وہ اور اس کی ماں پاک ہے تو یہ لفظ اسی اظہار کی غرض سے ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی ناجائز پیدائش نہیں جیساکہ یہودیوں کا خیال ہے تا نطفہ پر شیطان کا سایہ مانا جائے بلکہ بلاشبہ برخلاف زعم یہودیوں کے وہ حلال زادہ تھا اور مریم بدکار عورت نہیں تھی۔اس مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ شیطان کا سایہ جس کو مسّ اور اشتراک بھی کہتے ہیں جس کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ذریت شیطان ہے یا بائبل کے محاورہ کے رو سے نحاش کا بچہ ہے یعنی سانپ کا جو شیطان ہے صرف اس صورت میں کسی نطفہ پر پڑتا ہے جبکہ نطفہ ڈالنے والا یا وہ جس کے رحم میں نطفہ ٹھہرا نہایت بُری حالت میں ہوں اور گناہ اور سخت دلی کی تاریکی اُن پر ایسی محیط ہو کہ کوئی گوشہ خالی نہ ہو اور فطرتی نور بالکل محجوب ہو اور ایسی صورت میں بچے نہایت خبیث پیدا ہوتے ہیں کیونکہ شیطان کے سایہ کے نیچے ان کا خاکہ بنتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے بچے چور ڈاکو ہی نکلتے ہیں۔اور راستبازوں کے راست باز۔ فتامل۔ منہ ٭

تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ - قِیْلَ ارْجِعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ

خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ کہا گیا کہ تم رجوع کرو

فَلَا تَرْجِعُوْنَ - وَقِیْلَ اسْتَحْوِذُوْا فَلَا تَسْتَحْوِذُوْنَ - اَلْحَمْدُ

سو تم نے رجوع نہ کیا۔ اور کہا گیا کہ تم اپنے وساوس پر غالب آجاؤ سو تم غالب نہ آتے - سب تعریف

لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ - اَلْفِتْنَةُ هٰهُنَا فَاصْبِرْ

خدا کو ہے جس نے تجھے مسیح، ابن مریم بنایا - اس جگہ فتنہ ہے سو اولوا العزم

کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ - تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ - مَا کَانَ

لوگوں کی طرح صبر کر۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ آپ بھی ہلاک ہوگیا۔ اسکو نہیں

لَهٗٓ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْهَآ اِلَّا خَآئِفًا - وَمَآ اَصَابَكَ فَمِنَ اللّٰهِ -

چاہیے تھا کہ وہ اس فتنہ میں دخل دیتا یعنی اس کا بانی ہوتا مگر ڈرتے ہوئے اور تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچیگی

اَلَآ اِنَّهَا فِتْنَةٌ مِّنَ اللّٰهِ لِیُحِبَّ حُبًّا جَمًّا - حُبًّا مِّنَ اللّٰهِ

مگر اسی قدر جو خدا نے مقرر کی۔ خدا کی طرف سے ہے تا وہ تجھے بہت ہی پیار کرے۔ یہ خدا کا پیار کرنا ہے جو

الْعَزِیْزِ الْاَکْرَمِ - عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ - وَقْتُ الْاِبْتِلَآءِ وَوَقْتُ

غالب اور بزرگ ہے اور یہ پیار وہ عطاء ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ ابتلاء کا وقت ہے اور اصطفاء

الْاِصْطِفَآءِ - وَلَا یُرَدُّ وَقْتُ الْعَذَابِ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ -

کا وقت ہے۔ اور عذاب کا وقت مجرموں کے سر پر سے کبھی نہیں ٹل سکتا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ -

اور اے اس مامور کی جماعت سست مت ہو جانا اور غم میں نہ پڑ جانا اور بالآخر غلبہ تمہیں کو ہے اگر تم ایمان پر ثابت رہوگے۔

وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَعَسٰى

یہ ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم چاہو اور وہ دراصل تمہارے لیے اچھی نہ ہو اور ایک

اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا

چیز سے نفرت کرو اور وہ دراصل تمہارے لیے اچھی ہو اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ۔ كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ ۔ اِنَّ

جانتے ۔ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا سو میں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں ۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَاِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ

زمین و آسمان بندھے ہوئے تھے ۔ سو ہم نے دونوں کو کھول دیا اور تجھے انہوں نے ایک ہنسی

اِلَّا هُزُوًا ۔ اَهٰذَا الَّذِىْ بَعَثَ اللّٰهُ ۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ

کی جگہ بنا رکھا ہے ۔ کیا یہی ہے جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ۔ کہہ میں ایک آدمی ہوں

مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِى

تم جیسا ۔ مجھے خدا سے الہام ہوتا ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تمام بھلائی

الْقُرْاٰنِ ۔ وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔

قرآن میں ہے ۔ اور میں اس سے پہلے ایک مدت سے تم میں ہی رہتا تھا کیا تمہیں میرے حالات معلوم نہیں

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ افْتِرَاءٌ ۔ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۔

اور انہوں نے کہا کہ یہ باتیں افتراء ہیں ۔ کہہ حقیقی ہدایت جس میں غلطی نہ ہو خدا کی ہدایت ہے

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

اور خبردار ہو کہ خدا کا گروہ ہی آخرکار غالب ہوتا ہے ۔ ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح دی ہے

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ - اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ

تا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جائیں - کیا خدا اپنے بندے کیلئے کافی نہیں

عَبْدَهٗ - فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا - وَاللّٰهُ مُوْهِنُ

ہے - سو خدا نے ان کے الزاموں سے اس کو بری کیا اور وہ خدا کے نزدیک وجیہہ ہے - اور خدا کافروں

كَيْدِ الْكَاذِبِيْنَ - وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ

کے مکر کو سست کر دیگا - اور ہم اس کو لوگوں کیلئے نشان بنائیں گے اور رحمت کا نمونہ ہوگا اور یہی

اَمْرًا مَّقْضِيًّا - قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ تَمْتَرُوْنَ - يَا اَحْمَدُ فَاضَتِ

مقدر تھا - یہ وہ سچا قول ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں - اے احمد رحمت

الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ - اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ

تیرے لبوں پر جاری ہو رہی ہے - ہم نے تجھے بہت سے حقائق اور معارف اور برکات بخشے ہیں اور ذریت نیک عطا کی ہے

وَانْحَرْ - اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ[1] يَاْتِىْ قَمَرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَمْرُكَ

سو خدا کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر - تیرا بدگو بے خیر ہے یعنی خدا اُسے بے نشان کر دیگا اور وہ نامراد مریگا - نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا کام تجھے

[1] حاشیہ :- یہ الہام کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اس وقت اس عاجز پر خدا تعالیٰ کی طرف سے القا ہوا کہ جب ایک شخص نو مسلم سعد اللہ نام نے ایک نظم گالیوں سے بھری ہوئی اس عاجز کی طرف بھیجی تھی اور اس میں اس عاجز کی نسبت اس ہندو زادہ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ جب تک ایک شخص درحقیقت شقی خبیث طینت فاسد القلب نہ ہو ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا - اگرچہ ایسے لفظوں اور ایسی گالیوں میں جو دجال کذاب شیطان کافر اکفر مکّار کے نام سے ہیں اور دوسرے مولوی بھی اس کے ساتھ شریک ہیں بلکہ باطل پرست بطالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے شریک غالب اور اعدی الاعداء ہے، لیکن اس ہندو زادہ کی خباثت فطرتی اس لیے سب سے بڑھ کر ہے کہ باوجود محض جاہل ہونے کے یہ شعر بھی اردو میں کہتا

يَتَاَتّٰى - يَوْمَ يَجِيْئُ الْحَقُّ وَيُكْشَفُ الصِّدْقُ وَيَخْسَرُ الْخَاسِرُوْنَ -

حاصل ہو جائیگا۔ اس دن حق آئیگا اور سچ کھولا جائے گا اور جو خسران میں ہیں ان کا خسران ظاہر ہو جائے گا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ - اَنْتَ مَعِيَ وَ اَنَا مَعَكَ سِرُّكَ سِرِّيْ۔

میری یاد میں نماز کو قائم کر۔ تو میرے ساتھ اور مَیں تیرے ساتھ ہوں تیرا بھید میرا بھید ہے۔

وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

ہم نے تیرا وہ بوجھ اُتار دیا جس نے تیری کمر توڑ دی اور تیرے ذکر کو ہم نے بلند کیا۔

يُخَوِّفُوْنَكَ مِنْ دُوْنِهٖ - اَئِمَّةُ الْكُفْرِ - لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔

تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں۔ مت ڈر غلبہ تجھی کو ہے۔

غَرَسْتُ لَكَ بِيَدِيْ رَحْمَتِيْ وَقُدْرَتِيْ - لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ

مَیں نے اپنی رحمت اور قدرت کے درخت تیرے لیے اپنے ہاتھ سے لگائے۔ خدا ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ کافروں کا

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا - يَنْصُرُكَ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ - كَتَبَ اللّٰهُ

مومنوں پر کچھ الزام ہو۔ خدا تجھے کئی میدانوں میں فتح دیگا۔ خدا کا یہ قدیم نوشتہ

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ - لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ - اَللّٰهُ الَّذِيْ

ہے کہ مَیں اور میرے رسول غالب رہینگے۔ اس کے کلموں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ خدا جس نے

(بقیہ حاشیہ)

ہے اور شعروں میں گالیاں نکالتا ہے اور نہایت بدگوئی سے افترا بھی کرتا ہے اور بہتان کے طور پر ایسی دشنام دہی کرتا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے شاعر بے ایمان گالیاں نکالا کرتے تھے۔ سو یہ الہام اس کے اشتہار اور رسالہ کے پڑھنے کے وقت ہوا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ سو اگر اس ہندوزادہ بدفطرت کی نسبت ایسا وقوع میں نہ آیا اور وہ نامراد اور ذلیل اور رسوا نہ مرا تو سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں۔

جَعَلْنٰكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ - قُلْ ھٰذَا فَضْلُ رَبِّیْ وَ اِنِّیْ اُجَرِّدُ

تجھے مسیح ابن مریم بنایا - کہہ یہ خدا کا فضل ہے اور میں تو کسی

نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ - یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ

خطاب کو نہیں چاہتا - اے عیسیٰ میں تجھے وفات دُونگا اور اپنی طرف اُٹھاؤں

اِلَیَّ وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ

گا اور تیرے تابعداروں کو تیرے مخالفوں پر قیامت تک غلبہ

الْقِیَامَةِ - نَظَرَ اللّٰهُ اِلَیْکَ مُعَطِّرًا - وَقَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ

بخشوں گا - خدا نے تیرے پر خوشبودار نظر کی - اور لوگوں نے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا

یُّفْسِدُ فِیْهَا قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ - وَقَالُوْا کِتَابٌ

تُو ایسے مفسد کو اپنا خلیفہ بنائیگا۔ خدا نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تمہیں معلوم نہیں - اور لوگوں نے کہا کہ یہ کتاب

مُّمْتَلِیٌٔ مِّنَ الْکُفْرِ وَ الْکِذْبِ - قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ

کفر اور کذب سے بھری ہوئی ہے - ان کو کہدے کہ آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور

اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ

عورتوں اور عزیزوں سمیت ایک جگہ اکٹھے ہوں پھر

نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ - سَلَامٌ عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ

مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں - ابراہیم یعنی اس عاجز پر سلام

صَافَیْنَاهُ وَ نَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ - تَفَرَّدْنَا بِذَالِکَ - یَا دَاوٗدُ

ہم نے اس سے دلی دوستی کی اور غم سے نجات دی - یہ ہمارا ہی کام تھا جو ہم نے کیا - اے داؤد

عَامِلِ بِالنَّاسِ رِفْقًا وَ اِحْسَانًا۔ تَمُوْتُ وَ اَنَا رَاضٍ مِّنْكَ۔ وَاللّٰہُ

لوگوں سے نرمی اور احسان کیساتھ معاملہ کر تو اس حالت میں مریگا کہ میں تجھ سے راضی ہوں گا۔ اور خدا

یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ كَذَّبُوْا بِاٰیَاتِیْ وَكَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ۔

تجھ کو لوگوں کے شر سے بچائیگا۔ انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا۔

فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰہُ وَ یَرُدُّهَا اِلَیْكَ[1]۔ اَمْرٌ مِّنْ لَّدُنَّا اِنَّا كُنَّا

سو خدا انکے لیے تجھے کفایت کریگا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائیگا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی

فَاعِلِیْنَ۔ زَوَّجْنَاكَهَا۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ

کرنیوالے ہیں۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کردیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو

مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰہِ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ

شک کرنیوالا مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے

لِّمَا یُرِیْدُ۔ اِنَّا رَادُّوْهَا اِلَیْكَ۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ

وہ بالضرور اسکو کردیتا ہے کوئی نہیں جو اسکو روک سکے ہم اسکو واپس لانیوالے ہیں۔ اس دن زمین دوسری زمین سے بدلائی

[1] حاشیہ :۔ شیخ محمد حسین بٹالوی کا یہ اعتراض ہے کہ الہام کا یہ فقرہ کہ یردھا الیك خلاف محاورہ ہے کیونکہ ردّ کا لفظ اس صورت میں آتا ہے کہ ایک چیز اپنے پاس ہو پھر چلی جائے اور پھر واپس آوے لیکن افسوس کہ اس کو بباعث کمی واقفیت علم زبان کے معلوم نہیں کہ یہ لفظ ادنیٰ تعلق کے ساتھ بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اس کی کلام عرب میں ہزاروں مثالیں ہیں جن کے لکھنے کا اس مقام میں موقعہ نہیں۔ چونکہ اس جگہ قرابت قریبہ تھی اور نزدیک کے رشتہ کے تعلقات نے اپنے پاس کے حکم میں اس کو کیا ہوا تھا۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے ایسا لفظ استعمال کیا جو ان چیزوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے جو اپنے پاس سے چلی جائیں اور پھر واپس آویں۔ ہاں اس جگہ یہ نہایت لطیف اشارہ تھا کہ خدا نے یردّھا کا لفظ استعمال کیا تا معلوم ہو کہ اوّل اس کا اپنے پاس سے بے تعلق لوگوں میں چلے جانا ضروری ہے۔ پھر واپس آنا تقدیر میں ہے۔ فقط۔ منہ

الْاَرْضِ - اِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ - اِنَّمَا

جائے گی۔ جب صور میں پھونکا گیا تو کوئی رشتہ ان میں باقی نہیں رہے گا۔ خدا ان کو

یُؤَخِّرُھُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَجَلٍ قَرِیْبٍ - یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَاءِ

ایک مقررہ وقت تک مہلت دے رہا ہے جو نزدیک وقت ہے۔ نبیوں کا چاند آئیگا اور تیرا

وَ اَمْرُکَ یَتَاَتّٰی - ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ - تَوَجَّھْتُ لِفَصْلِ

سارا کام حاصل ہو جائیگا۔ یہ سخت دن ہے آج میں فیصلہ کرنے کے لیے

الْخِطَابِ - اِنَّا رَآدُّوْھَآ اِلَیْکَ - اِنِ اسْتَجَارَتْکَ فَاَجِرْھَا۔

متوجہ ہوا۔ ہم اس کو تیری طرف واپس لائیں گے۔ اگر تیری طرف پناہ ڈھونڈے تو پناہ دیدے

وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی - اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا

اور مت خوف کر ہم اسکی پہلی خصلت پھر اس میں ڈال دیں گے۔ ہم نے تجھ کو کھلی کھلی فتح

مُّبِیْنًا - یَا نُوْحُ اَسِرْ رُؤْیَاکَ - وَقَالُوْا مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ۔

دی۔ اے نوح اپنے خواب کو پوشیدہ رکھ۔ اور کہا لوگوں نے کہ یہ وعدہ کب ہوگا

قُلْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ - اَنْتَ مَعِیْ وَ اَنَا مَعَکَ۔ وَلَا یَعْلَمُوْنَ

کہہ خدا کا وعدہ سچّا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور اس حقیقت

اِلَّا الْمُسْتَرْشِدُوْنَ - لَا تَیْئَسْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ - اُنْظُرْ اِلٰی یُوْسُفَ

کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی جو رشد رکھتے ہیں۔ خدا کے فضل سے نومید مت ہو۔ یوسف کو دیکھ اور اسکے

وَ اِقْبَالِہٖ - اِطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ - وَلَنْ

اقبال کو خدا اس کے یعنی آتھم کے غم پر مطلع ہوا۔ اسلئے اس نے عذاب میں تاخیر کی۔ یہ خدا کی

تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۔ وَلَا تَعْجَبُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ

سنت ہے اور تُو خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں پائیگا۔ اور تعجب مت کرو اور غمناک مت ہو اور تم ہی

الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ۔ وَبِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ اِنَّکَ اَنْتَ

غالب ہو اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہے ۔ اور مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ غلبہ

الْاَعْلٰی ۔ وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَآءَ کُلَّ مُمَزَّقٍ ۔ وَمَکْرُ اُولٰٓئِکَ ھُوَ

تجھی کو ہے۔ اور ہم دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور ان کا مکر ہلاک ہو

یَبُوْرُ ۔ اِنَّا نَکْشِفُ السِّرَّ عَنْ سَاقِہٖ ۔ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔

جائے گا ۔ اور ہم حقیقت کو اس کی پنڈلی سے کھول دینگے اس دن مومن خوش ہوں گے ۔

ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۔ وَھٰذَا تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ

اور (ایک) گروہ پہلوں میں سے اور ایک پچھلوں میں سے ۔ اور یہ تذکرہ ہے جو چاہے

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۔ اِنَّ النَّصَارٰی حَوَّلُوا الْاَمْرَ ۔ سَنَرُدُّھَا

خدا کی راہ کو اختیار کرے ۔ نصاریٰ نے حقیقت کو بدلا دیا ہے سو ہم ذلت اور

عَلَی النَّصَارٰی ۔ لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ

شکست کو نصاریٰ پر واپس پھینک دینگے۔ اور آتھم نابود کرنیوالی آگ میں ڈال دیا جاویگا۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری

حَلِیْمٍ مَّظْھَرِ الْحَقِّ وَالْعُلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ ۔

دیتے ہیں ۔ جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اُترا ۔

یُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ ۔ اِسْمُہٗ عِمَّانُوْ اِیْل ۔

تجھے لڑکا دیا جائے گا ۔ نام اس کا عمانو ایل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ " خدا ہمارے ساتھ ہے "۔

وَ یُدْنِیْ مِنْکَ الْفَضْلُ - اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ - قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ

اور خدا کا فضل تجھ سے نزدیک ہوگا - میرا نور قریب ہے - کہہ میں شریر مخلوقات سے

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ - عِجْلٌ جَسَدٌ لَّهٗ خُوَارٌ - فَلَهٗ نَصَبٌ

خدا کی پناہ مانگتا ہوں - یہ بے جان گوسالہ ہے اور بیہودہ گو یعنی لیکھرام پشاوری سو اس کو دُکھ کی مار اور

وَّ عَذَابٌ -

عذاب ہوگا یعنی اسی دُنیا میں -

(فارسی و اُردو الہام)

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم اُفتاد - خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا - میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا - اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤں گا اور تیری برکتیں پھیلاؤں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے - دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا - لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا -

آمین

یہ کسی قدر نمونہ ان الہامات کا ہے جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتے ہیں - اور ان کے سوا اور بھی بہت سے الہامات ہیں - مگر مَیں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر مَیں نے لکھا ہے وہ کافی ہے -

اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے - جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ - اور اس کا دشمن جہنمی

ہے اور نیز ان تمام الہامات میں اس عاجز کی اس قدر تعریف اور توصیف ہے کہ اگر یہ تعریفیں درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ تمام تکبّر اور نخوت اور شیخی سے الگ ہو کر ایسے شخص کی فرمانبرداری کا جُوا اپنی گردن پر لے لے جس کی دشمنی میں خدا کی لعنت اور محبت میں خدا کی محبت ہے، لیکن اگر وہ تعریفیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور یہ تمام کلمات جو الہام کے دعوے پر پیش کئے گئے ہیں خدائے قادر و قدوس کا الہام نہیں ہے بلکہ ایک دجّال کذّاب نے چالاکی کی راہ سے ان کو آپ بنالیا ہے اور بندگان خدا کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے الہام ہیں تو درحقیقت وہ جو نہایت بے باکی سے خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے خدا تعالیٰ کی گرجنے والی صاعقہ کے نیچے کھڑا ہے اور اس کے مشتعل غضب کا نشانہ ہے اور کوئی اس کو اس قہّار اور غیوّر کے ہاتھ سے چھوڑا نہیں سکتا۔

کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ ایسا کذّاب اور دجّال اور مفتری جو برابر بیس برس کے عرصہ سے خدا تعالیٰ پر جھوٹھ باندھ رہا ہے اب تک کسی ذلّت کی مار سے ہلاک نہ ہوا۔ اور کیا یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ جس سلسلہ کا تمام مدار ایک مفتری کے افتراء پر تھا وہ اتنی مدت تک کسی طرح چل نہیں سکتا تھا[1] توراۃ اور قرآن شریف دونوں گواہی دے رہے ہیں کہ خدا پر افتراء کرنے والا جلد تباہ ہو جاتا ہے کوئی نام لینے والا اس کا باقی نہیں رہتا۔

اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ اگر یہ انسان کا کاروبار ہے تو جلد باطل ہو جائے گا، لیکن اگر خدا کا ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم مقابلہ کر کے مجرم ٹھہرو۔ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا

---

[1] نوٹ:۔ اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ دُنیا میں صدہا جھوٹے مذہب ہیں جو ہزاروں برسوں سے چلے آتے ہیں حالانکہ ابتداء ان کی کسی افتراء سے ہی ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ افتراء سے مراد ہمارے کلام میں وہ افتراء ہے کہ کوئی شخص عمداً اپنی طرف سے بعض کلمات تراش کر یا ایک کتاب بنا کر پھر یہ دعویٰ کرے کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس نے مجھے الہام کیا ہے اور ان باتوں کے بارے میں میرے پر اس کی وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ کوئی وحی نازل نہیں ہوتی۔ سو ہم نہایت کامل تحقیقات سے کہتے ہیں کہ ایسا افتراء کبھی کسی زمانہ میں چل نہیں سکا۔ اور خدا کی پاک کتاب صاف گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے والے جلد ہلاک کئے گئے ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ توریت بھی یہی گواہی دیتی ہے اور انجیل بھی اور فرقان مجید بھی۔ ہاں جس قدر دنیا میں جھوٹے مذہب نظر آتے ہیں۔ جیسے ہندوؤں اور پارسیوں کا مذہب ان کی نسبت یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ

نَعۡلَیۡہِ کَذِبُہٗ وَاِنۡ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبۡکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ مُسۡرِفٌ کَذَّابٌ[1] یعنی اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا۔ اور اگر یہ سچا ہے تو تم اس کی ان بعض پیشگوئیوں سے بچ نہیں سکتے جو تمہاری نسبت وہ وعدہ کرے۔ خدا ایسے شخص کو فتح اور کامیابی کی راہ نہیں دکھلاتا جو فضول گو اور کذاب ہو۔

اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فئہ قلیلہ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار یا پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ وہ راضی نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہونچاوے اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا۔ اور اس کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا مَیں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں تا جو راستی کا دشمن ہے وہ تباہ ہو جائے اور جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے پہلے مَیں نے کبھی ایسے مباہلہ کی نیت نہیں کی اور نہ چاہا کہ کسی پر بددُعا کروں۔ عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا۔ آخر اس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا مگر مَیں نے اس کے حق میں کوئی بددُعا نہیں کی۔ لیکن اب مَیں بہت ستایا گیا اور دُکھ دیا گیا۔ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ مجھے دجّال کہا گیا۔ میرا نام شیطان رکھا گیا۔ مجھے کذّاب اور مفتری سمجھا گیا۔ مَیں ان کے اشتہاروں میں لعنت کے ساتھ یاد کیا گیا۔ مَیں ان کی مجلسوں میں نفرین کے ساتھ پکارا گیا۔ میری تکفیر پر آپ لوگوں نے ایسی کمر باندھی کہ گویا آپ کو کچھ بھی شک میرے کفر میں نہیں۔ ہر یک نے مجھے گالی دینا اجرِ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

کسی جھوٹے پیغمبر کا سلسلہ چلا آتا ہے۔ بلکہ اصل حقیقت ان میں یہ ہے کہ خود لوگ غلطیوں میں پڑتے پڑتے ایسے عقائد کے پابند ہوگئے ہیں۔ دُنیا میں تم کوئی ایسی کتاب دکھا نہیں سکتے جس میں صاف اور بے تناقض لفظوں میں کُھلا کُھلا یہ دعویٰ ہو کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ حالانکہ اصل میں وہ خدا کی کتاب نہ ہو بلکہ کسی مفتری کا افتراء ہو اور ایک قوم اس کو عزت کے ساتھ مانتی چلی آتی ہو۔ ہاں ممکن ہے کہ خدا کی کتاب کے اُلٹے معنی کئے گئے ہوں جس حالت میں انسانی گورنمنٹ ایسے شخص کو نہایت غیرتمندی کے ساتھ پکڑتی ہے کہ جو جھوٹے طور پر ملازم سرکاری ہونے کا دعویٰ کرے تو خدا جو اپنے جلال اور ملکوت کے لیے غیرت رکھتا ہے۔ کیوں جھوٹے مدعی کو نہ پکڑے۔ منہ

[1] المومن: ۲۹

عظیم کا موجب سمجھا اور میرے پر لعنت بھیجنا اسلام کا طریق قرار دیا۔ پر ان سب تلخیوں اور دُکھوں کے وقت خدا میرے ساتھ تھا۔ ہاں وہی تھا جو ہر ایک وقت مجھ کو تسلّی اور اطمینان دیتا رہا۔ کیا ایک کیڑا ایک جہان کے مقابل کھڑا ہو سکتا ہے۔ کیا ایک ذرہ تمام دنیا کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ایک دروغگو کی ناپاک روح یہ استقامت رکھتی ہے۔ کیا ایک ناچیز مفتری کو یہ طاقتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

سو یقیناً سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کر سکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے۔ بہتر تھا کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے روتے اور ایک ترساں اور ہراساں دل کے ساتھ اس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے اور پھر یقین کی پیروی کرتے نہ شک اور وہم کی۔

سو اب اُٹھو اور مباہلہ کے لیے طیار ہو جاؤ۔ تم سُن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔ اوّل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر، دوسرے الہامات الٰہیہ پر سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا۔ اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔ اب میرے بناء دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔ سو میں اب ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسری بناء کی تصفیہ کے لیے مجھ سے مباہلہ کر لو۔

اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد مَیں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور دُعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افتراء ہے۔ اور تُو جانتا ہے کہ مَیں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گذرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آ جائے تا میری ذلّت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ مَیں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے، لیکن اے خدائے علیم و خبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں اور تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دُکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنوں اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب میں یہ دُعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر یک شخص جو مباہلہ کے لیے حاضر ہو جنابِ الٰہی میں یہ دُعا کرے کہ اے خدائے علیم و خبیر ہم اس شخص کو

جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذّاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔ پس اگر یہ شخص درحقیقت کذّاب اور مفتری اور کافر اور بیدین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افترا۔ ہے تو اس اُمّت مرحومہ پر یہ احسان کر کہ اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے تا لوگ اس کے فتنہ سے امن میں آجائیں اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ تمام الہام تیرے ہی مُنہ کی پاک باتیں ہیں تو ہم پر جو اس کو کافر اور کذّاب سمجھتے ہیں دُکھ اور ذلّت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنوں اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزّت پر۔

اور جب یہ دُعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ اور یاد رہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کذّاب اور مفتری تو جانتا ہے مگر کافر کہنے سے پرہیز رکھتا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے دعائے مباہلہ میں صرف کذّاب اور مفتری کا لفظ استعمال کرے جس پر اس کو یقین دلی ہے۔

اور اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جاں بری کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے اور میں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا۔ اور میں ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہیئے اور پھر اس کے بعد میں دجّال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں اور اس لائق ہوں گا کہ ہمیشہ کے لیے لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں اور اپنے مولیٰ کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھوں گا اور میری پیروی کرنے والا یا مجھے اچھا اور صادق سمجھنے والا خدا کے قہر کے نیچے ہوگا۔ پس اس صورت میں میرا انجام نہایت ہی بد ہوگا جیسا کہ بدذات کاذبوں کا انجام ہوتا ہے۔

لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفات بدنی سے بچا لیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر یک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا اور میری بد دُعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو دُنیا پر حق ظاہر ہو جائے گا اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اُٹھ جائے گا۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میں نے پہلے اس سے کبھی کلمہ گو کے حق میں بد دُعا نہیں کی اور صبر کرتا رہا، مگر اس روز خدا سے فیصلہ چاہونگا اور اس کی عصمت اور عزّت کا دامن پکڑوں گا کہ تا ہم میں سے فریق ظالم اور دروغگو کو تباہ کر کے اس دین متین کو شریروں کے فتنہ سے بچاوے۔

میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر

ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ اور اگر میں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دُنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔

میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے کہ اشخاص مندرجہ ذیل میں سے کم سے کم دس۱۰ آدمی حاضر ہوں اس سے کم نہ ہوں اور جس قدر زیادہ ہوں میری خوشی اور مراد ہے کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط ہو جانا ایک ایسا کھلا کھلا نشان ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں رہ سکتا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہونچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔

مجھے افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آج تک ان ظالم مولویوں نے اس صاف اور سیدھے فیصلہ کی طرف رُخ ہی نہیں کیا۔ تا اگر میں ان کے خیال میں کاذب تھا تو احکم الحاکمین کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچ جاتا۔ ہاں بعض ان کے اپنی بدگوہری کی وجہ سے گورنمنٹ انگریزی میں جھوٹی شکایتیں میری نسبت لکھتے رہے اور اپنی عداوت باطنی کو چھپا کر مخبروں کے لباس میں نیش زنی کرتے رہے اور کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ بطالوی علیہ ما یستحقہ اگر ایسے لوگ خدا تعالےٰ کی جناب سے ردّ شدہ نہ ہوتے تو مجھے دکھ دینے کے لیے مخلوق کی طرف التجا نہ لے جاتے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کوئی بات زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک کہ آسمان پر نہ ہو جائے۔ اور گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ گویا میں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بدخواہ ہوں۔ یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے۔ یہ گورنمنٹ خدا کی گنہگار ہوگی اگر میرے جیسے خیر خواہ اور سچے وفادار کو بدخواہ اور باغی تصور کرے۔ میں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیرخواہی میں ابتدا سے آج تک وہ کام لیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی۔ اور میں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کر کے ان میں جا بجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی چاہیئے اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے اور میں نے ایسی کتابوں کو نہ صرف برٹش انڈیا میں پھیلایا ہے بلکہ عرب اور شام اور مصر اور روم اور افغانستان اور دیگر اسلامی بلاد میں محض للّٰہی نیت سے شائع کیا ہے نہ اس خیال سے کہ یہ گورنمنٹ میری تعظیم کرے یا مجھے انعام دے۔ کیونکہ یہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ ہے جس کا شائع کرنا میرے پر حق واجب تھا۔

تعجب ہے کہ یہ گورنمنٹ میری کتابوں کو کیوں نہیں دیکھتی اور کیوں ایسی ظالمانہ تحریروں سے ایسے مفسدوں کو منع نہیں کرتی۔ ان ظالم مولویوں کو میں کس سے مثال دوں یہ ان یہودیوں سے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناحق دُکھ دینا شروع کیا۔ اور جب کچھ پیش نہ گئی تو گورنمنٹ روم میں مخبری کی کہ

یہ شخص باغی ہے۔ سو مَیں بار بار اِس گورنمنٹ عادلہ کو یاد دلاتا ہوں کہ میری مثال مسیح کی مثال ہے میں اس دُنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں۔ میں کسی خُونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خُونی مہدی کا منتظر۔ صلحکاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے۔ اور میں ان تمام باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔ گورنمنٹ کو چاہئیے کہ بیدار طبعی سے میری حالت کو جانچے اور گورنمنٹ روم کی شتاب کاری سے عبرت پکڑے اور خودغرض مولویوں یا دوسرے لوگوں کی باتوں کو سند نہ سمجھ لیوے کہ میرے اندر کھوٹ نہیں اور میرے لبوں پر نفاق نہیں۔

اب میں پھر اپنے کلام کو اصل مقصد کی طرف رجوع دے کر ان مولوی صاحبوں کا نام ذیل میں درج کرتا ہوں جن کو میں نے مباہلہ کے لئے بلایا ہے اور مَیں پھر ان سب کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کے لئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آویں۔ اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر اور تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری اور کذّاب اور دجّال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفّرین اور مکذّبین مباہلہ کے لیے بلاتے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفّر یا مکذّب ہیں اور درحقیقت ہر یک شخص جو با خدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذّبین میں داخل ہے۔ کیونکہ اگر مکذّب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تاکید فرمائی تھی کہ اس کی مدد کرو اور اس کو میرا سلام پہنچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاف باطن فقراء کے لیے یہ موقعہ ہے کہ خدا تعالےٰ سے ڈر کر اور ہر یک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرّع اور ابتہال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے اس راز سربستہ کا اسی کے کشف اور الہام سے انکشاف چاہیں اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ ان کی اتقاء کی شان کے لائق ہے محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں اور سچائی کی گواہی کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے حجابوں میں ہیں کیونکہ انکے اندر کوئی سماوی روشنی نہیں لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیۂ نفس سے انانیت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں اگرچہ بہت تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں مگر یہ اُمّت مرحومہ اُن سے خالی نہیں۔

وہ لوگ جو مباہلہ کیلئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں

مولوی نذیر حسین دہلوی
شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ
مولوی عبدالحمید دہلوی
مہتمم مطبع انصاری
مولوی رشید احمد گنگوہی
مولوی عبدالحق دہلوی مؤلف تفسیر حقانی
مولوی عبدالعزیز لدھیانوی
مولوی محمد لدھیانوی
مولوی محمد حسن رئیس لودھیانہ
سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ
مولوی احمد اللہ امرتسری
مولوی ثناء اللہ امرتسری
مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری
مولوی عبدالجبار غزنوی
مولوی عبدالواحد
غزنوی
مولوی عبدالحق غزنوی
محمد علی بھوپڑی واعظ
مولوی غلام دستگیر
قصور ضلع لاہور
مولوی عبداللہ ٹونکی
مولوی اصغر علی لاہور
حافظ عبدالمنان
وزیر آباد
مولوی محمد بشیر بھوپالی
شیخ حسین عرب یمانی
مولوی محمد ابراہیم آرہ
مولوی محمد حسن مؤلف تفسیر امروہہ
مولوی احتشام الدین مراد آباد
مولوی محمد اسحٰق اجراوری
مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنو فرنگی محل
مولوی محمد فاروق کانپور
مولوی عبدالوہاب
کانپور
مولوی سعیدالدین کانپور رامپوری
مولوی حافظ محمد رمضان پشوری
مولوی

دلدار علی انور مسجد دائرہ	مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبر آباد	مولوی ابوالانوار نواب
محمد رستم علیخاں چشتی	مولوی ابوالمویّد امروہی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر	مولوی
محمد حسین کوئلہ والا دہلی	مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ	
مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارنپور	مولوی احمد علی صاحب سہارنپور	مولوی
عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور	قاضی عبدالاحد خانپور ضلع راولپنڈی	مولوی احمد رامپور
ضلع سہارنپور محلہ محل	مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور	مولوی فقیر اللہ مدرس
مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور	مولوی محمد امین صاحب بنگلور	مولوی قاضی حاجی
شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگلور	مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ	
عبدالقدوس صاحب بنگلور	مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری حال مقیم بنگلور	مولوی
عبدالقادر صاحب پیارم بیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقہ بنگلور	مولوی محمد عباس صاحب ساکن	
دانمباری علاقہ بنگلور	مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ	مولوی امیر علی شاہ صاحب
اجمیر	مولوی احمد حسن صاحب کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد	مولوی محمد عمر
صاحب دہلی فراش خانہ	مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور	مولوی حفیظ الدین
صاحب دوجانہ ضلع رہتک	مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا	مولوی

حاجی عابد حسین صاحب دیوبند

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں

غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی

میاں اللہ بخش صاحب سجادہ

نشین سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑی

سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب مہارانوالہ

میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور

التفات احمد شاہ صاحب سجادہ نشین رودلے

مستان شاہ صاحب کابلی

محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدرآباد دکن

محمد حسین صاحب گدی نشین شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی

گدی نشین اوچہ شاہ جلال الدین صاحب

بخاری

ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ ضلع گورداسپور

صادق علی شاہ صاحب

گدی نشین رتر چھتر ضلع گورداسپور

سید صوفی خانصاحب مرادآبادی صابری چشتی

مہر شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی

مولوی قاضی سلطان محمود صاحب آمی

اعوان والہ پنجاب

حیدر شاہ صاحب جلال پور کنگیانوالہ

توکل شاہ صاحب انبالہ

مولوی عبداللہ صاحب تلونڈی والہ

محمد امین صاحب چکوتری علاقہ گجرات پنجاب

مولوی

عبدالغنی صاحب جانشین قاضی اسمٰعیل صاحب مرحوم بنگلور

مولوی ولی النبی شاہ صاحب

نقشبند رام پور دارالریاست	حاجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوا ضلع لکھنو	میرامداد
علی شاہ صاحب سجادہ نشین شاہ ابوالعلا نقشبند	سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی	عبداللطیف
شاہ صاحب خلف حاجی نجم الدین شاہ صاحب چشتی جودھ پور	قطب علی شاہ صاحب دیوگڈھ	
علاقہ اودے پور میواڑ	میرزا بادل شاہ صاحب بدایونی	مولوی عبدالوہاب صاحب
جانشین عبدالرزاق صاحب لکھنو فرنگی محل	علی حسین صاحب کچھوچھا ضلع فقیرآباد	شیخ
غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور	حافظ صابر علی صاحب رامپور ضلع سہارنپور	
امیر حسن صاحب خلف پیر عبداللہ صاحب دہلی	منور شاہ صاحب فاضل پور ضلع گوڑگانوہ	
قریب دہلی	محمد معصوم شاہ صاحب نبیرہ شاہ ابوسعید صاحب رامپور دارالریاست	
بدرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ	شاہ اشرف شاہ صاحب سجادہ نشین	
پھلواری ضلع پٹنہ	مظہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا ضلع پٹنہ	لطافت حسین
شاہ سجادہ نشین لوادا	نثار علی شاہ صاحب الور دارالریاست	وزیرالدین شاہ صاحب
سجادہ نشین مخدوم صاحب الور	مولوی سلام الدین شاہ صاحب مہم ضلع رہتک	غلام حسین
خاں شاہ صاحب ٹھانوی ضلع حصار	سید اصغر علی شاہ صاحب نیازی اکبر آباد	

واجد علی شاہ صاحب فیروز آباد ضلع اکبر آباد	سید احمد شاہ صاحب ہردوئی ضلع لکھنو
مقصود علی شاہ صاحب شاہجہان پور	مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجر
مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڈھ ضلع خاص	محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار ضلع خاص

ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہونچا ہو تو وہ اطلاع دیں تاکہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے۔

راقم میرزا غلام احمد از قادیان

یہ اشتہار دعوت قوم کے نام سے انجام آتھم کے صفحہ ۵۴ تا ۷۲ پر درج ہے۔

(۱۵۴)

سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری

جلسہ اعظم مذاہبؔ جو لاہور ٹون ہال میں ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائیگا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچوں سوالوں کے جواب میں سُنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نُور اس میں چمک اُٹھے گا اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ آجائیگی یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف وگزاف کے داغ سے منزّہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لیے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حُسن وجمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں۔ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نُور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہونگی کہ اپنی کتابوں کے یہ

حاشیہ ؎ سوامی شوگن چندر صاحب نے اپنے اشتہار میں مسلمانوں اور عیسائی صاحبان اور آریہ صاحبوں کو قسم دی تھی کہ ان کے نامی علماء اس جلسہ میں اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں ضرور بیان فرماویں۔ سو ہم سوامی صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم اس بزرگ قسم کی عزت کے لیے آپ کے منشاء کو پورا کرنے کے لیے طیار ہو گئے ہیں اور انشاءاللہ ہمارا مضمون آپ کے جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اسلام وہ مذہب ہے جو خدا کا نام درمیان آنے سے سچے مسلمان کو کامل اطاعت کی ہدایت فرماتا ہے، لیکن اب ہم دیکھیں گے کہ آپ کے بھائی آریوں اور پادری صاحبوں کو اپنے پرمیشر یا یسوع کی عزت کا کسقدر پاس ہے اور وہ ایسے عظیم الشان قدوس کے نام پر حاضر ہونے کے لیے مستعد ہیں یا نہیں۔ منہ

کمال دکھلاسکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور کیونکہ خداتعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اُس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالمِ کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھُونے سے اس محل میں سے ایک نُورِ ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے۔ اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں۔ جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرادیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا اِنَّ اللّٰہَ مَعَكَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لیے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کرکے ان معارف کے سننے کے لیے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فائدے حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کرسکتے ہوں گے۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان

(یہ اشتہار ۲۰×۲۶/۴ کے ایک صفحہ پر ہے)
